تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب مدظلہ
مفتی و اُستاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان

مع افادات

استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمہ اللہ
حضرت علامہ نواب محمد قطب الدین دھلوی رحمہ اللہ

جمع و ترتیب .... مولانا حبیب الرحمٰنؒ

تلمیذ

حضرتؒ علامہ شبیر الحق کشمیریؒ مدظلہ العالی
اُستاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ مُلتان پاکستان
(0322-6180738, 061-4519240

جلد پنجم
خیر المفاتیح
اردو شرح
مشکوٰۃ المصابیح

جلد پنجم

قدیم وجدید شارحین حدیث کے علوم ومعارف
کی امین مشکوٰۃ شریف کی پہلی مفصل اُردو شرح

اُردو شرح
مشکوٰۃ المصابیح

تقریظ
حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب مدظلہ
سابق مفتی واُستاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان

جمع وترتیب
حبیب الرحمٰن
فاضل جامعہ خیر المدارس ملتان

مع افادات
استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمہ اللہ
حضرت علامہ نواب محمد قطب الدین دھلوی رحمہ اللہ

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(0322-6180738, 061-4519240

خیر المفاتیح

تاریخ اشاعت.................. شوال المکرم ۱۴۳۴ھ

ناشر.....................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت.....................سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ.... چوک فوارہ.... ملتان

مکتبہ سید احمد شہید........ اردو بازار...... لاہور — دارالاشاعت........ اُردو بازار........... کراچی

مکتبہ علمیہ.............. اکوڑہ خٹک....... پشاور — مکتبہ رشیدیہ....... سرکی روڈ...... کوئٹہ

اسلامی کتاب گھر..... خیابان سرسید..... راولپنڈی — مکتبہ دارالاخلاص.... قصہ خوانی بازار...... پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K — 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE — BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نَضَّرَ اللّٰہُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَوَعَاھَا وَاَدَّاھَا کَمَا سَمِعَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!
اللہ تعالیٰ اُس شخص کو تروتازہ اور خوشحال رکھیں جس نے میری حدیث کو سنا
پھر اسے یاد کیا اور اُسے آگے پہنچایا جیسے اُس نے سنا (مشکوٰۃ)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد

كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

انك حميد مجيد

اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد

كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

انك حميد مجيد

فہرست عنوانات

بَابُ الْكِهَانَةِ .... کہانت کا بیان

کِتَابُ الصَّیدِ وَ الذَّبَائِحِ

شکار اور ذبیحوں کا بیان

قال اللہ تعالی وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوا مِمَّآ أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ (مائدہ)

صید مصدر ہے یہ کبھی اصطیاد کے معنی میں آتا ہے یعنی شکار کھیلنا اور کبھی اسم مفعول المصید کے معنی میں آتا ہے یعنی شکار شدہ چیز۔ ذبائح کے لفظ کے ساتھ یہ دوسرا مفہوم زیادہ مناسب ہے مطلب یہ ہوگا کہ شکار اور مذبوحہ اشیاء کا بیان۔ زمین حرم کے علاوہ ہر جگہ شکار کرنا جائز اور مباح ہے البتہ حالت احرام میں کسی جگہ خشکی کا شکار جائز نہیں ہے ہاں سمندری کا شکار احرام کی حالت میں بھی جائز ہے یہ پابندی احرام کا حق ہے۔ زمین حرم میں ہر شخص پر شکار کرنا حرام ہے خواہ حالت احرام میں ہو یا نہ ہو یہ پابندی ارض حرم کا حق ہے۔ شکار کرنا مباح ہے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور اجماع امت سے اس کی اباحت ثابت ہے ہاں امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص صرف لہو ولعب اور کھیل کود کے طور پر شکار کرتا ہے تو یہ مکروہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود شکار نہیں کیا ہے البتہ شکار کو جائز قرار دیا اور اس کو کھایا ہے شکاری کو شکار کرتے ہوئے دیکھا ہے شکار کے سارے مسائل بیان فرمائے ہیں اور اس کے مضرات سے بھی آگاہ کیا ہے طبقہ صحابہ میں شکار کے مسائل سب سے زیادہ عدی بن حاتم نے پوچھے ہیں اور یہ شکاری بھی تھے پھر ابو ثعلبہ خشنیؓ نے پوچھے ہیں یہ بھی شکاری تھے کچھ دیگر صحابہ نے بھی شکار کیا ہے جیسے ابو قتادہؓ اور سلمہ بن اکوعؓ وغیرہ۔ "ذبائح" یہ ذبیحہ کی جمع ہے عمل ذبح کو کہتے ہیں پھر ذبحہ دو قسم پر ہے ایک ذبح اختیاری ہے دوسرا ذبح اضطراری ہے ذبح اختیاری میں یہ ضروری ہے کہ حلقوم کی اکثر رگیں کٹ جائیں اور بسم اللہ ساتھ ہو ذبح اضطراری میں جانور یا پرندہ کے جس حصہ پر زخم لگ جائے وہ ذبح کیلئے کافی ہے بشرطیکہ مارتے وقت بسم اللہ اور تکبیر کہی ہو۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ..... کتے اور تیر کے ذریعہ کئے گئے شکار کا مسئلہ

(۱) عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ لِلّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اَرْسَلْتَ كَلْبَكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ فَاِنْ اَمْسَكَ عَلَيْكَ فَأَدْرَكْتَهُ حَيًّا فَاذْبَحْهُ وَاِنْ اَدْرَكْتَهُ قَدْ قُتِلَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ فَكُلْهُ وَاِنْ اَكَلَ فَلَا تَكُلْ فَاِنَّمَا اَمْسَكَ عَلٰى نَفْسِهٖ فَاِنْ وَجَدْتَّ مَعَ كَلْبِكَ كَلْبًا غَيْرَهٗ وَقَدْ قَتَلَ فَلَا تَأْكُلْ فَاِنَّكَ لَا تَدْرِيْ اَيُّهُمَا قَتَلَهٗ وَاِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ فَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ فَاِنْ غَابَ عَنْكَ يَوْمًا فَلَمْ تَجِدْ فِيْهِ اِلَّا اَثَرَ سَهْمِكَ فَكُلْ اِنْ شِئْتَ وَاِنْ وَجَدْتَهٗ غَرِيْقًا فِي الْمَاءِ فَلَا تَاْكُلْ (البخاری و المسلم)

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا جس وقت تو شکار کے لیے اپنے کتے کو چھوڑے اللہ کا نام لے اگر تو اس کتے کو پالے کہ شکار تیرے لیے پکڑ رکھے اور وہ زندہ ہے اس کو ذبح کرے اگر تو دیکھے کہ اس کو مار ڈالا ہے اور اس نے اس سے نہیں کھایا اس کو کھالے اور اگر اس نے کھایا ہے تو اس کو نہ کھا اس نے اس کو اپنے نفس کے لیے روکا ہے اگر تو اپنے کتے کے ساتھ کسی اور کتے کو پائے جبکہ اس نے شکار کو مار ڈالا ہے پس نہ کھا تو نہیں جانتا اس کو کس نے قتل کیا ہے۔ جس وقت تو تیر مارے پس اللہ کا نام لے اگر شکار تجھ سے ایک دن غائب رہے اس میں تو کوئی اور نشان نہ پائے سوائے اپنے تیر کے نشان کے اگر چاہے کھالے اگر تو اس کو پانی میں ڈوبا ہوا دیکھے اس کو نہ کھا۔ (متفق علیہ)

تشریح: " اذاا رسلت کلبک " اس حدیث میں شکار کے کئی مسائل کا بیان آ گیا ہے جن کی طرف قرآن عظیم کی اس آیت میں اشارے ہیں وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوا مِمَّآ أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اس آیت میں "الجوارح" سے پھاڑنے اور شکار کرنے والے درندے پرندے وغیرہ مراد ہیں جیسے چیتا، شیر اور کتا وغیرہ اور پرندوں میں باز وغیرہ مراد ہیں۔ "مکلبین" یعنی تم نے اس کو شکار پر چھوڑا ہو یہ چھوڑنا بمنزلہ ذبح کرنے کے ہے اس لئے اس وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنا چاہیے اور

یہی کافی ہے ہاں اگر شکار زخمی حالت میں مل گیا تو پھر ذبح اختیاری ضروری ہے۔ ''تعلمونھن'' یعنی آزمودہ سکھایا ہوا تعلیم یافتہ کتا ہو فقہاء نے جانور کے تعلیم یافتہ ہونے کے لئے تین شرائط بیان کی ہیں (۱) پہلی شرط یہ کہ جب شکار پر چھوڑے تو خوب دوڑے (۲) دوسری شرط یہ کہ دوڑ کے دوران جب واپس بلایا جائے تو فوراً واپس آجائے (۳) پہلی شرط یہ کہ شکار پکڑ کر مالک کے پاس لائے خود بالکل نہ کھائے۔

اس طرح کتا معلم ہوتا ہے اس کے چھوڑنے کے وقت بسم اللہ کہنے سے شکار حلال ہو جاتا ہے اس کے مارنے سے ذبح مکمل ہو گیا ہاں اگر شکار اب تک زندہ ہے تو پھر اس کا ذبح کرنا ضروری ہے۔ باز وغیرہ پرندہ کے معلم ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں (۱) جب شکار پر چھوڑے تو خوب اڑ کر دوڑے (۲) دوسری شرط یہ کہ جب واپس بلایا جائے تو خوب اڑ کر واپس آئے شکار کو نہ کھانا پرندہ کیلئے شرط نہیں ہے۔

''وان اکل فلا تأکل'' یعنی اگر شکاری کتے نے شکار کر کے اس سے کھایا تو اب باقی مت کھاؤ اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر کتے نے کھالیا اور شکار مر گیا تو آیا وہ حلال ہے یا نہیں؟ اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف:۔ امام مالک اور اوزاعی شامی فرماتے ہیں کہ اس طرح شکار بھی حلال ہے اس کا کھانا بھی حلال ہے جمہور ائمہ فرماتے ہیں کہ اس طرح شکار کا کھانا حرام ہے۔

دلائل:۔ امام مالک اور اوزاعیؒ نے سنن ابی داؤد کی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں یہ الفاظ آئے ہیں ''اذا ارسلت کلبک وذکرت اسم اللہ علیہ فکل وان اکل منہ''۔ (ابوداؤد ص ۳۸ ج ۲) جمہور نے زیر بحث حدیث وان اکل فلا تأکل سے استدلال کیا ہے۔

جواب:۔ جمہور کی طرف سے امام مالک کے استدلال کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اقویٰ اور مضبوط ہے امام مالک کے مستدل کا یہ درجہ نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن کی آیت مما امسکن علیکم میں واضح طور پر حلال ہونے کیلئے شکار کا نہ کھانا بلکہ امساک شرط ہے اس وجہ سے امام مالک کا مستدل چھوڑنا پڑے گا۔ تیسرا جواب یہ کہ فلا تأکل میں نہی ہے اور مقابلہ حلت وحرمت میں ترجیح حرمت کو دی جاتی ہے۔

''فان وجدت مع کلبک کلباً'' اس حدیث میں یہ دوسرا مسئلہ ہے اس کی تشریح اس طرح ہے کہ اگر شکاری کتے کے ساتھ کسی آدمی کا کوئی دوسرا کتا شامل ہو گیا اور اس نے شکار کو مارا تو اس حدیث میں ہے کہ اس شکار کو نہ کھاؤ کیونکہ اصل بات بسم اللہ پڑھنے نہ پڑھنے کی ہے اور یہ جو دوسرا کتا شامل ہو گیا اس میں دو باتیں مشکوک ہیں۔ پہلی بات یہ مشکوک ہے کہ یہ معلوم نہیں کہ وہ معلم ہے یا نہیں بہت ممکن ہے کہ وہ غیر معلم ہو دوسری بات یہ کہ یہ معلوم نہیں کہ کتا چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیکر بسم اللہ پڑھی گئی یا نہیں اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے مت کھاؤ۔

متروک التسمیہ ذبیحہ کا حکم:۔ ''فذکر اسم اللہ'' اس حدیث میں تیسرا مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ متروک التسمیہ ذبیحہ کا حکم کیا ہے یعنی کتا چھوڑتے وقت یا تیر پھینکتے وقت یا ذبح اختیاری میں اگر کسی نے قصداً بسم اللہ چھوڑ دیا تو یہ ذبیحہ حلال ہے یا حرام ہے اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف:۔ امام شافعی کے ہاں اگر کسی نے بسم اللہ عمداً جان بوجھ کر چھوڑ دیا یا بھول کر چھوڑ دیا ہر حالت میں شکار حلال ہے ایک ضعیف قول حنابلہ کا بھی اسی طرح ہے۔ داؤد ظاہری اور امام شعبیؒ کہتے ہیں کہ ہر حالت میں شکار حرام ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالک اور امام احمد بن حنبلؒ جمہور فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے تسمیہ عمداً ترک کر دیا تو شکار حرام ہے اگر نسیاناً تسمیہ چھوٹ گئی تو شکار حلال ہے۔

دلائل:۔ فریق اول امام شافعیؒ نے اس اجتہاد سے استدلال کیا ہے کہ قرآن وحدیث میں بسم اللہ کا جو ذکر ہے وہ عام ہے چاہے زبان سے پڑھے چاہے دل سے پڑھے اور مسلمان کے دل میں بسم اللہ اور نامِ اللہ ہر وقت موجود ہے لہٰذا متروک التسمیہ ذبیحہ حلال ہے۔

فریق ثانی داؤد ظاہری اور شعبیؒ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کی آیت ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وانہ لفسق عام اور مطلق ہے خواہ تسمیہ بھول سے چھوٹ گئی یا قصداً چھوڑ دیا ذبیحہ حرام ہے۔ فریق ثالث جمہور نے قرآن کی آیت سے استدلال کیا ہے اور فرمایا کہ آیت میں وانہ لفسق کہا گیا ہے کہ ترک تسمیہ فسق ہے اور فسق اس فعل کو کہتے ہیں جس میں قصد وارادہ ہو اگر فعل میں قصد وارادہ نہ ہو وہ فسق نہیں ہے لہٰذا عمداً تسمیہ ترک کرنے سے ذبیحہ حرام ہوگا اور نسیاناً چھوٹنے سے ذبیحہ حرام نہیں ہوگا کیونکہ حدیث ''رفع عن امتی الخطاء والنسیان'' ایک ضابطہ ہے

جمہور نے اس باب کی تمام احادیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں تسمیہ کی شرط مذکور ہے زیر بحث حدیث کی روشنی میں چند باتیں بطور خلاصہ لکھی جاتی ہیں جو درحقیقت شکار کی شرائط میں سے ہیں۔

(۱) شکار کے حلال ہونے کیلئے پہلی شرط یہ ہے کہ شکار کرنے والا مسلمان ہو کافر کا شکار اور ذبیحہ حرام ہے۔

(۲) شکاری کتے کو شکاری آدمی نے چھوڑا ہو یہ دوسری شرط ہے اگر خود بخود کتے نے شکار کو پکڑ کر حاضر کیا تو وہ حلال نہیں ہے

(۳) تیسری شرط یہ کہ کتے وغیرہ کو چھوڑتے وقت شکاری نے اللہ کا نام لیا ہو قصداً تسمیہ کو اگر چھوڑ دیا تو شکار حلال نہیں ہوگا۔

(۴) جس جانور یا پرندہ کے ذریعہ سے شکار کیا جاتا ہے وہ معلم ہو غیر معلم کا شکار ذبح کے بغیر حرام ہے۔

(۵) تعلیم یافتہ کتے نے بھی اگر شکار کرنے کے بعد شکار کو کھالیا تو مابقیہ کا استعمال کرنا آدمی کیلئے حرام ہے۔

(۶) تعلیم یافتہ کتے کے شکار کے حلال ہونے کیلئے چھٹی شرط یہ ہے کہ کتے نے شکار میں زخم لگایا ہو اگر بغیر زخم کے شکار مرجائے تو اس کا استعمال حرام ہے۔

(۷) اگر شکار گم ہو جائے اور سڑنے سے پہلے مل جائے تو اس کا کھانا حلال ہے اور اگر سڑ جائے یا پانی میں گر کر غرق ہو جائے اور مر جائے تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔

(۲) وَعَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نُرْسِلُ الْكِلَابَ الْمُعَلَّمَةَ قَالَ كُلْ مَا اَمْسَكْنَ عَلَيْكَ قُلْتُ وَاِنْ قَتَلْنَ قَالَ وَاِنْ قَتَلْنَ قُلْتُ اِنَّا نَرْمِي بِالْمِعْرَاضِ قَالَ كُلْ مَاخَزَقَ وَمَا اَصَابَ بِعَرْضِهٖ فَقَتَلَ فَاِنَّهٗ وَقِيْذٌ فَلَا تَاْكُلْ. (رواه بخاری و رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے کہا اے اللہ کے رسول ہم سکھلائے ہوئے کتے چھوڑتے ہیں فرمایا جس کو تجھ پر پکڑ رکھیں اس کو کھالے میں نے کہا اگرچہ مار ڈالیں فرمایا اگرچہ مار ڈالیں میں نے کہا ہم بن پروں کا تیر مارتے ہیں فرمایا جو چیز زخمی کردے کھا اور جو چیز اپنی چوڑان کے ساتھ پہنچے اس کو مار ڈالے وہ چوٹ سے مرا ہے اسے نہ کھا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "انا نرمی بالمعراض" یعنی کبھی ہم شکار پر تیر پھینکتے ہیں وہ جا کر چوڑائی میں لگ جاتا ہے اس کا حکم کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا "کل ماخزق" خزق گھسنے اور نافذ ہونے کو کہتے ہیں نوک اور دھار سے زخم کرنا مراد ہے معراض وہ تیر ہے جو عرضاً شکار کو لگے دھار کی طرف سے نہ لگے یہ وقیذ کے حکم میں ہے شکار حلال نہیں اس سے ہر اس ثقیل چیز کا ضابطہ نکلتا ہے جس میں دھار نہ ہو بلکہ اپنے بوجھ زور اور دباؤ سے شکار کو پھاڑ دیتی ہو۔

فقہاء کا اختلاف:۔ اب اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ غیر دھاری دار چیز کا شکار حلال ہے یا حرام ہے جس میں آج کل بندوق کی گولی کا مسئلہ سامنے آتا ہے امام مکحول اور اوزاعی شامیؒ اور کچھ دیگر علماء کی رائے یہ ہے کہ بندوق کی گولی سے کیا ہوا شکار حلال ہے۔ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ دھار کے علاوہ اور زخم لگنے کے بغیر دباؤ کے ذریعہ سے مارا ہوا شکار حلال نہیں ہے لہذا بندوق کی گولی سے شکار حلال نہیں الا یہ کہ شکار زندہ ہو اور ذبح اختیاری ہو جائے تو حلال ہے۔

دلائل:۔ امام اوزاعی اور علماء شام اور امام مکحول قرآن کریم کی آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ **مما امسکن علیکم** میں زخم کا ذکر نہیں ہے آیت مطلق ہے اس کو زخم کے ساتھ مقید نہیں کیا جا سکتا لہذا غیر دھاری دار چیز سے شکار جائز ہے۔

جمہور مذکورہ حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراض کے شکار کو وقیذ قرار دیا اور "خزق" کی شرط لگادی کہ دھار سے زخم لگا ہو اور خون بہہ گیا ہو تب حلال ہے ورنہ نہیں۔ جمہور نے امام اوزاعی کے استدلال کا یہ جواب دیا ہے کہ "**مما امسکن**" میں امساک کی قید عدم اکل کیلئے ہے کہ تمہارے لئے روکے اپنے کھانے کیلئے نہ روکے اس آیت کا زخم لگنے یا نہ لگنے سے کوئی تعلق ہی نہیں بلکہ امساک اور زخم دونوں اکٹھے بھی ہو سکتے ہیں۔ بہرحال بندوق کی گولی اگرچہ بارود کے دباؤ میں جا کر شکار کو دبالیتی ہے لیکن اس میں کچھ اس قسم کی تیزی ہے کہ چاقو چھری سے زیادہ سلیقے سے چیز کٹ جاتی ہے بڑے علماء کو اس بارہ میں سوچنا چاہیے۔

(۳) وَعَنْ اَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّ بِاَرْضٍ قَوْمٍ اَهْلِ الْكِتَابِ اَفَنَاْكُلُ فِي اٰنِيَتِهِمْ وَ بِاَرْضٍ صَيْدٍ اَصِيْدُ بِقَوْسِيْ وَبِكَلْبِي الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ وَبِكَلْبِي الْمُعَلَّمِ فَمَا يَصْلُحُ لِي قَالَ اَمَّا مَاذَكَرْتَ مِنْ اٰنِيَةِ اَهْلِ الْكِتَابِ فَاِنْ وَجَدْتُمْ

غَيْرَهَا فَلَا تَأْكُلُوْا فِيْهَا وَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاغْسِلُوْهَا وَكُلُوْا فِيْهَا وَمَا صِدْتَّ بِقَوْسِكَ فَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ وَمَا صِدْتَّ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ وَمَا صِدْتَّ بِكَلْبِكَ غَيْرَ مُعَلَّمٍ فَاَدْرَكْتَ ذَكَاتَهٗ فَكُلْ (رواہ مسلم و رواہ بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے کہا اے اللہ کے نبی ہم اہل کتاب کے علاقہ میں رہتے ہیں کیا ہم ان کے برتنوں میں کھالیں اور شکار کی زمین میں رہتے ہیں میں اپنی کمان کے ساتھ شکار کرتا ہوں اور ایسے کتے کے ساتھ جو سکھایا ہوا نہیں ہے اور ایسا کتا بھی جو سکھایا ہوا ہے میرے لیے کیا درست ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تو نے اہل کتاب کا ذکر کیا ہے اگر تم کو اس کے علاوہ مل سکیں ان میں نہ کھاؤ اور اگر نہ پاؤ ان کو دھولیں اور ان میں کھالیں اور اپنی کمان کے ساتھ جس کا تو شکار کرے پس اس پر اللہ کا نام ذکر کرے پس کھالے اور اپنے سکھلائے ہوئے کتے کے ساتھ شکار کرے پس اللہ کا نام ذکر کرلے پس کھالے اور جو غیر سیکھے ہوئے کتے کے ساتھ شکار کرے اس کے ذبح کرنے کو تو پالے پس کھا۔ (متفق علیہ)

تشریح: اہل کتاب کے برتنوں میں اگر انہوں نے خنزیر کا گوشت رکھا ہو یا شراب کیلئے استعمال کیا ہو اس صورت میں اگر کوئی اور برتن مل سکتا ہے تو ان برتنوں کا استعمال قطعاً جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی اور برتن نہیں مل سکتا تو انہی کو دھو کر استعمال کرنا جائز ہے مجبوری ہے اور اگر ان کے یہ برتن شراب وغیرہ میں استعمال نہیں ہوئے ہوں تو پھر صرف دھو کر استعمال کرنا جائز ہے۔ اگرچہ اپنا برتن موجود ہو۔ بہر حال اسلام چاہتا ہے کہ مسلمانوں میں اسلامی غیرت وحمیت باقی رہے کیونکہ زیادہ اختلاط سے آہستہ آہستہ آدمی غیر مسلموں کے معاشرے میں گم ہو جاتا ہے بداخلاقی جائز نہیں ہے لیکن اخلاق کا بھی ایک مقام ہوتا ہے اخلاق اس کا نام نہیں ہے کہ دشمنِ خدا کے ساتھ قلبی الفت پیدا ہو جائے۔ زیر بحث حدیث کا اشارہ بھی یہی ہے کہ اگر اپنا برتن موجود ہے تو کافر کا برتن استعمال نہ کرو۔

بدبودار گوشت کا حکم

(۴) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ فَغَابَ عَنْكَ فَاَدْرَكْتَهٗ فَكُلْ مَالَمْ يُنْتِنْ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو اپنا تیر پھینکے وہ تجھ سے غائب ہو جائے تو اس کو پالے جب تک وہ متغیر نہ ہو اس کو کھالے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حنفی علماء لکھتے ہیں کہ ''جب تک کہ اس میں تغیر پیدا نہ ہو جائے'' کا حکم بطریق استحباب ہے ورنہ تو گوشت میں بو کا پیدا ہو جانا اس گوشت کے حرام ہونے کو واجب نہیں کرتا' چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا گوشت کھایا ہے جس میں بو پیدا ہو چکی تھی۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ بدبودار گوشت کھانے کی ممانعت' محض نہی تنزیہہ پر محمول ہے نہ کہ نہی تحریم پر' بلکہ یہی حکم ہر اس کھانے کا ہے جو بدبودار ہو گیا ہو الا یہ کہ اس کو کھانے کی وجہ سے کسی تکلیف ونقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

(۵) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الَّذِيْ يُدْرِكُ صَيْدَهٗ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَكُلْهُ مَالَمْ يُنْتِنْ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے متعلق فرمایا جو تین دن کے بعد اپنا شکار پاتا ہے۔ فرمایا جب تک وہ متغیر نہ ہو اس کو کھالے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

(۶) وعن عائشة قالت قالوا یارسول اللہ ان ھنا اقواما حدیث عھدھم بشرک یاتوننا بلحمان لاندری ایذکرون اسم اللہ علیھا ام لا قال اذکروا انتم اسم اللہ و کلوا (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول یہاں کچھ لوگ ہیں جن کا شرک کے ساتھ زمانہ قریب ہے ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں، ہم نہیں جانتے انہوں نے اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں فرمایا تم اللہ کا نام لے لو اور کھالو۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''تم اللہ کا نام لے لیا کرو الخ'' کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم بسم اللہ پڑھ کر اس گوشت کو کھا لو تو اس وقت تمہارا بسم اللہ پڑھنا ذبح کرنے والے کے بسم اللہ پڑھنے کے قائم مقام ہو جائے گا بلکہ دراصل اس ارشاد کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جو گوشت تمہارے پاس لایا گیا ہے اس کے بارے میں تم یہ نہیں جانتے کہ آیا وہ اس ذبیحہ کا ہے جو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا گیا ہے یا بسم اللہ پڑھے بغیر ذبح کر دیا گیا ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس گوشت کو کھانا جائز ہے بشرطیکہ اس کو ذبح کرنے والا ان میں سے ہو جن کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا شرعاً جائز ہے اور یہ جواز اس حسن ظن کی بنیاد ہے جو ایک مسلمان کی حالت و کیفیت کو صلاح و نیکی ہی پر محمول کرنے کا متقاضی ہوتا ہے لہٰذا اگر اس طرح کا کوئی شخص تمہیں گوشت دے جائے تو تم یہی حسن ظن رکھو کہ وہ چونکہ بہر حال مسلمان ہے اس لئے اس نے ذبح کرتے وقت اللہ کا نام ضرور لیا ہوگا۔

غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ حرام ہے

(۷) وَعَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ قَالَ سُئِلَ عَلِیٌّ هَلْ خَصَّکُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِشَیْءٍ فَقَالَ مَا خَصَّنَا بِشَیْءٍ لَمْ یَعُمَّ بِهِ النَّاسَ اِلَّا مَا فِیْ قِرَابِ سَیْفِیْ هٰذَا فَاَخْرَجَ صَحِیْفَةً فِیْهَا لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَرَقَ مَنَارَ الْاَرْضِ وَفِیْ رِوَایَةٍ مَنْ غَیَّرَ مَنَارَ الْاَرْضِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَهٗ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اٰوٰی مُحْدِثًا (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کے ساتھ تم کو خاص کیا ہے اس نے کہا آپ نے ہم کو کسی چیز کے ساتھ خاص نہیں کیا کہ لوگوں کو اس کے ساتھ عام نہ کیا ہو مگر جو کچھ میری اس تلوار کے میان میں ہے اس سے ایک کاغذ نکالا اس میں تھا اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کرتا ہے اور اللہ لعنت کرے اس شخص پر جو زمین کے نشان چوری کرے ایک روایت میں ہے اور اللہ اس شخص پر لعنت کرے جو زمین کی علامت بدل دے اور اللہ اس شخص پر لعنت کرے جو اپنے والد پر لعنت کرتا ہے اور اللہ اس شخص پر لعنت کرے جو بدعتی شخص کو جگہ دے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: ''زمین کے نشان'' سے مراد وہ علامتی پتھر وغیرہ ہے جو زمین کی حدود پر نصب ہوتا ہے اور جس کے ذریعہ ایک دوسرے کی زمین کے درمیان فرق و امتیاز کیا جاتا ہے اور اس نشان کو چرانے یا اس میں تغیر و تبدل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص بزور و زبردستی اپنے ہمسایہ کی زمین دبا لینا چاہتا ہو۔

''جو اپنے باپ پر لعنت کرے'' یعنی یا تو اپنے باپ پر خود صریحاً لعنت کرے یا کسی دوسرے شخص کے باپ پر لعنت کرے اور وہ شخص انتقاماً اس کے باپ پر لعنت کرے' اس دوسری صورت میں اس نے اگرچہ اپنے باپ پر خود صریحاً لعنت نہیں کی ہے مگر اس لعنت کا سبب چونکہ وہی بنا ہے اس لئے کہا جائے گا کہ گویا اس نے اپنے باپ پر لعنت کی ہے۔'' جو کسی بدعتی کو ٹھکانا دے'' بدعتی اس شخص کو کہتے ہیں جو دین میں کوئی ایسی بات پیدا کرے جس کی کچھ اصل موجود نہ ہو اور وہ بات شریعت کے خلاف اور سنت میں تبدیلی پیدا کرنے والی ہو۔ ایسے شخص یعنی بدعتی کو ٹھکانا دینا اس کی عزت و تعظیم کرنا اور اس کی مدد و حمایت کرنا' شریعت کی نظر میں قابل مواخذہ ہے۔

جو چیز بھی خون بہا دے اس سے ذبح کرنا جائز ہے

(۸) وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَاقُوا الْعَدُوَّ غَدًا وَلَیْسَتْ مَعَنَا مُدًی اَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ قَالَ مَا اَنْهَرَ الدَّمَ وَذُکِرَ اسْمُ اللّٰهِ فَکُلْ لَیْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ وَسَاُحَدِّثُکَ عَنْهُ اَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَاَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَی الْحَبَشِ وَاَصَبْنَا نَهْبَ اِبِلٍ وَغَنَمٍ فَنَدَّ مِنْهَا بَعِیْرٌ فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِهٰذِهِ الْاِبِلِ اَوَابِدَ کَاَوَابِدِ الْوَحْشِ فَاِذَا غَلَبَکُمْ مِنْهَا شَیْءٌ فَافْعَلُوْا بِهٖ هٰکَذَا. (رواہ مسلم و رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے کہا اے اللہ کے رسول ہم کل دشمنوں سے ملیں گے اور ہمارے

پاس چھریاں نہیں ہیں کیا ہم کھپانچ کے ساتھ ذبح کرلیں۔ فرمایا جو خون بہائے اور اللہ کا نام اس پر لیا جائے وہ کھالے جبکہ دانت اور ناخن نہ ہو اور میں تجھ کو اس کی خبر دیتا ہوں دانت ہڈی ہے او ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔ ہم نے اونٹوں اور بکریوں کو لوٹا اس سے ایک اونٹ بھاگ نکلا ایک آدمی نے اس کو تیر مار کر اس کو روک لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اونٹوں میں وحشی جانوروں کی طرح نفرت کرنے اور بھاگنے والے ہیں جس وقت تم پر غالب آنے لگیں ان کے ساتھ اسی طرح کرو۔ (متفق علیہ)

تشریح: "مدی" مدیۃ کی جمع ہے چھری کو کہتے ہیں مطلب یہ کہ ہمیں جانور ذبح کرنے کی ضرورت پڑے گی تنگی کی حالت ہوگی سفر جہاد ہے اگر چھری نہ ملے تو کیا ہم "القصب" سے جانور ذبح کر سکتے ہیں؟ قصب بانس کے تراشے کو کہا گیا ہے جو چھری کی طرح تیز ہوتا ہے مکئی کا ٹانڈہ اور گنے کا تراشہ بھی اسی طرح تیز ہوتا ہے لکڑیوں میں بھی اس طرح تراشہ نکلتا ہے جس کو اردو میں کھپچ اور کھپچی کہتے ہیں۔

"فعظم" یعنی دانت تو ہڈی ہے اور ہڈی سے ذبح کرنا درست نہیں ہے لہٰذا دانت سے ذبح کرنا درست نہیں ہے۔

"فمدی الحبش" یعنی ناخن تو اہل حبش کی چھریاں ہیں وہ اس کو استعمال کرتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کو کافروں کا طریقہ نہیں اپنانا چاہیے۔ ہر دھاری دار چیز جس سے انہار دم آجائے تو ذبح جائز ہے اب دانت اور ناخن اگر جسم کے ساتھ لگے ہوئے ہوں تو بالاتفاق اس سے ذبح ناجائز ہے لیکن اگر الگ اکھڑے ہوئے ہوں تو اس سے ذبح کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف:۔ جمہور فقہاء کے نزدیک دانت اور ناخن سے ذبح مطلقاً ناجائز ہے خواہ جسم سے الگ ہوں یا پیوست ہوں۔ ائمہ احناف کے نزدیک اگر دانت اور ناخن جسم کے ساتھ پیوست ہوں تو ذبح ناجائز لیکن اگر الگ ہوں اور استعمال سے خون بہہ جائے تو ذبح کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ جمہور نے مذکورہ حدیث سے استدلال کیا ہے۔ ائمہ احناف نے آنے والی فصل ثانی کی عدی بن حاتم کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں یہ الفاظ آئے ہیں "امرر الدم بم شئت" یعنی جس چیز سے چاہو خون بہادو۔ یہ حدیث عام ہے دانتوں اور ناخنوں کو بھی شامل ہے۔ اصل مقصود خون بہانا ہے اگر مقلوع دانت اور ناخن سے دباؤ نہیں پڑتا اور خون بہہ جاتا ہے تو ذبیحہ حلال ہونا چاہیے البتہ فعل میں کراہت ہے آنے والی حدیث بھی احناف کی دلیل ہے کیونکہ دانت اور تیز ہڈی ایک چیز ہے۔ جمہور نے زیر بحث حدیث سے جو استدلال کیا ہے تو احناف اس حدیث کو غیر مقلوع دانت اور غیر مقطوع ناخن پر حمل کرتے ہیں کیونکہ حبش کے لوگ جانور کو اسی طرح ذبح کرتے تھے یا یہ جواب ہے کہ زیر بحث حدیث کی ممانعت کراہت کے درجہ میں ہے وہ احناف کے ہاں بھی مکروہ ہے لیکن ذبیحہ حلال ہے احناف کا استدلال کمزور ہے۔ "اوابد" بدکنے اور بھڑکنے والے وحشی جانوروں کو کہتے ہیں اس کا مفرد آبدۃ ہے شاعر گھوڑے کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

وقد اغتدی والطیر فی وکنا تھا بمنجرد قید الا وابد ھیکل

اس صورت میں ذبح اختیاری نہیں رہے گا بلکہ ذبح اضطراری بن جائے گا جس میں بسم اللہ کے ساتھ زخم لگانا کافی ہے۔

پتھر کے ذریعہ ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے

(۹) وَعَنْ كَعْبَ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ كَانَ لَهُ غَنَمٌ تَرْعٰى بِسَلعٍ فَاَبْصَرَتْ جَارِيَةٌ لَنَا بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِنَا مَوْتًا فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهِ فَسَالَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهُ بِاَكْلِهَا. (رواه مسلم رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس کا ایک ریوڑ سلع پہاڑ پر چرتا تھا۔ ہماری ایک لونڈی نے دیکھا کہ ریوڑ میں سے ایک بکری مر رہی ہے اس نے پتھر توڑا اس کے ساتھ ذبح کر دیا۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے کا حکم دیا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

ذبح کئے جانے والے جانوروں کو خوبی ونرمی کے ساتھ ذبح کرو

(۱۰) وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰى كَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰى

كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُو الْقِتْلَةَ وَإِذَ ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُو الذَّبْحَ وَلْيُحِدَّ اَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهُ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنا لازم کیا ہے۔جس وقت قتل کرو اچھی طرح قتل کرو جب ذبح کرو اچھی طرح ذبح کرو چاہیے کہ ایک تمہارا چھری کو اچھی طرح تیز کرے اور ذبیحہ کو آرام دے۔(روایت کیا اس کو مسلم نے)

جانور کو باندھ کر نشانہ لگانے کی ممانعت

(۱۱) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى اَنْ تُصْبَرَ بَهِيْمَةٌ اَوْغَيْرُ هَا لِلْقَتْلِ (صحیح مسلم بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ منع فرماتے تھے کہ کسی حیوان یا کسی جانور کو قتل کرنے کی غرض سے نشانہ ٹھہرایا جائے۔(متفق علیہ)

(۱۲) وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا. (صحیح مسلم و بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اس شخص پر جو کسی روح والی چیز کو نشانہ بنائے۔(متفق علیہ)

(۱۳) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتَّخِذُوْا شَيْئًافِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا. (رواہ مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی ایسی چیز کو جس میں روح ہو نشانہ نہ بناؤ۔(مسلم)

منہ پر مارنے یا منہ کو داغنے کی ممانعت

(۱۴) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ وَعَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ پر مارنے اور چہرہ پر داغ لگانے سے منع کیا ہے۔(مسلم)

(۱۵) وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَيْهِ حِمَارٌ وَقَدْوُسِمَ فِي وَجْهِهٖ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الَّذِيْ وَسَمَهٗ. (مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک گدھا گذرا اس کے چہرہ پر داغ لگایا گیا تھا۔آپ نے فرمایا اللہ اس شخص پر لعنت کرے جس نے داغ لگایا ہے۔(روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "لعن اللہ" کسی جاندار کے چہرہ اور منہ پر داغ دینا منع ہے خواہ انسان ہو یا حیوان ہو چہرہ اور منہ کے علاوہ جسم کے دیگر حصوں پر داغ دینا جائز ہے کیونکہ آنے والی روایات سے ثابت ہے البتہ انسان کے جسم کے داغنے کی بعض روایات میں مطلقاً ممانعت آئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نہی شفقۃً ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے اسباب سے علاج کی ترغیب دی ہے کیونکہ آگ سے داغنے میں بڑی تکلیف ہے ہاں جب دیگر علاج ناکام ہو جائے تو آخری مجبوری پر داغ دینا درست ہے جیسا کہ کہا گیا ہے "آخر الدواء الکی" بلکہ اگر مجبوری ہو تو چہرہ پر بھی داغ لگانا جائز ہے اس ممانعت کی دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اہل جاہلیت داغ دینے کو ایک کرشماتی اور قطعی یقینی علاج تصور کرتے تھے گویا داغ دینا ان کے اوہام پرستی کا ایک حصہ تھا اس لئے مسلمانوں کو روکا گیا۔

جانوروں کو کسی ضرورت و مصلحت کی وجہ سے داغنا جائز ہے

(۱۶) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ غَدَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ لِيُحَنِّكَهٗ فَوَافَيْتُهٗ فِيْ يَدِهِ الْمِيْسَمُ يَسِمُ اِبِلَ الصَّدَقَةِ. (رواہ مسلم و رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں عبد اللہ بن ابی طلحہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو گھٹی دیں۔میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا کہ آپ کے ہاتھ میں داغ دینے کا آلہ ہے اور آپ

صدقہ کے اونٹوں کو داغ دے رہے ہیں۔ (متفق علیہ)

(۱۷) وَعَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي مِرْبَدٍ فَرَأَيْتُهُ يَسِمُ شَاءً حَسِبْتُهُ قَالَ فِي آذَانِهَا. (رواه مسلم ورواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ہشام بن زید انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم باڑے میں تھے میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں کو داغ لگا رہے ہیں میرا خیال ہے کہ راوی نے کہا کانوں پر داغ لگاتے ہیں۔ (متفق علیہ)

الفصل الثانی... جو چیز خون بہادے اس کے ذریعہ ذبح کرنا درست ہے

(۱۸) عَنْ عَدِيِّ حَاتِمٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ أَحَدُنَا أَصَابَ صَيْدًا وَلَيْسَ مَعَهُ سِكِّيْنٌ أَيَذْبَحُ بِالْمَرْوَةِ وَشِقَّةِ الْعَصَا فَقَالَ أَمْرِرِ الدَّمَ بِمَ شِئْتَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ. (رواه سنن ابو دائود وسنن نسائی)

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے کہا میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں اگر ایک ہمارا شکار پالے اس کے پاس چھری نہ ہو کیا وہ پتھر یا لکڑی کے ٹکڑے سے ذبح کرلے آپ نے فرمایا جس کے ساتھ تو چاہے خون بہالے اور اللہ کا نام لے لے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے۔

ذبح اضطراری کا حکم

(۱۹) وَعَنْ أَبِي الْعُشَرَاءِ أَبِيْهِ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَمَا تَكُوْنُ الذَّكَاةُ إِلَّا فِي الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ فَقَالَ لَوْ طَعَنْتَ فِي فَخِذِهَا لَأَجْزَأَ عَنْكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ أَبُوْدَاوٗدَ هٰذَا ذَكَاةُ الْمُتَرَدِّيْ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا فِي الضَّرُوْرَةِ.

ترجمہ: حضرت ابوالعشراء رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اس نے کہا اے اللہ کے رسول کیا ذبح کرنا حلق اور سینہ میں ہی نہیں ہوتا ہے۔ فرمایا اگر تو شکار کی ران میں زخم لگادے تجھ سے کفایت کرے گا روایت کیا اس کو ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ اور داری نے۔ ابوداؤد نے کہا یہ اس جانور کا ذبح کرنا ہے جو کنوئیں میں گرا ہوا ہو۔ ترمذی نے کہا یہ ضرورت کے وقت ہے۔

تشریح: امام ترمذیؒ نے گویا امام ابوداؤدؒ کی وضاحت کو اور زیادہ توسع کے ساتھ بیان کیا تاکہ اس حکم میں بھاگے ہوئے اونٹ کو ذبح کرنے کی صورت بھی شامل ہو جائے۔

اگر تربیت یافتہ کتے وغیرہ کا پکڑا ہوا شکار مر بھی جائے تو اس کا کھانا جائز ہے

(۲۰) وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَاعَلَّمْتَ مِنْ كَلْبٍ أَوْبَازٍ ثُمَّ أَرْسَلْتَهُ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكَ عَلَيْكَ قُلْتُ وَإِنْ قَتَلَ قَالَ إِذَا قَتَلَهُ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنَّمَا أَمْسَكَهُ عَلَيْكَ (رواه ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کتے یا باز کو تو سکھلائے پھر اس کو چھوڑ جبکہ تو نے اللہ کا نام لے لیا ہے کھا جو تجھ پر روک رکھے میں نے کہا اگرچہ مار ڈالے فرمایا جس وقت اس کو مار ڈالے اور خود نہ کھائے اس نے تیرے لیے روک رکھا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تیر کے شکار کا حکم

(۲۱) وَعَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرْمِي الصَّيْدَ فَأَجِدُ فِيْهِ مِنَ الْغَدِ سَهْمِي قَالَ إِذَا عَلِمْتَ أَنَّ

سَهمُکَ قَتَلَهٗ وَلَمْ تَرَ فِیْهِ اَثَرَ سَبُعٍ فَکُلْ. (رواہ ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے کہا اے اللہ کے رسول میں شکار کو تیر مارتا ہوں اگلے دن اس میں میں اپنا تیر دیکھتا ہوں فرمایا جب تجھ کو یقین ہو کہ اس کو تیرے تیر نے قتل کیا اور اس میں درندے کا نشان نہ دیکھے پس کھا لے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

جس غیر مسلم کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال نہیں، اس کا کتے وغیرہ کے ذریعہ پکڑا ہوا شکار بھی حلال نہیں

(۲۲) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نُهِیْنَا عَنْ صَیْدِ کَلْبِ الْمَجُوْسِ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا مجوسیوں کے کتے کے ساتھ ہم کو شکار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جس شکار کو مجوسی اپنے کتے یا کسی مسلمان کے کتے کے ذریعہ پکڑے اس کو کھانا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ شکار زندہ ہاتھ لگے اور اس کو ذبح کر لیا جائے تو اس صورت میں اس کو کھانا جائز ہوگا' اور اسی طرح اگر مسلمان نے مجوسی کے کتے کے ذریعہ شکار مارا ہے تو اس کو کھانا بھی جائز ہوگا اور اگر کتے چھوڑنے یا تیر چلانے میں مسلمان اور مجوسی دونوں شریک ہوں' اور وہ شکار مار لیں تو وہ شکار حلال نہیں ہوگا۔

غیر مسلم کے برتن میں کھانے پینے کی مشروط اجازت

(۲۳) وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا اَهْلُ سَفَرٍ نَمُرُّ بِالْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی وَالْمَجُوْسِ فَلَا نَجِدُ غَیْرَ اٰنِیَتِهِمْ قَالَ فَاِنْ لَمْ تَجِدُوْا غَیْرَهَا فَاغْسِلُوْهَا بِالْمَاءِ ثُمَّ کُلُوْا فِیْهَا وَاشْرَبُوْا. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے کہا اے اللہ کے رسول ہم اہل سفر ہیں۔ یہودیوں عیسائیوں اور مجوسیوں پر ہمارا گذر ہوتا ہے ان کے برتنوں کے سوا ہم نہیں پاتے آپ نے فرمایا اگر تم اس کے سوا نہ پاؤ پانی کے ساتھ دھولو پھر ان میں کھاؤ اور پیو۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: غیر مسلم کے برتن میں کھانے پینے کے سلسلے میں الفصل الاول میں بھی حدیث گزری ہے اور اس موقع پر اس مسئلہ کی وضاحت کی جا چکی ہے۔

غیر مسلموں کے ہاں کا کھانا حلال ہے

(۲۴) وَعَنْ قَبِیْصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ طَعَامِ النَّصَارٰی، وَفِیْ رِوَایَةٍ سَاَلَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ مِنَ الطَّعَامِ طَعَامًا اَتَحَرَّجُ مِنْهُ فَقَالَ لَا یَتَخَلَّجَنَّ فِیْ صَدْرِکَ شَیْءٌ ضَارَعْتَ فِیْهِ النَّصْرَانِیَّةَ (ترمذی و ابو دائود)

ترجمہ: حضرت قبیصہ بن ہلب رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عیسائیوں کے کھانے کے متعلق پوچھا۔ ایک روایت میں ہے ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا کہ کھانوں میں ایک ایسا کھانا ہے میں اس سے پرہیز کرتا ہوں فرمایا تیرے دل میں کوئی ایسی چیز نہ آئے جو اس میں عیسائیت کے مشابہ ہو۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے۔

تشریح: ''اتحرج'' میں حرج محسوس کرتا ہوں اور پھر اجتناب کرتا ہوں ''لا یتخلجن'' یہ خلجان سے ہے یعنی تیرے دل میں کوئی خلجان اور کھٹکا نہیں گزرنا چاہیے ''ضارعت'' یہ مضارعت مشابہت کے معنی میں ہے یعنی اس طرز عمل سے تم نے نصاریٰ کی مشابہت اختیار کر لی کیونکہ وہ اپنے اوپر نہایت تنگی کرتے ہیں اور ذرا شک آنے پر اپنے آپ پر حلال کھانا حرام کر دیتے ہیں مسلمان کو چاہیے کہ جب تک حرمت کا یقین نہ ہو محض شک کی بنیاد پر کسی چیز کو حرام نہ کرے سوال کرنے والے چونکہ عدی بن حاتم تھے جو پہلے عیسائی تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ کا ذکر فرمایا۔

مجثمہ کا کھانا ممنوع ہے

(۲۵) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَکْلِ الْمُجَثَّمَةِ وَهِیَ الَّتِیْ تَصْبُرُ بِالنَّبْلِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجثمہ کھانے سے منع کیا ہے مجثمہ وہ جانور ہے جس کو کھڑا کر کے تیروں سے مارا جائے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: روایت میں "مجثمہ" کی وضاحت کے لئے جو الفاظ منقول ہیں وہ کسی راوی کے ہیں۔ یہ جاہل اور بے رحم لوگ کیا کرتے ہیں کہ بے زبان پرندوں اور جانوروں کو باندھ کر ان کو نشانہ بناتے ہیں؛ شریعت نے اس عمل سے بھی منع کیا ہے اور ایسے جانور کا گوشت کھانا بھی ممنوع قرار دیا ہے کیونکہ اس طرح قتل کئے جانے سے "ذبح" کا مقصد اور مفہوم حاصل نہیں ہوتا اور جب وہ جانور شرعی طور پر ذبیحہ نہیں ہوگا تو اس کا کھانا بھی حرام ہوگا۔

وہ جانور جن کا کھانا حرام ہے

(۲۶) وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی یَوْمَ خَیْبَرَ عَنْ کُلِّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَعَنْ کُلِّ ذِیْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّیْرِ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِیَّةِ وَعَنِ الْمُجَثَّمَةِ وَعَنِ الْخَلِیْسَةِ وَاَنْ تُوْطَأَ الْحُبَالٰی حَتّٰی یَضَعْنَ مَافِیْ بُطُوْنِهِنَّ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیٰی سُئِلَ اَبُوْعَاصِمٍ عَنِ الْمُجَثَّمَةِ فَقَالَ اَنْ یُّنْصَبَ الطَّیْرُ اَوِالشَّیْءُ فَیُرْمٰی وَسُئِلَ عَنِ الْخَلِیْسَةِ فَقَالَ الذِّئْبُ اَوِالسَّبُعُ یُدْرِکُهُ الرَّجُلُ فَیَاْخُذُ مِنْهُ فَیَمُوْتُ فِیْ یَدِهٖ قَبْلَ اَنْ یُذَکِّیَهَا (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن ہر کچلی والے درندے اور پنجہ والے پرندے سے گھریلو گدھے کے گوشت سے۔ مجثمہ اور خلیسہ سے منع فرمایا ہے۔ نیز منع فرمایا کہ حاملہ لونڈیوں سے صحبت کی جائے۔ یہاں تک کہ وہ جن لیں جو ان کے پیٹوں میں ہے۔ محمد بن یحییٰ نے کہا ابو عاصم سے مجثمہ کے متعلق پوچھا گیا۔ اس نے کہا پرندے یا کسی چیز کو ٹھہرایا جائے پھر پتھروں سے مارا جائے۔ خلیسہ کے متعلق سوال کیا گیا فرمایا بھیڑیا یا کوئی درندہ پرندے کو پکڑ لے اس کو کوئی آدمی پالے اس سے پکڑ لے اور آدمی کے ہاتھ میں ذبح کرنے سے پہلے پہلے مر جائے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

شریطہ کا کھانا ممنوع ہے

(۲۷) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ شَرِیْطَةِ الشَّیْطَانِ زَادَ ابْنُ عِیْسٰی هِیَ الذَّبِیْحَةُ یُقْطَعُ مِنْهَا الْجِلْدُ وَلَا تَفْرِی الْاَوْدَاجُ ثُمَّ تُتْرَکُ حَتّٰی تَمُوْتَ. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کے شریطہ سے منع کیا ہے ابن عیسیٰ نے زیادہ کیا یہ وہ جانور ہے کہ اس کا چمڑہ دور کیا جائے اور اس کی رگیں نہ کاٹی جائیں پھر چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ مر جائے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: زمانہ جاہلیت میں مشرک ایسا کرتے تھے کہ جانور کو حلق کے اوپر کی ٹھوڑی کی کھال کاٹ کر چھوڑ دیتے تھے چونکہ ان کی رگیں پوری نہیں کٹتی تھیں اس لئے وہ آسانی کے ساتھ مرنے کی بجائے بڑی سختی کے ساتھ تڑپ تڑپ کر مر جاتا تھا۔ اس کو "شریطہ" اس سبب سے فرمایا گیا ہے کہ "شرط" جو "شرط حجام" سے ماخوذ ہے کے معنی نشتر مارنے کے ہیں یا "شرط" علامت کے معنی میں ہے اور اس کی نسبت شیطان کی طرف اس اعتبار سے کی گئی ہے کہ اس فعل شنیع کا باعث وہی (شیطان) ہے اور وہ اس طرح کا ذبیحہ کرنے والے سے بہت خوش ہوتا ہے۔

ذبیحہ کے پیٹ کے بچہ کا حکم

(۲۸) وَعَنْ جَابِرٍ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَکَاۃُ الْجَنِیْنِ ذَکَاۃُ اُمِّہٖ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالدَّارِمِیُّ وَرَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیٹ کے بچے کا ذبح کرنا اس کی ماں کا ذبح کرنا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد و دارمی نے اور روایت کیا اس کو ترمذی نے ابوسعید سے۔

تشریح: ''ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ'' یعنی ماں کا ذبح اس کے پیٹ کے بچے کا ذبح ہے تفصیل اس طرح ہے کہ اگر حاملہ جانور کو ذبح کیا گیا اور ذبح کے بعد اس کے پیٹ سے اس کا بچہ نکلا تو اس کی دوصورتیں ہیں یا وہ بچہ زندہ ہوگا یا مرا ہوا ہوگا اگر زندہ نکل آیا تو اتفاقاً اس کا ذبح کرنا ضروری ہے ذبح کئے بغیر حلال نہیں ہوگا اگر بچہ مرا ہوا ہے تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف:۔ جمہور اور صاحبین کے نزدیک ذبح کئے بغیر وہ بچہ حلال طیب ہے ماں کا ذبح ہونا اس بچہ کے ذبح کیلئے کافی ہے بشرطیکہ بچہ تام الخلقت ہو اور اس کے جسم پر بال آئے ہوں امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح بچہ مردار ہے اور اس کا کھانا حرام ہے۔

دلائل:۔ مذکورہ حدیث جمہور کی دلیل ہے وہ ذکاۃ امہ کو مرفوع قرار دیتے ہیں جس سے وہ استدلال کرتے ہیں یعنی جنین کا ذبح یہی ہے کہ اس کی ماں ذبح ہو جائے جمہور کی دوسری دلیل قیاس ہے وہ یہ قیاس کرتے ہیں کہ دیکھو سانس لینے میں پیٹ کا بچہ ماں کے تابع ہے خرید وفروخت میں ماں کے تابع ہے کھانے پینے اور حیات و ممات میں یہ بچہ ماں کے تابع ہے لہٰذا ذبح میں بھی یہ ماں کے تابع ہونا چاہیے کیونکہ یہ بچہ ماں کا جزء متصل ہے علیحدہ ذبح کی ضرورت نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اپنے استدلال میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ بچہ ماں کے ذبح ہونے اور اس کی موت سے پہلے ہی مر گیا ہو تو یہ میتۃ مردار کے حکم میں ہے اور اگر ماں کی موت کے بعد سانس گھٹنے سے مر گیا تو یہ مخنقۃ دم گھٹنے والے حیوان کے حکم میں ہے اور یہ دونوں حرام ہیں لہٰذا جنین حرام ہے۔

جواب:۔ زیر بحث حدیث کا مطلب امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ نہیں ہے جو جمہور نے سمجھا ہے بلکہ امام صاحب کے نزدیک یہ حدیث تشبیہ پر محمول ہے یعنی ''ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ'' اس کا مطلب واضح ہے کہ جس طرح ماں کو ذبح کیا ہے اسی طرح اس کے بچے کو بھی ذبح کرو ذبح کرنے کا طریقہ ایک جیسا ہے اس بچے پر ترس کھا کر بغیر ذبح نہ چھوڑو نیز یہ خیال نہ کرو کہ اتنا چھوٹا بچہ ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوگا جس طرح بعض لوگ اس کو حلال نہیں سمجھتے ہیں اس مطلب کی تائید حدیث میں ذکاۃ امہ کے منصوب پڑھنے سے بھی ہوتی ہے جو منصوب بنزع الخافض ہے ای کذکاۃ امہ' اور اس مطلب کی تائید آنے والی حدیث نمبر سے بھی ہوتی ہے جس میں صحابہ نے جنین کے پھینکنے اور نہ کھانے یا کھانے کا سوال کیا ہے۔ اس لئے یہ حدیث جمہور کے مطلب کی نہیں ہے۔ باقی بچے کے ذبح کا معاملہ بیع و شراء وغیرہ پر قیاس کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ذبح میں انہار الدم ہوتا ہے اس کو خرید وفروخت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ نیز یہ معاملہ مبیح اور محرم کا ہے ایسی صورت میں ترجیح محرم کو دی جاتی ہے۔

(۲۹) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَنْحَرُ النَّاقَۃَ وَنَذْبَحُ الْبَقَرَۃَ وَالشَّاۃَ فَنَجِدُ فِیْ بَطْنِھَا الْجَنِیْنَ اَنُلْقِیْہِ اَمْ نَاْکُلُہٗ قَالَ کُلُوْہُ اِنْ شِئْتُمْ فَاِنَّ ذَکَاتَہٗ ذَکَاۃُ اُمِّہٖ. (رواہ ابوداؤد و سنن ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ہم اونٹنی ذبح کرتے ہیں یا گائے اور بکری اس کے پیٹ سے بچہ نکل آتا ہے اس کو پھینک دیں یا کھالیں فرمایا اگر چاہو کھالو کیونکہ اس کا ذبح کرنا اس کی ماں کا ذبح کرنا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور ابن ماجہ نے۔

نحر اور ذبح کی تفصیل:۔ پہلے صفحات میں بتایا گیا تھا کہ ''ذبح'' کرنے کی دو قسمیں ہیں ایک تو اختیاری اور دوسری اضطراری' پھر اختیاری کی بھی دوصورتیں ہیں ایک تو ''نحر'' اور دوسری ''ذبح'' چنانچہ نحر تو یہ ہے کہ اونٹ کے سینہ میں نیزہ مارا جائے (یعنی اس کے سینے کو نیزہ سے چیرا دیا جائے) اور اونٹ میں مستحب نحر کرنا ہے اگر چہ اس کو ذبح کرنا جائز ہے لیکن کراہت کے ساتھ۔

اور ''ذبح یہ ہے کہ جانور کی حلق کی رگ کو کاٹا جائے' ذبح کی صورت میں جانور کی حلق کی جو رگیں کاٹی جاتی ہیں وہ چار ہیں۔ ایک تو نرخرہ کہ جس کے ذریعہ سانس کی آمد و رفت ہوتی ہے' دوسری مری یعنی وہ رگ جس سے منہ سے پانی جاتا ہے اور دو شہ رگیں جو نرخرہ کے دائیں بائیں ہوتی ہیں۔ ان چاروں کو کاٹنا ہی شرعی طور پر ''ذبح'' کہلاتا ہے' اگر ان چاروں میں سے تین ہی رگیں کٹ جائیں تب بھی ذبح درست ہے اور اس جانور کو کھانا حلال ہے اور اگر دو ہی رگیں کٹیں تو وہ جانور مردار ہو جائے گا جس کا کھانا حلال نہیں ہوگا۔ جس طرح اونٹوں میں نحر کرنا مستحب ہے اسی طرح گائے اور بکریوں وغیرہ میں ذبح کرنا مستحب ہے لیکن اگر کسی نے ان کو نحر کر لیا تب بھی جائز ہوگا مگر کراہت کیساتھ۔

اگر کسی شخص نے بکری وغیرہ کو گدی کی طرف سے ذبح کیا تو اگر وہ اتنی دیر تک زندہ رہی کہ اس شخص نے اس کی رگیں کاٹ دیں تو اس کا کھانا جائز ہے لیکن کراہت کے ساتھ کیونکہ اس طرح ذبح کرنا سنت کے خلاف ہے اور اگر وہ رگوں کے کٹنے سے پہلے ہی مر گئی تو اس کا کھانا جائز نہیں۔

اگر کسی شخص نے کسی جانور مثلاً مرغی کو ذبح کرتے ہوئے چھری کو حرام مغز تک پہنچا دیا اور سر کٹ کر جدا ہو گیا تو اس کا کھانا جائز ہے اور مکروہ بھی نہیں ہے لیکن اتنا زیادہ ذبح کرنا یا اس طرح ذبح کرنا کہ سر جدا ہو جائے مکروہ ہے۔

بلا وجہ کسی جانور و پرندہ کو مار دینا جائز ہے

(۳۰) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ عَصْفُوْرًا فَمَا فَوْقَهَا بِغَيْرِ حَقِّهَا سَأَلَهُ اللّٰهُ عَنْ قَتْلِهِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا حَقُّهَا قَالَ اَنْ يُذْبَحَهَا فَيَاكُلَهَا وَلَا يَقْطَعَ رَأْسَهَا فَيَرْمِيَ بِهَا (سنن نسائی والدارمی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی چڑیا یا کسی اور جانور کو بغیر حق کے قتل کرے اللہ تعالیٰ اس کے قتل کرنے کے متعلق سوال کرے گا۔ کہا گیا اے اللہ کے رسول اس کا حق کیا ہے فرمایا یہ کہ اس کو ذبح کرے اور کھائے اس کے سر کو کاٹ کر نہ پھینکے۔ (روایت کیا اس کو احمد' نسائی اور دارمی نے)

تشریح: کسی حیوان کی جان لے لینا بڑی بات اور بڑا حادثہ ہے جائز مقاصد کے علاوہ اس پر اقدام نہیں کرنا چاہیے جائز مقصد یہ ہے کہ اس کو ذبح کر دیا جائے اور کھایا جائے یہ نہیں کہ کھیل کود کے طور پر مارا جائے اور استعمال میں نہ لایا جائے دفع ضرر کیلئے مارنا بھی جائز مقاصد میں شامل ہے۔

اس حدیث میں عصفور کی طرف ایک بار مؤنث کی ضمیر لوٹائی گئی ہے اور دوسری بار مذکر کی لوٹائی گئی ہے۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ جنس کے اعتبار سے مؤنث کی ضمیر لوٹائی گئی ہے اور لفظ کے اعتبار سے مذکر کی ضمیر لوٹائی گئی ہے یا اس میں ''زیدها هو'' کا قاعدہ اپنایا گیا ہے کہ مؤنث باعتبار کلمۃ ہے اور مذکر باعتبار لفظ ہے ''فما فوقها'' تحقیر کیلئے بھی ہو سکتا ہے کہ چڑیا ہو یا چیڑیا سے چھوٹا حیوان ہو اور بڑے ہونے کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ چڑیا ہو یا چڑیا سے بڑا ہو۔

زندہ جانور کے جسم سے کاٹا گیا کوئی بھی حصہ مردار ہے

(۳۱) وَعَنْ اَبِیْ وَاقِدِ اللَّيْثِيِّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُحِبُّوْنَ اَسْنِمَةَ الْاِبِلِ وَيَقْطَعُوْنَ اَلْيَاتِ الْغَنَمِ فَقَالَ مَا يُقْطَعُ مِنَ الْبَهِيْمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ مَيْتَةٌ لَاتُؤْكَلُ. (رواه الترمذی و ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے وہ لوگ اونٹوں کی کوہان اور دنبوں کی چکیاں کاٹ لیتے تھے آپ نے فرمایا زندہ جانور سے جو کاٹ لیا جائے وہ مردار ہے۔ اس کو نہ کھایا جائے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے)

تشریح: زمانۂ اسلام سے قبل چونکہ جاہلیت نے انسانی عقل و طبائع کو ماؤف کر رکھا تھا اس لئے اس وقت کے انسان ایسے ایسے طور طریقوں میں مبتلا تھے جن سے انسانیت بھی پناہ مانگتی تھی' انہی طور طریقوں میں ایک رواج مدینہ والوں میں یہ بھی جاری تھا کہ وہ جب چاہتے اپنے

زندہ اونٹوں کے کوہان، زندہ دنبوں کی چکتیاں کاٹ لیتے تھے اوران کوبھون پکا کر کھا لیتے تھے۔ یہ جانوروں کے تئیں ایک انتہائی بے رحمانہ طریقہ ہی نہیں تھا بلکہ طبع سلیم کے منافی بھی تھا' چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر وہاں کے لوگوں کو اس مذموم فعل سے باز رکھا اور ان پر واضح کیا کہ زندہ جانور کے جسم سے جو بھی عضو کاٹا جائے گا وہ مردار ہوگا' اور اس کا کھانا حرام ہوگا۔

الفصل الثالث....ذبح کی اصل، جراحت کے ساتھ خون کا بہنا ہے

(۳۲) وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي حَارِثَةَ اَنَّهُ كَانَ يَرْعٰى لِقْحَةً بِشِعْبٍ مِنْ شِعْبِ اُحُدٍ فَرَاٰى بِهَا الْمَوْتَ فَلَمْ يَجِدْ مَا يَنْحَرُهَا بِهٖ فَاَخَذَ وَتِدًا فَوَجَأَبِهٖ فِي لَبَّتِهَا حَتّٰى اَهْرَاقَ ثُمَّ اَخْبَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهٗ بِاَكْلِهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَ مَالِكٌ. وَفِي رِوَايَتِهٖ قَالَ فَذَكَّاهَا بِشِظَاظٍ.

ترجمہ: حضرت عطاء بن یسار بنو حارثہ کے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ احد پہاڑ کے ایک درے میں اونٹنی چرار ہا تھا کہ اس میں موت کا اثر دیکھا اس نے اس کو ذبح کرنے کے لیے کوئی چیز نہ پائی اس نے ایک میخ لی اور اس کے سینے میں چبھودی یہاں تک کہ اس کا خون بہا دیا۔ پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی آپ نے اس کو کھانے کا حکم دیا روایت کیا اس کو ابوداؤد اور مالک نے ایک روایت میں ہے اس کو تیز لکڑی کے ساتھ ذبح کیا۔

تشریح: ''وتد'' لکڑی کی اس میخ یا کھونٹی کو کہتے ہیں جو زمین یا دیوار میں گاڑی جاتی ہے اور ''شظاظ'' اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کے دونوں کنارے نوکدار ہوتے ہیں اس کو دونوں تھیلوں کے درمیان اڑا کر اونٹ پر لادتے ہیں تاکہ وہ دونوں تھیلے الگ الگ ہو کر گریں نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شرعی طور پر ذبح یا نحر کا اصل مفہوم یہ ہے کہ جراحت کے ساتھ خون بہایا جائے' اور یہ بات جس چیز سے بھی حاصل ہو جائے اس کے ذریعہ جانور کو ذبح یا نحر کیا جا سکتا ہے خواہ وہ لوہے کی چھری وغیرہ ہو' یا کوئی دھار دار اور نوکدار لکڑی وغیرہ ہو۔

دریائی جانوروں میں سے صرف مچھلی حلال ہے

(۳۳) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْبَحْرِ اِلَّا وَقَدْ ذَكَّاهَا اللّٰهُ لِبَنِيْ اٰدَمَ (رواه الدارقطنی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سمندر میں کوئی جانور نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو بنی آدم کے لیے ذبح کیا ہے روایت کیا اس کو دارقطنی نے۔

تشریح: یعنی دریا میں جتنے حیوان ہیں اللہ تعالیٰ نے اسے ذبح کیا ہے اور وہ انسان کیلئے حلال ہیں۔ ان دریائی جانوروں سے مراد مچھلی ہے کیونکہ ہر قسم کی مچھلی ذبح کے بغیر حلال ہے مچھلی کے علاوہ سمندری جانوروں کے بارہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ جمہور اسے حلال قرار دیتے ہیں تو ان کے نزدیک یہ حدیث تمام دریائی جانوروں کو شامل ہے لیکن احناف صرف مچھلی کو حلال کہتے ہیں تو ان کے نزدیک یہ حدیث صرف مچھلی کو شامل ہے۔

باب ذکر الکلب..... کتے سے متعلق احکام کا بیان

اس باب میں وہ احادیث بیان ہونگی جن سے کتوں سے متعلق احکام معلوم ہونگے کہ کس قسم کا کتا پالنا جائز اور کس قسم کا ناجائز ہے اور کس قسم کا کتا مارنا جائز ہے جاہلیت اولیٰ میں لوگوں کے دلوں میں کتوں کیلئے بے پناہ محبت تھی جیسا کہ آج کل ہے اس محبت کو زائل کرنے کی غرض سے ابتداء اسلام میں بڑے پیمانے پر کتا مار مہم شروع ہوگئی تھی جب لوگوں کے دلوں میں نفرت بیٹھ گئی تو پھر چند قسم کے کتوں کے پالنے کی اجازت مل گئی اور شوقیہ کتا رکھنے کی ممانعت آگئی' تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تین قسم کے کتے رکھنے کی اجازت ہے (۱) جانوروں کی حفاظت کیلئے (۲) شکار کیلئے (۳) کھیت کی حفاظت کیلئے فقہاء نے اس کے ساتھ گھر کی چوکیداری کا کتا بھی ملحق کیا ہے۔

الفصل الاول.... بلاضرورت کتا پالنا اپنے ذخیرہ ثواب میں کمی کرنا ہے

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا اِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ اَوْ ضَارٍ نَقَصَ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطَانِ (رواہ مسلم رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کتا پالے مگر شکاری یا مویشی کتا۔ ہر روز اس کے ثواب سے دو قیراط کم کیے جائیں گے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "اقتنی" پالنے اور رکھنے کے معنی میں ہے۔ "کلب ماشیة" بکریوں کے ریوڑ میں ایک کتا ہوتا ہے جو بکریوں کی حفاظت کیلئے رکھا جاتا ہے اس کو کلب ماشیہ کہتے ہیں" او کلب ضار "یہ اس شکاری کتے کو کہتے ہیں جو شکار کا اتنا شوق رکھتا ہو گویا شکار اس کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہو بعض روایات میں یہ لفظ ضاریاً آیا ہے بعض میں ضاری آیا ہے بعض میں ضار آیا ہے سب سے مراد شکاری کتا ہے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ ضار سے پہلے رجل موصوف بھی محذوف مانا جاسکتا ہے یعنی کلب رجل صائد شکار کرنے والے آدمی کا کتا۔

"قیراطان" یہ تثنیہ ہے اس کا مفرد قیراط ہے قیراط ایک وزن کا نام ہے جو نصف دانگ یا بقول بعض دینار کے ۶/۴ یا بقول بعض دینار کے دسویں حصہ کے آدھے کے برابر ہوتا ہے بقول بعض ایک قیراط پانچ دانہ جو کے برابر ہے قیراط بطور حقارت چھوٹی سی چیز پر بھی بولا جاتا ہے اور بطور تعظیم بڑی چیز پر بھی بولا جاتا ہے۔ شوقیہ کتا پالنے سے اس لئے ثواب گھٹتا ہے کہ رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے ہیں تو ثواب متاثر ہوجاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ کتا لوگوں کو ایذا دیتا ہے کاٹتا ہے بھونکتا ہے ڈراتا ہے تو ثواب کا نقصان ہوجاتا ہے۔

سوال:۔ یہاں یہ اعتراض ہے کہ بعض احادیث میں ایک قیراط ثواب کم ہوجانے کا ذکر ہے اور بعض میں دو قیراط گھٹنے کا ذکر ہے جو بظاہر تعارض ہے۔

جواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا تعلق کتے کی ایذارسانی سے ہے اگر کتا زیادہ ایذا دیتا ہے تو دو قیراط ثواب ضائع ہوجاتا ہے اگر کم ایذا دیتا ہے تو ایک قیراط ثواب گھٹتا ہے دوسرا جواب یہ کہ اس کا تعلق مکان و مقام سے ہے کہ مقدس و مبارک مقام میں کتا رکھنے سے دو قیراط جائیں گے اور عام مقام میں ایک قیراط جائے گا یا پہلے ایک قیراط کی وحی آئی پھر دو قیراط کی وحی آئی کوئی تعارض نہیں ہے۔

(۲) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا اِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ اَوْصَيْدٍ اَوْزَرْعٍ اِنْتَقَصَ مِنْ اَجْرِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ. (رواہ مسلم و رواہ بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مویشی شکار یا کھیتی کے علاوہ کتا رکھا ہر روز ایک قیراط اس کے ثواب سے کم ہوتا ہے۔ (متفق علیہ)

کتوں کو مار ڈالنے کا حکم

(۳) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ اِنَّ الْمَرْاَةَ تَقْدَمُ مِنَ الْبَادِيَةِ بِكَلْبِهَا فَنَقْتُلُهٗ ثُمَّ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِهَا وَقَالَ عَلَيْكُمْ بِالْاَسْوَدِ الْبَهِيْمِ ذِی النُّقْطَتَيْنِ فَاِنَّهٗ شَيْطَانٌ (مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو قتل کرنے کا ہم کو حکم دیا یہاں تک کہ ایک عورت جنگل سے اپنا کتا لاتی ہم اس کو بھی قتل کر دیتے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کرنے سے منع کیا۔ فرمایا خالص سیاہ دو نقطوں والے کو لازم پکڑو کیونکہ وہ شیطان ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: پہلے عام کتوں کے مار ڈالنے کا حکم آیا تا کہ دلوں میں نفرت بیٹھ جائے پھر شوقیہ اور اسود بہیم کے علاوہ کتوں کی اجازت ہوگئی"

النقطتین ''یعنی ایسا سیاہ کالا بھجنگ کتا جس کی آنکھوں کے اوپر دو سفید نقطے اور داغ ہوں یہ انتہائی شریر ہوتا ہے باعث ایذا ہوتا ہے اور فائدہ سے خالی ہوتا ہے اس لئے اس کو شیطان قرار دیا گیا۔

(۴) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْکِلَابِ اِلَّا کَلْبَ صَیْدٍ اَوْکَلْبَ غَنَمٍ اَوْمَاشِیَةٍ. (مسلم بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے یا بکریوں اور مویشیوں کے کتے کے سوا کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (متفق علیہ)

الفصل الثانی.... سارے کتوں کو مار ڈالنے کا حکم نہ دینے کی علت

(۵) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا اَنَّ الْکِلَابَ اُمَّةٌ مِنَ الْاُمَمِ لَاَمَرْتُ بِقَتْلِهَا کُلِّهَا فَاقْتُلُوْا مِنْهَا کُلَّ اَسْوَدَ بَهِیْمٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَمَا مِنْ اَهْلِ بَیْتٍ یَرْتَبِطُوْنَ کَلْبًا اِلَّا نَقِصَ مِنْ عَمَلِهِمْ کُلَّ یَوْمٍ قِیْرَاطٌ اِلَّا کَلْبَ صَیْدٍ اَوْکَلْبَ حَرْثٍ اَوْ کَلْبَ غَنَمٍ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مغفل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اگر کتے جماعتوں میں سے ایک جماعت نہ ہوتے میں سب کو قتل کرنے کا حکم کرتا ہر خالص سیاہ کتے کو قتل کر دو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور دارمی نے۔ ترمذی اور نسائی نے زیادہ بیان کیا ہے کوئی گھر والا ایسا نہیں جو کتا باندھتا ہو مگر ہر روز ایک قیراط اس کے ثواب سے کم کر دیا جاتا ہے۔ البتہ شکاری کتا ہو یا مویشیوں اور بکریوں کا کتا۔

تشریح: ''امة'' جس طرح انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص مصلحت کے تحت پیدا کیا اور اس کی نسل کو باقی رکھا اسی طرح اللہ نے حیوانات کو حکمت و مصلحت کے تحت پیدا کیا لہٰذا ان کو باقی رکھنا بھی حکمت کا تقاضا ہے اسی کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے کہ اگر کتے مستقل امت نہ ہوتی تو میں سب کے ختم کرنے کا حکم دیتا۔ کشتی نوح میں جو انسان وحیوان داخل ہو گئے اس کی نسل باقی رہے گی اس لئے کسی نسل کی بیخ کنی ممکن نہیں ہے۔

جانوروں کو لڑانے کی ممانعت

(۶) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْرِیْشِ بَیْنَ الْبَهَائِمِ. (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مویشیوں کو باہم لڑانے سے منع کیا ہے۔ (ترمذی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اونٹوں ہاتھیوں مینڈھوں بیلوں بھینسوں اور ان کے علاوہ دوسرے چوپایوں کو آپس میں لڑانا نہیں چاہیے اسی طرح پرند جانوروں کا بھی یہی حکم ہے۔ مرغوں اور بٹیروں وغیرہ کو بھی آپس میں لڑانا ممنوع ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب جانوروں کو لڑانے کی ممانعت ہے تو آدمیوں کو آپس میں لڑانا بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا۔

بَابُ مَا یَحِلُّ اَکْلُهٗ وَمَا یَحْرُمُ

جن جانوروں کا کھانا حلال ہے اور جن جانوروں کا کھانا حرام ہے ان کا بیان

واضح رہے کہ جس چیز کا حرام ہونا کتاب اللہ (یعنی قرآن مجید) سے ثابت ہے وہ اول تو میتة یعنی مردار ہے۔ دوم دم مسفوح یعنی بہتا ہوا خون ہے سوم سور کا گوشت ہے اور چہارم اس جانور کا گوشت ہے جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو چنانچہ اس آیت کریمہ سے یہی ثابت ہے

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَةً اَوْدَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْلَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ (سورہ الانعام)

''(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) کہہ دیجئے کہ جو احکام (بذریعہ وحی) میرے پاس آئے ہیں ان میں تو میں کوئی حرام غذا پاتا نہیں کسی کھانے والے کے لئے جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ مردار (مرا ہوا جانور) ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سوئر کا گوشت ہو کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو (جانور) شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو۔'' اس کے بعد سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حرام چیزوں میں کچھ اور جانوروں کا اضافہ کیا جیسے ذی ناب، ذی مخلب اور گھر کے پلے ہوئے گدھے وغیرہ۔ چنانچہ جن جانوروں کا احادیث نبوی کے ذریعہ حرام قرار پانا ثابت ہے ان میں سے بعض جانور تو بسبب قطعیت احادیث کے متفقہ طور پر تمام علماء کے نزدیک حرام ہیں اور بعض جانوروں کے بارے میں ائمہ حضرات کے اختلافی مسلک ہیں کیونکہ ان کے سلسلے میں احادیث بھی مختلف منقول ہیں بعض جانوروں کے سلسلے میں اس آیت کریمہ کی بناء پر بھی علماء کے درمیان اختلاف پیدا ہوا ہے۔

ویحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث ''اور وہ (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں۔'' چنانچہ حنفی علماء نے اس آیت کی بنیاد پر مچھلی کے علاوہ پانی کے اور تمام جانوروں کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ ان حضرات کے نزدیک مچھلی کے علاوہ پانی کا اور جو بھی جانور ہے وہ خبیث یعنی گندا ہے۔ بایں دلیل کہ ''خبیث'' سے مراد وہ چیز ہے جس کو طبیعت سلیم، طیب کی ضد یعنی گندی اور گھناؤنی جانے اور پانی میں مچھلی کے علاوہ جو بھی جاندار چیز ہوتی ہے اس کو طبیعت سلیم گھناؤنی جانتی ہے؟

ہدایہ میں لکھا ہے کہ حضرت امام مالکؒ اور علماء کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ پانی کے تمام جانور مطلق حلال ہیں لیکن ان میں سے بعض علماء نے دریائی سوئر دریائی کتے اور دریائی انسان کا استثناء کیا ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک مطلق دریا کے جانور حلال ہیں۔ ان کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

احل لکم صید البحر وطعامه. ''تمہارے نزدیک دریا کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے۔''

نیز وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی استدلال کرتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریا کے بارے میں فرمایا ہے کہ:

هو الطهور ماؤہ والحل میتته. ''اس (دریا) کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔''

الفصل الاول..... ذی ناب درندہ حرام ہے

(۱) عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ ذِی نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ فَاَکْلُهُ حَرَامٌ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر کچلی والا درندہ کھانا حرام ہے۔ (مسلم)

ذی مخلب پرندہ کا گوشت کھانا حرام ہے

(۲) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ کُلِّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَکُلِّ ذِی مِخْلَبٍ مِنَ الطَّیْرِ. (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی والے درندے اور پنجے کے ساتھ شکار کرنے والے پرندے کے کھانے سے منع کیا ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

گھریلو گدھے کا گوشت کھانا حرام ہے

(۳) وَعَنْ اَبِی ثَعْلَبَةَ قَالَ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَحُوْمَ الْحُمُرِ الْاَهْلِیَّةِ. (رواہ مسلم ورواہ بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھے کے گوشت سے منع فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

گھوڑا حلال ہے

(۴) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی یَوْمَ خَیْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِیَّةِ وَاَذِنَ فِیْ

لُحُوْمِ الْخَيْلِ (رواہ مسلم ورواہ بخاری)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گھریلو گدھے کے گوشت سے منع کیا ہے اور گھوڑے کا گوشت کھانے کی اجازت دی۔ (متفق علیہ)

تشریح: دیگر ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ گھوڑے کا گوشت کھانا مباح ہے لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ کا قول یہ ہے کہ گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ ہے' بعضے کہتے ہیں کہ کراہت تحریمی مراد ہے اور بعضے کراہت تنزیہی مراد لیتے ہیں لیکن کفایت المنتہی میں منقول ہے کہ بعض علماء نے واضح کیا ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے انتقال سے تین دن پہلے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا یعنی دیگر ائمہ کی طرح وہ بھی گھوڑے کے گوشت کی اباحت کے قائل ہو گئے تھے چنانچہ حنفی مسلک میں اس پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح فقہ حنفی کی مشہور اور معتبر کتاب درمختار میں بھی یہ لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت حلال نہیں ہے جبکہ حضرت امام شافعیؒ اور حنفیہ میں سے حضرت امام ابو یوسف'' اور حضرت امام محمدؒ کے نزدیک حلال ہے اور بعض علماء نے صراحت کی ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے انتقال سے تین دن پہلے حرمت کے قول سے رجوع کر لیا تھا چنانچہ اسی پر فتویٰ ہے۔''

گورخر کا گوشت حلال ہے

(۵) وَعَنْ اَبِی قَتَادَةَ اِنَّهٗ رَاٰی حِمَارًا وَحْشِيًّا فَعَقَرَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهٖ شَيْءٌ قَالَ مَعَنَا رِجْلُهٗ فَاَخَذَهَا فَاَكَلَهَا. (رواہ مسلم ورواہ بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے ایک گورخر دیکھا اس کو قتل کر دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے گوشت میں سے کچھ تمہارے پاس ہے اس نے کہا اس کا پاؤں ہمارے پاس ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پکڑا اور کھایا۔ (متفق علیہ)

خرگوش حلال ہے

(۶) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اَنْفَجْنَا اَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَاَخَذْتُهَا فَاَتَيْتُ بِهَا اَبَا طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا وَبَعَثَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَرِكِهَا فَخِذَيْهَا فَقَبِلَهٗ. (رواہ مسلم ورواہ بخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا مرظہران میں ہم نے ایک خرگوش کو بھگایا میں نے اسے پکڑ لیا اور ابوطلحہ کے پاس لے آیا اس نے اس کو ذبح کیا اس کا کولا اور دونوں رانیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول فرمالیا۔ (متفق علیہ)

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خرگوش ایک حلال جانور ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا گوشت قبول فرمایا' اگر اس کا گوشت کھانا حلال نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو قبول نہ فرماتے بلکہ دوسروں کو بھی اس کے کھانے سے منع فرماتے۔ چنانچہ کتاب الرحمۃ فی اختلاف الائمۃ میں لکھا ہے کہ بالاتفاق تمام علماء کے نزدیک خرگوش حلال ہے۔

گوہ کا گوشت کھانے کا مسئلہ

(۷) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلضَّبُّ لَسْتُ اٰكُلُهٗ وَلَا اُحَرِّمُهٗ. (رواہ مسلم ورواہ بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گوہ کو نہ میں حرام کرتا ہوں اور نہ کھاتا ہوں۔ (متفق علیہ)

تشریح: گوہ کو گور پھوڑ بھی کہتے ہیں' کہا جاتا ہے کہ اس کی عمر سات سو سال تک کی ہوتی ہے' اس کی بڑی عجیب خصوصیات بیان کی جاتی ہیں مثلاً یہ پانی نہیں پیتی بلکہ ہوا کے سہارے زندہ رہتی ہے' چالیس دن میں ایک قطرہ پیشاب کرتی ہے اور اس کے دانت کبھی نہیں ٹوٹتے۔

بعض علماء لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گوہ کو نہ کھانا کراہت طبعی کی بناء پر تھا اور اس کو حرام قرار نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی کے ذریعہ اس کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ آگے وہ حدیث آ رہی ہے جو گوہ کی حرمت پر دلالت کرتی ہے چنانچہ اسی حدیث کے بموجب حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گوہ کا کھانا حرام ہے' جبکہ حضرت امام احمدؒ اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ان کی دلیل مذکورہ بالا حدیث ہے۔

(۸) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَيْمُوْنَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ وَخَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ فَوَجَدَ عِنْدَهَا ضَبًّا مَحْنُوْذًا فَقَدَّمَتِ الضَّبَّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَنِ الضَّبِّ فَقَالَ خَالِدٌ اَحَرَامٌ الضَّبُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا وَلٰكِنْ لَمْ يَكُنْ بِاَرْضِ قَوْمِيْ فَاَجِدُنِيْ اَعَافُهُ قَالَ خَالِدٌ فَاجْتَرَرْتُهُ فَاَكَلْتُهُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ اِلَيَّ. (رواہ مسلم و رواہ بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا خالد بن ولید نے اس کو خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا۔ اور وہ میری خالہ ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بھی خالہ ہیں ان کے ہاں بھونی ہوئی گوہ پائی اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے رکھ دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ سے اپنا ہاتھ اٹھالیا خالد نے کہا کیا گوہ حرام ہے اے اللہ کے رسول فرمایا نہیں لیکن یہ میری قوم کے علاقہ میں نہیں پائی جاتی اس لیے میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں خالد نے کہا میں نے اس کو کھینچ لیا اور کھالیا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف دیکھ رہے تھے۔ (متفق علیہ)

تشریح: آگے جو حدیث آئے گی اور جس میں گوہ کو کھانے کی ممانعت منقول ہے' یہ واقعہ اس سے پہلے کا ہے اس اعتبار سے یہ حدیث منسوخ قرار پائے گی۔

مرغ کا گوشت کھانا حلال ہے

(۹) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ لَحْمَ الدَّجَاجِ. (رواہ مسلم و رواہ بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرغ کا گوشت کھا رہے تھے۔ (متفق علیہ)

ٹڈی کا کھانا جائز ہے

(۱۰) وَعَنِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ كُنَّا نَاْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ. (مسلم' بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن ابی اوفیٰ سے روایت ہے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات لڑائیوں میں حصہ لیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹڈی کھاتے تھے۔ (متفق علیہ)

تشریح: کنانأ کل معه الجراد میں لفظ معہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) نہ تو مسلم کی اصل راویت میں ہے اور نہ ترمذی میں' بلکہ اس حدیث کو جن اور محدثین نے نقل کیا ہے ان میں اکثر کی روایت اس لفظ سے خالی ہے' تاہم جن محدثین نے اپنی روایت میں یہ لفظ مزید نقل کیا ہے انہوں نے اس عبارت کے یہ معنی مراد لئے ہیں کہ ''ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہتے ہوئے ٹڈی کھاتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس سے منع نہیں فرماتے تھے۔'' نہ یہ کہ ہم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ٹڈی کھاتے تھے۔'' یہ تاویل اگرچہ حدیث میں منقول الفاظ کے ظاہری مفہوم کے خلاف ہے لیکن یہ ضروری اس لئے ہے کہ یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹڈی نہیں کھائی ہے بلکہ اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ ''نہ میں کھاتا ہوں اور نہ حرام قرار دیتا ہوں۔''

دریا کے مرے ہوئے جانور کو کھانے کا واقعہ

(۱۱) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ غَزَوْتُ جَيْشَ الْخَبَطِ وَاُمِّرَ اَبُوْعُبَيْدَةَ فَجُعْنَا جُوْعًا شَدِيْدًا فَاَلْقَى الْبَحْرُ حُوْتًا مَيِّتًا لَمْ نَرَ مِثْلَهُ يُقَالُ لَهُ الْعَنْبَرُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ فَاَخَذَ اَبُوْعُبَيْدَةَ عَظْمًا مِنْ عِظَامِهِ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهُ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَكَرْنَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوْ رِزْقًا اَخْرَجَهُ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ وَاَطْعِمُوْنَا اِنْ كَانَ مَعَكُمْ قَالَ فَاَرْسَلْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ فَاَكَلَهُ. (رواہ مسلم ورواہ بخاری)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے جیش خبط کے ساتھ جہاد کیا ہم پر ابوعبیدہ امیر مقرر کیے گئے تھے ہم کو سخت بھوک لگی۔ سمندر نے ایک مردہ مچھلی پھینکی ہم نے اس کی مانند کبھی نہیں دیکھی تھی اس کو عنبر کہا جاتا تھا۔ ہم نصف مہینہ تک اسے کھاتے رہے۔ ابوعبیدہ نے اس کی ایک ہڈی پکڑی اونٹ سوار اس کے نیچے سے گذر گیا جب ہم واپس آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہم نے اس بات کا ذکر کیا آپ نے فرمایا کھاؤ وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف نکالا ہے اگر اس میں سے کچھ تمہارے پاس ہے ہمیں بھی کھلاؤ جابر نے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس میں سے کچھ گوشت بھیجا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "الخبط" خ پر فتحہ ہے اور با ساکن ہے اور دونوں پر زبر بھی پڑھا جاتا ہے خبط درخت کے پتوں کو کہتے ہیں چونکہ اس غزوہ میں لشکر اسلام نے درختوں کے پتے جھاڑ کر کھائے تھے یہاں تک کہ سبز پتے بھی ختم ہو گئے اس لئے اس کا نام سریۃ الخبط اور جیش الخبط پڑ گیا اس کو سریۃ سیف البحر بھی کہتے ہیں یعنی ساحل سمندر کا سریہ مدینہ منورہ سے یہ جگہ پانچ راتوں کے فاصلہ پر ساحل سمندر میں واقع ہے تین سو صحابہ اس چھاپہ مار جنگ میں گئے تھے جن کے امیر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح تھے ۶ھ میں صلح حدیبیہ سے پہلے یہ واقعہ پیش آیا ہے درختوں کے پتے کھا کھا کر صحابہ کے ہونٹ پھٹ گئے منہ زخمی ہو گئے اور قضائے حاجت مینگنیوں کی طرح ہوتی تھی آخر میں اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور ایک اژدھا وھیل مچھلی سمندر نے باہر پھینک دیا جس کا نام عنبر ہے بڑی ہونے کی وجہ سے اس کو دابۃ کے لفظ سے بھی یاد کیا گیا ہے ورنہ یہ مچھلی تھی جس طرح زیر بحث بخاری و مسلم کی حدیث میں اس کو حوت کہا گیا ہے۔ تین سو مجاہدین نے ایک ماہ تک کھایا بعض روایات میں ۱۵ دن تک اور بعض میں ۱۸ دن تک کھانے کا ذکر ہے اس میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ جس نے جتنے عرصہ تک کھایا اسی کا ذکر کیا پورے لشکر نے پندرہ دن تک کھایا پھر جس کے پاس جتنا گوشت رہ گیا اس نے اتنے دن تک کھایا کسی نے اٹھارہ دن اور کسی نے ۳۰ دن تک کھایا برکت کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کھایا اور صحابہ کی خاطر داری بھی مقصود تھی اور جواز کا فتویٰ بھی مہیا فرما دیا صحابہ نے اس سے وافر مقدار میں تیل بھی حاصل کیا کشتیوں میں بھی استعمال کیا اور جسموں پر بھی مل لیا مچھلی کی آنکھ کے گھڑے میں ۹ آدمی بیٹھ جاتے تھے اور نظر نہیں آتے تھے پسلی کی ہڈی کے نیچے سے اونٹ سوار کو گزارا گیا۔

کھانے پینے کی چیز میں مکھی گر پڑے تو اس کا حکم

(۱۲) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِيْ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهُ ثُمَّ لِيَطْرَحْهُ فَاِنَّ فِيْ اَحَدِ جَنَاحَيْهِ شِفَاءً وَفِي الْاٰخَرِ دَاءً. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم میں سے کسی ایک کے برتن میں مکھی گر پڑے اس کو غوطہ دے پھر اس کو پھینک دے اس لیے کہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: اسی طرح کی ایک حدیث جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے منقول ہے دوسری فصل میں بھی نقل ہوگی۔ اس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مکھی بیماری کے پر کو پہلے ڈالتی ہے لہٰذا پوری مکھی کو غوطہ دے لو تاکہ اس کا دوا والا پر بھی ڈوب جائے اور اسی طرح اس کھانے پینے کی چیز سے وہ مضر اثرات زائل ہو جائیں جو بیماری والے پر کے ذریعے پہنچے ہیں۔

جس گھی میں چوہا گر جائے اس کا حکم

(۱۳) وَعَنْ مَيْمُوْنَةَ اَنَّ فَارَةً وَقَعَتْ فِيْ سَمْنٍ فَمَاتَتْ فَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا فَقَالَ اَلْقُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُوْهُ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت میمونہ سے روایت ہے کہا ایک چوہا گھی میں گر کر مر گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا گیا فرمایا اس کو اور اس کے ارد گرد کے گھی کو پھینک دو باقی کھالو۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: یہ اس گھی کا حکم ہے جو جما ہوا ہو اور جو گھی پگھلا ہوا ہو وہ اس صورت میں سارا نجس ہو جاتا ہے اور بالاتفاق ہمارے تمام علماء کے نزدیک اس کا کھانا جائز نہیں' اس طرح اس گھی کو بیچنا بھی اکثر ائمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ البتہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اس کے بیچنے کو جائز رکھا ہے۔

اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ آیا اس گھی سے کوئی اور فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ چنانچہ بعض حضرات کے نزدیک اس سے کوئی بھی فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے جبکہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس کو چراغ میں جلانے' کشتیوں پر ملنے یا اس طرح کے کسی اور مصرف میں لا کر اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ یہ قول حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ہے' اور حضرت امام شافعیؒ کے دو قولوں میں سے ایک قول جو زیادہ مشہور ہے' یہی ہے۔ لیکن یہ جواز کراہت کے ساتھ ہے۔ حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمدؒ سے دو روایتیں منقول ہیں۔ حضرت امام مالکؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس گھی کو مسجد کے چراغ میں جلانا جائز نہیں ہے۔

سانپ کو مار ڈالنے کا حکم

(۱۴) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ وَاقْتُلُوا ذَا الطُّفْيَتَيْنِ وَالْاَبْتَرَ فَاِنَّهُمَا يَطْمِسَانِ الْبَصَرَ وَيَسْتَسْقِطَانِ الْحَبَلَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ فَبَيْنَا اَنَا اُطَارِدُ حَيَّةً اَقْتُلُهَا نَادَانِيْ اَبُوْلُبَابَةَ لَاتَقْتُلْهَا فَقُلْتُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْحَيَّاتِ فَقَالَ اِنَّهٗ نَهٰى بَعْدَ ذٰلِكَ عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوْتِ وَهُنَّ الْعَوَامِرُ (رواہ مسلم ورواہ بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے سانپوں کو قتل کر دو۔ دو لکیر والے اور دم بریدہ سانپ کو مار ڈالو وہ دونوں بینائی کو اندھا کر دیتے ہیں اور حمل گرا دیتے ہیں۔ عبداللہ نے کہا ایک مرتبہ میں سانپ پر حملہ کر رہا تھا کہ اس کو مار ڈالوں ابولبابہ نے مجھ کو آواز دی کہ اس کو قتل نہ کرو میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپ قتل کرنے کا حکم دیا ہے اس نے کہا آپ نے اس کے بعد گھر میں رہنے والے سانپوں کو مارنے سے منع فرمایا تھا اور وہ آباد کرنے والے ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح: "ذالطفیتین" جس سانپ کی پشت پر دو سیاہ دھاریاں ہوں اس کو ذالطفیتین کہتے ہیں "الابتر" یہ اس سانپ کو کہتے ہیں جس کی دم بالکل چھوٹی ہوتی ہے گلگت شتیال میں اس سانپ کو میں نے دیکھا ہے ایک بالشت سے کچھ لمبا ہوتا ہے دم نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے وہاں کے لوگوں نے کہا کہ یہ سانپ اگر کسی کو ڈنگ مارے تو آدمی فوراً مر جاتا ہے یہ دونوں قسم کے سانپ نہایت زہریلے ہوتے ہیں اگر حاملہ عورت اس کو دیکھے تو اس کے زہر کے اثر سے عورت کا حمل گر جاتا ہے اور اگر کوئی شخص اس کو دیکھے تو اس شخص کی بینائی جاتی ہے یہ اس کے زہر کی خاصیت ہے اس لئے اس کے مار ڈالنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے 'اطارد' سانپ کا پیچھا کرنا اور اس پر غالب آنے کیلئے اس کو بھگانا۔

"العوامر" یہ عامرۃ کی جمع ہے یعنی یہ سانپ گھروں میں رہتے ہیں اور گھروں کو آباد رکھتے ہیں ان کی عمریں زیادہ ہوتی ہیں اس لئے ان کو عوامر کہا گیا۔ علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ یہ جنات ہیں عوامر کا اطلاق جنات پر ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ گھروں میں اکثر و بیشتر جو سانپ رہتے ہیں وہ حقیقت میں جنات ہوتے ہیں جو سانپ کی صورت اختیار کئے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے اس کے قتل میں احتیاط کرنی چاہیے کہ مبادا کہیں وہ جن نہ ہو جس سے نقصان پہنچنے کا قوی خطرہ پیدا ہو' اس حدیث کی مزید تفصیل اور لمبا قصہ آگے آرہا ہے۔

(۱۵) وَعَنْ اَبِی السَّائِبِ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰی اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ فَبَیْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ اِذَا سَمِعْنَا تَحْتَ سَرِیْرِہٖ حَرَکَۃً فَنَظَرْنَا فَاِذَا فِیْهِ حَیَّۃٌ فَوَثَبْتُ لِاَقْتُلَهَا وَاَبُوْ سَعِیْدٍ یُصَلِّی فَاَشَارَ اِلَیَّ اَنْ اَجْلِسْ فَجَلَسْتُ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَشَارَ اِلٰی بَیْتٍ فِی الدَّارِ فَقَالَ اَتَرٰی هٰذَا الْبَیْتَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ کَانَ فِیْهِ فَتًی مِنَّا حَدِیْثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ فَخَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْخَنْدَقِ فَکَانَ ذٰلِکَ الْفَتٰی یَسْتَأْذِنُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاَنْصَافِ النَّهَارِ فَیَرْجِعُ اِلٰی اَهْلِهٖ فَاسْتَأْذَنَهٗ یَوْمًا فَقَالَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خُذْ عَلَیْکَ سِلَاحَکَ فَاِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْکَ قُرَیْظَةَ فَاَخَذَ الرَّجُلُ سِلَاحَهٗ ثُمَّ رَجَعَ فَاِذَا امْرَأَتُهٗ بَیْنَ الْبَابَیْنِ قَائِمَةٌ فَاَهْوٰی اِلَیْهَا بِالرُّمْحِ لِیَطْعَنَهَا بِهٖ وَاَصَابَتْهُ غَیْرَةٌ فَقَالَتْ لَهٗ اُکْفُفْ عَلَیْکَ رُمْحَکَ وَادْخُلِ الْبَیْتَ حَتّٰی تَنْظُرَ مَا الَّذِیْ اَخْرَجَنِیْ فَدَخَلَ فَاِذَا بِحَیَّةٍ عَظِیْمَةٍ مُنْطَوِیَةٍ عَلَی الْفِرَاشِ فَاَهْوٰی اِلَیْهَا بِالرُّمْحِ فَانْتَظَمَهَا بِهٖ ثُمَّ خَرَجَ فَرَکَزَهٗ فِی الدَّارِ فَاضْطَرَبَتْ عَلَیْهِ فَمَا یُدْرٰی اَیُّهُمَا کَانَ اَسْرَعَ مَوْتًا الْحَیَّةُ اَمِ الْفَتٰی قَالَ فَجِئْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَذَکَرْنَا ذٰلِکَ لَهٗ وَقُلْنَا اُدْعُ اللّٰهَ یُحْیِیْهِ لَنَا فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِصَاحِبِکُمْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ لِهٰذِهِ الْبُیُوْتِ عَوَامِرَ فَاِذَا رَأَیْتُمْ مِنْهُمْ شَیْئًا فَحَرِّجُوْا عَلَیْهَا ثَلَاثًا فَاِنْ ذَهَبَ وَاِلَّا فَاقْتُلُوْهُ فَاِنَّهٗ کَافِرٌ وَقَالَ لَهُمْ اذْهَبُوْا فَادْفِنُوْا صَاحِبَکُمْ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اِنَّ بِالْمَدِیْنَةِ جِنًّا قَدْ اَسْلَمُوْا فَاِذَا رَأَیْتُمْ مِنْهُمْ شَیْئًا فَاٰذِنُوْهُ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ فَاِنْ بَدَا لَکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاقْتُلُوْهُ فَاِنَّمَا هُوَ شَیْطَانٌ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوسائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ہم ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گئے ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے ان کے تخت کے نیچے حرکت سنی ہم نے ایک سانپ دیکھا میں اس کو مارنے کے لیے اٹھا۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہا تھا اس نے اشارہ کیا میں بیٹھ گیا۔ جب اس نے نماز پڑھ لی گھر میں ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا اور کہا اس کمرے کو تو دیکھ رہا ہے میں نے کہا ہاں اس نے کہا ہم میں سے ایک نوجوان شخص تھا جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خندق کی طرف نکلے وہ نوجوان دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر گھر آ جاتا۔ ایک دن اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر آنے کی اجازت طلب کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ہتھیار ساتھ لیتا جا مجھے ڈر ہے قریظہ تجھ کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں اس نے اپنے ہتھیار لیے اور گھر آ گیا اس کی بیوی دونوں دروازوں کے درمیان کھڑی تھی وہ نیزہ مارنے کے لیے اس کی طرف بڑھا اور اس کو غیرت نے آ پکڑا تھا۔ وہ کہنے لگی اپنے نیزے کو روک لے اور گھر میں جا کر دیکھ مجھے کس چیز نے نکالا ہے وہ اندر گیا ایک بہت بڑا سانپ کنڈلی مارے بستر پر بیٹھا ہے۔ اس نوجوان نے نیزہ لے کر اس پر حملہ کر دیا اور اس کے ساتھ پرو لیا پھر نکلا اور گھر کے اندر گاڑ دیا وہ اس پر تڑپا پس یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ان میں سے پہلے کون مرا ہے سانپ یا وہ نوجوان۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس بات کا آپ سے ذکر کیا اور ہم نے کہا اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ اس کو ہمارے لیے زندہ کر دے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے ساتھی کے لیے استغفار کرو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان گھروں کو آباد کرنے والے ہیں اگر اس میں سے کچھ دیکھو تین دن تنگی پکڑو اگر وہ چلا جائے تو وہ ٹھیک ہے وگرنہ اس کو قتل کر دو کیونکہ وہ کافر ہے۔ ایک روایت میں ہے فرمایا مدینہ میں کچھ جن اسلام لے آئے ہیں جب سانپ کی صورت میں کسی کو دیکھو تین دن تک اس کو خبردار کرو اگر اس کے بعد تمہارے لیے وہ ظاہر ہوں اس کو قتل کر دو وہ شیطان ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔'' علماء نے لکھا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ روش نہیں تھی کہ وہ اس طرح کی کوئی استدعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کریں۔ اس موقع پر ان لوگوں کا خیال یہ تھا کہ نوجوان حقیقت میں مرا نہیں ہے بلکہ زہر کے اثر سے بیہوش ہو گیا ہے۔ اس خیال سے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دعا کی استدعا کی تھی۔

''مغفرت طلب کرو'' اس ارشاد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ اس کو زندہ کرنے کی دعا کی درخواست کیوں کرتے ہو کیونکہ وہ تو اپنی راہ پر چل کر موت کی گود میں پہنچ گیا ہے جس کے حق میں زندگی کی دعا قطعاً فائدہ مند نہیں ہے اب تو اس کے حق میں سب سے مفید

چیز یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کی مغفرت اور بخشش کی درخواست کرو۔

''اس پر تنگی اختیار کرو یا اس کو خبردار کرو'' کا مطلب یہ ہے کہ جب سانپ نظر آئے تو اس سے کہو کہ تو تنگی اور گھیرے میں ہے اب نہ نکلنا اگر پھر نکلے گا تو ہم تجھ پر حملہ کریں گے اور تجھ کو مار ڈالیں گے' آگے تو جان۔ ایک روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول ہے کہ سانپ کو دیکھ کر یہ کہا جائے: **انشد کم بالعهد الذی اخذ علیکم سلیمان بن داؤد علیهما السلام لا تاذونا ولا تظهر والنا۔**

''میں تجھ کو اس عہد کی قسم دیتا ہوں جو حضرت سلیمان ابن داؤد علیہما السلام نے تجھ سے لیا تھا کہ ہم کو ایذاء نہ دے اور ہمارے سامنے مت آ۔''

''وہ شیطان ہے۔'' یعنی خبردار کر دینے کے بعد بھی وہ غائب نہ ہوا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ مسلمان جن نہیں ہے بلکہ یا تو کافر جن ہے یا حقیقت میں سانپ ہے اور یا ابلیس کی ذریات میں سے ہے اس صورت میں اس کو فوراً مار ڈالنا چاہیے۔ اس کو ''شیطان'' اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ آگاہی کے بعد بھی نظروں سے غائب نہ ہو کر اس نے اپنے آپ کو سرکش ثابت کیا ہے اور عام بات کہ جو بھی سرکش ہوتا ہے خواہ وہ جنات میں ہو یا آدمیوں میں اور یا جانوروں میں اس کو شیطان کہا جاتا ہے۔

گرگٹ کو مار ڈالنے کا حکم

(۱۶) وَعَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَقَالَ كَانَ يَنْفُخُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ. (مسلم' بخاری)

ترجمہ: حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ مار ڈالنے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ یہ حضرت ابراہیم پر آگ پھونکتا تھا۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''آگ پھونکتا تھا'' یہ گویا گرگٹ کی خباثت کو بیان کیا گیا ہے کہ جب نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تو یہ (گرگٹ) اس آگ کو بھڑکانے کے لئے اس میں پھونک مارتا تھا۔ یوں بھی تجربہ سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ یہ جانور بڑا زہریلا اور موذی ہوتا ہے' اگر کھانے پینے کی چیزوں میں اس کے زہریلے جراثیم پہنچ جائیں تو اس سے لوگوں کو بہت سخت نقصان پہنچ سکتا ہے۔

(۱۷) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَسَمَّاهُ فُوَيْسِقًا. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اس کو فویسق کہا ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''فویسق'' اصل میں ''فاسق'' کی تصغیر ہے جس کے معنی ہیں ''چھوٹا فاسق۔'' گرگٹ کو فویسق یعنی چھوٹا فاسق اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ یہ فواسق خمسہ یعنی ان پانچ جانوروں کی قسم سے ہے جن کو ہر حالت میں مار ڈالنے کا حکم ہے خواہ وہ حل میں یعنی حدود حرم سے باہر ہوں یا حرم میں ہوں۔ ویسے لغت میں ''فسق'' کے معنی ''خروج'' کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں فسق سے مراد ہوتا ہے ''اطاعت حق سے نکل جانا اور صحیح راستہ سے روگردانی کرنا۔''

(۱۸) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ وَزَغًا فِيْ اَوَّلِ ضَرْبَةٍ كُتِبَتْ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَ فِي الثَّانِيَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ وَفِي الثَّالِثَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایک ضرب کے ساتھ گرگٹ مار ڈالے اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں دوسری چوٹ میں اس سے کم اور تیسری چوٹ میں اس سے کم۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث کے ذریعہ گویا اس بات کی طرف راغب کیا گیا ہے کہ گرگٹ کو جلد سے جلد مار ڈالا جائے۔

چیونٹی کو مارنے کا مسئلہ

(۱۹) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَصَتْ نَمْلَةٌ نَبِيًّا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ فَاَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَاُحْرِقَتْ

فَاَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَیْہِ اَنْ قَرَصَتْکَ نَمْلَۃٌ اَحْرَقْتَ اُمَّۃً مِنَ الْاُمَمِ تُسَبِّحُ. (رواہ مسلم و رواہ بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک چیونٹی نے اللہ کے ایک نبی کو کاٹا اس نے چیونٹیوں کے بل جلانے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی بھیجی کہ تجھ کو ایک چیونٹی نے کاٹا ہے تو نے ایک امت کو جلا دیا ہے جو تسبیح کرتی تھی۔ (متفق علیہ)

تشریح: "نبیاً"، بعض نے کہا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے بعض نے حضرت داوٗد علیہ السلام کا نام لکھا ہے۔ (مرقات)

مرقات میں لکھا ہے کہ اس نبی نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ یا اللہ ایک قوم میں نیک اور بد ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں لیکن جب تیرا عذاب آتا ہے تو نیک اور بد سب لپیٹ میں آجاتے ہیں حالانکہ سب مجرم نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے ایک مثال کے ذریعہ سے ان کو سمجھانا چاہا تو وہ نبی درخت کے نیچے سو گئے ایک چیونٹی نے کاٹا آپ نے سب کے بل جلا ڈالے اللہ تعالیٰ نے بطور عتاب پوچھا کہ سب کو جلا دیا حالانکہ ایک نے کاٹ لیا تھا اس میں اشارہ تھا کہ کبھی امتیاز مشکل ہو جاتا ہے تو سب کو مارنا پڑتا ہے اس نبی کے جلا ڈالنے پر عتاب نہیں ہوا بلکہ سب کے مار ڈالنے پر عتاب ہوا لیکن یہ ان کی شریعت تھی ہماری شریعت میں چیونٹی کھٹمل جوئیں وغیرہ کو جلانا جائز نہیں ہے کسی اور طریقے سے مارنا چاہیے۔ جس چیونٹی نے ایذا پہنچائی ہے بطور سزا اس کو مارنا جائز ہے مگر جلانا یا سب کا مارنا جائز نہیں ہے چیونٹیوں کے بھگانے کا ایک عمل مرقات میں لکھا ہے کہ آدمی کرسی پر بیٹھ جائے اور چیونٹی کو مخاطب کر کے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد یہ وظیفہ پڑھے "انی احرج علیکن الا خرجتن من داری فانی اکرہ ان تقتلن فی داری"

الفصل الثانی.... گھی میں چوہے کے گر جانے کا مسئلہ

(۲۰) وَعَنْ اَبِی ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَتِ الْفَارَۃُ فِی السَّمَنِ فَاِنْ کَانَ جَامِدًا فَالْقُوْہَا وَمَا حَوْلَہَا وَاِنْ کَانَ مَائِعًا فَلَا تَقْرَبُوْہُ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاہُ الدَّارِمِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چوہا جس وقت گھی میں گر پڑے اگر وہ جما ہوا ہے چوہے کو اور اس گھی کو جو اس کے ارد گرد ہے پھینک دو۔ اگر وہ پتلا ہو اس کے قریب نہ جاؤ۔ روایت کیا اس کو احمدؒ ابو داوٗدؒ نے اور روایت کیا دارمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔

تشریح: "مائعاً" اگر گھی وغیرہ جامد ہو تو اس کا مسئلہ اس سے پہلے حدیث کے تحت لکھا گیا ہے یہاں مائع چیز کا مسئلہ ہے یعنی اگر گھی وغیرہ پگھلا ہوا ہو اور اس میں چوہا وغیرہ گر کر مر جائے تو سارا مائع نجس ہو جائے گا اور اس کا کھانا حرام ہو جائے گا۔ یہ اتفاقی مسئلہ ہے اب اس قسم کی مائع چیز کے کھانے اور فروخت کرنے کے علاوہ کسی استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض علماء کے نزدیک مطلقاً اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے بلکہ اس کو ضائع کرنا لازم ہے۔ بعض دیگر علماء فرماتے ہیں کہ اس قسم کے گھی اور تیل وغیرہ کو چراغ میں استعمال کیا جا سکتا ہے کشتیوں پر ملا جا سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا قول اسی طرح ہے اور امام شافعیؒ کا مشہور قول بھی اسی طرح ہے اگرچہ کراہت کے ساتھ ہے۔

سرخاب کا گوشت کھانا جائز ہے

(۲۱) وَعَنْ سَفِیْنَۃَ قَالَ اَکَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَحْمَ حُبَارٰی (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت سفینہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حباری کا گوشت کھایا۔ (روایت کیا اس کو ابو داوٗد نے)

تشریح: "حباری" یعنی تعذری وہ جانور (پرندہ) ہے جس کے بارے میں عربی میں مشہور ہے کہ وہ احمق ترین پرندہ ہوتا ہے اسی وجہ سے کسی شخص کی حماقت ظاہر کرنے کے لئے حباری کی مثال دی جاتی ہے اردو میں حباری سرخاب کو کہتے ہیں۔

جلالہ کا گوشت کھانے کی ممانعت

(۲۲) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ الْجَلَّالَةِ وَاَلْبَانِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِي رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ قَالَ نَهٰى عَنْ رُكُوْبِ الْجَلَّالَةِ.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ کا گوشت کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ پر سواری کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

تشریح: جو گائے وغیرہ انسانی غلاظت کھانے کی عادت رکھتی ہو اس کو جلالہ کہا جاتا ہے لام پر شد ہے اگر عادت نہ ہو کبھی کبھی دل لگی کیلئے کھاتی ہے تو وہ جلالہ نہیں ہے۔ جلالہ جانور کے گوشت اور اس کے دودھ کے استعمال کو اس حدیث میں ممنوع قرار دیا گیا ہے ہاں اگر دس دن تک باندھ لیا گیا پھر جائز ہے اس قسم کی مرغی کا حکم یہ ہے کہ تین دن تک باندھ لیا جائے جلالہ پر سواری کو اس لئے منع کیا گیا ہے کہ اس کا پسینہ بوجہ گوشت ناپاک ہے۔

گوہ کا گوشت کھانا حرام ہے

(۲۳) وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ شِبْلٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ اَكْلِ لَحْمِ الضَّبِّ (رواہ ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (ترمذی)

تشریح: یہ حدیث گوہ کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے اور شاید کہ پہلے گوہ کا کھانا مباح رہا ہو اور پھر بعد میں اس حکم ممانعت کے ذریعہ اس اباحت کو منسوخ قرار دیا گیا ہو۔

بلی حرام ہے

(۲۴) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ اَكْلِ الْهِرَّةِ وَاَكْلِ ثَمَنِهَا (رواہ ابو دائود والترمذی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کے کھانے اور اس کی قیمت لینے سے منع کیا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے۔

تشریح: بلی کا گوشت کھانا سب کے نزدیک حرام ہے چین کے لوگ جنگلی وغیرہ بلیوں کا گوشت کھاتے ہیں جس سے ان کو نمونیہ قسم کی وبائی امراض کا سامنا ہوتا ہے البتہ بلی کو فروخت کرنا اور اس کا پیسہ استعمال کرنا احناف کے ہاں جائز ہے مگر مکروہ ہے کیونکہ یہ ایک گھٹیا پیشہ ہے اور مسلمان کو گھٹیا پیشے سے اجتناب مناسب ہے۔

ذی مخلب پرندوں کا گوشت حرام ہے

(۲۵) وَعَنْهُ قَالَ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ يَوْمَ خَيْبَرَ الْحُمُرَ الْاِنْسِيَّةَ وَلُحُوْمَ الْبِغَالِ وَكُلَّ ذِيْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَكُلَّ ذِيْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گھریلو گدھے کا گوشت اور خچروں کا گوشت ہر کچلی والا درندہ اور ہر پنجہ کش پرندے کو حرام کیا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

گھوڑے کا گوشت کھانے کی ممانعت

(۲۶) وَعَنْ خَالِدِبْنِ الْوَلِيْدِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ

وَالْحَمِيرِ. (رواه سنن ابی دائود، سنن نسائی)

ترجمہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے، خچر اور گدھے کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: یہ حدیث کہ جس سے گھوڑے کا گوشت کھانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے ضعیف ہے اس لئے کہ یہ حضرت جابرؓ کی اس حدیث کے معارض نہیں ہوسکتی جو پہلے گزر چکی ہے اور جس سے گھوڑے کے گوشت کی اباحت ثابت ہوتی ہے تاہم گھوڑے کے گوشت کھانے کی یہ ممانعت اکثر علماء کے نزدیک اس حدیث کے ذریعہ منسوخ قرار پائی ہے جو پہلے گزر چکی ہے جیسا کہ حضرت جابرؓ کی روایت کی تشریح میں یہ مسئلہ پوری وضاحت کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔

معاہدہ کے مال کا حکم

(۲۷) وَعَنْهُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ فَأَتَتِ الْيَهُوْدُ فَشَكُوْا اَنَّ النَّاسَ قَدْ اَسْرَاعُوْا اِلٰى خَضَائِرِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا لَا يَحِلُّ اَمْوَالُ الْمُعَاهِدِيْنَ اِلَّا بِحَقِّهَا (رواه ابو دائود)

ترجمہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کے دن جہاد کیا یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور شکایت کی کہ انہوں نے ان کی کھجوروں میں جلدی کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذمیوں کے مال حلال نہیں مگر ان کے حق کے ساتھ۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: ''معاہد'' اس شخص کو کہتے ہیں جس سے عہد و پیمان ہوا ہو، چنانچہ اگر وہ معاہد ذمی ہے تو وہ حق جو اس کے مال سے متعلق ہے جزیہ ہے اور اگر وہ معاہد مستامن ہے اور اس کے پاس مال تجارت ہے تو اس کے مال سے جو حق متعلق ہوگا وہ اس پر لاگو ہونے والا عشر ہے۔

مچھلی، ٹڈی، کلیجی اور تلی حلال ہے

(۲۸) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ اَلْمَيْتَتَانِ الْحُوْتُ وَالْجَرَادُ وَالدَّمَانِ الْكَبِدُ وَالطِّحَالُ. (رواه مسند احمد بن حنبل و سنن ابن ماجه والدار قطنی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے لیے دو مردے اور دو خون حلال کیے گئے ہیں دو مردے مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون کلیجی اور تلی ہیں۔ روایت کیا اس کو احمد ابن ماجہ اور دار قطنی نے۔

تشریح: ''المیتتان'' یعنی ذبح کے بغیر حلال ہے اسی اعتبار سے اس کو میتتان کہا گیا ''دمان'' دو خون سے مراد کلیجی اور تلی ہے اس کو اگر دبایا جائے اور انگلیوں میں مسل دیا جائے تو یہ خالص خون بن جاتا ہے لیکن یہ دونوں خون حلال ہیں باقی سب حرام ہیں۔

جو مچھلی پانی میں مر کر اوپر آ جائے اس کا مسئلہ

(۲۹) وَعَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَلْقَاهُ الْبَحْرُ وَجَزَرَ عَنْهُ الْمَاءُ فَكُلُوْهُ وَمَا مَاتَ فِيْهِ وَطَفَا فَلَا تَاْكُلُوْهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ مُحْيِ السُّنَّةِ الْاَكْثَرُوْنَ اَنَّهٗ مَوْقُوْفٌ عَلٰى جَابِرٍ.

ترجمہ: حضرت ابو زبیر جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس چیز کو سمندر پھینک دے یا پانی اس سے پیچھے ہٹ جائے اس کو کھا لو اور جو مچھلی اس میں مر جائے اور تیرنے لگے اس کو نہ کھاؤ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔ محی السنہ کا کہنا ہے کہ اکثر محدثین اس کو جابر پر موقوف کرتے ہیں۔

تشریح: یہ حدیث حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسلک کی دلیل ہے کہ طافی مچھلی (یعنی وہ مچھلی جو پانی میں مر کر اوپر آ

جائے' حرام ہے' چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے بھی اسی طرح منقول ہے' لیکن حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اس مچھلی کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں' کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطلق (بلا قید اور استثناء کے) احل لکم المیتتان (تمہارے لئے دو بغیر ذبح کے مری ہوئی چیزیں حلال ہیں' فرمایا ہے لہٰذا میتہ بحر یعنی پانی کی مری ہوئی چیز (مچھلی) مطلق ہو حلال ہوگی (خواہ وہ پانی سے نکلنے کے بعد مری ہو'یا پانی میں مر کر اوپر آ گئی ہو) جبکہ حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ میتہ بحر سے وہ مچھلی مراد ہے جس کو بحر یعنی دریا باہر پھینک دے اور وہ اس کی وجہ سے مر جائے نہ کہ وہ مچھلی مراد ہے جو بغیر کسی آفت کے پانی میں خود مر گئی ہو۔

ٹڈی کا حکم

(۳۰) وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَرَادِ فَقَالَ اَکْثَرُ جُنُوْدِ اللّٰہِ لَا اٰکُلُہٗ وَلَا اُحَرِّمُہٗ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَقَالَ مُحْیُ السُّنَّۃِ ضَعِیْفٌ.

ترجمہ: حضرت سلمان سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹڈی کے متعلق سوال کیا گیا فرمایا ٹڈی اللہ کا بہت بڑا لشکر ہے نہ میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ میں اس کو حرام کرتا ہوں روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ محی السنہ نے کہا یہ روایت ضعیف ہے۔

تشریح: ٹڈیاں اللہ تعالیٰ کا لشکر اس اعتبار سے ہیں کہ جب کسی گروہ اور کسی قوم پر غضب آتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف ٹڈیوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیجتا ہے تاکہ وہ اس قوم کی کھیتوں اور ان کے درختوں کو کھا جائیں' جس سے ان میں قحط پھیل جائے' چنانچہ پچھلے زمانوں میں ایسا بارہا ہوا ہے کہ جب کسی جگہ کے کھیتوں اور باغات کو غضب خداوندی کی بناء پر ٹڈیوں نے نیست ونابود کر دیا اور اس کی وجہ سے وہاں قحط پھیل گیا تو ایک انسان دوسرے انسان کو کھانے لگا اس طرح وہاں کی پوری کی پوری آبادی تباہ و برباد ہوگئی۔

جہاں تک ٹڈی کا مسئلہ ہے تو اس کا کھانا اکثر احادیث کے بموجب حلال ہے' چنانچہ چاروں ائمہؒ کا یہ مسلک ہے کہ ٹڈی کو کھانا حلال ہے' خواہ وہ خود سے مرگئی ہو یا اس کو ذبح کیا گیا ہو' یا شکار کے ذریعہ مری ہو اور شکار بھی خواہ کسی مسلمان نے کیا ہو' یا مجوسی نے اور خواہ اس میں سے کچھ کاٹا جائے یا نہیں۔

مرغ کو برا کہنے کی ممانعت

(۳۱) وَعَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ سَبِّ الدِّیْکِ وَقَالَ اِنَّہٗ یُؤَذِّنُ لِلصَّلٰوۃِ (رواہ فی شرح السنتہ)

ترجمہ: حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرغ کو گالی دینے سے منع کیا ہے اور فرمایا وہ نماز کے لیے اذان دیتا ہے۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

تشریح: نماز سے تہجد کی نماز مراد ہے! حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز کے لئے اس وقت اٹھتے تھے جب کہ مرغ بانگ دیا کرتا تھا اور یہ بھی احتمال ہے کہ فجر کی نماز مراد ہو'اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ وہ اپنی بانگ کے ذریعہ آگاہ کرتا ہے کہ فجر کی نماز کا وقت قریب آ گیا ہے اور پھر دوبارہ اس کی بانگ تاکید وتنبیہ کے لئے ہوتی ہے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب حیوان میں بھی پائی جانے والی اچھی خصلتیں اس کو برا کہنے سے روکتی ہیں' تو مؤمن کو برا کہنے کا کیا حشر ہوگا؟

(۳۲) وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الدِّیْکَ فَاِنَّہٗ یُوْقِظُ لِلصَّلٰوۃِ. (رواہ سنن ابی دائود)

ترجمہ: حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرغ کو گالی نہ دو وہ نماز کے لیے بیدار کرتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

گھر میں سانپ دکھائی دے تو اس سے کیا کیا جائے

(۳۳) وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ قَالَ اَبُوْ لَیْلٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا ظَھَرَتِ الْحَیَّۃُ فِی الْمَسْکَنِ

فَقُوْلُوْا لَهَا اِنَّا نَسْئَلُکَ بِعَهْدِ نُوْحٍ وَبِعَهْدِ سُلَیْمَانَ ابْنِ دَاوٗدَ اَنْ لَا تُؤْذِیْنَا فَاِنْ عَادَتْ فَاقْتُلُوْهَا(رواہ الترمذی و سنن ابی دائود)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ابویعلی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کسی گھر میں سانپ ظاہر ہوں ان کو کہو ہم تجھ سے نوح اور سلیمان بن داوٗد کے عہد کا سوال کرتے ہیں کہ ہم کو تکلیف نہ پہنچاوٗ اس کے بعد بھی اگر وہ ظاہر ہوں ان کا قتل کردو۔ (روایت کیا اس کو ابوداوٗد اور ترمذی نے)

تشریح: یہ ایک قسم کا وظیفہ بھی ہے اور سانپ کو ایک معاہدہ یاد دلانا بھی ہے کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام نے سانپ کو کشتی نوح میں ڈال دیا تو سانپوں کی نسل باقی رہی ورنہ ختم ہو جاتی اور سلیمان علیہ السلام کا عہد اس لئے کہ آپ کی تو سانپوں پر حکومت تھی ان سے باتیں ہوتی تھیں۔

انتقام کے خوف سے سانپ کو نہ مارنے والے کے بارے میں وعید

(۳۴) وَعَنْ عِکْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا رَفَعَ الْحَدِیْثَ اَنَّهٗ کَانَ یَاْ مُرُبِقَتْلِ الْحَیَّاتِ وَقَالَ مَنْ تَرَکَهُنَّ خَشْیَةَ ثَائِرٍ فَلَیْسَ مِنَّا (رواہ فی شرح السنته)

ترجمہ: حضرت عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ میں نہیں جانتا مگر اس حدیث کو مرفوع کیا ہے کہ آپ سانپوں کو قتل کرنے کا حکم فرماتے تھے اور فرمایا ان کے حملہ سے ڈر کر جو شخص ان کو چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

تشریح: ''بدلے کے خوف'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس ڈر کی وجہ سے سانپ کو نہ مارے کہ کہیں اس کا جوڑا مجھ سے انتقام نہ لے چنانچہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص نے کسی سانپ کو مار ڈالا اور پھر اس کے جوڑے نے آکر اس شخص کو کاٹ لیا اور بدلہ لیا' مارا جانے والا سانپ اگر نر ہوتا ہے تو اس کی مادہ انتقام لینے آتی ہے اور اگر وہ مادہ تھی تو اس کا نر بدلہ لینے آتا ہے' زمانۂ جاہلیت میں اہل عرب کے ہاں یہ خوف ایک عقیدے کی حد تک تھا وہ کہا کرتے تھے کہ سانپ کو ہرگز نہیں مارنا چاہیئے اگر اس کو مارا جائے گا تو اس کا جوڑا آکر انتقام لے گا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کے قول واعتقاد سے منع فرمایا۔

(۳۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا سَالَمْنَا هُمْ مُنْذُ حَارَبْنَا هُمْ وَمَنْ تَرَکَ شَیْئًا مِنْهُمْ خِیْفَةً فَلَیْسَ مِنَّا(رواہ ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سے ہم نے ان کے ساتھ جنگ کی ہے صلح نہیں کی۔ جو شخص خوف کی وجہ سے کسی سانپ کو چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں۔ روایت کیا اس کو ابوداوٗد نے۔

(۳۶) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُقْتُلُوا الْحَیَّاتِ کُلَّهُنَّ فَمَنْ خَافَ ثَارَهُنَّ فَلَیْسَ مِنِّیْ (رواہ ابو دائود وسنن نسائی)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سانپوں کو قتل کرو۔ جو شخص ان کے بدلہ لینے سے ڈرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداوٗد اور نسائی نے)

(۳۷) وَعَنِ الْعَبَّاسِ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نُرِیْدُ اَنْ نَکْنَسَ زَمْزَمَ وَاِنَّ فِیْهَا مِنْ هٰذِهِ الْجِنَانِ یَعْنِی الْحَیَّاتِ الصِّغَارِ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِهِنَّ.(رواہ ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا ارادہ ہے کہ ہم زمزم کا کنواں صاف کریں اور اس میں یہ سانپ ہیں یعنی چھوٹے چھوٹے سانپ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مار ڈالنے کا حکم دیا۔ (روایت کیا اس کو ابوداوٗد نے)

سفید چھوٹے سانپ کو مارنے کی ممانعت

(۳۸) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُقْتُلُو الْحَیَّاتِ کُلَّهَا اِلَّا الْجَانَّ الْاَبْیَضَ الَّذِیْ کَاَنَّهٗ قَضِیْبُ فِضَّةٍ (ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب قسم کے سانپوں کو قتل کر دو مگر جان سفید کو جو چاندی کی چھڑی کی مانند ہوتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

کھانے پینے کی چیز میں مکھی گر جائے تو اس کو غوطہ دے کر نکال دو

"(۳۹) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِیْ اِنَآءِ اَحَدِكُمْ فَامْقُلُوْهُ فَاِنَّ فِیْ اَحَدِ جَنَاحَیْهِ دَآءً وَفِی الْاٰخِرِ شِفَآءً فَاِنَّهٗ یَتَّقِیْ بِجَنَاحِهِ الَّذِیْ فِیْهِ الدَّآءُ فَلْیَغْمِسْهُ كُلَّهٗ. (رواہ ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی ایک کے برتن میں مکھی گر پڑے اس کو غوطہ دو اس لیے کہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا ہے اور وہ اپنا وہ پر پہلے ڈالتی ہے جس میں بیماری ہے۔ پس پوری کو غوطہ دو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

(۴۰) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِی الطَّعَامِ فَامْقُلُوْهُ فَاِنَّ فِیْ اَحَدِ جَنَاحَیْهِ سَمًّا وَّفِی الْاٰخِرِ شِفَاءً فَاِنَّهٗ یُقَدِّمُ السَّمَّ وَیُؤَخِّرُ الشِّفَاءَ (رواہ فی شرح السنته)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا جس وقت مکھی کسی کھانے میں گر پڑے اس کو غوطہ دو اس لیے کہ اس کے ایک پر میں زہر ہے اور دوسرے میں شفا ہے۔ اور وہ زہر والے پر کو ڈالتی ہے اور شفاء والے پر کو پیچھے رکھتی ہے۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

وہ چار جانور جن کا مارنا ممنوع ہے

(۴۱) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ اَرْبَعٍ مِنَ الدَّوَابِ النَّمْلَةِ وَالنَّحْلَةِ وَالْهُدْهُدِ وَالصُّرَدِ (رواہ ابو دائود و الدرامی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار جانوروں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے چیونٹی شہد کی مکھی ہدہد اور کل چڑی (ممولا)۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد اور دارمی نے)

تشریح: چیونٹی کو مارنے سے منع کرنے کی مراد یہ ہے کہ اس کو اس وقت تک نہ مارا جائے جب تک کہ وہ نہ کاٹے اگر وہ کاٹے تو پھر اس کو مارنا جائز ہوگا۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ جس چیونٹی کو مارنے سے منع فرمایا گیا ہے اس سے وہ بڑی چیونٹی مراد ہے جس کے پیر لمبے لمبے ہوتے ہیں اور اس کو مارنا ممنوع اس لئے ہے کہ اس کے کاٹنے سے ضرر نہیں پہنچتا۔ شہد کی مکھی کو مارنا اس لئے ممنوع ہے کہ اس سے انسان کو بہت زیادہ فوائد پہنچتے ہیں بایں طور کہ شہد اور موم اسی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ "ہدہد" ایک پرندہ ہے جس کو کھٹ بڑھئی کہتے ہیں "صرد" بھی ایک پرندہ ہے جو بڑے سر بڑی چونچ اور بڑے بڑے پر والا ہوتا ہے وہ آدھا سیاہ ہوتا ہے اور آدھا سفید اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ شکاری پرندہ ہوتا ہے جو چڑیوں کا شکار کرتا ہے ان دونوں پرندوں کو مارنے سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے کہ ان کا گوشت کھانا حرام ہے اور جو جانور و پرندہ کھایا نہ جاتا ہو اس کو مارنا ممنوع قرار دیا گیا ہے اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہدہد میں بدبو ہوتی ہے اس لئے وہ جلالہ کے حکم میں ہوگا۔ اہل عرب ہدہد اور صرد کی آوازوں کو منحوس اور بدفالی سمجھتے تھے اس لئے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مارنے سے منع فرمایا کہ لوگوں کے دلوں سے ان کی نحوست کا اعتماد نکل جائے۔

الفصل الثالث... حلت وحرمت کے احکام میں خواہش نفس کا کوئی دخل نہیں ہونا چاہئے

(۴۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِیَّةِ یَاْكُلُوْنَ اَشْیَاءَ وَیَتْرُكُوْنَ اَشْیَاءَ تَقَذُّرًا فَبَعَثَ اللّٰهُ نَبِیَّهٗ وَاَنْزَلَ كِتَابَهٗ وَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَحَرَّمَ حَرَامَهٗ فَمَا اَحَلَّ فَهُوَ حَلَالٌ وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ وَتَلَا قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْمَآ اُوْ

حی اِلَیَّ مَحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَتًا اَوْ دَمًا الاٰیة (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا اہل جاہلیت بہت سی چیزیں کھالیتے تھے اور بہت سی چیزوں سے نفرت کرتے ہوئے چھوڑ دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا نبی بھیجا اور اپنی کتاب اتاری اپنی حلال چیزوں کو حلال اور اپنے حرام کو حرام کیا جس کو اللہ کے نبی نے حلال کیا وہ حلال ہے۔ اور جس کو حرام کیا وہ حرام ہے اور جس سے سکوت کیا وہ معاف ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی کہہ دو میں نہیں پاتا جو میری طرف وحی کی گئی ہے کسی کھانے والے پر حرام مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا خون آخر آیت تک۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

گدھے کا گوشت کھانے کی ممانعت

(۴۳) وَعَنْ زَاهِرِ الْاَسْلَمِیِّ قَالَ اِنِّیْ لَا وُقِدُ تَحْتَ الْقُدُوْرِ بِلُحُوْمِ الْحُمُرِ اِذْ نَادٰی مُنَادِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْهَاکُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت زاہر اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں گدھوں کے گوشت کی ہنڈیا کے نیچے آگ جلا رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ندا کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو گدھے کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

جنات کی قسمیں

(۴۴) وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ یَرْفَعُهُ الْجِنُّ ثَلَاثَةُ اَصْنَافٍ صِنْفٌ لَهُمْ اَجْنِحَةٌ یَطِیْرُوْنَ فِی الْهَوَاءِ وَصِنْفٌ حَیَّاتٌ وَ کِلَابٌ وَصِنْفٌ یَحِلُّوْنَ وَ یَظْعَنُوْنَ. (رواہ فی شرح السنۃ)

ترجمہ: حضرت ابوثعلبہ خشنی سے روایت ہے وہ اس حدیث کو مرفوع بیان کرتے ہیں فرمایا جن تین قسموں کے ہیں ایک قسم پردار ہے وہ ہوا میں اڑتے ہیں۔ ایک قسم سانپوں اور کتوں کی شکل میں رہتی ہے اور ایک قسم ہے کہ وہ اترتے اور کوچ کرتے ہیں روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

تشریح: ''جنات'' اس حدیث میں جنات کی تین اقسام کو بیان کیا گیا ہے۔ (۱) بعض جنات پرندوں کی طرح اڑتے ہیں (۲) بعض جنات سانپوں کی طرح رینگتے ہیں (۳) اور بعض جنات مکانوں میں اترتے چلے آتے ہیں۔

جنات آگ سے پیدا شدہ مخلوق ہیں ان کی طبیعت اور خمیر میں شرارت پڑی ہوئی ہے جنات میں اگر شرارت اور سرکشی حد سے بڑھ گئی تو یہ شیاطین بن جاتے ہیں اور دیو ہو جاتے ہیں اور اگر ان کی شرارت زیادہ نرم ہو گئی اور طبیعت سے اضافی شرارت ختم ہو گئی تو یہ پریاں بن جاتے ہیں اور اگر شرارت اعتدال کے ساتھ ہو تو یہ جنات ہیں ان کی شادیاں ہوتی ہیں اولاد آتی ہیں دنیا کے انسانوں میں جتنے فرقے ہوتے ہیں جنات میں بھی اتنے ہی فرقے ہوتے ہیں ان میں یہود و نصاریٰ مسلمان اور ہندو بدعتی توحیدی بریلوی دیوبندی اہل حدیث و منکر حدیث روافض و شیعہ اور سپاہ صحابہ وغیرہ ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور آپس میں تنازعات بھی ہوتے ہیں جنات کی عمریں بہت لمبی ہوتی ہیں۔

بَابُ الْعَقِیْقَهِ..... عقیقہ کا بیان

عقیقہ ''عق'' سے مشتق ہے لغت میں عق کے معنی ہیں ''چیرنا پھاڑنا'' اصطلاح میں عقیقہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو نوزائیدہ کے سر پر ہوتے ہیں۔ ان بالوں کو عقیقہ اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ وہ بال ساتویں دن مونڈے جاتے ہیں اور اس مناسبت سے عقیقہ اس بکری کو بھی کہتے ہیں جو بچے کے سر مونڈنے کے وقت ذبح کی جاتی ہے۔

عقیقہ کی شرعی حیثیت:۔ عقیقہ کی شرعی حیثیت کے بارے میں اختلافی اقوال ہیں' ائمہ ثلاثہ یعنی حضرت امام احمدؒ، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک عقیقہ سنت ہے اور اکثر احادیث سے بھی اس کا سنت ہونا معلوم ہوتا ہے حضرت امام احمدؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ عقیقہ واجب ہے۔ جہاں تک حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک عقیقہ سنت نہیں ہیں بلکہ مستحب ہے جو سنت سے ثابت ہے۔ مشہور حنفی مجتہد حضرت امام احمد نے اپنی کتاب موطا میں یہ لکھا ہے کہ ''ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ عقیقہ (اصل میں) زمانہ

جاہلیت کی ایک رسم تھی جو اسلام کے ابتدائی زمانہ میں بھی رائج رہی مگر پھر قربانی نے ہر اس ذبح (کے وجوب) کو منسوخ قرار دیا جو قربانی سے پہلے رائج تھا' رمضان کے روزوں نے ہر اس روزے (کے وجوب) کو منسوخ قرار دیا جو اس سے پہلے رائج تھا' غسل جنابت نے ہر اس غسل (کے وجوب کو) منسوخ قرار دے دیا جو اس سے پہلے رائج تھا' زکوۃ نے ہر اس صدقہ (کے وجوب) کو منسوخ قرار دے دیا جو اس سے پہلے رائج تھا۔

عقیقہ کے احکام: جو احکام وشرائط قربانی کے سلسلے میں منقول ومعتبر ہیں وہی احکام وشرائط عقیقہ کے بارے میں بھی مقبول ومعتبر ہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ..... عقیقہ کرنے کا حکم

(۱) عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرِ الضَّبِّيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَعَ الْغُلَامِ عَقِيْقَةٌ فَاهْرِ يقُوْا عَنْهُ دَمًا وَاَمِيْطُوْا عَنْهُ الْاَذٰى (رواه البخاري)

ترجمہ: حضرت سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے ہر پیدا ہونے والے لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے اس کی طرف سے جانور ذبح کرو اور اس سے ایذا کو دور کرو۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "اهريقوا" خون گراؤ کا مطلب یہ ہے کہ اس کی طرف سے عقیقہ کا جانور ذبح کرو۔ "امیطوا عنه الاذی" اماطت ازالہ کے معنی میں ہے اور اذیٰ سے مراد میل کچیل ہے جو پیدائش کے وقت سے سر کے بالوں میں ہوتا ہے بلکہ یہ بال خود میل ہے آج کل نومولود کو ہسپتال میں فوراً نہلاتے ہیں جو صحت کیلئے نہایت مضر ہے اکثر بچے جو نمونیہ کا شکار رہتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے مگر ڈاکٹر حضرات انگریزوں کے فلسفے پر چلتے ہیں اگر بچے کا فوراً نہلانا ضروری ہوتا تو اسلام سات دن تک کبھی دیر نہ کرتا نیز انگریز زدہ ڈاکٹر ناف نلی کو جڑ سے کاٹ دیتے ہیں اس میں وقتی فیشن تو ہے مگر زخم خراب ہو کر بہت نقصان ہوتا ہے جبکہ دیہات کی جاہل عورتیں ناف نلی ناف کے اوپر سے کاٹ دیتی ہیں جو زخم بھرنے کیلئے نہایت مفید ہوتا ہے اگر چہ اس میں فیشن نہیں ہوتا ہے یہ دیہاتی جاہل عورتیں ڈاکٹروں سے زیادہ عاقل نکلیں۔

تحنیک ایک مسنون عمل ہے

(۲) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتٰى بِالصِّبْيَانِ عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بچے لائے جاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے برکت کی دعا کرتے اور گھٹی دیتے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "تحنیک" یہ ہے کہ کھجور یا کسی اور میٹھی چیز کو چبا کر نومولود بچے کے تالو میں لگایا جائے چنانچہ یہ تحنیک ایک مسنون عمل ہے اور بہتر یہ ہے کہ تحنیک کرنے والا کوئی نیک اور صالح آدمی ہو۔

(۳) وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّهَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ قَالَتْ فَوَلَدْتُ بِقُبَاءٍ ثُمَّ اَتَيْتُ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهُ فِيْ حُجْرِهٖ ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَفَلَ فِيْ فِيْهِ ثُمَّ حَنَّكَهُ ثُمَّ دَعَا لَهُ وَبَرَّكَ عَلَيْهِ وَكَانَ اَوَّلَ مَوْلُوْدٍ وُلِدَ فِي الْاِسْلَامِ. (رواه البخاري رواه المسلم)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ مکہ میں وہ عبداللہ بن زبیر کے ساتھ حاملہ ہوئیں۔ کہا میں نے قباء میں بچہ جنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئی اور آپ کی گود میں ڈال دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور منگوائی اس کو چبایا پھر بچے کے منہ میں لعاب ڈالا اور بچہ کے تالو پر لگائی پھر اس کے لیے برکت کی دعا کی۔ عبداللہ بن زبیر پہلے بچے تھے جو اسلام میں پیدا ہوئے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "قبا" مدینہ شہر سے جنوب مغربی سمت تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک آبادی ہے۔ مکہ سے مدینہ کے لئے سفر ہجرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آخری منزل تھی' جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے اترے اور تین دن یا چار دن قیام فرمایا' جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا اس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی' جس کو مسجد قبا کہتے ہیں' قبا اگر چہ مدینہ منورہ سے باہر ہے' لیکن اس کا

تعلق ایک طرح سے ایسا ہی ہے جیسا کہ محلّہ کا ہوتا ہے اس جگہ بڑی شادابی ہے۔ اور مختلف پھلوں اور میووں کے باغات ہیں' اسی قبا میں بئر اریس نامی کنواں ہے' جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کو جنت کی بشارت دی تھی' اور جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ انگوٹھی گر گئی تھی جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم مہر لگایا کرتے تھے' اس کنویں کا پانی بہت کھارا تھا' کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن شامل فرمایا جب سے اس کا پانی میٹھا ہے' مگر اب یہ کنواں خشک ہو گیا ہے۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے الخ کا مطلب یہ ہے کہ ہجرت کے بعد مہاجرین میں جو سب سے پہلا بچہ پیدا ہوا وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تھے۔ ''مہاجرین'' کی قید اس لئے لگائی گئی کہ ہجرت کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی پیدائش سے بھی پہلے مدینہ میں مسلمانوں کے یہاں سب سے پہلا بچہ پیدا ہونے والا بچہ نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ.... عقیقہ کے جانوروں کی تعداد

(۴) عَنْ اُمِّ کُرْزٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَقِرُّوا الطَّیْرَ عَلٰی مَکِنَاتِھَا قَالَتْ وَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ عَنِ الْغَلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْجَارِیَۃِ شَاۃٌ وَلَا یَضُرُّکُمْ ذُکْرَانًا کُنَّا اَوْ اِنَاثًا رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی من قولہ یقول عن الغلام الی اخرہ وقال الترمذی ھذا حدیث صحیح.

ترجمہ: حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے پرندوں کو ان کے گھونسلوں میں رہنے دو۔ اور میں نے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ہیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے اور تم کو یہ بات ضرر نہیں پہنچاتی کہ وہ نر ہوں یا مادہ۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ ترمذی اور نسائی نے یقول عن الغلام سے آخر تک روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: ''مکنات'' میم کے زبر اور کاف کے زیر اور زبر دونوں کے ساتھ ہے اور مشکوٰۃ کے ایک نسخہ میں کاف کے پیش کے ساتھ بھی منقول ہے۔ اس کے معنی ''مکان'' کے ہیں۔ اس ارشاد گرامی ''پرندوں کو ان کے گھونسلوں میں قرار دو'' کا مطلب یہ ہے کہ ان (پرندوں) کو ان کے گھونسلوں میں رہنے دو اڑاؤ نہیں۔ اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ''مکنات اصل میں جمع ہے مکنۃ کی جس کے معنی ''سوسمار (گوہ) کے انڈے'' کے ہیں' لیکن یہاں یہ لفظ مطلق انڈوں کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے' اس صورت میں اس ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر پرندے انڈوں پر بیٹھے ہوں تو ان کے گھونسلوں کو ہلا کر ان کو ستاؤ مت۔ یا پھر اس ارشاد گرامی کا تعلق تطیر اور فال بد لینے کی ممانعت سے ہے جیسا کہ عرب میں لوگوں کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی شخص کسی کام کا قصد کرتا' یا کہیں کا سفر کرنے کا ارادہ کرتا' تو پرندے کے گھونسلے پر آتا اور اس کو چھیڑ کر اڑاتا' اگر وہ پرندہ داہنی طرف اڑتا تو مبارک جان کر اور فال نیک سمجھ کر اس کام کو کرتا' یا سفر پر روانہ ہو جاتا' اور اگر وہ پرندہ بائیں طرف اڑتا تو اس کو منحوس سمجھ کر اس کام یا سفر سے باز رہتا' اس کو تطیر کہتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ پرندہ جہاں ہو اس کو وہیں رہنے دو کہ اس کو مت اڑاؤ اور نہ اس سے بد فالی لو۔

عقیقہ کی اہمیت

(۵) وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْغَلَامُ مُرْتَھَنٌ بِعَقِیْقَتِہٖ یُذْبَحُ عَنْہُ یَوْمَ السَّابِعِ وَیُسَمّٰی وَیُحْلَقُ رَاْسُہٗ. رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ لٰکِنَّ فِیْ رِوَایَتِھِمَا رَھِیْنَۃٌ بَدَلَ مُرْتَھَنٌ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِاَحْمَدَ وَاَبِیْ دَاؤدَ وَیُدَمّٰی مَکَانَ وَیُسَمّٰی وَقَالَ اَبُوْدَاؤدَ وَیُسَمّٰی اَصَحُّ.

ترجمہ: حضرت حسن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکا اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی ہے۔ اس کی طرف سے ساتویں دن ذبح کیا جائے اس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر مونڈا جائے۔ روایت کیا اس کو احمد' ترمذی' ابوداؤد اور نسائی نے۔ لیکن ان دونوں کی روایت میں مرتہن کی بجائے رہینۃ کا لفظ ہے۔ احمد اور ابوداؤد کی روایت میں یسمیٰ کی جگہ یدمیٰ کا لفظ ہے۔ ابوداؤد نے کہا یسمیٰ زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: "مرتھن" ایک روایت میں لفظ "رھینة" بھی آیا ہے وہ روایت زیادہ محفوظ بھی ہے اور بامعنی بھی ہے کیونکہ مرتھن اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس کسی کا رہن رکھا ہوا ہو یہ مطلب یہاں صحیح نہیں بنتا اور اگر مرتھن کے بجائے الغلام مرھون اسم مفعول لیا جائے تو معنی صحیح ہو جائے گا لیکن روایات میں اس طرح لفظ نہیں ملتا ہے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ یہاں مرتھن کہہ کر کسی راوی سے سہو ہو گیا ہے اور صحیح لفظ وہی رھینة ہے۔ جس کو ابوداؤد اور نسائی میں ذکر کیا گیا ہے۔ بچہ اپنے عقیقہ میں گروی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر عقیقہ نہیں کیا اور بچہ مرگیا تو وہ قیامت میں والدین کی شفاعت نہیں کرے گا تو شفاعت موقوف و محبوس ہے عقیقہ پر۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ بچے کی صحت اور اس کی نشو ونما اور آفات سے اس کی حفاظت عقیقہ پر موقوف ہے۔ اس روایت میں لفظ "یدمی" بھی منقول ہے جس کو امام احمد نے مسند احمد میں ذکر کیا ہے یہ تدمیة سے ہے جو خون میں لت پت کے معنی میں ہے بچے کو عقیقہ کے خون سے لت پت کیا جائے گا یہ جاہلیت کا طریقہ تھا لہٰذا اس لفظ میں بھی کسی راوی کی طرف سے تصرف ہو گیا ہے اصل لفظ یسمی ہے یعنی بچے کا نام رکھا جائے گا ابوداؤد نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ تلطخ بالدم جاہلیت کا طریقہ مکروہ ہے جو موقوف ہو گیا ہے اس کی جگہ اسلام میں زعفران اور خلوق کے ذریعہ سے بچہ کو رنگین کیا جائے گا۔

لڑکے کے عقیقے میں ایک بکری ذبح کرنے کا مسئلہ

(۶) وَعَنْ مُحَمَّدِبْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ قَالَ عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ بِشَاةٍ وَقَالَ يَا فَاطِمَةُ اَحْلِقِي رَاْسَهُ وَتَصَدَّقِي بِزِنَةِ شَعْرِهٖ فِضَّةً فَوَزَنَّاهُ فَكَانَ وَزْنُهُ دِرْهَمًا اَوْ بَعْضَ دِرْهَمٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَاِسْنَادُهُ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ لِاَنَّ مُحَمَّدَبْنِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ لَمْ يُدْرِكْ عَلِيَّ بْنَ اَبِي طَالِبٍ.

ترجمہ: حضرت محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن کی طرف سے ایک بکری کے ساتھ عقیقہ کیا اور فرمایا اے فاطمہ اس کا سر مونڈ اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی کا صدقہ کر ہم نے اس کا وزن کیا اس کا وزن درہم یا درہم سے کم نکلا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن غریب ہے اس کی سند متصل نہیں ہے کیونکہ محمد بن علی بن حسین نے علی بن ابی طالب کو نہیں پایا۔

تشریح: "بشاة" یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن کے عقیقہ میں ایک بکری کا عقیقہ کیا۔

سوال:۔ زیر بحث حدیث میں ایک بکری کے ذبح کرنے کا بیان ہے سنن ابوداؤد میں بھی اسی طرح ہے لیکن سنن نسائی میں دو کبش کا ذکر ہے ادھر اس سے قبل حدیث میں عقیقہ کا ضابطہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کا ذکر ہے بظاہر روایات میں تعارض ہے۔

جواب:۔ اصل ضابطہ تو وہی ہے کہ عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے یہاں حضرت حسن کے عقیقہ میں جو ایک بکری ذبح کرنے کا ذکر ہے تو اس میں تاویل کرنی پڑے گی پہلی تاویل اور جواب یہ ہے کہ افضل تو دو ہی ہے لیکن ایک بکری کا عقیقہ جواز پر محمول ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ایک بکری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تھی اور دوسری حضرت علی یا حضرت فاطمہ کی طرف سے تھی تیسرا جواب یہ ہے کہ زیر بحث روایت غیر متصل ہے اس میں انقطاع ہے لہٰذا اس کے بجائے دو بکریوں والی روایت اولیٰ بالقبول ہے۔

(۷) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ كَبْشَيْنِ كَبْشَيْنِ

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین کی طرف سے ایک ایک دنبے کے ساتھ عقیقہ کیا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے نسائی کے نزدیک روایت ہے کہ دو دو دنبے تھے۔

بچے کو عقوق سے بچانے کے لئے اس کا عقیقہ کرو

(۸) وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَقِيْقَةِ فَقَالَ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْعُقُوْقَ كَاَنَّهٗ كَرِهَ الْاِسْمَ وَقَالَ مَنْ وُلِدَ لَهٗ وَلَدٌ فَاَحَبَّ اَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ الْغُلَامِ شَاتَيْنِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةً (ابوداؤد وسنن نسائی)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ عقوق پسند نہیں کرتا۔ گویا کہ آپ نے عقیقہ کا نام ناپسند فرمایا اور فرمایا جس کے ہاں بچہ پیدا ہو وہ اس کی طرف سے ذبح کرنا چاہے لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور نسائی نے)

تشریح: لفظ عقیقہ کے اطلاق پر ابتدائی مباحث میں کلام ہو چکا ہے اس حدیث کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عقوق یعنی نافرمانی کو پسند نہیں کرتا لہٰذا جس کا عقیقہ ہو گیا وہ عقوق سے بچ جائے گا گویا یہ عقیقہ کرنے کی ترغیب ہے آگے روایت میں **کانہ کرہ الاسم** جو تفسیر ہے یہ کسی راوی کی طرف سے ہے اس نے سمجھ لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لفظ عقوق کو پسند نہیں کرتے حالانکہ واقعہ ایسا نہیں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اسم کو خود استعمال فرمایا ہے۔ **(ھذا ما فھمت واللہ اعلم)**

بچے کے کان میں اذان دینا مسنون ہے

(۹) وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَذَّنَ فِیْ اُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ حِیْنَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ بِالصَّلٰوةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

ترجمہ: حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین بن علی کے کان میں نماز کی اذان کے مانند اذان کہی جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کو جنا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچہ کی پیدائش کے بعد اس کے کان میں اذان دینا سنت ہے مسند ابو لیلیٰ موصلی میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بطریق مرفوع (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد) نقل کیا ہے کہ "جس شخص کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کے دائیں کان میں اذان دے اور بائیں کان میں تکبیر کہے' تو اس کو ام الصبیان سے ضرر نہیں پہنچے گا۔ نیز امام نوویؒ نے کتاب الروضہ میں لکھا ہے کہ بچے کے کان میں یہ الفاظ کہنے بھی مستحب ہیں۔ **انی اعیذھا بک وذریتھا من الشیطان الرجیم۔**

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ.... عقیقہ کا دن

(۱۰) عَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ کُنَّا فِی الْجَاهِلِیَّةِ اِذَاوُلِدَلِاَحِدِنَا غُلَامٌ ذَبَحَ شَاةً وَلَطَخَ رَاْسَهٗ بِدَمِهَا فَلَمَّا جَآءَ الْاِسْلَامُ کُنَّا نَذْبَحُ الشَّاةَ یَوْمَ السَّابِعِ وَنَحْلِقُ رَاْسَهٗ وَنَلْطَخُهٗ بِزَعْفِرَانٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ زَادَ رَزِیْنٌ وَنُسَمِّیْهِ.

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا جاہلیت کے زمانہ میں اگر کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا بکری ذبح کرتا اور اس کے سر پر خون لگاتا۔ جب اسلام آیا ہم ساتویں دن بکری ذبح کرتے ہیں اور بچے کا سر مونڈتے ہیں اور اس کے سر پر زعفران لگاتے ہیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ رزین نے زیادہ کہا ہے کہ اس کا نام رکھتے ہیں۔

تشریح: واضح رہے کہ اکثر احادیث کے بموجب بچہ کا عقیقہ اس کی پیدائش کے ساتویں دن ہونا چاہیے' اور حضرت امام شافعیؒ و حضرت امام احمدؒ یہ فرماتے ہیں کہ اگر ساتویں دن عقیقہ کرنا ممکن نہ ہو سکے تو پھر چودھویں دن کیا جائے' اگر چودھویں دن بھی نہ کر سکے تو اکیسویں دن' ورنہ اٹھائیسویں دن' پھر پینتیسویں دن علی ہذا القیاس۔

ایک روایت میں یہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عقیقہ ظہور نبوت کے بعد کیا تھا' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہیں ہو سکا تھا کہ پیدائش کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیقہ ہوا تھا یا نہیں۔ لیکن اول تو اس روایت کی اسناد ضعیف ہے' دوسرے معنوی طور پر بھی یہ روایت بعد سے خالی نہیں ہے۔ حضرت امام مالکؒ کے نزدیک عقیقہ کی ہڈیاں توڑنی درست نہیں (بلکہ گوشت نکال کر ہڈیوں کو دفن کر دیا جائے' جبکہ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اس کی ہڈیاں توڑنا درست ہے۔ نیز شوافع کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر عقیقہ کا گوشت پکا کر صدقہ کیا جائے تو بہتر ہے اور اگر حلاوت یعنی لڑکے کے اچھے اخلاق و اطوار کے ساتھ تفاؤل کے پیش نظر اس گوشت کی کوئی میٹھی چیز پکا کر صدقہ کی جائے تو اور بہتر ہے۔

کِتَابُ الْاَطْعِمَةِ

کھانوں کا بیان

''کتاب الاطعمہ'' کے تحت جو ابواب آئیں گے اور ان میں جو احادیث نقل کی جائیں گی ان سے یہ واضح ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا چیزیں کھائی ہیں اور کون کون سی چیزیں نہیں کھائی ہیں' نیز کھانے پینے کے جو آداب وقواعد ہیں وہ بھی ان احادیث سے معلوم ہوں گے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... کھانے کے آداب

(۱) عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ کُنْتُ غُلَامًا فِیْ حجرِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَانَتْ یَدِیْ تَطِیْشُ فِی الصَّحْفَةِفَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَمِّ اللّٰهَ وَکُلْ بِیَمِیْنِکَ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْکَ (رواہ البخاری رواہ المسلم)

ترجمہ: حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں لڑکا تھا میرا ہاتھ رکابی میں گھومتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے فرمایا اللہ کا نام لو۔ اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اس جانب سے کھا جو تیرے سامنے ہے۔(متفق علیہ)

تشریح: اس حدیث میں کھانے کے تین بنیادی آداب کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ سب سے پہلا ادب تو یہ ہے کہ کھانے کی ابتداء بسم اللہ کہہ کر ہونی چاہیے۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیے اور تیسرا ادب یہ ہے کہ کھانے کے برتن میں اپنے سامنے سے کھانا چاہیے۔ جمہور علماء کا رجحان اس طرف ہے کہ اس حدیث میں مذکورہ بالا تینوں باتوں کا جو حکم دیا گیا ہے' وہ استحباب کے طور پر ہے۔ اسی طرح دوسری روایت میں کھانے کے بعد خدا کی حمد وشکر کا جو حکم دیا گیا ہے وہ بھی مسئلہ ہے کہ اگر ایک دستر خوان پر کئی آدمی کھانے بیٹھیں تو سب لوگ بسم اللہ کہیں! جبکہ بعض علماء کے نزدیک کہ جن میں حضرت امام شافعیؒ بھی شامل ہیں یہ کہتے ہیں کہ محض ایک آدمی کا بسم اللہ کہہ لینا سب کے لئے کافی ہو جائے گا۔ پانی یا دوا وغیرہ پینے کے وقت بسم اللہ کہنے کا بھی وہی حکم ہے جو کھانے کے شروع میں بسم اللہ کہنے کا ہے۔

کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنے کی اہمیت

(۲) وَعَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ اَنْ لَّا یُذْکَرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان اس کھانے کو حلال سمجھتا ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: ''حلال سمجھتا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ (شیطان) اس کے کھانے پر قادر ہو جاتا ہے (یعنی کھانے والے کے ساتھ وہ بھی اس میں سے کھاتا ہے) یہ مطلب اس صورت میں ہے جبکہ حدیث کو اس کے ظاہری معنی پر محمول کیا جائے' اور بعض حضرات نے یہ تاویل بیان کی ہے کہ جو کھانا بسم اللہ پڑھ کر نہ کھایا گیا ہو' وہ ایسا ہے گویا اس کو شیطان کھا گیا ہے' یا یہ مراد ہو کہ اس کھانے کو اللہ تعالیٰ کی غیر مرضی کی جگہ صرف کرنا ہے۔

(۳) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَیْتَهٗ فَذَکَرَ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ طَعَامِهٖ قَالَ

الشَّيْطَانُ لَا مَبِيْتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ وَاِذَادَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِاللّٰهِ عِنْدَ دَخُوْلِهٖ قَالَ الشَّيْطَانُ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَاِذَالَمْ يَذْكُرِاللّٰهَ عِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَالْعَشَاءَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو اور داخل ہونے کے وقت کھانا کھانے کے وقت اللہ کا نام لے لے شیطان کہتا ہے نہ تمہارے لیے رات کا ٹھکانا ہے اور نہ کھانا ہے اور جس وقت گھر میں داخل ہو اللہ کا ذکر نہ کرے۔ شیطان کہتا ہے تم نے رات گذارنے کی جگہ پالی اور جب کھانے کے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا شیطان کہتا ہے تم نے ٹھکانا اور کھانا دونوں پالیے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ گھر میں آتے وقت اور پھر کھانا کھاتے وقت جب آدمی بسم اللہ کہتا ہے تو شیطانوں کی جماعت کا امیر ان سے کہتا ہے کہ یہاں نہ کھانا ہے نہ رات گزارنے کی گنجائش ہے اور اگر کوئی شخص گھر میں آتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتا تو یہی شیطان کہتا ہے لو بھائیو! رات گزارنے کا موقع مل گیا اور جب کھانے کے وقت آدمی بسم اللہ نہیں پڑھتا تو شیطان کہتا ہے خوش ہو جاؤ بھائی کھانا اور رات گزارنا دونوں مل گئے۔ علماء نے لکھا ہے کہ پھر ابلیس اس شخص کے ساتھ جماع میں بھی شریک ہو جاتا ہے آج کے دور میں بوجہ جہالت یہ وباء عام ہے ماڈرن طبقہ بسم اللہ سے دور ہے۔

دائیں ہاتھ سے کھانا پینا چاہئے

(۴) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَاكُلْ بِيَمِيْنِهٖ وَاِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِيْنِهٖ (رواہ صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت ایک تمہارا کھانا کھانے لگے اپنے دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب پئے دائیں ہاتھ سے پئے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث میں جو حکم دیا گیا ہے وہ بظاہر وجوب کے لئے ہے۔ جیسا کہ بعض علماء کا مسلک ہے اس کی تائید صحیح مسلم کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جس کو سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اس شخص نے کہا کہ میں دائیں ہاتھ سے کھانے کی قدرت نہیں رکھتا (راوی کا بیان ہے کہ اس شخص کا داہنا ہاتھ درست تھا' اس نے محض تکبر سے یہ الفاظ کہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (خدا کرے) تجھے داہنے ہاتھ سے کھانے کی طاقت نصیب نہ ہو۔ چنانچہ اس کے بعد وہ شخص (کبھی بھی) اپنا داہنا ہاتھ اپنے منہ کی طرف نہیں اٹھا سکا اس طرح طبرانیؒ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) سلبیہ اسلمیہ کو بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے دیکھا تو اس کے لئے بددعا فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ طاعون میں مبتلا ہو کر مرگئی! تاہم جمہور علماء جن کے نزدیک دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے کا حکم وجوب کے طور پر نہیں ہے بطریق استحباب ہے وہ ان روایتوں کو زجر و تنبیہ اور مصالح شریعت پر محمول کرتے ہیں۔

بائیں ہاتھ سے کھانے پینے کی ممانعت

(۵) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَاكُلَنَّ اَحَدُكُمْ بِشِمَالِهٖ وَلَا يَشْرَبَنَّ بِهَافَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَاْكُلُ بِشِمَالِهٖ وَيَشْرَبُ بِهَا (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ ہی اس کے ساتھ پئے۔ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: تورپشتی نے ''بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔'' کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جو لوگ شیطان کے زیر اثر اور اس کے تابعدار ہوتے ہیں' وہ ان کو بائیں ہاتھ سے کھانے پینے پر ابھارتا ہے جبکہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہری

معنی پر محمول ہے یعنی حقیقت میں شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔

حسن ابن سفیانؒ نے اپنی مسند میں حضرت ابو ہریرہؓ سے بسند حسن یہ روایت نقل کی ہے کہ ''جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو اس کو چاہیے کہ دائیں ہاتھ سے کھائے اور دائیں ہاتھ سے پئے (اگر کسی کو کوئی چیز دے یا کسی سے کوئی چیز لے تو) دائیں ہاتھ سے لے اور دائیں ہاتھ سے دے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے' بائیں ہاتھ سے پیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے لیتا دیتا ہے۔

تین انگلیوں سے کھانا اور انگلیاں چاٹنا سنت ہے

(٦) وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ بِثَلَاثَةِ اَصَابِعَ وَيَلْعَقُ يَدَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّمْسَحَهَا (مسلم)

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں کے ساتھ کھاتے تھے اور پونچھنے سے پہلے اپنا ہاتھ چاٹتے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: نوویؒ کہتے ہیں کہ انگلیوں سے کھانا سُنت ہے' لہٰذا ان تینوں کے ساتھ چوتھی اور پانچویں انگلی نہ ملائی جائے' الا یہ کہ چوتھی اور پانچویں انگلی کو ملانا ضروری ہو۔ 'ہاتھ کو چاٹنے'' سے مراد یہ ہے کہ جن انگلیوں سے کھاتے تھے' ان کو چاٹ لیا کرتے تھے' چنانچہ پہلے بیچ کی انگلی کو چاٹتے' پھر اس کے پاس کی انگلی کو' پھر انگوٹھے کو چاٹتے تھے۔ طبرانیؒ نے عامر بن ربیعہ سے اس طرح نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھاتے تھے' اور ان کی مدد کے لئے چوتھی انگلی بھی ملا لیا کرتے تھے! نیز ایک حدیث مرسل میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچوں انگلیوں سے کھاتے تھے۔'' یا تو یہ پتلی چیز کھانے پر محمول ہے یا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیان جواز کی خاطر کبھی کبھی اس طرح بھی کھاتے تھے' لیکن اکثر اوقات تین ہی انگلیوں سے کھانے کی عادت تھی۔ بعض روایت میں یمسحھا کے بعد بشیءٍ کا لفظ بھی منقول ہے اور یہ الفاظ بھی نقل کئے گئے ہیں کہ ثم یغسلہا یعنی (ہاتھ کو چاٹتے اور) پھر اس کو دھو لیتے۔

(٧) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَ صَابِعِ وَالصَّحْفَةِ وَقَالَ اِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِيْ اَيَّةِ الْبَرَكَةُ (مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں اور رکابی کے چاٹنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے تم نہیں جانتے کہ کس نوالہ میں برکت ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: ''والصحفة'' میں حرف واو مطلق جمع کے لئے ہے لہٰذا پہلے رکابی و برتن وغیرہ کو صاف کیا جائے اور پھر انگلی کو چاٹا جائے۔ لفظ ''ایة'' تاءِ تانیث کے ساتھ منقول ہے اس لئے ترجمہ ''انگلی یا نوالہ'' کیا گیا ہے۔ لیکن بعض نسخوں میں یہ لفظ ''ہ'' (یعنی مذکر) ضمیر کے ساتھ ہے۔ اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ (تم نہیں جانتے کہ) کس کھانے میں برکت ہے (آیا اس کھانے میں جو کھا چکے ہو یا اس کھانے میں جو چاٹو گے) اس کی تائید آگے آنے والی حدیث کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے کہ **فانه لا يدرى فى اى طعام تكون البركة** اس سے معلوم ہوا کہ اصل میں سُنت انگلیوں کو چاٹنا ہے اور اس چیز کو صاف کرنا ہے جو انگلیوں کو لگی ہے نہ کہ محض انگلیوں کو مبالغہ منہ میں داخل کرنا۔

(٨) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَمْسَحْ يَدَهٗ حَتّٰى يَلْعَقَهَا (صحيح البخاری و صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم میں سے ایک کھانا کھائے اپنا ہاتھ نہ پونچھے جب تک خود اس کو نہ چاٹ لے یا کسی کو نہ چٹوا دے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''چٹوا نہ دے'' کا مطلب یہ ہے کہ اگر انگلیوں کو خود نہ چاٹے تو ان لوگوں میں سے کسی کو چٹوا دے جو اس سے گھن اور کراہت محسوس نہ کریں جیسے بیوی' بچے' لونڈی اور خادم و غلام وغیرہ' کیونکہ ان کو اپنے طبعی تعلق و محبت کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ اس سے کوئی گھن اور کراہت محسوس نہیں ہوتی' بلکہ ایک خاص قسم کی لذت محسوس کرتے ہیں' انہیں کے حکم میں شاگرد اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اس کو حصول سعادت سمجھتے ہوں۔

کھاتے وقت کوئی لقمہ گر جائے تو اس کو صاف کر لینا چاہئے

(۹) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ اَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَأْنِهٖ حَتّٰى يَحْضُرَهٗ عِنْدَ طَعَامِهٖ فَاِذَا سَقَطَتْ مِنْ اَحَدِكُمُ اللُّقْمَةُ فَلْيُمِطْ مَاكَانَ بِهَا مِنْ اَذًى ثُمَّ لِيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ فَاِذَا فَرَغَ فَلْيَلْعَقْ اَصَابِعَهٗ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ فِيْ اَيِّ طَعَامِهٖ يَكُوْنُ الْبَرَكَةُ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان ایک تمہارے کے پاس اس کے ہر کام کے وقت حاضر ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے کھانے کے وقت بھی حاضر ہوتا ہے جس وقت تم میں سے کسی ایک کا لقمہ گر پڑے اس پر جو مٹی وغیرہ لگی ہے اس کو دور کر دے اور اس کو کھا لے اور اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے جس وقت فارغ ہو اپنی انگلیوں کو چاٹ لے وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''اس کو صاف کر کے کھالے'' لیکن اگر وہ لقمہ کسی نجاست و گندگی پر گرا ہو تو اس کو دھو کر کھالے بشرطیکہ اس کو دھونا ممکن ہو یا طبیعت اس پر آمادہ ہو اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر اس کو کتے یا بلی وغیرہ کو کھلا دے۔

''اس کو شیطان کیلئے نہ چھوڑے'' یہ یا تو حقیقت پر محمول ہے کہ وہ واقعۃً کھاتا ہے یا یہ کنایہ ہے اس لقمہ کو ضائع کرنے اور اس کو حقیر جاننے سے نیز اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ایسا کرنا (یعنی اس گرے ہوئے لقمہ کو حقیر و کمتر جان کر نہ اٹھانا) دراصل متکبر لوگوں کی مشابہت اور ان کی عادت کو اختیار کرنا ہے کیونکہ وہ (متکبر لوگ) گرے ہوئے لقمہ کو اٹھا کر کھانا عار سمجھتے ہیں اور یہ ساری چیزیں (یعنی اس لقمہ کو ضائع کرنا اور اس کو حقیر جاننا اور متکبر لوگوں کی عادت اختیار کرنا) شیطانی افعال میں سے ہیں۔ ''نیز جب کھانا کھا چکے تو الخ'' یہ اگر چہ ایک علیحدہ حکم ہے۔ مگر حقیقت میں پہلے حکم سے حاصل ہونے والے مفہوم ''تکبر کو ترک کرنے اور تواضع و انکساری کو اختیار کرنے'' کو مؤکد کرنے کے لئے ہے کہ کھانا کھا چکنے کے بعد ہاتھ کو دھونے سے پہلے انگلیوں کو چاٹ لیا جائے تاکہ اللہ کے رزق کے تئیں اپنے کامل احتیاج اور تواضع و انکساری کا اظہار ہو اور تکبر و نخوت کا کوئی شائبہ نہ پایا جائے۔

ٹیک لگا کر کھانا کھانے کی ممانعت

(۱۰) وَعَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اٰكُلُ مُتَّكِئًا (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

منبر و چوکی پر کھانا رکھ کر کھانے کا مسئلہ

(۱۱) وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا اَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خِوَانٍ وَلَا فِيْ سُكُرُّجَةٍ وَلَا خُبِزَلَهٗ مُرَقَّقٌ قِيْلَ لِقَتَادَةَ عَلٰى مَايَاْكُلُوْنَ قَالَ عَلَى السُّفَرِ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت قتادہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خوان پر اور طشتری میں لگا کر کھانا نہیں کھایا نہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چپاتی پکائی گئی۔ قتادہ کیلئے کہا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز پر کھانا کھاتے تھے کہا دسترخوانوں پر۔ (بخاری)

تشریح: ''خِوان'' یا ''خُوان'' کے معنی دسترخوان کے ہیں لیکن خوان سے مراد چوکی یا میز ہے جس پر کھانا رکھ کر کھایا جائے تاکہ کھانے میں جھکنا نہ پڑے چنانچہ یہ مالدار، عیش پسند، متکبر اور غیر اسلامی تہذیب کے حامل لوگوں کا شیوہ ہے کہ وہ میز پر یا چوکی پر کھانا رکھ کر کھاتے ہیں اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اس طریقہ سے کھانا پسند نہیں فرمایا۔

''سُكُرُّجَة'' یا جیسا کہ بعض حضرات نے سکرجۃ کو زیادہ فصیح کہا ہے کے معنی چھوٹی پیالی یا طشتری کے ہیں جس میں دسترخوان پر چٹنی اچار اور

جوارش ومربہ وغیرہ رکھا جاتا ہے' اس غرض سے کہ کھانے کے ساتھ اس کو کھاتے جائیں تاکہ بھوک بڑھے' کھانے کی طرف رغبت زیادہ ہو اور جو کچھ کھایا جائے' ہضم ہو' چنانچہ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کوئی طشتری یا پیالی نہیں ہوتی تھی جیسا کہ عام طور پر مالدار عیش پسند اور متکبر لوگوں کے دسترخوان پر ایسی طشتریاں رکھنے کا رواج ہے۔ ''اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چپاتی پکائی گئی'' کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو کبھی خاص طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چپاتی پکائی گئی اور نہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چپاتی کھائی' خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پکائی گئی ہو یا دوسرں کے لئے پکائی گئی ہو' جیسا کہ دوسری حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی چپاتی نہیں کھائی! حضرت شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں اس موقع پر جو قول نقل کیا ہے اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چپاتی پکائی گئی تھی لیکن اگر کوئی شخص اپنے لئے چپاتی پکاتا یا پکواتا اور پھر وہ چپاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو تناول فرما لیتے تھے۔ اس کو کھانے سے انکار نہیں فرماتے تھے! مگر یہ قول آگے آنے والی حدیث کے منافی ہے' جو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے۔ حدیث میں چپاتی کے علاوہ دو چیزوں کی نفی بیان کی گئی ہے' ایک تو خوان پر کھانے کی اور دوسری طشتری میں کھانے کی' ان دونوں میں سے طشتری میں کھانے کی نفی کے بیان کے وقت کسی سوال کا کوئی موقع نہ تھا' کیونکہ اس کی نفی مطلق ہے' جبکہ خوان پر کھانے کی نفی کے بیان کے وقت سوال کا موقع تھا کہ پھر کھانا کس چیز پر رکھ کر کھاتے تھے آیا خوان کے علاوہ کوئی اور چیز تھی جس پر کھانا رکھا جاتا تھا یا کوئی بھی چیز نہیں ہوتی تھی' چنانچہ یہ سوال کیا گیا' اور حضرت قتادہؒ نے جواب دیا کہ دسترخوان پر۔ چنانچہ مسنون طریقہ یہی ہے کہ کھانے والا جہاں بھی بیٹھے وہاں دسترخوان بچھا کر اس پر کھانا رکھ کر کھائے۔

''وہ کس چیز پر کھانا کھاتے تھے'' سے سائل کی مراد صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں سوال کرنا حقیقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معلوم کرنا تھا۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم اصل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی کے پیرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر عامل تھے۔ اس لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں سوال کرنا حقیقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوال کرنا تھا' یا یہ بھی صحیح ہے کہ یاکلون کی ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم دونوں کی طرف راجع کی جائے۔ روایت کے آخری جز سے ثابت ہوا کہ دسترخوان پر کھانا رکھ کر کھانا سُنت ہے اور خالص اسلامی تہذیب ہے' جبکہ خوان (یعنی میز یا چوکی وغیرہ پر) کھانا رکھ کر کھانا بدعت اور تکلفات محض میں سے ہے' ہاں اگر میز و چوکی پر کھانے کی صورت میں کسی تکبر و نخوت کی نیت کارفرما نہ ہو' تو پھر مجبوری کے تحت میز و چوکی پر کھانا رکھ کر کھانا بھی جائز ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چپاتی دیکھی بھی نہیں

(۱۲) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا اَعْلَمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَغِيْفًا مُرَقَّقًا حَتّٰى لَحِقَ بِاللّٰهِ وَلَا رَاٰى شَاةً سَمِيْطًا بِعَيْنِهٖ قَطُّ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چپاتی دیکھی ہو یہاں تک کہ اللہ سے جا ملے۔ نہ کبھی آپ نے اپنی آنکھ سے سالم پختہ کی ہوئی بکری دیکھی۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''رای'' جب یہ چیزیں دیکھی نہیں تو کھانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ''شاۃ سمیطاً'' اس زمانہ میں چین کے لوگوں میں اس طرح رواج تھا کہ بکری کی کھال سے بال ہٹا کر کھال کے ساتھ بکری کو گرم پانی کی بھاپ اور بھڑ اس پر رکھتے تھے یہ چائنیز کھانا چین کے لوگ بناتے تھے اس کے بعد عام عیاش پرستوں نے اس کو اپنا لیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا بھی نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میدہ کی تیار کی ہوئی کوئی چیز نہیں کھائی

(۱۳) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَارَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ مِنْ حِيْنَ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ

وَقَالَ مَارَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْخُلًا مِنْ حِيْنَ انْبَعَثَهُ اللّٰهُ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ قِيْلَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَاكُلُوْنَ الشَّعِيْرَ غَيْرَ مَنْخُوْلٍ قَالَ كُنَّا نَطْحَنُهُ وَنَنْفُخُهُ فَيَطِيْرُ مَا طَارَ وَمَابَقِيَ ثَرَّيْنَا فَا كَلْنَاهُ. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا وفات پانے تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدہ نہیں دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا فوت ہونے تک چھلنی کو نہیں دیکھا کہا تم جو کس طرح کھاتے تھے۔ جو بن چھنے ہوتے۔ کہا ہم پیستے تھے اور پھونک مارتے جس قدر بھوسی اڑ جاتی جو باقی رہتا اس کو گوندھ لیتے اور پکا کر کھا لیتے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "النقی" سفید میدہ کے آٹے کو نقی کہتے ہیں اس کی روٹی مراد ہے" المنخل " آٹے کی چھان کو منخل کہتے ہیں اس سے چھنے ہوئے آٹے کو منخل اور متخول کہتے ہیں۔ "الشعیر" یعنی جو کے آٹے میں تو بہت چھلکے ہوتے ہیں وہ کانٹوں کی طرح ہوتے ہیں چھنے بغیر وہ کیسے کھاتے تھے؟ فرمایا پھونک مارتے جو بڑے چھلکے ہوتے وہ اڑ جاتے باقی کو پانی میں بھگو کر پکاتے اور کھاتے تھے" ثرینا " بھگونا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کھانے کو برا نہیں کہتے تھے

(۱۴) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَاعَابَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًاقَطُّ اِنِ اشْتَهَاهُ اَكَلَهُ وَاِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا اگر آپ کو خواہش ہوتی کھا لیتے اگر ناپسند سمجھتے اس کو چھوڑ دیتے۔ (متفق علیہ)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ کھانے کی چیزوں کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ ہوتی' اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رغبت کے ساتھ کھا لیتے' اور جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغوب و پسندیدہ نہ ہوتی تھی' اس کو نہیں کھاتے تھے' یہ نہیں تھا کہ جو چیز پسندیدہ نہ ہوتی اس کو برا کہتے اس میں عیب نکالتے۔

مومن ایک آنت سے اور کافر سات آنتوں سے کھاتا ہے

(۱۵) وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلًا كَانَ يَاكُلُ اَكْلًا كَثِيْرًا فَاَسْلَمَ وَكَانَ يَاكُلُ قَلِيْلًا فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يَاكُلُ فِيْ مِعًا وَاحِدٍ اِنَّ الْكَافِرَ يَاكُلُ فِيْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوٰى مُسْلِمٌ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى وَابْنِ عُمَرَ الْمُسْنَدَ مِنْهُ فَقَطْ وَفِيْ اُخْرٰى لَهُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَافَهُ ضَيْفٌ وَهُوَ كَافِرٌ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ حِلَابَهَا ثُمَّ اُخْرٰى فَشَرِبَهُ اُخْرٰى فَشَرِبَهُ ثُمَّ اُخْرٰى فَشَرِبَهُ حَتّٰى شَرِبَ حِلَابَ سَبْعِ شِيَاهٍ ثُمَّ اِنَّهُ اَصْبَحَ فَاَسْلَمَ فَاَمَرَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ حِلَابَهَا ثُمَّ اَمَرَ بِاُخْرٰى فَلَمْ يَسْتَتِمَّهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ يَشْرَبُ فِيْ مِعًا وَاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَشْرَبُ فِيْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک آدمی بہت کھایا کرتا تھا وہ اسلام لے آیا اس کے بعد تھوڑا کھانا کھاتا تھا اس کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا آپ نے فرمایا مومن ایک انتڑی میں کھاتا ہے اور کافر سات انتڑیوں میں کھاتا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔ مسلم نے ابو موسیٰ اور ابن عمر سے مسند روایت کیا ہے ایک دوسری روایت میں ابو ہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ضیافت کی جبکہ وہ کافر تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری دوہنے کا حکم دیا اس کو دوہا گیا اس نے اس کا دودھ پی لیا۔ پھر دوسری دوہی گئی اس کا دودھ بھی پی گیا پھر تیسری دوہی گئی۔ پس وہ بھی پی گیا۔ یہاں تک کہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ پھر اس نے صبح کی اور اسلام لے آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری دوہنے کا حکم دیا پھر دوسری بکری دہنے کا حکم دیا اس کا

دودھ بھی پورا نہ پی سکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن ایک انتڑی میں پیتا ہے اور کافر سات انتڑیوں میں کھاتا ہے۔

تشریح: "فی سبعة امعاء" یعنی کافر سات آنتوں کے ساتھ کھاتا ہے گویا کافر کے کھانے کی سات آنتیں ہیں۔

سوال:۔ اس حدیث پر بظاہر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ انسان کی حیثیت سے تمام انسان ایک جیسے ہیں پھر یہ کہنا کس طرح صحیح ہوگا کہ کافر کی آنتیں سات ہیں اور مؤمن کی ایک آنت ہے؟ مشاہدہ بھی اس کے خلاف ہے۔

جواب:۔ اس سوال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں علامہ نووی نے سات جوابات دیئے ہیں علامہ طیبی نے بھی جواب دینے کی کوشش کی ہے اور قاضی عیاض مالکیؒ نے بھی جواب دیا ہے ملا علی قاریؒ نے ان تمام اقوال اور جوابات کو نقل کیا ہے لیکن جو واضح جواب ہے اور سب نے اس کے نقل کرنے پر اتفاق بھی کیا ہے وہ قاضی عیاض کا جواب ہے فرماتے ہیں کہ مؤمن کھانے پینے میں زیادہ حرص و لالچ نہیں کرتا اس لئے اس کے کھانے پینے میں برکت آجاتی ہے اور اس کا پیٹ قلیل کھانے سے بھر جاتا ہے لیکن کافر کھانے پینے میں انتہائی حریص اور لالچی ہوتا ہے اس کا مطمح نظر ہی جانوروں کی طرح کھانا پینا ہوتا ہے تو ان دونوں کے درمیان حرص اور عدم حرص کی وجہ سے کھانے پینے کے معاملہ میں اتنا تفاوت ہے گویا ایک اور سات آنتوں کا تفاوت ہے مؤمن ایک آنت کی مقدار کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں کی مقدار کھاتا ہے گویا یہ ایک تمثیل ہے علامہ طیبی کے کلام کا خلاصہ بھی تقریباً اسی طرح ہے۔ تمام اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ کامل مؤمن کی شان زہد و قناعت اور ترک دنیا ہے تو وہ قوت لا یموت پر صابر رہتا ہے اور کافر کا معاملہ اس کے برعکس ہے اب یہ ضروری نہیں کہ ہر مؤمن کی شان زہد و قناعت ہو، ہوسکتا ہے کہ بعض مؤمن کافر سے بھی زیادہ حرص رکھتا ہو اور زیادہ کھاتا ہو، مگر وہ اپنی مؤمنانہ شان سے گر گیا ہے لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں آئے گا۔

تھوڑے کھانے میں بھی دوسروں کو شریک کر لینا بہتر ہے

(۱۶) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْاَرْبَعَةِ (بخاری)

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لیے کافی ہے اور تین کا کھانا چار کے لیے کافی ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو کھانا دو آدمیوں کو سیر کر دیتا ہے وہ تین آدمیوں کو بھی سیر کر دیتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس کھانے کو دو آدمی سیر ہو کر کھاتے ہیں۔ وہ تین آدمیوں کیلئے بطور قناعت کافی ہو جاتا ہے کہ وہ تینوں کی بھوک ختم کر دیتا ہے ان کو عبادت و طاعت کی طاقت و قوت عطا کر دیتا ہے اور ان کے ضعف کو دور کر دیتا ہے اس پر مابعد کی عبارت "تین آدمیوں کا کھانا چار کو کافی ہوتا ہے" کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ اصل میں حدیث کی غرض اس طرف متوجہ کرنا ہے کہ اگر تمہیں اتنا کھانا میسر ہو جو تمہارا پیٹ پوری طرح بھر سکتا ہے تو اس کو محض اپنے پیٹ بھرنے میں صرف نہ کرو۔ بلکہ درجہ قناعت اختیار کر کے اس میں سے اتنا ہی کھاؤ جو تمہاری غذائی ضرورت کے بقدر ہو جو تمہاری ضرورت سے زائد ہو۔ اس کو کسی دوسرے محتاج کو کھلا دو۔

(۱۷) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ وَطَعَامُ الْاِثْنَيْنِ يَكْفِي الْاَرْبَعَةَ وَطَعَامُ الْاَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ (رواه صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص کا کھانا دو کے لیے کافی ہے اور دو کا کھانا چار کے لیے کفایت کرتا ہے اور چار کا کھانا آٹھ کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تلبینہ بیمار کے لئے بہترین چیز ہے

(۱۸) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ التَّلْبِيْنَةُ مُجِمَّةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيْضِ

تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے تلبینہ دل کے مریض کے لیے راحت بخشا ہے اور بعض غم دور کر دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: تلبینہ اس حریرے کو کہتے ہیں' جو آٹے اور دودھ سے بنایا جاتا ہے' کبھی اس میں شہد بھی ملا دیتے ہیں' چونکہ اس حریرہ کا خاص جز دودھ ہوتا ہے اور دودھ کی طرح سفید بھی ہوتا ہے اس لئے اس کو تلبینہ کہتے ہیں "لبن" (دودھ) سے مشتق ہے۔

(۱۹) وعن انسٍ اَنَّ خَيَّاطًا دَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهٗ فَذَهَبْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَّبَ خُبْزَ شَعِيْرٍ وَمَرَقًا فِيْهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيْدٌ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّآءَ مِنْ حَوَالِي الْقَصْعَةِ فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّآءَ بَعْدَ يَوْمَئِذٍ .(صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک درزی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا میں آپ کے ساتھ گیا اس نے جو کی روٹی اور شوربا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کیا جس میں کدو اور خشک گوشت کے ٹکڑے تھے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا پیالے کے کنارے سے کدو تلاش کرتے تھے۔ میں اس روز کے بعد ہمیشہ کدو پسند کرتا رہا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "خیاطاً" درزی کو کہتے ہیں اس خوش قسمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی شوربے میں خشک گوشت کے ٹکڑے تھے اور کدو کے پارچے تھے "قدید" خشک گوشت کے ٹکڑوں کو کہتے ہیں کدو اور لوکی اور ٹینڈہ سب ایک ہی مزاج کی سبزی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غریبوں کی دعوت قبول کرنا مسنون طریقہ ہے اور اپنے خادم کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانا چاہیے اور برتن کے اندر مختلف چیزیں ہوں تو اس کا انتخاب کرنا اور لینا جائز ہے' بشرطیکہ شرکاء پر گراں نہ ہو۔

چھری کانٹے سے کھانے کا مسئلہ

(۲۰) وَعَنْ عُمْرِوبْنِ اُمَيَّةَ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فِيْ يَدِهٖ فَدُعِيَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَلْقَاهَا وَالسِّكِّيْنَ الَّتِيْ يَحْتَزُّ بِهَا ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ .(صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت عمرو بن امیہ سے روایت ہے کہا اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ کے ہاتھ میں بکری کا شانہ ہے اس سے گوشت کاٹ کر کھاتے ہیں آپ کو نماز کے لیے بلایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شانہ اور چھری کو جس سے گوشت کاٹ رہے تھے رکھ دیا پھر کھڑے ہوئے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "یحتز" ای یقطع' چھری کے ساتھ کاٹنے کو کہتے ہیں اگر گوشت سخت ہو تو اس کو چھری سے کاٹنا بہتر ہے لیکن اگر گوشت نرم ہو تو اس کو چھری سے کاٹنا مناسب نہیں بلکہ اعاجم کا ناپسندیدہ طریقہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل حق جب نماز کی اذان سنتے ہیں تو فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو لازم نہیں آتا ہے جس طرح کہ بعض حضرات کا خیال ہے۔

(۲۱) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوَآءَ وَالْعَسَلَ (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میٹھی چیز اور شہد پسند فرماتے تھے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "الحلواء" حلواء سے مراد مطلق میٹھی چیز ہے اس کے بعد العسل کا ذکر تخصیص بعد تعمیم ہے اور اگر حلواء سے معروف حلوہ مراد ہو تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے البتہ خاص کرنا محل نظر ہے بدعتی لوگ حلوہ کی بہت تعریف کرتے ہیں حدیث میں میٹھی چیز مراد ہے۔ عالیشان طبائع کے لوگ میٹھی چیز کو پسند کرتے ہیں مٹھاس جگر کی غذا ہے اور خوشبو دل کی غذا ہے۔

سرکہ ایک بہترین سالن ہے

(۲۲) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَاَلَ اَھْلَہُ الْاُدُمَ فَقَالُوْا مَا عِنْدَنَا اِلَّا خَلٌّ فَدَعَابِہٖ فَجَعَلَ یَاْ کُلُ بِہٖ وَیَقُوْلُ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں سے سالن مانگا۔ انہوں نے کہا ہمارے پاس سرکہ کے سوا کوئی چیز نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منگوایا اس کے ساتھ روٹی کھانے لگے اور فرماتے تھے بہترین سالن سرکہ ہے بہترین سالن سرکہ ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

کھنبی کی فضیلت وخاصیت

(۲۳) وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ زَیْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْکُمَاۃُ مِنَ الْمَنِّ وَ مَا ؤُھَا شِفَاءٌ لِلْعَیْنِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ مِنَ الْمَنِّ الَّذِیْ اَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ.

ترجمہ: حضرت سعید بن زید سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھنبی من کی جنس سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفا ہے (متفق علیہ) مسلم کی ایک روایت میں من کی اسی جنس سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا۔

تشریح: "الکماۃ" اس کی جمع اکموٴ ہے زمین اور پہاڑ میں بوسیدہ لکڑیوں اور بعض درختوں کی جڑوں کے پاس یہ نبات پیدا ہوتا ہے اس کی کئی اقسام ہیں ہمارے ہاں دو مشہور ہیں اس کو اردو میں کھنبی اور ہماری زبان میں خرڑی کہتے ہیں یہ موسم برسات میں ہوتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آنکھوں کیلئے شفاء ہے اس کو شحم الارض بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ چربی کی مانند ایک زمینی نبات ہے دودھ میں یا پانی میں پکاتے ہیں یہ عمدہ گوشت کی طرح لذیذ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایک نعمت ہے جس طرح بنی اسرائیل کو صحراء میں بطور نعمت من وسلوا عطاء کیا گیا۔ آنحضرت نے اس کا ایک فائدہ یہ بتایا کہ اس کے پانی کو اگر نچوڑ لیا جائے اور رات کو ایک ایک قطرہ آنکھ میں ڈالا جائے تو نظر ٹھیک ہو جاتی ہے۔

ککڑی اور کھجور کو ملا کر کھانے کا ذکر

(۲۴) وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْ کُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ککڑی کھجور کیساتھ کھا رہے ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح: "رطب" تر کھجور کو کہتے ہیں اور القثاء ککڑی کو کہتے ہیں جس کے لمبے لمبے پھل ہوتے ہیں گویا سانپ ہیں کھجور گرم ہوتی ہیں اور ککڑی ٹھنڈی ہوتی ہے اس طرح دونوں کو ملا کر اعتدال پیدا ہو جاتا ہے۔

پیلو کے پھل کی فضیلت

(۲۵) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَرِّ الظَّھْرَانِ نَجْنِی الْکِبَاثَ فَقَالَ عَلَیْکُمْ بِالْاَسْوَدِ مِنْہُ فَاِنَّہٗ اَطْیَبُ فَقِیْلَ اَکُنْتَ تَرْعَی الْغَنَمَ قَالَ نَعَمْ وَھَلْ مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا رَعَاھَا (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مر الظہران میں تھے ہم پیلو چنتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سیاہ رنگ کی پیلو کو لازم پکڑو کیونکہ وہ بہت اچھی ہے کہا گیا کیا آپ بکریاں چراتے رہے ہیں آپ نے فرمایا ہاں اور کوئی نبی نہیں مگر اس نے بکریاں چرائی ہیں۔ (متفق علیہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح بیٹھ کر کھاتے تھے

(۲۶) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْعِيًا يَاكُلُ تَمْرًا وَفِيْ رِوَايَةٍ يَاكُلُ مِنْهُ اَكْلاً ذَرِيْعًا (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اکڑوں بیٹھے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجوریں کھا رہے ہیں ایک روایت میں ہے کہ آپ جلد جلد کھجوریں کھا رہے ہیں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "بہیئت اقعاء" سے مراد بیٹھنے کی وہ صورت ہے، جس میں دونوں سرین زمین پر رکھے جائیں اور دونوں زانو کھڑے کر لئے جائیں۔ کھجوروں کو جلدی جلدی کھانے کا سبب یہ تھا کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی کام درپیش ہوگا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کو جلدی جلدی کھایا تاکہ اس سے فارغ ہو کر اس کام میں مشغول ہو جائیں۔

کئی آدمی ہوں تو دو دو کھجوریں ساتھ ساتھ نہ کھاؤ

(۲۷) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّقْرِنَ الرَّجُلُ بَيْنَ التَّمْرَتَيْنِ حَتّٰى يَسْتَاْذِنَ اَصْحَابَهٗ (صحيح البخاری و صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے کہ آدمی دو کھجوریں جمع کر کے کھائے یہاں تک کہ اپنے ساتھیوں سے اجازت لے۔ (متفق علیہ)

تشریح: سیوطیؒ کہتے ہیں کہ اس ممانعت کا تعلق اس وقت سے تھا، جبکہ مسلمان فقر و افلاس اور تنگی معاش میں مبتلا تھے، لیکن جب انہیں خدا نے معاش میں وسعت و فراخی اور خوشحالی عطاء فرمائی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے ذریعہ ممانعت منسوخ ہوگئی کہ "میں تمہیں کھجوروں کو جمع کرنے سے (یعنی ایک سے زائد کھجوروں کو ایک ساتھ کھانے سے) منع کرتا تھا، مگر اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق کی وسعت و فراخی عطاء فرمائی ہے تو جمع کرو یعنی اگر تم اب ایک سے زائد کھجوریں ایک ساتھ کھاؤ تو یہ حرام یا مکروہ نہیں ہوگا۔" لیکن اس سلسلے میں زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر چند لوگ کسی بھی کھانے کی چیز اپنی غذائی ضرورت میں صرف کرنے کا مشترکہ طور پر یکساں حق رکھتے ہوں اور ان کی طرف سے اس چیز کو خرچ سے مقررہ مقدار سے زیادہ کھانے پر پابندی) نہ ہو تو اس صورت میں بھی مروت و ادب کا تقاضا بہرحال یہی ہوگا کہ ایسا نہ کیا جائے (یعنی دوسرے ساتھیوں سے زیادہ کھانے مقررہ مقدار سے تجاوز کرنے کی کوشش نہ کی جائے کہ یہ کھانے کے آداب کے بھی منافی ہے اور مروت کے بھی خلاف ہے، ہاں اگر تمام ساتھی ایسا کرنے کی صریح اجازت دے دیں یا کوئی ایسی چیز ہو جو ان کی طرف سے اجازت پر دلالت کرے تو کوئی مضائقہ نہیں، لہٰذا سابقہ ممانعت کا تعلق دونوں صورتوں (یعنی حالت فقر و افلاس اور شرکت) سے ہوگا اور اباحت و استثناء کا تعلق شرکت کے علاوہ دوسری صورت سے ہوگا۔

کھجور کی فضیلت

(۲۸) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَجُوْعُ اَهْلُ بَيْتٍ عِنْدَهُمُ التَّمْرُ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَا عَائِشَةُ بَيْتٌ لَا تَمْرَ فِيْهِ جِيَاعٌ اَهْلُهٗ قَالَهَا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ گھر والے بھوکے نہیں ہیں جن کے پاس کھجوریں ہیں۔ ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ و نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا جس گھر میں کھجوریں نہیں ہیں اس کے اہل بھوکے ہیں دو مرتبہ یا تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: بعض علماء نے وضاحت کی ہے کہ "اس گھر کے رہنے والوں" سے مراد اہل مدینہ اور وہ لوگ ہیں جن کی غذا کھجور ہے۔ نوویؒ

نے کہا ہے کہ اس حدیث میں درحقیقت کھجوروں کی فضیلت واہمیت کا بیان ہے اور اس کے ذریعہ اپنے گھر والوں کی غذائی ضروریات کے لئے کھجوروں کا ذخیرہ کرنے کے جواز کا اظہار اور اس کی ترغیب دینا مقصود ہے۔

عجوہ کھجور کی تاثیر

(۲۹) وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَصَبَّحَ بِسَبْعِ تُمَرَاتٍ عَجْوَةٍ لَمْ يَضُرُّهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ سَمٌّ وَلَا سِحْرٌ (صحيح البخاری و صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت سعد سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو شخص صبح کے وقت سات عمدہ کھجوریں کھالے اس روز اس کو زہر اور جادو ضرر نہیں پہنچائے گا۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''عجوہ'' مدینہ کی کھجوروں میں سے ایک قسم ہے جو صیحانی سے بڑی اور مائل بہ سیاہی ہوتی ہے یہ قسم مدینہ کی کھجوروں میں سب سے عمدہ اور اعلیٰ ہے کہا جاتا ہے کہ اس کھجور کا اصل درخت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا۔

''زہر'' سے مراد وہی زہر ہے جو مشہور ہے (یعنی وہ چیز جس کو کھانے سے آدمی مرجاتا ہے) یا سانپ بچھو اور ان جیسے دوسرے زہریلے جانوروں کا زہر بھی مراد ہوسکتا ہے مذکورہ خاصیت (یعنی دافع سحر وزہر ہونا) اس کھجور میں حق تعالیٰ کی طرف سے پیدا کی گئی ہے جیسا کہ قدرت نے از قسم نباتات دوسری چیزوں (جڑی بوٹیوں وغیرہ) میں مختلف اقسام کی خاصیتیں رکھی ہیں اور یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم ہوئی ہوگی کہ کھجور میں یہ خاصیت ہے یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے اس کھجور میں یہ خاصیت ہے۔ جہاں تک سات کے عدد کی تخصیص کا سوال ہے تو اس کی وجہ شارع کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں بلکہ اس کا علم توقیفی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت پر موقوف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہی کا عدد فرمایا اور سننے والوں نے اسی کو نقل کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تخصیص کی وجہ بیان فرمائی اور نہ سننے والوں نے دریافت کیا جیسا کہ رکعات وغیرہ کے اعداد کا مسئلہ ہے۔

(۳۰) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِيْ عَجْوَةِ الْعَالِيَةِ شِفَاءً وَاِنَّهَا تِرْيَاقٌ اَوَّلَ الْبُكْرَةِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مقام عالیہ کی عمدہ کھجوریں شفا ہیں اور شروع دن میں کھانا تریاق کی خصوصیت رکھتی ہیں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: مدینہ منورہ کے اطراف میں قبا کی جانب جو علاقہ بلندی پر واقع ہے وہ عالیہ یا عوالی کہلاتا ہے اسی مناسبت سے ان اطراف میں جتنے گاؤں اور دیہات ہیں ان سب کو عالیہ یا عوالی کہتے ہیں اسی سمت نجد کا علاقہ ہے اور اس کے مقابل سمت میں جو علاقہ ہے وہ نشیبی ہے اور اس کو سافلہ کہا جاتا تھا۔ اس سمت میں تہامہ کا علاقہ ہے۔ اس زمانہ میں عالیہ یا عوالی کا سب سے نزدیک والا گاؤں مدینہ سے تین یا چار میل اور سب سے زیادہ دور والا گاؤں سات سے آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ ''عالیہ کی عجوہ میں شفا ہے'' کا مطلب یا تو یہ ہے کہ دوسری جگہوں کی عجوہ کھجوروں کی بہ نسبت عالیہ کی عجوہ کھجوروں میں زیادہ شفاء ہے یا اس سے حدیث سابق کے مطلق مفہوم کی تقیید مراد ہے یعنی پچھلی حدیث میں مطلق عجوہ کھجور کی جو تاثیر وخاصیت بیان کی گئی ہے اس کو اس حدیث کے ذریعہ واضح فرمادیا گیا ہے کہ مذکورہ تاثیر وخاصیت عالیہ کی عجوہ کھجوروں میں ہوتی ہے۔

تریاق: ت کے پیش اور زیر دونوں کے ساتھ وہ مشہور دوا ہے جو دافع اور زہر وغیرہ ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنگیٔ معاش

(۳۱) وَعَنْهَا قَالَ كَانَ يَاْتِيْ عَلَيْنَا الشَّهْرُ مَانُوْقِدُ فِيْهِ نَارًا اِنَّمَا هُوَ التَّمْرُ وَالْمَآءُ اِلَّا اَنْ يُّؤْتٰى بِاللُّحَيْمِ (بخاری)

ترجمہ: اسی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا کبھی ایک مہینہ ہم پر ایسا آتا تھا کہ ہم اس میں آگ نہیں جلاتے تھے۔ ہمارا کھانا صرف کھجوریں اور پانی ہوتا تھا مگر یہ کہ کہیں سے تھوڑا بہت گوشت آجاتا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "الا یہ کہ کہیں سے تھوڑا سا گوشت آجاتا تھا" کا مطلب یہ ہے کہ تنگی معاش کے اس عرصہ میں ہم صرف کھجوریں کھا کھا کر اور پانی پی پی کر گزر کر لیا کرتے تھے' یا اگر کوئی شخص تھوڑا بہت گوشت بھیج دیا کرتا تھا تو اس کو کھا لیتے تھے۔ یا یہ مطلب ہے کہ گھر میں خوراک کا کوئی سامان نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی' ہاں اگر کہیں سے کچھ گوشت آجاتا تو اس کو پکانے کے لئے آگ جلا لیا کرتے تھے۔

(۳۲) وَعَنْهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ يَوْمَيْنِ مِنْ خُبْزِ بُرٍّ اِلَّا وَاَحَدُهُمَا تَمْرٌ (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے پے در پے دو دن گندم کی روٹی نہیں کھائی مگر ایک دن کھجوریں کھاتے۔ (متفق علیہ)

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال کبھی بھی مسلسل دو دنوں تک گیہوں کی روٹی نہیں کھاتے تھے' جہاں تک گیہوں کی روٹی کی قید لگانے کا سوال ہے تو ہو سکتا ہے کہ جو کی روٹی میسر ہو جاتی ہو۔

(۳۳) وَعَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا شَبِعْنَا مِنَ الْاَسْوَدَيْنِ (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور ہم نے دو سیاہ چیزوں سے سیر ہو کر نہیں کھایا۔ (متفق علیہ)

تشریح: یہ حدیث بھی واضح کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال کس تنگی وسختی کے ساتھ اپنی زندگی گزارتے تھے اور باوجودیکہ اگر آپ چاہتے تو دنیا کی تمام لذات اور ایک خوش حال' با فراغت زندگی گزارنے کے سارے وسائل وذرائع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ہوتے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کمال ایثار واستغناء اور نفس کشی وترک لذات پر عامل رہے۔

اسودین (دو سیاہ چیزوں) میں سے ایک سیاہ چیز کھجور ہے اور دوسری سیاہ چیز پانی! کو سیاہ چیز سے تعبیر کرنا مجاورت ومقارنت کی وجہ سے ہے اور اس طرح کا طرز کلام اہل عرب کے یہاں مستعمل ہے' جیسا کہ ماں اور باپ کو ابوین یا چاند اور سورج کو قمرین کہتے ہیں' اس کو عربی میں "تغلیب" کہتے ہیں۔ تاہم واضح رہے کہ اس ارشاد میں' پانی کا ذکر کھجور کے ضمن وطفیل میں ہے' اصل مقصد کھجور ہی کا ذکر کرنا ہے' کیوں کہ پانی نہ تو پیٹ بھرنے کے مصرف میں آتا ہے اور نہ اس کی کوئی کمی ہی تھی' اس سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے گھر والوں کو غذا کے طور پر کھجوریں بھی اتنی مقدار میں مہیا نہیں ہوتی تھیں جو پیٹ بھرنے کے بقدر ہوں' بلکہ بس اتنی ہی مہیا ہو جاتی تھیں جس سے پیٹ کو سہارا مل جاتا تھا۔

(۳۴) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ اَلَسْتُمْ فِي طَعَامٍ وَّشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ لَقَدْ رَاَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَا بَطْنَهٗ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کیا تم کھانے اور پینے میں عیش وعشرت نہیں کرتے ہو جس طرح چاہتے ہو میں نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناکارہ کھجوریں بھی اس قدر نہیں ملتی تھیں جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیٹ بھر لیتے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: "الدقل" ردی کھجور کو دقل کہتے ہیں' حضرت نعمان بن بشیر نے یہ کلام یا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ سے کیا ہے یا تابعین سے کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس فانی جہاں میں عیش وعشرت کیلئے نہیں آئے تھے اسی وجہ سے آپ نے دنیا کی لذتوں سے اجتناب کیا جو کچھ پاس ہوتا تھا دوسروں پر نثار کرتے تھے اور خود فقر وفاقے برداشت کرتے تھے یہ فقر اختیاری تھا۔

چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ آپ کو صرف کھجور پر گزارہ کرنا پڑتا تھا کوئی اور غذا نہیں ہوتی تھی پھر ایک حدیث میں ہے کہ کھجوریں بھی نہایت قلیل مقدار میں ہوتی تھیں پھر فرمایا کہ وہ قلیل کھجوریں بھی ردی قسم کی ہوتی تھیں آپ نے زہد وقناعت کی زندگی گزار کر امت کو ترک دنیا کی تعلیم وتربیت کا نمونہ دیا۔

لہسن کھانا جائز ہے

(۳۵) وَعَنْ اَبِی اَیُّوْبَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِیَ بِطَعَامٍ اَکَلَ مِنْہُ وَبَعَثَ بِفَضْلِہٖ اِلَیَّ وَاِنَّہٗ اِلَیَّ یَوْمًا بِقَصْعَۃٍ لَمْ یَاْکُلْ مِنْھَا لِاَنَّ فِیْھَا فَسَاَلْتُہٗ اَحَرَامٌ ھُوَ قَالَ لَا وَلٰکِنْ اَکْرَھُہٗ مِنْ اَجْلِ رِیْحِہٖ قَالَ فَاِنِّیْ اَکْرَہُ مَا کَرِھْتَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جس وقت کھانا لایا جاتا اس سے کھا لیتے اور زائد میری طرف بھیج دیتے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف پیالہ بھیج دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کھایا نہیں تھا کیونکہ اس میں لہسن تھا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا وہ حرام ہے فرمایا نہیں میں اس کی بو کی وجہ سے اس کو ناپسند سمجھتا ہوں۔ ایوب نے کہا جس کو آپ ناپسند سمجھتے ہیں میں بھی اس کو ناپسند سمجھتا ہوں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''اتی بطعام'' یمن کے بادشاہ تبع نے مدینہ پر حملہ کیا جس میں اس کا بیٹا مارا گیا اس نے مدینہ منورہ کو ویران کرنے کی قسم کھالی مدینہ کے بعض علماء یہود نے ان سے کہا کہ ایسا نہ کرو کیونکہ یہ نبی آخر الزمان کی ہجرت کی جگہ ہے وہ مکہ سے ہجرت کر کے یہاں آئیں گے بادشاہ نے توبہ کر لیا اور ایک مکان بنا دیا کہ جب وہ نبی مدینہ آئے گا تو اس مکان میں ٹھہرے گا اس نے ایک رقعہ بھی لکھا جن میں چند اشعار تھے دو شعر یہ ہیں۔

شهدت علی احمدانه رسول من الله باری النسم
فلومد عمری الی عمره لکنت وزیراً له وابن عم

حضرت ابوایوب انصاری اسی بادشاہ کے خاندان میں سے تھے اور اتفاق سے اسی مکان میں رہ رہے تھے آنحضرت جب مدینہ تشریف لائے تو ہر انصاری چاہتا تھا کہ آپ میرے گھر میں ٹھہریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اونٹنی کو کھلا چھوڑ دو یہ جہاں بیٹھ گئی میں وہیں ٹھہروں گا۔ چنانچہ اونٹنی آ کر ابوایوب انصاری کے گھر کے سامنے رک گئی انصار مدینہ جب دعوت کرتے تو کھانا پکا کر اس مکان میں لاتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ کھاتے اسی کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے کہ ''اذا اتی بطعام'' یعنی جب طعام لایا جاتا تھا۔

لہسن کی وجہ سے آپ نے کھانا قبول نہ کیا اور ساتھیوں کو کھلا دیا معلوم ہوا کچا لہسن کھانا حرام نہیں ہے البتہ مکروہ ہے۔

لہسن، پیاز کھا کر مسجد و مجالس ذکر وغیرہ میں مت جاؤ

(۳۶) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَکَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا فَلْیَعْتَزِلْنَا اَوْقَالَ فَلْیَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا اَوْ لِیَقْعُدْ فِیْ بَیْتِہٖ وَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِقِدْرٍفِیْہِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُوْلٍ فَوَجَدَ لَھَا رِیْحًا فَقَالَ قَرِّبُوْھَا اِلٰی بَعْضِ اَصْحَابِہٖ وَقَالَ کُلْ فَاِنِّیْ اُنَاجِیْ مَنْ لَّا تُنَاجِیْ (رواہ البخاری و رواہ المسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لہسن یا پیاز کھاوے اس کو چاہیے کہ ہم سے علیحدہ رہے یا فرمایا ہماری مساجد سے دور رہے یا فرمایا کہ اپنے گھر میں بیٹھ رہے۔ اور بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہنڈیا لائی گئی جس میں مختلف قسم کی سبزیاں تھیں آپ نے اس میں بو محسوس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو فلاں صحابی کے پاس لے جاؤ اور فرمایا تو کھالے اس لیے کہ میں جن سے سرگوشی کرتا ہوں تم ان کے ساتھ سرگوشی نہیں کرتے ہو۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''مسجدنا'' راوی کو روایت بیان کرتے ہوئے دو جگہ شک ہو گیا اس لئے ''او'' کو ذکر کیا ہے جو شک کیلئے آتا ہے ہر وہ شخص جس نے کچا پیاز یا لہسن یا مولی یا گندنا یا تمباکو یا نسوار یا پان استعمال کیا ہو اور منہ سے بدبو اٹھ رہی ہو یا ویسے بیماری کی وجہ سے اس کے منہ سے بدبو نکل رہی ہو تو ایسے شخص کیلئے مسجد میں جانا مکروہ ہے جب تک بدبو زائل نہیں ہو جاتی مسجد کے علاوہ عام لوگوں کے مجمعوں میں اختلاط کرنا بھی مکروہ ہے۔

''قربوا'' اور ''کل'' کے الفاظ میں تعارض نہیں الگ الگ مخاطب ہو سکتے ہیں جمع بھی اور مفرد بھی۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہ کھانے کی علت یہ بیان فرمائی کہ میری سرگوشی فرشتوں کے ساتھ ہوتی ہے اس لئے احتیاط کرتا ہوں تمہارا معاملہ ایسا نہیں ہے تم کھالو۔

اشیاء خوراک کو ماپ تول کر لینے دینے اور پکانے کا حکم

(۳۷)وَعَنِ الْمِقْدَامِ ابْنِ مَعْدِيْكَرِبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كِيْلُوْ طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيْهِ (بخاری)

ترجمہ: حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا اپنے کھانے کی چیزوں کو ناپ تول لیا کرو تمہارے لیے اس میں برکت دی جائے گی۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''کیلوا'' کیل سے ہے پیمانہ کرنے کے معنی میں ہے چونکہ جو چیز پیمانہ کی جاتی ہے وہ غلہ ہوتا ہے اور غلہ کھایا جاتا ہے اس لئے اطعمہ میں ذکر کیا ورنہ یہ کتاب البیوع کا مسئلہ ہے وہاں لکھا گیا ہے۔

کھانے کے بعد اللہ کی حمد و ثنا

(۳۸)وَعَنْ اَبِى اُمَامَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رُفِعَ مَائِدَتُهُ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبٰرَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا (رواہ البخاری و رواہ المسلم)

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے جس وقت دسترخوان اٹھایا جاتا فرماتے سب تعریف اللہ کے لیے ہے۔ تعریف بہت پاکیزہ برکت کی گئی اس میں نہ کفایت کیا گیا اور نہ چھوڑا گیا اور نہ ہی اس سے بے پرواہی کی گئی ہے اے ہمارے پروردگار۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''غیر مکفی'' اس لفظ سے لیکر آخر تک سارے جملوں اور پورے کلام کو حمد کی صفت بھی بنایا جا سکتا ہے اور طعام کی صفت بھی بن سکتا ہے دونوں صورتوں میں مطلب میں فرق آئے گا اگر حمد کی صفت ہو تو مطلب اس طرح ہوگا کہ اس حمد کو ہم ہمیشہ اللہ کیلئے قائم و دائم رکھیں گے کسی مرحلہ پر اس کو ہم کافی نہیں سمجھیں گے بلکہ مسلسل جاری رکھیں گے۔ ''ولا مودع'' یعنی اس تعریف کو ہم ترک کر کے نہیں چھوڑیں گے بلکہ مسلسل جاری رکھیں گے۔ ''ولا مستغنی عنہ'' اور نہ ہم اس حمد سے مستغنی ہو سکتے ہیں بلکہ اس کی طرف ہم ہر وقت محتاج ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس حمد کو کسی حد پر نہ کافی سمجھا جائے نہ اس کو ترک کیا جائے اور نہ اس سے بے نیازی برتی جائے اگر ان جملوں کو طعام اور کھانے کی صفت بنائی جائے تو پھر ان جملوں کا مطلب اس طرح ہوگا کہ کھانا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کسی وقت اس کو کافی نہ سمجھا جائے بلکہ ہر وقت اس کی طرف احتیاج رکھنا چاہیے۔ ''ولا مودع'' یعنی نہ اس کی تلاش اور طلب کو ترک کیا جا سکتا ہے اور نہ اس سے استغنا برتی جا سکتی ہے۔

(۳۹) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَّاْكُلَ الْاَكْلَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا اَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَيْ عَائِشَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ وَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْيَا فِيْ بَابِ فَضهلب الْفُقَرَآءِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی ہوتا ہے جو ایک لقمہ کھائے اس پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے یا پانی کا ایک گھونٹ پیئے اس پر اللہ کی تعریف کرے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دو حدیثیں جن کے الفاظ ہیں ماشبع آل محمد اور خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الدنیا ہم باب فضل الفقراء میں بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

الفصل الثانی... بسم اللہ کہہ کر کھانا شروع کرنا کھانے میں برکت کا باعث ہوتا ہے

(۴۰) عَنْ اَبِی اَیُّوْبَ قَالَ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُرِّبَ اِلَیْهِ طَعَامٌ فَلَمْ اَرَ طَعَامًا کَانَ اَعْظَمَ بَرَکَةً مِنْهُ اَوَّلَ مَا اَکَلْنَا وَلَا اَقَلَّ بَرَکَةً فِیْ اٰخِرِهٖ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ هٰذَا قَالَ اِنَّا ذَکَرْنَا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ حِیْنَ اَکَلْنَا ثُمَّ قَعَدَ مَنْ اَکَلَ وَلَمْ یُسَمِّ اللّٰهَ فَاَکَلَ مَعَهُ الشَّیْطَانُ (رواہ فی شرح السنتہ)

ترجمہ: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا لایا گیا۔ہم نے اس سے بڑھ کر برکت والا کھانا نہیں دیکھا جبکہ پہلے پہل ہم نے کھایا اور نہ کم برکت والا آخر وقت میں۔ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ایسا کیوں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ہم نے کھایا ہے ہم نے اللہ کا نام لیا تھا پھر ایسا شخص ہمارے ساتھ آ کر کھانے میں شریک ہو گیا جس نے اللہ کا نام نہیں لیا اس کے ساتھ شیطان کھانے لگا۔روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

کھانے کے درمیان بھی بسم اللہ پڑھی جا سکتی ہے

(۴۱) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَنَسِیَ اَنْ یَذْکُرَ اللّٰهِ عَلٰی طَعَامِهٖ فَلْیَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ (رواہ الترمذی ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت ایک تمہارا کھانا کھائے اور بسم اللہ پڑھنا بھول جائے وہ یہ لفظ کہے **بسم اللہ اولہٗ و آخرہٗ**۔(روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے)

(۴۲) وَعَنْ اُمَیَّةَ ابْنِ مُخْشِیٍّ قَالَ کَانَ رَجُلٌ یَاْکُلُ فَلَمْ یُسَمِّ حَتّٰی لَمْ یَبْقَ مِنْ طَعَامِهٖ اِلَّا لُقْمَةٌ فَلَمَّا رَفَعَهَا اِلٰی فِیْهِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَ اٰخِرَهٗ فَضَحِکَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَازَالَ الشَّیْطَانُ یَاْکُلُ مَعَهٗ فَلَمَّا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰهِ اسْتَقَاءَ مَا فِیْ بَطْنِهٖ (رواہ ابوداود)

ترجمہ: حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک شخص کھانا کھا رہا تھا۔اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی تھی یہاں تک کہ جب کھانے کا ایک لقمہ باقی رہ گیا اس نے اس کو اپنے منہ کی طرف اٹھایا اس نے کہا **بسم اللہ اولہ و آخرہٗ** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے پھر فرمایا شیطان ہمیشہ اس کے ساتھ کھا تا رہا ہے جب اس نے اللہ کا نام لیا جو کچھ اس کے پیٹ میں تھا نکال ڈالا۔(روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

کھانے کے بعد شکر وحمد

(۴۳) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ. (رواہ الترمذی وا ابوداؤدو سنن ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کھانے سے فارغ ہوتے یہ دعا پڑھتے۔سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہم کو کھلایا پلایا اور مسلمانوں سے بنایا۔روایت کیا اس کو ترمذی' ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

(۴۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الطَّاعِمُ الشَّاکِرُ کَالصَّائِمِ الصَّابِرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ الدَّارِمِیُّ عَنْ سِنَانِ بْنِ سَنَّةَ عَنْ اَبِیْهِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا کھا کر شکر ادا کرنے والا صبر کرنے والا روزہ دار کی طرح ہے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور روایت کیا ہے ابن ماجہ اور دارمی نے سنان ابن سنہ عن ابیہ سے۔

تشریح: ادائیگی شکر کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ کہے اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء

کرے اور ''صابر روزہ دار'' ہونے کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو مفسدات صوم سے باز رکھے۔

''صابر روزہ دار کی طرح ہے۔'' یہ تشبیہ اصل ثواب میں ہے کہ دونوں اصل ثواب میں شریک ہیں نہ یہ کہ مقدار میں تشبیہ دینا مراد ہے اس کو مثال کے طور پر یوں سمجھا جائے کہ کہا جاتا ہے ''زید کعمرو'' یعنی زید عمرو کی طرح ہے اس کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ زید بعض خصائل و عادات میں عمرو کے مشابہ ہے نہ کہ وہ تمام خصائل و عادات میں عمرو کے ہم مثل ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ صابر فقیر، شاکر مالدار سے افضل ہے کیونکہ مشبہ بہ مشبہ سے اقویٰ ہوتا ہے۔

(۴۵) وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَلَ اَوْشَرِبَ قَالَ الْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَ وَسَقٰی وَسَوَّغَهٗ وَجَعَلَ لَهٗ مَخْرَجًا (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کھاتے یا پیتے فرماتے سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے کھلایا پلایا اس کو حلق سے اتارا اور اس کے نکلنے کی جگہ بنائی۔ (روایت کیا اسکو ابوداؤد نے)

کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ منہ دھونا کھانے میں برکت کا ذریعہ ہے

(۴۶) وَعَنْ سُلْمَانَ قَالَ قَرَاْتُ فِی التَّوْرَاةِ اِنَّ بَرَکَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوْءِ بَعْدَهٗ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَرَکَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهٗ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ (رواہ الترمذی و ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ کھانے کی برکت کا سبب اس کے بعد وضو کرنا ہے میں نے اس بات کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانے کی برکت کا سبب کھانے سے پہلے اور بعد میں وضو کرنا ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے)

تشریح: ''وضو'' سے مراد کھانے سے پہلے ہاتھوں کو اور کھانے کے بعد دونوں ہاتھوں اور منہ کو دھونا ہے۔ کھانے سے پہلے وضو یعنی ہاتھ دھونا اس کھانے میں برکت کا ذریعہ اس طور پر ہوتا ہے کہ اس (ہاتھ دھونے) کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کھانے میں زیادتی عطاء فرماتا ہے اور کھانے کے بعد وضو کا اس کھانے میں برکت کا ذریعہ ہونا یہ ہے کہ اس کی وجہ سے طبیعت کو سکون حاصل ہوتا ہے اور یہ (یعنی کھانے کے بعد ہاتھ منہ کا دھونا یا ہاتھ منہ دھونے سے طبیعت کو سکون حاصل ہونا) عبادات، اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ میں تقویت و دل جمعی کا سبب ہوتا ہے۔

(۴۷) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَقُدِّمَ اِلَیْهِ طَعَامٌ فَقَالُوْا لَا نَاْتِیْکَ بِوَضُوْءٍ قَالَ اِنَّمَا اُمِرْتُ بِالْوُضُوْءِ اِذَا قُمْتُ اِلَی الصَّلٰوةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ النِّسَائِیَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے نکلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھانا رکھا گیا۔ صحابہ نے کہا ہم آپ کیلئے وضو کا پانی نہ لائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے نماز پڑھنے کیلئے وضو کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے اور روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے۔

اپنے آگے سے کھانے کا حکم

(۴۸) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ اُتِیَ بِقَصْعَةٍ مِنْ ثُرِیْدٍ فَقَالَ کُلُوْا مِنْ جَوَانِبِهَا وَلَا تَاْکُلُوْامِنْ وَسْطِهَا فَاِنَّ الْبَرَکَةَ تَنْزِلُ فِیْ وَسْطِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّرامِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَفِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ دَاوٗدَ قَالَ اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ طَعَامًا فَلَا یَاْکُلْ مِنْ اَعْلَی الصَّحْفَةِ وَلٰکِنْ یَاْکُلْ مِنْ اَسْفَلِهَا فَاِنَ الْبَرَکَةَ تَنْزِلُ مِنْ اَعْلَاهَا

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہا آپ کے پاس ثرید سے بھرا ہوا ایک پیالہ

لایا گیا۔آپ نے فرمایا اس کے کناروں سے کھاؤ اور درمیان سے نہ کھاؤ کیونکہ برکت درمیان میں اترتی ہے روایت کیا اس کو ترمذی ابن ماجہ اور دارمی نے۔ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے جس وقت تم میں سے کوئی کھانا کھائے پیالے کے اوپر سے نہ کھائے بلکہ نچلی طرف سے کھائے کہ برکت اس کے اوپر سے اترتی ہے۔

تشریح: ''ثرید'' اس کھانے کو کہتے ہیں جو روٹی کو شوربے میں تیار کیا گیا ہو۔''کناروں'' جمع کا لفظ''......'' جمع کے صیغے کے مقابلے میں لایا گیا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے سامنے کے کنارے سے کھائے۔درمیان کے حصے میں برکت کا نازل ہونا اس سبب سے ہے کہ کسی بھی چیز کا درمیانی حصہ اس کے اور حصوں کی بہ نسبت افضل ہوتا ہے لہٰذا کھانے کے برتن کا درمیانی حصہ ہی اس کا مستحق ہے کہ خیر و برکت کا نزول اس پر ہو اور جب کھانے کا درمیانی حصہ خیر و برکت کے اترنے کی جگہ قرار پایا تو اس سے بہتر بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ حصہ آخر کھانے تک باقی رہے تا کہ کھانے کی برکت بھی آخر تک برقرار رہے لہٰذا اپنے سامنے کے کناروں کو چھوڑ کر پہلے درمیانی حصہ پر ہاتھ ڈالنا اور اس کو ختم کر دینا مناسب نہیں ہے۔
''پیالہ کے اوپر'' سے مراد اس کا درمیانی حصہ ہے اور ''اس کے نیچے'' سے مراد اس کے کنارے ہیں اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اپنے سامنے سے کھانا چاہیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھایا

(۴۹) وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَارُؤِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْکُلُ مُتَّکِئًا قَطُّ وَلَا یَطَأُ عَقِبَہٗ رَجُلَانِ. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی تکیہ لگا کر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے دو آدمی چلتے تھے۔(روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: ''متکأً'' ٹیک لگا کر کھانا متکبرین متجبرین کی عادت ہے کہ کھانا بھی کھا رہے ہیں اور بے احتیاطی بھی ظاہر کر رہے ہیں گویا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رزق سے بالکل بے نیاز ہیں۔''ولا یطاعقبہ رجلان'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے آگے آگے ساتھیوں کے جلوہ میں نہیں جاتے تھے بلکہ وسط میں ہوتے تھے کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ بالکل آخر میں ہوتے تھے اور دو آدمی بھی آپ کے پیچھے نہیں ہوتے تھے زیادہ کی تو کوئی بات ہی نہیں۔ہاں اگر ایک آدمی ہوتا تو اس کی نفی نہیں ہے جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ اکیلے ہوتے تھے۔بہرحال یہ عام معمول کا ضابطہ نہیں ہے بلکہ کبھی ایک صورت ہوتی تھی کبھی دوسری صورت ہوتی۔''عقب'' ایڑی کو کہتے ہیں مراد پیچھے ہونا ہے۔

مسجد میں کھانے پینے کا مسئلہ

(۵۰) وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ جَزْءٍ قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِخُبْزٍ وَلَحْمٍ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَاَکَلَ وَاَکَلْنَا مَعَہٗ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی وَصَلَّیْنَا مَعَہٗ وَلَمْ نَزِدْ عَلٰی اَنْ مَسَحْنَا اَیْدِیَنَا بِالْحَصْبَاءِ (رواہ سنن ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روٹی اور گوشت لایا گیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ کھایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے آپ نے نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ہم نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا کہ کنکریوں کے ساتھ اپنے ہاتھ پونچھ لیے۔(ابن ماجہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دست کا گوشت بہت پسند تھا

(۵۱) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَیْہِ الذِّرَاعُ وَکَانَتْ تُعْجِبُہٗ فَنَھَسَ مِنْھَا (رواہ الترمذی و سنن ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا آپ کے سامنے بکری کا

بازو لایا گیا آپ اسے بہت پسند فرماتے تھے آپ نے اس سے دانتوں کے ساتھ نوچا۔(روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے)

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے تکلفی وسادگی اور تواضع کے سبب دست کی ہڈیوں سے گوشت کو دانتوں کے ذریعہ نوچ نوچ کر کھایا' چنانچہ اس طرح گوشت کھانا مستحب ہے۔طیبیؒ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست کے گوشت کو پسند کرنا اس وجہ سے تھا کہ وہ اچھی طرح گل جاتا ہے جلد ہضم ہوتا ہے اور زیادہ لذیذ ہوتا ہے یا اس پسندیدگی کی وجہ یہ تھی کہ دست کا گوشت نجاست کی جگہوں (جیسے آنت وغیرہ) سے دور ہوتا ہے۔ شمائل ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت منقول ہے کہ دست کا گوشت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسند نہیں تھا لیکن چونکہ آپ کو گوشت مدت کے بعد (کبھی کبھی) میسر آتا تھا اور دست کا گوشت جلدی گل جاتا ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دست کے گوشت کو پسند فرماتے تھے۔ایک اور روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مزیدار اور زیادہ پسند آنے والا گوشت' پشت کا گوشت ہے۔"

چھری سے کاٹ کر گوشت کھانا غیر پسندیدہ طریقہ ہے

(۵۲) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاَ تَقْطَعُو اللَّحْمَ بِالسِّكِّيْنِ فَاِنَّهُ مِنْ صُنْعِ الْاَ عَاجِمِ وَانْهَسُوْهُ فَاِنَّهُ اَهْنَأ وَاَمْرَأ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالاَ لَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گوشت کو چھری کے ساتھ نہ کاٹو کیونکہ یہ عجمیوں کا کام ہے بلکہ دانتوں سے نوچو یہ بہت لذیذ اور خوشگوار ہے۔روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔دونوں نے کہا یہ حدیث قوی نہیں۔

تشریح: عرب کے لوگ اپنے علاوہ دنیا کے اور سارے ہی لوگوں کو عجمی (گونگا) کہا کرتے تھے لیکن یہاں اہل فارس (ایرانی) مراد ہیں کہ وہ لوگ ازراہ تکبر وغرور گوشت وغیرہ چھریوں سے کاٹ کر کھاتے تھے مگر بعض مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری سے کاٹ کر کھایا ہے لہٰذا ان دونوں روایتوں میں یوں مطابقت پیدا کی جائے گی کہ اگر گوشت نرم اور گلا ہوا ہو تو اس کو چھری کے بجائے دانتوں سے کاٹ کر کھانا چاہیے اور اگر سخت ہو تو پھر چھری سے کاٹ کر کھانا جائز ہوگا واضح رہے کہ مذکورہ بالا ممانعت نہی تنزیہی کے طور پر ہے۔

بیمار کے لئے پرہیز ضروری ہے

(۵۳) وَعَنْ اُمِّ الْمُنْذِرِ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ عَلِيٌّ وَلَنَا دَوَالٍ مُعَلَّقَةٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ وَعَلِيٌّ مَعَهُ يَأْكُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ مَهْ يَا عَلِيُّ فَاِنَّكَ نَاقِهٌ قَالَتْ فَجَعَلْتُ لَهُمْ سِلْقًا وَشَعِيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ مِنْ هٰذَا فَأَصِبْ فَاِنَّهُ اَوْفَقُ لَكَ (رواہ مسند احمد بن حنبل و الترمذی)

ترجمہ: حضرت ام منذر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے آپ کے ساتھ حضرت علی تھے ہمارے کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے کھانے لگے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا ٹھہر وائے علی تم کمزور ہو۔اس نے کہا میں نے ان کے لیے چقندر اور جو تیار کیے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی اس سے کھاؤ یہ تمہارے موافق ہے۔روایت کیا اس کو احمد' ترمذی نے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیمار اور بیماری سے اٹھے ہوئے شخص کے لئے پرہیز بہت ضروری ہے بلکہ بعض اطباء نے کہا ہے کہ جو شخص بیماری سے اٹھا ہو اور اس پر ضعف وکمزوری کا غلبہ ہو اس کے لئے پرہیز بہت ہی فائدہ مند ہوتا ہے جبکہ تندرست کے لئے پرہیز کرنا مضر ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کھرچن پسند تھی

(۵۴) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الثُّفْلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیچے کا کھانا بہت پسند تھا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھتے تھے' چنانچہ پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوپر کا کھانا اپنے اہل وعیال' مہمانوں اور محتاج وفقراء کو بانٹ دیتے تھے اور نیچے کا جو کھانا بچتا اس کو اپنے لئے رکھتے' یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبۂ ایثار وسخاوت کا غماز بھی تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف تواضع وانکسار اور صبر وقناعت کا مظہر بھی! نیز یہ بات ان مالداروں کے لئے ایک واضح دلیل بھی ہے جو عام طور پر ازراہ تکبر ونخوت نیچے کے کھانے کو عار سمجھتے ہیں اور اس کو ضائع کر دیتے ہیں۔

کھانے کے بعد پیالہ وطشتری کو صاف کرنا مغفرت وبخشش کا ذریعہ ہے

(۵۵) وَعَنْ نُبَيْشَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَكَلَ فِيْ قَصْعَةٍ فَلَحِسَهَا اسْتَغْفَرَتْ لَهُ الْقَصْعَةُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں فرمایا جو شخص پیالے میں کھائے اور اس کو چاٹے پیالہ اس کے لیے دعا کرتا ہے۔ روایت کیا اس کو احمد' ترمذی' ابن ماجہ اور دارمی نے ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے بغیر نہ سوؤ

(۵۶) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَاتَ وَ فِيْ يَدِهٖ غَمَرٌ لَمْ يَغْسِلْهُ فَاَصَابَهٗ شَيْئٌ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ (رواه الترمذى و ابوداؤد سنن ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رات بسر کرے جبکہ اس کے ہاتھ میں چکنائی ہے اس نے اس کو دھویا نہیں۔ اس کو کوئی تکلیف پہنچے وہ ملامت نہ کرے مگر اپنے نفس کو روایت کیا اس کو ترمذی' ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

ثرید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ کھانا تھا

(۵۷) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ اَحَبُّ الطَّعَامِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الثَّرِيْدُ مِنَ الْخُبْزِ وَالثَّرِيْدُ مِنَ الْحَيْسِ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محبوب ترین کھانا روٹی کی ثرید ہے اور حیس کی ثرید ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

زیتون کی فضیلت

(۵۸) وَعَنْ اَبِيْ اُسَيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ (رواه الترمذى و سنن ابن ماجه والدرامى)

ترجمہ: حضرت ابو اُسید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیتون کا تیل کھاؤ اور اس کو بدن پر ملو وہ بابرکت درخت کا تیل ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی' ابن ماجہ اور دارمی نے۔

تشریح: ''زیتون'' بابرکت درخت اس اعتبار سے ہے کہ اس میں بہت زیادہ خیر و برکت اور منافع ہیں چنانچہ قرآن کریم کی اس آیت اللہ نور السموت والارض الخ میں جس درخت کو ''شجرۂ مبارک'' کہا گیا ہے اس سے زیتون ہی کا درخت مراد ہے جس کی سب سے عمدہ قسم ملک شام میں پیدا ہوتی ہے نیز سورۃ والتین والزیتون میں اللہ تعالیٰ نے اس درخت کی قسم کھائی ہے۔ عرب کے لوگ خصوصاً اہل شام اس درخت کے میٹھے تیل کو کھانے کے مصرف میں لاتے ہیں اور اس کے کڑوے تیل کو چراغ وغیرہ میں جلانے کے کام میں لاتے ہیں۔ طبی طور پر یہ ثابت ہے کہ جسم پر زیتون کے تیل کی مالش کرنے سے جسم کو بہت زیادہ فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

سرکہ کی فضیلت

(۵۹) وَعَنْ اُمِّ هَانِيءٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعِنْدَكِ شَيْءٌ قُلْتُ لَا اِلَّا خُبْزٌ يَابِسٌ وَخَلٌّ فَقَالَ هَاتِيْ مَا اَقْفَرَ بَيْتٌ مِنْ اُدُمٍ فِيْهِ خَلٌّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے فرمایا کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے میں نے کہا نہیں مگر تھوڑی سی خشک روٹی ہے اور سرکہ ہے آپ نے فرمایا اس کو لے آؤ۔ کوئی گھر سالن سے خالی نہیں ہے جس میں سرکہ ہے روایت کیا اس کو ترمذی۔ اور اس نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

کھجور سالن کی جگہ

(۶۰) وَعَنْ يُوْسُفَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ كِسْرَةً مِّنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ فَوَضَعَ عَلَيْهَا تَمْرَةً فَقَالَ هٰذَا اِدَامُ هٰذِهٖ وَاَكَلَ (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی کا ٹکڑا لیا اور اس پر کھجور رکھی اور فرمایا یہ اس کا سالن ہے اور کھا لیا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

غیر مسلم معالج سے رجوع کرنا جائز ہے

(۶۱) وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ مَرِضْتُ مَرَضًا اَتَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ فَوَضَعَ يَدَهٗ بَيْنَ ثَدْيَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَهَا عَلٰى فُؤَادِيْ وَقَالَ اِنَّكَ رَجُلٌ مَفْؤُوْدٌ اِئْتِ الْحَارِثَ بْنَ كَلَدَةَ اَخَا ثَقِيْفٍ فَاِنَّهٗ رَجُلٌ يَتَطَبَّبُ فَلْيَاْخُذْ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِنْ عَجْوَةِ الْمَدِيْنَةِ فَلْيَجَأْهُنَّ بِنَوَاهُنَّ ثُمَّ لِيَلُدَّكَ بِهِنَّ (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں ایک مرتبہ سخت بیمار ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میری چھاتیوں کے درمیان رکھا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی ٹھنڈک اپنے دل پر محسوس کی اور فرمایا تو ایسا شخص ہے کہ تیرا دل درد کرتا ہے تو حارث بن کلدہ کے پاس جا جو ثقیف قبیلہ سے ہے وہ ایسا آدمی ہے جو طب جانتا ہے وہ مدینہ کی عجوہ کھجوروں میں سات لے اور گٹھلیوں سمیت ان کو کوٹ دے۔ پھر ان کو تیرے منہ میں ڈالے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: اگر یہ سوال پیدا ہو کہ اس کا کیا سبب تھا کہ آپ نے سعد کو پہلے تو ایک معالج کے پاس جانے کا حکم دیا اور پھر خود ہی علاج تجویز کیا لیکن دوا بنانے کا کام معالج کے سپرد کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے تو آپ نے سعد کو معالج کے پاس جانے کا مشورہ دیا تا کہ ان کو دیکھ کر ان کا علاج کرے پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے مرض کا ایک آسان علاج یاد آ گیا جو جلد فائدہ کرنے والا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ شفقت و تعلق اس کو تجویز کیا۔ گویا ان کو معالج کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا کہ وہ مبادا ان کو دور دراز کے علاج میں ڈال دے اور چونکہ اس دوا کا بنانا اور

اس کو استعمال کرانا معالج کے لئے زیادہ آسان تھا اس لئے اس کام کو اس کے سپرد فرمایا۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ غیر مسلم معالج سے رجوع و مشورہ کرنا جائز ہے کیونکہ حارث بن کلدہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مرا ہے اس کا اسلام قبول کرنا ثابت نہیں ہے۔

غذا کو معتدل کر کے کھاؤ

(۶۲) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْكُلُ الْبِطِّيْخَ بِالرُّطَبِ رَوَاهُ التِّرمِذِیُّ وَزَادَ اَبُوْدَاوُدَ وَيَقُوْلُ يُكْسَرُ حَرُّ هٰذَا بِبُرْدِ هٰذَا وَبَرْدُ هٰذَا بِحَرِّ هٰذَا وَقَالَ التِّرمِذِیُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ .

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کھجور کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ ابوداؤد نے زیادہ بیان کیا کہ آپ فرماتے تھے کھجور کی گرمی تربوز کی سردی سے ختم کی جائے گی اور اس کی سردی اس کی گرمی سے ختم کی جاتی ہے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: مذکورہ بالا دونوں چیزوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر کھانے میں بڑی حکمت یہ ہے کہ ایک سرد دوسری گرم ہے۔ دونوں ملا کر معتدل غذا ہو جاتی ہے! طیبیؒ نے کہا ہے کہ خربزے سے مراد شاید کچا خربوزہ ہوگا کیونکہ وہ سرد تر ہوتا ہے ورنہ پکا خربوزہ گرم ہوتا ہے لیکن کھجور کی بہ نسبت وہ بھی سرد ہوتا ہے۔ اکثر علماء نے یہ لکھا ہے کہ ''بطیخ'' سے مراد خربوزہ نہیں ہے بلکہ تربوز ہے کہ وہ سرد ہوتا ہے۔

کھانے پینے کی چیز میں کیڑے پڑ جانے کا مسئلہ

(۶۳) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمَرٍ عَتِيْقٍ فَجَعَلَ يُفَتِّشُهُ وَيُخْرِجُ السُّوْسَ مِنْهُ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پرانی کھجوریں لائی گئیں آپ اس کو چیرتے اور اس سے سسری نکال دیتے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: طبرانیؒ نے بسند حسن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بطریق مرفوع یہ نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کو چیرنے سے منع فرمایا ہے! اس صورت میں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل اور قول میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے اس لئے کہا جائے گا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے جو ممانعت منقول ہے اس کا تعلق نئی کھجوروں سے ہے اور اس کا مقصد وہم و وسوسہ سے بچانا ہے۔ یا یہ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو فعل منقول ہے وہ بیان جواز پر محمول ہے اور مذکورہ بالا ممانعت نہی تنزیہی کے طور پر ہے۔ طیبیؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اگر کھانے میں کیڑا پڑ جائے تو وہ کھانا نجس نہیں ہوتا اور مطالب المؤمنین' میں یہ لکھا ہے کہ اگر کیڑا انجیر یا سیب میں پڑ جائے (اور کھاتے وقت پیٹ میں چلا جائے) تو وہ حلال ہوگا کیونکہ اس سے احتراز ممکن نہیں' ہاں اگر ان چیزوں سے نکال دیا گیا ہو تو پھر اس کا حکم مکھی' بھڑ' پسو اور ہر اس جانور کا سا ہوگا جو دم مسفوح (جاری خون) نہیں رکھتا کہ اس کا کھانا حرام ہوگا لیکن اگر وہ پانی یا کھانے میں پڑ جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوگا۔

چستہ پاک ہوتا ہے

(۶۴) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُبْنَةٍ فِیْ تَبُوْكٍ فَدَعَا بِالسِّكِّيْنِ فَسَمّٰی وَقَطَعَ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جنگ تبوک میں پنیر کا ایک ٹکڑا لایا گیا۔ آپ نے چھری منگوائی بسم اللہ پڑھی اور اس کو کاٹا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: یہ بسم اللہ کہنا کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے کی جگہ تھا نہ کہ وہ بسم اللہ جو ذبح کرتے وقت پڑھی جاتی ہے جیسا کہ بعض

جاہل لوگ کدو کو کاٹتے وقت ذبح کی نیت سے بسم اللہ کہتے ہیں۔ مظہرؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ چستہ یعنی اونٹ یا بکری کے بچہ کا اوجھ پاک ہوتا ہے کیونکہ اگر وہ ناپاک ہوتا تو پنیر کو بھی ناپاک ہونا چاہیے تھا اس لئے پنیر اس کے بغیر نہیں بنتا تھا۔

جن چیزوں کو شریعت نے حلال یا حرام نہیں کہا ہے ان کا استعمال مباح ہے

(۶۵) وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّمْنِ وَالْجُبْنِ وَالْفِرَآءِ فَقَالَ الْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فِي كِتَابِهٖ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فِي كِتَابِهٖ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَمَوْقُوْفٌ عَلَى الْاَصَحِّ

ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھی پنیر اور جنگلی گائے کے متعلق سوال کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کر دیا اور حرام وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کر دیا ہے۔ جس سے اس نے سکوت کیا ہے وہ اس قسم سے ہے جس کو اس نے معاف کیا ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ اور ترمذی نے اور کہا یہ حدیث ضعیف اور اس کا موقوف ہونا زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: گھی کے بارے میں تو اس لئے پوچھ گیا کہ بظاہر ابتداء اسلام میں بعض لوگوں کو اس کے حلال ہونے میں شبہ ہوا ہو گا۔ پنیر کا معاملہ بذات خود محل اشتباہ وسوال تھا کیونکہ اس زمانہ میں وہ چستہ (یعنی اونٹ یا بکری کے اوجھ) کے ذریعہ بنتا تھا تیسری چیز جس کے بارے میں سوال کیا گیا فراء تھی۔ اس لفظ فراء کے بارے میں اکثر شارحین نے کہا ہے کہ یہ فرئی کی جمع ہے جس کے معنی گورخر کے ہیں اور بعضوں نے اس کو فرو کی جمع کہا ہے جس کے معنی پوستین (جانور کی کھال کے کوٹ) کے ہیں۔ اسی لئے ترمذی نے اس روایت کو باب اللباس میں نقل کیا ہے اس صورت میں کہا جائے گا کہ فراء کے بارے میں سوال کفار کے عمل سے اجتناب کرنے کے جذبہ سے کیا گیا تھا' کیونکہ وہ (کفار) مردار کی کھال کو دباغت دیئے بغیر اس کی پوستین بنایا کرتے تھے۔

''اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ یا تو وہ چیزیں حرام ہیں جن کے حرام ہونے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے یا اس آیت کریمہ'' وما اتکم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا کے ذریعہ بطریق اجمال بیان کیا ہے یہ وضاحت اس لئے ضروری ہے تا کہ ان اکثر چیزوں کے بارے میں اشکال پیدا نہ ہو جو حرام ہیں مگر ان کی حرمت کتاب اللہ میں صراحت کے ساتھ بیان نہیں ہوئی ہے بلکہ ان کا حرام ہونا احادیث نبوی کے ذریعہ ثابت ہے۔ حدیث کا آخری جملہ اس بات کی دلیل ہے کہ تمام چیزیں اپنی اصل کے اعتبار سے مباح ہیں لہٰذا جن چیزوں کو شریعت نے حرام قرار نہیں دیا ہے وہ مباح ہوں گی۔ ''یہ حدیث موقوف ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ چنانچہ فن حدیث کی اصطلاح میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول وفعل کو موقوف کہا جاتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کو مرفوع کہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عمدہ کھانے کی خواہش کا اظہار

(۶۶) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِدْتُ اَنَّ عِنْدِيْ خُبْزَةً بَيْضَآءَ مِنْ بُرَّةٍ سَمْرَآءَ مُلَبَّقَةً بِسَمْنٍ وَّلَبَنٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَاتَّخَذَهٗ فَجَاءَ بِهٖ فَقَالَ فِيْ اَيِّ شَيْءٍ كَانَ هٰذَا قَالَ فِيْ عُكَّةِ ضَبٍّ قَالَ ارْفَعْهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ اَبُوْدَاوُدَ هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ .

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس سفید بہترین گندم کی روٹی ہو جسے دودھ اور گھی سے تر کیا گیا ہو۔ صحابہ میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور مذکورہ روٹی (تیار کروا کر) لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھی کس برتن میں تھا اس نے کہا گوہ کے چمڑے کے کپے میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اس کو اٹھالے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔ ابوداؤد نے کہا یہ حدیث منکر ہے۔

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روٹی کو اپنے سامنے سے اٹھانے کا حکم اس بناء پر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گوہ سے طبعی نفرت رکھتے تھے کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے علاقے میں نہیں پائی جاتی تھی جیسا کہ پچھلے صفحات میں حضرت خالد کی روایت اس کے متعلق گزر چکی ہے نہ کہ اس کے اٹھانے کا حکم اس سبب سے تھا کہ گوہ کی کھال نجس ہوتی ہے کیونکہ اگر گوہ کی کھال نجس ہوتی تو اس کھال کے کپے میں رکھے ہوئے گھی سے تر کی ہوئی روٹی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھینک دینے کا حکم دیتے اور دوسروں کو بھی اس کے کھانے سے منع فرمادیتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ روٹی کو طلب کرنا اور خواہش نفس کے مطابق اس طرح کی تمنا کا اظہار کرنا ایک ایسا واقعہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج کے بالکل خلاف معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے ابوداؤدؒ نے اس روایت کو منکر کہا ہے اور اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اس صورت میں یہی توجیہ ہوسکتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی خواہش کا اظہار محض بیان جواز کی خاطر کیا۔

کچا لہسن کھانے کی ممانعت

(۶۷) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ الثُّوْمِ اِلَّا مَطْبُوْخًا (رواہ الترمذی وابوداؤد)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچا لہسن کھانے سے منع کیا ہے مگر جبکہ اسے پکا لیا جائے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے۔

تشریح: پکے ہوئے لہسن کو کھانے سے اس لئے منع نہیں فرمایا گیا ہے کہ پکنے سے اس کی بو جاتی رہتی ہے۔ یہی حکم پیاز اور اس طرح کی دوسری چیزوں کا بھی ہے لیکن واضح رہے کہ مذکورہ ممانعت نہی تنزیہی کے طور پر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیاز کھانے کا مسئلہ

(۶۸) وَعَنْ اَبِيْ زِيَادٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْبَصَلِ فَقَالَتْ اِنَّ اٰخِرَ طَعَامٍ اَكَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامٌ فِيْهِ بَصَلٌ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوزیاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پیاز کھانے کے متعلق سوال کیا گیا اس نے کہا آخری کھانا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا اس میں پیاز تھا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: اس حدیث کو اگر پیاز کھانے کے جواز پر حمل کیا جائے اور ممانعت کی احادیث کو مکروہ تنزیہی پر حمل کیا جائے تو کوئی تعارض نہیں رہے گا کیونکہ مکروہ تنزیہی کا مطلب خلاف اولیٰ ہے یا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ زیر بحث حدیث کا تعلق پکے ہوئے پیاز کے ساتھ ہے ظاہر ہے کہ اس کی اجازت ہے۔

مکھن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا

(۶۹) وَعَنِ ابْنَيْ بُسْرِ السُّلَمِيِّيْنَ قَالَا دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدَّمْنَا زُبْدًا وَّ تَمْرًا وَّكَانَ يُحِبُّ الزُّبَدَ وَالتَّمْرَ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت بسر رضی اللہ عنہ کے دو بیٹوں سے روایت ہے جو سلمی تھے انہوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے آپ کے سامنے مکھن اور کھجوریں رکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکھن اور کھجوروں کو پسند فرماتے تھے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

ایک برتن میں کھانے کی چیز مختلف قسموں کی ہو تو اپنے سامنے سے کھانے کی قید نہیں ہوگی

(۷۰) وَعَنْ عِكْرَاشِ بْنِ ذُؤَيْبٍ قَالَ اُتِيْنَا بِجَفْنَةٍ كَثِيْرَةِ الثَّرِيْدِ وَالْوَذْرِ فَخَبَطْتُ بِيَدِيْ فِيْ نَوَاحِيْهَا وَاَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ فَقَبَضَ بِيَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى يَدِيَ الْيُمْنٰى ثُمَّ قَالَ يَا عِكْرَاشُ كُلْ مِنْ مَوْضِعٍ وَاحِدٍ فَإِنَّهُ طَعَامٌ وَاحِدٌ ثُمَّ اُتِيْنَا بِطَبَقٍ فِيْهِ اَلْوَانُ التَّمْرِ فَجَعَلْتُ اٰكُلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَجَالَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الطَّبَقِ فَقَالَ يَا عِكْرَاشُ كُلْ مِنْ حَيْثُ شِئْتَ فَإِنَّهُ غَيْرُ لَوْنٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اُتِيْنَا بِمَآءٍ فَغَسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَمَسَحَ بِبَلَلِ كَفَّيْهِ وَجْهَهٗ وَذِرَاعَيْهِ وَرَاْسَهٗ وَقَالَ يَا عِكْرَاشُ هٰذَا الْوُضُوْءُ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عکراش بن ذویب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ہمارے پاس ایک بڑا پیالہ لایا گیا جس میں بہت زیادہ ثرید اور بوٹیاں تھیں میں نے اپنا ہاتھ پیالے کی ہر جانب میں پھیرا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آگے سے کھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ سے میرے دائیں ہاتھ کو پکڑا اور فرمایا اے عکراش ایک جگہ سے کھا کیونکہ یہ ایک قسم کا کھانا ہے پھر ہمارے پاس ایک طباق لایا گیا جس میں مختلف اقسام کی کھجوریں تھیں میں اپنے آگے سے ہی کھاتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ طباق کی ہر جانب گھوما۔ آپ نے فرمایا اے عکراش جہاں سے چاہتے ہو کھاؤ اس لیے کہ یہ ایک قسم کا نہیں ہے پھر ہمارے پاس پانی لایا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور اپنے ہاتھوں کی تراوت کو اپنے چہرے بازوؤں اور سر پر مل لیا اور فرمایا۔ اے عکراش! یہ اس کھانے کا وضو ہے جو آگ نے پکایا ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''ایک طرح کا کھانا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ جب پورے پیالے میں یکساں قسم کا کھانا ہے اور اس کی ہر طرف ایک ہی طرح کی چیز ہے تو پھر پیالے کی ساری اطراف میں ہاتھ لپکانا طمع وحرص کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے یعنی اگر کھانا کئی طرح کا ہوتا یا ایک ہی ہوتا لیکن پیالے کے ہر حصے میں الگ الگ رنگ ہوتا تو اپنی طبیعت کے میلان کی بناء پر ہر طرف سے کھانا مناسب معلوم ہوتا مگر جب کہ کھانا ایک ہی طرح کا ہے اور یکساں رنگ ہے تو پھر ہر طرف ہاتھ دوڑانا معیوب ومکروہ ہے! ''جس سے چاہو کھاؤ'' میں بظاہر درمیان کی جگہ مستثنیٰ ہے کیونکہ برکت نازل ہونے کی وہی جگہ ہے۔ اور یہ احتمال بھی ہے کہ درمیان کی جگہ سے نہ کھایا جانا اس کھانے کے ساتھ مخصوص ہو جو ایک رنگ کا ہو اور چونکہ یہاں (کھجور کھانے کی صورت میں) ایک رنگت نہیں تھی اس لئے درمیان میں سے بھی کھجور اٹھا کر کھانے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھا گیا ہو! ابن ملکؒ کہتے ہیں کہ اس ارشاد سے یہ مفہوم بھی لیا گیا ہے کہ اگر کھانے کی چیز از قسم میوہ وپھل ہو اور وہ ایک ہی طرح اور ایک ہی رنگ کی ہو تو اس صورت میں برتن کے ہر طرف ہاتھ نہ لپکانا چاہیے۔ جیسا کہ طعام کا حکم ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر ایک برتن میں کھانا مختلف رنگت کا ہو تو صرف اپنے سامنے سے کھانے کی قید نہیں ہوگی بلکہ جس طرف سے جی چاہے کھایا جا سکتا ہے۔

حریرے کا فائدہ

(۱۷) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَخَذَ اَهْلَهُ الْوَعْكُ اَمَرَ بِالْحَسَآءِ فَصُنِعَ ثُمَّ اَمَرَهُمْ فَحَسَوْا مِنْهُ وَكَانَ يَقُوْلُ اِنَّهٗ لَيَرْتُوْ فُؤَادَ الْحَزِيْنِ وَيَسْرُوْ عَنْ فُؤَادِ السَّقِيْمِ كَمَا تَسْرُوْ اِحْدٰكُنَّ الْوَسَخَ بِالْمَآءِ عَنْ وَجْهِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے اگر کسی کو بخار آنے لگتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کا حریرہ بنانے کا حکم دیتے وہ بنایا جاتا پھر آپ حکم دیتے کہ اسے گھونٹ گھونٹ پئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے یہ حریرہ غمگین دل کو قوت دیتا ہے اور بیمار دل کی بیماری اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی عورت اپنے چہرے کی میل کچیل دور کر دیتی ہے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حساء کھانے کی قسم سے ایک رقیق چیز ہوتی ہے جو آٹا' پانی اور گھی کو ملا کر پکائی جاتی ہے کبھی اس میں شکر بھی ملا دی جاتی ہے' مکہ کے لوگ اس کو حریرہ بھی کہتے تھے اور تبینہ بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ارشاد میں حریرے کے فائدے کو ظاہر کرنے کے لئے اپنا روئے سخن

عورتوں کی طرف اس لئے منعطف کیا کہ اصل میں عورتیں اپنے جسم کا میل دھونے اور اپنے چہرے کو صاف رکھنے کی زیادہ سے زیادہ سعی کرتی ہیں یا یہ کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا اس وقت عورتیں موجود تھیں اس لئے انہی کو خطاب کیا۔

عجوہ جنت کی کھجور

(۷۲) وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ وَفِيْهَا شِفَاءٌ مِّنَ السَّمِّ وَالْكُمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاءُ هَاشِفَاءٌ لِلْعَيْنِ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عجوہ کھجور جنت کا پودا ہے اور اس میں زہر سے شفا ہے اور کھمبی من کی قسم ہے اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

الفصل الثالث.... چھری سے گوشت کاٹ کر کھانا جائز ہے

(۷۳) عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ ضِفْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَاَمَرَ بِجَنْبٍ فَشُوِیَ ثُمَّ اَخَذَ الشَّفْرَةَ فَجَعَلَ يَحُزُّلِیْ بِهَا مِنْهُ فَجَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَاَلْقَى الشَّفْرَةَ فَقَالَ مَالَهٗ تَرِبَتْ يَدَاهُ قَالَ وَكَانَ شَارِبُهٗ وَفَاءً فَقَالَ لِیْ اُقُصُّهٗ لَكَ عَلٰى سِوَاكٍ وَقُصَّهٗ عَلٰى سِوَاكٍ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہا ایک رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مہمان ٹھہرا آپ نے بکری کے ایک پہلو کے ساتھ حکم دیا اس کو بھونا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری پکڑی اس سے کاٹ کاٹ کر مجھ کو دیتے تھے بلال رضی اللہ عنہ نے آکر آپ کو نماز کی اطلاع دی آپ نے چھری کو ڈال دیا۔ آپ نے فرمایا اس کو کیا ہے اس کے ہاتھ خاک آلودہ ہوں اور اس کی لبیں بڑھی ہوئی تھیں آپ نے فرمایا میں مسواک پر رکھ کر تیری لبیں کتر دیتا ہوں یا آپ نے فرمایا مسواک پر رکھ کر تو اپنی لبیں کتر لے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: ''ضفت'' یعنی میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی شخص کے ہاں مہمان بنا۔

''یحز'' چھری سے گوشت کاٹنے کے معنی میں ہے جب گوشت سخت ہو تو چھری کا استعمال جائز ہے ورنہ یہ طریق اعاجم اہل فارس کا ہے۔ ''یو ذنه'' یہ ایذان سے ہے اطلاع دینے کے معنی میں ہے یعنی حضرت بلال آنحضرت کو اطلاع دے رہے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ ''فشوی'' بھوننے کے معنی میں ہے یعنی آنحضرت نے میزبان سے کہا کہ پہلو کو بھون لو تو اس نے بھون لیا۔ ''شاربه وفاء'' یعنی مغیرہ بن شعبہ کی مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں اس میں مغیرہ بن شعبہ نے شاربی کی جگہ شاربہ کہا ہے یہ التفات ہے ''اقصه لک علی سواک'' یعنی میں تیری مونچھوں کو مسواک پر رکھ کر کاٹ دوں گا یا تم خود مسواک پر رکھ کر کاٹ دو یہ بھی ممکن ہے کہ لبوں پر مسواک ہو اور اس کے ساتھ برابر رکھ کر مونچھوں کے بال قینچی سے کاٹا جائے تاکہ ایک لائن میں کٹ جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ قینچی نہ ہو بلکہ مسواک پر بالوں کو برابر رکھ کر چھری چاقو سے کاٹا جائے۔

بسم اللہ پڑھ کر کھانا نہ کھانا شیطانی اثر ہے

(۷۴) وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا اِذَا حَضَرْ نَامَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا لَمْ نَضَعْ اَيْدِيَنَا حَتّٰى يَبْدَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ يَدَهٗ وَاِنَّا حَضَرْنَا مَعَهٗ مَرَّةً طَعَامًا فَجَاءَتْ جَارِيَةٌ كَاَنَّهَا تُدْفَعُ فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا فِی الطَّعَامِ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهَا ثُمَّ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ كَاَنَّمَا يُدْفَعُ فَاَخَذَ بِيَدِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ اَنْ لَّايُذْكَرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ جَاءَ بِهٰذِهِ الْجَارِيَةِ لِيَسْتَحِلَّ بِهَا فَاَخَذْتُ بِيَدِهَا فَجَاءَ بِهٰذَا الْاَعْرَابِیِّ لِيَسْتَحِلَّ بِهٖ فَاَخَذْتُهٗ بِيَدِهٖ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ اِنَّ يَدَهٗ فِیْ يَدَیَّ مَعَ يَدِهَا ' زَادَ فِیْ رِوَايَةٍ ثُمَّ ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ وَاَكَلَ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی کھانے پر حاضر ہوئے اس وقت کھانے کے لیے اپنے آپ ہاتھ نہ ڈالتے تھے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع نہ فرماتے پس آپ اپنا ہاتھ ڈالتے۔ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایک کھانے پر حاضر تھے۔ایک لڑکی آئی گویا کہ وہ دھکیلی جاتی تھی اس نے اپنا ہاتھ کھانے میں ڈالنا چاہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر ایک اعرابی آیا گویا کہ دھکیلا جا رہا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ پھر فرمایا شیطان اس کھانے کو حلال سمجھتا ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے وہ اس لڑکی کو لایا ہے تا کہ اس کے ذریعے سے کھانے کو حلال کر لے۔میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔پھر اس اعرابی کو لایا تا کہ اس کے ذریعہ کھانے کو حلال کر لے میں نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک شیطان کا ہاتھ اس لڑکی کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا نام لیا اور کھانا کھایا۔(روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ایک روایت میں مع یدھا (ایک لڑکی کے ہاتھ کے ساتھ) کے بجائے مع یدیھما (اس لڑکی اور اس اعرابی کے ہاتھ کیساتھ) کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں اور یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے تاہم جس روایت میں لفظ یدھا ہے وہ گویا اس لڑکی کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ اس اعرابی کا ہاتھ بھی آپ کے ہاتھ میں ہو کیونکہ پہلے آپ نے یہ فرمایا تھا کہ میں نے اس اعرابی کا ہاتھ بھی پکڑ لیا البتہ چونکہ پہلے لڑکی ہی کا ہاتھ پکڑا تھا اس لئے خاص طور پر محض اس کا ذکر کیا۔

زیادہ کھانا بے برکتی کی علامت ہے

(۷۵) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَادَ اَنْ يَّشْتَرِىَ غُلَامًا فَاَلْقٰى بَيْنَ يَدَيْهِ تَمْرًا فَاَكَلَ الْغُلَامُ فَاَكْثَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ كَثْرَةَ الْاَكْلِ شُؤْمٌ وَاَمَرَ بِرَدِّهٖ رَوَاهُ الْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام خریدنے کا ارادہ کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے آگے کھجوریں ڈال دیں۔غلام نے بہت زیادہ کھجوریں کھائیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ کھانا بے برکتی ہے اور اس کو واپس کر دینے کا حکم دیا۔روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

نمک بہترین سالن ہے

(۷۶) وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ اِدَامِكُمُ الْمِلْحُ (رواه ابن ماجته)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا بہترین سالن نمک ہے۔روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

جوتا اتار کر کھانا

(۷۷) وَعَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ الطَّعَامُ فَاخْلَعُوْا نِعَالَكُمْ فَاِنَّهٗ اَرْوَحُ لِاَقْدَامِكُمْ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کھانا رکھا جائے اپنی جوتیاں اتار دو اس لیے کہ جوتیاں اتار دینا تمہارے قدموں کے لیے راحت بخش ہے۔

کھانا ٹھنڈا کر کے کھانا چاہئے

(۷۸) وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِىْ بَكْرٍ اَنَّهَا كَانَتْ اِذَا اُتِيَتْ بِثَرِيْدٍ اَمَرَتْ بِهٖ فَغُطِّىَ حَتّٰى تَذْهَبَ فَوْرَةُ دُخَانِهٖ وَتَقُوْلُ اِنِّىْ

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هُوَ اَعْظَمُ لِلْبَرَكَةِ رَوَاهُمَا الدَّارِمِيُّ.

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر سے روایت ہے جس وقت اس کے پاس ثرید لایا جاتا اس کے ڈھانک دینے کا حکم کرتیں۔اس کو ڈھانک دیا جاتا یہاں تک کہ اس کا جوش ختم ہو جاتا اور فرماتیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے گرمی کا چلا جانا بہت برکت کا باعث ہے۔روایت کیا ان دونوں کو دارمی نے۔

تشریح: ''ثرید'' کا ذکر محض اتفاقی ہے کہ اس وقت کا عام کھانا ثرید ہی ہوتا تھا اس لئے اس کا ذکر کیا ورنہ دوسرے کھانوں کا بھی یہی حکم ہے' چنانچہ جامع الصغیر میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ **ابردو ابا لطعام فان الحار لا بركة فيه** (کھانے کو ٹھنڈا کر کے کھاؤ کیونکہ گرم میں برکت نہیں ہوتی) اسی طرح بیہقی نے بطریق ارسال یہ روایت نقل کی ہے کہ **نهى عن الطعام الحار حتى يبرد** (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گرم کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو جائے)۔

کھانے کے برتن کو چاٹ لینا چاہئے

(۷۹) وَعَنْ نُبَيْشَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكَلَ فِي قَصْعَةٍ لَحِسَهَا تَقُوْلُ لَهُ الْقَصْعَةُ اَعْتَقَكَ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ كَمَا اَعْتَقْتَنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ. (رواه رزين)

ترجمہ: حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی پیالے میں کھانا کھائے پھر اس کو چاٹ لے پیالہ اس کے لیے کہتا ہے اللہ تعالیٰ تجھ کو آگ سے آزاد کرے جس طرح تو نے مجھ کو شیطان سے آزاد کیا۔روایت کیا اس کو رزین نے۔

تشریح: ''تقول'' حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کھانے کا برتن دعا بھی دیتا ہے اور بددعا بھی کرتا ہے کیونکہ جب یہ برتن گندا پڑا رہتا ہے تو شیطان آکر اس کو چاٹتا ہے اس وقت برتن بددعا کرتا ہے کہ مجھے شیطان کا تختۂ مشق کیوں بنالیا اور اگر چاٹ کر دھولیا تو برتن دعا کرتا ہے کہ مجھے شیطان کے تسلط سے بچالیا۔

بَابُ الضِّيَافَةِ..... ضیافت کا بیان

قال الله تعالىٰ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا

ضاف یضیف ضیفا وضیافۃ کے اصل معنی مائل ہونے کے ہیں مہمان بھی کسی طرف مائل ہوتا ہے ضیف مہمان کو کہتے ہیں اور مضیف میزبان کو کہتے ہیں اور ضیافت مہمان داری کو کہتے ہیں۔جمہور علماء کے نزدیک خندہ پیشانی کے ساتھ مہمان داری کرنا مستحب ہے۔بعض علماء کہتے ہیں کہ مہمان داری کرنا ایک دن تک واجب ہے پھر مستحب ہے ان علماء میں شیخ لیث بھی شامل ہیں۔لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ مہمان داری اخلاقیات کے قبیل سے ہے لہٰذا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور جن روایات میں واجب یا لازم کے الفاظ آئے ہیں وہ یا تو حالت اضطرار پر محمول ہیں یا اس سے مراد وہ خاص ٹیکس اور جزیہ ہے جو کھانے کی صورت میں ذمیوں پر مقرر کیا جاتا تھا یا ابتداء اسلام میں ضیافت واجب تھی پھر وجوب منسوخ ہو کر استحباب باقی رہ گیا۔بہرحال ضیافت اور مہمان داری اسلام کی خاص پہچان ہے جن علاقوں میں انسانیت موجود ہوتی ہے اور جدید تعلیم سے فطرت مسخ ہونے سے محفوظ ہو چکی ہے وہاں ضیافت اور مہمان داری بڑے پیمانے پر ہوتی ہے' اسلام نے کچھ آداب وقواعد بھی مہمانوں کو سکھائے ہیں اسی طرح میزبان کو بھی چند آداب وقواعد کا پابند بنایا ہے آنے والی احادیث میں یہی بیان ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ... مہمان کی خاطر کرنا کمال ایمان کی علامت ہے

(۱) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْلِيَصْمُتْ وَفِيْ رِوَايَةٍ

الْجَارِ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَصِلْ رَحْمَهٗ . (صحيح البخاری و صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسایہ کو تنگ نہ کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ بہتر بات کہے یا خاموش رہے ایک روایت میں الجار کے بدلے اس طرح ہے جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ صلہ رحمی کرے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "فلیکرم" اس حدیث میں تین اچھی خصلتوں کی ترغیب دی گئی ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جن اشخاص میں یہ تین خصلتیں نہ ہوں وہ مؤمن نہیں ہیں یہ ترغیب کا ایک انداز ہے اور ان خصائل کے اپنانے پر ابھارنا مقصود ہے جس طرح کوئی شخص اپنے بیٹے سے کہتا ہے "ان کنت ابنی فاطعمنی" یہ کھلانے کی ترغیب ہے۔ اس حدیث کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس میں کامل مؤمن کی بات کی گئی ہے کہ کامل مؤمن وہی ہے جس میں یہ تین خصائل موجود ہوں۔ علماء نے لکھا ہے تین دن تک خندہ پیشانی اور نرم اخلاق سے مہمان کو کھلانا میزبان کا اخلاقی فریضہ ہے اس کے بعد کھلانا صدقہ وخیرات ہے چاہے کھلائے چاہے نہ کھلائے ضیافت میں ایک بار کھانے کا اعلیٰ انداز ہو باقی دعوت شیراز ہو۔

"فلا یؤذ جارہ" اصل میں شریعت کا حکم تو یہ کہ پڑوسی کے سارے حقوق کا خیال رکھا جائے کیونکہ "فلیکرم جارہ فلیحسن جارہ" کے الفاظ حدیث میں ہیں لیکن اگر کوئی شخص حقوق کا خیال نہیں رکھتا تو کم از کم پڑوسی کو ایذا تو نہ پہنچائے۔

مہمان کو تین دن سے زیادہ نہیں ٹھہرنا چاہیے

(۲) وعن اَبِی شُرَیْحٍ الْكَعْبِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ جَائِزَتَهٗ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَلَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَثْوِيَ عِنْدَهٗ حَتّٰى يُحْرِجَهٗ (صحيح مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوشریح کعبی سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے اس کی پرتکلف دعوت ایک دن اور ایک رات ہے اور تین دن اس کی مہمانی ہے۔ اس کے بعد خیرات ہے مہمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس کے پاس ٹھہرا رہے یہاں تک کہ اس کو تنگی میں ڈالے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "جائزتہ" ای عطیتہ' مہمان کی مہمان داری میں پہلے دن دعوت میں اہتمام کرنا چاہیے اور پھر عام عادت کے مطابق کھانا کھلانا چاہیے تین دن کے بعد جب وہ رخصت ہوگا تو اس کو ایک دن رات کا جائزہ یعنی سفرخرچ دیا جائے۔ علامہ ابن اثیر جزری نے نہایہ میں لکھا ہے کہ جائزہ کا یہی مطلب ہے لیکن ابن اثیر کے علاوہ شارحین لکھتے ہیں کہ مہمان کو پہلے دن جو تکلف کا کھانا دیا گیا ہے وہی اس کا انعام اور جائزہ ہے یہ معنی زیادہ واضح اور راجح ہے آج کل لوگوں کو یہ عجیب معلوم ہوتا ہے کہ تین دن تک کسی مہمان کو کیسے کھلایا جائے گا اور کیسے گھر میں ٹھہرایا جائے گا لیکن اگر سابقہ دور کے انسانوں کی تاریخ کو پڑھا جائے اور آج کل کے قبائلی لوگوں کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی بُعد محسوس نہیں ہوگا۔ بہر حال لوگ گر گئے ہیں مگر انسانی شرافت اور اس کی تاریخ تو نہیں گری تاریخ تو برقرار ہے پھر بھی علاقوں اور حالات کے پیش نظر خود مہمان کو نہایت احتیاط سے کام لینا چاہیے تاکہ وہ کسی پر بوجھ نہ بنے نہ ہر روز آئے اور جب آئے تو جلدی واپس جائے۔

مہمان داری کرنا واجب نہیں

(۳) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ لَا يَقْرُوْنَنَا فَمَا تَرٰى فَقَالَ لَنَا اِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَامَرُوْ والَكُمْ بِمَا يَنْبَغِيْ لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوْفَاِنْ لَمْ يَفْعَلُوْ فَخُذُوْا مِنْهُ حَقَّ الضَّعِيْفِ الَّذِيْ يَنْبَغِيْ لَهُمْ (صحيح المسلم و مسلم صحيح البخاری)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہا میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم کو بھیجتے ہیں۔ ہم ایک قوم کے پاس آکر ٹھہرتے ہیں جو ہماری مہمانی نہیں کرتے آپ کیا حکم دیتے ہیں فرمایا اگر تم کسی قوم کے پاس جا کر ٹھہرو وہ تمہارے لیے ایسی چیز کا حکم دیں جو مہمانی کے لائق ہے قبول کرلو اگر ایسا نہ کریں مہمانی کا حق ان سے وصول کرلو جو ان کے لائق ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "لا یقروننا" یہ قرا سے بنا ہے مہمان داری کو کہتے ہیں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر میزبان مہمان داری کے حقوق ادا نہ کرے تو مہمان اس سے اپنا حق زبردستی لے سکتا ہے یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے جو ایک دن کی مہمان داری کو واجب کہتے ہیں۔ لیکن جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ ضیافت مستحب ہے اور یہ حدیث ان ذمیوں کے بارے میں ہے جن پر جزیہ مقرر کرتے وقت یہ بھی مقرر کیا جاتا تھا کہ اگر مجاہدین کا تم پر گزر ہو تو تم ان کو کھانا کھلاؤ گے تو یہ عام ضیافت نہیں ہے بلکہ جزیہ کا ایک حصہ ہے یا اس سے مراد حالت اضطرار ہے یا مراد یہ ہے کہ ان سے کھاؤ اور بعد میں قیمت ادا کرو سب سے اچھا جواب پہلا والا ہے اس لئے کہ کسی مسلمان کا مال اس کی خوشی کے بغیر کھانا حرام ہے ہوسکتا ہے کہ یہ حکم ابتداء میں ہو پھر منسوخ ہو گیا ہو۔

جس میزبان پر اعتماد ہو اس کے ہاں دوسرے آدمیوں کو ہمراہ لے جانا درست ہے

(۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ اَوْلَیْلَةٍ فَاِذَا هُوَ بِاَبِیْ بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقَالَ مَا اَخْرَجَكُمَا مِنْ بُیُوْتِكُمَا هٰذِهِ السَّاعَةَ قَالَ الْجُوْعُ قَالَ وَاَنَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَاَخْرَجَنِیَ الَّذِیْ اَخْرَجَكُمَا قُوْمُوْا فَقَامُوْ مَعَهٗ فَاَتٰى رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا هُوَ لَیْسَ فِیْ بَیْتِهٖ فَلَمَّا رَاَتْهُ الْمَرْاَةُ قَالَتْ مَرْحَبًا وَّاَهْلًا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیْنَ فُلَانٌ قَالَتْ ذَهَبَ یَسْتَعْذِبُ لَنَا مِنَ الْمَاءِ اِذْ جَآءَ الْاَنْصَارِیُّ فَنَظَرَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَیْهِ ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا اَحَدٌ اَلْیَوْمَ اَكْرَمُ اَضْیَافًا مِنِّیْ قَالَ فَانْطَلَقَ فَجَآءَهُمْ بِعِذْقٍ فِیْهِ بُسْرٌ وَتَمْرٌ وَرُطَبٌ فَقَالَ كُلُوْا مِنْ هٰذِهٖ وَاَخَذَ الْمُدْیَةَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِیَّاكَ وَالْحَلُوْبَ فَذَبَحَ لَهُمْ فَاَكَلُوْ مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذٰلِكَ الْعِذْقِ وَشَرِبُوْ فَلَمَّا اَنْ شَبِعُوْا وَرَوَوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَتُسْاَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِیْمِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَخْرَجَكُمْ مِنْ بُیُوْتِكُمُ الْجُوْعُ ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوْا حَتّٰى اَصَابَكُمْ هٰذَا النَّعِیْمُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذُكِرَ حَدِیْثُ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فِیْ بَابِ الْوَلِیْمَةِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک دن یا رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ اچانک ان کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ملے فرمایا اس وقت تم کو تمہارے گھروں سے کس چیز نے نکالا ہے انہوں نے کہا بھوک نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھ کو بھی اسی چیز نے نکالا ہے۔ جس نے تم کو نکالا ہے اٹھو پس وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے گھر تشریف لائے وہ اپنے گھر موجود نہیں تھا۔ جب اس کی بیوی نے آپ کو دیکھا کہنے لگی خوش آمدید ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فلاں کہاں ہے اس نے کہا ہمارے لیے میٹھا پانی لینے کے لیے گیا ہوا ہے اچانک وہ انصاری بھی آ گیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھا پھر کہا سب تعریف اللہ کے لیے ہے۔ مجھ سے بڑھ کر آج کسی کے ہاں عزت والے مہمان نہیں ہیں راوی نے کہا وہ گیا اور ان کے پاس کھجوروں کا ایک خوشہ لے آیا جس میں نیم پختہ تازہ اور خشک کھجوریں تھیں کہنے لگا اس سے کھاؤ اور اس نے چھری پکڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دودھ والے جانور سے بچنا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جانور ذبح کیا انہوں نے بکری کا گوشت کھایا اور خوشے سے کھجوریں کھائیں اور پانی پیا جب وہ سیر ہو گئے اور سیراب ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما و عنہم کے لیے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت کے دن تم سے ان نعمتوں کے متعلق ضرور سوال کیا جائے گا۔ تم کو تمہارے گھروں سے بھوک نے نکالا تھا پھر تم گھر واپس نہیں لوٹے یہاں تک کہ تم کو یہ نعمتیں ملی ہیں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے ابو مسعود کی حدیث جس کے الفاظ ہیں کان رجل من الانصار باب الولیمہ میں ذکر کی جا چکی ہے۔

تشریح: "مرحباً واھلاً" یعنی خوش آمدید آپ اپنے ہی گھر میں آئے ہیں یہ خطۂ زمین آپ کیلئے ہموار اور خوشگوار ہے۔ اس حدیث سے آداب ضیافت کے کئی زرین اصول سامنے آتے ہیں اول یہ کہ اپنی بھوک و پیاس اور تکلیف و پریشانی کا اظہار اپنے احباب کے سامنے کرنا جائز ہے جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق وفاروق نے کیا۔ دوم یہ کہ اپنے قابل اعتماد ساتھی اور دوست کے پاس بلائے بغیر خود بھی آدمی جا سکتا ہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی لے جا سکتا ہے جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے گئے۔ سوم یہ کہ اپنی پسند کی چیز طلب کرنا اور میزبان کو عمدہ چیز دینے سے روکنا جائز ہے جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ چہارم یہ کہ مہمان سے یہ پوچھنا کہ آپ کھانا کھاؤ گے یا نہیں مناسب نہیں بلکہ فوراً کچھ کھلانے کی فکر کرنی چاہیے جس طرح اس انصاری صحابی نے کیا کہ کھجوریں سامنے رکھ دیں اور بکری ذبح کرنے کے پیچھے دوڑے۔ پنجم یہ کہ دنیوی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے پر قیامت میں ان نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِي..... مہمان نوازی کی اہمیت

(۵) وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَيُّمَا مُسْلِمٍ ضَافَ قَوْمًا فَاَصْبَحَ الضَّيْفُ مَحْرُوْمًا كَانَ حَقًّا عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ نَصْرُهٗ حَتّٰى يَاْخُذَه لَهٗ بِقِرَاهُ مِنْ مَالِهٖ وَزَرْعِهٖ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ وَاَيُّمَا رَجُلٍ ضَافَ قَوْمًا فَلَمْ يَقْرُوْهُ كَانَ لَهٗ اَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ.

ترجمہ: حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جس مسلمان شخص نے کسی قوم کی مہمان کی اور مہمان نے اس کے ہاں محرومی کی حالت میں صبح کی ہر مسلمان شخص پر اس کی مدد کرنا لازم ہے۔ یہاں تک کہ اپنی مہمانی کے مطابق اس کے مال یا کھیتی سے وہ لے لے روایت کیا اس کو دارمی اور ابوداؤد نے اس کی ایک روایت میں ہے جو شخص کسی قوم کے ہاں مہمان اترا انہوں نے اس کی مہمانی نہیں کی اس کو حق پہنچتا ہے کہ بقدر اپنی مہمانی کے اس کے مال سے لے لے۔

تشریح: اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے بھی مطلق ضیافت (مہمان داری) کرنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے بلکہ اس حدیث کی بھی وہی تاویل وتوجیہ کی جائیگی جو پیچھے حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت میں کی گئی ہے۔

برائی کا بدلہ برائی نہیں ہے

(۶) وَعَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ الْجُشَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْتَ اِنْ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ فَلَمْ يَقْرِنِيْ وَلَمْ يُضِفْنِيْ ثُمَّ مَرَّبِيْ بَعْدَ ذٰلِكَ اَقْرِيْهِ اَمْ اَجْزِيْهِ قَالَ بَلْ اَقْرِهٖ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوالاحوص جشمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہا میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں اگر میں کسی شخص کے پاس جاؤں وہ میری مہمانی نہ کرے اور حق ضیافت ادا نہ کرے پھر اس کے بعد وہ میرے پاس آئے میں اس کی مہمانی کروں یا اس کا بدلہ دوں فرمایا نہیں تو اس کی مہمانی کر۔ (ترمذی)

کسی کے گھر میں داخل ہونے کیلئے طلب اجازت کا جواب نہ ملے تو واپس چلے آؤ

(۷) وَعَنْ اَنَسٍ اَوْ غَيْرِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَاْذَنَ عَلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَقَالَ سَعْدٌ وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَلَمْ يُسْمِعِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى سَلَّمَ ثَلَاثًا وَرَدَّ عَلَيْهِ سَعْدٌ ثَلَاثًا وَلَمْ يُسْمِعْهُ فَرَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّبَعَهٗ سَعْدٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ مَا سَلَّمْتَ تَسْلِيْمَةً اِلَّا وَهِيَ بِاُذُنِيْ وَلَقَدْ رَدَدْتُ عَلَيْكَ وَلَمْ اُسْمِعْكَ اَحْبَبْتُ اَنْ اَسْتَكْثِرَ مِنْ سَلَامِكَ

وَمِنَ الْبَرَكَةِ ثُمَّ دَخَلُو الْبَيْتَ فَقَرَّبَ لَهُ زَبِيْبًا فَاَكَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلٰئِكَةُ وَاَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ (رواه فی شرح السنته)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن عبادہ سے اذن مانگا اور فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ سنایا آپ نے تین مرتبہ سلام کہا اور سعد رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ جواب دیا لیکن آپ کو نہ سنایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس آگئے۔ سعد رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آیا اور کہا اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی سلام نہیں کیا مگر میں اپنے کانوں سے سنتا رہا ہوں اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا جواب بھی دیا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں سنایا۔ میں نے پسند کیا کہ آپ کے زیادہ سے زیادہ سلام اور برکت حاصل کروں پھر آپ گھر تشریف لائے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خشک انگور پیش کیے۔ جب فارغ ہوئے فرمایا تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا ہے۔ فرشتوں نے تمہارے لیے برکت کی دعا کی ہے اور روزے داروں نے تمہارے ہاں افطار کیا ہے۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

تشریح: "اكل طعامكم الابرار" یہ صیغہ ماضی کا ہے مگر انشاء اور دعا کیلئے بطور استقبال استعمال کیا گیا ہے یعنی اللہ کے نیک بندے تمہارا کھانا کھائیں۔ "وصلت عليكم الملائكة" یہ بھی بطور دعا ہے یعنی فرشتے تمہارے لئے استغفار کریں۔

"وافطرعندكم الصائمون" صائمون سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے کھانا نہیں کھایا ہو خواہ پہلے روزے سے ہوں یا نہ ہوں یہ جملہ بھی بطور دعا ہے یعنی روزے دار تمہارے ہاں افطار کریں۔ کھانے کے بعد یہ دعائیں زبانی ہوتی ہیں کچھ لوگ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں معلوم نہیں وہ کہاں سے ثابت کرتے ہیں۔ کھانے کے بعد یہ دعا بھی منقول ہے "الحمد لله الذى اطعمنى هذا ورزقنيه من غير حول منى ولا قوة" اور میزبان کیلئے یہ دعا ہے "اللهم بارك له فى امواله واولاده"۔

پرہیزگار لوگوں کی ضیافت کرنا زیادہ بہتر ہے

(۸) وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ وَمَثَلُ الْاِيْمَانِ كَمَثَلِ الْفَرَسِ فِي اٰخِيَّتِهٖ يَجُوْلُ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى اٰخِيَّتِهٖ وَاِنَّ الْمُؤْمِنَ يَسْهُوْ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلَى الْاِيْمَانِ فَاَطْعِمُوْ طَعَامَكُمُ الْاَتْقِيَاءَ وَاَوْلُوْا مَعْرُوْفَكُمُ الْمُؤْمِنِيْنَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ.

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا مومن اور ایمان کی مثال گھوڑے کی مانند ہے جو اپنی رسی میں دوڑتا ہے پھر اپنی رسی کی طرف لوٹ آتا ہے۔ مومن بھول جاتا ہے پھر ایمان کی طرف لوٹ آتا ہے۔ اپنا کھانا متقی لوگوں کو کھلاؤ اور سب مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کرو۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے اور ابونعیم نے حلیہ میں۔

تشریح: "آخیتہ" ہمزہ پر مد ہے خا پر کسرہ ہے یا پر شد ہے پھر 'تا' ہے اس کا آسان ترجمہ رسی اور کنڈا ہے لیکن اصل میں "اخیۃ" کا بہترین مصداق جانوروں کے باڑہ میں جو سائیکل کا ٹائر زمین میں گاڑا جاتا ہے اور اس کے ساتھ رسی باندھ کر جانور کو باندھا جاتا ہے وہی ہے اس کو کِلہ بھی کہتے ہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مؤمن اپنے مرکز ایمان کے ساتھ باندھا ہوا ہے جانور اس کِلہ سے کافی دور بھی جاتا ہے لیکن رسی موجود ہوتی ہے تو آخر میں پھر واپس کِلہ پر آجاتا ہے اسی طرح مثال مؤمن کی ہے جو ایمان کے کِلے کے ساتھ بندھا ہوا ہے اگر معاصی کی طرف غلطی سے چلا جاتا ہے تو پھر اپنے مرکز ایمان کی طرف واپس لوٹ کر آتا ہے مسلمان کا مرکز' ایمان اور قرآن ہے' بیت اللہ اور مدینۃ الرسول ہے مساجد مدارس اور علماء ہیں بھٹکا ہوا مسلمان انہیں مقامات سے ہدایت حاصل کر سکتا ہے۔

"فاطعموا" یہ فاجزائیہ ہے اس کی شرط محذوف ہے یعنی جب مسلمانوں کا مرکز ایک ہے تو اس مرکز پر سب کو جمع ہونا چاہیے لہٰذا اس مرکز کو مضبوط کرو اس کی صورت یہ ہوگی کہ ایک دوسرے کی ضیافت کرو تاکہ محبت اور اتحاد پیدا ہو پرہیزگاروں کو کھلانے کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ جب وہ کھائیں گے تو عبادت کریں گے اور تمہیں دعائیں دیں گے اور ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

"واولوا" یہ ایلاء سے ہے والی اور متولی بنانے کے معنی میں ہے یعنی مسلمانوں کو اپنے عطا کے ساتھ خاص کرو منافقین اور کافرین کے چکر میں نہ پڑو۔

کھانا کھاتے وقت زانو کے بل بیٹھنا تواضع وانکساری کی علامت ہے

(۹) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ بُسْرٍ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصْعَةٌ يَحْمِلُهَا رِجَالٌ يُقَالُ لَهَا الْغَرَّاءُ فَلَمَّا اَضْحَوْا وَسَجَدُوا الضُّحٰى اُتِيَ بِتِلْكَ الْقَصْعَةِ وَقَدْ ثُرِدَ فِيْهَا فَالْتَفُّوْا عَلَيْهَا فَلَمَّا كَثُرُوْا جَثٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعْرَابِيٌّ مَا هٰذِهِ الْجِلْسَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَنِيْ عَبْدًا كَرِيْمًا وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا عَنِيْدًا ثُمَّ قَالَ كُلُوْا مِنْ جَوَانِبِهَا وَدَعُوْا ذُرْوَتَهَا يُبَارَكْ فِيْهَا. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہت بڑا پیالہ تھا جس کو چار آدمی اٹھاتے تھے اس کو غراء کہتے تھے جب چاشت کا وقت ہوتا اور چاشت کی نماز پڑھ لیتے اس پیالے کو لایا جاتا اس میں ثرید ہوتا سب اس میں جمع ہو جاتے۔ جب زیادہ ہو جاتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوزانو ہو کر بیٹھتے۔ ایک اعرابی نے کہا یہ کیسا بیٹھنا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو متواضع بنایا ہے اور متکبر سرکش نہیں بنایا پھر فرمایا اس کے کناروں سے کھاؤ اس کی بلندی کو چھوڑ دو اس میں برکت دی جاتی ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "الغرا" روشنی کے معنی میں ہے مراد بڑا تھال چوبی ناند ہے "جثی" زانو کے بل بیٹھنے کو کہتے ہیں مطلب یہ کہ تکیہ لگا کر کھانا نہیں چاہیے اس کے علاوہ جس صورت میں بیٹھ جائے جائز ہے البتہ نبی پاک کے انداز میں بیٹھنا مسنون ہے لیکن یہ سنن زوائد میں سے ہے اگر ثواب کی نیت کی تو ثواب ملے گا ورنہ عادت پر بیٹھنے سے ثواب نہیں ملتا ہے۔

جمع ہو کر کھانا کھانے سے برکت نازل ہوتی ہے

(۱۰) وَعَنْ وَحْشِيِّ بْنِ حَرْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَاْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ قَالَ فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُوْنَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاجْتَمِعُوْا عَلٰى طَعَامِكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيْهِ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہم کھاتے ہیں اور سیر نہیں ہوتے۔ آپ نے فرمایا شاید کہ تم الگ الگ کھاتے ہو انہوں نے کہا ہاں فرمایا اپنے کھانے پر اکٹھے ہو جاؤ اور اللہ کا نام لو تمہارے لیے اس میں برکت کی جائے گی۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ... روٹی، کپڑا اور مکان انسان کی بنیادی ضرورت ہے

(۱۱) عَنْ اَبِيْ عَسِيْبٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلًا فَمَرَّبِيْ فَدَعَانِيْ فَخَرَجْتُ اِلَيْهِ ثُمَّ مَرَّبِاَبِيْ بَكْرٍ فَدَعَاهُ فَخَرَجَ اِلَيْهِ ثُمَّ مَرَّبِعُمَرَ فَدَعَاهُ فَخَرَجَ اِلَيْهِ فَانْطَلَقَ حَتّٰى دَخَلَ حَائِطًا لِبَعْضِ الْاَنْصَارِ فَقَالَ لِصَاحِبِ الْحَائِطِ اَطْعِمْنَا بُسْرًا فَجَآءَ بِعِذْقٍ فَوَضَعَهٗ فَاَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابُهٗ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ بَارِدٍ فَشَرِبَ فَقَالَ لَتُسْاَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ فَاَخَذَ عُمَرُ الْعِذْقَ فَضَرَبَ بِهِ الْاَرْضَ حَتّٰى تَنَاثَرَ الْبُسْرُ قِبَلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَمَسْئُوْلُوْنَ عَنْ هٰذَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ نَعَمْ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ خِرْقَةٍ لَفَّ بِهَا الرَّجُلُ

عَوْرَتَهُ اَوْ كِسْرَةٍ سَدَّ بِهَا جَوْعَتَهُ اَوْ حُجْرٍ يَتَدَخَّلُ فِيْهِ مِنَ الْحَرِّ وَالْقَرِّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

ترجمہ: حضرت ابن عسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات باہر نکلے آپ میرے پاس سے گذرے آپ نے مجھے بلایا میں آپ کی طرف نکلا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے اس کو بلایا وہ بھی آپ کی طرف نکلے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے اس کو بلایا وہ آپ کی طرف نکلے یہاں تک کہ آپ ایک انصاری کے باغ میں آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باغ کے مالک سے فرمایا ہم کو نیم پختہ کھجوریں کھلاؤ وہ کھجوروں کا خوشہ لایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے اس سے کھایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھنڈا پانی منگوایا اور پیا پھر فرمایا قیامت کے دن ان نعمتوں کے متعلق تم سے ضرور سوال کیا جائے گا۔ راوی نے کہا حضرت عمر نے خوشہ پکڑ کر زمین پر مارا کچی کھجوریں رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی طرف زمین پر بکھر گئیں اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ان کے متعلق سوال کیا جائے گا فرمایا ہاں مگر تین چیزوں سے سوال نہ ہوگا وہ کپڑا جس سے آدمی نے اپنا سر ڈھانکا۔ روٹی کا ٹکڑا جس سے اپنی بھوک کو بند کیا یا مکان جس سے گرمی اور سردی سے بچنے کے لیے داخل ہوا روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں مرسل طور پر۔

تشریح: "ایک انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں احتمال ہے کہ وہی ابوالہیثم" ہوں جن کے باغ میں جانے کا ذکر پہلی فصل کی ایک حدیث میں بھی گزر چکا ہے اور یہ واقعہ (جو یہاں حدیث میں بیان کیا گیا ہے' دوسری مرتبہ کا ہے گویا ایک واقعہ تو وہ ہے جس کا ذکر پہلی فصل کی حدیث (نمبر۳) میں گزرا اور دوسرا واقعہ یہ ہے جو یہاں حدیث میں بیان کیا گیا ہے' اور یہ احتمال بھی ہے کہ "ایک انصاری" سے مراد ابوالہیثمؓ نہ ہوں بلکہ کوئی دوسرے انصاری صحابی رضی اللہ عنہ مراد ہوں۔ اور اس کو زمین پردے مارا" حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل گویا ان کی حالت جذب کا مظہر تھا جو قیامت کے دن ہر چھوٹی بڑی چیز اور ہر طرح کے جزئی وکلی امور کے سوال و پرسش کے سلسلہ میں خوف خدا اور مواخذہ آخرت کی ہیبت کی وجہ سے ان پر طاری ہوگئی تھی' "حجر" کا لفظ حاء کے پیش اور جیم کے سکون کے ساتھ بھی صحیح ہے' جس کے معنی حجرہ (کمرہ) کے ہیں' لیکن مشکوٰۃ کے ایک صحیح نسخہ میں یہ لفظ "جحر" یعنی جیم کے پیش اور حاء کے سکون کے ساتھ منقول ہے جس کے معنی سوراخ اور بل کے آتے ہیں' اس صورت میں یہ مراد ہوگا کہ ایک ایسا چھوٹا سا مکان جس کو اس کے انتہائی چھوٹا اور حقیر ہونے کی وجہ سے "چوہے کے بل" سے تعبیر کیا جاسکتا ہو اور جس میں سردی و گرمی سے بچاؤ کے لئے مشکل اور تنگی کے ساتھ رہا جاسکتا ہو۔

اجتماعی طور پر کھانا کھانے کی صورت میں سب کے ساتھ ہی کھانے سے ہاتھ کھینچو

(۱۲) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَتِ الْمَائِدَةُ فَلَا يَقُوْمُ رَجُلٌ حَتّٰى تُرْفَعَ الْمَائِدَةُ وَلَا يَرْفَعُ يَدَهُ وَاِنْ شَبِعَ حَتّٰى يَفْرَغَ الْقَوْمُ وَلْيُعْذِرْ فَاِنَّ ذٰلِكَ يُخْجِلُ جَلِيْسَهُ فَيَقْبِضُ يَدَهُ وَعَسٰى اَنْ يَكُوْنَ لَهُ فِي الطَّعَامِ حَاجَةٌ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ، وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دسترخواں بچھایا جائے کوئی آدمی اس وقت تک کھڑا نہ ہو یہاں تک کہ دسترخوان اٹھالیا جائے اور نہ اپنے ہاتھ کو اٹھائے اگرچہ سیر ہوجائے یہاں تک کہ سب لوگ فارغ ہو جائیں اور عذر بیان کردے کیونکہ یہ بات اس کے ساتھی کو شرمندہ کردے گی وہ اپنے ہاتھ کو سمیٹ لے گا اور شاید کہ اس کو کھانے کی مزید خواہش ہو۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: اس حدیث سے علماء نے مسئلہ اخذ کیا ہے کہ اگر دسترخوان پر ایک سے زائد آدمی ہوں تو ان میں سے کسی شخص کو دوسرے ساتھیوں سے پہلے اپنا ہاتھ کھانے سے نہ کھینچنا چاہیے' بشرطیکہ اس کے ہاتھ کھینچنے کے بعد وہ (ساتھی) بھی شرما شرمی میں کھانا چھوڑ دیں۔ اور اگر کوئی شخص کم خوراک ہو (کہ کم خور ہونے کی وجہ سے دسترخوان کے دوسرے ساتھیوں کا آخر تک ساتھ دینا اس کے لئے مشکل ہو) تو اس صورت میں اس کے

لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ وہ آہستہ آہستہ اور تھوڑا تھوڑا کھائے تا کہ آخر تک دوسرے لوگوں کا ساتھ دے سکے۔

(۱۳) وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَكَلَ مَعَ قَوْمٍ كَانَ اٰخِرَهُمْ اَكْلًا رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ مُرْسَلًا.

ترجمہ: حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت صحابہ کے ساتھ کھانا کھاتے سب سے آخر میں کھانے سے فارغ ہوتے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب ایمان میں مرسل۔

بھوک ہونے کے باوجود کھانے سے تکلفاً انکار کرنا جھوٹ بولنے کے مترادف ہے

(۱۴) وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَعَامٍ فَعُرِضَ عَلَيْنَا فَقُلْنَا لَا نَشْتَهِيْهِ قَالَ لَا تَجْتَمِعْنَ جُوْعًا وَ كِذْبًا. (رواه سنن ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا لایا گیا آپ نے اس کو ہمارے سامنے رکھا ہم نے کہا ہم کو اشتہاء نہیں ہے آپ نے فرمایا بھوک اور جھوٹ کو جمع نہ کرو۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بھوک اور کھانے کی خواہش کے باوجود بطور تکلف کھانے سے انکار کرے اور یہ کہے کہ مجھے کھانے کی خواہش نہیں ہے جو حقیقت میں جھوٹ بولنا ہے تو اس سے بڑا نادان کون ہوگا کہ دو نقصان برداشت کرنے پر تیار ہو جائے' ایک تو دنیا کا نقصان کہ بھوک کی کلفت اٹھائے اور دوسرا دین کا نقصان کہ جھوٹ بولے۔

مل کر کھانا برکت کا باعث ہے

(۱۵) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوْا جَمِيْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا فَاِنَّ الْبَرَكَةَ مَعَ الْجَمَاعَةِ (ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکٹھے ہو کر کھاؤ اور الگ الگ نہ کھاؤ کیونکہ جماعت کے ساتھ کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے)

مہمان کے ساتھ استقبال و وداع کے لئے گھر کے دروازے تک جانا مسنون ہے

(۱۶) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ يَّخْرُجَ الرَّجُلُ مَعَ ضَيْفِهٖ اِلٰى بَابِ الدَّارِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْهُ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَالَ فِي اِسْنَادِهٖ ضِعْفٌ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنت ہے کہ آدمی گھر کے دروازے تک مہمان کے ساتھ جائے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اور کہا اس کی سند ضعیف ہے۔

تشریح: یہ بھی مہمان کی خاطر داری اور اس کا اکرام ہے کہ جب وہ آئے تو گھر کے دروازے پر اس کا استقبال کیا جائے اور جب وہ جانے لگے تو دروازے تک نکل کر اس کو رخصت کیا جائے' اس میں ایک بڑی حکمت یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے دوسرے لوگ گھر میں ایک اجنبی کے آنے سے کسی وہم و وسوسہ کا شکار نہیں ہوں گے۔ ''یہ سنت ہے'' کا مطلب یا تو یہ ہے کہ یہ عمل (یعنی مہمان کے استقبال و وداع کے لئے گھر کے دروازے تک جانا) ایک قدیم عادت ہے جس کو ہمیشہ سے تہذیب و شائستگی کا مظہر بھی سمجھا گیا ہے اور انسان کی فطرت سلیم کا غماز بھی یا یہ مطلب ہے کہ یہ عمل میری سنت اور میرے طریقے کے مطابق ہے۔

کھانا کھلانے کی فضیلت

(۱۷) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْخَیْرُ اَسْرَعُ اِلَی الْبَیْتِ الَّذِی یُؤْکَلُ فِیْہِ مِنَ الشَّفْرَۃِ اِلٰی سَنَامِ الْبَعِیْرِ (رواہ سنن ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا برکت اس گھر میں جس میں کھانا کھلایا جائے بہت جلد آتی ہے جس طرح چھری اونٹ کی کوہان کو جلد کاٹ دیتی ہے۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے)

تشریح: جب اونٹ کا گوشت کاٹا جاتا ہے تو اس کے سب اعضاء سے پہلے اس کے کوہان کو کاٹتے ہیں اور چونکہ کوہان کا گوشت زیادہ لذیذ ہوتا ہے اس لئے وہ شوق کے ساتھ کھایا بھی جاتا ہے، پس فرمایا کہ جس طرح کوہان پر چھری جلد پہنچتی ہے اس سے بھی زیادہ جلد اس گھر میں خیر و بھلائی پہنچتی ہے جس میں مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔

باب.....گزشتہ باب کے متعلقات کا بیان

یہاں باب کو کسی عنوان کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پچھلے باب میں جو موضوع چل رہا تھا اس باب میں بھی اسی سے متعلق احادیث نقل ہوں گی تاہم مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں یہاں یہ عنوان قائم کیا گیا ہے باب فی اکل المضطر یعنی مضطر کے کھانے کا بیان۔

یعنی اس باب میں صاحب مصابیح نے بخاریؒ و مسلمؒ کی کوئی روایت نقل نہیں کی ہے اس لئے انہوں نے اس باب کو فصل اول سے خالی رکھا ہے! واضح رہے کہ بعض نسخوں میں لفظ الاول کے بعد الثالث کا لفظ بھی ہے کیونکہ اس باب میں تیسری فصل بھی نہیں ہے لیکن زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ الثالث کا لفظ نہ ہونا چاہئے' کیونکہ مصنف مشکوٰۃ کا اصل مقصد صاحب مصابیح کے بارے میں بیان کرنا ہے کہ انہوں نے اس باب کو پہلی فصل سے خالی رکھا ہے جبکہ تیسری فصل کو شامل کرنے یا شامل نہ کرنے کا تعلق خود مصنف مشکوٰۃ کی ذات سے ہے اگر وہ کسی باب کو تیسری فصل سے خالی رکھیں تو اس کو بیان کرنا غیر ضروری سی بات ہوگی اور یہ بات ہے بھی کہ مصنف مشکوٰۃ نے اس کو بیان کرنے کا معمول نہیں رکھا ہے' جیسا کہ آگے آنے والے ایک باب ''باب تغطیۃ الاوانی'' سے واضح ہوگا کہ اس باب میں مصنف مشکوٰۃ نے تیسری فصل کو شامل نہیں کیا ہے اور یہ بیان نہیں کیا کہ اس باب میں تیسری فصل نہیں ہے۔ وَھٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الاولِ. اور اس باب میں پہلی فصل نہیں ہے

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ..... حالت اضطرار کا مسئلہ

(۱) عَنِ الْفُجَیْعِ الْعَامِرِیِّ اَنَّہٗ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا یَحِلُّ لَنَا مِنَ الْمَیْتَۃِ قَالَ مَا طَعَامُکُمْ قُلْنَا نَغْتَبِقُ وَنَصْطَبِحُ قَالَ اَبُوْ نُعَیْمٍ فَسَرَّہٗ لِیْ عُقْبَۃُ قَدَحٌ غُدْوَۃً وَقَدَحٌ عَشِیَّۃً قَالَ ذَاکَ وَاَبِی الْجُوْعُ فَاَحَلَّ لَھُمُ الْمَیْتَۃَ عَلٰی ھٰذِہِ الْحَالِ (رواہ سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت فجیع عامری سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا ہمیں مردار کس وقت حلال ہے فرمایا تمہارے کھانے کی مقدار کیا ہے ہم نے کہا ایک پیالہ دودھ ہم صبح پیتے ہیں اور ایک شام کو۔ ابونعیم نے کہا عقبہ نے مجھے اس کی تفسیر بیان کی کہ ایک پیالہ دودھ کا صبح اور ایک پیالہ شام آپ نے فرمایا یہ مقدار بھوک ہے اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مردار کو حلال کر دیا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: ''ماطعامکم'' یعنی تمہیں کھانے میں کیا ملتا ہے؟ ''نغتبق ونصطبح'' حدیث کے راوی ابونعیم کہتے ہیں کہ میرے استاد عقبہ نے ان دونوں کلمات کا اس طرح مطلب بیان کیا ہے کہ دودھ کا ایک پیالہ صبح کو اور ایک شام کو ملتا تھا صبوح صبح اور غبوق شام کو کہتے ہیں ''ذاک وابی الجوع'' ذاک مبتداء ہے اور الجوع اس کی خبر ہے اور وابی درمیان میں جملہ معترضہ قسمیہ ہے علامہ طیبی فرماتے ہیں ''وابی جملۃ قسمیۃ معترضۃ بین المبتداء والخبر'' (طیبی) خدا کی قسم یہ تو خالص بھوک ہے یعنی حالت اضطرار ہے لہٰذا مردار کھاؤ اور جان بچاؤ۔

سوال:۔اس حدیث کا آنے والی حدیث کے ساتھ واضح تعارض ہے کیونکہ زیر بحث حدیث میں ہے کہ اگر دودھ کا ایک پیالہ صبح وشام ملتا ہے تو یہ حالت اضطرار ہے اور مردار کھانا جائز ہے اور آنے والی حدیث میں مذکور ہے کہ جب تک گھاس پر بھی گزارہ ہوسکتا ہو اس وقت تک مردار کا استعمال ناجائز ہے اس تعارض کے دور کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب:۔اس تعارض کے دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اضطرار متحقق ہونے کی حد تو وہی ہے جس کا ذکر آنے والی ابوواقد کی حدیث میں ہے کہ گھاس بھی ملتی ہو وہ کھائے اور مردار نہ کھائے اور زیر بحث حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس میں ایک پیالہ دودھ کا جو ذکر ہے یہ ایک ایک آدمی کیلئے نہیں تھا بلکہ پوری قوم کیلئے صبح ایک پیالہ اور شام کو ایک پیالہ تھا تو پوری قوم کے لئے ایک پیالے سے کیا ملے گا؟ ایک گھونٹ ملنا بھی مشکل ہے یہ تو خالص اضطراری حالت ہے لہٰذا اس حدیث اور آنے والی حدیث کا مفہوم ومضمون ایک ہی ہے اس حدیث کے چند الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ دودھ کا یہ پیالہ پوری قوم کیلئے تھا مثلاً ''ماطعامکم'' میں پوری قوم کو خطاب ہے اسی طرح راوی کا سوال ''ما تحل لنا'' میں پوری قوم کے بارہ میں سوال تھا ایک آدمی کیلئے نہیں تھا۔ باقی دونوں حدیثوں کے سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ ثبوت اضطرار کے بارہ میں فقہاء کرام کا اختلاف بیان کیا جائے کیونکہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف:۔امام مالک اور امام احمد بن حنبل اور ایک قول میں امام شافعی کے نزدیک اگر کوئی شخص اپنی طبعی خواہش کے مطابق اتنا کھانا نہیں پاتا جس سے شکم سیری ہو جائے تو اس شخص کو مردار کھانا جائز ہے' مردار کے کھانے اور تحقیق اضطرار کے بارے میں ان حضرات کے ہاں بڑی وسعت ہے۔امام ابوحنیفہؒ اور ایک قول میں امام شافعیؒ کے ہاں اضطراری حالت اس وقت متحقق ہوگی کہ آدمی کی جان کو بھوک کی وجہ سے ہلاکت کا خطرہ لاحق ہو جائے پھر مردار اتنا کھائے کہ جان میں جان باقی رہے صرف قوت لایموت اور سدِ رمق کی حد تک کھائے۔

دلائل:۔جمہور نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے ائمہ احناف نے آنے والی حضرت ابوواقد لیثیؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے احناف کی طرف سے زیر بحث حدیث کا جواب اس سے پہلے سوال وجواب کے ضمن میں ہو گیا ہے کہ یہ ایک پیالہ پوری قوم کیلئے تھا یہ تو عین اضطرار ہے۔

(۲) وَعَنْ اَبِیْ وَاقِدِ اللَّیْثِیِّ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا نَکُوْنُ بِاَرْضٍ فَتُصِیْبُنَا بِھَا الْمَخْمَصَۃُ فَمَتٰی یَحِلُّ لَنَا الْمَیْتَۃُ قَالَ مَا لَمْ تَصْطَبِحُوْ اَوْ تَغْتَبِقُوْا اَوْ تَحْتَفِئُوْا بِھَا بَقْلًا فَشَاْنُکُمْ بِھَا مَعْنَاہٗ اِذَا لَمْ تَجِدُوْا صَبُوْحًا اَوْ غَبُوْقًا وَلَمْ تَجِدُوْا بَقْلَۃً تَاْکُلُوْنَھَا حَلَّتْ لَکُمُ الْمَیْتَۃُ (رواہ الدارمی)

ترجمہ: حضرت ابوواقد لیثی سے روایت ہے ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول ہم بعض اوقات ایک زمین میں ہوتے ہیں وہاں ہم کو بھوک پہنچتی ہے۔مردار کھانا ہمارے لیے کب روا ہے فرمایا جب تم صبح اور شام کوئی کھانے کی چیز نہ پاؤ یا کوئی سبزی وغیرہ تمہیں کھانے کے لیے نہیں ملتی اس حالت میں مردار کھا سکتے ہو اس حدیث کا معنی یہ ہے جس وقت صبح وشام تم کو کھانے کے لیے کچھ نہ ملے اور نہ کوئی ترکاری تمہیں دستیاب ہو جس کو تم کھا سکو اس وقت مردار تمہارے لیے حلال ہے روایت کیا اس کو دارمی نے۔

بَابُ الْاَشْرِبَۃِ..... پینے کی چیزوں کا بیان

قال اللہ تعالی کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ... اشربۃ۔شراب کی جمع ہے اور شراب مشروب کے معنی میں ہے مشروب ہر پینے کی چیز کو کہا جاتا ہے خواہ پانی ہو' نبیذ ہو' شربت ہو یا جوس ہو' مشروب چونکہ طعام کے تابع ہوتا ہے اس لئے کتاب الاطعمہ کے ذیل میں تابع ذکر کیا اور لباس طعام کے تابع نہیں تھا اس لئے اس کو الگ کتاب کے عنوان میں ذکر کیا اس باب میں پانی پینے کے آداب مستحبات اور مکروہات کو ذکر کیا گیا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... پانی کو تین سانس میں پینے کی خاصیت

(۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَنَفَّسُ فِی الشَّرَابِ ثَلَاثًا. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَزَادَ مُسْلِمٌ فِیْ رِوَایَۃٍ وَیَقُوْلُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ اَرْوٰی وَاَبْرَاُ وَاَمْرَاُ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پینے کے دوران تین مرتبہ سانس لیتے تھے (متفق علیہ) مسلم نے ایک روایت میں زیادہ کیا اور آپ فرماتے اس طرح پینا خوب سیراب کرتا ہے اور صحت بخشتا ہے۔

تشریح: "تین مرتبہ سانس لیتے تھے" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی تین سانس میں پیتے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بات اکثر کے اعتبار سے بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر اسی طرح پانی پیتے تھے اور بعض روایتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دو سانس میں بھی پینے کا ذکر آیا ہے۔ بہر حال تین یا دو سانس میں پینے کا طریقہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مرتبہ برتن کو منہ سے جدا کر لیتے تھے۔

مشک کے منہ سے پانی پینے کی ممانعت

(۲) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فِيِّ السَّقَاءِ (رواہ بخاری و رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشک کا منہ موڑ کر اس سے پینے سے منع فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: مشک یا اس جیسی دوسری چیزوں (جیسے ہینڈ پمپ یا گھڑے وغیرہ) کے دہانہ (منہ) سے پانی پینے کی ممانعت اس بناء پر ہے کہ اس طریقہ سے اول تو پانی ضرورت سے زائد صرف ہوتا ہے دوسرے وہ پانی کپڑوں وغیرہ پر گر کر ان کو خراب کرتا ہے تیسرے یہ کہ اس طرح پانی پینا کہ زیادہ مقدار میں دفعتاً پیٹ میں جائے معدہ کیلئے نقصان دہ ہوتا ہے اور چوتھے یہ کہ پانی پینے کا جو مسنون طریقہ ہے اس کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

(۳) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اخْتِنَاثِ الْاَسْقِيَةِ وَ زَادَ فِيْ رِوَايَةٍ وَاخْتِنَاثُهَا اَنْ يُّقْلَبَ رَاْسُهَا ثُمَّ يُشْرَبَ مِنْهُ (رواہ بخاری و رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ مشک کو الٹا کر اس سے پانی پیا جائے اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ مشک کا الٹانا یہ ہے کہ اس کا دہانہ نیچے کر دیا جائے اور پھر اس سے پانی پیئے۔ (متفق علیہ)

کھڑے ہو کر پانی مت پیو

(۴) وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ نَهٰى اَنْ يَّشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہا آپ نے منع فرمایا ہے کہ آدمی کھڑے ہو کر پانی پیئے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

(۵) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَشْرَبَنَّ اَحَدٌ مِّنْكُمْ قَائِمًا فَمَنْ نَسِيَ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَقِئْ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص کھڑا ہو کر پانی نہ پیئے۔ جو شخص بھول جائے اسے قے کر دینی چاہیے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پیا

(۶) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَلْوٍ مِّنْ مَّاءِ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ (رواہ بخاری و رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زمزم کا ایک ڈول لایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا جبکہ آپ کھڑے تھے۔ (متفق علیہ)

وضو کا پانی اور آب زم زم کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے

(۷) وَعَنْ عَلِيٍّ اِنَّهٗ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ قَعَدَ فِيْ حَوَائِجِ النَّاسِ فِيْ رَحْبَةِ الْكُوْفَةِ حَتّٰى حَضَرَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ ثُمَّ اُتِيَ بِمَآءٍ

فَشَرِبَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَذَكَرَ رَاْسَهُ وَرِجْلَيْهِ ثُمَّ قَامَ فَشَرِبَ فَضْلَهُ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اُنَاسًا يَكْرَهُوْنَ الشُّرْبَ قَائِمًا وَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ (رواہ بخاری و رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے ظہر کی نماز پڑھی پھر کوفہ کے چبوترے پر لوگوں کی ضروریات پورا کرنے کے لیے بیٹھے یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت آ گیا پھر پانی لایا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے پیا اور اپنا منہ اور ہاتھ دھویا راوی نے سر اور پاؤں کا ذکر کیا پھر آپ کھڑے ہوئے اور زائد پانی پیا پھر فرمایا کچھ لوگ کھڑے ہو کر پینا ناپسند سمجھتے ہیں اور بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیا ہے جس طرح میں نے کیا ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "وذکر راسه" یعنی راوی نے اس وضو میں سر کا مسح بھی بیان کیا اور پاؤں دھونے کا ذکر بھی کیا "ما صنعت" حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ میں نے جس طرح وضو کا بچا ہوا پانی پی لیا ایسا ہی عمل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا' بہرحال اس سے عام پانی کے کھڑے ہو کر پینے کے جواز کی بات ثابت نہیں ہوتی کیونکہ زمزم اور وضو کے پانی کی صورت تو استثنائی صورتوں میں سے ہے۔

جانوروں کی طرح منہ ڈال کر پانی پینا مکروہ ہے

(۸) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَمَعَهُ صَاحِبٌ لَّهُ فَسَلَّمَ فَرَدَّ الرَّجُلُ وَهُوَ يُحَوِّلُ الْمَآءَ فِي حَائِطٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَآءٌ بَاتَ فِي شَنَّةٍ وَّاِلَّا كَرَعْنَا فَقَالَ عِنْدِي مَآءٌ بَاتَ فِي شَنٍّ فَانْطَلَقَ اِلَى الْعَرِيْشِ فَسَكَبَ فِي قَدَحٍ مَآءً ثُمَّ حَلَبَ عَلَيْهِ مِنْ دَاجِنٍ فَشَرِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَعَادَ فَشَرِبَ الرَّجُلُ الَّذِيْ جَآءَ مَعَهُ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت جابر سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے پاس آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صحابی تھا آپ نے سلام کیا اس آدمی نے جواب دیا۔ وہ آدمی باغ کو پانی دے رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تیرے پاس باسی پانی ہو جس نے مشکیزے میں رات گذاری ہو وہ لاؤ ورنہ ہم نہر سے منہ لگا کر پی لیتے ہیں اس نے کہا میرے پاس باسی پانی مشک میں ہے وہ چھپر کی طرف گیا پیالے میں پانی ڈالا پھر گھر میں پلی ہوئی بکری کا دودھ اس میں دوہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا پھر وہ ایک پیالہ اور لایا اور اس شخص نے پیا جو آپ کے ساتھ تھا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: کرعنا کے معنی ہیں "ہم کرع میں سے پانی پی لیں گے" اور "کرع" اس جگہ کو کہتے ہیں' جہاں بارش کا پانی جمع ہو جاتا ہے' اسی طرح سی نہر اور تالاب کو بھی کرع کہتے ہیں اس اعتبار سے کرعنا کا مفہوم یہ ہوا کہ ہم بغیر کسی برتن کے اور بغیر ہاتھ لگائے نہر یا تالاب وغیرہ سے منہ لگا کر پی لیں گے۔ اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ کرع اس کو کہتے ہیں کہ بغیر برتن اور ہاتھ کے منہ ڈال کر پانی پیا جائے جس طرح چوپائے وغیرہ میں اپنے پاؤں ڈال کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور پھر منہ لگا کر پانی پیتے ہیں۔

سیوطیؒ کہتے ہیں کہ (اس حدیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ کرع یعنی منہ ڈال کر پانی پینا جائز ہے جبکہ) ابن ماجہ کی ایک روایت میں کرع کی ممانعت منقول ہے اس صورت میں کہا جائے گا کہ ابن ماجہ کی روایت کا تعلق نہی تنزیہی سے ہے اور یہاں جو بیان کیا گیا ہے وہ جواز کو ظاہر کرنے کے لئے تھا (مطلب یہ ہے کہ عام حالات میں تو اس طرح جانوروں کے طریقہ پر پانی پینا مکروہ ہے لیکن مخصوص حالات میں اس طرح پانی پینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔)

سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِيْ يَشْرَبُ فِيْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ اِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِيْ بَطْنِهٖ نَارَ جَهَنَّمَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ. اِنَّ الَّذِيْ يَاْكُلُ وَيَشْرَبُ فِيْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ.

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ داخل کرتا ہے۔ (متفق علیہ) مسلم کی ایک روایت میں ہے وہ شخص جو سونے اور چاندی کے برتن میں کھاتا اور پیتا ہے۔

تشریح: تمام علماء اور ائمہ کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے لئے چاندی اور سونے کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے اسی طرح ان کے برتنوں میں پانی بھر کر وضو کرنے یا ان میں عطر رکھ کر ان سے عطر لگانے اور یا ان میں حقہ رکھ کر حقہ پینے وغیرہ جیسے کاموں میں استعمال کرنا بھی حرام ہے اگر کسی چاندی یا سونے کے برتن میں کھانے پینے کی کوئی چیز رکھی ہو تو اس کو پہلے اس میں سے نکال کر کسی دوسرے برتن میں رکھ لیا جائے اور پھر اس کو کھایا جائے اسی طرح تیل یا عطر وغیرہ ہو تو پہلے اس تیل یا عطر کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر نکال لیا جائے اور پھر اس کو دائیں ہاتھ سے لگایا جائے اور اگر یہ صورت اختیار کی گئی کہ اس تیل یا عطر وغیرہ کو اس چاندی یا سونے کے برتن میں سے کسی ہاتھ کی ہتھیلی پر نکالا گیا اور پھر اسی ہتھیلی سے لگایا گیا تو یہ جائز نہیں ہوگا۔

ہدایہ میں لکھا ہے کہ مفضض برتن میں پانی پینا جائز ہے بشرطیکہ منہ لگانے کی جگہ چاندی نہ ہو اسی طرح سونے یا چاندی کے مضبب پیالہ میں بھی پانی پینا جائز ہے کیونکہ پیالہ پر ضباب کا ہونا (یعنی اس پر سونے یا چاندی کا پتر چڑھا ہوا ہونا) اس پیالہ کی مضبوطی کیلئے ہونا ہے نہ کہ زینت و آرائش کے مقصد سے۔

(۱۰) وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَلْبَسُو الْحَرِيْرَ وَلَا الدِّيْبَاجَ وَلَا تَشْرَبُوْا فِي اٰنِيَتِهِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَكُلُوْا فِي صِحَافِهَا فَاِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَهِيَ لَكُمْ فِي الْاٰخِرَةِ (رواه صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے ریشمی کپڑا اور دیباج نہ پہنو اور سونے اور چاندی کے برتن میں نہ پیو نہ اس کی رکابیوں میں کھاؤ کیونکہ وہ کافروں کے لیے دنیا میں ہیں اور تمہارے لیے آخرت میں ہوں گی۔ (متفق علیہ)

دائیں طرف سے دینا شروع کرو

(۱۱) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ حُلِبَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ دَاجِنٌ وَشِيْبَ لَبَنُهَا بِمَآءٍ مِنَ الْبِئْرِ الَّتِيْ فِي دَارِ اَنَسٍ فَاَعْطِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَدَحَ فَشَرِبَ وَعَلٰى يَسَارِهٖ اَبُوْ بَكْرٍ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ عُمَرُ اَعْطِ اَبَابَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَعْطَى الْاَعْرَابِيَّ عَنْ يَمِيْنِهٖ ثُمَّ قَالَ الْاَيْمَنُ فَالْاَيْمَنُ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلْاَيْمَنُوْنَ الْاَيْمَنُوْنَ اَلَافَيَمِّنُوْا (رواه مسلم ورواه الصحيح البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گھریلو پالتو بکری کا دودھ دوہا گیا اور اس کے دودھ میں اس کنوئیں کا پانی ملایا گیا جو انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیالہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور دائیں جانب ایک اعرابی تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو پیالہ پکڑا دیا۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب تھا۔ پھر فرمایا دایاں مقدم ہے پھر دایاں ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دائیں طرف کے زیادہ حقدار ہیں دائیں طرف والے زیادہ حقدار ہیں۔ غور سے سنو دائیں طرف والوں کو پہلے دیا کرو۔ (متفق علیہ)

(۱۲) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ غُلَامٌ اَصْغَرُ الْقَوْمِ وَالْاَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهٖ فَقَالَ يَا غُلَامُ اَتَاذَنُ اَنْ اُعْطِيَهُ الْاَشْيَاخَ فَقَالَ مَاكُنْتُ لِاُوْثِرَ بِفَضْلٍ مِنْكَ اَحَدًا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَحَدِيْثُ اَبِيْ قَتَادَةَ سَنَذْكُرُ فِي بَابِ الْمُعْجِزَاتِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیالہ لایا گیا آپ نے اس سے پیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داہنی طرف ایک لڑکا تھا جو سب سے چھوٹا تھا اور بوڑھے آپ کی بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا اے لڑکے تو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ میں بوڑھوں کو پیالہ دے دوں۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول آپ کے بچے ہوئے کو میں اپنے سے بڑھ کر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا آپ نے اس کو دیدیا (متفق علیہ) اور ابوقتادہ کی حدیث باب المعجزات میں ہم بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تشریح: "غلام" غلام سے حضرت ابن عباس مراد ہیں یہ دائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے "لا اوثر" یعنی میں آپ کے بچے ہوئے پانی یا دودھ کے پینے میں اپنے اوپر کسی دوسرے کو ترجیح نہیں دے سکتا اس حدیث سے ایثار بالطاعات کا مسئلہ واضح ہو جاتا ہے ایثار بالطاعات کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کو نیکی مل رہی ہے وہ اپنے آپ کو چھوڑ کر دوسرے کو موقع دیتا ہے تا کہ یہ نیکی اس کو ملے مثلاً جماعت کی پہلی صف میں ایک شخص کھڑا ہو پیچھے صف میں ایک بزرگ آ جائے تو وہ شخص پیچھے ہٹ گیا اور بزرگ کو صف اول کے ثواب کا موقع دیدیا یہ ایثار بالطاعات کہلاتا ہے ایثار طاعات اگر واجبات میں ہو تو یہ ناجائز ہے اور اگر طاعات غیر واجبہ میں ہو تو وہ مکروہ ہے یہ تو ایثار بالطاعات کی بات تھی لیکن اگر دنیوی امور میں کوئی شخص ایثار کرتا ہے تو یہ مستحب ہے مثلاً اپنا حق دوسرے کیلئے چھوڑ دیا اپنی باری دوسرے کو دیدی اپنی جگہ پر دوسرے کو بٹھا دیا تو اس میں ادب کا ثواب ملتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ... چلتے پھرتے کھانا اور کھڑے ہو کر پینا اصل کے اعتبار سے جائز

(۱۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نَاكُلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ نَحْنُ نَمْشِيْ وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چلتے ہوئے کھا لیتے تھے اور کھڑے ہو کر پی لیتے تھے۔ روایت کیا اس کو ترمذی ابن ماجہ اور دارمی نے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: "قیام" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چلتے پھرتے کھانا پینا بلا کراہت جائز ہے لیکن اس سے استدلال کرنے کیلئے ضروری ہے کہ یہ عمل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں آ چکا ہو اور آپ نے اس کی تصویب فرمائی ہو اور تقریر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ضابطہ پورا ہو چکا ہو اگر ایسا نہیں ہے تو صحابی کے اس عمل کو ضرورت اور مجبوری پر حمل کیا جائے گا اس لئے کہ تمام علماء اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ کھڑے کھڑے کھانا پینا مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ کھانے پینے کے آداب کے خلاف ہے اور کئی احادیث میں کھڑے کھڑے پانی پینے کی ممانعت آئی ہے کھانے کا معاملہ تو زیادہ اہم ہے اس لئے زیر بحث روایت میں تاویل ہوگی نیز کھانے کی اشیاء کا حال بھی مختلف ہے اگر کھجور ہے یا انگور ہے تو یہ روٹی سے مختلف ہے۔

(۱۴) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ قَائِمًا وَ قَاعِدًا (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پی لیتے تھے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

پیتے وقت برتن میں سانس نہ لو

(۱۵) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّتَنَفَّسَ فِي الْاِنَاءِ اَوْ يُنْفَخَ فِيْهِ (رواه سنن ابو داؤد وسنن ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے یا پھونک مارنے سے منع کیا ہے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: پیتے وقت برتن میں سانس لینے یا پھونک مارنے سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے تا کہ پئے جانے والے پانی وغیرہ میں تھوک نہ گر جائے اور دوسرے شخص کو اس سے کراہت محسوس نہ ہو نیز بسا اوقات منہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور اس صورت میں اگر برتن میں سانس لیا جائے گا یا پھونک ماری جائے گی تو ہو سکتا ہے کہ اس پی جانے والی چیز میں بھی بدبو پہنچ جائے علاوہ ازیں پانی میں سانس لینا اصل میں چوپایوں کا طریقہ ہے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ اگر اس پی جانے والی چیز کو ٹھنڈا کرنے کیلئے بھی پھونک مارنے کی ضرورت ہو تو اس صورت میں بھی پھونک نہ ماری جائے بلکہ اس وقت تک پینے میں صبر کیا جائے جب تک کہ وہ ٹھنڈی نہ ہو جائے نیز اگر پانی میں کوئی تنکا وغیرہ پڑ جائے تو اس کو کسی تنکے وغیرہ سے نکالا جائے انگلی سے یا پھونک مار کر نہ نکالا جائے کیونکہ اس سے طبیعت نفرت و کراہت محسوس کرتی ہے۔

ایک سانس میں مت پیو

(۱۶) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَشْرَبُوْا وَاحِدًا كَشُرْبِ الْبَعِيْرِ وَلٰكِنْ اشْرَبُوْا مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَسَمُّوْا اِذَا اَنْتُمْ شَرِبْتُمْ وَاحْمَدُوْا اِذَا اَنْتُمْ رَفَعْتُمْ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: اسی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سانس کے ساتھ اونٹ کی طرح نہ پیو لیکن دو یا تین سانس لے کر پیو۔ جب پیو بسم اللہ پڑھو اور جب برتن اپنے منہ سے دور کرو الحمد للہ کہو۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ادنی درجہ یہ ہے کہ پانی دو سانس میں پیا جائے تا کہ اونٹ کی مشابہت لازم نہ آئے' لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تین سانس میں پینا بہتر اور زیادہ پسندیدہ ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اور اکثر اوقات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی تھا۔

''تو حمد کرو'' کے سلسلہ میں احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ پہلے سانس کے بعد الحمد للہ کہے' دوسری سانس کے بعد رب العالمین کا اضافہ کرے اور تیسری سانس کے بعد الرحمٰن الرحیم۔ نیز پانی پینے کے بعد پڑھی جانے والی یہ دعا بھی منقول ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَه' عُذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ وَلَمْ يَجْعَلْه' مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا

تنکا وغیرہ نکالنے کے لئے بھی پانی میں پھونک نہ مارو

(۱۷) وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ النَّفْخِ فِی الشَّرَابِ فَقَالَ رَجُلُ الْقَذَاةَ رَاهَا فِی الْاِنَاءِ قَالَ اَهْرِقْهَا قَالَ فَاِنِّیْ لَا اَرْوٰی مِنْ نَفَسٍ وَاحِدٍ قَالَ فَاَبِنِ الْقَدَحَ فِيْكَ ثُمَّ تَنَفَّسْ (رواه الترمذی والدرامی)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں پھونک مارنے سے منع کیا ہے۔ ایک آدمی نے کہا میں اس میں تنکا پڑا ہوا دیکھتا ہوں۔ فرمایا اس کو پھینک دے اس نے کہا ایک دم پینے سے میں سیراب نہیں ہوتا فرمایا پیالہ اپنے منہ سے ہٹا کر سانس لے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور ابو داؤد نے)

تشریح: ''القذاۃ'' اس کا معنی تنکا ہے۔ ''قال'' چونکہ حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے کہ برتن میں سانس لیا جائے یا پھونک ماری جائے تو اس شخص نے شاید یہ سمجھ لیا کہ پانی ایک ہی سانس سے پینا چاہیے اس لئے اس نے سوال کیا کہ' فانی لا اروی'' یعنی میں تو ایک سانس میں سیر نہیں ہوتا ہوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ برتن کو منہ سے الگ کرو اور سانس لو۔ اس شخص نے پہلا سوال یہ کیا تھا کہ میں برتن کے پانی وغیرہ میں کبھی کوئی تنکا دیکھتا ہوں تو اس کو کیسے ہٹاؤں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی کو اوپر سے گراؤ تنکا پہلے گر جائے گا علماء نے لکھا ہے کہ تنکا ہٹانے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی دوسری لکڑی وغیرہ سے تنکا ہٹایا جائے۔

پینے کا برتن اگر کسی جگہ سے ٹوٹا ہوا تو وہاں منہ لگا کر نہ پیو

(۱۸) وَعَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ ثُلْمَةِ الْقَدَحِ وَاَنْ يَنْفَخَ فِی الشَّرَابِ (رواه سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ کے سوراخ سے پینے اور پیالہ میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

تشریح: ''سوراخ'' سے مراد برتن کی ٹوٹی ہوئی جگہ ہے' مطلب یہ ہے کہ اگر پینے کا برتن کسی جگہ سے ٹوٹا ہوا ہو تو اس جگہ سے منہ لگا کر پانی نہ پیو' کیونکہ اس جگہ ہونٹوں کی گرفت اچھی طرح نہیں ہوگی اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہاں سے پانی نکل کر بدن اور کپڑوں پر گرے گا' دوسرے یہ کہ برتن کی دھلائی کے وقت اس کی ٹوٹی ہوئی جگہ اچھی طرح صاف نہیں ہو پاتی وہاں مٹی وغیرہ لگی رہ جاتی ہے اس صورت میں پاکیزگی اور صفائی کا تقاضا بھی یہی ہے اس جگہ

منہ نہ لگایا جائے۔ حدیث کے مفہوم اور مذکورہ بالا وضاحت سے معلوم ہوا کہ "سوراخ" سے ٹوٹا ہوا برتن مراد نہیں ہے بلکہ اس کی ٹوٹی ہوئی جگہ مراد ہے یعنی اس ممانعت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ٹوٹے ہوئے برتن میں پانی نہ پیا جائے بلکہ یہ مراد ہے کہ برتن کی ٹوٹی ہوئی جگہ پر منہ لگا کر پانی نہ پیا جائے۔

کبھی کبھار مشک وغیرہ کے منہ سے پانی پینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے

(۱۹) وَعَنْ كَبْشَةَ قَالَ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ فِي قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا فَقُمْتُ اِلٰى فِيْهَا فَقَطَعْتُهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ.

ترجمہ: حضرت کبشہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لٹکی ہوئی مشک کے منہ سے کھڑے ہو کر پانی پیا میں نے کھڑے ہو کر مشک کا منہ کاٹ لیا۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ مشک کے منہ کے جتنے حصے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک لگا تھا میں نے اتنے حصے کا چمڑہ کاٹ کر رکھ لیا اور یہ میں نے تبرک یعنی حصول برکت کی غرض سے کیا یا اس احساس ادب کی بناء پر کیا تا کہ اس حصے پر کسی اور کا منہ نہ لگے جیسا کہ اسی طرح کے ایک واقعہ کے سلسلے میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے جو روایت بیان کی ہے اس میں انہوں نے صراحت کے ساتھ یہ کہا ہے کہ میں نے مشک کا منہ کاٹ دیا تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پینے کے بعد کوئی دوسرا شخص اس جگہ منہ لگا کر نہ پئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھا اور ٹھنڈا مشروب بہت پسند تھا

(۲۰) وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ اَحَبُّ الشَّرَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحُلْوَ الْبَارِدُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ وَالصَّحِيْحُ مَارُوِيَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا.

ترجمہ: حضرت زہری عروہ سے عروہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میٹھی ٹھنڈی چیز بہت پسند فرماتے تھے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا کہ زہری کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل بیان کرنا زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: "میٹھی چیز" سے عموم مراد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر میٹھا مشروب بہت زیادہ پسند تھا' خواہ وہ میٹھا پانی ہوتا تھا یا میٹھا دودھ' اور خواہ شہد وغیرہ کا شربت! اس وضاحت سے اس حدیث اور ان دونوں حدیثوں کے درمیان مطابقت و یکسانیت پیدا ہو جاتی ہے' جن میں سے ایک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پینے کی چیزوں میں دودھ سب سے زیادہ پسند تھا اور دوسری روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پینے کی چیزوں میں شہد زیادہ پسند تھا۔ "وہ روایت صحیح ہے الخ" کا مطلب یہ ہے کہ زہریؒ نے اس روایت کو دو طریق سے نقل کیا ہے ایک تو مسند یعنی سند کے ساتھ جس طرح اوپر نقل کی گئی ہے کہ عن الزہری عن عروۃ عن عائشۃ ...... الخ اور دوسرے مرسل یعنی بغیر سند کے ذکر کیا ہے اس طرح کہ اس میں انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں کیا ہے' بلکہ عبارت کے ظاہری مفہوم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عروہ کا ذکر بھی نہیں کیا ہے' کیونکہ زہریؒ خود بھی تابعی ہیں اگرچہ صغیر تابعی ہیں۔ لہٰذا ترمذیؒ کہتے ہیں کہ زہریؒ کی روایت جو بطریق ارسال ہم تک پہنچی ہے اس کے سلسلہ سند میں جن راویوں کا ذکر ہے وہ حدیث کی اصطلاح میں قوی تر اور ضابطہ تر ہیں' بخلاف اس روایت کے سلسلہ سند کے کہ جو متصل ہے اس کے بعض راوی ضعیف ہیں۔

کھانے پینے میں دودھ سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے

(۲۱) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ وَاِذَا سُقِيَ لَبَنًا فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ فَاِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ يُجْزِئُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ اِلَّا اللَّبَنُ. (رواہ الترمذی وسنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت ایک تمہارا کھانا کھائے پس کہے اے اللہ ہمیں اس میں برکت دے اور اس سے بہتر ہم کو کھلا اور جس وقت دودھ پلایا جائے پس چاہیے کہ کہے اے اللہ ہمارے لیے اس میں برکت ڈال اور اس سے زیادہ دے اس لیے کہ دودھ کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں جو کھانے اور پینے کی جگہ کفایت کرے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے میٹھے پانی کا خاص اہتمام

(۲۲) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَعْذَبُ لَهُ الْمَآءُ مِنَ السُّقْيَا قِيْلَ هِيَ عَيْنٌ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْمَدِيْنَةِ يَوْمَانِ (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سقیا سے میٹھا پانی منگوایا جاتا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ سقیا ایک چشمہ ہے جو مدینہ سے دو دن کی مسافت پر واقع ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ.... سونے چاندی کے برتن میں نہ پیٔو

(۲۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَرِبَ فِيْ اِنَآءِ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ اَوْ اَنَآءٍ فيه شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ فَاِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِيْ بَطْنِهٖ نَارَ جَهَنَّمَ (رواه الدار قطنى)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سونے یا چاندی کے برتن میں پیئے یا کسی ایسے برتن میں جس میں سونا یا چاندی ہو پیتا اس کے پیٹ میں جہنم کی آگ ہلائے گا۔ روایت کیا اس کو دارقطنی نے۔

تشریح: "اس میں سونے یا چاندی کا کچھ حصہ ہو" کا مطلب یہ ہے کہ اس میں سونے یا چاندی کی کیلیں وغیرہ لگی ہوئی ہوں۔ اور طیبیؒ نے نوویؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر وہ کیلیں وغیرہ چھوٹی چھوٹی ہوں اور اتنی ہی مقدار و تعداد میں استعمال کی گئی ہوں جو ضرورت و حاجت کے بقدر ہوں تو وہ حرام و مکروہ کے حکم میں داخل نہیں ہوں گی، لیکن اگر زیادہ مقدار و تعداد میں بھی ہوں اور بڑی بڑی یا چوڑی ہوں تو پھر وہ حرام کے حکم میں ہوں گی۔ لیکن جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ اس سلسلہ میں حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ جس برتن میں سونے یا چاندی کی کیلیں وغیرہ لگی ہوئی ہوں اس میں پانی وغیرہ پینا جائز ہے بشرطیکہ جس جگہ منہ لگا کر پیا جائے وہاں سونا یا چاندی نہ ہو۔

بَابُ النَّقِيْعِ وَالْاَنْبِذَةِ..... نقیع اور نبیذوں کا بیان

قال الله تعالى تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا

نقیع اور نبیذ پینے کے شربتوں کی اقسام میں سے ہیں "نقیع" بنانے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ انگور یا کھجوروں کو پانی میں ڈال کر صرف بھگو دیا جائے اور کچھ وقت کیلئے چھوڑ دیا جائے تاکہ پانی میں مٹھاس آ جائے بس یہی نقیع ہے اس کا پینا جائز اور بدن اور نظام ہضم کیلئے بہت مفید ہے۔

"نبیذ" بمعنی منبوذ پھینکی ہوئی چیز کو کہتے ہیں اس کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ کھجوروں کو پانی میں ڈال دیا جائے اور دیر تک پانی میں چھوڑ دیا جائے کہ پانی میں ہلکی سی تیزی آ جائے لیکن اتنی تیزی اور تغیر نہ آئے کہ مُسکر بن جائے یہ نبیذ ہے اس کا پینا جائز اور حلال ہے اگر مسکر بن گیا تو حرام ہے۔

نبیذ کی اقسام:۔ ا۔ اگر کھجور اور انگور وغیرہ کو پانی میں ڈال کر حلاوت آنے سے پہلے پہلے استعمال کیا گیا تو یہ پانی ہی کے حکم میں ہے سب کے نزدیک اس سے وضو کرنا بھی جائز ہے اور عام استعمال بھی جائز ہے۔

۲۔ اگر کھجور و انگور وغیرہ پانی میں ڈال دیا اور دیر تک چھوڑ کر پانی میں سکر آ گیا یا آگ پر پکایا اور پانی میں جوش اور سکر آ گیا تو یہ سب کے نزدیک حرام ہے نہ اس سے وضو ہے اور نہ عام استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔

۳۔ اگر پانی میں کھجور و انگور وغیرہ ڈال دیا گیا پانی میں معمولی سی حلاوت آ گئی جوش بھی نہیں آیا مزید بھی نہیں ہوا تو اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جمہور اور صاحبین کے نزدیک اس کو وضو میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ مگر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا عام استعمال بھی جائز ہے اور وضو کیلئے استعمال بھی جائز ہے۔ وفات سے کچھ قبل امام ابوحنیفہؒ نے صاحبین اور جمہور کے قول کی طرف رجوع کیا کہ اس سے وضو نا جائز ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... حضرت انس رضی اللہ عنہ کا پیالہ

(۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحِيْ هٰذَا الشَّرَابَ كُلَّهُ الْعَسَلَ وَالنَّبِيْذَ وَالْمَآءَ وَاللَّبَنَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس پیالہ سے پینے کی ہر چیز پلائی ہے۔ شہد، نبیذ، پانی اور دودھ۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس پیالہ میں پینے کی چیزیں پیا کرتے تھے وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، منقول ہے کہ نصر ابن انس رضی اللہ عنہ نے اس پیالہ کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی میراث میں سے آٹھ لاکھ درہم کے عوض خریدا تھا، حضرت امام بخاریؒ نے اس پیالہ کو بصرہ میں دیکھا تھا اور ان کی خوش بختی کے کیا کہنے کہ ان کو اس مبارک پیالے میں پانی پینے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبیذ بنانے کا ذکر

(۲) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا نَنْبِذُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سِقَاءٍ يُوْكَأُ اَعْلَاهُ وَلَهٗ عَزْلَاءُ نَنْبِذُهٗ غُدْوَةً فَيَشْرَبُهٗ عِشَآءً وَنَنْبِذُهٗ عِشَاءً فَيَشْرَبُهٗ غُدْوَةً. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا ہم ایک مشک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبیذ بناتے تھے اوپر کی جانب سے اس کو بند کر دیا جاتا تھا۔ نیچے اس کا دہانہ تھا ہم صبح نبیذ ڈالتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات پی لیتے۔ ہم رات کو نبیذ بناتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح پی لیتے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: "عزلاء" اصل میں توشہ دان کے دہانہ کو کہتے ہیں، لیکن یہاں مشک کا دہانہ مراد ہے جو اس کے نیچے کی طرف ہو، حاصل یہ کہ اس مشک کے اوپر کی جانب تو منہ تھا ہی، لیکن اس کے نیچے کے حصے میں بھی ایک دہانہ تھا اس کے اوپر کے منہ کو تو باندھ دیا جاتا تھا اور اس کے نیچے کے منہ سے نکال کر پیا جاتا تھا، نبیذ بنانے کے لئے کھجوروں کو ایک دن اور ایک رات سے زائد تک، حتیٰ کہ تین دن و تین رات تک بھگوئے رکھنے کا ذکر ہے، ان کا تعلق جاڑے کے موسم سے ہوگا۔

(۳) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْبَذُ لَهٗ اَوَّلَ اللَّيْلِ فَيَشْرَبُهٗ اِذَا اَصْبَحَ يَوْمَهٗ ذٰلِكَ اللَّيْلَةَ الَّتِيْ تَجِيْءُ وَالْغَدَ وَاللَّيْلَةَ الْاُخْرٰى وَالْغَدَ اِلَى الْعَصْرِ فَاِنْ بَقِيَ شَيْءٌ سَقَاهُ الْخَادِمَ اَوْ اَمَرَبِهٖ فَصُبَّ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رات کے پہلے حصہ میں نبیذ ڈالی جاتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن پیتے بعد میں آنے والی رات کو بھی پیتے رہتے۔ دوسرے دن بھی اگلی رات بھی۔ اور تیسرے دن عصر تک اگر بچ رہتی خادم کو پلا دیتے یا حکم فرماتے کہ اس کو پھینک دیا جائے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: سقاه الخادم او امر به میں حرف او (یا) اظہار شک کے لئے نہیں ہے بلکہ تنویع کے لئے ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ تیسرے دن عصر کے وقت تک پینے کے بعد جو نبیذ بچ جاتی وہ چونکہ تلچھٹ رہ جاتی تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو خود نہیں پیتے تھے بلکہ خادم کو پینے کے لئے دے دیتے تھے۔ اور اگر اس میں نشہ کا اثر آ جاتا تو پھر خادم کو بھی پینے کے لئے نہیں دیتے تھے بلکہ پھینکوا دیتے تھے۔

مظہرؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مالک و آقا کے لئے جائز ہے کہ وہ خود اوپر کا کھانا کھائے اور نیچے کا کھانا غلام و خادم کو کھلائے۔

(۴) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ يُنْبَذُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سِقَاءٍ فَاِذَا لَمْ يَجِدُوْا سِقَاءً يُنْبَذُ لَهٗ فِيْ تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ (مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک مشک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبیذ ڈالی جاتی۔ اگر مشک نہ ہوتی پتھر کے باسن میں نبیذ ڈالتے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

نبیذ کن برتنوں میں نہ بنائی جائے

(۵) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيْرِ وَاَمَرَ اَنْ يُّنْبَذَ فِيْ اَسْقِيَةِ الْاَدَمِ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کدو کے برتن، لاکھے کے روغن دار رال کے اور لکڑ کے باسن میں نبیذ ڈالنے سے منع فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ چمڑے کی مشک میں نبیذ ڈالی جائے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اس حکم کی منسوخی جس کے ذریعہ بعض برتنوں میں نبیذ کا بنانا ممنوع قرار دیا گیا تھا

(۶) وَعَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَهَيْتُكُمْ عَنِ الظُّرُوْفِ فَاِنَّ ظَرْفًا لَا يُحِلُّ شَيْئًا وَلَا يُحَرِّمُهٗ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ نَهَيْتُكُمْ عَنِ الْاَشْرِبَةِ اِلَّا فِيْ ظُرُوْفِ الْاَدَمِ فَاشْرَبُوْا فِيْ كُلِّ وِعَاءٍ غَيْرَ اَنْ لَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم کو مذکورہ ظروف میں نبیذ ڈالنے سے منع کیا تھا۔ کوئی ظرف کسی چیز کو حلال یا حرام نہیں کرتا۔ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ ایک روایت میں ہے میں نے تم کو برتنوں میں پینے سے منع کیا تھا مگر چمڑے کے ظروف میں اجازت دی تھی۔ ہر برتن میں پیو لیکن نشہ آور نہ پیو۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

الفصل الثانی ... ہر نشہ آور مشروب حرام ہے خواہ اس کو شراب کہا جائے یا کچھ اور

(۷) عَنْ اَبِيْ مَالِكِ الْاَشْعَرِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ اُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا (رواه سنن ابو دائودد سنن ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے میری امت شراب پیئے گی اس کا نام کچھ اور رکھ لیں گے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کے ذہن میں کجی اور فساد ہوگا وہ شراب پینے کے سلسلے میں مختلف حیلے بہانے کریں گے خاص طور پر نام کو بڑا پردہ بنائیں گے مثلاً نبیذ یا مباح شربت جیسے ماء العسل وغیرہ کو نشہ آور بنا کر پئیں گے اور یہ گمان کریں گے کہ یہ حرام نہیں ہے کیونکہ نہ اس کو انگور کے ذریعہ بنایا گیا ہے اور نہ کھجور کے ذریعہ حالاں کہ ان کا اس طرح گمان کرنا ان کے حق میں ان مشروبات کے مباح وحلال ہونے کے لئے کارگر نہیں ہوتا بلکہ حقیقت میں وہ شراب پینے والے شمار ہوں گے اور اس کی ان کو سزا ملے گی کیونکہ اصل حکم یہ ہے کہ ہر نشہ آور شراب حرام ہے خواہ وہ کسی بھی چیز سے بنا ہو۔

ایک صورت یہ بھی ہوگی کہ وہ شراب ہی پئیں گے لیکن اپنی طرف سے اس کا کوئی دوسرا نام رکھ لیں گے اس کو شراب نہیں کہیں گے تا کہ لوگ شراب پینے کا الزام عائد نہ کریں لیکن حقیقت میں نام کی یہ تبدیلی ان کے حق میں قطعاً کارگر نہیں ہوگی اصل میں اعتبار تو مسمی کا ہے نہ کہ اسم کا۔

الفصل الثالث

(۸) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَبِيْذِ الْجَرِّ الْاَخْضَرِ قُلْتُ اَنَشْرَبُ فِي الْاَبْيَضِ قَالَ لَا (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز ٹھلیا میں نبیذ ڈالنے سے منع

کیا ہے میں نے کہا ہم سفید ٹھلیا میں پی لیں فرمایا نہیں۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "سبز ٹھلیا" سے مراد "حنتم" یعنی سبز لاکھی (روغنی) گھڑا ہے! چونکہ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سبز کی قید سے یہ سمجھے کہ جو ٹھلیا سبز نہ ہو اس میں بنی ہوئی نبیذ کا پینا مباح ہوگا اس لئے انہوں نے پوچھا کہ کیا ہم سفید ٹھلیا کی پی سکتے ہیں؟ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید ٹھلیا کی نبیذ پینے سے بھی منع فرما کر گویا اس طرف اشارہ کیا کہ "سبز" کی قید محض اتفاقی ہے اور اس کا ایک سبب یہ ہے کہ اس زمانہ میں جن ٹھلیوں میں نبیذ بنائی جاتی تھی عام طور پر سبز ہی ہوتی تھی' اس لئے سبز ہی کا ذکر کر دیا' ورنہ سبز سفید کا حکم ایک ہی ہے کہ جو بھی لاکھی یعنی روغنی ٹھلیا ہو خواہ وہ سبز رنگ کی ہو یا کسی اور رنگ کی ہو اس میں بنی ہوئی نیند پینے سے اجتناب کرو! لیکن واضح رہے کہ اس حدیث کا حکم بھی منسوخ ہے' جیسا کہ پیچھے ذکر کیا گیا۔

بَابُ تَغْطِيَةِ الْاَوَانِي وَغَيْرِهَا..... برتنوں وغیرہ کو ڈھانکنے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ..... رات آنے پر کن چیزوں کا خیال رکھا جائے

(۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ اَوْ اَمْسَيْتُمْ فَكُفُّوْا صِبْيَانَكُمْ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ فَاِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَخَلُّوْهُمْ وَاَغْلِقُوْ الْاَبْوَابَ وَاذْكُرُو اسْمَ اللّٰهِ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا وَ اَوْ كُوْاقِرَبَكُمْ وَاذْكُرُو اسْمَ اللّٰهِ وَ خَمِّرُوْا اٰنِيَتَكُمْ وَاذْ كُرُوا اسْمَ اللّٰهِ وَلَوْ اَنْ تَعْرِضُوْ عَلَيْهِ شَيْئًا وَ اَطْفِئُوْا مَصَابِيْحَكُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ قَالَ خَمِّرُوْا الْاٰ نِيَةَ وَاَوْكُوا الْاَسْقِيَةَ وَاَجِيْفُوا الْاَبْوَابَ وَاكْفِتُوْا صِبْيَانَكُمْ عِنْدَالْمَسَاءِ فَاِنَّ لِلْجِنِّ اِنْتِشَارًا وَخَطْفَةً وَاَطْفِؤُا الْمَصَابِيْحَ عِنْدَ الرُّقَادِ فَاِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ رُبَّمَا اجْتَرَّتِ الْفَتِيْلَةَ فَاَحْرَقَتْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ غَطُّوا الْاِنَاءَ وَاَوْكُوا السِّقَاءَ وَاَغْلِقُوا الْاَبْوَابَ وَاَطْفِؤُا السِّرَاجَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَحِلُّ سِقَاءً وَلَا يَفْتَحُ بَابًا وَلَا يَكْشِفُ اِنَاءً فَاِنْ لَمْ يَجِدْ اَحَدُكُمْ اِلَّا اَنْ يَعْرِضَ عَلٰى اِنَائِهٖ عَوْدًا وَيَذْكُرُو اسْمَ اللّٰهِ فَلْيَفْعَلْ فَاِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلٰى اَهْلِ الْبَيْتِ بَيْتَهُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ قَالَ لَا تُرْسِلُوْا فَوَاشِيَكُمْ وَصِبْيَانَكُمْ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يُبْعَثُ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ قَالَ غَطُّوا الْاِنَاءَ وَاَوْكُوا السِّقَاءَ فَاِنَّ فِي السَّنَةِ لَيْلَةً يَنْزِلُ فِيْهَا وَبَاءٌ لَا يَمُرُّ يا نَاءٍ لَيْسَ عَلَيْهِ غِطَاءٌ اَوْسِقَاءٍ لَيْسَ عَلَيْهِ وَكَاءٍ اِلَّا نَزَلَ فِيْهِ مِنْ ذٰلِكَ الْوَبَاءِ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت اول شب ہو یا فرمایا تم شام کرو اپنے لڑکوں کو بند کرو اس وقت شیطان پھیل جاتے ہیں۔ رات کا کچھ حصہ گذر جائے ان کو چھوڑ دو۔ دروازے بند کر لو اور بسم اللہ پڑھو شیطان بند دروازہ نہیں کھولتا۔ اپنی مشکوں کے منہ باندھ دو اور اللہ کا نام ذکر کرو۔ اپنے برتن ڈھانک لو اور اللہ کا نام لو۔ اگر چہ اپنے برتن پر جانب عرض کوئی چیز رکھ دو۔ اپنے چراغ بجھا دو۔ (متفق علیہ) بخاری کی ایک روایت میں ہے برتن ڈھانک دو۔ مشکوں کا منہ بند کر دو۔ دروازے بند کر دو اور شام کے وقت بچوں کو اپنے پاس بند کر دو۔ جنوں کے لیے پھیلنا اور اچک لینا ہے سونے کے وقت چراغ بجھا دو بسا اوقات چوہا بتی کھینچ لے جاتا ہے اور گھر والوں کو جلا دیتا ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے برتن ڈھانک دو مشک کا منہ باندھ دو۔ دروازے بند کر دو چراغ گل کر دو۔ کیونکہ شیطان مشک نہیں کھولتا نہ دروازہ کھولتا ہے نہ بند برتن کھولتا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی برتن کو بند کرنے کے لیے کچھ نہ پائے لکڑی برتن پر جانب عرض رکھ دے اور اللہ کا نام ذکر کرے۔ چوہا گھر والوں پر گھر کو جلا دیتا ہے۔ ایک روایت میں ہے جس وقت سورج غروب ہو جائے اپنے مویشی اور بچے نہ چھوڑو یہاں تک کہ رات کی تاریکی ختم ہو جائے جس وقت سورج غروب ہو شیطان پراگندہ کیے جاتے ہیں یہاں تک کہ رات کا اول وقت جاتا رہے۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا۔ برتن ڈھانک دو اور مشک بند رکھو سال میں ایک رات ایسی ہے اس میں وبا اترتی ہے کسی مشک یا برتن کے پاس سے وہ نہیں گذرتی جو بند نہ ہو مگر اس میں داخل ہو جاتی ہے۔

تشریح: "جنح" رات کا ابتدائی حصہ مراد ہے" او امسیتم "لفظ اوراوی کے شک کیلئے ہے" ینتشر "یعنی شام کے وقت جنات اور شیاطین پھیلتے ہیں اس وقت وہ بچوں کو آسیب زدہ کر کے نقصان پہنچا سکتے ہیں اچک سکتے ہیں اسی طرح جانوروں کو بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں اس لئے اندھیرا پھیلتے وقت بچوں اور جانوروں کو باہر نکلنے سے روکو کچھ دیر بعد چھوڑ دو" باباً مغلقاً "یعنی جس دروازہ کے بند کرتے وقت بسم اللہ پڑھی گئی ہو اس کو شیطان نہیں کھولتا اس کے کھولنے پر قادر نہیں ہوتا۔" او کوا "ایکاء سے ہے تسمہ کے ذریعہ سے باندھنے کو کہتے ہیں۔

"خمروا" برتن ڈھانکنے کو کہتے ہیں" ان تعرضوا "نصر ینصر سے ہے برتن پر لکڑی کو چوڑائی میں رکھنے کو کہتے ہیں یعنی اگر برتن ڈھانکنے کیلئے پورا ڈھکن نہیں ملتا تو لکڑی کا تنکا بسم اللہ پڑھ کر برتن کے منہ پر چوڑائی میں رکھ دو یہ لکڑی بسم اللہ کی نشانی ہوگی تو شیطان بھاگے گا قریب نہیں آئے گا" اطفئوا "چراغ وغیرہ بجھا دو۔

"اجیفوا" دروازہ لوٹانے کے معنی میں ہے یعنی بند کر دو" اکفتوا "باب افعال سے اکفات اپنے پاس بٹھائے رکھنے اور بند کرنے اور اپنی طرف ضم کرنے کے معنی میں ہے" الجن "جنات میں سے جو حد اعتدال سے زیادہ سرکش ہو جاتا ہے وہ شیطان بن جاتا ہے اور جو اعتدال سے زیادہ نرم ہو جاتا ہے وہ پری بن جاتا ہے اور جس میں اعتدال کے ساتھ شرارت ہو وہ جن رہتا ہے جو بھی جن ہے شرارت اس میں ضرور ہوگی خواہ مسلم ہو یا کافر ہو۔" الرقاد "یعنی سونے کے وقت" الفویسقة "یہ فاسقہ کی تصغیر ہے مراد چوہا ہے جو بل سے نکل کر شرارت کرتا رہتا ہے" اجترت "اجترار سے ہے کھینچنے کے معنی میں ہے" الفتیلة "اس بتی کو فتیلہ کہتے ہیں جس میں آگ لگی ہوئی ہو" لا یحل "کھولتا نہیں مشکیزہ کو بشرطیکہ بسم اللہ کے ساتھ بند کیا ہو۔

"تضرم" باب افعال سے ہے آگ بھڑکانے کو اضرام کہتے ہیں" فحمة العشاء "رات کی تاریکی کو فحمۃ کہتے ہیں یبعث مجہول کا صیغہ ہے یعنی شیاطین پھیلائے جاتے ہیں اور پھیلنے دیا جاتا ہے" وباء "وبائی مرض ہیضہ وغیرہ مراد ہے اس حدیث کا خلاصہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کا نام بسم اللہ کو ہر وقت ہر مطلب کیلئے استعمال کرو یہ تمہاری دنیاوی اور اخروی آفات سے بچنے کیلئے مفید تر ہے یہ تمام اوامر ونواہی ارشادی ہیں وجوبی نہیں ہیں۔

جس برتن میں کھانے پینے کی کوئی چیز ہو اس کو ڈھانک کر لاؤ اور لے جاؤ

(۲) وَعَنْهُ قَالَ جَآءَ اَبُوْ حُمَيْدٍ رَجُلٌ مِنَّ الْاَنْصَارِ مِنَ النَّقِيْعِ بِاِنَآءٍ مِنْ لَبَنٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا خَمَّرْتَهُ وَلَوْ اَنْ تَعْرِضَ عَلَيْهِ عَوْدًا (رواه بخاری و رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو حمید جو انصار میں سے ایک آدمی ہے نقیع سے دودھ کا ایک بھرا ہوا برتن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے اسے ڈھانکا کیوں نہیں اگرچہ اس پر لکڑی رکھ دیتا۔ (متفق علیہ)

سوتے وقت آگ بجھا دو

(۳) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِي بُيُوْتِكُمْ حِيْنَ تَنَامُوْنَ (رواه بخاری و رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا جس وقت تم سونے لگو آگ کو گھروں میں نہ چھوڑو۔ (متفق علیہ)

تشریح: "آگ" سے مراد وہ آگ ہے جس سے کسی چیز کے جل جانے کا خوف ہو خواہ وہ چراغ ہو یا چولہے وغیرہ کی آگ لہٰذا روشنی کی جو چیزیں قندیل وغیرہ کی صورت میں لٹکی ہوئی ہوں اور ان سے آگ لگنے کا کوئی خطرہ نہ ہو تو اس کو چھوڑے رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لہٰذا ایسی چیزیں اس ممانعت کے حکم میں داخل نہیں ہوں گی کیونکہ اس ممانعت کی جو اصل علت ہے (یعنی آگ لگنے کا خطرہ) جب وہی نہیں پائی جائے گی تو اس حکم پر عمل بھی ضروری نہیں ہوگا بلکہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ تو یہ فرماتے ہیں کہ اگر آگ کو بھی گھر میں اس طرح رکھ چھوڑا جائے کہ اس سے کسی چیز کے جلنے کا خوف نہ ہو جیسے جاڑے کے موسم میں شب بیداری کی غرض سے یا کسی دوسری مصلحت وضرورت کے تحت چولہے وغیرہ میں

آگ دبا دیتے ہیں تو کہا جاسکتا ہے کہ مذکورہ بالا وضاحت پر قیاس کرتے ہوئے یہ بھی ممنوع نہیں ہوگا۔

(۴) وَعَنِ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ اَحْتَرَاقَ بَیْتٌ بِالْمَدِیْنَةِ عَلٰی اَهْلِهٖ مِنَ اللَّیْلِ فَحُدِّثَ بِشَاْنِهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ النَّارَ اِنَّمَا هِیَ عَدُوٌّ لَّکُمْ فَاِذَا نِمْتُمْ فَاَطْفِئُوْ هَا عَنْکُمْ (رواہ بخاری و رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا مدینہ میں ایک رات ایک گھر جل گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے متعلق خبر دی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگ تمہاری دشمن ہے۔ جب سونے لگو اس کو بجھا دو۔ (متفق علیہ)

الفصل الثانی.... کتے اور گدھے کی آوازیں سنو تو اللہ کی پناہ چاہو

(۵) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا سَمِعْتُمْ نُبَاحَ الْکِلَابِ وَنَهِیْقَ الْحَمِیْرِ مِنَ اللَّیْلِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ فَاِنَّهُنَّ یَرَیْنَ مَالَا تَرَوْنَ وَاَقِلُّو الْخُرُوْجَ اِذَا هَدَاتِ الْاَرْجُلُ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَبُثُّ مِنْ خَلْقِهٖ فِیْ لَیْلَةٍ مَا یَشَاءُ وَاَجِیْفُوا الْاَبْوَابَ وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَفْتَحُ بَابًا اِذَا اُجِیْفَ وَذُکِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَغُطُّو الْجِرَارَ وَاکْفِئُو الْاٰ نِیَةَ وَاَوْکُوا الْقِرَبَ. (رواہ فی شرح السنة)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے رات کے وقت جب تم کتے کے بھونکنے اور گدھے کی آواز سنو اللہ کے ساتھ شیطان مردود سے پناہ مانگو اس لیے کہ وہ دیکھتے ہیں جو تم نہیں دیکھتے۔ جب پاؤں چلنے سے رک جائیں باہر نکلنا کم کر دو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ رات کے وقت اپنی جس مخلوق کو چاہتا ہے پھیلا دیتا ہے۔ دروازے بند کر دو اور اللہ کا نام لو۔ کیونکہ شیطان بند دروازہ نہیں کھولتا جبکہ اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو برتن ڈھانپ دو اور برتنوں کو الٹا رکھو اور مشکوں کے منہ باندھ دو۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

چوہے کی شرارت سے بچنے کے لئے سوتے وقت چراغ کو بجھا دو

(۶) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَآءَتْ فَارَةٌ تَجُرُّ الْفَتِیْلَةَ فَاَلْقَتْهَا بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْخُمْرَةِ الَّتِیْ کَانَ قَاعِدً عَلَیْهَا فَاَحْرَقَتْ مِنْهَا مِثْلَ مَوْضِعِ الدِّرْهَمِ فَاَطْفِئُوْا سُرُجَکُمْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَدُلُّ مِثْلَ هٰذِهٖ عَلٰی هٰذِهٖ فَیُحْرِقَکُمْ (رواہ سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے کہا ایک چوہا آیا بتی کو کھینچ لایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جس بوریے پر آپ بیٹھے ہوئے تھے ڈال دیا۔ ایک درہم کی مقدار اس سے جگہ جل گئی آپ نے فرمایا جس وقت تم سونے لگو چراغ گل کر دو کیونکہ شیطان ایسے موذی جانور کو ایسے کام پر راہنمائی کر دیتا ہے وہ تم کو جلا دیتا ہے۔ (روایت کیا اس کو ابو داؤد نے)

کِتَابُ اللِّبَاسِ

لباس کا بیان

قال اللہ تعالیٰ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا ط وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ (اعراف ۲۶)
وقال اللہ تعالیٰ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (اعراف)

لباس مصدر بمعنی ملبوس ہے جیسا کہ کتاب بمعنی مکتوب استعمال ہوتا ہے سمع یسمع سے ہے اس کا اصل مصدر لُبساً ہے لام پر پیش ہے اگر لام پر زبر پڑھا جائے تو وہ التباس اور خلط ملط ہونے کے معنی میں ہے۔ لباس انسانی زندگی کا ایک لازمی حصہ ہے اسلام چونکہ کامل و مکمل ضابطۂ حیات ہے اس لئے وہ انسانی زندگی کے ہر پہلو اور ہر شعبہ کی کفالت کرتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے باحیا اور مہذب انسانوں کو باپردہ لباس کی ہدایت اس وقت فرمائی کہ جب شیطان نے انسانوں کو رسم و رواج اور عقیدہ کے راستہ سے لباس کا دشمن بنا دیا تھا۔ یہاں تک کہ عرب کے لوگ جب عبادت کیلئے بیت اللہ آتے اور طواف کرتے تو لباس اتار کر ننگے طواف کرتے تھے اور فجر کے ساتھ اشعار گاتے رہتے عورت اپنے فرج پر معمولی سی پٹی چپکا دیتی اور بطور فخر اس طرح شعر گاتی تھی۔ الیوم یبدو بعضه او کله ☆ وما بدا منه فلا احله (ابن کثیر)
یعنی آج جسم اور فرج کا کچھ حصہ کھلا ہے یا پورا کھلا ہے جتنا کھلا ہے دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے۔ بیت اللہ کے طواف کے علاوہ زندگی کے جس مرحلہ میں وہ چاہتے لباس سے الف کی طرح صاف ہو جاتے جس طرح جاہلیت جدیدہ کے ایک شاعر نے دوسرے شاعر کو طعنہ دیا۔

یاد ہے جب جگر چڑھاتے تھے   کیا الف ہو کے ہنہناتے تھے

آج کل کی جاہلیت جدیدہ سابقہ جاہلیت سے اس میدان میں چند قدم آگے ہے اور بطور فخر اعلان ہوتا ہے کہ ہم اعتدال پسند ہیں ہم روشن خیال ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو اس طرح تہذیب و شائستگی کی تعلیم دیتا ہے ارشاد عالی ہے یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوأتکم وریشا مطلب یہ کہ پردہ بھی ہے اور زیب و زینت بھی ہے پھر ارشاد عالی ہے یا بنی أدم خذوا زینتکم عند کل مسجد یعنی عبادت گاہوں اور ہر عبادت کے دوران خاص اہتمام کے ساتھ لباس اپناؤ۔ پھر ارشاد عالی ہے قل من حرم زینة الله التی أخرج لعباده یعنی جس زیب و زینت اور پردہ کے لباس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے کس نے اس کو حرام کیا ہے؟ ان آیات سے اسلامی شرعی لباس کی ترغیب کا خوب اندازہ ہو جاتا ہے

اسلامی لباس کا خاکہ:۔ اسلام اور اسلامی معاشرہ میں لباس کا اجمالی خاکہ اور تصور اس طرح ہے کہ

۱۔ مردوں اور عورتوں کے لباس کے رنگ میں فرق ہونا چاہیے۔
۲۔ اعضائے جسم کے ڈھانکنے میں مردوں اور عورتوں کے لباس میں فرق ہے مردوں کا لباس ٹخنوں سے نیچے نہ ہو اور عورتوں کا ٹخنوں سے اوپر نہ ہو۔
۳۔ ہر مرد و زن کو اسلام نے اس کا پابند بنایا ہے کہ ان کے لباس میں غیر مسلم اقوام کے شعار کے ساتھ کوئی خاص مشابہت نہ ہو۔
۴۔ مسلمانوں کا لباس ایسا ڈھیلا ڈھالا ہونا چاہیے جس میں جسم کے اعضاء کی نمائش نہ ہو یعنی ایسا باپردہ ہو کہ اس کے پہننے کے بعد الگ الگ اعضاء کا پتہ نہ چلتا ہو۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ملفوظات وغیرہ میں لباس کے چند درجات کو بیان کیا ہے فرماتے ہیں کہ لباس کے چار درجات ہیں (۱) پہلا درجہ ضرورت ہے یہ وہ لباس ہے جو واجب کے درجہ میں ہے یہ وہ ہے جو جسم کے مستورہ اعضاء کو ڈھانک لے

(۲) درجہ آسائش' یہ وہ لباس ہے جو انسان کو گرمی وسردی سے بچالے۔ (۳) درجہ آرائش وزیبائش' یہ وہ درجہ ہے جس سے زیب وزینت حاصل ہو قرآن کریم میں اسی کو "ریشاء" کہا گیا ہے۔ (۴) درجہ نمائش یعنی جس میں تفاخر اور دکھاوا مقصود ہو۔

پہلے دو درجے تو بے غبار و بے کلام ہیں تیسرے درجے کا لباس بطور تحدیث نعمت مستحب ہے اور بطور لذت ومسرت مباح ہے اور بطور فخر وتکبر حرام ہے اور چوتھے درجے کا لباس مطلقاً ناجائز ہے۔ کتاب اللباس میں وہ احادیث درج ہیں جن میں جائز اور ناجائز لباس کا تعین کیا گیا ہے لباس پہننے اور اتارنے کے آداب اور کیفیات کا بیان ہے اس کے ضمن میں برتنوں سے متعلق بھی کچھ تذکرہ ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... حبرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ کپڑا تھا

(۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّلْبَسَهَا الْحِبَرَةَ (رواہ صحیح المسلم و رواہ صحیح البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑھ کر محبوب لباس حبرہ (دھاریدار یمنی چادر) کا تھا۔

تشریح: حبرہ (با کے زبر کے ساتھ بروزن زغبۃ) ایک خاص قسم کی یمنی چادر کو کہتے ہیں جو اس زمانہ میں بننے والی چادروں میں سب سے عمدہ ہوتی تھی اس چادر میں اکثر سرخ دھاریاں ہوتی تھیں' بعض ایسی بھی ہوتی تھیں جن میں سبز دھاریاں ہوتی تھیں اس کی بناوٹ میں خالص سوت ہوتا تھا۔ علماء لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس چادر کو اسی وجہ سے پسند فرماتے تھے' جبکہ بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ اس پسندیدگی کا سبب اس کا سبز رنگ ہوتا تھا کیونکہ سبز کپڑا اہل جنت کے ملبوسات میں سے ہے' اور یہ بھی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبز رنگ بہت زیادہ پسند تھا جیسا کہ طبرانیؒ نے اوسط میں اور ابن سنی اور ابو نعیم نے محبت میں یہ روایت نقل کی ہے کہ انه كان احب الالوان اليه الخضرة۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام رنگوں میں سبز رنگ سب سے زیادہ پسند تھا۔" اور بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس چادر کو اس لئے پسند فرماتے تھے کہ اس کی دھاریاں سرخ ہوتی تھیں اور سرخ رنگ میل خورا ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ آستینوں کا جبہ پہنا ہے

(۲) وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ جُبَّةً رُوْمِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ (رواہ صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رومی جبہ پہنا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔ (متفق علیہ)

تشریح: "یہ ایک سفر کے دوران کا واقعہ ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ آستینوں والا جبہ پہنا' چنانچہ ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کی آستینیں اتنی تنگ تھیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرمانے لگے تو وہ آستینیں اوپر نہ چڑھ سکیں۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھوں کو دھونے کے لئے ان آستینوں کے نیچے سے نکالنا پڑا۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے کرتے جبہ وغیرہ کی آستینیں تنگ بنوانا سفر کے دوران تو مستحب ہے' سفر کے علاوہ (حضر میں) مستحب نہیں ہے کیونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فراخ آستینیں بنوایا کرتے تھے جبکہ ابن حجرؒ نے یہ کہا ہے کہ اس بارے میں آئمہ کا قول یہ ہے کہ آستینوں کو فراخ رکھنا ایک قسم کی مذموم بدعت ہے' انہوں نے صحابہؓ کی آستینوں کے فراخ ہونے کے دوسرے معنی لکھے ہیں' جس کی تفصیل ان کی شرح میں دیکھی جا سکتی ہے' لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ آئمہ کا قول مفرط یعنی حد سے زیادہ فراخی پر محمول ہے اور صحابہؓ کی آستینوں کے فراخ ہونے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے غیر مفرط (یعنی حد کے اندر) پر محمول ہے۔ اسی لئے منتقی میں' جو ائمہ کی کتابوں میں سے ایک کتاب ہے' یہ لکھا ہے کہ آستینوں کو ایک بالشت کے بقدر فراخ رکھنا مستحب ہے۔

وہ کپڑے جن میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر آخرت اختیار فرمایا

(۳) وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَيْنَا عَائِشَةُ كِسَاءً مُلَبَّدًا وَاِزَارً غَلِيْظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَيْنِ (رواه صحيح المسلم و رواه صحيح البخارى)

ترجمہ: حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہماری طرف ایک پیوند دار چادر اور ایک موٹا تہبند نکالا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دو کپڑوں میں فوت ہوئے ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حق میں یہ دعا کی تھی کہ اللهم احيينى مسكينا و امتنى مسكينا یعنی یا اللہ مجھے مسکین (غریب) رکھ کر جلا اور مسکین رکھ کر موت دے۔ تو یہ اس کا اثر تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر یہ دو انتہائی معمولی کپڑے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دنیا اور دنیا کے زرق برق سے بے رغبتی و بے اعتنائی ایک پاکیزہ زندگی کا بہترین سرمایہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اُمت کو لازم ہے کہ ہر خصلت و عادت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو اختیار کیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا

(۴) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَ كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِىْ يَنَا عَلَيْهِ اَدَمَ حَشْوُهُ لِيْفٌ (صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے تھے چمڑے کا تھا جس کے اندر پوست خرما بھرا ہوا تھا۔ (متفق علیہ)

تشریح: شمائل ترمذی میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے جو روایت منقول ہے اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا ٹاٹ کا تھا' لہٰذا ان دونوں روایتوں میں کوئی تضاد و تناقض نہیں' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی زمانے میں چمڑے کا بچھونا رہا ہوگا' اور کسی زمانے میں ٹاٹ کا یا یہ کہ سونے کا بچھونا تو چمڑے کا ہوگا اور بیٹھنے کا بچھونا ٹاٹ کا ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ

(۵) وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ وَسَادُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِىْ يَتَّكِئُ عَلَيْهِ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُهُ لِيْفٌ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ جس پر آپ ٹیک لگاتے تھے چمڑے کا تھا جس میں کھجور کا پوست بھرا ہوا تھا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: "تکیہ کرتے تھے" یعنی اس پر ٹیک لگا کر بیٹھتے تھے یا سوتے وقت اس کو سر کے نیچے رکھتے تھے۔ ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ سونے کیلئے اور آرام کی خاطر' بچھونا اور تکیہ بنانا مستحب ہے' بشرطیکہ عیش و عشرت اور آسودگی نفس میں انہماک اور اسراف کے طور پر نہ ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ کو پسند کرتے تھے اور سوتے وقت اس کو سر کے نیچے رکھتے تھے اور اس پر ٹیک لگا کر بیٹھتے بھی تھے' نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اگر کوئی شخص تکیہ اور خوشبو دے تو اس کو قبول کرنے سے انکار نہ کرنا چاہیے۔

یہ اور ان جیسی دوسری روایتوں سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت کا معمول یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی زندگی میں زہد و استغناء اختیار کئے ہوئے تھے اور دنیا کی متاع اور لذتوں سے اعراض کرتے تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس بھی موٹے جھوٹے اور پھٹے پرانے کپڑوں پر مشتمل ہوتا تھا' منقول ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا بھی لباس میسر آ جاتا اس کو پہن لیتے اس میں کسی تکلف و اہتمام کے روادار نہیں ہوتے تھے' البتہ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ کے پاس کوئی نفیس و عمدہ کپڑا آ گیا' تو بیان جواز کیلئے اس کو بھی زیب تن فرما لیا لیکن پھر فوراً ہی وہ کپڑا کسی دوسرے شخص کو عنایت فرما دیا' لہٰذا عمدہ و نفیس ہی کپڑا پہننے کی قید اپنے اوپر عائد کر لینا' یا عمدہ و نفیس کپڑا پہننے کی عادت اختیار کر لینا اور اس سلسلے میں بیجا تکلف و اہتمام کرنا سنت

کے خلاف ہے اگرچہ اصل کے اعتبار سے مباح ہے لیکن یہ بھی واضح رہے کہ اگر کوئی اچھے کپڑے پہننے کی استطاعت وحیثیت کے باوجود محض بخل اور خست کی بناء پر موٹے جھوٹے اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے' یا لوگوں پر اپنے زہد وتقویٰ کا سکہ جمانے کیلئے اور یا حرص وطمع کے تحت لوگوں سے مانگنے کیلئے ریاکاری کے طور پر معمولی قسم کے خستہ وبوسیدہ کپڑے پہنے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی' بلکہ بعض ارباب خیر ومشیخت کے بارے میں یہ منقول ہے کہ انہوں نے اپنی پرہیزگاری اور اپنے بلندی مقام روحانیت کو چشم اغیار سے چھپانے کیلئے' یا تحدیث نعمت کے طور پر اپنی خوشحالی کو ظاہر کرنے کیلئے عمدہ اور نفیس کپڑے پہنے۔ حاصل یہ کہ اگر خدا نے کسی کو خوشحالی کی نعمت عطاء کی ہے اور وہ مالی طور پر اچھی حیثیت واستطاعت رکھتا ہے تو اس کو اعلیٰ و نفیس کپڑے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں' بشرطیکہ وہ اسراف وتکبر کی حد کو نہ پہنچے کیونکہ میانہ روی ہر جگہ اور ہر عمل میں محمود ومطلوب ہے۔

ہجرت کا حکم سنانے کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف آوری

(۶) وَعَنْهَا قَالَتْ بَيْنَ نَحْنُ جُلُوسٌ فِيْ بَيْتِنَا فِيْ حَرِّ الظَّهِيْرَةِ قَالَ قَائِلٌ لِاَ بِيْ بَكْرٍ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا مُتَقَنِّعًا (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ایک مرتبہ ہم دوپہر کی گرمی میں گھر بیٹھے ہوئے تھے ایک کہنے والے نے ابوبکر سے کہا یہ چادر کے ساتھ سر ڈھانکے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: 'قال قائل'' یعنی ایک کہنے والے اور بشارت دینے والے نے کہا 'مقبلا'' یعنی آپ کی طرف آ رہے ہیں 'متقنعا'' قناع سے ہے چادر کے کنارہ کو کہتے ہیں ای مغطیاً راسه بالقناع ای بطرف ردائه یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چادر کے کنارہ سے چہرہ چھپائے ہوئے آ رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوپ سے بچاؤ کیلئے چہرہ چھپا رکھا تھا جو آج کل سعودیہ کے باشندوں کیلئے رومال وعقال کے استعمال کیلئے زبردست دلیل ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن سے چہرہ چھپانے کیلئے ایسا کیا جو مجاہدین کیلئے دلیل ہے دونوں احتمال ہیں۔

گھر میں تین سے زائد بچھونے نہ رکھو

(۷) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ فِرَاشٌ لِلرَّجُلِ وَفِرَاشٌ لِاَ مْرَأَتِهٖ وَالثَّالِثُ لِلضَّيْفِ وَالرَّابِعُ لِلشَّيْطَانِ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بچھونا مرد کے لیے ہے ایک اس کی بیوی کے لیے تیسرا مہمان کے لیے اور چوتھا شیطان کے لیے ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اگر کسی گھر میں محض میاں بیوی ہوں اور وہ استطاعت رکھتے ہوں تو ان کو اپنے یہاں تین بستر رکھنے چاہئیں' ایک تو میاں کیلئے' دوسرا بیوی کیلئے کہ شاید کسی وقت بیماری وغیرہ کی وجہ سے وہ تنہا سونا چاہے ورنہ میاں بیوی کو ایک بستر پر سونا اولیٰ ہے اور سنت کے مطابق ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہراتؓ کے ساتھ سویا کرتے تھے' اور تیسرا بستر اس مقصد کیلئے ہو کہ اگر کوئی مہمان آ جائے تو وہ رات میں اس پر سوئے' بس یہ تین بستر کافی ہیں ان سے زیادہ جو بھی بستر ہوگا وہ اسراف کی حد میں آئے گا۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کہ اگر چوتھا بستر ہوگا تو وہ شیطان کیلئے ہوگا شیطان کی طرف نسبت اسی لئے کی گئی ہے کہ وہ (چوتھا بستر) یقیناً ضرورت وحاجت سے زائد ہوگا اور ضرورت سے زائد چیز کا ہونا ''فخر ومباحات'' کے دائرے میں آنے کی وجہ سے مذموم ہے اور ہر مذموم چیز کی نسبت شیطان ہی کی طرف ہوتی ہے' یا اس نسبت کا سبب یہ ہے کہ وہ چوتھا بستر چونکہ ضرورت سے زائد ہوتا ہے اس لئے شیطان اس پر رات گزارتا ہے۔ تاہم یہ واضح رہے کہ جو شخص سخی اور فراخ دل ہو اور کرم نواز طبیعت کا مالک ہو اور اس وجہ سے اس کے یہاں مہمانوں کی آمد کثرت سے ہوتی ہو تو اس کے یہاں بستر اور دوسرے اسباب کی زیادتی بظاہر مذموم نہیں ہوگی' مذموم تو وہ زیادتی وکثرت ہوگی جو محض اپنی بڑائی کے اظہار اور مفاخرت کے تحت ہو۔

ازراہ تکبر ٹخنوں سے نیچے پائجامہ وغیرہ لٹکانا حرام ہے

(۸) وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَنْظُرُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلٰی مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ بَطَرًا (رواه صحیح المسلم و رواه صحیح البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ازراہ تکبر چادر کو دراز کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔ (متفق علیہ)

تکبر کے طور پر کپڑے کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے چلنا ممنوع ہے

(۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا جس شخص نے ازراہِ تکبر اپنا کپڑا دراز کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔ (متفق علیہ)

(۱۰) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَمَا رَجُلٌ یَجُرُّ اِزَارَهٗ مِنَ الْخُیَلَاءِ خُسِفَ بِهٖ فَهُوَ یَتَجَلْجَلُ فِی الْاَرْضِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص تکبر کرتے ہوئے اپنی چادر گھسیٹ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا وہ قیامت تک زمین میں چلا جا رہا ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: جس شخص کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ اسی اُمت کا کوئی فرد ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بطور پیشین گوئی کے فرمائی' کہ کسی آنے والے زمانے میں ایسا ہوگا اور چونکہ اس واقعہ کا وقوع پذیر ہونا ایک یقینی امر تھا اس لئے آپ نے اس بات کی خبر دینے کیلئے ماضی کا پیرایہ بیان اختیار فرمایا۔ یا کسی ایسے شخص کا واقعہ ہے جو پچھلی کسی اُمت میں رہا ہوگا اس اعتبار سے حدیث کا ظاہری مفہوم اپنی جگہ برقرار رہے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گزرے ہوئے واقعہ کی خبر دی بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس شخص سے مراد قارون ہے (لیکن حدیث کے ظاہری مفہوم اور اس شخص کا نام لئے بغیر ذکر کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ شخص قارون کے علاوہ کوئی اور ہوگا۔)

لباس میں ضرورت سے زائد کپڑا صرف کرنا ممنوع ہے

(۱۱) وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِی النَّارِ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا ٹخنے کے نیچے ازار سے جو ہے وہ آگ میں ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: "ما اسفل" یعنی جو ازار بند یا شلوار یا پاجامہ جتنا ٹخنوں سے نیچے جائیگا اتنا حصہ پاؤں کا دوزخ میں جائے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آدمی باہر ہوگا اور پاؤں کا کچھ حصہ دوزخ میں جائے گا۔ بلکہ اس قسم کی عبارت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو شخص جہنم میں جائے گا' ایسے شخص کو مسبل ازار بھی کہتے ہیں جس کے بارہ میں سخت وعیدات ہیں ایک حدیث میں ایسے شخص کی نماز کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ نماز بھی لوٹا لو اور نیا وضو بھی بنا لو ٹخنوں کو ڈھانکنے کی بیماری پنجاب کے عوام اور علماء میں بہت زیادہ ہے سرحد کے لوگ اور علماء اس بیماری میں کم مبتلا ہیں بلوچستان کے لوگ اس بیماری میں بہت زیادہ مبتلا ہیں اسی طرح افغانستان کے عوام و خواص اس مرض کا شکار ہیں صوبہ سندھ تو تمام صوبوں کے لوگوں پر مشتمل ہے اس میں ہر قسم کے لوگ موجود ہیں عرب لوگ اجتماعی طور پر اس معصیت میں مبتلا ہیں۔ مصر کا ایک بڑا عالم اس بیماری میں مبتلا تھا وہ ایک دن گھر سے دفتر جانا چاہتا تھا کہ اپنے پاجامہ میں پاؤں الجھ گیا اور سیڑھیوں سے نیچے گر گیا اور فوراً مر گیا۔

کپڑے پہننے کے بعض ممنوع طریقے

(۱۲) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّاْكُلَ الرَّجُلُ بِشِمَالِهٖ اَوْ يَمْشِىَ فِىْ نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ وَّاَنْ يَّشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ اَوْ يَحْتَبِىَ فِىْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ كَاشِفًا عَنْ فَرْجِهٖ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے سے منع کیا ہے اسی طرح ایک جوتے میں چلنے سے صماء (اس طرح چادر اوڑھنا کہ ہاتھ وغیرہ نہ نکل سکیں سے) یا کپڑے کے ساتھ گوٹھ مارنے سے کہ جس سے ستر کھل جائے منع کیا ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "فی نعل واحدة" یعنی ایک پاؤں میں جوتا ہے دوسرے میں نہیں اس طرح چلنا منع ہے کیونکہ اس میں چلنے کا توازن بھی بگڑ جاتا ہے اور آدمی بے ڈھنگا بھی لگتا ہے یا دونوں جوتے ہوں یا ننگے پاؤں ہوں۔

" ان یشتمل الصماء " عرب کے ہاں چادر اوڑھنے کا ایک طریقہ ایسا تھا کہ سر سے پاؤں تک جسم کو چادر میں لپیٹا کرتے تھے اور بیٹھ جاتے تھے آدمی چٹان کی طرح بن جاتا تھا کوئی جگہ کھلی نہیں رہتی' اس سے اسلام نے منع کیا ہے ایک وجہ تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے یہ کافی ہے دوسری وجہ یہ کہ اس طرح آدمی معمولی حرکت کرنے سے گر جاتا ہے اور جب گرے گا تو گیند بن کر پورا گرے گا جس سے ناک وغیرہ ٹوٹنے کا خطرہ ہے تیسری وجہ یہ کہ اگر جہاد کا ماحول اور دشمن کا خطرہ ہو تو جب تک لپٹا ہوا آدمی چادر سے باہر آئے گا دشمن اس کو دبوچ کر مار دے گا اور بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہوگی' اس لئے اشتمال الصماء کی ممانعت آئی ہے۔

" او یحتبی " گوٹ مار کر بیٹھنے کو احتباء کہتے ہیں۔ اس کیفیت میں بیٹھنے کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً ایک آدمی مقعد زمین پر رکھ کر پنڈلیوں کو کھڑا کر دے اور دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں سے کچھ نیچے اس کے گرد باندھ لے اور بیٹھ جائے یہ صورت تو نہایت قبیح اور حرام ہے کیونکہ اس میں پورا جسم ننگا ہوتا ہے تو اس میں بالکل ستر عورت نہیں ہے احتباء کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ آدمی اسی طرح کولہوں پر بیٹھ جائے مگر کوئی کپڑا کمر اور پنڈلیوں کے گرد باندھ لے اس صورت میں جسم کا نچلا حصہ اور ستر کھلا رہتا ہے اس لئے اس کو منع کر دیا گیا ہاں اگر نیچے جسم پر کوئی الگ کپڑا ہو تو پھر احتباء کی اجازت ہے جیسے جلسوں اور محفلوں میں بعض حضرات ستانے کیلئے گوٹ مار کر بیٹھ جاتے ہیں اور تقریر سنتے ہیں۔

ریشمی کپڑا پہننے والے مرد کے بارے میں وعید

(۱۳) وَعَنْ عُمَرَ وَاَنَسٍ وَابْنِ الزُّبَيْرِ وَاَبِىْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَ فِى الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِى الْاٰخِرَةِ. (رَوَاهُ صَحِيْحُ الْمُسْلِمِ وَ رَوَاهُ صَحِيْحُ الْبُخَارِى)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا دنیا میں جو شخص ریشم پہنتا ہے۔ آخرت میں نہیں پہنے گا۔ (متفق علیہ)

تشریح: اس ارشاد گرامی کا تعلق اس شخص سے ہے جو مردوں کیلئے ریشم کے حلال ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوئے ریشمی کپڑا پہنے' یا یہ زجر و تہدید پر محمول ہے' اور یا اس کا تعلق اس بات سے ہے کہ ایسا شخص ایک خاص مدت تک جنت میں داخل ہونے سے پہلے ریشمی کپڑا پہننے سے محروم رہے گا کیونکہ جنت میں جنتیوں کا لباس ریشمی ہوگا۔ اور حافظ سیوطیؒ کے قول کے مطابق اکثر علماء نے اس حدیث کی یہ تاویل بیان کی ہے کہ جو شخص دنیا میں ریشمی کپڑا پہنے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا جو ابتداء ہی میں جائز المرام قرار پا کر جنت میں جائیں گے چنانچہ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو امام احمدؒ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے کہ **من لبس الحریر فی الدنیا البسه الله یوم القیمة ثوبا من نار** ' یعنی جس شخص نے دنیا میں ریشمی کپڑا پہنا اس کو اللہ تعالیٰ قیمت کے دن آگ کا لباس پہنائے گا۔

(۱۴) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْاٰخِرَةِ (رواه صحيح المسلم و رواه صحيح البخارى)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں وہ شخص ریشم پہنتا ہے جس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔ (متفق علیہ)

سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا' ریشمی کپڑے پہننا مردوں کیلئے ناجائز ہے

(۱۵) وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَشْرَبَ فِي اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ وَاَنْ نَّاْكُلَ فِيْهَا وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ وَاَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهِ (رواه صحيح المسلم و رواه صحيح البخارى)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو منع فرمایا کہ چاندی اور سونے کے برتن میں کھانے اور پینے سے اور ریشم اور دیبا کے پہنچنے سے اور اس کے فرش پر بیٹھنے سے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "الدیباج" یہ ریشم کی ایک قسم ہے کچھ موٹے ریشم کیلئے دیباج کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

"وان نجلس علیه" ریشم کا لباس پہننا مردوں کیلئے تمام فقہاء کے نزدیک حرام ہے اور اگر ریشم کی چادر وغیرہ نیچے بچھائی جائے تو اس میں اختلاف ہے صاحبین فرماتے ہیں کہ اس پر بیٹھنا بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح پہننا حرام ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ بیٹھنا حرام نہیں بلکہ مکروہ ہے اور یہ حدیث کراہت پر محمول ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ جس طرح ریشم کا استعمال مردوں کیلئے حرام ہے اسی طرح چھوٹے لڑکوں کیلئے بھی ناجائز ہے اور پہنانے والے گناہ گار ہونگے۔

(۱۶) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ اُهْدِيَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةٌ سِيَرَاءَ فَبَعَثَ بِهَا اِلَيَّ فَلَبِسْتُهَا فَعَرَفْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهٖ فَقَالَ اِنِّي لَمْ اَبْعَثْ بِهَا اِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا اِنَّمَا بَعَثْتُ بِهَا اِلَيْكَ لِتُشَقِّقَهَا خُمُرًا بَيْنَ النِّسَآءِ (رواه صحيح المسلم و رواه صحيح البخارى)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دھاریدار ریشمی جوڑا بھیجا گیا۔ آپ نے میری طرف بھیج دیا میں نے اس کو پہن لیا میں نے آپ کے چہرہ مبارک میں غصے کے آثار دیکھے آپ نے فرمایا میں نے تیرے پاس پہننے کے لیے نہیں بھیجا تھا۔ بلکہ میں نے اس لیے بھیجا تھا کہ پھاڑ کر عورتوں کے درمیان اوڑھنیوں میں تقسیم کردے۔ (متفق علیہ)

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس جوڑے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تو وہ یہ سمجھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جوڑے کو میرے پہننے کیلئے بھیجا ہے' کیونکہ اگر اس کا پہننا جائز نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس کیوں بھیجتے چنانچہ انہوں نے پہن لیا اور جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ کا سبب یہ تھا کہ اس کپڑے میں اکثر حصہ یا سب کا سب ریشم تھا اس صورت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو پہن کر ایک شرعی حکم کی خلاف ورزی کی' یا یہ کہ اگر اس میں ریشم کم مقدار میں تھا اور اس وجہ سے اگر چہ اس کا پہننا جائز تھا لیکن بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان یہ نہیں تھی کہ وہ اس کو پہنتے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خفا ہوئے کہ انہوں نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ یہ کپڑا متقی و پرہیز گار لوگوں کا لباس نہیں ہوسکتا۔

(۱۷) وَعَنْ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ اِلَّا هٰكَذَا وَ رَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِصْبَعَيْهِ الْوُسْطٰى وَالسَّبَّابَةَ وَضَمَّهُمَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ اَنَّهٗ خَطَبَ بِالْجَابِيَةِ فَقَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ اِلَّا مَوْضِعَ اِصْبَعَيْنِ اَوْثَلَاثٍ اَوْاَرْبَعٍ.

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع کیا ہے مگر بقدر اس کے اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وسطی اور شہادت کی انگلی بلند کی اور ان کو جمع کیا۔ (متفق علیہ) مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے جابیہ مقام پر خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع کیا مگر دو یا تین یا چار انگلیوں کی مقدار۔

تشریح: پہلی روایت سے مردوں کیلئے ریشمی کپڑے کی مباح مقدار دو انگشت معلوم ہوئی اور دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ چار انگشت تک کی مقدار مباح ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ اگر چار انگشت تک کے بقدر ریشمی کپڑا مردوں کے لباس میں استعمال ہو تو جائز ہے چنانچہ اکثر علماء کا یہی قول ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طیلسانی جبہ

(۱۸) وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ اَنَّهَا اَخْرَجَتْ جُبَّةَ طَيَالِسَةٍ كِسْرَوَانِيَّةٍ لَهَا لِبْنَةُ دِيبَاجٍ وَفُرْجَيْهَا مَكْفُوفَيْنِ بِالدِّيبَاجِ وَقَالَتْ هٰذِهٖ جُبَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُهَا وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا وَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى نَسْتَشْفِيْ بِهَا (رواه صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اس نے کسروانی طیلسان کا جبہ نکالا جس کے گریبان اور چاکوں پر ریشم کا کپڑا لگا ہوا تھا کہنے لگیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا۔ جب وہ فوت ہوئیں میں نے پکڑ لیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پہنتے تھے۔ ہم بیماروں کے لیے اس کو دھوتی ہیں اور اس کے ساتھ شفا طلب کرتی ہیں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''طیالس'' اصل میں ''طیلسان'' کی جمع ہے اور طیلسان ایک دوسری زبان کے لفظ ''تالسان'' کا معرب ہے جو ایک خاص قسم کی چادر کو کہتے ہیں یہ چادر سیاہ رنگ کی ہوتی ہے اور صوف (اون) سے بنتی ہے پہلے زمانہ میں اس چادر کو عام طور پر یہودی لوگ اوڑھا کرتے تھے یہاں حدیث میں جس جبہ (چغہ) کا ذکر کیا گیا ہے وہ اسی چادر کا بنایا گیا تھا اور سیاہ رنگ کا مدور تھا چونکہ اس طرح کا جبہ فارس (ایران) کے بادشاہ خسرو کی طرف منسوب ہوتا تھا اور خسرو کا عربی لفظ کسریٰ یا بعض کے مطابق کسریٰ ہے اس لئے اس جبہ کو کسروانی کہا گیا ہے۔

''دونوں کشادگیوں'' سے مراد جبہ کے وہ دونوں کنارے ہیں جہاں سے جبہ کھلا ہوتا ہے اور جو ایک آگے اور ایک پیچھے ہوتا ہے جیسا کہ عام طور پر بعض جبوں کے آگے اور پیچھے دامن میں چاک کھلے ہوتے ہیں اور انہی دونوں چاکوں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ ان پر جو سنجاف (گوٹ یا بیل) لگی ہوئی تھی وہ ریشم کی تھی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اس جبہ کو اس لئے نکالا تھا کہ لوگوں کو اس نعمت و برکت کا ان (اسماء رضی اللہ عنہا) کے پاس ہونا معلوم ہو اور یہ ظاہر کرنا بھی مقصد تھا کہ اگر جبہ پر اس طرح کی ریشمی سنجاف لگی ہوئی ہو تو اس کو پہننا جائز ہے۔

واضح رہے کہ اس حدیث سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی سنجاف لگے ہوئے جبہ کو پہنا ہے جبکہ اسی باب کی دوسری فصل میں حضرت عمران ابن حصین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ ''میں ایسا کرتہ نہیں پہنتا جس پر ریشمی سنجاف لگا ہو۔'' لہٰذا ان دونوں روایتوں میں بظاہر جو تضاد نظر آتا ہے اس کو اس توجیہ کے ذریعہ دور کیا جائے گا کہ حضرت عمران رضی اللہ عنہ کی روایت اس صورت پر محمول ہے جبکہ وہ ریشمی سنجاف چار انگشت سے زائد ہو اور یہاں جو روایت نقل کی گئی ہے یہ چار انگشت یا اس سے کم ریشمی سنجاف کے ٹکے ہوئے ہونے پر محمول ہے یا یہ کہ حضرت عمران رضی اللہ عنہ کی روایت کا منشاء احتیاط و تقویٰ کی صورت کو بیان کرنا ہے اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا مقصد اصل جواز کو ظاہر کرنا ہے۔ اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ بعض اعتبار سے کرتے میں جبہ کی بہ نسبت زیادہ ٹھاٹ باٹ اور آسودگی کا اظہار ہوتا ہے (اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی سنجاف کے ٹکے ہوئے کرتے کو پہننا پسند نہیں فرمایا اور ریشمی سنجاف لگا ہوا جبہ پہنا۔

''اور اس کے ذریعہ شفا حاصل کرتے ہیں'' کا مطلب یہ ہے کہ یا تو اس کے دھوئے ہوئے پانی کو بیماروں کو پلاتے ہیں، جس سے ان کو شفا ملتی ہے یا اس شفایابی کے مقصد سے اس جبہ کو مریض کے سر پر اور آنکھوں پر رکھتے لگاتے ہیں اور یا اس جبہ کو ہاتھ سے چھو کر ... سے شفا حاصل کرتے ہیں۔

کسی عذر کی بنا پر ریشمی کپڑا پہننا جائز ہے

(۱۹) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ وَعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فِي الْبُسِ الْحَرِيْرِ لِحِكَّةٍ بِهِمَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ اِنَّهُمَا شَكَوُا الْقَمْلَ فَرَخَّصَ لَهُمَا فِيْ قُمُصِ الْحَرِيْرِ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دیدی۔ (متفق علیہ) مسلم کی ایک روایت میں ہے انہوں نے جوئیں پڑ جانے کی شکایت کی آپ نے ریشمی قمیض پہننے کی اجازت دے دی۔

تشریح: "الحکۃ" خارش کو کہتے ہیں ریشم کا استعمال شرعی ضرورت اور عذر کے تحت جائز ہے چنانچہ بدن کی خارش کیلئے یا میدان جہاد میں تلوار سے بچاؤ کیلئے یا جوؤں کے خاتمہ کیلئے اس کا استعمال بقدر ضرورت جائز ہے ریشم اصل کے اعتبار سے گرم اور مفرح ہے اس لئے خارش اور جوؤں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

کسم کا رنگا ہوا کپڑا نہ پہنو

(۲۰) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بنِ العاصِ قَالَ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهٖ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهُمَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قُلْتُ اَغْسِلُهُمَا قَالَ بَلْ اَحْرِقْهُمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ عَائِشَةَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ فِيْ بَابِ مَنَاقِبِ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر کسعب کے رنگے ہوئے دو کپڑے دیکھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کفار کے کپڑے ہیں ان کو مت پہنا کرو۔ ایک روایت میں ہے میں نے کہا میں ان کو دھو لیتا ہوں فرمایا بلکہ ان کو جلا دے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جس کے الفاظ ہیں خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات غداۃ ہم باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کریں گے۔

تشریح: کسم ایک سرخ رنگ کا نام ہے جو ایک پودے سے حاصل ہوتا ہے مردوں کیلئے منع ہے۔ احناف اس کو اور اسی طرح ہر سرخ رنگ کے کپڑے کو مردوں کیلئے مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں اگر چہ فقہاء کے دیگر اقوال بھی ہیں۔ "احرقھا" اس سے مراد ضائع اور زائل کرنا ہے کہ کسی کو ہبہ کر دو یا فروخت کر دو یا کسی طریقے سے ضائع کر دو اگر کچھ نہیں تو جلا ڈالو مگر اپنے پاس نہ رکھو۔ "وسنذکر حدیث عائشة الخ" اس عبارت سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ ابتداء میں صاحب مشکوٰۃ نے اس حدیث کو ذکر نہیں کیا ہے مگر مظاہر حق میں ہے مصابیح میں بھی ہے۔

الفصل الثانی..... کرتے کی فضیلت

(۲۱) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيْصَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَسُنَنِ اَبُوْ دَاوٗدَ)

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتہ بہت پسند تھا۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتے اور اس کی آستینوں کی لمبائی

(۲۲) وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ كَانَ كُمُّ قَمِيْصِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الرُّصْغِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتہ کی آستین پہنچے تک ہوتی تھی۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

کپڑے کو دائیں طرف سے پہننا شروع کیا جائے

(۲۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا لَبِسَ قَمِيْصًا بَدَأَ بِمَيَامِنِهٖ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت قمیص پہنتے دائیں طرف سے پہننا شروع کرتے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تہبند و پائجامہ کا نصف ساق تک ہونا اولیٰ ہے

(۲۴) وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِزْرَةُ الْمُؤْمِنِ اِلٰى اَنْصَافِ سَاقَيْهِ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ وَمَا اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَفِي النَّارِ قَالَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلٰى مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ بَطَرًا (رواہ سنن ابو دائود وسنن ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے مومن کے تہبند باندھنے کی پسندیدہ حالت آدھی پنڈلیوں تک ہے اور آدھی پنڈلی سے لیکر ٹخنے تک کوئی گناہ کی بات نہیں اگر اس سے نیچے ہو وہ آگ میں ہے اس بات کو آپ نے تین بار فرمایا اور تکبر کے طور پر جو شخص اپنی چادر دراز کرتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے)

تشریح: ''ازرة المؤمن'' یہ ازار کی جمع ہے تہبند کو کہتے ہیں نصف ساق تک افضل ہے ٹخنوں کے پاس تک جائز ہے ٹخنوں سے نیچے تک ناجائز ہے اس حدیث سے اسبال کا عموم معلوم ہوتا ہے کہ لباس میں حد شرعی سے تجاوز جس کا نام اسبال ہے یہ صرف پاجامہ میں نہیں بلکہ لنگی پاجامہ قمیص کی آستین اس کے دامن عمامہ اور چادر سب میں اسبال ہوتا ہے پاجامہ ٹخنوں سے نیچے نہ جائے ورنہ اسبال ہوگا قمیص کا دامن بھی نیچے نہ جائے اس کی آستین انگلیوں کو نہ ڈھانکے عمامہ کا شملہ کمر سے نیچے نہ جائے اور چار انگلیوں سے کم نہ ہو ورنہ اسبال ہوگا' اگر پاجامہ بے خیالی میں ٹخنوں سے نیچے چلا گیا تو فوراً اوپر اٹھانا چاہیے گناہ نہیں ہوگا اور اگر تکبر کے طور پر لٹکا دیا تو یہ حرام ہے'' لم ینظر الله ''یعنی اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہو جائے گا اور قیامت میں نظر رحمت کے ساتھ ان کی طرف نہیں دیکھے گا۔ بعض لوگ ٹخنوں سے نیچے شلوار پاجامہ لٹکاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تکبر نہیں کرتے حالانکہ یہ عمل خود تکبر ہے صحابہ کرام میں کسی کو اجازت نہیں دی گئی تو امت کے عام لوگوں کی کیا حیثیت ہے صرف صدیق کو بوجہ مجبوری معذور سمجھا گیا وہ بھی گاہ گاہ۔

اسبال ہر کپڑے میں ممنوع ہے

(۲۵) وَعَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِسْبَالُ فِي الْاِزَارِ وَالْقَمِيْصِ وَالْعِمَامَةِ مَنْ جَرَّ مِنْهَا شَيْئًا خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (رواہ سنن ابو دائود وسنن نسائی وسنن ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کپڑے کی درازی تہبند کرتے اور پگڑی میں ہے جس نے تکبر کے طور پر ان میں درازی کی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ٹوپیاں

(۲۶) وَعَنْ اَبِیْ كَبْشَةَ قَالَ كَانَ كِمَامُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُطْحًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ

ترجمہ: حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ٹوپیاں سر کو لگی ہوتی تھیں نہ بلند۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث منکر ہے۔

تشریح: اکثر شارحینؒ نے کہا ہے کہ کمام اصل میں کمہ کی جمع ہے جیسے قبہ کی جمع قباب اور کمہ مدور یعنی گول ٹوپی کو کہتے ہیں۔ اور بطح بطحا کی جمع ہے جس کے معنی ہموار پتھریلی زمین کے ہیں' اس صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو ٹوپیاں استعمال کرتے تھے وہ گول اور پھیلی ہوئی ہوتی تھیں کہ وہ سروں سے چپکی رہتی تھیں نہ کہ ہوا میں اوپر اٹھی ہوئی بلند و دراز جیسے اس زمانہ میں ترکی اور ایرانی ٹوپیاں ہوتی ہیں۔

اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ''کمام'' کمہ کی جمع نہیں بلکہ ''کم'' کی جمع ہے جس کے معنی ''آستین کے ہیں جیسے ''قف'' کی جمع ''قفاف'' (قف کے معنی بلند زمین کے ہیں) اس صورت میں ''بطحا'' کے معنی ''فراخ و کشادہ'' کے ہوں گے' کیونکہ بطحا یعنی ہموار پتھریلی زمین' کشادہ بھی ہوتی ہے' اس طرح حدیث کا مطلب یہ ہو جائے گا کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے کرتوں میں تنگ آستین نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کے کرتوں کی آستینیں ایک بالشت کے بقدر چوڑی ہوتی تھیں۔

عورتیں اپنے لباس میں مردوں سے زائد کپڑا رکھ سکتی ہیں

(۲۷) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ ذَكَرَ الْاِزَارَ فَالْمَرْاَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُرْخِيْ شِبْرًا فَقَالَتْ اِذًا تَنْكَشِفُ عَنْهَا قَالَ فَذِرَاعًا تَزِيْدُ عَلَيْهِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ وَالنَّسَائِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَتْ اِذًا تَنْكَشِفُ اَقْدَامُهُنَّ قَالَ فَيُرْخِيْنَ ذِرَاعًا لَا يَزِدْنَ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہا جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہبند کا حکم بیان فرمایا ام سلمہ نے کہا عورت کیا کرے فرمایا عورت ایک بالشت آزار لٹکائے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس وقت کھل جائیں گے اس سے فرمایا پھر ایک گز لٹکائے اور اس سے زیادہ نہ کرے۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔ ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ نے۔ ترمذی اور نسائی کی ایک روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہے ام سلمہ نے کہا اس وقت ان کے قدم کھل جائیں گے فرمایا وہ ہاتھ بھر لٹکائیں اس سے زیادہ نہ کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتے میں گریبان کس جگہ تھا

(۲۸) وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَهْطٍ مِنْ مُزَيْنَةَ فَبَايَعُوْهُ وَاِنَّهُ لَمُطْلَقُ الْاِزَارِ فَاَدْخَلْتُ يَدِيْ فِيْ جَيْبِ قَمِيْصِهٖ فَمَسِسْتُ الْخَاتَمَ (رواه سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہا میں مزینہ قوم کے ایک وفد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی آپ اس وقت قمیص کے بٹن کھولے ہوئے تھے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گریبان میں اپنا ہاتھ داخل کیا اور مہر نبوت کو ہاتھ لگایا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتے کا گریبان سینہ مبارک پر تھا' چنانچہ اس پر بہت حدیثیں دلالت کرتی ہیں' اسی لئے شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ بعض لوگ جو علم سنت سے بے بہرہ ہیں یہ خیال رکھتے ہیں کہ کرتے کا گریبان سینہ پر رکھنا بدعت ہے' یہ قول قطعاً بے بنیاد اور بالکل باطل ہے۔

(۲۹) وَعَنْ سَمُرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَسُوا الثِّيَابَ الْبِيْضَ فَاِنَّهَا اَطْهَرُ وَاَطْيَبُ وَ كَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ (رواه مسند احمد بن حنبل الترمذی وسنن نسائی وسنن ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید کپڑے پہنو وہ بہت پاکیزہ اور بہتر ہیں اور اپنے مردوں کو ان میں کفن دو۔ روایت کیا اس کو احمد' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: سفید کپڑے کو بہت پاک تو اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ سفید کپڑا چونکہ جلد میلا ہو جاتا ہے اس لئے وہ بار بار اور بہت زیادہ دھویا جاتا ہے' اس کے برخلاف رنگین کپڑا چونکہ میل خور ہوتا ہے اس لئے وہ کافی عرصہ کے بعد ہی دھویا جاتا ہے! اور ''زیادہ پاکیزہ'' اس اعتبار سے ہوتا

ہے کہ وہ دوسرے رنگوں میں مخلوط نہیں ہوتا' اسی طرح سفید کپڑے کو خوشتر اس سبب سے کہا گیا ہے کہ سلیم الطبع لوگ سفید ہی کپڑے کی طرف زیادہ راغب ہوتے ہیں۔ البتہ ضرورت کی صورت اس سے خارج ہے۔ جیسے بعض صوفیاء نیلا اور یا کسی اور رنگ کے کپڑے کو اس ضرورت کی بناء پر اختیار کرتے ہیں کہ وہ سفید کپڑے کو بار بار دھوئے رہنے پر قادر نہیں ہوتے۔ جہاں تک کفن کا تعلق ہے تو واضح رہے کہ کفن میں سفید ہی کپڑا دینا افضل ہے کیونکہ اس وقت مردہ گویا فرشتوں کی مجلس میں حاضر ہوتا ہے جیسے کہ سفید کپڑا پہننا اس شخص کیلئے افضل ہے جو مجلسوں اور محفلوں میں جانا چاہے' مثلاً جمعہ یا جماعت کیلئے مسجد میں' اور علماء واولیاء اللہ کی ملاقات کیلئے ان کی خدمت میں حاضر ہو لیکن بعض حضرات نے کہا ہے کہ عید میں وہ کپڑا پہننا افضل ہے جو زیادہ قیمتی ہو تا کہ خدا کی عطاء کی ہوئی نعمت کا زیادہ سے زیادہ اظہار ہو سکے چنانچہ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں سرخ دھاریوں والی چادر اوڑھتے تھے۔

پگڑی کے شملہ کا مسئلہ

(۳۰) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت پگڑی باندھتے اپنے کندھوں کے درمیان شملہ چھوڑتے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: "اذا اعتم" یعنی جب حضور اکرم عمامہ باندھتے تھے تو اس کا شملہ کندھوں کے درمیان ڈالتے تھے' عمامہ باندھنا سنن زوائد میں سے ہے اگر کوئی شخص اتباع نبی کی نیت سے باندھتا ہے تو ثواب ملے گا ورنہ قومی رسم ورواج کے تحت عمامہ باندھنے سے کوئی ثواب نہیں ملتا ہزاروں لوگ قومی لباس کی بنیاد پر عمامہ باندھتے ہیں یہ عادت ہے سنت نہیں ہے یاد رہے کہ سنن زوائد کیلئے ضروری ہے کہ اس میں اتباع کی نیت ہو ورنہ ثواب نہیں ملے گا۔ بعض روایات میں عمامہ کی بڑی فضیلت آئی ہے ایک ضعیف روایت میں ہے کہ عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا ستر گنا افضل ہے تاہم ٹوپی میں بھی نماز ہو جاتی ہے کوئی منع نہیں ہے اور نہ پگڑی نماز کیلئے لازم ہے جو ائمہ حضرات صرف نماز کے وقت پگڑی استعمال کرتے ہیں اور پھر منبر پر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں یہ بہت غلط طریقہ ہے پگڑی تو عام اوقات میں مسنون ہے' پگڑی کو عرب کا تاج کہا گیا ہے پگڑی سے انسانی دماغ کو سکون ملتا ہے دماغ کی حفاظت ہوتی ہے حادثہ کے وقت چوٹ لگنے سے سر محفوظ رہ سکتا ہے ہیلمٹ کا کام دیتی ہے انسان کو باوقار عزت کا مقام دیتی ہے انسان ناشائستہ حرکات سے احتراز کرتا ہے۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سید الاولین والآخرین نے پگڑی استعمال فرمائی ہے اور اس کی ترغیب دی ہے پگڑی کے رنگوں میں سیاہ' سفید اور پیلا رنگ ملتا ہے ہرے رنگ کی پگڑی کا تذکرہ تاحال نہیں مل سکا شاید بدعتیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد کے رنگ سے لیا ہوگا لیکن اگر گنبد کا رنگ بدل گیا پھر بدعتی کیا کریں گے؟ پگڑی کے طول کے بارہ میں اتنی بات سمجھ لو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو قسم کی پگڑیاں تھیں چھوٹی پگڑی سات گز کی تھی اور بڑی پگڑی بارہ گز کی ہوتی تھی شرعی گز ایک ہاتھ ہوتا ہے پگڑی کے دو شملے ہوتے ہیں ایک چھوٹا ایک لمبا اگر ایک بھی ہو پھر بھی خیر ہے اگر دونوں شملوں کو کندھوں کے درمیان ڈالا جائے یہ بھی جائز ہے اور اگر کبھی ایک شملہ پیچھے اور ایک دائیں طرف سے آگے کو ڈالا جائے تو یہ بھی جائز ہے' ان آداب سے معلوم ہوا کہ اسلامی پگڑی اور سکھوں کی پگڑی میں زمین وآسمان کا فرق ہے' عمامہ کیلئے ٹوپی کا ہونا ضروری ہے اور ٹوپی کھلی اور ظاہر نظر آنی چاہیے اہل بدعت کی طرح ڈھکی چھپی نہ ہو' مشرکین بھی عمامہ استعمال کرتے تھے لیکن اس میں ٹوپی نہیں ہوتی تھی جس طرح آج کل ایران کے ذاکرین بغیر ٹوپی کے عمامہ استعمال کرتے ہیں اہل رفض عمامہ میں شملہ بھی استعمال نہیں کرتے ہیں سکھوں کی بھی یہی عادت ہے۔

(۳۱) وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ عَمَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَدَلَهَا بَيْنَ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ (رواہ سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو پگڑی بندھوائی اس کا شملہ میرے آگے اور پیچھے لٹکا دیا۔ (ابوداؤد)

ٹوپی پر عمامہ باندھنا مسلمانوں کی امتیازی علامت ہے

(۳۲) وَعَنْ رُكَانَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَرْقُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِيْنَ الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَاِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِالْقَائِمِ.

ترجمہ: حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا ہمارے اور مشرکوں کے درمیان فرق ٹوپیوں پر پگڑی باندھنا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اس نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند درست نہیں۔

تشریح: اس حدیث کو ابوداوُدؒ نے بھی روایت کیا ہے لیکن انہوں نے سکوت کیا ہے یعنی انہوں نے یہ نہیں کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد درست نہیں، لہٰذا ہوسکتا ہے کہ اس حدیث کی اسناد اصل کے اعتبار سے درست ہو یا دونوں (ترمذیؒ، ابوداوُدؒ) کے نقل کرنے کی وجہ سے اس کو ''درستی'' حاصل ہوگئی ہو۔

بہر حال حدیث کی عبارت کے دو معنی محتمل ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ ''ہم (مسلمان) تو ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں جبکہ مشرک لوگ بغیر ٹوپیوں کے (یعنی ننگے سر پر) عمامہ باندھتے ہیں۔'' اور دوسرے یہ کہ ''ہم ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں جبکہ مشرک لوگ عمامہ باندھتے ہی نہیں صرف ٹوپی پہنتے ہیں۔'' شارحین نے لکھا ہے کہ ان دونوں معنوں میں سے پہلے ہی معنی مراد ہیں کیونکہ اس زمانہ کے مشرکین کا عمامہ باندھنا تو تحقیق کے ساتھ معلوم ہے لیکن ان کا صرف ٹوپی پہننا ثابت نہیں ہے (اگرچہ ملا علی قاریؒ نے خدریؒ سے نقل کیا ہے کہ دوسرے معنی بھی مراد لئے جاسکتے ہیں) نیز انہوں نے کہا ہے کہ بعض علماء کے قول کے مطابق سُنت یہ ہے کہ ٹوپی اور عمامہ استعمال کیا جائے صرف ٹوپی پہننا مشرکین کی علامت ہے۔

سونا اور ریشم عورتوں کے لئے حلال اور مردوں کے لئے حرام ہے

(۳۳) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِيْرُ لِلْاِنَاثِ مِنْ اُمَّتِيْ وَحُرِّمَ عَلٰى ذُكُوْرِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ریشم اور سونا میری امت کی عورتوں کے لیے حلال کیا گیا ہے اور مردوں پر حرام ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: ''مرد'' کے لفظ میں بچے (لڑکے) بھی داخل ہیں لیکن بچے چونکہ مکلف نہیں ہیں اس لئے ان کے حق میں ان چیزوں کی حرمت کا تعلق پہنانے والوں سے ہوگا کہ اگر کوئی بچہ ریشم یا سونے کا زیور پہنے گا تو اس کا گناہ اس کے پہنانے والے پر ہوگا۔ نیز ''سونے سے مراد سونے کے زیورات'' ہیں ورنہ سونے چاندی کے برتن کا استعمال جس طرح مردوں کیلئے حرام ہے اسی طرح عورتوں کیلئے بھی حرام ہے، اسی طرح چاندی کے زیورات کا حلال ہونا بھی صرف عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے علاوہ اس مقدار کے جو مردوں کے لئے بھی حلال ہے جیسے انگوٹھی وغیرہ۔

نیا کپڑا پہنتے وقت کی دعا

(۳۴) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهٖ عِمَامَةً اَوْ قَمِيْصًا اَوْ رِدَآءً ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيْهِ اَسْاَلُكَ خَيْرَهٗ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ (رواه الترمذی وسنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کوئی نیا کپڑا پہنتے اس کا نام لیتے مثلاً پگڑی یا قمیص یا چادر پھر فرماتے اے اللہ تیرے لیے تعریف ہے تو نے مجھ کو یہ کپڑا پہنایا میں اس کی بھلائی اور اس چیز کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے اور اس کے شر سے اور اس چیز کے شر سے تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں جس کے

لیے یہ بنایا گیا ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے)

(۳۵) وَعَنْ مَعَاذِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَكَلَ طَعَامًا ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَزَادَ اَبُوْدَاوٗدَ وَمَنْ لَبِسَ ثَوْبًا فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ.

ترجمہ: حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کھانا کھائے پھر کہے سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے مجھ کو یہ کھانا کھلایا اور بغیر حیلہ اور قوت کے مجھ کو دیا اس کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور ابوداؤد نے زیادہ بیان کیا کہ جو کپڑا پہنے اور کہے سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے مجھ کو یہ کپڑا پہنایا اور بغیر حیلہ اور میری قوت کے مجھ کو دیا اس کے اگلے اور پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

پرانے کپڑے کو ضائع مت کرو

(۳۶) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ اِنْ اَرَدْتِ اللُّحُوْقَ بِیْ فَلْيَكْفِكِ مِنَ الدُّنْيَا كَزَادِ الرَّاكِبِ وَاِيَّاكِ وَمُجَالَسَةَ الْاَغْنِيَاءِ وَلَا تَسْتَخْلِقِیْ ثَوْبًا حَتّٰى تُرَقِّعِيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ صَالِحِ بْنِ حَسَّانٍ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ صَالِحُ بْنُ حَسَّانٍ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا اگر تو مجھ کو ملنا چاہتی ہے دنیا سے تجھ کو سوار کے زاد راہ کی مانند کفایت کرے اور امیر لوگوں کی ہم نشینی سے بچ اور کپڑے کو پرانا نہ گن یہاں تک کہ اس کو پیوند کرے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو نہیں پہچانتے مگر صالح بن حسان کی روایت سے۔ محمد بن اسماعیل نے کہا صالح بن حسان، منکر الحدیث ہے۔

تشریح: "کزاد الراکب" ایک توشہ سوار آدمی کا ہوتا ہے اور ایک پیدل آدمی کا ہوتا ہے سوار چونکہ جلدی منزل پر پہنچتا ہے اس لئے اس کو کم خرچہ کی ضرورت پڑتی ہے اسی لئے حدیث میں سوار کے توشہ کا ذکر کیا گیا ہے یعنی بہت کم توشہ۔ "مجالسة الاغنياء" اغنیاء کے پاس بیٹھنے سے جب نقصان ہوتا ہے تو اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خود اغنیاء اور مالداروں کی حالت کیا ہوگی" ولا تستخلقی "خلق پرانا ہونے کے معنی میں ہے اس صیغہ میں سین تا حسبان کیلئے ہے یعنی کسی کپڑے کو پرانا نہ سمجھو "ترقعیه" یعنی جب تک اس میں پیوند نہ لگاؤ۔ کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت عمر نے خطبہ دیا جب دیکھا گیا تو آپ کے ازار میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے جبکہ آپ امیر المؤمنین تھے۔ (مرقات) بہرحال زیر بحث حدیث کو امام بخاری نے منکر قرار دیا ہے۔

(۳۷) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اِيَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اَنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِيْمَانِ اَنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِيْمَانِ (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم سنتے نہیں کیا تم سنتے نہیں زینت کو ترک کر دینا ایمان سے ہے۔ دنیا کی زینت کا ترک کر دینا ایمان سے ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

اپنی بڑائی کے اظہار کے لئے اعلیٰ لباس پہننا اخروی ذلت کا باعث ہے

(۳۸) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِی الدُّنْيَا اَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذِلَّةٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. (مسند احمد بن حنبل، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں جس شخص نے شہرت کا کپڑا پہنا۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو ذلت کا کپڑا پہنائے گا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی' احمد' ابوداؤد اور ابن ماجہ نے)

تشریح: "شھرۃ" جو شخص تکبر و تجبر کے طور پر اور فقراء اور مساکین کو ذلیل کرنے کیلئے یا کارٹون بن کر لوگوں کو ہنسانے کیلئے عجیب و غریب شکلیں اختیار کرتا ہے ایسے شخص کیلئے وعید ہے اس سے زیادہ واضح مطلب یہ ہے کہ جو شخص شہرت حاصل کرنے کیلئے علماء کا لباس اختیار کرتا ہے صوفیاء کا لباس اور جبہ و دستار اپناتا ہے اور اس سے اپنا نام بلند و بالا بنانا چاہتا ہے محض شہرت کا بندہ ہے اور اپنی ناموری کے حصول کیلئے دن رات کوشاں ہے ایسے شخص کیلئے وعید ہے۔

تشبہ بقوم کا ذکر

(۳۹) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (رواہ سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ اس سے ہے۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد نے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو شخص جس قوم و جماعت کی مشابہت اختیار کرے گا اس کو اسی قوم و جماعت جیسی خیر و معصیت ملے گی مثلاً اگر کوئی شخص اپنے لباس و اطوار وغیرہ کے ذریعہ کسی غیر مسلم قوم یا فساق و فجار کی مشابہت اختیار کرے گا تو اس کے نامہ اعمال میں وہی گناہ لکھے جائیں گے جو اس غیر مسلم قوم کے لوگوں یا فساق و فجار کو ملتا ہے' اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے آپ کو علماء و مشائخ اور اولیاء اللہ کے نمونے پر ڈھالے گا کہ انہی جیسا لباس پہنے گا' انہی جیسے اطوار اختیار کرے گا اور انہی جیسے اعمال کرے گا تو وہ بھلائی و سعادت کے اعتبار سے انہی کے زمرہ میں شمار ہوگا۔ اس ارشاد گرامی کے الفاظ بہت جامع و ہمہ گیر ہیں جن کے دائرے میں بہت سی باتیں اور بہت سی چیزیں آجاتی ہیں یعنی مشابہت کا مفہوم عمومیت کا حامل ہے کہ مشابہت خواہ اخلاق و اطوار میں ہو' یا افعال و کردار میں ہو' اور خواہ لباس و طرز رہائش میں ہو اور یا کھانے پینے' اٹھنے بیٹھنے' رہنے سہنے اور بولنے چالنے میں ہو سب کا یہی حکم ہے۔

ترک زیب و زینت آخرت میں بڑائی ملنے کا ذریعہ ہے

(۴۰) وَعَنْ سُوَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَبْنَاءِ اَصْحٰبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ تَوَاضُعًا كَسَاهُ اللّٰهُ حُلَّةَ الْكَرَامَةِ وَمَنْ تَزَوَّجَ لِلّٰهِ تَوَّجَهُ اللّٰهُ تَاجَ الْمُلْكِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ مِنْهُ عَنْ مُعَاذِ ابْنِ اَنَسٍ حَدِيْثَ اللِّبَاسِ.

ترجمہ: حضرت سوید بن وہب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے بیٹوں سے کسی ایک سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے زیب و زینت کا کپڑا پہننا ترک کر دیا جبکہ وہ اس پر قادر ہے ایک روایت میں ہے تواضع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اس کو کرامت اور بزرگی کا جوڑا پہنائے گا اور جو کوئی خدا کے لیے نکاح کرے اللہ تعالیٰ بادشاہ کا تاج اس کو پہنائے گا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور روایت کیا ہے ترمذی نے معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے لباس کی حدیث۔

تشریح: "تواضعا" قدرت کے باوجود ترک زینت اختیار کرنا بڑا کمال ہے اس سے آدمی گرتا نہیں بلکہ بلند ہو جاتا ہے اور جس میں طاقت نہیں وہ خود متواضع ہے' "ومن تزوج" یعنی ایک بے نام و گمنام لڑکی ہے بے سہارا ہے نہ اس کا کفو ہے نہ خاندان ہے ایک شخص اس کے ساتھ صرف اس لئے نکاح کرتا ہے تاکہ اس کی زندگی بن جائے اور اس کو سہارا مل جائے ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ عظمت کا تاج پہنائے گا۔

حق تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا اظہار ایک مطلوب عمل ہے

(۴۱) وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّرٰى اَثَرَ نِعْمَتِهٖ عَلٰى عَبْدِهٖ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندے پر دکھلایا جائے۔(روایت کیا اس کو ترمذی نے)

جسم ولباس کی درستگی اور صفائی ستھرائی پسندیدہ چیز ہے

(۴۲) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِدً فَرَاٰى رَجُلًا شَعِثًا قَدْ تَفَرَّقَ شَعْرُهٗ فَقَالَ مَا كَانَ يَجِدُ هٰذَا مَا يُسَكِّنُ بِهٖ رَاسَهٗ وَرَاٰى رَجُلًا عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَسِخَةٌ فَقَالَ مَا كَانَ يَجِدُ هٰذَا مَا يَغْسِلُ بِهٖ ثَوْبَهٗ (رواه مسند احمد بن حنبل و سنن نسائی)

ترجمہ: حضرت جابر سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ملاقات کے لیے تشریف لائے آپ نے ایک پراگندہ بالوں والا شخص دیکھا جس کے سر کے بال متفرق تھے فرمایا یہ شخص ایسی چیز نہیں پاتا جس سے اپنے بالوں کو درست کرلے۔ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کے بدن پر میلے کپڑے ہیں فرمایا یہ شخص اس چیز کو نہیں پاتا جس سے اپنے کپڑے دھولے۔(روایت کیا اس کو احمد اور نسائی نے)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جسم کی درستی ونفاست اور لباس کی صفائی وستھرائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ تھی اور اس کا برعکس ناپسندیدہ ومکروہ کیونکہ یہ چیزیں تہذیب وشائستگی کی علامت بھی ہیں اور اسلام کی روح پاکیزگی کے عین مطابق بھی۔لہٰذا اس ارشاد گرامی **البذاذة من الایمان** (یعنی لباس کی سادگی اور ترک زینت حسن ایمان کی علامت ہے) کی مراد چونکہ موٹے چھوٹے کپڑے پر قناعت کرنا ہے اس لئے یہ بات نہ تو مذکورہ بالا روایت کے منافی ہے اور نہ اس نظافت وپاکیزگی کے خلاف ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ انها من الدین (یعنی وہ نظافت وپاکیزگی) دین کا ایک جز ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ نے مال ودولت عطا کی ہے تو اس کو اپنی پوشاک سے ظاہر کرو

(۴۳) وَعَنْ اَبِى الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيَّ ثَوْبٌ دُوْنٌ فَقَالَ لِىْ اَلَكَ مَالٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مِنْ اَيِّ الْمَالِ قُلْتُ مِنْ كُلِّ الْمَالِ قَدْ اَعْطَانِى اللّٰهُ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالْخَيْلِ وَالرَّقِيْقِ قَالَ فَاِذَا اَتَاكَ اللّٰهُ مَالًا فَلْيُرَ اَثَرُ نِعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَكَرَامَتِهٖ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِىُّ وَفِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ.

ترجمہ: حضرت ابواحوص رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے ناکارہ کپڑے پہنے ہوئے تھے آپ نے فرمایا تیرے پاس کوئی مال ہے میں نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا کس قسم کا مال ہے میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کا مال مجھ کو عطا کیا ہے اونٹ' گائیں' گھوڑے بکریاں غلام فرمایا جس وقت اللہ تعالیٰ تجھ کو مال دے تو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اثر اور اس کی کرامت کا نشان تجھ پر نظر آنا چاہیے۔روایت کیا اس کو نسائی نے اور شرح السنہ میں مصابیح کے لفظوں کے ساتھ ہے۔

مردوں کے لئے سرخ کپڑا پہننا حرام ہے

(۴۴) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرٍو قَالَ مَرَّ رَجُلٌ ثَوْبَانِ اَحْمَرَانِ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہا ایک شخص گذرا اس نے دو سرخ کپڑے پہنے ہوئے تھے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا آپ نے اس کو جواب نہیں دیا۔(روایت کیا اس کو ترمذی نے)

خوشبو کا مسئلہ

(۴۵) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اَرْكَبُ الْاُرْجُوَانَ وَلَا اَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ وَلَا اَلْبَسُ الْقَمِيْصَ الْمُكَفَّفَ بِالْحَرِيْرِ وَقَالَ اَلَا وَطِيْبُ الرِّجَالِ رِيْحٌ لَا لَوْنَ لَهٗ وَطِيْبُ النِّسَاءِ لَوْنٌ لَا رِيْحَ لَهٗ (سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ارغوانی زین پوش پر سوار نہیں ہوتا نہ میں کسنبا رنگ پہنتا ہوں اور میں وہ قمیص نہیں پہنتا جس کا (چار انگلی سے زیادہ) سنجاف ریشم کا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار مرد کی خوشبو میں بو ہے اور رنگ نہیں ہوتا اور عورتوں کی خوشبو میں رنگ ہوتا ہے بو نہیں ہوتی۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "الا رجوان" یہ لفظ ارغوان کا معرب ہے ارغوانی رنگ سرخ ہوتا ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ چھوٹا سا گدا ہوتا تھا جو بیٹھنے کیلئے زین پر بچھایا جاتا تھا جس کو زین پوش کہتے ہیں مطلب یہ ہوا کہ میں ایسی سواری پر نہیں ہوتا جس کا زین پوش سرخ رنگ کا ہو بعض اہل لغت نے ارغوان ایک ایسے درخت کو قرار دیا ہے جس کے پھول سرخ ہوں زیادہ اہل لغت نے ارجوان سرخ رنگ کو قرار دیا ہے۔ علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ اسی کو دوسری احادیث میں " المیاثر الحمر " کے نام سے یاد کیا گیا ہے جو درحقیقت ریشم و دیباج سے تیار کیا جاتا تھا بہرحال یہ ممانعت یا سرخ رنگ کی وجہ سے ہے یا ریشم کی وجہ سے۔ ملا علی قاری نے سرخ رنگ کو راجح قرار دیا ہے اور فرمایا کہ جب سرخ رنگ کے کپڑے پر بیٹھنا منع ہے تو اس کا پہننا کتنا سخت منع ہوگا " المعصفر " اس سے کسم میں رنگا ہوا سرخ کپڑا مراد ہے یہ مردوں کیلئے منع ہے۔ "المکفف" یعنی جس میں سنجاف اور ریشمی گوٹ لگی ہوئی ہو اس حدیث میں مکفف قمیص پہننے کی ممانعت آئی ہے جبکہ اس سے پہلے حضرت اسماء کی حدیث میں آنحضرت کے جبہ کے ساتھ مکفوفین کے الفاظ مذکور ہیں دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ چار انگشت تک ریشم کی پٹی کی اجازت ہے اس سے زیادہ نہیں یہاں یہ حدیث چار انگشت سے زیادہ کی ممانعت پر محمول ہے یا اسماء کی حدیث فتویٰ پر محمول ہے اور زیر بحث حدیث تقویٰ پر محمول ہے۔

دس باتوں کی ممانعت

(۴۶) وَعَنْ اَبِیْ رِیْحَانَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَشْرٍ عَنِ الْوَشْرِ وَالْوَشْمِ وَالنَّتْفِ وَعَنْ مُكَامَعَةِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ بِغَيْرِ شِعَارٍ وَمُكَامَعَةِ الْمَرْأَةِ بِغَيْرِ شِعَارٍ وَاَنْ يَجْعَلَ الرَّجُلُ فِیْ اَسْفَلِ ثِيَابِهٖ حَرِيْرًا مِثْلَ الْاَعَاجِمِ اَوْ يَجْعَلَ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ حَرِيْرًا مِثْلَ الْاَعَاجِمِ وَعَنِ النُّهْبٰى وَعَنْ رُكُوْبِ النُّمُوْرِ وَلُبُوْسِ الْخَاتَمِ اِلَّا لِذِیْ سُلْطَانٍ (رواہ سنن ابو داؤد و سنن نسائی)

ترجمہ: حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس (10) چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ دانتوں کے تیز کرنے سے گودنے سے بال اکھاڑنے سے مرد کے مرد کے ساتھ بغیر حائل ہونے کپڑے کے ہمخواب ہونے سے اور اس بات سے کہ عجمیوں کی طرح آدمی کپڑے کے نیچے ریشم لگائے یا عجمیوں کی طرح کندھوں پر ریشم لگوائے۔ منع فرمایا لوٹنے سے اور چیتے کے چمڑے کی زین پر سوار ہونے سے انگوٹھی پہننے سے مگر حاکم کے لیے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے)

تشریح: عرب میں یہ دستور تھا کہ بوڑھی عورتیں جوان عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے کیلئے اپنے دانت کے کناروں کو تیز اور باریک کیا کرتی تھیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ اسی طرح ایک رواج یہ بھی تھا کہ عورتیں اپنے جسم کے بعض حصوں کو سوئی سے گود کر اس میں نیل یا سرمہ بھر دیتی تھیں (جیسا کہ ہمارے یہاں بھی بعض غیر مسلم میں یہ دستور ہے کہ جسم کے کسی حصہ خاص طور پر ہاتھ پر نام وغیرہ گودتے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا۔ بال اکھاڑنے سے منع فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ آرائش و زینت کی خاطر داڑھی اور سر کے سفید بال چننا ممنوع ہے یا یہ کہ عورتوں کا اپنے چہرہ یعنی پیشانی کے بال چننا ممنوع ہے۔ ان چیزوں کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اول تو ان سے اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تغیر کرنا لازم آتا ہے دوسرے یہ چیزیں آرائش و زینت کیلئے بے جا اور برے قسم کے تکلفات کا مرتکب ہونے کا باعث ہیں اگرچہ زیب و زینت اختیار کرنا عورتوں کیلئے جائز ہے مگر اس طرح کے مذموم تکلفات ان کے لئے بھی ممنوع ہیں۔ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ یہاں "بال اکھاڑنے" سے مراد یہ ہے کہ کسی حادثہ و مصیبت کے وقت شدت جذبات سے مغلوب ہو کر اپنے سر اور داڑھی کے بال نوچنا ممنوع ہے۔

"مرد کا مرد کے ساتھ سونے ......الخ" کا مطلب حدیث کے ظاہری مفہوم کے مطابق تو یہی ہے کہ دو مرد ایک کپڑے (یعنی ایک چادر و لحاف

وغیرہ میں) اس طرح سوئیں کہ دونوں بالکل ننگے ہوں یا ان کے صرف ستر ڈھکے ہوئے ہوں تو یہ بالکل ممنوع ہے۔ یا یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ اس ممانعت کا تعلق صرف اس صورت سے ہو جب کہ دونوں کے ستر بھی ڈھکے ہوئے نہ ہوں' یہی دونوں احتمال عورتوں کے بارے میں بھی ہیں! اگر وہ عورتوں کا بہم اس طرح سونا کسی فتنہ و شر انگیزی کا خوف رکھتا ہو تو اس صورت میں بالکل صاف بات یہ ہے کہ یہ قطعاً ممنوع ہوگا اور اگر کسی فتنہ و شر انگیزی کا خوف نہ ہو تب بھی یہ صورت تہذیب و شائستگی اور ادب و اخلاق کے منافی اور بے حیائی و بے شرمی کی غماز تو بہر حال ہو ہی گی۔ مرد اپنے کپڑے کے نیچے ریشم کا استر لگائے کا مطلب یہ ہے کہ ریشم کا کپڑا پہننا مرد کیلئے قطعاً حرام ہے خواہ وہ کپڑا ایسے لباس کی صورت میں کیوں نہ ہو کہ اس کے اوپر کا حصہ سوتی اور اس کا استر ریشمی ہو یا اس کے اوپر کا حصہ تو ریشمی ہو اور اس کا استر سوتی ہو چنانچہ صحیح قول یہی ہے۔ ''مونڈھوں پر ریشمی کپڑا لگانے'' کا مطلب یہ ہے کہ کُرتے یا جبہ وغیرہ کے مونڈھوں پر بطور سنجاف (بیل) ریشمی کپڑا لگانا یا ریشم کا کام کرنا ایسی صورت میں جائز ہے جبکہ اس کی مقدار چار انگشت تک ہو' چار انگشت سے زائد کی صورت میں ممنوع ہوگا' نیز ہو سکتا ہے کہ اس جملہ سے یہ مراد ہو کہ کاندھوں پر دوپٹے کی طرح از راہ تکبر و اتراہٹ ریشمی کپڑا ڈالنا ممنوع ہے۔ چیتے کی کھال کی زین پر سوار ہونے سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے کہ اس میں متکبرین کی مشابہت ہے۔ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ چوپایوں اور درندوں کی کھال پر بیٹھنے سے ان چوپایوں و درندوں کی خاصیتیں جیسے وحشت و درندگی وغیرہ سرایت کر جاتی ہیں۔ ''الا یہ کہ وہ صاحب حکومت ہو''۔ یعنی جیسے بادشاہ' قاضی اور حاکم وغیرہ۔ حاصل یہ کہ مہر والی انگوٹھی کو بلا ضرورت کے محض زینت کی خاطر پہننا مکروہ تنزیہی ہے اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہے بایں دلیل کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے خلفاء کے زمانہ میں صحابہؓ مہر والی انگوٹھی پہنا کرتے تھے اور کوئی اس کو خلاف نہیں کہتا تھا۔

مردوں کے لئے سونے کی انگوٹھی اور ریشمی کپڑا حرام ہے

(۴۷) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهَانِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَعَنْ لُبْسِ الْقَسِّيِّ وَالْمَيَاثِرِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنِّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاوُدَ قَالَ نَهٰى عَنْ مَيَاثِرِ الْاُرْجُوَانِ.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سونے کی انگوٹھی پہننے قسی کے کپڑے پہننے اور میاثرہ (سرخ ریشمی چادر) کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد' ترمذی' نسائی ابن ماجہ نے ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے سرخ زین سے منع فرمایا ہے۔

تشریح: مردوں کو سونے کی انگوٹھی پہننا چاروں اماموں کے نزدیک حرام ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بعض صحابہؓ جیسے حضرت طلحہؓ حضرت سعدؓ اور حضرت صہیبؓ کے بارے میں یہ منقول ہے کہ انہوں نے سونے کی انگوٹھی پہنی تھی تو اس کا تعلق اس زمانہ سے ہے جبکہ یہ حرمت نافذ نہیں ہوئی تھی۔

''قسی'' اصل میں اس کپڑے کو کہا جاتا تھا جو مصر کے ایک شہر ''قس'' میں تیار ہوتا تھا۔ اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ''قسی'' ایک خاص قسم کے کپڑے کو کہا جاتا تھا جس میں ریشمی دھاریاں ہوتی تھیں' اس صورت میں اس ممانعت کا تعلق احتیاط و تقویٰ کی بناء پر نہی تنزیہی سے ہوگا۔ اور حضرت ابن مالکؒ نے کہا ہے کہ مذکورہ ممانعت کا تعلق اس صورت سے ہے جبکہ وہ کپڑا یا تو پوری طرح کا ریشم کا ہو یا اس کے بانے میں ریشم ہو اس صورت میں یہ ممانعت نہی تحریمی کے طور پر ہوگی اور طیبیؒ نے یہ کہا ہے کہ ''قسی'' جس کپڑے کو کہتے تھے وہ کتان کا ہوتا تھا جس میں ریشم بھی مخلوط ہوتا تھا۔

''میاثر'' میثر کی جمع ہے جو ''سرخ رنگ کے زین پوش'' کو کہتے ہیں اور وہ عام طور پر ریشمی ہوتا تھا چنانچہ اس ممانعت کا تعلق بھی اس صورت سے ہوگا جبکہ وہ ریشمی ہو' تاہم یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ اس ممانعت کا تعلق اس کے سوتی ہونے کی صورت سے بھی ہو اس صورت میں یہ ممانعت اس کے بیجا قسم کی شان و شوکت اور اتراہٹ و تکبر میں مبتلا لوگوں کی مشابہت کے مظہر ہونے کی وجہ سے نہی تنزیہی کے طور پر ہوگی۔

خز اور چیتے کی کھال کے زین پوش پر سوار ہونے کی ممانعت

(۴۸) وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَرْكَبُوا الْخَزَّ وَلَا النِّمَارَ (رواہ سنن ابو دائود وسنن نسائی)

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سرخ ریشمی زین پوش پر سوار نہ ہوا ور نہ چیتے کے چمڑے پر۔ راویت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: ''خز'' پچھلے زمانہ میں اس کپڑے کو کہتے تھے جو اون اور ریشم ملا کر بنا جاتا تھا اور ایک طرح کے خالص ریشمی کپڑے کو بھی خز کہتے ہیں' چنانچہ اگر ''خز'' سے وہ کپڑا مراد ہو جس میں اون اور ریشم دونوں ہوتے تھے تو ان عجمیوں کی مشابہت کی بنیاد پر جواز راہ تکبر خز کو زین پر ڈالتے تھے۔ یہ ممانعت نہی تنزیہی کے طور پر ہوگی کیونکہ اس خز کا پہننا مباح ہے' چنانچہ صحابہؓ اور تابعینؒ اس کو پہنا کرتے تھے۔ اور اگر خز سے مراد خالص ریشمی کپڑا ہو تب یہ ممانعت نہی تحریمی یعنی حرمت کے طور پر ہوگی۔ واضح رہے کہ ایک دوسری روایت میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی منقول ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو خز اور حریر (ریشمی لباس) کو حلال جانیں گے تو اس میں ''خز'' سے وہی خالص ریشمی کپڑا مراد ہے۔ چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ زمانہ نبوت میں اس کپڑے (یعنی وہ خز جو خالص ریشم کا ہوتا ہے کا وجود نہیں تھا) اس صورت میں یہ ارشاد گرامی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ پر محمول ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے کپڑے کے بارے میں آگاہ کیا جو بہت بعد کے زمانہ میں وجود پذیر ہونے والا تھا۔

سرخ زین پوش کی ممانعت

(۴۹) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمِيْثَرَةِ الْحَمْرَاءِ. (رواه فی شرح السنته)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ ریشمی زین پوش سے منع فرمایا ہے۔ (روایت کیا شرح السنہ میں)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی سفیدی

(۵۰) وَعَنْ اَبِیْ رِمْثَةَ التَّيْمِیِّ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ وَلَهٗ شَعْرٌ قَدْ عَلَاهُ الشَّيْبُ وَشَيْبُهٗ اَحْمَرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِاَبِیْ دَاوٗدَ وَهُوَ ذُوْوَفْرَةٍ وَبِهَا رَدْعٌ مِنْ حِنَّاءٍ.

ترجمہ: حضرت ابو رمثہ تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو سبز کپڑے تھے اور آپ کے بالوں پر بڑھاپا غالب آنے لگا تھا اور بالوں کا رنگ سرخ تھا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے آپ صاحب وفرہ تھے اور بالوں میں مہندی کا اثر تھا۔

تشریح: ''اخضران'' یا بالکل سبز کپڑے تھے یا اس میں سبز دھاریاں تھیں دونوں جائز ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سبز رنگ پسند تھا۔ ''ذو وفرۃ'' یہ سر کے بالوں کی ایک قسم ہے باب الترجل میں ان شاءاللہ تفصیل آئے گی۔ ''ردع من حناء'' حنا مہندی کو کہتے ہیں اور ردع اس کے رنگ کو کہا گیا ہے یعنی ان بالوں میں مہندی کا رنگ تھا۔ ہوسکتا ہے چند بالوں میں رنگ مراد ہو یا یہ بھی ممکن ہے کہ عطر کے استعمال کی وجہ سے بال سرخ لگ رہے ہوں یا یہ کوئی وقتی معاملہ ہو اس تاویل کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی میں چند بال سفید تھے جو بیس سے زیادہ نہ تھے عام محدثین فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خضاب نہیں فرماتے البتہ فقہاء خضاب کو ثابت کرتے ہیں۔

قطری چادر کا ذکر

(۵۱) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاكِيًا فَخَرَجَ يَتَوَكَّأُ عَلٰى اُسَامَةَ وَعَلَيْهِ ثَوْبُ قِطْرٍ قَدْ تَوَشَّحَ بِهٖ فَصَلّٰى بِهِمْ (رواه فی شرح السنته)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ رضی اللہ عنہ پر ٹیک لگائے ہوئے باہر تشریف آپ پر قطر کا بنا ہوا ایک کپڑا تھا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور بدھی کے پہنا ہوا تھا۔ ان کو نماز پڑھائی۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

تشریح: "قطر" ایک قسم کی چادر کو کہتے ہیں جس میں سرخ رنگ کی دھاریاں ہوتی ہیں اور اس کا کپڑا کچھ کھرا کھرا ہوتا ہے بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ جس کپڑے کا ذکر کیا گیا ہے وہ "قطر" کا تھا جو بحرین کے علاقہ میں ایک بستی کا نام ہے اسی مناسبت سے اس کپڑے کو "قطری" کہا گیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جس واقعہ کا ذکر کیا ہے یہ اس وقت کا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلا تھے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد نبوی میں ادا کی، روایت میں منقول ہے کہ اس وقت حضرت ابو بکرؓ صحابہ کو نماز پڑھانا شروع کر چکے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرض اور نقاہت کی وجہ سے حضرت اسامہؓ کا سہارا لئے ہوئے حجرہ مبارک سے نکل کر مسجد میں تشریف لائے اور حضرت ابو بکرؓ کے پہلو میں بیٹھ گئے اور نماز پڑھائی۔

ایک یہودی کی شقاوت کا ذکر

(۵۲) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبَانِ قِطْرِيَّانِ غَلِيْظَانِ وَكَانَ إِذَا قَعَدَ فَعَرِقَ ثَقُلَ عَلَيْهِ فَقَدِمَ بَزٌّ مِنَ الشَّامِ لِفُلَانِ الْيَهُوْدِيِّ فَقُلْتُ لَوْ بَعَثْتَ إِلَيْهِ فَاشْتَرَيْتَ مِنْهُ ثَوْبَيْنِ إِلَى الْمَيْسَرَةِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ مَا تُرِيْدُ إِنَّمَا تُرِيْدُ أَنْ تَذْهَبَ بِمَالِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَبَ قَدْ عَلِمَ أَنِّيْ مِنْ أَتْقَاهُمْ وَآدَاهُمْ لِلْأَمَانَةِ (رواہ الترمذی وسنن نسائی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دو موٹے قطری کپڑے تھے جس وقت آپ بیٹھتے آپ کو پسینہ آتا وہ بھاری ہو جاتے فلاں یہودی کا شام سے ایک مرتبہ کپڑا آیا میں نے کہا آپ اس کی طرف پیغام بھیجیں اور فراغت میسر آنے تک اس سے کپڑا لے لیں آپ نے اس کی طرف پیغام بھیجا۔ اس نے کہا میں جانتا ہوں اس کا کیا ارادہ ہے وہ میرا مال لے جانا چاہتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے جھوٹ بولا وہ جانتا ہے کہ میں سب لوگوں سے بڑھ کر متقی اور امانت کا خوب ادا کرنے والا ہوں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی نے)

تشریح: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موٹا کپڑا پہنا لیکن جب اس کپڑے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی راحت اور آسودگی کی خاطر دوسرے کپڑے قرض خریدنے کا ارادہ فرمایا اسی طرح اس حدیث سے اس یہودی کی شقاوت بھی ظاہر ہوئی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں کس قدر بغض و نفرت کا شکار تھا۔

مرد کو کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہننا ممنوع ہے

(۵۳) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ قَالَ رَاٰنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيَّ ثَوْبٌ مَصْبُوْغٌ بِعُصْفُرٍ مُوَرَّدًا فَقَالَ مَا هٰذَا فَعَرَفْتُ مَا كَرِهَ فَانْطَلَقْتُ فَأَحْرَقْتُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا صَنَعْتَ بِثَوْبِكَ قُلْتُ أَحْرَقْتُهُ قَالَ أَفَلَا كَسَوْتَهُ بَعْضَ أَهْلِكَ فَإِنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ لِلنِّسَاءِ. (رواہ سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا کہ میں نے کسم کا رنگا ہوا گلابی کپڑا پہنا ہوا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا ہے میں نے جان لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مکروہ سمجھا ہے میں گیا اور جا کر اس کو جلا دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے اپنے کپڑے کے ساتھ کیا کیا ہے میں نے کہا میں نے جلا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا تو نے گھر کی کسی عورت کو کیوں نہ پہنا دیا اس لیے کہ عورتوں کے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

سرخ دھاری چادر کا ذکر

(۵۴) وَعَنْ هِلَالِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى يَخْطُبُ عَلٰى بَغْلِهِ وَ عَلَيْهِ

بُرْدٌ اَحْمَرُ وَعَلِيٌّ اَمَامَهُ يُعَبِّرُ عَنْهُ. (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ہلال بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منیٰ میں خطبہ دیتے ہوئے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خچر پر بیٹھے ہوئے ہیں آپ پر سرخ چادر ہے علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعبیر کر رہے ہیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

سیاہ چادر کا ذکر

(۵۵) وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ صُنِعَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُرْدَةٌ سَوْدَاءُ فَلَبِسَهَا فَلَمَّا عَرِقَ فِيْهَا وَجَدَ رِيْحَ الصُّوْفِ فَقَذَفَهَا (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سیاہ چادر بنائی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہنا جب آپ کو پسینہ آیا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کی بو محسوس کی۔ اس کو پھینک دیا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوٹ مار کر بیٹھنے کا ذکر

(۵۶) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْتَبٍ بِشَمْلَةٍ وَقَعَ هُدْبُهَا عَلٰى قَدَمَيْهِ (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم چادر کے ساتھ گوٹھ مار کر بیٹھے ہوئے تھے اس کے پھندنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گرے ہوئے تھے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: گوٹ مار کر بیٹھنا اس نشست کو کہتے ہیں جس میں کولھے زمین پر ٹیک کر دونوں گھٹنے کھڑے کر لیتے ہیں اور سہارے کے لئے دونوں ہاتھ یا کوئی کپڑا گھٹنوں کے گرد لپیٹ کر لیتے ہیں۔

عورتیں باریک کپڑا کس طرح پہنیں

(۵۷) وَعَنْ دِحْيَةَ بْنِ خَلِيْفَةَ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبَاطِيَّ فَاَعْطَانِيْ مِنْهَا قُبْطِيَّةً فَقَالَ اُصْدُعْهَا صَدْعَيْنِ فَاَقْطَعْ اَحَدَهُمَا قَمِيْصًا وَاَعْطِ الْاٰخَرَ اِمْرَاَتَكَ تَخْتَمِرُ بِهٖ فَلَمَّا اَدْبَرَ قَالَ وَاْمُرِ امْرَاَتَكَ اَنْ تَجْعَلَ تَحْتَهٗ ثَوْبًا لَا يَصِفُهَا (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت دحیہ بن خلیفہ سے روایت ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قباطی کپڑے آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبطی کپڑا مجھے دیا فرمایا اس کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کر لو۔ ایک کی چادر بنا لو اور ایک اپنی بیوی کو دے دو اپنا دوپٹہ بنا لے۔ جب میں واپس جانے لگا فرمایا اور اپنی بیوی کو حکم دے کہ اس کے نیچے ایک کپڑا اور لگا لے تاکہ جسم کے بال نظر نہ آئیں۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: ''قباطی'' اصل میں ''قبطیہ'' کی جمع ہے' قبطیہ ایک خاص قسم کے کپڑے کو کہتے ہیں جو سفید اور مہین ہوتا تھا اور مصر میں بنا کرتا تھا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر عورت کوئی ایسا کپڑا پہننا چاہے جس کے نیچے بدن جھلکتا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ خالی وہی کپڑا نہ پہنے بلکہ کپڑے کے نیچے کوئی اور کپڑا لگا لے تاکہ اس کا بدن نہ جھلکے۔

دوپٹہ کا سر پر ایک ہی پیچ ڈالنا کافی ہے

(۵۸) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَهِيَ تَخْتَمِرُ فَقَالَ لَيَّةً لَا لَيَّتَيْنِ (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اس حال میں کہ وہ اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھیں۔فرمایا ایک پیچ نہ دو پیچ۔روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: مطلب یہ تھا کہ دوپٹہ کا سر پر اور گلے کے نیچے ایک ہی پھیرڈالا کرو دو پھیر نہ دو تا کہ اسراف لازم نہ آئے اور مردوں کے عمامہ کی مشابہت بھی نہ ہو اور یہ بھی محتمل ہے بلکہ یہی زیادہ صحیح ہے کہ یہاں پیچ سے مراد سر پر کپڑا لپیٹنا ہو جیسا کہ پچھلے زمانہ کی عرب عورتوں کا دستور تھا کہ وہ اپنے سر کو عصابہ (عورتوں کے سر پر باندھنے کا ایک خاص قسم کا رومال) کی طرح کپڑے لپیٹے رہا کرتی تھیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا کہ دوپٹہ کا بس ایک پیچ کافی ہے دوپٹہ کو سر پر زیادہ نہ لپیٹو تا کہ اسراف کی صورت بھی پیدا نہ ہو اور مردوں کی پگڑی کی مشابہت بھی لازم نہ آئے۔اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کیلئے یہ درست نہیں ہے کہ وہ مردوں جیسا لباس پہنیں اور ان کی مشابہت اختیار کریں جس طرح کہ مردوں کیلئے عورتوں جیسا لباس پہننا اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا درست نہیں ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ... ازار کا نصف پنڈلی تک ہونا پسندیدہ ہے

(۵۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَرَرْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ إِزَارِيْ اِسْتِرْخَاءٌ فَقَالَ يَا عَبْدَاللّٰهِ اُرْفَعْ اِزَارَكَ فَرَفَعْتُهُ ثُمَّ قَالَ زِدْ فَزِدْتُ فَمَازِلْتُ اَتَحَرَّاهَا بَعْدُ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ اِلٰى اَيْنَ قَالَ اِلٰى اَنْصَافِ السَّاقَيْنِ. (رواہ صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذرا میری چادر لٹکی ہوئی تھی فرمایا۔ عبداللہ اپنی چادر بلند کر میں نے بلند کی فرمایا اور اٹھا میں نے اور اٹھایا۔اس کے بعد میں ہمیشہ کوشش کرتا رہا۔لوگوں میں سے ایک نے کہا کہاں تک۔کہا آدھی پنڈلیوں تک۔(روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''اتحراھا'' کی ضمیر اصل میں فعلہ جو محذوف ہے کی طرف راجع ہے چنانچہ ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے لیکن بظاہر صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ضمیر رفعہ اخیرہ کی طرف راجع ہے۔اس صورت میں ترجمہ یوں ہوگا کہ میں ہمیشہ اس بات کی طرف متوجہ رہتا ہوں کہ میرا تہبند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کے مطابق اونچا ہے۔بہر حال مطلب دونوں صورتوں کا ایک ہی ہے۔

ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکنے کی حرمت کی اصل تکبر وغرور ہے

(۶۰) وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِزَارِيْ يَسْتَرْخِيْ اِلَّا اَنْ اَتَعَاهَدَهٗ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ لَسْتَ مِمَّنْ يَفْعَلُهٗ خُيَلَاءَ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تکبر کے طور پر اپنی چادر دراز کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول میری چادر لٹک آتی ہے الا یہ کہ میں ہر وقت خبر گیری کرتا رہوں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ان لوگوں میں سے نہیں جو تکبر کے طور پر لٹکاتے ہیں۔(روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ تہبند یا پاجامہ کا بغیر قصد وارادہ کے لٹکنا شرعی طور پر نقصان دہ نہیں ہے خاص طور سے اس شخص کے حق میں جو غرور وتکبر سے دور رہتا ہے لیکن افضل یہی ہے کہ بہر صورت متابعت ہی کو اختیار کیا جائے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تہبند و پاجامہ کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی حرمت کی اصل تکبر ہے۔

اگر تہبند آگے سے لٹکا ہوا ہو لیکن پیچھے سے اٹھا ہوا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں

(۶۱) وَعَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ رَاَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَأْتَزِرُ فَيَضَعُ حَاشِيَةَ اِزَارِهٖ مِنْ مُقَدَّمِهٖ عَلٰى ظَهْرِ قَدَمِهٖ وَيَرْفَعُ مِنْ مُؤَخَّرِهٖ

قُلْتُ لِمَ تَأتَزِرُ هٰذِهِ الْاِزْرَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتَزِرُهَا (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھا جس وقت تہبند باندھتے ہیں اگلی جانب سے چادر کا کنارہ قدم کی پشت پر رکھتے ہیں اور پیچھے کی جانب سے اس کو اونچا رکھتے ہیں میں نے کہا تم اس طرح کیوں باندھتے ہو۔ کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ اس طرح باندھتے تھے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

عمامہ باندھنے کا حکم

(۶۲) وَعَنْ عُبَادَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْعَمَائِمِ فَاِنَّهَا سِيْمَاءُ الْمَلَائِكَةِ وَارْخُوْهَا خَلْفَ ظُهُوْرِكُمْ. (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

ترجمہ: حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پگڑیاں باندھنا تم لازم پکڑو کیونکہ یہ فرشتوں کی علامت ہے ان کے شملے اپنی پشت کے پیچھے چھوڑو۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

بدن کا باریک کپڑے کے نیچے جھلکنا بدن کی برہنہ ہونے کے برابر ہے

(۶۳) وَعَنْ عَائِشَةَ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِىْ بَكْرٍ دَخَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا ثِيَابٌ رِقَاقٌ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَقَالَ يَا اَسْمَاءُ اِنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيْضَ لَنْ يَصْلُحَ اَنْ يُرىٰ مِنْهَا اِلَّا هٰذَا وَهٰذَا وَاَشَارَ اِلٰى وَجْهِهٖ وَكَفَّيْهِ (رواه سنن ابى دائود)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اس پر باریک کپڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا۔ اور فرمایا اے اسماء جس وقت عورت ایام حیض کو پہنچ جائے لائق نہیں ہے کہ اس کے اور اس کے سوا کوئی عضو نظر آئے اور آپ نے اپنے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ عورت کے لئے شرعی پردہ کی حد یہی ہے کہ وہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ باقی اعضاء کو ڈھانکے لیکن شرم وحجات کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس حالت میں بھی گھر سے باہر نکل کر مردوں کے سامنے نہ آئے کہ اس کا پورا بدن علاوہ چہرے اور ہاتھوں کے چھپا ہوا ہو بلکہ اگر باہر نکلنا ضروری ہو تو چہرے اور ہاتھوں کو بھی چھپائے رکھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر عورت نے کوئی ایسا باریک کپڑا پہن رکھا ہو جس کے نیچے اس کا بدن جھلک رہا ہو تو وہ برہنہ کے حکم میں ہوگی۔

نیا کپڑا پہنو تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرو

(۶۴) وَعَنْ اَبِىْ مَطَرٍ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا اشْتَرٰى ثَوْبًا بِثَلَاثَةِ دَرَاهِمَ فَلَمَّا لَبِسَهٗ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ رَزَقَنِىْ مِنَ الرِّيَاشِ مَا اَتَجَمَّلُ بِهٖ فِى النَّاسِ وَاُوَارِىْ بِهٖ عَوْرَتِىْ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ. (رواه مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: حضرت ابومطر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کپڑا تین درہم کا خریدا جب پہنا فرمایا سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے مجھ کو زینت کا لباس دیا جس سے میں لوگوں میں زینت حاصل کرتا ہوں اور اپنا ستر چھپاتا ہوں۔ پھر فرمایا اس طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

(۶۵) وَعَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ قَالَ لَبِسَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثَوْبًا جَدِيْدًا فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ كَسَانِىْ مَا اُوَارِىْ بِهٖ عَوْرَتِىْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِىْ حَيَاتِىْ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيْدًا فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِہٖ فِیْ حَیَاتِیْ ثُمَّ عَمِدَ اِلَی الثَّوْبِ الَّذِیْ اَخْلَقَ فَتَصَدَّقَ بِہٖ کَانَ فِیْ کَنَفِ اللّٰہِ وَفِیْ حِفْظِ اللّٰہِ وَفِیْ سَتْرِ اللّٰہِ حَیًّا وَ مَیِّتًا رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ.

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نیا کپڑا پہنا فرمایا سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے مجھ کو پہنایا جس سے میں اپنا ستر ڈھانکتا ہوں اور اپنی زندگی میں زینت حاصل کرتا ہوں پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جو شخص نیا کپڑا پہنے اور کہے سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے مجھ کو پہنایا کہ میں اپنا ستر چھپاتا ہوں اور اپنی زندگی میں زینت حاصل کرتا ہوں پھر پرانے کپڑے کا قصد کرے اور اس کو صدقہ میں دیدے وہ اللہ کی پناہ اور اس کی حفاظت اور پردے میں ہو جاتا ہے۔ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی۔ روایت کیا اس کو احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

عورتوں کے لئے باریک کپڑے کی ممانعت

(۶۶) وَعَنْ عَلْقَمَۃَ بْنِ اَبِیْ عَلْقَمَۃَ عَنْ اُمِّہٖ قَالَتْ دَخَلَتْ حَفْصَۃُ بِنْتُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَلٰی عَائِشَۃَ وَعَلَیْھَا خِمَارٌ رَقِیْقٌ فَشَقَّتْہُ عَائِشَۃُ وَ کَسَتْھَا خِمَارًا کَثِیْفًا (رواہ مالک)

ترجمہ: حضرت علقمہ بن ابوعلقمہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہا حفصہ بنت عبدالرحمٰن عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اس پر باریک اوڑھنی تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو پھاڑ ڈالا اور موٹی اوڑھنی پہنائی۔ (روایت کیا اس کو مالک نے)

تشریح: حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھتیجی تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب ان کو باریک دوپٹہ اوڑھے ہوئے دیکھا تو خفا ہوئیں اور ان کو سبق دینے کیلئے ان کے اس باریک دوپٹے کے دو ٹکڑے کر ڈالے اور پھر اس کے بدلے ان کے سر پر ایک موٹا دوپٹہ ڈال دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فقر وزہد

(۶۷) وَعَنْ عَبْدِالْوَاحِدِ بْنِ اَیْمَنَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَۃَ وَعَلَیْھَا دِرْعٌ قِطْرِیٌّ ثَمَنُ خَمْسَۃِ دَرَاھِمَ فَقَالَتْ اِرْفَعْ بَصَرَکَ اِلٰی جَارِیَتِیْ اُنْظُرْ اِلَیْھَا فَاِنَّھَا تُزْھٰی اَنْ تَلْبَسَہٗ فِی الْبَیْتِ وَقَدْ کَانَ لِیْ مِنْھَا دِرْعٌ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا کَانَتِ امْرَاَۃٌ تُقَیَّنُ بِالْمَدِیْنَۃِ اِلَّا اَرْسَلَتْ اِلَیَّ تَسْتَعِیْرُہٗ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عبدالواحد بن ایمن رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہا میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان پر قطری کرتہ تھا جس کی قیمت پانچ درہم تھی مجھے کہا میری اس لونڈی کو دیکھو یہ اس کو گھر میں پہننے سے بھی تکبر کرتی ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں میرا ایک کرتہ تھا۔ مدینہ میں بیاہ کے لیے جو عورت بھی زینت دی جاتی میری طرف پیغام بھیجتی اور مجھ سے عاریۃً لے جاتی۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہاں یہ واضح کیا ہے کہ اس تھوڑے سے عرصہ میں ذہنوں میں کیسی تبدیلی پیدا ہو گئی ہے کہ جس کپڑے کے کرتے کو کل تک عورتیں اپنی آرائش کیلئے ضروری سمجھتی تھیں وہی کرتا اب وہ اپنے گھر میں بھی پہننا پسند نہیں کرتی ہیں وہیں انہوں نے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنے فقر و تنگی اور زہد کو بھی بیان کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ریشمی قبا

(۶۸) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَبِسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا قَبَاءَ دِیْبَاجٍ اُھْدِیَ لَہٗ ثُمَّ اَوْشَکَ اَنْ نَزَعَہٗ فَاَرْسَلَ بِہٖ اِلٰی عُمَرَ فَقِیْلَ قَدْ اَوْشَکَ مَا انْتَزَعْتَہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ نَھَانِیْ عَنْہُ جِبْرِیْلُ فَجَآءَ عُمَرُ یَبْکِیْ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَرِھْتَ اَمْرًا وَاَعْطَیْتَنِیْہِ فَمَالِیْ فَقَالَ اِنِّیْ لَمْ اُعْطِکَہٗ تَلْبَسُہٗ اِنَّمَا اَعْطَیْتُکَہٗ تَبِیْعُہٗ فَبَاعَہٗ بِاَلْفَیْ دِرْھَمٍ.(رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ریشمی قبا پہنی جو آپ کو تحفہ بھیجی گئی تھی پھر جلد ہی اس کو اتار دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت جلد اس کو اتار دیا ہے۔ فرمایا جبرئیل علیہ السلام نے مجھ کو اس سے منع کیا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے کہا اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک امر کو ناپسند کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو دیدی ہے میرا کیا حال ہوگا فرمایا میں نے تجھ کو اس لیے نہیں دیا کہ تو پہنے بلکہ میں نے تجھے دیا ہے تاکہ تو بیچ دے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دو ہزار درہم کا بیچ دیا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: ''اوشک ان نزعه'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت جلدی اس قبا کو پہننے کے بعد اتار دیا' اس پر کسی نے پوچھا کہ (قد اوشک الخ) یعنی آپ نے اتنی جلدی اس قبا کو کیوں اتار دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ابھی جبرائیل امین نے منع کر دیا۔ حرمت سے پہلے آپ نے پہن لیا پھر حرمت کا حکم آگیا آپ نے اتار کر حضرت عمر کو ہدیہ کیا حضرت عمر روتے ہوئے آئے کہ ایک چیز حرام تھی تو کیا میں دین کے اعتبار سے اتنا گیا گزرا ہوں کہ حرام کو استعمال کر سکتا ہوں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دی کہ پہننے کیلئے نہیں بلکہ فروخت کرنے کیلئے دیا تھا۔

جس کپڑے کے تانے میں ریشم ہو وہ مردوں کے لئے حلال ہے

(۶۹) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّمَا نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الثَّوْبِ الْمُصْمَتِ مِنَ الْحَرِيْرِ فَاَمَّا الْعَلَمُ وَسَدٰى الثَّوْبِ فَلَا بَأْسَ بِهٖ (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالص ریشم کے کپڑے سے منع فرمایا ہے لیکن علم اور اس کے تانا کا کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: جس کپڑے میں تانا اور بانا دونوں ریشم کا ہو اس کا مردوں کو پہننا حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک جنگ میں اس کو پہننا مباح ہے اور جس کپڑے کا تانا ریشم کا ہو اور بانا سوت وغیرہ کا ہو تو اس کا پہننا بالاتفاق جائز ہے اور اس کا برعکس ناجائز ہے مگر جنگ میں جائز ہے۔ گویا صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک تو جنگ میں وہ کپڑا بھی پہننا مباح ہے جو خالص ریشم کا ہو اور وہ کپڑا بھی جس کے بانے میں ریشم ہو۔ لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک جنگ میں صرف وہ کپڑا پہننا مباح ہے جس کا بانا ریشم کا ہو اور تانا سوت وغیرہ کا اور جس کپڑے کا تانا ریشم کا ہو اور بانا کسی اور چیز کا وہ ہر حالت میں مباح ہے۔

اللہ کی دی ہوئی نعمت کو ظاہر کرنا پسندیدہ ہے

(۷۰) وَعَنْ اَبِىْ رَجَاءٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ وَعَلَيْهِ مُطْرَفٌ مِنْ خَزٍّ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ نِعْمَةً فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّرٰى اَثَرُ نِعْمَتِهٖ عَلٰى عَبْدِهٖ. (رواه مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: حضرت ابورجاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ہم پر نکلے ان پر خز کا مطرف تھا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص پر اللہ تعالیٰ کوئی نعمت کرے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس نعمت کا نشان بندے پر نظر آئے۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

تشریح: ''مطرف'' ایک خاص طرح کا چادر نما کپڑا ہوتا تھا' جس کے دونوں طرف کنارے بنے ہوتے تھے اور قاموس میں لکھا ہے کہ مطرف' جو مکرم کے وزن پر ہے' خز کی دھاری دار چادر شال کو کہتے ہیں اس صورت میں ''مطرف من خز'' اس کپڑے کو کہتے تھے جو ریشم اور اون دونوں سے بنا جاتا تھا۔ اس کا پہننا مباح ہے، چنانچہ یہاں ''خز'' سے یہی مراد ہے۔

مباحات میں سے جو چاہو کھاؤ پہنو لیکن اسراف اور تکبر سے دامن بچاؤ

(۷۱) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُلْ مَاشِئْتَ وَالْبَسْ مَا شِئْتَ مَا اَخْطَأَتْكَ اثْنَتَانِ سَرَفٌ وَمَخِيْلَةٌ (رواه البخارى فى ترجمة باب)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا جو چاہے کھا اور جو چیز تو چاہے پہن جب تک دو چیزیں نہ ہوں اسراف اور تکبر۔روایت کیا اس کو بخاری نے ایک باب کے ترجمے میں۔

(۷۲) وَعَنِ عُمْرِو بنِ شُعَيبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ كُلُوْ وَاشْرَبُوْا وَتَصَدَّقُوْا اَوْالْبَسُوْا مَالَمْ يُخَالِطْ اَسْرَافٌ وَلَا مَخِيْلَةٌ (رواه مسند احمد بن حنبل وسنن نسائی وسنن ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھاؤ اور پیئو۔صدقہ کرو اور پہنو جب تک کہ اسراف اور تکبر نہ ہو۔روایت کیا اس کو احمدؒ نسائی اور ابن ماجہ نے۔

سفید کپڑے کی فضیلت

(۷۳) وَعَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحْسَنَ مَا زُرْتُمُ اللّٰهَ فِىْ قُبُوْرِكُمْ وَمَسَاجِدِكُمُ الْبَيَاضُ (رواه سنن ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین وہ کپڑا جو تم پہن کر اپنی مسجدوں اور قبروں میں اللہ کی زیارت کرو سفید کپڑا ہے۔(روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے)

تشریح: مسجد اللہ کا گھر ہے۔جو شخص عبادت کیلئے مسجد میں گیا وہ گویا اللہ سے ملاقات کیلئے گیا لہٰذا وہاں سفید کپڑا پہن کر جانا بہتر ہے۔اسی طرح بندہ مرنے کے بعد گویا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے لہٰذا مردہ کو سفید کفن دینا بہتر ہے۔

بَابُ الْخَاتَمِ..... انگوٹھی پہننے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ... مردوں کو سونے کی انگوٹھی پہننا حرام اور چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اتَّخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ وَفِىْ رِوَايَةٍ وَجَعَلَهُ فِىْ يَدِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ اَلْقَاهُ ثُمَّ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ وَرَقٍ نُقِشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَقَالَ لَا يَنْقُشَنَّ اَحَدٌ عَلٰى نَقْشِ خَاتَمِىْ هٰذَا وَكَانَ اِذَا لَبِسَهُ جَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِىْ بَطْنَ كَفِّهِ (رواه صحيح المسلمو رواه صحيح البخارى)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہنی۔ایک روایت میں ہے اس کو دائیں ہاتھ میں پہنا۔پھر اس کو پھینک دیا پھر چاندی کی انگوٹھی پہنی جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ منقش تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نقش کوئی نہ کھودے۔جب آپ پہنتے اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف کرتے۔(متفق علیہ)

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی اس وقت بنوائی تھی جب کہ مردوں کیلئے سونا حرام نہیں ہوا تھا چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ مردوں کیلئے سونا پہننا حرام قرار دے دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ انگوٹھی پھینک دی۔

امام محمد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب موطا میں کہا ہے کہ مردوں کیلئے جس طرح سونے کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں ہے اسی طرح ان کیلئے لوہے اور کانسی وغیرہ کی انگوٹھی بھی جائز نہیں ہے لہٰذا مرد کو چاندی کے علاوہ اور کسی چیز کی انگوٹھی نہیں چاہیے۔عورتوں کیلئے سونے کی انگوٹھی اور دوسرے زیورات پہننا جائز ہے بلکہ علماء نے یہ لکھا ہے کہ عورتوں کو چاندی کی انگوٹھی پہننا مکروہ ہے کیونکہ چاندی کی انگوٹھی مرد پہنتے ہیں اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنا مکروہ ہے۔لہٰذا اگر کوئی عورت چاندی کی انگوٹھی پہننا ہی چاہے تو وہ اس کے رنگ کو کسی ملمع وغیرہ کے ذریعہ تبدیل کردے۔نیز ہدایہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس بارے میں انگوٹھی کے حلقہ کا اعتبار ہے نہ کہ اس کے نگینہ کا۔

"کوئی شخص میری مہر کے مانند الفاظ کندہ نہ کرائے" اصل بات یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھا کرتے تھے کہ مسلمان میری اتباع کے کس قدر حریص اور شیدائی ہیں وہ میرے ہر عمل کی پیروی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے کوئی بعید نہیں کہ لوگ میری اس مہر کے الفاظ اپنی انگوٹھیوں میں بھی کندہ کرنے لگیں، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، نیز اس ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مہر اور اس میں کندہ الفاظ کی ایک قانونی حیثیت بھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو خطوط وغیرہ دنیا کے بادشاہوں اور سربراہانِ مملکت کے نام بھیجا کرتے تھے ان پر وہی مہر ثبت فرماتے تھے اس صورت میں اگر دوسرے لوگ بھی اپنی انگوٹھیوں میں اسی طرح کی مہر کندہ کراتے تو نہ صرف یہ کہ مہر رسالت کی مخصوص حیثیت ان بادشاہوں کی نظر میں مشتبہ ہو جاتی بلکہ ایک عجیب طرح کی خرابی بھی واقع ہو جاتی۔

قاضی خاں رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ چاندی کی انگوٹھی پہننا اس شخص کے حق میں مباح ہے جس کے لئے مہر رکھنا ایک ضرورت کے درجہ کی چیز ہو جیسے قاضی وغیرہ اور جو شخص مہر رکھنے کا ضرورت مند نہ ہو اس کے حق میں افضل یہی ہے کہ چاندی کی انگوٹھی کا بھی استعمال نہ کرے، نیز جو شخص انگوٹھی پہنے اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ انگوٹھی کو بائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنے اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ انگوٹھی کس ہاتھ میں پہنی جائے تو سیوطیؒ کہتے ہیں کہ احادیث تو دائیں ہاتھ میں پہننے کے بارے میں بھی منقول ہیں اور بائیں ہاتھ میں پہننے کے بارے میں بھی، لیکن عمل ان ہی احادیث پر ہے جن میں بائیں ہاتھ میں پہننے کا ذکر ہے اور جو احادیث دائیں ہاتھ کے متعلق ہیں ان کو منسوخ قرار دیا گیا ہے چنانچہ عدیؒ وغیرہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے لیکن پھر بائیں ہاتھ میں پہننے لگے۔ سفر السعادہ کے مصنف نے یہ لکھا ہے کہ اس بارے میں مختلف احادیث منقول ہیں، بعض روایتوں میں تو نقل کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور بعض روایتوں میں بائیں ہاتھ میں پہننا نقل کیا گیا ہے۔ یہ سب روایتیں صحیح ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں پہنتے ہوں گے اور کبھی بائیں ہاتھ میں۔ امام نووی رحمہ اللہ یہ لکھتے ہیں کہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انگوٹھی کا دائیں ہاتھ میں بھی پہننا جائز ہے اور بائیں ہاتھ میں بھی لیکن شوافع کے نزدیک دائیں ہاتھ میں پہننا بہتر ہے کیونکہ دایاں ہاتھ بائیں کی بہ نسبت شرف و فضیلت رکھتا ہے اس لئے وہی ہاتھ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کی زینت و آرائش اور توقیر ہو۔

(۲) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُبْسِ الْقَسِيِّ وَالْمُعَصْفَرِ وَعَنْ تَخَتُّمِ الذَّهَبِ وَعَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ فِي الرُّكُوْعِ (رواه صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو قسی کے کپڑے پہننے اور کسنبے رنگ کے اور سونے رنگ کی انگوٹھی پہننے اور حالتِ رکوع میں قرآن پڑھنے سے منع کیا ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: "قسی" ایک خاص قسم کے ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں جو مصر کے ایک شہر قس میں تیار ہوتا تھا۔

"رکوع میں قرآن پڑھنے کی ممانعت" کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ رکوع میں یا سجدے میں تسبیح کے بجائے قرآن پڑھا جائے، دوسرے یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص قیام کی حالت میں اضطراب و بے اطمینانی کا رویہ اختیار کرے اور قرأت کو پورا کئے بغیر اس طرح رکوع میں چلا جائے کہ اس قرأت کا کچھ حصہ رکوع میں واقع ہو۔

سونے کی انگوٹھی پہننے والے مرد کے بارے میں وعید

(۳) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فِي يَدِ رَجُلٍ فَنَزَعَهٗ فَطَرَحَهٗ فَقَالَ يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ اِلٰى جَمْرَةٍ مِنْ نَارٍ فَيَجْعَلُهَا فِي يَدِهٖ فَقِيْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَاذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ خَاتَمَكَ اِنْتَفِعْ بِهٖ قَالَا لَا وَاللّٰهِ لَا اٰخُذُهٗ اَبَدًا وَقَدْ طَرَحَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی آپ نے اس کے ہاتھ سے نکال کر پھینک دی۔ فرمایا تم میں سے کوئی قصد کرتا ہے اور دوزخ کے انگارے کو اپنے ہاتھ میں ڈال لیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلے جانے کے بعد اس آدمی سے کہا گیا اپنی انگوٹھی اٹھا لے اور اس کے ساتھ نفع حاصل کر اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم میں اس کو کبھی نہیں اٹھاؤں گا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پھینک دیا ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص قدرت رکھتا ہو وہ اگر کسی خلاف شرع چیز کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بگاڑ دے اور مٹا دے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا رای احد منکم منکر افلیغیرہ بیدہ یعنی جب تم میں سے کوئی شخص کسی خلاف شرع چیز کو دیکھے تو وہ اس کو اپنے ہاتھ سے بگاڑ ڈالے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر مبارک

(۴) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَادَ اَنْ يَّكْتُبَ اِلٰى كِسْرٰى وَقَيْصَرَ وَالنَّجَاشِيِّ فَقِيْلَ اَنَّهُمْ لَا يَقْبَلُوْنَ كِتَابًا اِلَّا بِخَاتَمٍ فَصَاغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا حَلْقَةً فِضَّةٍ نُقِشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ كَانَ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلَاثَةَ اَسْطُرٍ مُحَمَّدٌ سَطْرٌ وَرَسُوْلُ سَطْرٌ وَاللّٰهِ سَطْرٌ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کی طرف خط لکھنے کا ارادہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہا گیا کہ وہ مہر کے بغیر خط قبول نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس میں محمد رسول اللہ نقش کیا گیا تھا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے انگشتری کا نقش تین سطریں تھیں۔ ایک سطر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا دوسری سطر میں رسول اور تیسری میں اللہ نقش کیا ہوا تھا۔

تشریح: یہاں انگوٹھی کے ضمن میں صرف اس کے حلقہ کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے اس کے نگینہ کے بارے میں ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ انگلی میں خلقہ ہی پہنا جاتا ہے اور وہی محل استبعاد بھی ہے اس لئے بیان جواز کی خاطر اس کا ذکر کیا گیا تاہم دوسری احادیث میں نگینہ کا بھی ذکر ہے چنانچہ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اس کا نگینہ حبشی یعنی عقیق کا تھا' چنانچہ اس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ مہر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو الفاظ کندہ تھے ان کی ہیئت امام نوویؒ نے وہی بیان کی ہے جو اوپر ذکر کی گئی' یعنی اوپر کی سطر میں "اللہ" بیچ کی سطر میں "رسول" اور نیچے کی سطر میں "محمد" کا لفظ تھا' گویا اس مہر کی یہ صورت تھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض حضرات نے اس مہر کی یہ صورت بیان کی ہے محمد رسول اللہ واللہ اعلم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہا کرتی تھی ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی' لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلافت کے آخری دور میں وہ انگوٹھی ایک دن معیقیب کے ہاتھ سے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم تھے اریس نامی کنویں میں گر پڑی اور پھر اس کو بہت زیادہ تلاش کیا گیا مگر نہیں ملی! علماء لکھتے ہیں کہ وہ فتنہ وفساد اور اختلاف وانتشار جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری دور خلافت میں اور پھر ان کے بعد اسلامی مملکت میں پیدا ہوا اس کا باعث اس مبارک انگوٹھی کا گم ہونا تھا کیونکہ اس انگوٹھی میں حق تعالیٰ نے ایسی برکت عطاء فرمائی تھی جو حکومت و مملکت کے انتظام والنصرام کا ایک مؤثر ذریعہ تھی جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی مہر والی انگوٹھی کی خاصیت تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نگینہ

(۵) وَعَنْهُ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ خَاتَمُهٗ مِنْ فِضَّةٍ وَّكَانَ فَصُّهٗ مِنْهُ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔ (بخاری)

(۶) وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ خَاتَمَ فِضَّةٍ فِيْ يَمِيْنِهٖ فِيْهِ فَصٌّ حَبَشِيٌّ كَانَ يَجْعَلُ فَصَّهٗ مِمَّا يَلِيْ كَفَّهٗ (رواہ صحیح المسلمو رواہ صحیح البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی پہنی اس میں حبشی نگینہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نگینہ ہتھیلی کی جانب رکھتے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''حبشی'' سے مراد ''عقیق'' ہے اور عقیق کو حبشہ کی طرف منسوب کر کے حبشی اس لئے کہا گیا ہے کہ عقیق کی کان حبشہ اور یمن میں تھی' یا وہ نگینہ عقیق کی بجائے کسی اور قسم کا ہوگا اور وہ قسم حبشہ ہی میں پائی جاتی تھی اس لئے اس کو حبشی کہا گیا' یا وہ نگینہ سیاہ رنگ کا تھا جیسا کہ حبشیوں کا رنگ ہوتا ہے اس مناسبت سے اس کو حبشی کہا گیا' اور یا یہ کہ اس نگینہ کو کسی حبشی شخص نے بنایا ہوگا اس لئے اس کو ''حبشی'' سے تعبیر کیا گیا' اس صورت میں یہ روایت اس روایت کے منافی نہیں ہوگی جس میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نگینہ بھی چاندی کا تھا البتہ اگر پہلے معنی مراد لئے جائیں یعنی یہ کہ وہ نگینہ عقیق کا تھا اور چونکہ عقیق کی کان حبشہ میں تھی اس لئے اس کو ''حبشی'' کہا گیا ہے تو اس صورت میں دونوں روایتیں تعدد پر محمول ہوں گی یعنی یہ کہا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک انگوٹھی کا نگینہ چاندی ہی کا تھا اور دوسری انگوٹھی کا نگینہ جش یعنی عقیق کا تھا۔

(۷) وَعَنْهُ قَالَ كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذِهٖ وَاَشَارَ اِلَى الْخِنْصَرِ مِنْ يَدِهِ الْيُسْرٰى (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی اس میں پہنی ہوئی تھی یہ کہہ کر اس نے بائیں ہاتھ میں چھنگلیا کی طرف اشارہ کیا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

انگوٹھی کس انگلی میں پہنی جائے؟

(۸) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَتَخَتَّمَ فِيْ اِصْبَعِيْ هٰذِهٖ اَوْ هٰذِهٖ فَاَوْمَأَ اِلَى الْوُسْطٰى وَالَّتِيْ تَلِيْهَا (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو منع کیا ہے کہ اس انگلی اور اس انگلی میں انگوٹھی پہنوں اپنی وسطی اور ساتھ والی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: درمیانی اور شہادت کی انگلی کے بارے میں تو اس حدیث سے واضح ہوا اور انگوٹھے نیز چھوٹی انگلی کے قریب والی انگلی میں انگوٹھی پہننا نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین ہی سے منقول ہے اس سے معلوم ہوا کہ انگوٹھی کو چھوٹی انگلی ہی میں پہننا مستحب ہے۔ چنانچہ شوافع اور حنفیہ کا رجحان اسی طرف ہے تاہم یہ بات مردوں کے حق میں ہے' جہاں تک عورتوں کا تعلق ہے تو ان کے لئے سب انگلیوں میں پہننا جائز ہے۔ امام نوویؒ نے کہا ہے کہ مردوں کو درمیانی اور شہادت کی انگلی میں انگوٹھی پہننا مکروہ تنزیہی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی دائیں اور بائیں دونوں ہاتھ میں پہنتے تھے

(۹) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَتَّمُ فِيْ يَمِيْنِهٖ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ عَنْ عَلِيٍّ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور نسائی نے علی رضی اللہ عنہ سے۔

(۱۰) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَتَّمُ فِيْ يَسَارِهٖ (رواہ سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بائیں ہاتھ میں انگشتری پہنا کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

11

ریشمی کپڑا اور سونا مردوں کے لئے حرام ہے

(۱۱) وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ حَرِيْرًا فَجَعَلَهُ فِيْ يَمِيْنِهِ وَاَخَذَ ذَهَبًا فِيْ شِمَالِهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ (رواه مسند احمد بن حنبلسنن ابو دائودوسنن نسائی)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم دائیں ہاتھ میں پکڑا اور سونا بائیں ہاتھ میں پکڑا پھر فرمایا یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔ روایت کیا اس کو احمدؒ ابوداؤد اور نسائی نے۔

(۱۲) وَعَنْ مُعَاوِيَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ رُكُوْبِ النُّمُوْرِ وَعَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ اِلَّا مُقَطَّعًا (سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چیتے کے چمڑے پر سوار ہونے اور سونا پہننے سے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ سونا کٹا ہوا ہو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حدیث کے آخری الفاظ سے قلیل مقدار میں سونے کی جو اباحت ثابت ہوتی ہے وہ بھی منسوخ قرار پا چکی ہے ویسے بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان الفاظ سے بظاہر جو جواز ثابت ہوتا ہے وہ حنفیہؒ کے نزدیک اس پر محمول ہے کہ مثلاً کسی چیز پر سونے کا ملمع کیا جائے یا نگینہ وغیرہ میں سونے کی کیل لگائی جائے اور یا کپڑے پر دھاریوں اور بیل کے طور پر سنہرا کام کیا جائے تو یہ حنفیہؒ کے نزدیک مردوں کے لئے بھی جائز ہیں۔

پیتل اور لوہے کی انگوٹھی پہننے کی ممانعت

(۱۳) وَعَنْ بُرَيْدَةَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ عَلَيْهِ خَاتَمٌ مِنْ شَبَهٍ مَالِيْ اَجِدُ مِنْكَ رِيْحَ الْاَصْنَامِ فَطَرَحَهُ ثُمَّ جَآءَ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِنْ حَدِيْدٍ فَقَالَ مَا لِيْ اَرٰى عَلَيْكَ حِلْيَةَ اَهْلِ النَّارِ فَطَرَحَهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ اَتَّخِذُهُ قَالَ مِنْ وَرِقٍ وَلَا تُتِمَّهُ مِثْقَالًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ مُحْيِ السُّنَّةِ وَقَدْ صَحَّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ فِي الصَّدَاقِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ. اِلْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيْدٍ.

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے کہا اس نے پیتل کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی مجھے کیا ہے میں تجھ سے بتوں کی بو پاتا ہوں۔ اس نے اس کو پھینک دیا۔ پھر آیا اس نے لوہے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ہے میں تجھ پر دوزخیوں کا زیور دیکھتا ہوں اس نے اس کو پھینک دیا۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول میں کس چیز کی انگوٹھی بناؤں فرمایا چاندی کی اور ایک مثقال پورا نہ کر۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی نے اور محی السنہ نے کہا سہل بن سعد کی حدیث سے ثابت ہو چکا ہے جو مہر کی بابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے فرمایا تھا تلاش کر اگرچہ لوہے کی انگشتری ہو۔

تشریح: "شبه" پیتل کو شبہ کہتے ہیں چونکہ یہ سرخی میں سونے کا مشابہ ہوتا ہے اس لئے اس کو شبہ کہہ دیا گیا۔

"ریح الاصنام" چونکہ پیتل اور تانبے سے عموماً بت بنائے جاتے ہیں اس لئے بتوں کی بُو کا ذکر فرمایا۔

"حدید" لوہے کی انگوٹھی کو اہل نار کا زیور قرار دیا گیا اس لئے کہ دوزخ والے اس کو دنیا میں استعمال کیا کرتے ہیں یا اس طرف اشارہ ہے کہ اہل نار کفار کو دوزخ میں لوہے کے طوق پہنائے جائیں گے لہٰذا جو لوگ دنیا میں لوہے کی انگوٹھی پہنتے ہیں وہ انہی کی مشابہت اختیار کرتے ہیں لوہے پیتل اور کانسی کی انگوٹھی مردوں کیلئے مکروہ تحریمی ہے اور سونے کی انگوٹھی حرام ہے (کذا فی فتاوی قاضی خان)

"ورق" "ورق" "واؤ" پر زبر ہے "را" پر زیر ہے اور سکون بھی جائز ہے چاندی کو کہتے ہیں۔ "ولا تتمه مثقالا" یعنی ایک مثقال چاندی نہ ہو بلکہ اس سے کم ہو۔ "قال محی السنة" شوافع حضرات کے نزدیک چونکہ لوہے کی انگوٹھی استعمال کرنا جائز ہے اس لئے محی السنہؒ نے زیر بحث حدیث کیلئے ایک مقابل حدیث کا حوالہ دیا جس میں مہر کے عوض لوہے کی انگوٹھی دینے کو کہا گیا ہے جس سے اس کے جواز کا پتہ چلتا ہے۔ احناف اس کا یہ جواب

دیتے ہیں کہ حضرت سہل کی روایت اس زمانہ پر محمول ہے جب لوہے کی انگوٹھی کی ممانعت اور حرمت کا حکم نہیں آیا تھا گویا زیر بحث حدیث اس کیلئے ناسخ ہے یا اس سے لوہے کی انگوٹھی ہی مراد نہیں ہے بلکہ خاتم حدید سے شئ قلیل کی طرف اشارہ ہے کہ مہر دو خواہ کچھ بھی ہو۔ کتاب النکاح میں تفصیل ہے۔

وہ دس چیزیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم برا سمجھتے تھے

(۱۴) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ عَشْرَ خِلَالٍ الصُّفْرَةَ يَعْنِي الْخَلُوْقَ وَتَغْيِيْرَ الشَّيْبِ وَجَرَّ الْإِزَارِ وَالتَّخَتُّمَ بِالذَّهَبِ وَالتَّبَرُّجَ بِالزِّيْنَةِ لِغَيْرِ مَحِلِّهَا وَالضَّرْبَ بِالْكِعَابِ وَالرُّقٰى اِلَّا بِالْمُعَوِّذَاتِ وَعَقْدَ التَّمَائِمِ وَعَزْلَ الْمَاءِ لِغَيْرِ مَحِلِّهٖ وَفَسَادَ الصَّبِيِّ غَيْرَ مُحَرِّمِهٖ.(رواہ سنن ابو دائود سنن نسائی)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس خصلتوں کو برا سمجھتے تھے۔ زردی یعنی خلوق استعمال کرنے کو۔ سفید بالوں کے بدلنے کو' تہبند لٹکانے کو' سونے کی انگوٹھی پہننے کو' بے محل عورت کے زینت ظاہر کرنے کو' نرد کے ساتھ کھیلنے کو' معوذات کے سوا دم کرنے کو' منکوں اور کوڑیوں کے باندھنے کو' غیر محل میں منی ٹپکانے کو اور بچے کے فساد کو یعنی حمل کی حالت میں صحبت کرنے کو لیکن اس کو حرام نہیں فرماتے تھے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے)

تشریح: ''خلوق'' ایک قسم کی خوشبو کو کہتے ہیں جو زعفران وغیرہ سے بنائی جاتی ہے' خلوق استعمال کرنے کی یہ ممانعت صرف مردوں کے لئے ہے عورتوں کو اس کا لگانا درست ہے اگرچہ ایسی احادیث بھی منقول ہیں جن سے مردوں کے لئے بھی خلوق کے استعمال کی اباحت ثابت ہوتی ہے لیکن ایسی احادیث زیادہ منقول ہیں جن سے ممانعت ثابت ہوتی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اباحت کی حدیثیں منسوخ ہیں۔ مردوں کے لئے خلوق کا استعمال اس لئے ممنوع ہے کہ وہ خاص طور پر عورتوں کی خوشبو ہے۔

بڑھاپے کو تبدیل کرنا خواہ سفید بالوں کو چننے کی صورت میں ہو یا سیاہ خضاب لگانے کے ذریعہ ہو' یہ بہر صورت ممنوع ہے' البتہ مہندی کا خضاب مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کے جواز میں احادیث کے منقول ہونے کی بناء پر وہ بالاتفاق درست ہے' سفید بالوں کو اکھاڑنے اور چننے کے بارے میں حنفیہ کا مختار قول حرمت و کراہت کا ہے۔ والتبرج بالزینة لغیر محلها میں لفظ محل حاء کے زیر کے ساتھ ہے جو ''موضع حل'' کے معنی میں ہے یعنی وہ جگہ جہاں عورت کو اپنا بناؤ سنگار ظاہر کرنا حلال ہے اور وہ جگہ اس کا شوہر اور اس کے محارم جیسے باپ اور بھائی وغیرہ ہیں' گویا مطلب یہ ہے کہ عورت کو اپنے خاوند اور اپنے محارم کے علاوہ دوسرے مردوں کے سامنے اپنا بناؤ سنگار ظاہر کرنا درست نہیں ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے **ولا یبدین زینتهن الا لبعولتهن او ابائهن الآیة۔** بعض حضرات نے ''محلها'' میں لفظ ''محل'' حاء کے زیر کے ساتھ بھی کہا ہے جو ''حلول'' سے ہے۔

''کعاب'' کعب کی جمع ہے اور چوسر کی گوٹوں اور مہردں (پانسوں) کے معنی میں ہے جن کو قرعہ کی مانند پھینک پھینک کر چوسر کھیلا جاتا ہے' مطلب یہ ہے کہ یہ کھیل ممنوع ہے' چنانچہ اہل علم صحابہؓ کی اکثریت کے نزدیک یہ کھیل حرام تھا' حنفیہ شطرنج کھیلنے کو بھی مکروہ تحریمی کہتے ہیں۔

''رقی'' رقیہ کی جمع ہے جس کے معنی منتر پڑھ کر پھونکنے کے ہیں اور ''معوذات'' سے مراد قرآن کی وہ آیتیں ہیں جو استعاذہ کے معنی پر مشتمل ہیں' خواہ وہ یہ دونوں سورتیں ہوں یا ان کے علاوہ دوسری آیات۔ حاصل یہ کہ قرآن کریم کی آیات' احادیث میں منقول دعاؤں اور اسماء الٰہی کے ذریعہ جھاڑ پھونک جائز ہے ان کے علاوہ کے ذریعہ حرام ہے' خاص طور پر ایسے الفاظ کے ذریعہ جھاڑ پھونک کرنا جن کے معنی معلوم نہ ہوں نہ صرف حرام ہے' بلکہ کفر کی حد میں داخل ہو جانے کے خوف کا بھی محتمل ہے۔ '' تمائم ''تمیمہ کی جمع ہے اس کے معنی ان منکوں (دانوں) اور ہڈیوں کے ہیں جن کو جوڑ کر عرب نظر نہ لگنے کے لئے بچوں کے گلے میں لٹکاتے تھے یہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا خاص طریقہ تھا لیکن اسلام نے اس کی ممانعت فرما دی۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ''تمائم'' سے مراد وہ گنڈے اور منتر ہیں جن کی نوعیت مشرکانہ ہوتی ہے اور جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھے' لیکن وہ تعویذات وغیرہ جن میں آیات قرآنی' منقول دعائیں اور اسماء الٰہی لکھے ہوتے ہیں گلے میں لٹکانا جائز ہیں جیسا کہ حصن حصین میں منقول حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

''بے موقع عزل'' کا مطلب یہ ہے کہ حمل ٹھہر جانے کے خوف سے عزل کرنا اس صورت میں جائز ہے جبکہ عورت (بیوی) کی رضامندی حاصل ہو اگر اس کی رضامندی کے بغیر عزل کیا جائے گا تو وہ ایسا عزل ہوگا جو بے موقع کہلائے گا۔ جس کی ممانعت اس حدیث میں مذکور ہے البتہ اگر عورت آزاد نہ ہو بلکہ لونڈی ہو تو وہ (لونڈی) چونکہ محل عزل ہے اس لئے اس کی رضامندی کے بغیر عزل کرنا جائز ہے۔ ''بچے کو خراب کرنے'' کا مطلب یہ ہے کہ اس عورت کے ساتھ صحبت کی جائے جس کی گود میں دودھ پینے والا بچہ ہو اور اس صحبت کے نتیجے میں وہ حاملہ ہو جائے چونکہ اس حمل کی وجہ سے اس کا دودھ خراب ہو جاتا ہے اور وہ دودھ بچے کو نقصان پہنچاتا ہے کہ اس کو ضعف وغیرہ لاحق ہو جاتا ہے اس لئے دودھ پلانے والی عورت کے ساتھ صحبت کرنا گویا بچے کو نقصان پہنچانا ہے۔ دودھ والی عورت کے ساتھ صحبت کرنے کو ''غیل'' کہتے ہیں اور اس کا ذکر باب المباشرت میں گزر چکا ہے۔ ''اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو حرام نہیں فرماتے تھے'' کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دودھ پلانے کے زمانہ میں عورت کے ساتھ صحبت کرنے اور بچے کو نقصان پہنچانے کو ناپسند فرماتے تھے لیکن اس کو حرام قرار نہیں دیتے تھے کیونکہ منکوحہ عورت کے ساتھ جماع کرنا حلال ہے اور محض حمل کے احتمال سے کہ جس سے بچے کو مذکورہ نقصان پہنچنے کا تعلق ہے وہ عورت حرام نہیں ہوتی۔

عورت کو بجنے والا زیور ممنوع ہے

(۱۵) وَعَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ مَوْلَاةً لَهُمْ ذَهَبَتْ بِابْنَةِ الزُّبَيْرِ اِلٰی عُمَرَبْنِ الْخِطَابِ وَفِی رِجْلِهَا اَجْرَاسٌ فَقَطَعَهَا عُمَرُوَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَعَ كُلِّ جَرَسٍ شَيْطَانٌ. (رواہ سنن ابی دائود)

ترجمہ: حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ان کی ایک لونڈی زبیر کی بیٹی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئی اس کے پاؤں میں گھنگرو تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کاٹ دیا اور کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے ہر گھنٹہ کے ساتھ شیطان ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ شیطان کا مزمار (باجہ) ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ الجرس مذامیر الشیطان لہٰذا ہر جرس کے ساتھ شیطان ہوتا ہے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان ہر بجنے والی چیز کی طرف لوگوں کو مائل کرتا ہے اور ان کی نظر میں اس کی آواز کو زیادہ سے زیادہ دلکش بناتا ہے۔

(۱۶) وَعَنْ بُنَانَةَ مَوْلَاةِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ حَيَّانَ الْاَنْصَارِيِّ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ اِذْدُخِلَتْ عَلَيْهَا بِجَارِيَةٍ وَعَلَيْهَا جَلَاجِلُ يُصَوِّتْنَ فَقَالَتْ لَا تُدْخِلْنَهَا عَلَيَّ اِلَّا اَنْ تُقَطِّعَنَّ جَلَاجِلَهَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ جَرَسٌ (رواہ سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت بنانہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جو عبدالرحمٰن بن حیان انصاری کی آزاد کردہ لونڈی ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ ان کے پاس ایک چھوٹی لڑکی لائی گئی وہ گھنگرو پہنے ہوئے تھی جن سے آواز آتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں اس کو میرے پاس نہ لاؤ مگر جبکہ اس کے گھنگرو کاٹ دیئے جائیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں گھنٹہ ہو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

کسی مجبوری کے تحت سونے کے استعمال کی اجازت

(۱۷) وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ طَرْفَةَ اَنَّ جَدَّهٗ عَرْفَجَةَ بْنَ اَسْعَدَ قُطِعَ اَنْفُهٗ يَوْمَ الْكُلَابِ فَاتَّخَذَ اَنْفًا مِنْ وَرِقٍ فَاَنْتَنَ عَلَيْهِ فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَتَّخِذَ اَنْفًا مِنْ ذَهَبٍ (رواہ الترمذی وسنن ابو دائودوسنن نسائی)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن طرفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس کے دادا عرفجہ بن اسعد کی ناک کلاب کی جنگ میں کٹ گئی تھی اس نے چاندی کی ناک بنوائی وہ بدبودار ہو گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سونے کی ناک بنوانے کا حکم دیا۔ روایت کیا اس کو ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: ''کلاب'' ایک جگہ کا نام ہے وہاں لڑائی ہوئی جس میں حضرت عرفجہؓ بھی شریک تھے اسی لڑائی کے دوران ان کی ناک کٹ گئی تھی جس کی وجہ سے ان کو چاندی کی ناک بنوا کر چہرے پر لگانی پڑی' لیکن اس میں بدبو پیدا ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سونے کی ناک بنوانے کی اجازت عطاء فرمائی۔ اس حدیث کی بناء پر علماء نے سونے کی ناک بنوانے کو اور اسی طرح دانتوں میں چاندی کا تار باندھنے کو مباح قرار دیا ہے' لیکن حضرت امام محمدؒ نے دانتوں میں سونے کا تار باندھنے کو بھی جائز کہا ہے۔

سونے کے زیورات پہننے والی عورت کے بارے میں وعید

(۱۸) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّحَلِّقَ حَبِیْبَهٗ حَلْقَةً مِنْ نَارٍ فَلْیُحَلِّقْهُ حَلْقَةً مِنْ ذَهَبٍ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّطَوِّقَ حَبِیْبَهٗ طَوْقًا مِنْ نَارٍ فَلْیُطَوِّقْهُ طَوْقًا مِنْ ذَهَبٍ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّسَوِّرَ حَبِیْبَهٗ سِوَارًمِنْ نَارٍ فَلْیُسَوِّرْهُ سِوَارًا مِنْ ذَهَبٍ وَلٰکِنْ عَلَیْکُمْ بِالْفِضَّةِ فَالْعَبُوْابِهَا (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص پسند کرتا ہے کہ اپنے دوست کو آگ کا حلقہ پہنائے وہ اس کو سونے کا حلقہ پہنا دے اور جو پسند کرتا ہے کہ اپنے دوست کو آگ کا طوق پہنائے وہ اس کو سونے کا طوق پہنا دے۔ جو پسند کرتا ہے کہ اپنے دوست کو آگ کے کنگن پہنائے وہ اس کو سونے کے کنگن پہنا دے۔ لیکن لازم پکڑو تم چاندی اور اس میں تصرف کرو۔ (ابوداؤد)

تشریح: حدیث کے آخری الفاظ ''فلعبو ابھا'' کا اصل ترجمہ تو یہ ہے کہ تم چاندی سے کھیلو یعنی چاندی کے زیورات بنوا کر اپنی عورتوں کو پہناؤ' اس کی انگوٹھی بنوا کر خود پہنو اور اگر اپنے ہتھیار جیسے تلوار وغیرہ کی زینت و آرائش چاہو تو اس مقصد کیلئے بھی چاندی استعمال کر سکتے ہو لیکن حدیث کے ان الفاظ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ دنیا کی زیب و زینت اور دنیا کے زیورات لہو ولعب میں داخل ہیں اگر چہ حقیقت کے اعتبار سے مباح ہوں نیز اس طرف اشارہ ہے کہ زیور دار عورت کے ساتھ تفریح و دل چسپی لینا گویا اس کے زیور کے ساتھ کھیلنا ہے۔

ابن مالکؒ کہتے ہیں کہ کسی چیز کے ساتھ کھیلنا اس میں خواہش و مرضی کے مطابق تصرف کرنے کے مترادف ہے' لہٰذا ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اپنی عورتوں کے زیور کے اقسام میں سے جس قسم کا زیور چاہو اس میں چاندی کا استعمال کرو' لیکن مردوں کو صرف انگوٹھی' تلواروں اور جنگ کے دوسرے ہتھیاروں کی زینت و آرائش کیلئے چاندی کا استعمال کرنا جائز ہے۔

(۱۹) وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْت یَزِیْدَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَیُّمَا امْرَاَةٍ تَقَلَّدَتْ قِلَادَةً مِنْ ذَهَبٍ قُلِّدَتْ فِیْ عُنُقِهَا مِثْلُهَا مِنَ النَّارِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَاَیُّمَا امْرَاَةٍ جَعَلَتْ فِیْ اُذُنِهَا خُرْصًا مِنْ ذَهَبٍ جَعَلَ اللّٰهُ فِیْ اُذُنِهَا مِثْلَهٗ مِنَ النَّارِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (رواه سنن ابو دائود وسنن نسائی)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سونے کا ہار پہنے قیامت کے دن اس کی گردن میں اس کی مانند آگ کا ہار پہنایا جائے گا اور جو عورت اپنے کان میں سونے کی بالیاں پہنے قیامت کے دن اس کے کان میں اسی کے مانند آگ کی بالیاں پہنائی جائیں گی۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور نسائی نے)

(۲۰) وَعَنْ اُخْتٍ لِحُذَیْفَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ اَمَالَکُنَّ فِی الْفِضَّةِ مَا تُحَلِّیْنَ بِهٖ اَمَا اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْکُنَّ امْرَاَةٌ تَحَلّٰی ذَهَبًا تُظْهِرُهٗ اِلَّا عُذِّبَتْ بِهٖ. (رواه سنن ابو دائود وسنن نسائی)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بہن سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورتوں کی جماعت تم چاندی کے زیورات کیوں نہیں بنواتیں۔ آگاہ رہو تم میں کوئی عورت ایسی نہیں جو سونے کا زیور نہیں پہنتی تا کہ ظاہر کرے مگر اس کی وجہ سے اس کو عذاب دیا جائے گا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: "اما لکن" کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ تم چاندی کے زیور بنوا کر پہنو۔ "تظهره" یعنی اپنے زیورات کی بے جا و بے محل نمائش کرتی ہے تفاخر و تکبر کر کے دوسری مسکین عورتوں پر اپنی بڑائی ظاہر کرتی ہے اس علت کی وجہ سے سونے کے زیورات کی ممانعت کی بات خوب سمجھ میں آتی ہے اور احادیث میں تعارض نہیں رہتا ممانعت کا تعلق و تبختر سے ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

اگر جنت میں زیور اور ریشم پہننا چاہتے ہو تو دنیا میں ان میں چیزوں سے اجتناب کرو

(۲۱) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْنَعُ اَهْلَ الْحِلْيَةِ وَالْحَرِيْرِ وَيَقُوْلُ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ حِلْيَةَ الْجَنَّةِ وَحَرِيْرَهَا فَلَاتَلْبِسُوْهَا فِي الدُّنْيَا. (رواه سنن نسائی)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیور والوں اور ریشم والوں کو منع فرماتے تھے اور فرماتے تھے اگر تم جنت کا زیور اور جنت کا ریشم پسند رکھتے ہو دنیا میں ان کو نہ پہنو۔ (روایت کیا اس کو نسائی نے)

تشریح: "یمنع" مردوں کیلئے سونا اور ریشم حرام ہے حدیث کا تعلق مردوں سے ہے خطاب مردوں کو ہے عورتوں کو نہیں ہے۔
"اهل الحلية والحرير" اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو سونے کے زیورات اور ریشم کا لباس استعمال کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سونے کی انگوٹھی

(۲۲) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا فَلَبِسَهٗ قَالَ شَغَلَنِيْ هٰذَا عَنْكُمْ مُنْذُالْيَوْمِ اِلَيْهِ نَظْرَةٌ وَاِلَيْكُمْ نَظْرَةٌ ثُمَّ اَلْقَاهُ (رواه سنن نسائی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگشتری بنوائی اس کو پہنا فرمایا اس نے مجھ کو تم سے مشغول کر دیا ہے۔ ایک دفعہ میں تمہیں دیکھتا تھا اور ایک دفعہ اس انگشتری کو۔ یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پھینک دیا۔ (نسائی)

تشریح: بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حدیث میں جس انگوٹھی کا ذکر کیا گیا ہے وہ سونے کی تھی۔

بچوں کو بھی سونا پہنانا منع ہے

(۲۳) وَعَنْ مَالِكٍ قَالَ اَنَا اَكْرَهُ اَنْ يَلْبَسَ الْغِلْمَانُ شَيْئًا مِنَ الذَّهَبِ لِاَنَّهٗ بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ التَّخَتُّمِ بِالذَّهَبِ فَاَنَا اَكْرَهُ لِلرِّجَالِ الْكَبِيْرِ مِنْهُمْ وَالصَّغِيْرِ (رواه فی الموطا)

ترجمہ: حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ بچوں کو سونے کے زیور پہنائے جائیں کیونکہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے۔ میں چھوٹے اور بڑے سب کے لیے ناپسند سمجھتا ہوں۔ موطا)

تشریح: پس جس طرح مردوں کو سونے کی کوئی چیز خود پہننا یا لڑکوں کو پہنانا ممنوع ہے اسی طرح چاندی کی چیزیں بھی ممنوع ہیں علاوہ انگوٹھی کے نیز ریشم کا کپڑا بھی سونے چاندی کے حکم میں ہے۔

بَابُ النِّعَالِ..... پاپوش کا بیان

"نعال" نعل کی جمع ہے اور "نعل" اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ پیروں کو زمین سے بچایا جائے جس چیز کے ذریعہ پیروں کی حفاظت کی

جاتی ہے یعنی پاپوش اس کی ہیئت وقسم ہر دور میں اور ہر قوم وفرقہ کے لوگوں میں مختلف رہی ہے خواہ وہ جوتے کی صورت میں ہو یا چپل وکھڑاؤں وغیرہ کی شکل میں ہو۔ اس بات کی اصل مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاپوشوں کی ہیئت وصفات بیان کرنا ہے جو اس دور میں اہل عرب کے درمیان رائج تھیں چونکہ اس زمانہ میں رائج پاپوش بھی مختلف اقسام کے ہوتے تھے اس لئے باب کے عنوان میں جمع کا صیغہ نعال استعمال کیا گیا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاپوش مبارک

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِىْ لَيْسَ فِيْهَا شَعْرٌ (رواه الصحيح البخارى)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا جوتا پہنتے تھے جس میں بال نہیں ہوتے تھے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

(۲) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ نَعْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهَا قِبَالَانِ (الصحيح البخارى)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے کے دو تسمے تھے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "قبال" پاپوش کے تسمے کو کہتے ہیں جو انگلیوں کے بیچ میں ہوتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاپوش مبارک میں دو تسمے تھے ایک انگوٹھے اور اس کے برابر والی انگلی کے درمیان رہتا تھا اور دوسرا تسمہ بیچ کی انگلی اور اس کے برابر والی انگلی جس کو عربی میں بنصر کہتے ہیں کے درمیان ہوتا تھا۔ اس پاپوش کو اس زمانے میں اہل عرب چپل کے طور پر استعمال کرتے تھے جس کو ہمارے یہاں عام طور پر گھر میں یا مسجد وغیرہ تک جانے کیلئے پہن لیا جاتا ہے۔

جوتے کی اہمیت

(۳) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا يَقُوْلُ اسْتَكْثِرُوْا مِنَ النِّعَالِ فَاِنَّ الرَّجُلَ لَايَزَالُ رَاكِبًا مَا انْتَعَلَ (رواه صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک جنگ میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جوتے بہت زیادہ لے لیا کرو۔ آدمی جب تک جوتا پہنے ہوتا ہے سوار رہتا ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: جو شخص جوتا پہنے ہوئے ہوتا ہے وہ یقیناً ننگے پیر چلنے والوں کی بہ نسبت زیادہ تیز چلتا ہے اور اس کے پیر بھی تکلیف اور نقصانات سے محفوظ رہتے ہیں اسی حقیقت کو بیان کرنے کیلئے جوتا پہننے والے شخص کو سوار کی مانند کہا گیا ہے اس ارشاد گرامی میں گویا اس بات کی طرف بھی متوجہ کیا گیا ہے کہ اسباب سفر میں سے وہ چیزیں دوران سفر ضرور ساتھ رکھنی چاہئیں جن کی ضرورت پڑتی ہو۔

پہلے دایاں پیر جوتے میں ڈالو اور پہلے بائیں پیر کا جوتا اتارو

(۴) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيُمْنٰى وَاِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ لِتَكُنِ الْيُمْنٰى اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَاٰخِرَهُمَا تُنْزَعُ (رواه صحيح المسلم ورواه صحيح البخارى)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس وقت ایک تمہارا جوتا پہنے چاہیے کہ دائیں پاؤں سے شروع کرے اور جب اتارے بایاں پاؤں پہلے اتارے۔ دایاں پاؤں پہلے پہننا چاہیے اور آخر میں اتارنا چاہیے۔ (متفق علیہ)

تشریح: مذکورہ مسئلہ میں اصل ضابطہ یہ ہے کہ جو عمل فضیلت وشان رکھتا ہو اس میں دائیں سے ابتداء کرنا مستحب ہے اور جو عمل ایسا نہ ہو اس میں بائیں سے ابتداء ہونی چاہیے چنانچہ جوتا پہننا چونکہ مسجد میں جانے اور دوسرے اعمال خیر کا ذریعہ اور وسیلہ ہے اس لئے جوتا پہنتے وقت دائیں پیر سے ابتداء کرنا مستحب ہے اس ضابطہ کی روشنی میں یہ بھی مستحب ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دائیں پیر رکھنا چاہیے اور وہاں سے نکلتے

وقت پہلے بایاں پیر نکالنا چاہیے اس کے برخلاف بیت الخلاء جاتے وقت پہلے بایاں پیر اندر رکھنا چاہیے اور وہاں سے نکلتے وقت پہلے دایاں پیر نکالنا چاہیے۔ یہ تو ضابطہ کی بات تھی اس کے علاوہ اس حقیقت پر بھی نظر رہنی چاہیے کہ بائیں پیر کے مقابلہ میں دائیں پیر کو فضیلت اور برتری کا درجہ حاصل ہے لہٰذا اس کی تکریم کو ملحوظ رکھنا چاہیے اور اس کی تکریم یہی ہے کہ جب جوتا پہنا جائے تو پہلے دایاں پیر جوتے میں ڈالا جائے اور جب جوتا اتارا جائے تو پہلے بائیں پیر کا جوتا نکالا جائے تا کہ دایاں پیر بائیں پیر کی بہ نسبت جوتے میں زیادہ دیر تک رہے یہ گویا دائیں پیر کے اعزاز واحترام کا ذریعہ ہے اسی پر مسجد وغیرہ میں داخل ہونے اور وہاں سے نکلنے کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔

ایک پیر میں جوتا اور ایک پیر ننگا نہ ہونا چاہئے

(۵) وَعَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لاَ یَمْشِیْ اَحَدُکُمْ فِی نَعْلٍ وَاحِدَةٍ لِیُحْفِهِمَا جَمِیْعًا اَوْ لِیُنْعِلْهُمَا جَمِیْعًا (رواہ صحیح المسلمو رواہ صحیح البخاری)

ترجمہ: اسی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی ایک جوتے میں نہ چلے یا دونوں پاؤں ننگے کرلے یا دونوں میں جوتا پہنے۔ (متفق علیہ)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جوتا پہنے تو دونوں پیروں میں پہنے اور اگر نہ پہنے تو دونوں پیروں میں نہ پہنے ایک پاؤں میں جوتا پہننا اور دوسرے پاؤں کو ننگا رکھنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اول تو یہ طریقہ تہذیب وشائستگی کے خلاف ہے' دوسرے پیروں کے اونچے نیچے پڑنے اور گر جانے کا سبب بن سکتا ہے خاص طور پر اس صورت میں جب کہ جوتا اونچا اور زمین غیر ہموار ہو۔ علماء نے اس کے ساتھ ایک ہاتھ آستین سے باہر رکھنے کو بھی شامل کیا ہے یعنی اگر کوئی شخص کُرتے وغیرہ کی ایک آستین میں تو ہاتھ ڈال لے لیکن دوسری آستین کو خالی چھوڑ کر کندھے پر ڈال لے تو اس کا بھی یہی حکم ہے اسی طرح ایک پاؤں میں جوتا پہننا اور دوسرے پاؤں میں محض موزہ پہن لینا بھی یہی حکم رکھتا ہے۔

(۶) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ نَعْلِهٖ فَلَا یَمْشِیْ فِیْ نَعْلٍ وَاحِدَةٍ حَتّٰی یُصْلِحَ شِسْعَهٗ وَلَا یَمْشِیْ فِیْ خُفٍّ وَاحِدٍ وَلَا یَاْکُلْ بِشِمَالِهٖ وَلَا یُحْتَبِیْ بِالثَّوْبِ الْوَاحِدِ وَلَا یَلْتَحِفَ الصَّمَّآءَ (صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کسی کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو ایک پاؤں میں جوتی پہن کر نہ چلے۔ جب تک کہ اس کی دوسری جوتی کا تسمہ درست نہ ہو جائے اور نہ ایک پاؤں میں موزہ پہن کر چلے اور نہ بائیں ہاتھ سے کوئی چیز کھائے اور نہ ایک کپڑے کو اس طرح اوڑھے کہ ہاتھ باہر نہ نکل سکیں اور نہ اس طرح کپڑا اوڑھ کر بیٹھے کہ ستر کھل جائے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ.... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاپوش مبارک کے تسمے

(۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ مُثَنًّی شِرَاکُهُمَا (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں میں دو دو تسمے تھے اور ہر تسمہ دوہرا تھا۔ (ترمذی)

تشریح: ''مثنیٰ شرا کھما'' یعنی سامنے کے تسمے دوہرے تھے تا کہ پاؤں میں گھس کر زخم نہ کرے نیز دوہرے ہونے سے مضبوطی آجاتی ہے یہاں اس حدیث میں صرف سامنے کے دوتسموں کا ذکر ہے ممکن ہے پاؤں کی پشت والے جو تسمے ہوتے ہیں وہ بھی مراد ہوں کیونکہ اس طرح جوتے استعمال ہوتے ہیں اور اس کے تسموں کو دوہرا کیا جاتا ہے تا کہ مضبوط بھی ہو اور چوڑے ہونے کی وجہ سے پاؤں میں بھی نہ چبھتے ہوں۔

کھڑے ہو کر جوتا پہننے کی ممانعت

(۸) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ آدمی کھڑا ہو کر جوتا پہنے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور روایت کیا ترمذی اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک پاؤں میں جوتا پہن کر چلتے پھرتے تھے

(۹) وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رُبَّمَا مَشَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَعْلٍ وَاحِدَةٍ فِيْ رِوَايَةٍ اِنَّمَا مَشَتْ بِنَعْلٍ وَاحِدَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا اَصَحُّ.

ترجمہ: حضرت قاسم بن محمد عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار ایک جوتے میں بھی چلتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک جوتے میں چلیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ صحیح تر ہے۔

تشریح: "بنعل واحدة" یعنی شاذ و نادر کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوتے میں بوجہ مجبوری گھر کے اندر چلتے تھے۔

سوال:۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ حدیث اس سے پہلے تمام احادیث کی معارض ہے جن میں ایک جوتا پہن کر چلنا منع کر دیا گیا ہے اس کا جواب کیا ہے؟

جواب:۔ علماء نے زیر بحث حدیث میں تاویلیں کر کے اس طرح جواب دیا ہے۔ پہلا جواب یہ کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے یا اگر صحیح ہے تو معمول بہ نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ یہ حدیث بیان جواز کیلئے ہے کہ ایک جوتا پہن کر چلنا حرام نہیں ہے۔ تیسرا جواب یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل نادر کے درجہ میں تھا اور نادر معدوم کے حکم میں ہوتا ہے "والنادر كالمعدوم" چوتھا جواب یہ کہ اس کا تعلق گھر کے اندر سے ہے عام چلنے سے نہیں ہے۔ پانچواں جواب یہ کہ یہ عمل مکروہ تنزیہی پر محمول ہے لہٰذا باقی احادیث اور اس حدیث کا مال و مرجع ایک ہی ہے کہ اس طرح کرنے میں کراہت تنزیہی ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کیلئے بعض دفعہ کراہت تنزیہی پر عمل کیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں مکروہ نہیں ہوتا تھا بلکہ امت کی تعلیم کی بنیاد پر ثواب کا کام بن جاتا تھا۔ چھٹا جواب یہ کہ دراصل یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنا عمل تھا جس طرح دوسری روایت میں اس کا بیان ہے اور ترمذی نے اسی روایت کو راجح قرار دیا ہے۔

جوتے اتار کر بیٹھو

(۱۰) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ اَنْ يَخْلَعَ نَعْلَيْهِ فَيَضَعَهُمَا بِجَنْبِهٖ.(رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا سنت سے ہے کہ آدمی جس وقت بیٹھے جوتا اتار لے اور اپنے پہلو میں رکھ لے۔ (ابوداؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نجاشی کی طرف سے ہدیہ

(۱۱) وَعَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّجَاشِيَّ اَهْدٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ اَسْوَدَيْنِ سَاذَجَيْنِ فَلَبِسَهُمَا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ ثُمَّ تَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا.

ترجمہ: حضرت ابن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو سادہ موزے بھیجے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہن لیا۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔ ترمذی نے ابن بریدہ سے اس نے اپنے باپ سے بیان کیا کہ پھر آپ نے وضو کیا اور ان پر مسح کیا۔

تشریح: نجاشی حبشہ کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا ان کا نام "اصحمہ" تھا اور یہ مسلمان ہو گیا تھا جن کی نماز جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی۔ "خفین" پائتا بے موزے مراد ہیں "اسودین" یعنی سیاہ کھال کے بنے ہوئے سیاہ تھے "ساذجین" یعنی سادہ تھے اس پر کوئی پھول کشیدہ کاری نہیں تھی "فلبسهما" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمایا اس پر مسح کیا اور اس کے ساتھ نماز پڑھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خفین کے بارے میں یہ تحقیق نہیں فرمائی کہ یہ کس قسم کی کھال سے بنائے گئے ہیں آیا یہ کھال حلال جانور کی تھی یا حرام کی تھی؟ مدبوغ تھی یا غیر

مدبوغ تھی؟ آپ نے صرف یہ دیکھا کہ اوپر سے پاک ہے کوئی نجاست نظر نہیں آتی ہے اسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکتفاء کیا اس سے معلوم ہوا کہ بیرونی غیر مسلم دنیا سے جو چیزیں آتی ہیں اس میں اتنا دیکھنا کافی ہے کہ ظاہری طور پر کوئی نجاست نہیں ہے۔ اس باب میں فصل ثالث نہیں ہے۔

بَابُ التَّرَجُّلِ..... کنگھی کرنے کا بیان

''ترجل'' عربی زبان میں ترجل کنگھی کرنے کو کہتے ہیں خواہ سر میں ہو یا داڑھی میں ہو لیکن عام طور پر ترجل سر میں کنگھی کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے اور اگر داڑھی میں کنگھی ہو تو اس کو تسریح کے لفظ سے بیان کیا جاتا ہے۔ یہ باب بھی درحقیقت کتاب اللباس ہی کے ماتحت ہے کیونکہ کنگھی وغیرہ کا تعلق بھی بدن کی آرائش وزیبائش سے ہے جو لباس کے زمرے میں آتا ہے۔ اسلام چونکہ کامل ومکمل بلکہ اکمل ضابطۂ حیات ہے اس لئے اس میں انسانی زندگی کے ہر پہلو سے متعلق واضح ہدایات موجود ہیں اسی سلسلہ میں کنگھی کرنے کے فوائد اور طریقہ اور آداب وصفات بیان کرنے کیلئے باب الترجل کا عنوان باندھا گیا ہے جس کے تحت ۶۸ مختلف احادیث میں کنگھی وغیرہ سے متعلق تفصیلی احکامات آئے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... حائضہ کا بدن ناپاک نہیں ہوتا

(۱) عن عائشة قالت كنت رجل راس رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا حائض (رواه صحيح المسلم ورواه صحيح البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں کنگھی کرتی جبکہ میں حائضہ ہوتی۔ (متفق علیہ)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ کا بدن ناپاک نہیں ہوتا اور یہ کہ اس (حائضہ) کے ساتھ اختلاط جائز ہے۔

وہ چیزیں جو ''فطرت'' ہیں

(۲) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْفِطْرَةُ اَخمَسُ اَلْخِتَانُ وَالْاِسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِیْمُ الْاَظْفَارِ وَنَتْفُ الْاِبْطِ (رواه صحيح المسلم ورواه صحيح البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فطرت قدیمہ سے پانچ چیزیں ہیں۔ ختنہ کرنا، زیر ناف بال لینا، لبیں کٹانا، ناخن تراشوانا بغلوں کے بال اکھیڑنا۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''فطرت'' کا مطلب یہ ہے کہ یہ پانچ چیزیں تمام انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین کی شریعت میں مسنون رہی ہیں۔ واضح رہے کہ فطرت سے متعلق حدیث کتاب کے ابتدائی حصے میں باب السواک میں بھی گزر چکی ہے۔ وہاں دس چیزوں کو فطرت میں شمار کرایا گیا تھا اور یہاں پانچ چیزوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نہ تو وہاں حصر مقصود تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ جو چیزیں تمام انبیاء کرام کی سنت ہونے کی وجہ سے فطرت کا درجہ رکھتی ہیں ان میں سے دس چیزیں یہ ہیں (جن کو باب السواک میں بیان کیا گیا ہے) اور پھر ان دس چیزوں میں سے پانچ چیزیں علیحدہ کرکے یہاں بیان کی گئی ہیں۔

اپنے کو اہل شرک سے ممتاز رکھو

(۳) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَالِفُو الْمُشْرِكِیْنَ اَوْفِرُوا اللُّحٰی وَاَحْفُو الشَّوَارِبَ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَنْهِكُو الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللُّحٰی. (رواه صحيح المسلم ورواه صحيح البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکوں کی مخالفت کرو داڑھیاں بڑھاؤ اور لبیں پست کرو۔ ایک روایت میں ہے لبیں خوب پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''اللحی'' یہ لحیۃ کی جمع ہے لحیہ اصل میں جبڑے کی ہڈی کو کہتے ہیں پھر اس کا اطلاق ان بالوں پر ہوا جو جبڑوں کے اوپر ہیں اسی

کولحیہ کہتے ہیں۔ داڑھی رکھنا واجب ہے اس کو سنت اس لئے کہتے ہیں کہ سنت سے ثابت اور مسنون طریقہ ہے سوالاکھ انبیاء کرام اور ڈیڑھ لاکھ صحابہ کرام میں ایک بھی داڑھی منڈانے والا نہیں تھا۔ داڑھی بڑھانے کیلئے ''اوفروا'' کا صیغہ بھی استعمال کیا گیا ہے جو وفر سے ہے اور بڑھانے کے معنی میں ہے اس کیلئے واعفوا کا صیغہ بھی استعمال کیا گیا ہے یعنی داڑھی کو معاف کرو اس کو ایسے ہی چھوڑ دو تا کہ یہ خوب بڑھ جائے' داڑھی بڑھانے کا حکم احادیث میں مذکور ہے اس کی کوئی حد نہیں ہے البتہ علماء نے لکھا ہے کہ اگر آدمی کا چہرہ چھوٹا ہو اور داڑھی اتنی لمبی اور بڑی ہو جائے کہ متقی پرہیز گار صلحاء اور علماء اس کو مناسب نہیں سمجھتے ہیں تو چہرہ کے تناسب سے داڑھی کو اطراف اور لمبائی سے کم کرنا جائز ہے کم کرنے کی آخری حد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک قبضہ مٹھی بھر تک کم کیا جا سکتا ہے اس سے کم کرنا جائز نہیں ہے اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے دین کی بات اسی حد تک ہے باقی عقل کی بات ہے جو ہر عقلمند کی اپنی اپنی عقل ہے وہ دین نہیں ہے۔ بہر حال زیر بحث حدیث کی تعلیم یہ ہے کہ داڑھی بڑھانا اور مونچھ کٹانا مؤمن مسلمان کا کام ہے جو رحمان کا قانون ہے اور داڑھی کٹانا اور مونچھ بڑھانا کافر اور مشرک کا کام ہے جو شیطان کا قانون ہے۔

زائد بالوں کو صاف کرنے کی مدت

(۴) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ وَقِّتَ لَنَافِي قَصِّ الشَّارِبِ وَ تَقْلِيمِ لْاَظْفَارِوَنَتْفِ الْاِبْطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ اَنْ لَا نَتْرُكَ مِنْ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً (مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ہمارے لیے لبوں کے کتروانے' ناخن ترشوانے' بغلوں کے بال دور کرنے' زیر ناف بال مونڈنے کے لیے وقت مقرر کیا گیا ہے کہ چالیس دنوں سے زیادہ تک کے لیے نہ چھوڑیں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ابن ملک کہتے ہیں کہ حضرت ابو عمرؓ سے منقول ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ناخون اور لبوں کے بال' ہر جمعہ کو ترشواتے تھے' زیر ناف بال بیس دن میں صاف کرتے تھے اور بغل کے بال چالیس دن میں صاف کراتے تھے۔ قنیہ میں لکھا ہے کہ افضل یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک بار ناخون ترشوا کر' لبوں کے بال ہلکے کرا کر اور جسم کے زائد بال صاف کر کے غسل کے ذریعہ اپنے بدن کو صاف ستھرا کیا جائے اگر ہر ہفتہ یہ ممکن نہ ہو تو ہر پندرھویں دن اس پر عمل کیا جائے' یہاں تک کہ چالیس دن سے زائد کا عرصہ گزر جائے تو یہ 'بلا عذر ترک'' کہلائے گا گویا ان چیزوں کیلئے ایک ہفتہ تو افضل مدت ہے پندرہ روزہ مدت اوسط درجہ پر مشتمل ہے اور آخری مدت چالیس دن ہے چالیس دن سے زیادہ گزارنے والا بلا عذر ترک کرنے والا شمار ہوگا' جس پر حنفیہ کے نزدیک وہ وعید کا مستحق ہوگا۔

مظہرؒ کہتے ہیں کہ ابو عمر اور عبداللہ الاغر سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کو جانے سے پہلے لبوں کے بال اور ناخون کترتے تھے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغل کے بال اور ناف کے نیچے کے بال چالیس دن میں اور بعض حضرات کی روایت کے مطابق ایک مہینہ میں صاف کرتے تھے' ایک مہینہ والی روایت ایک معتدل قول ہے۔

خضاب کرنے کا مسئلہ

(۵) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارىٰ لاَ يَصْبِغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ (صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہودی اور عیسائی خضاب نہیں کرتے۔ ان کی مخالفت کرو۔ (متفق علیہ)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ تم لوگ خضاب لگا کر یہودیوں اور عیسائیوں کی مخالفت کو ظاہر کرو۔ واضح رہے کہ ''خضاب'' سے مراد وہ خضاب ہے جو سیاہ نہ ہو کیونکہ سیاہ خضاب لگانا ممنوع ہے' جہاں تک صحابہؓ وغیرہ کا تعلق ہے تو وہ مہندی کا سرخ خضاب کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی زرد بھی کر لیا کرتے تھے چنانچہ مہندی کا خضاب لگانے کے بارے میں متعدد احادیث منقول ہیں اور علماء نے لکھا ہے کہ مہندی کا خضاب مؤمن ہونے کی ایک

علامت ہے تمام علماء کے نزدیک مہندی کا خضاب لگانا جائز ہے بلکہ بعض فقہاء نے مردوں اور عورتوں دونوں کیلئے اس کو مستحب بھی کہا ہے اور اس کے فضائل میں وہ احادیث بھی نقل کرتے ہیں اگرچہ ان احادیث کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

مجمع البحار میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں خضاب کرنے کا حکم ان لوگوں کیلئے نہیں ہے جن کے بال کھچڑی یعنی کچھ سیاہ اور کچھ سفید ہوں بلکہ ان لوگوں کیلئے ہے جن کے بال بالکل سفید ہو گئے ہوں اور سیاہ بالوں کا نام ونشان بھی باقی نہ رہ گیا ہو جیسا کہ حضرت ابوقحافہؓ کے بال تھے جن کے متعلق اگلی حدیث میں ذکر آرہا ہے۔ اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ خضاب کے مسئلہ میں علماء کے اقوال مختلف ہیں اور اس اختلاف کی بنیاد احوال کے مختلف ہونے پر ہے۔ بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ اس حکم کا تعلق اس مسلم شہر وعلاقہ کے لوگوں سے ہے جہاں خضاب لگانے کا عام دستور ہو کہ اگر کوئی شخص اپنے شہر کے لوگوں کے تعامل وعادت سے اپنے آپ کو الگ رکھے گا تو غیر مناسب شہرت کا حامل ہوگا جو مکروہ ہے اور بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے بالوں کی سفیدی اس کے باوقار و پاکیزہ بڑھاپے کی علامت اس کے چہرے مہرے کی نورانیت اور خوشنمائی کا سبب ہو بلکہ خضاب کرنے سے اس کی شخصیت کا وقار پھیکا پڑ جاتا ہو تو اس کے حق میں خضاب نہ کرنا ہی زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب ہے اس کے برخلاف جس شخص کے بالوں کی سفیدی اس کے بدنما اور بے وقت بڑھاپے کی غماز ہو جس کی وجہ سے اس کی شخصیت کی دل کشی مجروح ہوتی ہو تو اس کو اپنا یہ عیب چھپانا اور خضاب لگانا زیادہ بہتر ومناسب ہے۔

(۶) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اُتِیَ بِاَبِیْ قُحَافَةَ یَوْمَ فَتْحِ مَکَّةَ وَرَاْسُهٗ وَلِحْیَتُهٗ کَالثُّغَامَةِ بَیَاضًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَیِّرُوْا هٰذَا بِشَیْءٍ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا فتح مکہ کے دن ابوقحافہ کو لایا گیا ان کا سر اور داڑھی ثغامہ کی طرح سفید تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان بالوں کو بدل دو اور سیاہ رنگ سے بچو۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''ثغامہ'' ایک قسم کی گھاس کو کہتے ہیں جس کے شگوفے اور پھل سفید ہوتے ہیں اس گھاس کو فارسی میں ورمغہ کہا جاتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سیاہ خضاب مکروہ حرام ہے اور مطالب المؤمنین میں علماء کا یہ قول لکھا ہے کہ اگر کوئی غازی ومجاہد دشمنان دین کی نظر میں اپنی ہیبت قائم کرنے کے لئے سیاہ خضاب کرے تو جائز ہے اور جو شخص اپنے نفس کو خوش کرنے کیلئے زینت وآرائش کی خاطر اور عورت کی نظر میں دل کش بننے کے لئے سیاہ خضاب کرے تو یہ اکثر علماء کے نزدیک ناجائز ہے۔ اس سلسلے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں جو کچھ منقول ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ مہندی اور وسمہ (نیل کے پتے) کا خضاب کرتے تھے اور اسی خضاب کی وجہ سے ان کے بالوں کا رنگ سیاہ نہیں ہوتا تھا بلکہ سرخ مائل بہ سیاہی ہوتا تھا' اسی طرح اس سلسلے میں بعض دوسرے صحابہؓ کے متعلق جو روایات نقل کی جاتی ہیں وہ بھی اسی پر محمول ہیں۔

حاصل یہ کہ مہندی کا خضاب بالاتفاق جائز ہے اور سیاہ خضاب میں حرمت وکراہت ہے بلکہ اس کے بارے میں بڑی سخت وعید بیان کی گئی ہے۔

سر کے بالوں میں فرق وسدل دونوں جائز ہیں

(۷) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَهْلِ الْکِتَابِ فِیْمَا لَمْ یُؤْمَرْ فِیْهِ وَکَانَ اَهْلُ الْکِتَابِ یَسْدُلُوْنَ اَشْعَارَهُمْ وَکَانَ الْمُشْرِکُوْنَ یَفْرُقُوْنَ رُءُوْسَهُمْ فَسَدَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَاصِیَتَهٗ ثُمَّ فَرَقَ بَعْدُ (رواه بخاری ورواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا جن باتوں میں آپ کو کسی امر کا حکم نہیں دیا جاتا تھا آپ اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے اہل کتاب اپنے بال چھوڑتے تھے اور مشرک سر کی مانگ نکالتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی کے بال چھوڑے پھر مانگ نکالنے لگے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''موافقة اهل الکتاب'' چونکہ اہل کتاب کے پاس آسمانی کتاب اور آسمانی مذہب تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب تک شریعت محمدیہ کے مطابق کوئی حکم نہ آتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کے طور طریق کو اہل مکہ کے مشرکین کے طور طریق پر ترجیح دیتے تھے

اہل مکہ کے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کچھ مٹے بجھے آثار ہوتے تھے اسی قاعدہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سدل اور فرق کے معاملہ میں پہلے اہل کتاب کے طریق سدل کو ترجیح دی پھر وحی سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ سدل کا نہیں بلکہ فرق اور مانگ نکالنے کا تھا سر کے بالوں کو سر کے چاروں اطراف میں لٹکتے رہنے کا نام سدل ہے اور سر کے بالوں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دائیں بائیں کر کے درمیان میں مانگ نکالنے کا نام فرق ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سدل کو اختیار کیا پھر یہود کے طریق کو چھوڑ دیا اور یہ صرف اس ایک واقعہ میں نہیں ہوا ہے بلکہ کئی واقعات ایسے ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی موافقت کے بجائے مخالفت کو اختیار کیا ہے مثلاً پہلے سدل کیا پھر مخالفت کر کے فرق کو اختیار کیا' پہلے بالوں کو سفید رکھا پھر خضاب کا حکم دیا پہلے عاشوراء کا روزہ رکھا پھر اس کے ساتھ ایک اور کے ملانے کا حکم دیا' پہلے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی پھر مخالفت کر کے کعبہ کی طرف پڑھنا شروع کیا' پہلے حائضہ عورت سے بالکل بائیکاٹ کیا پھر جماع کے علاوہ اختلاط کا حکم دیا' پہلے جمعہ کے روزہ کا حکم دیا پھر اکیلے جمعہ کے روزہ کو منع کیا پہلے جنازہ کیلئے قیام کا حکم دیا پھر یہود کی مخالفت میں ترک کر دیا' پہلے ہفتہ اور اتوار کے روزے رکھنے سے منع فرمایا پھر یہود و نصاریٰ کی مخالفت میں روزہ رکھنا شروع کیا کہ ان کی عید ہے تو ہم روزہ رکھیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر اسلام اپنی امت کو یہود و نصاریٰ کے طور و طریق اپنانے سے کتنا دور رکھنا چاہتے تھے اور آج کل مسلمان حکمران ہر چیز میں یہود و نصاریٰ کو کس طرح گلے لگا رہے ہیں یہود و نصاریٰ ان کی طرف نہیں آئے ہیں بلکہ یہ لوگ اور ان کے نااہل حکمران ان کی طرف چلے گئے ہیں (فالی اللہ المشتکی)

''قزع'' کی ممانعت

(۸) وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقَزَعِ قِيْلَ لِنَافِعٍ مَالْقَزَعُ قَالَ يُحْلَقُ بَعْضُ رَاسِ الصَّبِيِّ وَيُتْرَكُ الْبَعْضُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَالْحَقَ بَعْضُهُمُ التَّفْسِيْرَ بِالْحَدِيْثِ.

ترجمہ: حضرت نافع ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قزع سے منع کرتے تھے نافع کے لیے کہا گیا قزع کیا ہے اس نے کہا بچے کا کچھ سر مونڈ دیا جائے اور بعض چھوڑ دیا جائے۔ بعض راویوں نے تفسیر کو حدیث کے ساتھ ملا دیا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: نوویؒ کہتے ہیں کہ قزع کے معنی مطلق (کسی کے بھی) سر کے کچھ حصے کو مونڈنا (اور کچھ حصے کو بغیر مونڈے چھوڑ دینا ہے) اور یہی معنی زیادہ صحیح ہیں' کیونکہ حدیث کے راوی نے بھی یہی معنی بیان کئے ہیں اور یہ حدیث کے ظاہری مفہوم کے مخالف بھی نہیں ہیں لہٰذا اسی معنی پر اعتماد کرنا واجب ہے! جہاں تک ''لڑکے'' کی تخصیص کا ذکر ہے تو یہ محض عام رواج و عادت کی بناء پر ہے ورنہ قزع جس طرح لڑکے کے حق میں مکروہ ہے' اسی طرح بڑوں کے حق میں بھی مکروہ ہے' اسی لئے فقہی روایات میں یہ مسئلہ کسی قید واستثناء کے بغیر بیان کیا جاتا ہے اور قزع میں کراہت اہل کفر کی مشابہت اور بد ہیئتی سے بچانے کیلئے ہے۔ راوی نے ''قزع'' کا جو مطلب بیان کیا ہے اور جس کو نوویؒ نے زیادہ صحیح کہا ہے اس میں چوٹی (جیسا کہ غیر مسلم اپنے سر چھوڑتے ہیں) (زلف اور بالوں کی) وہ تراش خراش شامل ہے جو مسنون طرز کے خلاف ہو۔

(۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى صَبِيًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ رَاسِهٖ وَتُرِكَ بَعْضُهٗ فَنَهَاهُمْ عَنْ ذٰلِكَ وَقَالَ احْلِقُوْا كُلَّهٗ وَاتْرُكُوْا كُلَّهٗ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو دیکھا جس کے سر کا کچھ حصہ مونڈا گیا ہے اور کچھ چھوڑا گیا ہے آپ نے اس بات سے منع فرمایا اور فرمایا تمام سر مونڈ دو یا تمام چھوڑ دو۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ حج وعمرہ کے علاوہ بھی سر منڈانا جائز ہے۔ ویسے مسئلہ یہ ہے کہ مرد کو اختیار ہے کہ وہ چاہے سر منڈائے اور چاہے سر کے بال رکھے لیکن افضل یہ کہ سوائے حج اور عمرہ کے سر نہ منڈائے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کے علاوہ دوسرے صحابہ کرامؓ کا معمول تھا اور کتاب کے ابتدائی حصہ میں باب الجنایت کے دوران اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخنث پر لعنت

(۱۰) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَقَالَ اَخْرِجُوْهُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمْ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں میں سے مخنثوں پر اور عورتوں میں سے مردوں کی مشابہت کرنے والیوں پر لعنت کی ہے اور فرمایا ہے کہ ان کو گھروں سے نکال دو۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: مُخَنَّث یا مُخَنِّث (زیادہ صحیح مُخَنَّث ہی ہے) کی اصل ''خنث'' ہے جس کے لغوی معنی نرمی اور شکستگی کے ہیں۔ مخنث اس مرد کو کہتے ہیں جو عورتوں کا سا لباس پہنے' عورتوں کی طرح ہاتھ پیروں کو مہندی کے ذریعہ رنگین کرے' بات چیت میں عورتوں کا لب ولہجہ اختیار کرے' اور اسی طرح جملہ حرکات وسکنات میں عورتوں کا انداز اپنائے' ایسے مرد کو ہماری بول چال میں ہیجڑہ یا زنانہ بھی کہا جاتا ہے۔ مخنث دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو خلقی کہ ان کے اعضاء جسم اور انداز میں خلقی اور جبلی طور پر عورتوں کی سی نرمی و لچک ہوتی ہے' گویا ان میں قدرتی طور پر عورتوں کے اوصاف و عادات ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ بعض مرد اگرچہ اپنے اعضاء جسم اور خلقت و جبلت کے اعتبار سے مکمل مرد ہوتے ہیں مگر جان بوجھ کر اپنے کو عورت بنانا چاہتے ہیں چنانچہ وہ بات چیت کے انداز اور رہن وسہن کے طور طریقوں میں عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں' یہاں تک کہ اپنے فوطے اور عضو تناسل کٹوا کر' نامرد بھی بن جاتے ہیں' مخنثوں کی اسی قسم کے حق میں لعنت و مذمت فرمائی گئی ہے' اس کے برخلاف پہلی قسم اس لعنت سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ تو معذوری کی شکل ہے اس میں اپنے قصد واختیار کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اسی طرح ان عورتوں پر بھی لعنت فرمائی گئی ہے جو اپنے آپ کو وضع قطع' رہن سہن اور لباس وغیرہ میں مردوں کے مشابہ بناتی ہیں۔ شرعۃ الاسلام کی شرح میں لکھا ہے کہ مہندی لگانا عورتوں کیلئے تو مسنون ہے اور مردوں کیلئے بلا عذر لگانا مکروہ ہے' کیونکہ اس میں عورتوں کی مشابہت لازم آتی ہے۔ اس قول سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوتا ہے کہ عورتوں کیلئے مہندی سے بالکل عاری رہنا مکروہ ہے کیونکہ اس صورت میں اس کی مردوں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے۔

(۱۱) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں سے مشابہت کرتی ہیں۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

انسانی بال سے نفع اٹھانا حرام ہے

(۱۲) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بال ملانے والی عورت اور اس بات کا حکم دینے والی عورت اور گوندنے والی عورت اور گندوانے والی عورت پر لعنت کی ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''الواصلة'' یہ ضرب یضرب سے مؤنث اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کا ترجمہ ملانا اور جوڑنا ہے یہاں دوسرے انسان کے بالوں کو اپنے بالوں کے ساتھ جوڑنے کے معنی میں ہے مطلب یہ کہ ایک عورت اپنے بالوں کے حسن و درازی کے لئے کسی دوسری عورت کے بالوں کا چوٹا اور گچھا لے کر اپنے بالوں کے ساتھ شامل کرتی ہے اس عورت کو واصلہ کہتے ہیں اور یہ کام باعث لعنت ہے کیونکہ اس میں تغیر خلق اللہ بھی ہے اور دوسرے انسان کے جسم کے اجزا سے شرعی ضابطہ کے بغیر فائدہ اٹھانا بھی ہے جو ناجائز ہے نیز اس میں دھوکہ اور جھوٹ بھی ہے۔ علامہ طیبی واصلہ کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں۔

"الواصلة التی تصل شعرها بشعر آخر زُوراً" (طیبی ج ۸ ص ۲۵۰)

"والمستوصلة" یہ باب استفعال سے ہے سین اور تا طلب کیلئے ہے یعنی جو عورت کسی اور عورت سے مطالبہ کرتی ہے کہ میرے سر میں یہ بال جوڑ دو' علامہ طیبی یوں وضاحت فرماتے ہیں۔ والمستو صلة التی تأمر من یفعل بها ذلک

شیخ عبدالحق محدث دھلوی اپنی فارسی شرح اشعۃ اللمعات میں دونوں لفظوں کا مطلب اس طرح بیان کرتے ہیں کہ واصلہ اس عورت کو کہتے ہیں جو اپنے بالوں کو دوسرے بالوں کے ساتھ پیوند لگا کر جوڑتی ہے تاکہ اس کے اپنے بال زیادہ گھنے اور لمبے ہو جائیں اور مستوصلہ اس عورت کو کہتے ہیں جو کسی اور عورت سے مطالبہ کرتی ہے کہ میرے بالوں کے ساتھ کسی اور کے بالوں کو پیوند لگا کر جوڑ دے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۶۱۲)

ان دونوں صورتوں میں عورت ایک ہی ہے اور اپنے بالوں کے بڑھانے کے چکر میں پڑی ہوئی ہے یہ مطلب نہیں کہ واصلہ وہ ہے جو اپنے بالوں کو کسی اور عورت کے سر میں لگا کر جوڑتی ہے وہ صورت بھی اگرچہ ممنوع ہے لیکن حدیث کا مطلب وہ نہیں ہے میں نے اتنا زور یہاں اس لئے لگایا کہ مظاہر حق وغیرہ بعض شارحین کو یہاں سہو ہو گیا ہے اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر انسان کے بالوں کو عورت اپنے بالوں میں جوڑتی ہے تو یہ مطلقاً حرام ہے لیکن اگر بالوں کے علاوہ اون یا کوئی اور دھاگے ملاتی ہے اس کا حکم کیا ہے؟ تو امام مالکؒ کے نزدیک وہ بھی جائز نہیں ہے فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ سر کے بالوں میں انسان کے بال شامل کرنا حرام ہے لیکن اون وغیرہ دھاگے شامل کرنا جائز ہے۔

اب اگر کوئی عورت کسی جانور کے بال مثلاً خچر گھوڑے کی دم کے بال اپنے بالوں میں شامل کرتی ہے تو اس کا حکم کیا ہے؟

تو امام مالک اور دیگر اکثر علماء مطلقاً بالوں کے جوڑنے کو ناجائز کہتے ہیں کیونکہ حدیث کی ممانعت عام ہے یہی راجح ہے البتہ بعض علماء نے کچھ خاص حالت میں حیوان کے بالوں کو جوڑنا جائز قرار دیا ہے۔ آج کل بازاروں میں کئی ہزار کے بنے ہوئے سر کے بال خول کے ساتھ ملتے ہیں عورتیں خریدتی ہیں اور مستحق لعنت بنتی ہیں۔ "الواشمة" وشم جسم گودنے کو کہتے ہیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ سوئی یا دیگر تیز دھار آلہ کو جسم میں چبھو دیا جائے جب زخم لگ جائے اور خون بہنے لگ جائے تو اس زخم میں سرمہ یا نیل وغیرہ ڈال کر بھر دیا جائے جب کھال مل کر زخم ٹھیک ہو جاتا ہے تو نیچے نیلے نشان اور خال نظر آتے ہیں جو ہمیشہ کیلئے رہتے ہیں واشمہ اسی عورت کو کہتے ہیں جو یہ عمل خود اپنے جسم میں کرتی ہے اور "مستوشمہ" اس عورت کو کہتے ہیں جو اس عمل کو خود نہیں کسی دوسرے شخص سے کرواتی ہے عبارت کا ترجمہ یوں ہے "گودنے والی اور گدوانے والی عورت۔"

اس میں تغیر خلق اللہ ہے اس لئے حرام ہے علماء نے لکھا ہے کہ اگر نجس مادہ کھال کے نیچے دب کر رہ گیا تو پھر اس سے وضو اور غسل اور نماز صحیح نہیں ہوگی' کیونکہ وہ جگہ نجس رہتی ہے واللہ اعلم۔ مصر و لیبیا اور افغانستان میں وشم کا یہ عمل بہت زیادہ ہے اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

اللہ کی تخلیق میں تغیر کرنے والا اللہ کی لعنت کا مورد ہے

(۱۳) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ فَجَآءَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ اِنَّهٗ بَلَغَنِیْ اِنَّکَ لَعَنْتَ کَیْتَ وَکَیْتَ فَقَالَ مَالِیْ لَا اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ هُوَ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَتْ لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَیْنَ اللَّوْحَیْنِ فَمَا وَجَدْتُ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَانْتَهُوْا قَالَتْ بَلٰی قَالَ فَاِنَّهٗ قَدْ نَهٰی عَنْهُ. (رواه صحیح المسلم ورواه بخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہا اللہ تعالیٰ نے گودنے والی عورتوں اور گودوانے والی عورتوں پر لعنت کی ہے اور منہ کے بال چنوانے والی عورتوں پر حسن کے لیے دانتوں کو سوہن کرانے والی عورتوں پر لعنت ڈالی ہے جو اللہ کی پیدائش کو متغیر کرتی ہیں ایک عورت آئی اس نے کہا مجھ تک خبر پہنچی ہے کہ تو ایسی ایسی عورتوں پر لعنت کرتا ہے ابن مسعود نے کہا مجھے کیا ہے کہ میں لعنت نہ کروں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور جو اللہ کی کتاب میں ملعون ہے اس عورت نے کہا میں نے دو دفتیوں کے درمیان قرآن کو

پڑھا ہے اس میں تو اس کا ذکر نہیں ہے۔ ابن مسعود نے کہا اگر تو غور سے پڑھتی ان کو پاتی تو نے یہ نہیں پڑھا کہ جو تم کو اللہ کا رسول "حکم" دیں اس پر عمل کرو جس سے روکیں رک جاؤ کہنے لگی ہاں ابن مسعود نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے (متفق علیہ)

تشریح: "المتنمصات" "متفعلات" کے وزن پر ہے میم ثانی پر شد ہے منماص ای المنقاش موچنی اور اچھاوا کو کہتے ہیں چہرہ سے چھوٹے چھوٹے بال جس آلہ سے نوچے جاتے ہیں اس کو منماص کہتے ہیں اس طرح عمل کرنے والی عورت کو نامصہ کہتے ہیں جس کا ذکر دوسری حدیث میں ہے یہاں متنمصہ کا ذکر ہے وہ یہ عورت ہے جو دوسروں سے یہ کام کرواتی ہے یعنی نوچوانے والی عورت۔

"المتفلجات" یہ فلج سے ہے دو دانتوں کے درمیان فاصلہ اور کھڑکی کو کہتے ہیں جاہلیت میں حسن بڑھانے کیلئے عورتیں سوہان اور ریتی کے ذریعہ سے دانتوں کو گھساتی تھیں تا کہ دانت سلیقہ دار بن جائیں یا بیچ میں فاصلہ بنا کر دانتوں کو کھڑکی دار بناتی تھیں تا کہ خوبصورت لگے اس میں چونکہ خلق اللہ کی تغییر ہے اس لئے ممنوع اور باعث لعنت ہے "انه" یعنی شان یہ ہے۔ "کیت و کیت" یعنی واشمات اور اس کے بعد والی عورتوں پر آپ نے لعنت کی ہے۔ "ومن هو فی کتاب الله" ای ومن هو ملعون فی کتاب الله.

حضرت ابن مسعود کے کلام سے اس عورت پر اشتباہ آ گیا کہ قرآن میں کہاں مذکور ہے اس لئے کہنے لگی کہ میں نے پورے قرآن کو اول سے لے کر آخر تک پڑھا ہے یہ حکم وہاں نہیں ہے۔ "اللوحین" ای الدفتین، یعنی دونوں طرف سے اول سے لے کر آخر تک پڑھا ہے لوحین سے پورا قرآن مراد ہے۔ "قرأتیه وجدتیه" دونوں جگہ میں اشباع ہے یعنی اگر تم واقعی سمجھ کر پڑھ لیتی! تو یہ حکم ضرور پالیتی!!

"فانه" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے گویا قرآن نے منع فرمایا ہے۔

نظر بد ایک حقیقت ہے

(۱۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْعَیْنُ حَقٌّ وَ نَهٰی عَنِ الْوَشْمِ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نظر کا لگ جانا حق ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے سے منع کیا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ نظر بد ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اثر ظاہر ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ خاصیت رکھی ہے کہ سحر کی طرح یہ (نظر بد) بھی انسان وغیرہ پر اثر انداز ہوتی ہے۔

سر کے بالوں کو گوند وغیرہ سے جمانے کا ذکر

(۱۵) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُلَبِّدًا (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملبد تھے۔ (یعنی بالوں کو گوند سے چپکایا ہوا تھا)۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "ملبد" کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کے بالوں کو گوند سے جما دیا تھا کہ جوئیں نہ پڑیں اور گرد و غبار سے حفاظت رہے۔ ایسا عام طور پر مذکورہ مقصد کیلئے احرام کی حالت میں کیا جاتا ہے چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح یا تو احرام کی حالت میں دیکھا ہوگا یا کسی دوسرے سفر کے دوران دیکھا ہوگا۔

مردانہ کپڑے اور جسم کو زعفران سے رنگنے کی ممانعت

(۱۶) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ نَهَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ (رواه صحیح المسلم ورواه صحیح البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ آدمی زعفران ملے۔ (متفق علیہ)
تشریح: یہ ممانعت اس لئے ہے کہ کپڑے یا بدن پر زعفران ملنا عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ رہی یہ بات کہ بعض صحابہؓ کے بارے میں جو یہ منقول ہے کہ انہوں نے خلوق کا استعمال کیا جو زعفران سے بنائی جانے والی ایک خوشبو ہے تو وہ اس ممانعت سے پہلے کا واقعہ ہے۔

رنگ دار خوشبو کا مسئلہ

(۱۷) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَطْيَبِ مَا نَجِدُ حَتّٰى أَجِدُ وَبِيصَ الطِّيْبِ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ (رواه صحيح المسلم ورواه بخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین خوشبو لگاتی تھی۔ یہاں تک کہ میں خوشبو کی چمک آپ کی داڑھی اور سر میں پاتی۔ (متفق علیہ)
تشریح: اس حدیث کے بارے میں اس حدیث کے پیش نظر اشکال واقع ہوتا ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مرد کیلئے اس خوشبو (عطر وغیرہ) کا استعمال جائز ہے جس کا رنگ ظاہر نہ ہوتا ہو جبکہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خوشبو لگائی جاتی تھی اس کا رنگ ظاہر ہوتا تھا کیونکہ اگر اس کی خوشبو کا رنگ ظاہر نہ ہوتا تو اس کی چمک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی میں کیسے نظر آتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں مرد کو رنگ دار خوشبو استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد وہ رنگ ہے جس کے ظاہر ہونے سے زینت و زیبائش کا انداز نمایاں ہوتا ہو جیسے سرخ اور زرد رنگ اور جو رنگ ایسا نہ ہو جیسے مشک و عنبر وغیرہ کا رنگ تو وہ جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صندل اور اس طرح کی دوسری چیزوں کا بھی رنگ جائز ہے۔

خوشبو کی دھونی لینے کا ذکر

(۱۸) وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا اسْتَجْمَرَ بِأَلُوَّةٍ غَيْرَ مُطَرَّاةٍ وَبِكَافُوْرٍ يَطْرَحُهُ مَعَ الْأَلُوَّةِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا كَانَ يَسْتَجْمِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کہا ابن عمر رضی اللہ عنہ جس وقت خوشبو کی دھونی لیتے اگر کی دھونی لیتے بغیر ملونی مشک کے اور کافور بھی اگر کے ساتھ ڈالتے تھے۔ پھر کہتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح خوشبو کی دھونی لیتے تھے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)
تشریح: "استجمر" استجمار کے کئی معنی آتے ہیں یہاں انگیٹھی میں خوشبو ڈال کر اس کی دھونی لینے کو استجمار کہا گیا ہے مراد خوشبو کی دھونی ہے۔
"بالوة" با جارہ ہے ہمزہ پر زبر ہے پیش بھی جائز ہے لام پر پیش ہے واؤ پر شد اور زبر ہے آخر میں گول تا ہے۔
"وهي عود يتبخر به" یعنی الوۃ عود کو کہتے ہیں عود ایک اعلیٰ قسم کی لکڑی ہے جس کو جلا کر خوشبو حاصل کی جاتی ہے۔ حرمین شریفین میں مجمع کے اندر یا کبھی مطاف کے اندر عرب لوگ جلاتے ہیں لوگ دوڑ دوڑ کر دھونی لیتے ہیں۔ اس کو "اگر" بھی کہتے ہیں آج کل مسجدوں میں اگر کی بتی جلائی جاتی ہے۔ "غير مطراة" ای غير مخلوطة بغيرها من الطيب كالمسك والعنبر "یعنی الوۃ اور عود کبھی مشک و عنبر کے بغیر جلایا جاتا تھا اور کبھی اس کے ساتھ کافور ملا کر مخلوط جلایا جاتا تھا۔ یعنی ایک دفعہ کیلئے عود کی دھونی لیتے تھے اور دوسری دفعہ کافور وغیرہ مشک و عنبر ملا کر مخلوط کی دھونی لیتے تھے "یطرحه" پھینکنے کے معنی میں ہے مخلوط مراد ہے "غير مطراة" سے غیر مخلوط مراد ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ..... لبیں ترشوانی قدیم سنت ہے

(۱۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُصُّ اَوْ يَأْخُذُ مِنْ شَارِبِهٖ وَكَانَ اِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ

الرَّحْمٰنِ (صَلَوٰتُ الرَّحْمٰنِ عَلَيْهِ) يَفْعَلُهُ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لبیں کترتے یا لیتے اور حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن بھی ایسا کرتے تھے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ مونچھیں بالکل ہلکی کرانا ایک ایسی قدیم سُنت ہے جو حضرت ابراہیم کا بھی معمول تھا اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کا بھی' چنانچہ پیچھے لفظ ''فطرۃ'' کی وضاحت میں اس کا ذکر گزر چکا ہے' رہی یہ بات کہ جب یہ (یعنی مونچھیں ہلکی کرانا) دوسرے انبیاء کرام کی بھی سنت ہے تو اس موقعہ پر صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیوں کیا گیا؟ تو اس تخصیص کی وجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مخصوص عظمت وجلالت کا اظہار ہے' یا یہ کہ اس سُنت کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی سے ہوئی ہے' جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے جو تیسری فصل میں نقل ہوگی۔

مونچھیں ہلکی نہ کرانے والے کے بارے میں وعید

(۲۰) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَمْ يَاْخُذْ مِنْ شَارِبِهٖ فَلَيْسَ مِنَّا (رواه مسند احمد بن حنبل والترمذی وسنن نسائی)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی لبیں نہ لے وہ ہم میں سے نہیں۔ روایت کیا اس کو احمد' ترمذی اور نسائی نے۔

تشریح: ''وہ ہم میں سے نہیں ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہماری سُنت اور ہمارے طریقے پر عمل پیرا نہیں ہے۔ اور ملا علی قاریؒ کے مطابق اس جملہ کے زیادہ صحیح معنی یہ ہیں کہ ایسا شخص ہماری سُنت اور ہمارے طریق کو ماننے والوں میں کامل ترین نہیں ہے' یا اس جملہ کے ذریعہ اس سُنت کو ترک کرنے والے کی تہدید مقصود ہے' یا ایسے شخص کو اس بات سے ڈرایا گیا ہے کہ اس سُنت کا تارک ہوتے ہوئے مرنا گویا امت مسلمہ کے خلاف طریقے پر مرنا ہے۔

ڈاڑھی کو برابر کرنے کا ذکر

(۲۱) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهٖ مِنْ عَرْضِهَا وَطُوْلِهَا. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت بیان کرتے ہیں کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی طول اور عرض سے لیتے تھے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: ''یاخذ من اطراف لحیته'' اس سے مراد وہ بڑھے ہوئے بال ہیں جو دوسرے بالوں سے بڑھ جاتے ہیں جس سے داڑھی کی ہمواری میں فرق آتا ہے اس لئے اس کے زائد حصہ کو کاٹا جاتا ہے اس سے داڑھی چھوٹی کرنے کا جواز نہیں نکلتا جس طرح مودودی صاحب کے پیرو کار خشخشی داڑھی رکھتے ہیں البتہ ایک مشت تک داڑھی چھوٹی کرنا جائز ہے جس طرح حضرت ابن عمر نے کیا تھا اس سے کم کرنا جائز نہیں ہے داڑھی میں اصل حکم تو اعفا اور بڑھانے کا ہے ایک قبضہ تک کم کرنا جواز کی آخر حد ہے گویا صحابہ نے آخری حد کی حد بتائی ہے۔

مرد کو خلوق کے استعمال کی ممانعت

(۲۲) وَعَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى عَلَيْهِ خَلُوْقًا فَقَالَ اَلَكَ امْرَاَةٌ قَالَ لَا قَالَ فَاغْسِلْهُ ثُمَّ اغْسِلْهُ ثُمَّ اغْسِلْهُ ثُمَّ لَا تَعُدْ. (رواه الترمذی وسنن نسائی)

ترجمہ: حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر خلوق دیکھی فرمایا کیا تیری بیوی ہے

میں نے کہا نہیں فرمایا اس کو دھوڈال پھر دھو پھر اس کو دھو پھر اس کا استعمال نہ کرنا۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی نے۔

تشریح: "کیا تم بیوی والے ہو" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سوال کا مقصد یہ بیان کرنا تھا کہ اگر بیوی ہے اور اس نے خلوق استعمال کی ہے اور پھر اس کے بدن یا کپڑے سے اس کا اثر تمہارے بدن یا کپڑے پر پہنچا ہے تو اس صورت میں تم معذور ہو اور اگر خود تم نے خلوق کا استعمال کیا ہے تو پھر معذور نہیں سمجھے جاؤ گے کیونکہ مرد کو خلوق کا استعمال جائز نہیں ہے اس صورت میں تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ تم اپنے بدن یا کپڑے کو دھو کر اس کا اثر زائل کرو۔ اس سے واضح ہوا کہ اس سوال کا مقصد یہ ظاہر کرنا نہیں تھا کہ اگر تمہاری بیوی ہے اور تم نے بیوی کی خاطر استعمال کیا ہے تو تم "معذور" کے حکم میں ہو جیسا کہ حدیث کے ظاہر مفہوم سے گمان ہوتا ہے۔ "اس کو دھوڈالو" اس جملہ کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دھونے کا حکم دیا اور تین بار دھونے کا حکم دینا مبالغہ و تاکید کے طور پر تھا لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دھونے کا حکم اس لئے فرمایا کہ اس کا رنگ کم از کم تین مرتبہ دھوئے بغیر نہیں چھوٹتا۔

(۲۳) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ رَجُلٍ فِیْ جَسَدِهٖ شَیْءٌ مِنْ خَلُوْقٍ (رواہ سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا اللہ تعالیٰ اس آدمی کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے بدن پر کچھ خلوق ہو۔ (ابوداؤد)

تشریح: سیدؒ کہتے ہیں کہ "نماز قبول نہ کرنے" سے مراد عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے کی وجہ سے اس ثواب کا نہ ملنا ہے جو نماز کامل پر ملتا ہے۔ اور ابن ملک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ ارشاد گرامی خلوق استعمال کرنے کے خلاف زجر و تہدید کے طور پر ہے۔

(۲۴) وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ قَالَ قَدِمْتُ عَلٰی اَهْلِیْ مِنْ سَفَرٍ وَقَدْ تَشَقَّقَتْ یَدَایَ فَخَلَّقُوْنِیْ بِزَعْفَرَانٍ فَغَدَوْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ یَرُدَّ عَلَیَّ وَقَالَ اذْهَبْ فَاغْسِلْ هٰذَا عَنْکَ (رواہ سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا سفر سے میں اپنے گھر والوں کے پاس آیا میرے دونوں ہاتھ پھٹ گئے تھے میرے ہاتھوں پر گھر والوں نے زعفران ملی ہوئی خوشبو کا لیپ کر دیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور سلام کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سلام کا جواب نہ دیا اور فرمایا جا اور اس کو دھو ڈال۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں وہ عذر نہیں آیا ہوگا جس کی بناء پر حضرت عمارؓ نے اس خوشبو کا استعمال کیا تھا' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب نہ دے کر اپنی خفگی کا اظہار فرمایا' یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عمارؓ کا اپنے ہاتھوں پر خوشبو لگائے ہوئے باہر نکلنا پسند نہیں آیا۔

(۲۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ طِیْبُ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِیْحُهٗ وَخَفِیَ لَوْنُهٗ وَطِیْبُ النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهٗ وَخَفِیَ رِیْحُهٗ (روہ الترمذی وسنن نسائی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی خوشبو ظاہر ہو اور رنگ پوشیدہ ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ ظاہر ہو اور بو پوشیدہ ہو۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی نے۔

تشریح: جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا "رنگ" سے مراد وہ رنگ ہے جو زینت و رعنائی کا غماز ہو۔ جیسے سرخ و زرد رنگ علماء نے لکھا ہے کہ "زنانہ خوشبو" کی جو وضاحت کی گئی ہے وہ اس عورت کے حق میں ہے جو گھر سے باہر نکلے' جو عورت گھر کے اندر رہو' یا اپنے خاوند کے پاس ہو تو اس کیلئے ہر طرح کی خوشبو استعمال کرنا جائز ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال کی خوشبو

(۲۶) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُکَّةٌ یَتَطَیَّبُ مِنْهَا (رواہ سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سکہ (ایک مرکب خوشبو) تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خوشبو لگایا کرتے تھے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "سکة" سین پر پیش ہے ک پر شد کے ساتھ زبر ہے آخر میں گول تا ہے۔ اکثر شارحین نے سکتہ کا ترجمہ ومفہوم اس طرح بیان کیا ہے کہ یہ ایک مخلوط مرکب عطر ہے لیکن یہ بات دل کو لگتی نہیں ہے کیونکہ "یتطیب منها" کا لفظ اس کے ساتھ پورا موافق نہیں ہے۔ مرقات میں ملا علی قاری نے کئی اقوال کے بعد فرمایا" وقیل الظاهر ان المراد بها ظرف فیها طیب." علامہ جزری فرماتے ہیں کہ" ویحتمل ان یکون وعاء" علامہ میرک کے کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ برتن ہوسکتا ہے۔ بہر حال عطر کی ڈبیہ مراد لینا بہت ہی اچھا ہے پھر اس کے اندر عطر مخلوط ہو یا غیر مخلوط ہو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے تیل لگاتے تھے

(۲۷) وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ دَهْنَ رَاسِهٖ وَتَسْرِيْحَ لِحْيَتِهٖ وَيُكْثِرُ الْقِنَاعَ كَانَ ثَوْبَهٗ ثَوْبَ زَيَّاتٍ. (رواه فی شرح السنته)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک کو کثرت سے تیل لگاتے اپنی داڑھی کو بہت زیادہ کنگھی کرتے اور اپنے سر مبارک پر ایک کپڑا رکھتے اور وہ کپڑا زیادہ تیل لگنے کی وجہ سے تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا تھا۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

تشریح: "کثرت سے کنگھی کرتے تھے" یہ بات اس روایت کے منافی نہیں ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزانہ کنگھی سے منع فرمایا ہے' کیونکہ اول تو یہ ممانعت' نہی تحریمی کے طور پر نہیں ہے بلکہ نہی تنزیہی کے طور پر ہے' دوسرے "کثرت سے کنگھی کرنے" سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ کنگھی کرتے تھے کیونکہ "کثرت" کا اطلاق اس چیز پر بھی ہوتا ہے کہ کسی کام کو اس ضرورت کے وقت انجام دیا جائے' گویا جس عمل کی جس وقت ضرورت ہو اس وقت اس کو کرنا بھی "کثرت" کے حکم میں شامل ہوتا ہے' جہاں تک مسئلہ کا تعلق ہے تو داڑھی میں کنگھی کرنا سنت ہے لیکن جو لوگ ہر وضو کے بعد کنگھی کرتے ہیں اس کی سنت صحیحہ میں کوئی بنیاد نہیں ہے۔

"قناع" سے مراد وہ کپڑا ہے جو آپ بالوں کو تیل لگانے کے بعد سر پر اس مقصد سے ڈال لیا کرتے تھے کہ عمامہ میلا اور چکنا نہ ہو' چنانچہ وہ کپڑا تیل لگنے کی وجہ سے چونکہ بہت تیل آلود ہو جاتا تھا اس لئے اس کو تیلی کے کپڑے سے تشبیہ دی گئی ہے ورنہ یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ وہ کپڑا بہت گندا رہتا تھا یا آپ کے سارے کپڑے تیلی کے کپڑوں کی طرح رہتے تھے' کیونکہ یہ مراد اس نظافت و پاکیزگی اور صفائی وستھرائی سے بہت بعید ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج کا جز تھی' یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفید کپڑے کو بہت پسند فرماتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسوئے مبارک

(۲۸) وَعَنْ اُمِّ هَانِیٍٔ قَالَتْ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا بِمَكَّةَ قَدْمَةً وَلَهٗ اَرْبَعُ غَدَائِرَ. (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ہمارے ہاں تشریف لائے آپ کے چار گیسو تھے۔ روایت کیا اس کو احمد' ابوداؤد' ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: "قدمة" یہ قدم کیلئے مفعول مطلق ہے قاف پر زبر ہے دال ساکن ہے میم پر زبر ہے۔" ای مرة واحدة" یعنی اس آمد سے فتح مکہ کی آمد مراد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار بار مکہ تشریف لائے ہیں عمرة القضاء میں پھر فتح مکہ کے دن پھر طائف کے پاس جعرانہ سے آئے اور آخری بار حجۃ الوداع میں آئے" غدائر" یہ غدیرة کی جمع ہے اصل میں مینڈھی کو کہتے ہیں لیکن وہ مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ حفاظت کے پیش نظر آپ کے بال چار حصوں میں بٹے ہوئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ کا ذکر

(۲۹) وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ اِذَا فَرَقْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهٗ صَدَعْتُ فَرْقَهٗ عَنْ يَافُوْخِهٖ وَاَرْسَلْتُ نَاصِيَتَهٗ بَيْنَ عَيْنَيْهِ. (رواہ سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا جس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کی مانگ نکالتی آپ کے بالوں کو تالو سے چیرتی اور آپ کی پیشانی کے بال دونوں آنکھوں کے درمیان چھوڑتی۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: ''یافوخ'' سر کے درمیانی حصے کو کہتے ہیں جہاں تالو ہوتا ہے' یہ دماغ کے عین اوپر کی سطح ہوتی ہے اور بچپن میں اس جگہ پھڑکن رہتی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ کی صورت بیان کی ہے کہ اس کا ایک سرا تو تالو کے نزدیک ہوتا ہے اور دوسرا سرا دونوں آنکھوں کے درمیان کی جگہ کے بالمقابل پیشانی کے نزدیک ہوتا تھا۔

روایت کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ میں مانگ کا رخ پیشانی کے اس کنارے پر رکھتی جو دونوں آنکھوں کی عین درمیانی سمت میں ہے اس طرح کہ پیشانی کے آدھے بال مانگ کی دائیں طرف ہوتے اور آدھے بال مانگ کی بائیں طرف۔ طیبیؒ نے حدیث کے یہی معنی بیان کئے ہیں۔

روزانہ کنگھی کرنے کی ممانعت

(۳۰) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّرَجُّلِ اِلَّا غِبًّا (رواہ الترمذی وسنن ابو داؤدوسنن نسائی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنگھی کرنے سے منع کیا ہے مگر یہ کہ ایک روز چھوڑ کر کی جائے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی' ابوداؤد اور نسائی نے)

تشریح: ''الاغباء'' قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ''غب'' کا لفظ ہر اس کام کیلئے استعمال ہوتا ہے جس کام کو ایک دن کیا جائے اور ایک دن چھوڑا جائے۔ کنگھی کے بارے میں بھی یہی مطلب ہے کہ سر اور داڑھی میں روزانہ کنگھی نہ کرو کیونکہ مسلمان اس آرائش اور زیبائش کیلئے پیدا نہیں ہوا اور نہ یہ تکلفات اس کی زندگی کا حصہ ہیں کہ ہر وقت خواہ مخواہ کنگھی ہی کے پیچھے پڑا رہے اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ہر وضو کے بعد داڑھی میں کنگھی کرتے ہیں اور اس کو سنت سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ دو مرتبہ کنگھی کرتے تھے علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا کوئی ثبوت نہیں ہے البتہ عورتوں کا حکم الگ ہے علماء نے لکھا ہے کہ عورت ہر روز کنگھی کر سکتی ہے کیونکہ اس کا کام ہی کنگھی چوٹی بنانا ہے۔ بہر حال یہ اولیٰ غیر اولیٰ کا مسئلہ ہے کسی فرض یا حرام کا نہیں ہے تاہم آج کل نوجوان مرد اور عورتیں ایسے بے حیا ہو گئے ہیں کہ چلتے چلتے اٹھتے بیٹھتے ہاتھ میں کنگھی ہے اور کرتے چلے جا رہے ہیں ایسی بے حیا عورتیں بھی نظر آ رہی ہیں جو سڑک کے کنارے کھلے عام سر میں کنگھی کرتی چلی جا رہی ہیں۔

زیادہ عیش و آرام کی زندگی اختیار کرنا میانہ روی کے خلاف ہے

(۳۱) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِفُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ مَالِيْ اَرٰکَ شَعِثًا قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْهَانَا عَنْ كَثِيْرٍ مِنَ الْاِرْفَاهِ قَالَ مَالِيْ لَا اَرٰى عَلَيْکَ حِذَآءً قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَاْمُرُنَا اَنْ نَحْتَفِيَ اَحْيَانًا (رواہ سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے کہا ایک آدمی نے فضالہ بن عبیدہ سے کہا کیا ہے کہ میں تم کو پراگندہ بال دیکھ رہا ہوں۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بہت زیادہ عیش و عشرت کی باتوں سے منع کیا ہے۔ کہا کیا ہے کہ میں تیرے پاؤں میں جوتا نہیں دیکھ رہا کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم فرمایا کرتے تھے کہ کبھی کبھی ہم ننگے پاؤں چلیں۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "شعثاً" پراگندہ بال کو کہتے ہیں اس میں زیادہ کنگھی نہ کرنے اور تیل نہ ڈالنے اور عیش کی زندگی ترک کرنے کی علامت تھی اس لئے جواب میں "کثیر من الارفاہ" کے الفاظ آئے ہیں جس کا مفہوم عیش و آرام کی زندگی ہے کہ کھانوں پر کھانے ہوں لباسوں پر لباس کی بھرمار ہو" الارفاء التنعم ومظاهرة الطعام على الطعام واللباس على اللباس "(مرقات)

"ان نحتفی" ننگے پاؤں چلنے کو احتفا کہتے ہیں اس سے جفاکشی آتی ہے پاؤں مضبوط ہو جاتے ہیں، تواضع اور انکساری آتی ہے اور ننگے پاؤں چلنے کی طاقت پیدا ہوتی ہے جو بوقت مجبوری کام آتا ہے نیز مٹی کے ساتھ پاؤں کے تلوے لگنے سے ٹی بی کی بیماری سے بچاؤ ہوتا ہے "احیانا" یعنی کبھی کبھی کا معمول ہو ہمیشہ نہ ہو۔ بہرحال ہر حال میں اعتدال بہترین حال ہے۔

اپنی مٹی پہ تو چلنے کا سلیقہ سیکھو سنگ مرمر پہ چلو گے تو پھسل جاؤ گے

بالوں کو اچھی طرح رکھنے کا حکم

(۳۲) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ لَهٗ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ. (رواه سنن ابی دائود)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے بال ہوں وہ ان کو اچھی طرح رکھے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: بالوں کا اکرام یہ ہے کہ اس میں تیل ڈالا جائے، اس میں کنگھی کی جائے، اس کو بنوایا جائے۔ اسلام شائستگی اور تہذیب کا حکم دیتا ہے اور ہر چیز کو اس کا جائز مقام دیتا ہے اور ہر چیز میں افراط و تفریط سے پاک اعتدال کی تعلیم دیتا ہے بالوں میں ایسا بھی نہ ہو کہ ہر وقت اس کی خدمت میں آدمی لگا رہے لیکن اگر بال رکھے ہیں تو آدمی پر لازم ہے کہ اس کی دیکھ بھال بھی کرے تاکہ معاشرہ میں رہنے سہنے کا قابل بن جائے۔

(۳۳) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحْسَنَ مَا غُيِّرَ بِهِ الشَّيْبُ الْحِنَّاءُ وَالْكَتَمُ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین چیز جس سے بڑھاپے کو بدلا جائے مہندی اور وسمہ ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: "کتم" اور بعض حضرات کے قول کے مطابق کتم ایک گھاس کا نام ہے جو وسمہ کے ساتھ ملا کر بالوں پر خضاب کرنے کے کام میں لائی جاتی ہے اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ کتم اصل میں وسمہ ہی کو کہتے ہیں۔ بہرحال حدیث کے مفہوم کے بارے میں یہ سوال ہوتا ہے کہ آیا یہ مراد ہے کہ مہندی اور وسمہ دونوں کو ملا کر خضاب کیا جائے، یا مراد ہے کہ صرف مہندی یا صرف وسمہ کا خضاب کیا جائے؟ چنانچہ نہایہ کے قول کے مطابق بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں صرف کتم، یا صرف مہندی کا خضاب کرنا مراد ہے کیونکہ اگر کتم کو مہندی کے ساتھ ملایا جائے تو اس سے خضاب، سیاہ ہو جاتا ہے اور صحیح روایات میں سیاہ خضاب کی ممانعت مذکور ہے اس صورت میں کہا جائے گا کہ یہ جملہ اصل میں "بالحناء او الکتم" ہے (یعنی حرف واؤ کے بجائے او ہے) جس کا مطلب یہ ہے کہ خضاب کرنے والے کو اختیار ہے کہ چاہے مہندی کا خضاب کرے اور چاہے کتم کا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت متعدد طرق و اسانید سے منقول ہے اور سب نے بالحناء والکتم ہی نقل کیا ہے اگرچہ اس سے مذکورہ مفہوم پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ حرف "و" مفہوم کے اعتبار سے حرف او کے معنی میں ہو سکتا ہے۔ بعض حواشی میں یہ لکھا ہے کہ صرف مہندی کا خضاب سرخ رنگ کا ہوتا ہے اور صرف کتم کا خضاب سبز رنگ کا ہوتا ہے۔ بعض حضرات کے قول سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ خالص کتم کا خضاب سیاہ رنگ کا ہوتا ہے اور اگر کتم کو مہندی کے ساتھ ملا کر خضاب کیا جائے تو سرخ مائل بہ سیاہی رنگت پیدا ہو جاتی ہے اس صورت میں اگر یہ کہا جائے کہ حدیث میں کتم اور مہندی دونوں کا مرکب خضاب مراد ہے تو کوئی اشکال پیدا نہیں ہوگا۔

ملا علی قاریؒ نے یہ لکھا ہے کہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ کتم اور مہندی کے مرکب خضاب کی مختلف نوعیت ہوتی ہے اگر کتم کا جزء غالب ہو یا کتم اور مہندی دونوں برابر ہوں تو خضاب سیاہ ہوتا ہے اور اگر مہندی کا حصہ غالب ہو تو خضاب سرخ ہوتا ہے۔

سیاہ خضاب کرنے والے کے بارے میں وعید

(۳۴) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَكُوْنُ قَوْمٌ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ يَخْضِبُوْنَ بِهٰذَا السَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَا يَجِدُوْنَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ (رواہ سنن ابو دائود وسنن نسائی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو سفید بالوں کو اس سیاہی کے ساتھ خضاب کریں گے جس طرح کبوتروں کے پوٹے ہوتے ہیں وہ جنت کی بو نہ پائیں گے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: ''اس سیاہی'' سے مراد خالص سیاہی ہے اس صورت میں وہ سیاہی مستثنیٰ ہوگی جو مائل بہ سرخی ہو جیسے کتم اور مہندی کے خضاب کا رنگ ہوتا ہے۔ جنت کی بو نہیں پائیں گے۔'' یہ دراصل سیاہ خضاب کرنے والے کے حق میں زجر و تہدید کو زیادہ شدت کے ساتھ بیان کرنا ہے' یا یہ ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص پر محمول ہے جو سیاہ خضاب کا نہ صرف استعمال کرے بلکہ اس کو جائز بھی سمجھے! بعض حواشی میں یہ لکھا ہے کہ ایسے لوگ اگرچہ جنت میں داخل ہوں گے لیکن اس کی بو یعنی اس کے کیف و سرور سے محظوظ و بہرہ مند نہیں ہوں گے۔ اور بعض حضرات کے قول کے مطابق اس سے مراد یہ ہے کہ مَوقف میں جنت سے جو فرحت بخش مہک آئے گی اور جس سے مسلمان محظوظ و مسرور ہوں گے اس سے مذکورہ لوگ محروم رہیں گے۔ بہر حال حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ سیاہ خضاب حرام ہے۔''

زرد خضاب کرنا جائز ہے

(۳۵) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ وَيُصَفِّرُ لِحْيَتَهُ بِالْوَرْسِ وَالزَّعْفَرَانِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ (رواہ سنن نسائی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبتی جوتے پہنے اور اپنی داڑھی کو ورس اور زعفران کے ساتھ رنگتے اور حضرت عمر بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔ (روایت کیا اس کو نسائی نے)

تشریح: اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک پر خضاب کرتے تھے جب کہ کتاب اللباس میں حضرت انسؓ کی جو روایت گزری ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خضاب کا استعمال نہیں کیا چنانچہ ان دونوں روایتوں کے درمیان مطابقت کی جو صورت ہے وہ اسی جگہ (حضرت انسؓ کی روایت کے ضمن میں) بیان کی جا چکی ہے۔

(۳۶) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ قَدْ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ فَقَالَ مَا اَحْسَنَ هٰذَا قَالَ فَمَرَّ اٰخَرُ قَدْ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ فَقَالَ هٰذَا اَحْسَنَ مِنْ هٰذَا ثُمَّ مَرَّ اٰخَرُ قَدْ خَضَبَ بِالصُّفْرَةِ فَقَالَ هٰذَا اَحْسَنُ مِنْ هٰذَا كُلِّهِ (رواہ سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی گذرا جس نے مہندی کا خضاب کیا ہوا تھا فرمایا یہ بہت خوب ہے۔ پھر دوسرا شخص گذرا اس نے مہندی اور وسمہ کے ساتھ خضاب کیا تھا فرمایا یہ شخص پہلے سے بہتر ہے پھر ایک اور شخص گذرا جس نے زردی کے ساتھ خضاب کیا ہوا تھا فرمایا یہ سب سے بہتر ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

خضاب کرنے کا حکم

(۳۷) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيِّرُوا الشَّيْبَ وَلَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَالزُّبَيْرِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑھاپے کے سفید بالوں کو بدل دو اور یہود کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو روایت کیا اس کو ترمذی نے اور روایت کیا نسائی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ سے۔

بالوں کی سفیدی نورانیت کی غماز ہوتی ہے

(۳۸) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ فَاِنَّهٗ نُوْرُالْمُسْلِمِ مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِى الْاِسْلَامِ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا حَسَنَةً وَكَفَّرَ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً وَرَفَعَهٗ بِهَادَرَجَةً (سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اس نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید بال نہ چنو یہ مسلمان آدمی کے لیے نورانیت کا سبب ہے۔ جس کے بال اسلام میں سفید ہو گئے اللہ تعالیٰ اس کے لیے نیکی لکھتا ہے اور اس کے سبب گناہ دور کرتا اور اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: ''لاتنتفوا'' سفید بال نوچنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ انوار الٰہی کا مظہر ہے اور مؤمن کا وقار ہے تو اس کا بڑھنا اچھا ہے نوچنا اچھا نہیں ہے۔ قیامت کے دن جب اندھیرا ہوگا اس سفید ریش کی داڑھی کے بال مصباح' ٹارچ اور روشنی کا کام دیں گے۔

(۳۹) وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِى الْاِسْلَامِ كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ (رواه الترمذى وسنن نسائى)

ترجمہ: حضرت کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں فرمایا جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا قیامت کے دن اس کے لیے نور ہوگا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی نے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بال

(۴۰) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ كَانَ لَهٗ شَعْرٌ فَوْقَ الْجُمَّةِ وَدُوْنَ الْوَفْرَةِ (رواه الترمذى)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن میں غسل کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال جمہ سے کچھ اوپر اور وفرہ سے نیچے تھے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: سر کے بالوں کو عربی میں تین ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے ایک تو جمہ' دوسرے وفرہ اور تیسرے لمہ۔ چنانچہ اگر کسی شخص کے سر پر اتنے لمبے بال ہوں جو کانوں تک پہنچ جائیں تو ان بالوں کو جمہ کہتے ہیں اور اگر کان کے لوؤں تک بال ہوں تو ان کو وفرہ کہتے ہیں اور جو بال کان کی لو اور کاندھے کے بین بین ہوتے ہیں یعنی کان کی لو سے تو نیچے ہوں لیکن کاندھوں سے اوپر ہوں تو ان کو لمہ کہتے ہیں۔ لہٰذا حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کاندھوں سے اوپر اور کان کی لو سے نیچے تھے جن کو لمہ کہتے ہیں۔ ویسے بعض مواقع پر جمہ مطلق بالوں کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ شمائل ترمذی میں یہ منقول ہے کہ و كانت جمة تضرب شحمة اذنيه

مردوں کے بالوں کی زیادہ لمبائی ناپسندیدہ

(۴۱) وَعَنِ ابْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الْاَسَدِيُّ لَوْلَا طُوْلُ جُمَّتِهٖ وَاِسْبَالُ اِزَارِهٖ فَبَلَغَ ذٰلِكَ خُرَيْمًا فَاَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ مَاجُمَّتَهٗ اِلٰى اُذُنَيْهِ وَرَفَعَ اِزَارَهٗ اِلٰى اَنْصَافِ سَاقَيْهِ (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خریم اسدی اچھا آدمی ہے اگر اس کے بال لمبے نہ ہوں اور اس کی چادر کی درازی نہ ہو یہ بات خریم اسدی تک بھی پہنچ گئی اس نے چھری کے ساتھ کانوں تک بال کاٹ لیے اور تہبند آدھی پنڈلی تک اٹھالیا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "الاسدی" ہمزہ پر زبر ہے اور سین ساکن ہے یہ لفظ حقیقت میں ازدی ہے اور ازدی سے مراد شنوءۃ ہے ازد بن غوث یمن کے ایک قبیلہ کے دادا کا نام ہے قاموس میں لکھا ہے کہ ازد کے لفظ سے اسد کا لفظ زیادہ واضح ہے مدینہ کے اکثر انصاری اسی شخص ازد بن غوث یا اسد بن غوث کی نسل سے تھے اس لفظ سے قبیلہ اسد مراد نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خریم کی تعریف بھی کی اور ایک نقص پر آگاہ بھی کیا اس نے نقص کو فوراً دور کیا تعلیم دینے والے کے دینے کا کیا' کہنا اور تعلیم لینے والے کا کیا کہنا ان کے بال ضرورت سے زیادہ لمبے تھے؟

حج اور عمرہ میں سر منڈانا افضل ہے اس کے علاوہ بال رکھنا افضل ہے بشرطیکہ نمائش وزیبائش مقصود نہ ہو مسلمان ہر وقت مجاہد ہوتا ہے اور مجاہد سر کے بال منڈا نہیں سکتا لڑنا مشکل ہو جاتا ہے نیز بالوں سے کافر ڈرتے ہیں تبلیغ کا ایک بزرگ محمد احمد اپنے بیانات میں کہتا رہتا ہے کہ لمبے بال لوگ اس لئے رکھتے ہیں کہ قیامت کے روز فرشتوں کو اس کے پکڑنے اور دوزخ میں پھینکنے میں آسانی ہو یہ شخص مجاہدین اور جہاد کا دشمن ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ بال رکھے ہیں پوری عمر میں چار یا پانچ مرتبہ منڈائے ہیں قیامت میں فرشتوں کے پکڑنے کیلئے کیا صرف بال ہونگے کیا ہاتھ پاؤں گردن' کمر اور دیگر اعضاء نہیں ہوں گے اگر صرف بال ہیں تو پھر داڑھی کو بھی صاف کرلو۔

(۴۲) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَتْ لِيْ ذَوَابَةٌ فَقَالَتْ لِيْ اُمِّيْ لَا اَجُزُّهَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُدُّهَا وَيَاْخُذُهَا. (رواہ سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میرے گیسو تھے میری والدہ کہنے لگیں میں ان کو کاٹوں گی نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کھینچتے اور پکڑتے تھے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

اگر بالوں کی صفائی ستھرائی میں کوئی امر مانع ہو تو سر کو منڈا دینا چاہئے

(۴۳) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْهَلَ اٰلَ جَعْفَرٍ ثَلَاثًا ثُمَّ اَتَاهُمْ فَقَالَ لَا تَبْكُوْا عَلٰى اَخِيْ بَعْدَ الْيَوْمِ ثُمَّ قَالَ اُدْعُوْ بَنِيْ اَخِيْ فَجِيْئَ بِنَا كَاَنَّا اَفْرَاخٌ فَقَالَ اُدْعُوْا لِيَ الْحَلَّاقَ فَاَمَرَهٗ فَحَلَقَ رُؤُسَنَا (رواہ سنن ابو دائود وسنن نسائی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر کی اولاد کو تین دن تک مہلت دی پھر آپ ان کے پاس گئے۔ فرمایا آج کے بعد میرے بھائی پر تم نہ روؤ۔ پھر فرمایا میرے بھتیجوں کو بلاؤ ہمیں لایا گیا گویا کہ ہم چوزے ہیں فرمایا حجام کو بلاؤ آپ نے اس کو حکم دیا اس نے ہمارے سر مونڈے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے)

تشریح: حضرت جعفرؓ ابو طالب کے بیٹے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے حقیقی بھائی تھے۔ اس اعتبار سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہوئے۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نوحہ اور جزع فزع کے بغیر میت پر رونا' غمگین وافسردہ ہونا اور رنج والم کا اظہار کرنا تین دن تک جائز ہے' تین دن کے بعد نہ تو رونا دھونا اور سوگ کرنا جائز ہے اور نہ تعزیت کرنا روا ہے۔

حج وعمرہ سے فراغت کے بعد تو سر کو منڈانا افضل ہے لیکن اس کے علاوہ بال رکھنا ہی افضل ہے لیکن اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفرؓ کے لڑکوں کے سر مونڈنے کا حکم اس لئے دیا کہ ان کی ماں یعنی اسماء بنت عمیسؓ شوہر کی دائمی جدائی کے سخت ترین صدمہ سے دوچار تھیں' ان کو اپنی اس مصیبت سے اتنی فرصت کہاں ملتی کہ وہ بچوں کے سر کے بالوں کی صفائی ستھرائی اور تیل کنگھے کا خیال رکھتیں اس صورت میں ان کے سروں میں جوئیں وغیرہ پڑ جانے کا خدشہ تھا' لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بالوں کو منڈوا دینا ہی بہتر سمجھا۔

عورت کی ختنہ کا ذکر

(۴۴) وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْاَنْصَارِيَّةِ اَنَّ امْرَاَةً كَانَتْ تَخْتِنُ بِالْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتُنْهِكِيْ فَاِنَّ ذٰلِكَ اَحْظٰى لِلْمَرْاَةِ وَاَحَبُّ اِلَى الْبَعْلِ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ هٰذَا الْحَدِيْثُ ضَعِيْفٌ وَرَاوِيْهِ مَجْهُوْلٌ.

ترجمہ: حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا ایک عورت مدینہ میں عورتوں کا ختنہ کیا کرتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے فرمایا چمڑے کے کاٹنے میں مبالغہ نہ کیا کر یہ بات عورت کے لیے بہت لذت والی ہے اور خاوند کے لیے بہت محبوب ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور اس نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کے راوی مجہول ہیں۔

تشریح: ''لا تنهكي ''یعنی ختنہ کرنے میں مبالغہ نہ کرو بلکہ ضروری حصہ کو معمولی طور پر کاٹ دو۔ یہ کم کاٹنا طرفین کے جماع کی لذت میں معاون ہے زیادہ نہیں' عرب کے ممالک چونکہ گرم تھے عورتوں کے اندام نہانی میں چربی نما گوشت ابھر کر آتا تھا اس کو کاٹ دیا جاتا تھا یہی لڑکیوں کا ختنہ تھا' اذا جاوز الختان الختان کی حدیث سے بھی اس ختنہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ احد کے میدان میں حضرت حمزہ نے ایک کافر پر حملہ کرتے ہوئے فرمایا ''یا ابن مقطعة البظور '' اے ختنہ کے کاروبار کرنے والی عورت کے بیٹے۔ ان روایات سے لڑکیوں کے ختنہ کا ثبوت ملتا ہے لیکن یہ گرم ممالک کا مسئلہ ہے ہمارے ملک میں اس مسئلہ کو بیان نہیں کرنا چاہیے اہل بدعت پروپیگنڈہ کریں گے تماشہ ہو جائے گا اس کا یہاں کوئی ماہر بھی نہیں نیز یہ کوئی شرعی مامور اور ضروری حکم بھی نہیں ہے گرم ممالک میں شوافع اس کام کو کرتے ہیں بس یہ کافی ہے وہ مٹھائی اور دعوت بھی کھلاتے ہیں لیکن اہل بدعت جو اہل حق کو اس کی وجہ سے بدنام کرتے ہیں وہ بہت ظلم کرتے ہیں کسی عالم نے اپنی طرف سے یہ عمل تو ایجاد نہیں کیا ہے احادیث میں اس کی طرف اشارہ ہے اگر کوئی عالم اس سے متعلق کوئی تحقیق بیان کرے تو کونسا جرم ہے؟

عورتوں کا سر کے بالوں پر مہندی کا خضاب کرنا ناپسندیدہ

(۴۵) وَعَنْ كَرِيْمَةَ بِنْتِ هَمَّامٍ اَنَّ امْرَاَةً سَاَلَتْ عَائِشَةَ عَنْ خِضَابِ الْحِنَّاءِ فَقَالَتْ لَا بَاْسَ وَلٰكِنِّيْ اَكْرَهُهُ كَانَ حَبِيْبِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ رِيْحَهُ. (رواه سنن ابو داؤد وسنن نسائی)

ترجمہ: حضرت کریمہ بنت ہمام رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ایک عورت نے حضرت عائشہ سے مہندی کا خضاب کرنے کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا کچھ مضائقہ نہیں لیکن میں اس کو مکروہ سمجھتی ہوں میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی بو ناپسند تھی۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے سر کے بالوں پر مہندی کا خضاب کرنے کو ناپسند فرماتے تھے کیونکہ اگر آپ کے نزدیک عورتوں کے لئے مطلق مہندی کا استعمال ناپسندیدہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہندہؓ کو محض اس لئے بیعت کرنے سے انکار کیوں فرماتے کہ ان کے ہاتھ مہندی سے عاری تھے جیسا کہ آگے آنے والی حدیث سے واضح ہوگا۔

عورتوں کی ہاتھوں پر مہندی لگانا مستحب ہے

(۴۶) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ هِنْدًا بِنْتَ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ بَايِعْنِيْ فَقَالَ لَا اُبَايِعُكِ حَتّٰى تُغَيِّرِيْ كَفَّيْكِ فَكَاَنَّهُمَا كَفَّا سَبُعٍ (ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہند بن عتبہ نے کہا اے اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بیعت کرلیں فرمایا میں تیری بیعت نہیں لیتا یہاں تک کہ تو دونوں ہاتھوں کو متغیر کرلے گویا کہ تیرے دونوں ہاتھ درندے کے ہیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: ہندہؓ عتبہ کی بیٹی ابوسفیانؓ کی بیوی اور معاویہؓ کی ماں تھیں' انہوں نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا تھا' اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث بالا میں جس بیعت کا ذکر کیا گیا ہے وہ فتح مکہ کے دن کے علاوہ کسی اور دن کا واقعہ ہے۔ حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ عورتوں کو اپنے ہاتھوں پر

مہندی لگانا مستحب ہے اور اس کو ترک کرنا مکروہ ہے اور یہ کراہت مردوں کی مشابہت اختیار کرنے کی وجہ سے ہے۔

(۴۷) وَعَنْها قَالَتْ اَوْمَتِ امْرَاَةٌ مِنْ وَرَاءِ سِتْرٍ بِيَدِهَا كِتَابٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فَقَالَ مَا اَدْرِىْ اَيَدُ رَجُلٍ اَمْ يَدُامْرَاَةٍ قَالَتْ بَلْ يَدُامْرَاَةٍ قَالَ لَوْ كُنْتِ امْرَاَةً لَغَيَّرْتِ اَظْفَارَكِ يَعْنِىْ بِالْحِنَّاءِ (رواه سنن ابو دائود وسنن نسائی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا اس کے ہاتھ میں خط تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ فرمایا میں نہیں جانتا کہ یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا اس نے کہا کہ عورت کا ہاتھ ہے۔ فرمایا اگر تو عورت ہے تو اپنے ہاتھ کے ناخن مہندی کے ساتھ متغیر کر لے۔ (روایت کیا نسائی اور ابوداؤد نے)

تشریح: یہ حدیث عورتوں کے ہاتھوں پر مہندی لگانے کے استحباب کو اور رہن سہن کے طور طریقوں نیز آداب معاشرت کی تلقین کو پُر زور انداز میں واضح کرتی ہے۔

کسی مرض و عذر کی وجہ سے گودنا اور گدوانا جائز ہے

(۴۸) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لُعِنَتِ الْوَاصِلَةُ وَالْمُسْتَوْصِلَةُ وَالنَّامِصَةُ وَالْمُتَنَمِّصَةُ وَالْوَاشِمَةُ وَالْمُسْتَوْشِمَةُ مِنْ غَيْرِ دَاءٍ (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا بال ملانے والی عورت۔ ملانے کا حکم دینے والی عورت۔ بال چننے والی اور بال چنوانے والی، گودنے والی گدوانے والی بغیر بیماری کے لعنت کی گئی ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: حدیث میں مذکورہ الفاظ کی وضاحت پہلی فصل میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر گودنے کی کوئی ضرورت اور حاجت ہو تو اس صورت میں گودنا اور گدوانا جائز ہے اگرچہ اس کے نشان باقی رہیں۔

مردانہ لباس پہننے والی عورت اور زنانہ لباس پہننے والے مرد پر لعنت

(۴۹) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْاَةِ وَالْمَرْاَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ (ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی پر لعنت کی ہے جو عورتوں کا لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر لعنت کی ہے جو مردوں جیسا لباس پہنتی ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

(۵۰) وَعَنْ اَبِىْ مُلَيْكَةَ قَالَ قِيْلَ لِعَائِشَةَ اِنَّ امْرَاَةً تَلْبَسُ النَّعْلَ قَالَتْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَةَ مِنَ النِّسَآءِ (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ ایک عورت مردوں جیسا جوتا پہنتی ہے اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت پر لعنت کی ہے جو مردوں سے مشابہت اختیار کرتی ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: وہ مشابہت مذموم ہے جو لباس و وضع قطع، بول چال اور رہن سہن میں اختیار کی جائے اور جو عورت علم و عقل اور حکمت و دانائی میں مردوں کی مشابہت اختیار کرے تو وہ مذموم نہیں ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ كانت عائشة رجلة الراى (یعنی عائشہ کی عقل مردوں کی عقل کی طرح تھی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اہل بیت کی راحت و آرام ناپسندیدہ

(۵۱) وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرَ كَانَ اٰخِرُ عَهْدِهٖ بِاِنْسَانٍ مِنْ اَهْلِهٖ فَاطِمَةَ وَ اَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ عَلَيْهَا فَاطِمَةَ فَقَدِمَ مِنْ غَزَاةٍ وَقَدْ عَلَّقَتْ مِسْحًا اَوْسِتْرًا عَلٰى بَابِهَا وَحَلَّتِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ قُلْبَيْنِ مِنْ فِضَّةٍ فَقَدِمَ

فَلَمْ يَدْخُلْ فَظَنَّتْ اَنَّ مَامَنَعَهُ اَنْ يَّدْخُلِ مَارَاٰى فَهَتَكَتِ السِّتْرَ وَفَكَّتِ الْقُلْبَيْنِ عَنِ الصَّبِيَّيْنِ وَقَطَعَتْهُ مِنْهُمَا فَانْطَلَقَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِيَانِ فَاَخَذَهُ مِنْهُمَا فَقَالَ يَاثَوْبَانُ اذْهَبْ بِهٰذَا اِلٰى اَهْلِ فُلَانٍ اِنَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلِىْ اَكْرَهُ اَنْ يَّاْكُلُوْا طَيِّبَاتِهِمْ فِىْ حَيَاتِهِمُ الدُّنْيَا يَاثَوْبَانُ اشْتَرِ لِفَاطِمَةَ قِلَادَةً مِنْ عَصَبٍ وَسِوَارَيْنِ مِنْ عَاجٍ (رواه احمد وسنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر جاتے سب سے آخر میں اپنے گھر والوں میں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملتے اور جب واپس آتے سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے۔ایک جہاد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دروازے پر ٹاٹ یا پردہ لٹکایا ہوا تھا اور حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو چاندی کے دو کنگن پہنائے ہوئے تھے۔آپ ان کے گھر داخل نہ ہوئے۔فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خیال کیا کہ ان کو داخل ہونے سے نہیں روکا مگر اس چیز نے جو آپ نے دیکھی ہے اس نے پردہ پھاڑ ڈالا اور دونوں بچوں کے ہاتھوں سے کڑے اتار لیے اور ہر کڑے کو توڑ ڈالا وہ دونوں روتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کڑے ان سے لے لیے۔اور ثوبان سے کہا ان کو آل فلاں کے پاس لے جاؤ۔یہ میرے اہل بیت ہیں میں اس بات کو ناپسند سمجھتا ہوں کہ وہ اپنی لذائذ دنیا کی زندگی میں کھالیں۔اے ثوبان فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے عصب کا ایک ہار اور ہاتھی دانت کے دو کڑے خرید لا۔روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد نے۔

تشریح: "آخر عهده بانسان فاطمةؓ" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر یا جہاد کیلئے تشریف لے جاتے تو سارے اہل بیت کی عورتوں سے الوداعی ملاقات کے بعد آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کر کے سفر پر چلے جاتے اور واپسی میں سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی سے ملاقات فرماتے' یہ صرف عورتوں کا معاملہ بیان کیا گیا ہے مردوں کا نہیں ہے۔"من غزاة" اصل مادہ غزوة ہے واؤ الف سے بدل دیا گیا ہے" علقت " یہ تعلیق سے ہے لٹکانے کے معنی میں ہے" مسحاً" ٹاٹ کو کہتے ہیں" او ستراً " اوشک کیلئے ہے" ستر" پردہ کو کہتے ہیں۔" وحلت " یہ بھی باب تفعیل سے زیور پہنانے کے معنی میں ہے۔" قلبین " قاف پر ضمہ ہے لام ساکن ہے با پر زبر ہے قلب مفرد ہے ای سوارین یعنی چاندی کے دو کنگن پہنائے تھے" فکت " الگ کرنے اور توڑنے کے معنی میں ہے" وقطعته منهما " یہ جملہ ماقبل کلام کیلئے عطف تفسیر کے طور پر ہے یعنی دونوں کنگن ان کے جسم سے اتار کر دونوں کو توڑ ڈالا" فاخذه منهما " یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھا تو اور ان دونوں کی حالت پر ترس آگیا یعنی دونوں پر ترس کھایا شفقت و رحمت آئی۔یہ ترجمہ بہت عمدہ ہے لیکن ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ ترجمہ مناسب نہیں ہے بلکہ یہ ترجمہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے وہ ٹوٹے پھوٹے کنگن لے لئے اور حضرت ثوبان کو دیئے" الی فلان " یعنی وہ فقیر لوگ ہیں ان کو دیدو۔" اکره" یہ جملہ تعلیل کے محل میں بھی ہوسکتا ہے تو عبارت اس طرح ہوگی" ای لانی اکره ان یأکلوا " یا یہ استیناف کے موقع میں ہے عبارت اس طرح ہوگی" ان هؤلا ای الحسن والحسین وعلیا و فاطمة اهل بیتی واکره ان یاکلوا " یعنی یہ عمدہ اشیاء صدقہ کرلو اور یہ درم لیکر بازار سے فاطمہ کے لئے عصب کا ہار لاؤ تا کہ اس کی دلجوئی ہو جائے اور حسنین کیلئے وہ کنگن ہاتھی دانت کے لے آؤ تا کہ ان کی اشک شوئی ہو جائے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کنگن حضرت فاطمہ کے تھے آپ نے حسنین کو پہنا دیئے تھے۔

"عصب " یعنی عصب کا قلادہ خرید لو شارحین حدیث اس بارے میں سخت تشویش میں ہیں کہ عصب سے کیا چیز مراد ہے جس سے قلادہ بنایا جاتا ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ یمن میں بننے والا ایک کپڑا ہے جس کے کچھ اجزاء سے ہار بنائے جاتے ہیں مگر شارحین لکھتے ہیں کہ کپڑے سے ہار بنانا سمجھ میں نہیں آتا ہے۔لہٰذا علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ میں نے اہل یمن سے سنا ہے کہ عصب ایک دریائی حیوان کے دانتوں کو کہتے ہیں جن سے بہترین سفید ہار بنتے ہیں اس حیوان کو فرس فرعون کہتے ہیں۔اھ

میں نے ابھی پچھلے جون ۲۰۰۵ء میں زامبیا لوساکا میں کفوئے کے دریا میں بیشمار فرس فرعون دیکھے اس کو جاموس البحر بھی کہتے ہیں اور خنزیر البحر بھی کہتے ہیں یہ بھینس کی طرح ہے اس کا منہ گھوڑے کی طرح ہے اور اس کا باقی جسم خنزیر کی طرح ہے بہت بڑا ہے چھ منٹ تک پانی کے اندر

غوطہ لگائے رہتا ہے اور جب سر باہر کرتا ہے تو ایک زوردار مکروہ آواز نکل آتی ہے عصب کے ہار اس کے دانتوں سے بنائے جاتے ہونگے۔

''عاج'' ہاتھی کے دانتوں سے کنگن بنائے جاتے ہیں یہ ہڈی ہے اس کا استعمال احناف کے نزدیک جائز ہے عاج کے اس مشہور معنی کو چھوڑ کر غیر مشہور معنی لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت کے لئے دنیا کی کٹھن زندگی کو پسند فرمایا تا کہ آخرت کی ساری راحتیں اور نعمتیں محفوظ رہ جائیں اور اذهبتم طيباتكم في حياتكم الدنيا کی وعید سے بچ جائیں۔

سرمہ لگانے کا حکم

(۵۲) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اكْتَحِلُوْ بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّهٗ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ وَزَعَمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهٗ مُكْحَلَةٌ يَكْتَحِلُ بِهَا كُلَّ لَيْلَةٍ ثَلَاثَةً فِيْ هٰذِهٖ وَثَلَاثَةً فِيْ هٰذِهٖ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصفہانی سرمہ لگاؤ وہ نظر کو تیز کرتا ہے اور بالوں کو اگاتا ہے۔ اور کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سرمہ دانی تھی ہر شب تین سلائیاں ایک آنکھ میں اور تین سلائیاں دوسری آنکھ میں لگایا کرتے تھے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: بعض حضرات یہ کہتے ہیں ''اثمد'' مطلق سرمہ کو کہا جاتا ہے لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ ''اثمد'' ایک مخصوص قسم کے سرمہ کو کہا جاتا ہے اور بعض حضرات کے قول کے مطابق وہ مخصوص قسم اصفہانی سرمہ ہے جو آنکھ سے بہنے والے پانی کو روکتا ہے' آنکھ کے اندر اگر زخم پیدا ہو جاتے ہیں یا سوزش ہوتی ہے تو اس کو دفع کرتا ہے اور آنکھ کی رگوں کو جو روشنی کا ذریعہ ہیں طاقت دیتا ہے خاص طور پر بڑی عمر والوں اور بچوں کے حق میں زیادہ فائدہ مند رہتا ہے۔ ایک روایت میں بالاثمد کے بجائے بالاثمد المروح کے الفاظ ہیں یعنی وہ سرمہ جس میں خالص مشک مخلوط ہو' ''روزانہ رات میں'' سے ہر روز رات میں سونے سے پہلے ''مراد'' ہے جیسا کہ ایک روایت میں وعند النوم کے الفاظ منقول بھی ہیں۔ رات میں سونے سے پہلے سرمہ لگانے میں حکمت و مصلحت یہ ہے کہ سرمہ کے اجزاء آنکھوں میں زیادہ عرصہ تک رہتے ہیں اور اس کے اثرات آنکھ کے اندرونی پردوں اور جھیلوں تک اچھی طرح سرایت کرتے ہیں۔

بہترین دوائیں کون سی ہیں

(۵۳) وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْتَحِلُ قَبْلَ اَنْ يَنَامَ بِالْاِثْمِدِ ثَلَاثًا فِيْ كُلِّ عَيْنٍ قَالَ وَقَالَ اِنَّ خَيْرَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ اللَّدُوْدُ وَالسَّعُوْطُ وَالْحِجَامَةُ وَالْمَشِيُّ وَخَيْرَ مَا اكْتَحَلْتُمْ بِهِ الْاِثْمِدُ فَاِنَّهٗ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ وَاِنَّ خَيْرَ مَا تَحْتَجِمُوْنَ فِيْهِ يَوْمَ سَبْعَ عَشْرَةَ وَيَوْمُ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ عُرِجَ بِهٖ مَا مَرَّ عَلٰى مَلَاءٍ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ اِلَّا قَالُوْ عَلَيْكَ بِالْحِجَامَةِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيْ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے ہر شب ہر آنکھ میں تین سلائیاں لگاتے تھے کہا اور آپ فرماتے تھے بہترین وہ چیز جس کے ساتھ تم علاج کرو لدود اور سعوط ہے اور سینگی لگوانا اور جلاب لینا ہے اور بہترین وہ چیز جس کے ساتھ تم سرمہ لگاؤ اثمد ہے وہ بینائی کو روشن کرتا ہے اور بال اگاتا ہے۔ بہترین وہ دن جس میں تم سینگی لگواؤ۔ چاند کی سترہویں۔ انیسویں اور اکیسویں تاریخ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج پر گئے۔ فرشتوں کی جس جماعت سے آپ گذرے انہوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سینگی لگوانے کو لازم پکڑیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: ''لدود'' اس کو کہتے ہیں جو مریض کے منہ میں باچھ کی طرف سے ٹپکائی جائے! سعوط اس دوا کو کہتے ہیں جو ناک میں ٹپکائی جائے! حجامہ بھری ہوئی سینگی کھنچوانے کو کہتے ہیں! اور مشی اسہال کی دواء کو کہتے ہیں' یہ لفظ مشی بمعنی چلنے سے مشتق ہے' چونکہ دست آور دوا کے استعمال سے بیت الخلاء جانے کے لئے بار بار چلنا پڑتا ہے اس مناسبت سے اس دوا کو مشی کہا جاتا ہے۔

چونکہ مہینہ کی ابتداء سے وسط مہینہ تک خون' بلکہ تمام رطوبات میں بڑھوتری' غلبہ اور جوش رہتا ہے' ادھر مہینہ کی آخری تاریخوں میں ان چیزوں کا عمل سُست کمزور اور سرد ہو جاتا ہے اس اعتبار سے گویا مہینہ کے وسط ایام اور خاص طور پر مذکورہ تاریخیں انسانی جسم کے لئے معتدل ہوتی ہیں' لہٰذا ان دنوں میں سینگی کھنچوانا زیادہ سودمند ہوتا ہے حجامۃ کے بارے میں تفصیلی باتیں انشاء اللہ کتاب الطب والرقی میں نقل کی جائیں گی۔

حمام میں جانے کا ذکر

(۵۴) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى الرِّجَالَ وَالنِّسَاءَ عَنْ دُخُولِ الْحَمَّامَاتِ ثُمَّ رَخَّصَ لِلرِّجَالِ اَنْ يَّدْخُلُوْا بِالْمَيَازِرِ. (رواه الترمذی و سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں اور عورتوں کو حمام میں داخل ہونے سے منع کیا ہے۔ پھر آدمیوں کو رخصت دیدی کہ وہ تہبند باندھ کر داخل ہو جائیں۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے)

تشریح: "الحمامات" ہر زمانہ میں حمام کا نظام الگ الگ رہا ہے پہلے زمانہ میں ایک مکان میں ایک ساتھ غسل کرنے کا اہتمام ہوتا تھا اس میں گرم پانی ہوتا تھا مرد اور عورتیں ایک ساتھ اس میں نہاتے تھے اس لئے ابتداء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں اور عورتوں کو اس میں جانے سے منع فرمادیا اس کے بعد مردوں کو جانے کی اجازت دے دی مگر عورتوں کی پابندی برقرار رہی کیونکہ عورتیں اگر تنہا حمام میں جائیں پھر بھی عورتیں آپس میں ایک دوسرے سے پردہ نہیں کرتی ہیں مردوں کو ایسے مشترکہ حمام میں غسل کیلئے جانے کی یہ شرط رکھی گئی ہے کہ وہ ناف سے لیکر گھٹنے تک ازار بند باندھے رکھے آج کل سوئمنگ پول اور دیگر پانی کے حوضوں اور نہروں میں مشترکہ طور پر برہنہ ہو کر غسل کرنا پرانے حمامات کی ایک نئی شکل ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ بے حیا اور اخلاق سوز ہے کیونکہ یہ سوئمنگ پول غسل کیلئے نہیں بلکہ کچھ اور مقاصد کیلئے تیار کئے جاتے ہیں۔

(۵۵) وَعَنْ اَبِى الْمَلِيْحِ قَالَ قَدِمَ عَلٰى عَائِشَةَ نِسْوَةٌ مِنْ اَهْلِ حِمْصَ فَقَالَتْ مِنْ اَيْنَ اَنْتُنَّ قُلْنَ مِنَ الشَّامِ قَالَتْ فَلَعَلَّكُنَّ مِنَ الْكُوْرَةِ الَّتِىْ تُدْخُلُ نِسَآئُهَا الْحَمَّامَاتِ قُلْنَ بَلٰى قَالَتْ فَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَخْلَعُ امْرَاَةٌ ثِيَابَهَا فِىْ غَيْرِ بَيْتِ زَوْجِهَا اِلَّا هَتَكَتِ السِّتْرَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ رَبِّهَا، وَفِىْ رِوَايَةٍ غَيْرِ بَيْتِهَا اِلَّا هَتَكَتْ سِتْرَهَا فِيْهِمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ. (رواه الترمذی وسنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابوالملیح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا اہل حمص کی چند عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں۔ انہوں نے کہا تم کہاں کی رہنے والی ہو انہوں نے کہا شام کے علاقہ کی وہ کہنے لگیں شاید تم اس بستی کی رہنے والی ہو۔ جہاں کی عورتیں حماموں میں داخل ہوتی ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر کے علاوہ کسی دوسری جگہ اپنے کپڑے نہیں اتارتی مگر اپنے اور اپنے پروردگار کے درمیان پردے کو پھاڑ ڈالتی ہے ایک روایت میں ہے اپنے خاوند کے گھر کے سوا۔ مگر اس نے وہ پردہ پھاڑ ڈالا جو اس کے اور اللہ کے درمیان ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے)

تشریح: حضرت عائشہؓ نے گویا مذکورہ حدیث عورتوں کے حمام میں جانے کے خلاف دلیل کے طور پر پیش کی' جس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ پردہ میں رہے اور اس بات سے اپنے آپ کو بچائے کہ کوئی اجنبی اس کو دیکھے' یہاں تک کہ اس کے لئے یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند کی موجودگی کے علاوہ خلوت (تنہائی) میں بھی اپنا ستر کھولے لہٰذا جب وہ بلاضرورت شرعی حمام میں گئی اور وہاں اس نے اجنبی نظروں کا لحاظ کئے بغیر اپنے اعضاء وجسم کو عریاں کر دیا تو اس نے گویا اس پردہ کو چاک کر دیا جس میں اپنے جسم کو چھپانے کا حکم اس کو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا۔

یحییٰ کہتے ہیں کہ مذکورہ ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لباس کو اس لئے نازل کیا ہے کہ اس کے ذریعہ اپنے ستر کو چھپایا جائے گو وہ لباس اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کا ذریعہ ہے' لہٰذا جس عورت نے اللہ تعالیٰ کے اس منشاء وحکم کو پورا نہیں کیا اور اپنے ستر کو عریاں کیا تو

گویا اس نے پردہ کو پھاڑ ڈالا جو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے۔

(۵۶) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتُفْتَحُ لَكُمْ اَرْضُ الْعَجَمِ وَسَتَجِدُوْنَ فِيْهَا بُيُوْتًا يُقَالُ لَهَا الْحَجَّامَاتُ فَلَايَدْخُلَنَّهَا الرِّجَالُ اِلَّا بِالْاُزُرِ وَامْنَعُوْهَا النِّسَاءَ اِلَّا مَرِيْضَةً اَوْنُفَسَاءَ (رواہ سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لیے عجم کی زمین فتح کی جائے گی وہاں تم کچھ گھر پاؤ گے جن کو حمال کہا جاتا ہے آدمی بغیر تہبند کے وہاں داخل نہ ہوں۔ عورتوں کو حمام میں داخل ہونے سے روکو مگر بیمار ہو یا نفاس والی ہو۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ مردوں کو تو حمام میں جانے کی اس شرط کے ساتھ اجازت بھی ہے کہ وہ تہبند باندھے رکھیں لیکن عورتوں کو مطلقاً اجازت نہیں ہے خواہ وہ تہبند باندھے ہوئے ہوں یا بغیر تہبند کے ہوں کیونکہ عورت کا پورا جسم سر سے پاؤں تک ستر ہے جبکہ مرد کا پورا جسم ستر نہیں ہے بلکہ صرف ناف سے زانوں تک کا حصہ چھپانا اس کیلئے ضروری ہے اس لئے تہبند باندھنے سے ان کی ستر پوشی ہو جاتی ہے تاہم اگر کوئی عورت بیمار ہو اور کسی علاج کے سلسلے میں اس کے لئے گرم پانی سے نہانا ضروری ہو یا کوئی عورت ولادت سے فارغ ہوئی تو غسل کیلئے یا اسی طرح کے کسی اور شرعی عذر کی بناء پر اس کے لئے زنانہ حمام میں داخل ہونا جائز ہوگا خواہ وہ وہاں تہبند جیسی کوئی چیز لپیٹ کر غسل کرے یا بالکل عریاں حالت میں بغیر عذر حمام میں داخل ہونا عورتوں کیلئے جائز نہیں ہے۔

(۵۷) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَدْخُلِ الْحَمَّامَ بِغَيْرِ اِزَارٍ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُدْخِلْ حَلِيْلَتَهُ الْحَمَّامَ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَجْلِسْ عَلٰى مَائِدَةٍ تُدَارُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ (رواہ الترمذی وسنن نسائی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے کسی حمام میں تہبند کے بغیر داخل نہ ہو جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اپنی بیوی کو حمام میں داخل نہ کرے جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے ایسے دستر خوان پر کھانا کھانے کے لیے نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی نے)

تشریح: "بغیر ازار" یعنی ازار بند کے ساتھ جانا جائز ہے لیکن برہنہ بدن جانا منع ہے اس طرح اپنی بیوی کو حمام میں لے جانا منع ہے یہ بات یاد رکھیں کہ آج کل عورتوں کے ایسے حمامات بنے ہوئے ہیں جہاں ایک چھوٹے سے کمرہ میں علیحدہ غسل کی جگہ ہوتی ہے وہاں حمام میں عورت برہنہ ہو کر جا سکتی ہے کیونکہ وہاں نہ مرد ہوتے ہیں اور نہ عورتیں ساتھ ہوتی ہیں وہ مشترکہ حمام نہیں ہے حدیث میں مشترکہ حمام کی ممانعت کا ذکر ہے" یدار "یعنی ایسا دستر خوان ہو جس پر شراب کا دور چل رہا ہو وہاں بیٹھنا حرام ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ... آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک پر کبھی خضاب نہیں کیا

(۵۸) عَنْ ثَابِتٍ قَالَ سُئِلَ اَنَسٌ عَنْ خِضَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْشِئْتُ اَنْ اَعُدَّ شَمَطَاتٍ كُنَّ فِيْ رَاسِهٖ فَعَلْتُ قَالَ وَلَمْ يَخْتَضِبْ وَزَادَفِي رِوَايَةٍ وَقَدِاخْتَضَبَ وَزَادَ فِي رِوَايَةٍ وَقَدِ اخْتَضَبَ اَبُوْبَكْرٍ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ وَاخْتَضَبَ عُمَرُ بِالْحِنَّاءِ بَحْتًا. (رواہ صحیح المسلم ورواہ صحیح البخاری)

ترجمہ: حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کے متعلق سوال کیا گیا کہا اگر میں سفید بال جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں تھے شمار کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا۔ اور کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں لگایا۔ ایک روایت میں زیادہ بیان ہے کہ کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مہندی اور وسمہ کا خضاب لگایا اور عمر رضی اللہ عنہ نے صرف مہندی کا خضاب لگایا۔ (متفق علیہ)

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خضاب نہیں کیا۔ کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک میں کبھی بھی

خضاب کا استعمال نہیں کیا اس صورت میں یہ روایت پیچھے نقل کی گئی اس روایت کے منافی نہیں ہوگی جس میں ریش مبارک پر خضاب کرنے کا ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ آگے بھی حضرت ابن عمرؓ کی روایت آرہی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کا ذکر

(۵۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يُصَفِّرُ لِحْيَتَهٗ بِالصُّفْرَةِ حَتّٰى يَمْتَلِئَ ثِيَابُهٗ مِنَ الصُّفْرَةِ فَقِيْلَ لَهٗ لِمَ تَصْبَغُ بِالصُّفْرَةِ قَالَ اِنِّىْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَصْبَغُ بِهَا وَلَمْ يَكُنْ شَىْءٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْهَا وَقَدْ كَانَ يَصْبِغُ بِهَا ثِيَابَهٗ كُلَّهَا حَتّٰى عِمَامَتَهٗ (ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنی داڑھی زردی کے ساتھ رنگتے۔ یہاں تک کہ ان کے کپڑے بھی زردی کے ساتھ بھر جاتے ان سے کہا گیا تم زردی کے ساتھ کیوں رنگتے ہو کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے رنگتے تھے اور آپ کو اس سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہ تھی۔ آپ سب کپڑے اس سے رنگ لیتے یہاں تک پگڑی بھی۔ (ابوداؤد)

تشریح: زرد خضاب سے ورس کے ذریعہ خضاب کرنا مراد ہے یہ زعفران کے مشابہ رنگ ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ریش مبارک میں اس کا استعمال فرمایا ہے کپڑوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زرد رنگ استعمال نہیں کیا ہے نہایہ میں لکھا ہے کہ مختار قول یہ ہے کہ کبھی کبھی آنحضرت نے بالوں کو رنگا ہے اکثر رنگ نہیں کیا ہے لہٰذا ہر راوی نے اپنے اپنے علم کی بنیاد پر بیان کیا ہے کسی نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رنگ نہیں کیا کسی نے کیا کہا ہے نیز آپ کا خضاب قلیل ہوتا تھا تو یہ چاہو یہ کہو کہ خضاب نہیں کیا یعنی کثیر نہیں کیا اور چاہو تو کہو خضاب کیا یعنی قلیل کیا۔ ''ثیابہ'' قصداً وعمداً آپ نے کپڑوں اور عماموں کو کبھی زرد رنگ میں نہیں رنگا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے ہاں اگر بغیر قصد وارادہ عمامہ اور قمیص کو زرد رنگ لگا ہو وہ الگ بات ہے۔

(۶۰) وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَاَخْرَجَتْ اِلَيْنَا شَعْرًا مِنْ شَعْرِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْضُوْبًا. (رواه البخارى)

ترجمہ: حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اس نے ہماری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال نکالا جو رنگین تھا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک مخنث کو شہر بدر کرنے کا ذکر

(۶۱) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ اُتِىَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمُخَنَّثٍ قَدْ خَضَبَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ بِالْحِنَّاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ هٰذَا قَالُوْ يَتَشَبَّهُ بِالنِّسَاءِ فَاَمَرَبِهٖ فَنُفِىَ اِلَى النَّقِيْعِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا نَقْتُلُهٗ فَقَالَ اِنِّىْ نُهِيْتُ عَنْ قَتْلِ الْمُصَلِّيْنَ. (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مخنث لایا گیا جس نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں پر مہندی لگائی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کیا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے۔ اسے نقیع کی طرف نکال دیا گیا۔ کہا گیا اے اللہ کے رسول ہم اس کو قتل نہ کردیں فرمایا نہیں نمازیوں کو قتل کرنے سے مجھے منع کیا گیا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''نماز'' کے ذریعہ بطور کنایہ اس کے اسلام کو ذکر کیا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کیا کہ چونکہ وہ شخص بہرحال مسلمان ہے اس لئے اس کے قتل کا حکم کیسے دیا جاسکتا ہے! نماز بول کر اسلام مراد لینے کی بنیاد یہ بھی ہے کہ حقیقت میں نماز ایک ایسا عمل ہے جو اسلام کے اظہار کا ذریعہ ہے اگر کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا تو گویا وہ ظاہر کرتا ہے کہ میرا اسلام سے تعلق نہیں ہے اسی لئے اس قول ''اگر کوئی مسلمان نماز نہ پڑھے تو اس کو قتل کردیا جائے'' کو بعض علماء نے اس کے ظاہری مفہوم ہی پر محمول کیا ہے۔

مرد کے لئے رنگدار خوشبو کا استعمال

(۶۲) وَعَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عُقْبَةَ قَالَ لَمَّافَتَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ جَعَلَ اَهْلُ مَكَّةَ يَاْتُوْنَهُ بِصِبْيَانِهِمْ فَيُدْعُوْا لَهُمْ بِالْبَرَكَةِ وَيَمْسَحُ رُؤُوْسَهُمْ فَجِئَ بِيْ اِلَيْهِ وَاَنَا مَخَلَّقٌ فَلَمْ يَمَسَّنِيْ مِنْ اَجْلِ الْخَلُوْقِ (رواہ سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا تو مکہ والوں نے اپنے بچوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لانا شروع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بچوں کے لیے برکت کی دعا کرتے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے چنانچہ مجھ کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا میرے جسم پر زعفران کی خوشبو خلوق لگی ہوئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس رنگدار خوشبو کی وجہ سے ہاتھ نہیں لگایا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

بالوں کی دیکھ بھال کرنے کا ذکر

(۶۳) وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِيْ جُمَّةً اَفَاُرَجِّلُهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَاَكْرِمْهَاقَالَ فَكَانَ اَبُوْ قَتَادَةَ رُبَّمَا دَهَنَهَا فِي الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ مِنْ اَجْلِ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَاَكْرِمْهَا (رواہ مالک)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میرے بال کندھوں تک ہیں کیا میں ان کو کنگھی کروں فرمایا ہاں اور ان کی تکریم کر۔ راوی نے کہا ابوقتادہ بعض اوقات دن میں دو دو بار تیل لگاتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اور تعظیم کر فرمانے کی وجہ سے۔ (روایت کیا اس کو مالک نے)

غیر مسلم قوموں کی وضع قطع کے بال رکھنے ممنوع ہیں

(۶۴) وَعَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَسَّانٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَحَدَّثَتْنِيْ اُخْتِيَ الْمُغِيْرَةُ قَالَتْ وَاَنْتَ يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ وَلَكَ قَرْنَانِ اَوْ قُصَّتَانِ فَمَسَحَ رَاْسَكَ وَ بَرَّكَ عَلَيْكَ وَقَالَ اَحْلِقُوْا هٰذَيْنِ اَوْ قُصُّوْهُمَا فَاِنَّ هٰذَا زِيُّ الْيَهُوْدِ (رواہ سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت حجاج بن حسان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ہم انس بن مالک کے پاس گئے۔ میری بہن مغیرہ نے مجھ کو حدیث بیان کی اور کہا اس وقت تو بچہ تھا۔ تیرے دو گیسو گندھے ہوئے تھے یا کہا قصتان (پیشانی کے دونوں طرف کے بال) تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا کی اور فرمایا ان دونوں کو کاٹ ڈالو یہ یہودیوں کی ہیئت ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: ''یا دو گچھے تھے'' یہاں راوی نے اپنے شک کا اظہار کیا ہے کہ حضرت حجاجؒ نے اس موقع پر لفظ ''قرنان'' کہا تھا یا ''قصتان'' قصتان اصل میں قصہ کا تثنیہ ہے جس کے معنی سر کے بالوں کے ہیں جو آگے کی جانب (پیشانی) پر پڑے رہتے ہیں۔

عورت کو اپنا سر منڈانا حرام ہے

(۶۵) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَحْلِقَ الْمَرْاَةُ رَاْسَهَا (رواہ سنن نسائی)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ عورت اپنے سر کو مونڈوائے۔ (نسائی)

تشریح: عورت کے لئے سر کے بالوں کی وہی حیثیت ہے جو مردوں کیلئے داڑھی کی ہے جس طرح مردوں کو داڑھی منڈانا حرام ہے عورتوں کیلئے سر کے بال منڈانا حرام ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ یورپ میں عورتوں نے سر منڈانا شروع کیا ڈاکٹر لوگوں نے بھی حامی بھری کچھ عرصہ بعد ان عورتوں کی داڑھیاں نکل آئیں تب ڈاکٹروں نے کہا کہ غلطی ہوگئی کہ فطرت کے خلاف فیصلہ کیا چونکہ عورت

کے جسم کی پوری قوت غریزی کا زور سر کے بالوں پر پڑتا ہے جس سے بال لمبے ہو جاتے ہیں اور حرارت خارج ہوتی ہے جب عورتوں نے سر کے بال کٹوا دیئے تو جسمانی حرارت چہرہ کی طرف متوجہ ہوئی تو داڑھیاں نکل آئیں۔

سر اور داڑھی کے بالوں کا بکھرا ہوا ہونا غیر مہذب ہونے کی علامت ہے

(۶۶) وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ ثَائِرُ الرَّاسِ وَاللِّحْيَةِ فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ كَاَنَّهٗ يَاْمُرُهٗ بِاِصْلَاحِ شَعْرِهٖ وَلِحْيَتِهٖ فَفَعَلَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَيْسَ هٰذَا خَيْرًا مِنْ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدُكُمْ وَهُوَثَائِرُ الرَّاسِ كَاَنَّهٗ شَيْطَانٌ۔ (رواہ مالک)

ترجمہ: حضرت عطاء بن یسار سے روایت ہے کہا ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے ایک آدمی پراگندہ سر اور داڑھی مسجد میں داخل ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کیا اسے بالوں کے سنوارنے کا حکم دیتے تھے۔ اس نے بال سنوارے پھر آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بہتر نہیں ہے اس بات سے کہ ایک تمہارا آئے اس کے سر کے بال پراگندہ ہوں گویا کہ وہ شیطان ہے۔ (روایت کیا اس کو مالک نے)

گھر کے صحن کو صاف ستھرا رکھو

(۶۷) وَعَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ سَمِعَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطَّيِّبَ نَظِيْفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ كَرِيْمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ جَوَادٌ يُحِبُّ الْجُوْدَ فَنَظِّفُوْا اُرَاهُ قَالَ اَفْنِيَتَكُمْ وَلَاتَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِمُهَا جِرِيْنَ مِسْمَارٍ فَقَالَ حَدَّثَنِيْهِ عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ نَظِّفُوْا اَفْنِيَتَكُمْ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سنے گئے کہ وہ کہہ رہے ہیں اللہ تعالیٰ پاک ہے پاکیزگی کو پسند کرتا ہے۔ ستھرا ہے ستھرائی کو پسند کرتا ہے کریم ہے کرم کو پسند رکھتا ہے۔ بخشش والا ہے بخشش کو پسند رکھتا ہے پس صاف رکھو میرا خیال ہے کہا اپنے صحنوں کو اور یہودیوں کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔ اس بات کا ذکر میں نے مہاجرین مسمار سے کیا۔ اس نے کہا مجھ کو عامر بن سعد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا اس نے اپنے باپ سے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

مونچھیں ترشوانے کی سنت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جاری ہوئی

(۶۸) وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ كَانَ اِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ اَوَّلَ النَّاسِ ضَيَّفَ الضَّيْفَ وَ اَوَّلَ النَّاسِ اِخْتَتَنَ وَ اَوَّلَ النَّاسِ قَصَّ شَارِبَهٗ وَ اَوَّلَ النَّاسِ رَاَى الشَّيْبَ فَقَالَ يَا رَبِّ مَا هٰذَا قَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى وَقَارٌيَا اِبْرَاهِيْمُ قَالَ رَبِّ زِدْنِيْ وَقَارًا۔ (رواہ مالک)

ترجمہ: حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا اس نے سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے ابراہیم رحمٰن کے خلیل پہلے شخص ہیں جنہوں نے مہمان کی مہمانی کی اور پہلے ہیں جنہوں نے ختنہ کیا پہلے ہیں جنہوں نے اپنی لبیں کتریں۔ سب لوگوں سے پہلے ہیں جنہوں نے بڑھاپا دیکھا کہا اے میرے رب یہ کیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا یہ وقار ہے اے ابراہیم اس نے کہا اے رب مجھ کو وقار زیادہ کر۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

تشریح: سیوطیؒ نے موطا کے حاشیہ میں ایسی اور چیزوں کا بھی ذکر کیا ہے جن کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی ہے جو یہ ہیں: ناخن کاٹنا' مانگ نکالنی' استرا استعمال کرنا' پائجامہ پہننا' مہندی اور وسمہ کا خضاب لگانا' منبر پر خطبہ پڑھنا' خدا کی راہ میں جہاد کرنا' میدان جنگ میں لشکر کو میمنہ' میسرہ' مقدمہ اور قلب کی ترتیب کے ساتھ صف آراء کرنا' لوگوں کے ساتھ معانقہ کرنا اور ثرید تیار کرنا۔

بَابُ التَّصَاوِيْرِ.... تصاویر کا بیان

تصاویر تصویر کی جمع ہے کسی چیز کی صورت بنانے کو کہتے ہیں خواہ مجسمہ کی صورت میں ہو یا ہاتھ کی کشیدہ کاری سے ہو یا کیمرہ و مشین اور شعاعوں کے ذریعہ سے ہو سب کو تصویر کہہ سکتے ہیں اس باب میں جن تصاویر کا بیان ہے ان سے جاندار کی تصاویر مراد ہیں کیونکہ شریعت جائز اور ناجائز سے گفتگو کرتی ہے اور ناجائز تصاویر وہی ہیں جو جاندار کی ہوں غیر جاندار اشیاء کی تصاویر اسلام میں منع نہیں ہیں۔

باب التصاویر کی احادیث میں جن جاندار تصاویر کا بیان کیا گیا ہے اس میں پردوں پر تصویروں کی ممانعت کا تذکرہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ تصاویر کی ممانعت کا تعلق صرف مجسموں سے نہیں ہے بلکہ جاندار حیوان کی ہر قسم تصاویر حرام ہیں خواہ ہاتھ سے بنائی گئی ہوں یا کوئی اور ذریعہ استعمال کیا گیا ہو جاندار کی تصاویر کی حرمت کی دو وجہ ہیں (۱) حرمت کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جاندار کی تصاویر میں تخلیق خداوندی سے بہت مشابہت ہے (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ تصاویر کے راستہ سے ہمیشہ شرک آیا ہے اور آئندہ بھی آئے گا۔ آج کل لوگ آغا خان کی تصویر کو پوجتے ہیں، خمینی کی تصاویر کی پوجا پاٹ ہوتی ہے، الطاف حسین کی تصاویر کو ان کے چاہنے والے سجدہ لگاتے ہیں، اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میں شرک نہیں کرتا ہوں تو جو لوگ تصاویر کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہیں، اس کی ذمہ داری کس پر ہے؟

بت پرستی دین احمد میں ابھی آئی نہیں ۔۔۔ اس لئے تصویر جاناں ہم نے کھچوائی نہیں

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... تصویر بنانے اور رکھنے کا مسئلہ

(۱) عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَا تَصَاوِيْرُ (صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا اور تصویریں ہوں۔ (متفق علیہ)

تشریح: علماء نے لکھا ہے کہ یہاں وہ تصویر اور کتا مراد ہے جن کا گھر میں رکھنا حرام نہیں ہے، جیسے وہ کتا جو شکار یا کھیت کھلیان اور مویشیوں وغیرہ کی حفاظت کیلئے پالا گیا ہو یا ایسی تصویریں جو بچھونوں وغیرہ پر ہوں اور ان کی تحقیر و پامالی کی جاتی ہو چنانچہ گھر میں ایسے کتے یا ایسی تصویر بنانا تو ہر صورت میں حرام ہے خواہ بچھونے پر ہو خواہ درہم سکوں اور نوٹوں پر ہوں۔ اور خواہ کسی اور چیز پر بنائی جائے۔ جاندار کی تصویر و مورت بنانے والا ایک سخت حرام عمل کا ارتکاب کرتا ہے اور گناہ کبیرہ میں مبتلا ہوتا ہے البتہ غیر جاندار چیزوں جیسے درخت، پہاڑ اور عمارت وغیرہ کی تصویر بنانا حرام نہیں ہے۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ مذکورہ حکم عمومی نوعیت کا ہے یعنی کسی گھر میں مطلق تصویر اور کتے کی موجودگی ملائکہ کے داخل ہونے میں رکاوٹ بنتی ہے، اگر چہ کتا اور تصویریں اسی نوعیت کی کیوں نہ ہوں جن کا گھر میں رکھنا حرام نہیں ہے۔ ''فرشتوں'' سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بندوں کے اعمال لکھنے اور ان کی حفاظت پر مامور نہیں ہوتے کیونکہ جو فرشتے اعمال لکھنے اور حفاظت کرنے پر معمور ہوتے ہیں وہ کسی بھی حال میں انسان سے جدا نہیں ہوتے۔

غیر ضروری کتوں کو مار ڈالا جائے

(۲) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْبَحَ يَوْمًا وَاجِمًا وَقَالَ اِنَّ جِبْرَئِيْلَ كَانَ وَعَدَنِیْ اَنْ يَلْقَانِی اللَّيْلَةَ فَلَمْ يَلْقَنِیْ اَمَا وَاللّٰهِ مَااَخْلَفَنِیْ ثُمَّ وَقَعَ فِیْ نَفْسِهٖ جِرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ فُسْطَاطٍ لَهٗ فَاَمَرَ بِهٖ فَاُخْرِجَ ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِهٖ مَاءً فَنَضَحَ مَكَانَهٗ فَلَمَّا اَمْسٰی لَقِيَهٗ جِبْرَئِيْلُ فَقَالَ لَقَدْ كُنْتَ وَعَدْتَنِیْ اَنْ تَلْقَانِی الْبَارِحَةَ قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنَّا لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَا صُوْرَةٌ فَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ فَاَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ حَتّٰی اِنَّهٗ يَاْمُرُ بِقَتْلِ كَلْبِ الْحَائِطِ الصَّغِيْرِ وَيَتْرُكُ كَلْبَ الْحَائِطِ الْكَبِيْرِ. (رواہ صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس میمونہ سے روایت کرتے ہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن غمگین حالت میں صبح کی فرمایا حضرت جبریل علیہ السلام نے میرے ساتھ آج رات ملاقات کا وعدہ کیا تھا لیکن وہ ملے نہیں خبردار اللہ کی قسم کبھی انہوں نے وعدہ خلافی نہیں کی پھر آپ کے دل میں ایک کتے کے بچے کا خیال گذرا جو خیمہ کے نیچے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اس کو نکالا گیا پھر آپ نے اپنے ہاتھ میں پانی لیا اور اس کی جگہ پر چھینٹے مارے۔ جب شام ہوئی ان کو جبرئیل علیہ السلام ملے آپ نے فرمایا تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم گزشتہ رات مجھے ملو گے فرمایا ہاں لیکن ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا اور تصویر ہو۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز صبح کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ چھوٹے باغ کے کتے کو بھی قتل کیا جاتا تھا اور بڑے باغ کے کتے کو چھوڑ دیا جاتا تھا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: عرب معاشرہ میں بھی شوقیہ کتوں کے پالنے کا رواج ہو گیا تھا جس طرح دیگر دنیا میں تھا ابتداء اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کے مارنے کا مطلقاً حکم دیا تھا جب لوگوں کے دلوں میں کتوں کی نفرت بیٹھ گئی تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کے پیش نظر چند کتوں کے پالنے کی اجازت دیدی۔ زیر بحث حدیث میں وہی ابتدائی دور کا نقشہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام کتوں کے مارنے کا حکم دیا تھا ہاں بڑے باغ کی حفاظت والے کتے کی ضرورت کے پیش نظر اجازت دیدی تھی یہ بھی دوسرا مرحلہ تھا ورنہ اس سے پہلے تو کسی کتے کو رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ کتوں کے مفاسد کا آج کل اندازہ ہوتا ہے مغرب اور یورپ کے اکثر گھروں میں عورتیں کتوں کو شوہر کے درجہ میں پالتی ہیں اور ان سے شوہر کا کام لیتی ہیں ابھی چند ماہ قبل ہندوستان میں ایک عورت نے اعلانیہ طور پر کتے سے شادی کر لی اور نکاح پڑھایا گیا۔ ''جرو کلب'' کتے کے چھوٹے بچے کو جرو کہتے ہیں جس کا ترجمہ پلاّ ہے (گوکرے)۔ ''فسطاط'' اس کا ترجمہ خیمہ ہے لیکن اصل واقعہ کے اعتبار سے یہ کوئی ٹاٹ یا چارپائی یا کوئی تخت تھا جس کے نیچے پلا چھپا ہوا تھا۔ ''الحائط'' کھجور وانگور وغیرہ کے بڑے باغ کو کہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تصویر دار چیزوں کو ضائع کر دیتے تھے

(۳) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَتْرُكُ فِيْ بَيْتِهٖ شَيْئًا فِيْهِ تَصَالِيْبُ اِلَّا نَقَضَهٗ (بخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کسی چیز میں تصویر نہیں چھوڑتے تھے مگر اس کو توڑ ڈالتے تھے۔ روایت اس کو بخاری نے۔

تشریح: ''تصالیب'' اصل میں تو تصلیب کی جمع ہے جس کے معنی صلیب (سولی) کی تصویر بنانا ہیں اور جن کو عیسائی برکت کیلئے اپنے پاس رکھتے ہیں اور اس کی پرستش کرتے ہیں ان کے خیال میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے سولی پر چڑھا دیا تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے اٹھا لیا' چنانچہ اس سولی کی تصویر ان کے نزدیک ایک مقدس مذہبی علامت ہوتی ہے لیکن یہاں حدیث میں ''تصالیب'' سے مطلق جاندار کی تصاویر مراد ہیں۔

تصویر بنانے والوں کو آخرت میں عذاب بھگتنا پڑے گا

(۴) وَعَنْهَا اَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيْهَا تَصَاوِيْرُ فَلَمَّا رَاٰهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَعَرَفَتْ فِيْ وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ مَاذَا اَذْنَبْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ قَالَتْ قُلْتُ اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيُقَالُ لَهُمْ اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ وَقَالَ اِنَّ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ الصُّوْرَةُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ. (رواہ صحیح المسلم ورواہ صحیح البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس نے ایک تکیہ خریدا جس میں تصویریں تھیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا دروازے کے پاس کھڑے ہوئے اور داخل نہ ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر

ناگواری کے آثار دیکھے اس نے کہا میں نے کہا اے اللہ کے رسول میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں میں نے کیا گناہ کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس تکیہ کا کیا حال ہے میں نے کہا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خریدا ہے تا کہ آپ اس پر بیٹھیں اور تکیہ لگائیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان تصویروں کے بنانے والے کو قیامت کے دن عذاب کیا جائے گا اور ان کو کہا جائے گا جو تم نے بنایا تھا اس کو زندہ کرو۔اور آپ نے فرمایا جس گھر میں تصویریں ہوں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "نمرقة" نون پر پیش ہے میم ساکن ہے را پر بھی پیش ہے چھوٹے تکیہ کو کہتے ہیں علامہ نووی نے لکھا ہے کہ بعض علماء کا کہنا ہے کہ اس سے پردہ مراد ہے اھ۔اگر پردہ مراد لیا جائے تو احادیث کا سمجھنا آسان ہو جائے گا اور یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ تصاویر کیمرہ مشین سے ہوں یا ہاتھ سے بنائی گئی ہوں سب ناجائز ہیں خواہ مجسمہ کی صورت ہو یا غیر مجسمہ ہو دیکھئے یہاں پردہ پر جو تصویریں تھیں یہ کوئی مجسمے تو نہیں تھے بلکہ آج کل کے کاغذ کے اوراق اور کپڑوں کی تصاویر کی طرح تھیں۔"احیوا ما خلقتم" یعنی تم نے جو حیوان کی تصاویر بنائی ہیں اب اس میں جان ڈالو ورنہ عذاب بھگتتے رہو یہ تعلیق بالمحال اور تعجیز ہے۔

آرائشی پردے لٹکانا ناپسندیدہ

(۵) وَعَنْهَا اَنَّهَا كَانَتْ قَدِ اتَّخَذَتْ عَلٰى سَهْوَةٍ لَهَا سِتْرًا فِيهِ تَمَاثِيلُ فَهَتَكَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّخَذَتْ مِنْهُ نُمْرُقَتَيْنِ فَكَانَتَا فِي الْبَيْتِ يَجْلِسُ عَلَيْهِمَا. (رواه صحيح المسلم ورواه صحيح البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس نے اپنے شہ نشین پر پردہ ڈالا جس میں تصویریں تھیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پھاڑ دیا اس نے اس سے دو تکیے بنالیے وہ گھر میں تھے اور ان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے تھے۔(متفق علیہ)

تشریح: بظاہر یہ حدیث اس حدیث کے منافی ہے جو اس سے پہلے گزری ہے کیونکہ پہلی حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تکیہ پر بنی ہوئی تصویریں گھر میں ملائکہ کو داخل ہونے سے روکتی ہیں' اگر چہ ایسی تصویروں کا گھر میں رہنے دینا حرام نہ ہو' اس صورت میں وہ دونوں تکیے جن پر تصویریں تھیں حضرت عائشہؓ کے گھر میں کیسے رکھے ہوئے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان تکیوں پر جو تصویریں تھیں وہ کسی جاندار کی نہیں تھیں جن کا بنانا اور رکھنا حرام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس پردہ کو پھاڑ ڈالا تھا تو اس کی وجہ تھی اس پردے پر تصویروں کی موجودگی نہیں تھی بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ در و دیوار پر بلا ضرورت پردے لٹکانا منشاء خداوندی کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ پتھر اور مٹی کو کپڑے پہنائے جائیں جیسا کہ آگے آنے والی حدیث سے معلوم ہوگا اور اگر بالفرض وہ تصویریں کسی جاندار ہی کی تھیں تو اس صورت میں کہا جائے گا کہ جب تکیہ بنانے کیلئے اس پردہ کی کانٹ چھانٹ ہوئی تو اس پر جو تصویریں تھیں ان کے سر کٹ گئے تھے۔بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ "ہتک" (کہ جس کا ترجمہ پھاڑ ڈالنا کیا گیا ہے) کے معنی ان تصویروں کو کاٹنا اور مٹا دینا ہیں جو اس پردہ پر تھیں۔

(۶) وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ غَزَاةً فَاَخَذْتُ نَمَطًا فَسَتَرْتُهُ عَلَى الْبَابِ فَلَمَّا قَدِمَ فَرَأَى النَّمَطَ فَجَذَبَهُ حَتّٰى هَتَكَهُ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَاْمُرْنَا اَنْ نَكْسُو الْحِجَارَةَ وَالطِّيْنَ (رواه صحيح المسلم ورواه صحيح البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لیے نکلے میں نے ایک کپڑا لیا اور دروازے پر اس کا پردہ لگا دیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے آپ نے پردہ پڑا ہوا دیکھا آپ نے اس کو کھینچا یہاں تک کہ اس کو پھاڑ دیا۔پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم کو مٹی اور پتھروں کو کپڑے پہنانے کا حکم نہیں دیا۔(متفق علیہ)

تشریح: "نمطاً" ایک عمدہ قسم کے نرم بچھونے کو کہتے ہیں ہودج پر بھی ڈال دیا جاتا ہے ہوسکتا ہے یہ نمدہ سے معرب ہو' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس لئے پھاڑ دیا کہ اس پر گھوڑے کی تصویر بنی ہوئی تھی ورنہ دروازہ پر کپڑا ڈالنا اور پردہ کرنا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل تھی یہ بھی احتمال ہے کہ یہ پردہ غیر ضروری آرائشی زیبائشی تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھاڑ دیا حدیث کے آخری الفاظ اس احتمال کی تائید کرتے ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسندی کی وجہ یہ بتادی کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس کا پابند نہیں بنایا کہ ہم مٹی اور پتھر کو کپڑے پہنائیں۔

تصویر بنانے والے کے بارے میں وعید

(۷) وَعَنْهَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهِؤُنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ (صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں فرمایا قیامت کے دن سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی پیدائش کے ساتھ مشابہت کرتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح: "مشابہت اختیار کرتے ہیں" یعنی صورت بنانا اللہ کا کام ہے لہٰذا جو شخص تصویر بناتا ہے وہ گویا اپنے فعل کو اللہ تعالیٰ کے فعل کے ساتھ مشابہ کرتا ہے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ تصویر بنانے والا گویا اس چیز (تصویر) کو بناتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے مشابہ ہوتی ہے۔ ابن ملک ؒ کہتے ہیں کہ اگر مصور کا فعل تصویر سازی اسی نظریئے (عقیدے) کے تحت ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فعل صورت گری کی مماثلت کرنے والا ہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور اس صورت میں اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کو اس کے قبیح کفر کی بناء پر دوسرے کافروں کی بہ نسبت زیادہ سخت عذاب بھگتنا ہوگا اور اگر وہ ایسا عقیدہ نہ رکھتا ہو تو پھر اس کے حق میں یہ حدیث تہدید پر محمول ہوگی۔

(۸) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِىْ فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً اَوْ لِيَخْلُقُوْا حَبَّةً اَوْ شَعِيْرَةً (رواه صحیح المسلم ورواه صحیح البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو میری پیدائش کی طرح پیدا کرنا چاہتا ہے پس چاہیے کہ پیدا کریں وہ ایک چیونٹی یا ایک دانہ یا ایک جو۔ (متفق علیہ)

تشریح: یعنی تصویریں بنا بنا کر تخلیق خداوندی کی مشابہت اگر اختیار کرنی ہے تو پھر کھل کر میدان میں آؤ اور ایک چیونٹی پیدا کر دو یا ہوا میں اڑنے والا ذرہ پیدا کر دو یا جو کا دانہ پیدا کرو اس حدیث میں امر کا صیغہ تعجیز کیلئے ہے۔ بہر حال پوری دنیا کے بادشاہ اور عوام مل کر ایک چھٹانک مٹی پیدا نہیں کر سکتے ہیں مرغی چوزوں کی دلکش تصویروں میں مشابہت اختیار کرتے ہیں لیکن پوری دنیا کے بادشاہ اور عوام مل کر مرغی کا ایک انڈا نہیں دے سکتے ہیں ذرا ایک انڈا دیکر دکھا تو دیں اگر نہیں تو پھر دوسرے کی تخلیق میں بے جا جوڑ توڑ کیوں کرتے ہو؟ عاجز ہو کر قادر بننے کی کوشش کرنا کتنا بڑا ظلم ہے۔

(۹) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَاللّٰهِ الْمُصَوِّرُوْنَ (رواه صحیح المسلم ورواه صحیح البخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے قیامت کے دن سب سے بڑھ کر عذاب مصوروں کو ہوگا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "المصورون" اصطلاحی طور پر جاندار کی تصویر بنانے والے کو مصور کہتے ہیں غیر جاندار کی تصویر بنانے والے کو نقاش کہا جاتا ہے یہاں جاندار کی تصویر مراد ہے۔

(۱۰) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّ مُصَوِّرٍ فِى النَّارِ يَجْعَلُ لَهٗ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسٌ فَيُعَذِّبُهٗ فِىْ جَهَنَّمَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَاصْنَعِ الشَّجَرَ وَمَا لَا رُوْحَ فِيْهِ (صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے ہر مصور دوزخ میں جائے گا ہر اس تصویر کے بدلہ میں جو اس نے بنائی ہے ایک شخص بنا دیا جائے گا جو اس کو جہنم میں عذاب کرے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تو تصویر اتارنا چاہتا ہے تو درخت کی تصویر اتار یا جس میں روح نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: یوں تو ہر طرح کی تصویر اور مورت بنانا ناجائز ہے تاہم اکثر علماء نے لڑکیوں کیلئے گڑیوں کو مستثنیٰ رکھا ہے یعنی ان کے نزدیک لڑکیوں

کے حق میں گڑیاں بنانا مباح ہے لیکن امام مالکؒ نے مردوں کو ان کا خریدنا مکروہ قرار دیا ہے اور بعض علماء نے مذکورہ اباحت کو منسوخ قرار دیا ہے۔

(۱۱) وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مِنْ تَحَلَّمَ بِحَلْمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ اَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيْرَتَيْنِ وَلَنْ يَفْعَلَ وَمَنِ اسْتَمَعَ اِلٰى حَدِيْثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ اَوْ يَفِرُّوْنَ مِنْهُ صُبَّ فِىْ اُذُنَيْهِ الْاٰنُكُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً عُذِّبَ وَكُلِّفَ اَنْ يَنْفُخَ فِيْهَا وَلَيْسَ بِنَافِخٍ. (رواه الصحيح البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا فرماتے تھے جو شخص اس خواب کا دعویٰ کرے جو اس نے دیکھا نہیں تکلیف دیا جائے گا کہ وہ دو جو کے درمیان گرہ لگائے اور ایسا ہرگز نہ کر سکے گا اور جو شخص ایک قوم کی باتوں کی طرف کان لگاتا ہے اور وہ اس کو ناپسند سمجھتے ہیں یا اس سے بھاگتے ہیں قیامت کے دن اس کے کان میں سیسہ ڈالا جائے گا جو شخص کوئی تصویر بنائے اس کو عذاب دیا جائے گا اور تکلیف دیا جائے گا کہ اس میں روح پھونکے اور نہ پھونک سکے گا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: "تحلم" یعنی ایسا خواب بیان کیا جو دیکھا نہیں تھا بلکہ جھوٹ بنا کر بیان کیا تو اس کو یہ سزا ہوگی کہ جو کے دو دانوں کو آپس میں گرہ دینے پر مجبور کیا جائے گا جب گرہ نہیں لگا سکے گا تو ہمیشہ عذاب میں مبتلا رکھا جائے گا کیونکہ یہ تعلیق بالمحال ہے جھوٹا خواب بیان کرنا عام جھوٹ بولنے سے زیادہ سخت اس لئے ہے کہ جھوٹے خواب میں یہ شخص عالم غیب پر جھوٹ بولتا ہے نیز خواب نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہے تو گویا اس شخص نے نبوت کے ایک حصہ میں جھوٹ بولا جو بڑا جرم ہے مثلاً یہ شخص کہتا ہے کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ مجھے ولایت کا فلاں رتبہ دیا گیا ہے یا فلاں شخص کی مغفرت ہوگئی ہے یا میں نے حج کیا ہے یا میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے یا مجھے جنت کا پروانہ ملا ہے اس طرح جھوٹا خواب بیان کرنا باعث عذاب ہے۔

"استمع" یعنی کچھ لوگوں کی خفیہ باتوں کے سننے کیلئے کان لگاتا ہے اور باتیں سن کر اس کو پھیلاتا ہے اور فساد برپا کرتا ہے یہ حرام ہے۔

"صب" یعنی ڈالا جائے گا۔ "الانک" یہ سیسہ اور تانبے کو کہا جاتا ہے۔ "ولیس بنافخ" یعنی جس شخص نے جاندار کی تصویر بنائی قیامت میں اس کو مجبور کیا جائے گا کہ اب اس میں جان ڈال دو وہ شخص اس میں جان نہیں ڈال سکے گا تو اس پر اس کی سزا ہوگی اور یہ سزا ہمیشہ کیلئے ہو گی یہ بھی تعلیق بالمحال ہے کہ اس میں روح ڈالو ورنہ عذاب میں پڑے رہو جب روح نہیں ڈال سکے گا تو عذاب میں پڑا رہے گا۔

نردشیر کھیلنے کی مذمت

(۱۲) وَعَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِشِيْرِ فَكَاَنَّمَا صَبَغَ يَدَهُ فِىْ لَحْمِ خِنْزِيْرٍ وَدَمِهِ (مسلم)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نردشیر کے ساتھ کھیلا گویا کہ اس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور خون کے ساتھ رنگا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "نردشیر" چوسر کی قسم سے ایک کھیل ہے جس کو فارس (ایران) کے ایک بادشاہ شاپور ابن اردشیر ابن بابک نے ایجاد کیا تھا چونکہ سور کا گوشت اور لہو نہ صرف یہ کہ نجس ہوتا ہے بلکہ اس سے بہت زیادہ نفرت بھی ہوتی ہے اس لئے خاص طور پر اس کا ذکر کیا گیا تاکہ لوگ اس کھیل سے نہایت بیزاری برتیں۔ واضح رہے کہ مطلق نرد کے ذریعہ کھیلنا تمام علماء کے نزدیک حرام ہے خواہ وہ چوسر کی صورت میں ہو تختہ نرد کی صورت میں اور یا کسی اور طرح کا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ.... بچھونے پر تصویروں کا ہونا مکروہ نہیں

(۱۳) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِىْ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَتَيْتُكَ الْبَارِحَةَ فَلَمْ يَمْنَعْنِىْ اَنْ اَكُوْنَ دَخَلْتُ اِلَّا اَنَّهُ كَانَ عَلَى الْبَابِ تَمَاثِيْلُ وَكَانَ فِى الْبَيْتِ قِرَامُ سِتْرٍ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ وَكَانَ فِى الْبَيْتِ كَلْبٌ فَمُرْ بِرَاْسِ الَّذِىْ عَلٰى بَابِ الْبَيْتِ فَيُقْطَعُ فَيُصِيْرُ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ وَمُرْ بِالسِّتْرِ فَلْيُقْطَعْ فَلْيُجْعَلْ وِسَادَتَيْنِ

مَنْبُوْذَتَيْنِ تُوْطَانِ وَمُرْ بِالْكَلْبِ فَلْيُخْرَجُ فَفَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا گزشتہ شب میں آپ کے پاس آیا تھا لیکن مجھ کو گھر میں داخل ہونے سے اس بات نے روک دیا کہ دروازے پر تصویریں تھیں۔ اور گھر میں ایک منقش پردہ تھا جس میں تصویریں تھیں اور گھر میں کتا تھا۔ آپ تصویروں کے سر جو دروازے کے پردے پر ہیں کاٹ دینے کا حکم دیں وہ درخت کی صورت ہو جائیں گے اور پردہ کو حکم دیں کہ کاٹا جائے اور اس کے دو تکیے بنا لیے جائیں جو روندے جائیں اور کتے کو باہر نکالنے کا حکم دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے)

تشریح: فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے کہ اس حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ مصلے کے آگے یا سر کے اوپر یا دائیں طرف یا بائیں طرف کوئی تصویر موجود ہو یا نمازی کے کپڑے پر تصویر بنی ہو البتہ بچھونے پر تصویر کے ہونے کے بارے میں دو قول ہیں ان میں سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ بچھونے یا فرش پر تصویر کا ہونا مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ اگر اس بچھونے یا فرش پر نماز پڑھی جائے تو اس جگہ سجدہ نہ کیا جائے جہاں کوئی تصویر ہو۔ واضح رہے کہ یہ مسئلہ اس صورت کا ہے جبکہ تصویریں بڑی ہوں اور دیکھنے والوں کو بغیر کسی تکلف کے نظر آئیں اور اگر تصویریں چھوٹی ہوں یا ان کے سر کٹے اور مٹے ہوئے ہوں تو ان میں کوئی مضائقہ نہیں۔

قیامت کے دن مصور وغیرہ پر مسلط کیا جانے والا خاص عذاب

(۱۴) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ عُنُقٌ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَهَا عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَاُذُنَانِ تَسْمَعَانِ وَلِسَانٌ يَنْطِقُ يَقُوْلُ اِنِّيْ وُكِّلْتُ بِثَلٰثَةٍ بِكُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ وَكُلِّ مَنْ دَعَا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَبِالْمُصَوِّرِيْنَ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن آگ سے ایک گردن نکلے گی اس کی دو آنکھیں ہوں گی جو دیکھتی ہوں گی دو کان ہوں گے جو سنتے ہوں گے اور زبان ہوگی بولنے والی کہے گی میں تین شخصوں کے لیے مقرر کی گئی ہوں ہر تکبر کرنے والے عناد کرنے والے کے لیے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود ٹھہراتا ہے اور تصویر کھینچنے والوں کے لیے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

شراب، جوا اور کوبہ حرام ہے

(۱۵) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى حَرَّمَ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْكُوْبَةَ وَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ قِيْلَ الْكُوْبَةُ الطَّبْلُ (روہ البیهقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے شراب جوا اور کوبہ کا بجانا حرام کیا ہے اور فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ کہا گیا کہ کوبہ طبل ہے۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں)

تشریح: "کوبہ" کے معنی میں علماء کے تین قول ہیں ایک تو نرد دوسرے بربط اور تیسرے طبل جیسا کہ مصنف نے حدیث کے کسی راوی سے نقل کیا ہے ڈھولکی اور ڈھولک وغیرہ کی طرح طبل بھی ایک خاص قسم کا دو رخا باجا ہوتا ہے حدیث میں وہ طبل مراد ہے جو محض لہو ولعب کیلئے ہو نہ کہ غازیان اسلام کا طبل۔

(۱۶) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَالْكُوْبَةِ وَالْغُبَيْرَاءِ وَالْغُبَيْرَاءُ شَرَابٌ تَعْمَلُهُ الْحَبَشَةُ مِنَ الذُّرَةِ وَيُقَالُ لَهَا السُّكُرْكَةُ. (رواہ سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب جوئے کوبہ غبیراء سے منع فرمایا ہے غبیراء ایک قسم کی شراب ہے جس کو حبشی لوگ چینے سے بناتے تھے اس کو سکرکہ کہتے ہیں۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد)

نرد سے کھیلنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنا ہے

(۱۷) وَعَنْ اَبِی مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (رواه مسند احمد بن حنبل و سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نرد کے ساتھ کھیلے اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد نے۔

کبوتر بازی حرام ہے

(۱۸) وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی رُجُلًا يَتَّبِعُ حَمَامَةً فَقَالَ شَيْطَانٌ يَتَّبِعُ شَيْطَانَةً (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ کبوتر کے پیچھے پڑ رہا ہے فرمایا یہ شیطان ہے جو شیطان کے پیچھے پڑ رہا ہے۔ روایت کیا اس کو احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: اس شخص کو شیطان اس لئے فرمایا کہ وہ حق سے بعض اختیار کئے ہوئے تھا اور لایعنی و بے مقصد کام میں مشغول تھا اور ان کبوتروں کو اس بناء پر شیطان فرمایا کہ انہوں نے اس شخص کو بازی اور لہو ولعب میں مشغول کر کے ذکر الٰہی اور دین و دنیا کے دوسرے کاموں سے باز رکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کبوتر بازی حرام ہے اور نوویؒ نے لکھا ہے کہ انڈے بچے حاصل کرنے کے لئے دل کو بہلانے کی خاطر اور نامہ بری کے مقصد سے کبوتروں کو پالنا بلا کراہت جائز ہے، لیکن ان کو اڑانا مکروہ ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ..... تصویر کشی کا پیشہ ناجائز ہے

(۱۹) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِی الْحَسَنِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ اِذْ جَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ اِنِّی رَجُلٌ اِنَّمَا مَعِيْشَتِیْ مِنْ صَنْعَةِ يَدِیْ وَاِنِّیْ اَصْنَعُ هٰذِهِ التَّصَاوِيْرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا اُحَدِّثُكَ اِلَّا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ يَقُوْلُ مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فَاِنَّ اللّٰهَ مُعَذِّبُهٗ حَتّٰی يَنْفُخَ فِيْهِ الرُّوْحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيْهَا اَبَدًا فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيْدَةً وَاصْفَرَّ وَجْهُهٗ فَقَالَ وَيْحَكَ اِنْ اَبَيْتَ اِلَّا اَنْ تَصْنَعَ فَعَلَيْكَ بِهٰذَا الشَّجَرِ وَكُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيْهِ رُوْحٌ. (رواه رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت سعید بن ابی حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں ابن عباس کے پاس تھا کہ اس کے پاس ایک آدمی آیا اس نے کہا اے ابن عباس میں ایک شخص ہوں میری معیشت میرے ہاتھ کے پیشہ میں ہے میں یہ تصویریں بناتا ہوں۔ ابن عباس نے کہا میں تجھ کو نہیں بیان کرتا مگر جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے میں نے آپ سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو شخص تصویر بنائے اللہ تعالیٰ اس کو عذاب کرے گا۔ یہاں تک کہ اس میں روح پھونکے اور کبھی اس میں پھونکنے والا نہیں ہے۔ اس شخص نے ٹھنڈا سانس لیا اس کا چہرہ زرد ہو گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا تیرے لیے افسوس ہوا گر تو انکار کرتا ہے مگر یہ کہ تو تصویر بنائے تو اس درخت کو لازم پکڑ اور ہر ایسی چیز جس میں روح نہ ہو۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "فربا الرجل" ربا یربو سے ہے یعنی ایک ٹھنڈا لمبا سانس لیا اور خوف خدا سے رنگ پیلا پڑ گیا۔ گھوڑا جب دوڑتا ہے اور تھک کر لمبا سانس لیتا ہے اس کو ربا الفرس ربوۃ کہتے ہیں کاش اگر کوئی شارح اس کا ترجمہ کانپنے سے کرتا تو ربوۃ شدیدۃ بھی صحیح سمجھ میں آ جاتا اور واصفر وجھہ بھی سمجھ میں آ جاتا مگر کسی نے یہ ترجمہ نہیں کیا ہے بس سانس چڑھنے اور ٹھنڈا لمبا سانس بلند کرنے کا ترجمہ کیا ہے۔ اس حدیث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جاندار کے علاوہ ہر چیز کی تصویر بنانا جائز ہے۔

کنیسہ کا ذکر

(۲۰) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ بَعْضُ نِسَائِهٖ كَنِيْسَةً يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ وَكَانَتْ اُمُّ سَلَمَةَ وَاُمُّ حَبِيْبَةَ اَتَتْ اَرْضَ الْحَبْشَةِ فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَ تَصَاوِيْرَ فِيْهَا فَرَفَعَ رَاسَهٗ فَقَالَ اُولٰئِكَ اِذَا مَاتَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ وَاُولٰئِكَ شِرَارُ خَلْقِ اللّٰهِ (صحيح المسلمورواه صحيح البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت بیمار ہوئے آپ کی کسی بیوی نے ایک کنیسہ کا ذکر کیا جس کا نام ماریہ تھا ام حبیبہ اور ام سلمہ حبشہ گئی تھیں۔ انہوں نے اس کی خوبصورتی اور تصویروں کا ذکر کیا۔ آپ نے اپنا سر اٹھایا فرمایا وہ لوگ ایسے ہیں جب ان میں کوئی نیک آدمی مر جاتا ہے اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے۔ پھر اس میں یہ تصویریں بنا دیتے وہ اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں۔ (متفق علیہ)

سب سے سخت ترین عذاب کن لوگوں پر ہو گا

(۲۱) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ قَتَلَ نَبِيًّا اَوْقَتَلَهٗ نَبِيٌّ اَوْ قَتَلَ اَحَدَ وَالِدَيْهِ وَالْمُصَوِّرُوْنَ عَالِمٌ لَمْ يَنْتَفِعْ بِعِلْمِهٖ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سخت ترین عذاب اس شخص کو ہو گا جس نے کسی نبی کو قتل کیا یا کسی نبی نے اس کو قتل کیا یا کسی نے اپنے ماں باپ میں سے کسی کو قتل کیا اور مصور اور ایسا عالم جو اپنے علم کے ساتھ نفع حاصل نہیں کرتا۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے۔

تشریح: جس شخص کو میدان جہاد میں کسی نبی نے قتل کیا ہو گا اس کا سخت ترین عذاب میں مبتلا ہونا ایک اور روایت سے بھی ثابت ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ اشتد غضب الله علی رجل تقتله رسول الله فی سبیل اللہ یعنی اللہ کا سخت ترین عذاب غضب (عذاب) اس شخص پر ہو گا جس کو اللہ کے رسول نے خدا کی راہ یعنی جہاد میں قتل کیا ہو گا! کیونکہ اللہ کے رسول کا مقتول اصل میں وہی شخص ہو گا جو اللہ کے رسول کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو گا۔ جہاد کی قید کے ذریعہ گویا اس قتل کو مستثنیٰ رکھا گیا ہے جو حد اور قصاص کے طور پر ہو۔

شطرنج کی مذمت

(۲۲) وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ الشِّطْرَنْجُ هُوَ مَيْسِرُ الْاَعَاجِمِ.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا شطرنج عجمیوں کا جوا ہے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے۔

(۲۳) وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ اَبَا مُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ قَالَ لَا يَلْعَبُ بِالشِّطْرَنْجِ اِلَّا خَاطِئٌ.

ترجمہ: حضرت ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو موسیٰ اشعری کہتے تھے شطرنج کے ساتھ نہیں کھیلتا مگر خطا کار۔ (بیہقی)

(۲۴) وَعَنْهُ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ لَعِبِ الشِّطْرَنْجِ فَقَالَ هِيَ مِنَ الْبَاطِلِ وَلَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْبَاطِلَ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الْاَرْبَعَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا وہ شطرنج کھیلنے کے متعلق پوچھے گئے انہوں نے کہا اس کا کھیلنا باطل ہے اور اللہ باطل کو پسند نہیں کرتا چاروں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے۔

تشریح: ہدایہ میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی "جس شخص نے شطرنج یا نردشیر کھیلا اس نے ویا سور کے خون میں اپنا ہاتھ ڈبویا" کی بنیاد پر نردشیر اور شطرنج کھیلنا مکروہ تحریمی ہے۔ جامع صغیر میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ شطرنج کھیلنے والا ملعون ہے اور جس

شخص نے دل چسپی و رغبت کے ساتھ شطرنج کی طرف دیکھا گویا اس نے سوز کا گوشت کھایا، اور بعض کتابوں میں جو یہ نقل کیا گیا ہے کہ امام شافعیؒ نے شطرنج کے کھیل کو کچھ شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے تو نصاب الاحتساب میں امام غزالیؒ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک بھی یہ کھیل مکروہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ شافعیؒ پہلے اس کے جواز کے قائل رہے ہوں گے لیکن پھر انہوں نے اس قول سے رجوع کر لیا' درمختار وغیرہ کتابوں میں لکھا ہے کہ اس طرح کے سب کھیل مکروہ ہیں۔

کتے اور بلی کا فرق

(۲۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ دَارِ قَوْمٍ مِنَ الْاَنْصَارِ وَ دُوْنَهُمْ دَارٌ فَسَقَّ ذٰلِکَ عَلَیْهِمْ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَاتِیْ دَارَ فُلَانٍ وَلَا تَاْتِیْ دَارِنَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّ فِیْ دَارِکُمْ کَلْبًا قَالُوْ اِنَّ فِیْ دَارِهِمْ سِنَّوْرًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ السِّنَّوْرُ سُبُعٌ .(رواه الدار قطنی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے گھر آیا کرتے تھے۔ان کے نزدیک ایک گھر تھا۔ان پر آپ کا آنا گراں گذرا۔انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ فلاں گھر تشریف لے جاتے ہیں اور ہمارے گھر تشریف نہیں لاتے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس لیے کہ تمہارے گھر میں کتا ہے۔انہوں نے کہا ان کے گھر میں بلی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلی درندہ ہے۔(روایت کیا اس کو دارقطنی نے)

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے بعض حضرات کے ہاں تشریف لے جاتے تھے راستہ میں کچھ گھر انصار کے دیگر حضرات کے بھی پڑتے تھے ان سے گزر کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آگے جانا ان پر شاق گزرا کہ آنحضرت ہمارے ہاں کیوں نہیں آتے ہیں تا کہ ہمیں بھی یہ بڑا اعزاز حاصل ہو سکے کسی نے کیا خوب کہا

کلاہ گوشۂ دھقان بہ آفتاب رسید چوں سایہ بر سرش انداخت چوں تو سلطانے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے معذرت فرمائی کہ تم لوگوں نے محلہ میں کتا پال رکھا ہے اس لئے میں تمہارے محلہ میں نہیں آتا ہوں ان حضرات نے کہا کہ جہاں آپ جاتے ہیں ان لوگوں کے گھروں اور محلہ میں بلی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا بلی درندہ ہے یہ کتے کی طرح نہیں کتا شیطان ہے اور شیطان کے ساتھ فرشتوں کی عداوت ہے بلی شیطان نہیں ہے اس لئے اس کو کتوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔

کِتَابُ الطِّبِّ وَالرُّقٰی

طب اور جھاڑ پھونک کا بیان

''طب'' عام طور پر طاء کے زیر کے ساتھ مستعمل ہے لیکن سیوطیؒ کہتے ہیں کہ یہ لفظ طاء کے زبر' زیر اور پیش تینوں کے ساتھ منقول ہے' اس کے معنی ہیں ''علاج کرنا' دوا کرنا''' بعض مواقع پر اس لفظ کو طاء کے زیر کے ساتھ ''سحر'' کے معنی میں بھی استعمال کیا گیا ہے اسی اعتبار سے ''مطبوب'' اس شخص کو کہتے ہیں جس پر سحر (جادو) کیا گیا ہو۔ طب کا تعلق جسم (ظاہر) سے بھی ہوتا ہے اور نفس (باطن) سے بھی' چنانچہ حفظان صحت اور دفع مرض کے ذریعہ بدن کے علاج معالجہ کو جسمانی طب کہتے ہیں' اور باطنی ہلاکت وتباہی تک پہنچانے والے افکار واعمال اور بری عادات واطوار کے ترک وازالہ کے ذریعہ نفس کا علاج کرنے کو طب نفسانی کہتے ہیں۔ جس طرح طب کی دو قسمیں ہیں' اسی طرح دوا کی بھی دو قسمیں ہیں ایک تو جسمانی اور طبعی' خواہ وہ مفردات کی شکل میں ہو یا مرکبات کی شکل میں (جیسا کہ ظاہری دوائیں ہوتی ہیں) اور دوسری قسم روحانی ولسانی ہے۔ جو قرآن کریم اور قرآن کریم کے حکم میں شامل دوسری چیزوں کی صورت میں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے لوگوں کے علاج واصلاح کیلئے ظاہری وطبعی دواؤں کو بھی اختیار فرماتے تھے' اور باطنی وروحانی معالجہ کو بھی۔

''رقی'' اصل میں ''رقیہ'' کی جمع ہے جس کے معنی افسون کے ہیں ہماری زبان میں اس کو منتر اور روزمرہ کی بول چال میں جھاڑ پھونک بھی کہا جاتا ہے' علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآنی آیات' منقول دعاؤں اور اسماء الٰہی کے ذریعہ جھاڑ پھونک کرنا جائز ہے' ان کے علاوہ ایسے منتروں کے ذریعہ بھی جائز ہے جن کے الفاظ وکلمات کے معنی معلوم ہوں۔ اور وہ دین وشریعت کے مخالف نہ ہوں' جن منتروں کے الفاظ وکلمات ایسے ہوں کہ ان کے معنی معلوم نہ ہوں یا ان کے الفاظ وکلمات دین وشریعت کی تعلیمات واحکام کے برخلاف ہوں ان کے ذریعہ جھاڑ پھونک کرنا قطعاً جائز نہیں ہے' اسی طرح وہ اہل عزائم وتکثیر جو علم نجوم ورمل کی مدد لے کر عملیات کرتے ہیں اور حفظ ساعات وتعین اوقات جیسی چیزوں کو اختیار کرتے ہیں ان کا یہ طریقہ بھی اہل دیانت وتقویٰ کے نزدیک مکروہ حرام ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کا علاج پیدا کیا ہے

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ شِفَاءً. (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر اس کے لیے شفا اتاری ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

دوا صرف ایک ظاہری ذریعہ ہے حقیقی شفاء دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے

(۲) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ فَاِذَا اُصِیْبَ دَوَاءُ الدَّوَاءِ بَرَءَ بِاِذْنِ اللّٰهِ. (صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بیماری کی دوا ہے۔ جب دوا بیماری کو پہنچ جائے اللہ کے حکم سے مریض اچھا ہو جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح :"بر أباذن الله " بیماری سے شفایاب ہونے کو برا کہتے ہیں۔

اس حدیث سے اور اس سے پہلے حدیث سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوگئی کہ جب کسی کو بیماری لاحق ہو جائے تو علاج معالجہ اور دوا استعمال کرنا مستحب ہے۔ جس طرح مرض کا لاحق ہونا تقدیر الٰہی کے تابع ہے اسی طرح دوائی اور ازالۂ مرض کا کوئی بھی جائز ذریعہ بھی تقدیر الٰہی کے تابع ہے۔

اس حدیث سے دوسری بات یہ ثابت ہوگئی کہ دوا کے استعمال کے بعد اثر ڈالنے والا اور شفا دینے والا اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کا حکم ہے۔ دوا صرف ایک سبب اور ذریعہ ہے مؤثر حقیقی نہیں ہے یہی وہ چیز ہے جو کسی بھی علاج اور جھاڑ پھونک کے لئے بطور اصل اور بطور قاعدہ ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ کسی بھی دوا یا جھاڑ پھونک کو مؤثر بالذات سمجھنا درست نہیں ہے" مؤثر حقیقی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس کی طرف سے دوا وغیرہ کو مستقل حکم ہوتا ہے تب دوا اثر کرتی ہے۔ اسی نظریہ کو عقائد کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ اشاعرہ اور ماتریدیہ کے متکلمین کہتے ہیں کہ کھانے پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کا مستقل حکم ہوتا ہے کہ یہ کھانا اس کھانے والے کے پیٹ کو سیر کرے اور پانی اس پینے والے کی پیاس کو بجھا دے اور اگر کوئی شخص آگ میں گرتا ہے تو گرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آتا ہے کہ اس کو جلا دو ورنہ آگ اثر نہیں کرے گی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ نے اثر نہیں کیا۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بحوالہ حمیدی ایک روایت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی آدمی بیمار ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک پردہ ہوتا ہے فرشتہ اس پردہ کو بیمار کے مرض اور دوا کے درمیان حائل کر دیتا ہے اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بیمار جو بھی دوا استعمال کرتا ہے وہ مرض کو نہیں لگتی (شفا حاصل نہیں ہوتی) جب اللہ کی مشیت ہوتی ہے کہ بیمار اچھا ہو جائے تو وہ فرشتہ کو حکم دیتا ہے کہ مرض اور دوا کے درمیان سے پردہ اٹھایا جائے اس کے بعد جب بیمار دوا کو استعمال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس دوا کے ذریعہ شفا دیتا ہے۔ ان دونوں حدیثوں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جہاں پر پیدا کیا ہے اسی جگہ میں اس کے کھانے پینے اور دوا کا انتظام بھی کیا ہے جو جڑی بوٹیوں اور پھل فروٹ میں پوشیدہ ہے۔

تین چیزوں میں شفا ہے

(۳) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّفَاءُ فِي ثُلُثٍ فِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ اَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ اَوْ كَيَّةٍ بِنَارٍ وَاَنَا اَنْهٰى اُمَّتِي عَنِ الْكَيِّ. (رواه الصحيح البخاري)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزوں میں شفا ہے سینگی لگوانے میں۔ شہد کے پینے میں۔ یا آگ کے ساتھ داغ لگانے میں اور میں اپنی امت کو داغنے سے روکتا ہوں۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح :"شرطة محجم " شرط فعلة کے وزن پر نشتر مارنے کو کہتے ہیں مگر یہاں صرف مارنے کیلئے استعمال کیا گیا ہے نشتر کا مفہوم اس میں نہیں کیونکہ آگے محجم کا لفظ ہے جس سے حجام کے لوہے کا وہ آلہ مراد ہے جس کے ذریعہ حجام جسم میں زخم لگاتا ہے اور خون نکالتا ہے پورے جملے کا ترجمہ شیخ عبدالحق نے فارسی میں اس طرح کیا ہے۔ شفا در سہ چیز است یکی در خون کشیدن است

اردو میں اس کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے پچھنے والی سینگی لگانے میں ملا علی قاری نے عربی میں اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "وهو الضرب علي موضع الحجامة ليخرج الدم منه""او كية بنار" تیسری چیز جس میں شفاء ہے وہ آگ سے داغنے میں ہے یعنی داغ لگانے والے نے لوہا گرم کیا اس سے بیمار کو داغا یا روئی اور اسپند میں آگ لگا کر داغ دیا آج کل بھی اس کے ماہرین یہ کام کرتے ہیں اور علاج کامیاب ہو جاتا ہے۔

سوال:۔ آگ سے داغنے کے علاج سے بعض احادیث میں ممانعت آئی ہے جیسے زیر بحث حدیث میں ہے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود داغ کے عمل سے بعض صحابہ کا علاج کیا ہے صحابہ کے معمولات میں بھی داغ کا عمل پایا جاتا ہے ان روایات میں بظاہر تعارض ہے اس کا کیا جواب ہے؟

جواب:۔ اصل حقیقت اس طرح ہے کہ داغنے کا عمل جائز علاجوں میں سے ایک علاج ہے لیکن اس کے استعمال سے منع کرنے کی کچھ خارجی وجوہات

ہیں۔پہلی وجہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت پر شفقت ورحمت کے طور پر داغنے سے امت کو منع فرمایا کہ جب تک دوسرا علاج ممکن ہے داغنے کی طرف نہیں آنا چاہیے کیونکہ آگ سخت چیز ہے لیکن جب کوئی اور سہل طریقہ موجود نہ ہو تو پھر مجبوری میں معذوری ہے ممانعت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ داغنے کے عمل کو عرب مؤثر بالذات سمجھتے تھے اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلط عقیدہ کے تحت داغنے کو منع فرمادیا مطلق ممانعت نہیں ہے۔تیسری وجہ یہ ہے کہ زیادہ مبالغہ اور کہیں فاحش سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے بقدر حاجت کی اجازت پہلے بھی تھی اور اب بھی ہے لہٰذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

داغنے کا ذکر

(۴) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ رُمِیَ اُبَیٌّ یَوْمَ الْاَحْزَابِ عَلٰی اَکْحَلِہٖ فَکَوَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔(رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ابی کو احزاب کے دن اکحل رگ پر تیر لگا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داغ دیا۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

(۵) وَعَنْہُ قَالَ رُمِیَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فِیْ اَکْحَلِہٖ فَحَسَمَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ بِمِشْقَصٍ ثُمَّ وَرِمَتْ فَحَسَمَہُ الثَّانِیَۃَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا سعد بن معاذ کو ہفت اندام رگ میں تیر لگا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر کے پیکان کے ساتھ اپنے ہاتھ سے اس کو داغ دیا۔پھر ہاتھ سوج گیا آپ نے دوبارہ داغا۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

(۶) وَعَنْہُ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ طَبِیْبًا فَقَطَعَ مِنْہُ عِرْقًا ثُمَّ کَوَاہُ عَلَیْہِ۔(رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب کے پاس ایک طبیب بھیجا اس نے اس کی رگ کاٹی پھر اس کو داغا۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

کلونجی کی خاصیت

(۷) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِی الْحَبَّۃِ السَّوْدَاءِ شِفَاءٌ مِّنْ کُلِّ دَاءٍ اِلَّا السَّامَ قَالَ ابْنُ شِھَابٍ السَّامُ الْمَوْتُ وَالْحَبَّۃُ السَّوْدَاءُ الشُّوْنِیْزُ۔(رواہ صحیح المسلم ورواہ صحیح البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔سیاہ دانہ (کلونجی) میں موت کے سوا ہر بیماری میں شفاء ہے۔ابن شہاب نے کہا سام کا معنی موت اور سیاہ دانہ کلونجی ہے۔(متفق علیہ)

تشریح: طیبیؒ کہتے ہیں کہ اگرچہ حدیث کے مفہوم میں عمومیت ہے کہ کلونجی کو ہر بیماری کی دوا فرمایا گیا ہے لیکن یہ کلونج خاص طور پر انہی امراض میں فائدہ مند ہے جو رطوبت اور بلغم میں پیدا ہوتے ہیں کیونکہ کلونجی ماء یابس وخشک وگرم ہوتی ہے اس لئے یہ ان امراض کو دفع کرتی ہے جو اس کی ضد ہیں۔بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حدیث کا مفہوم عمومیت پر ہی معمول ہے یعنی کلونجی ہر بیماری میں فائدہ مند ہے بایں طور کہ اگر اس کو کسی بھی دوا میں خاص مقدار وترکیب کے ساتھ شامل کیا جائے تو اسکے صحت بخش اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔کرمانیؒ نے کہا ہے کہ حدیث کا مفہوم عام ہے کیونکہ حدیث میں استثناء صرف موت کا کیا گیا ہے۔سفر السعادۃ کے مصنف نے لکھا ہے کہ اکابر ومشائخ کی ایک جماعت کا معمول تھا کہ وہ اپنے تمام امراض کلونجی کو بطور دوا استعمال کرتے تھے اور ان کے حسن اعتقاد کی برکت سے ان کے امراض دور ہوجایا کرتے تھے۔

شہد کی شفا بخش تاثیر

(۸) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اَخِیْ اسْتَطْلَقَ بَطْنُہٗ فَقَالَ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْقِهِ عَسَلًا فَسَقَاهُ ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ سَقَيْتُهُ فَلَمْ يَزِدْهُ اِلَّا اسْتِطْلَاقًا فَقَالَ لَهُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَآءَ الرَّابِعَةَ فَقَالَ اِسْقِهِ عَسَلًا فَقَالَ لَقَدْ سَقَيْتُهُ فَلَمْ يَزِدْهُ اِلَّا اسْتِطْلَاقًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ اللّٰهُ وَكَذَبَ بَطْنُ اَخِيْكَ فَسَقَاهُ فَبَرَأَ (رواه صحيح المسلم ورواه صحيح البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میرے بھائی کو دستوں کی شکایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو شہد پلا اس نے پلایا پھر آیا اور کہا میں نے پلایا ہے لیکن اس کے دست بڑھ گئے ہیں تین مرتبہ آپ نے فرمایا۔ پھر وہ چوتھی مرتبہ آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو شہد پلا اس نے کہا میں نے اس کو پلایا ہے لیکن اس کے دست بڑھ گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ کہا اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے پھر اس نے شہد پلایا وہ اچھا ہو گیا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "عسلا" لوگوں اور عام اطباء کا خیال تھا کہ شہد خود مسہل ہے استطلاق بطن کے مریض کیلئے مناسب نہیں ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہد پر زور دے رہے تھے اور اطباء کے ظاہر بینی کو مسترد فرما رہے تھے جب علاج ہو گیا تو پھر طب اور اطباء سب نے مانا کہ استطلاق بطن کی اصل علت آنتوں میں ایک فاسد مادہ ہوتا ہے جب تک وہ ختم نہیں ہوگا بیماری ختم نہیں ہوگی شہد سے اسہال پر اسہال ہو کر آخر میں وہ فاسد مادہ زائل ہو جاتا ہے تب علاج مکمل ہو جاتا ہے اس حقیقت کو اطباء نہیں جانتے تھے حالانکہ یہ علاج بالمثل ہے اور اطباء کے ہاں یہ ایک مسلم حقیقت ہے' کتاب الطب کی ابتداء میں اس پر کلام ہو چکا ہے۔ کلونجی اور شہد کی برکت پر یقین رکھنے سے بھی شفا حاصل ہو جاتی ہے صحابہ کرام نے مختلف امراض کے لئے شہد استعمال کیا ہے بلکہ ظاہری جسم پر شہد ملنے سے علاج کرتے تھے زخم پر شہد کی پٹی عجیب الاثر ہے بشرطیکہ شہد خالص ہو۔

قسط کے فوائد

(۹) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَمْثَلَ مَاتَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ وَالْقُسْطُ الْبَحْرِيُّ. (رواه صحيح المسلم ورواه صحيح البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین وہ چیز جس کے ساتھ تم دوا کرتے ہو سینگی لگوانا' قسط بحری کا استعمال کرنا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "قسط" ایک جڑ کا نام ہے جس کو "کوٹ" بھی کہتے ہیں اور دوا کے کام میں آتی ہے اطباء نے اس کے بہت فوائد لکھے ہیں مثلاً نفاس والی عورتیں اس کی دھونی لیں تو رکا ہوا فاسد خون جیسے حیض اور پیشاب جاری ہو جاتا ہے۔ یہ مسموم جراثیم کو دور کرتی ہے۔ دماغ کو قوت بخشتی ہے اعضاء رئیسہ باہ اور جگر کو طاقت ور بناتی ہے اور قوت مردمی میں تحریک پیدا کر دیتی ہے۔ ریاح کو تحلیل کرتی ہے' دماغی بیماریوں جیسے فالج' لقوہ اور رعشہ کے لئے مفید ہے۔ پیٹ کے کیڑے باہر نکالتی ہے۔ چوتھے دن کے بخار کے لئے بھی فائدہ مند ہے اس کا لیپ کرنے سے چھائیاں اور چھیپ جاتی رہتی ہے' زکام کی حالت میں اس کی دھونی لینا ایک بہترین علاج ہے اس کی دھونی سے سحر و وبا کے اثرات بھی جاتے رہتے ہیں غرضکہ طب کی کتابوں میں اس کے بہت زیادہ فوائد لکھے ہیں اسی لئے اس کو "سب سے بہتر دوا" فرمایا گیا ہے۔ واضح رہے کہ "قسط" دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو قسط بحری جس کا رنگ سفید ہوتا ہے اور دوسری کو قسط ہندی کہا جاتا ہے جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ دونوں کی خاصیت گرم وخشک ہے لیکن بحری قسط ہندی قسط سے بہتر ہوتی ہے کیونکہ اس میں گرمی کم ہوتی ہے۔

بچوں کے حلق کی مخصوص بیماری "عذرہ" کا علاج

(۱۰) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُعَذِّبُوْا صِبْيَانَكُمْ بِالْغَمْزِ مِنَ الْعُذْرَةِ وَعَلَيْكُمْ بِالْقُسْطِ. (رواه صحيح المسلم ورواه صحيح البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے لڑکوں کو حلق کی بیماری سے دبانے کے ساتھ عذاب نہ دو اور لازم پکڑو تم قسط کا استعمال۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''عذرہ'' ایک بیماری ہے جو شیر خوار بچے کو ہو جایا کرتی ہے اس کا سبب خون کا ہیجان ہوتا ہے عام طور پر مائیں یا دائیاں اس کو دفع کرنے کیلئے بچے کے حلق میں انگلی ڈال کر اس کو دباتی ہیں جن میں سے سیاہ خون نکلتا ہے اور بچے کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ علاج سے منع فرمایا اور دفعیہ مرض کیلئے قسط کو بطور دوا تجویز فرمایا اس مرض میں قسط کو استعمال کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس کو پانی میں حل کر کے ناک میں ٹپکایا جائے جس کو ''سحولا'' کہتے ہیں یہ محلول ناک کے ذریعہ عذرہ پر پہنچ کر اس کو دور کر دیگا۔ واضح رہے کہ عذرہ کے علاج کیلئے قسط کی تجویز بعض اطباء کے نزدیک حیرانی کا باعث ہے کیونکہ ان کے کہنے کے مطابق قسط چونکہ گرم ہے اور عذرہ بھی گرمی کی وجہ سے ہوتا ہے خاص طور پر حجاز میں کہ جہاں کی آب و ہوا گرم ہے اس لئے اس بیماری کو قسط سے کیونکر فائدہ ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عذرہ کا مادہ اصل میں وہ خون ہوتا ہے جس پر بلغم کا غلبہ ہوتا ہے گویا عذرہ خون اور بلغم دونوں سے مل کر بنتا ہے لیکن بلغم زیادہ ہوتا ہے اور خون کم' لہٰذا بلغم کی رطوبت کو قسط کی گرمی جذب کر لیتی ہے! بسا اوقات دوا کا فائدہ بالخاصیت بھی ہوتا ہے اس اعتبار سے عذرہ میں قسط کا استعمال باعث حیرت نہیں ہونا چاہیے' علاوہ ازیں ایک جواب یہ بھی ہے کہ عذرہ کا علاج قسط کے ذریعہ کرنا اعجاز نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کرشمہ ہے جس میں عقل کا کوئی دخل نہیں ہے۔

ذات الجنب کا علاج

(۱۱) وَعَنْ اُمِّ قَيْسٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَاتَدْغَرْنَ اَوْلَادُكُنَّ بِهٰذَا الْعِلَاقِ عَلَيْكُنَّ بِهٰذَا الْعُوْدِ الْهِنْدِيِّ فَاِنَّ فِيْهِ سَبْعَةَ اَشْفِيَةٍ مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ يُسْعَطُ مِنَ الْعُذْرَةِ وَيُلَدُّ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ. (رواہ صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی اولاد کے حلق کیوں دباتی ہو لازم پکڑو عود ہندی کا استعمال۔ کیونکہ اس میں سات بیماریوں سے شفا ہے جن میں ایک ذات الجنب کی بیماری ہے۔ حلق کی بیماری سے ناک میں ڈالی جائے اور ذات الجنب کی بیماری سے حلق میں ڈالی جائے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''تدغرن'' دغر کا مطلب ہے عذرہ بیماری میں حلق کو انگلی کے ذریعہ دبانا' جیسا کہ جب بچوں کو حلق کی بیماری ہوتی ہے تو عورتیں ان کے حلق میں انگلی ڈال کر ورم کو دباتی ہیں اور کوے کو اوپر اٹھا دیتی ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں اس سے پہلے کی حدیث میں بھی گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تکلیف دہ طریقہ علاج سے منع فرمایا ہے' اور یہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطریق انکار فرمایا کہ تم اپنے بچوں کے حلق کو انگلی سے کیوں دباتی ہو' یعنی اس طریقہ علاج سے اجتناب کرو۔ اعلق کے معنی بھی وہی ہیں جو دغر کا مطلب بیان کیا گیا ہے۔ بعض روایت میں علاق کے بجائے اعلاق مذکور ہے' لیکن علماء نے لکھا ہے کہ یہی روایت اولی اور اصوب ہے' ویسے اعلاق کے بھی وہی معنی ہیں جو حلق کے ہیں' حاصل یہ کہ عورتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ عذرہ کی بیماری میں انگلی کے ذریعہ حلق کو دبانے کا طریقہ علاج اختیار کیا جائے۔ بلکہ عود ہندی کے ذریعہ اس کا علاج کیا جائے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو پانی میں گھول کر بچے کی ناک میں ٹپکایا جائے۔

حدیث میں ''عود ہندی'' کا ذکر اس بات کو واضح کرتا ہے کہ پچھلی حدیث میں قسط بحری سے مراد یہی عود ہندی ہے تاہم یہ بھی احتمال ہے کہ ''قسط'' ہندی کو عود ہندی فرمایا گیا ہو۔ جیسا کہ بعض حضرات نے اس کی وضاحت ''عود ہندی'' کی ہے اور یہ بات پہلے بتائی جا چکی ہے کہ فائدہ مند تو دونوں ہیں لیکن ''قسط بحری'' زیادہ فائدہ مند ہے۔ ''ذات الجنب'' ایک بیماری ہے اس کی دو صورتیں ہیں' ایک تو یہ کہ سینے میں ورم ہو جاتا ہے اور یہ اگرچہ عضلات میں پیدا ہوتا ہے مگر پھر باطن سے ظاہر میں آ جاتا ہے اور یہ صورت خطرناک ہے اور اس کا شمار مہلک امراض میں ہوتا ہے...... ذات الجنب کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ریاح غلیظہ کے رک جانے کی وجہ سے پہلو میں ایک درد ہوتا ہے یہاں حدیث میں جس ذات الجنب کا ذکر

ہے اس سے مراد یہی دوسری صورت ہے کیونکہ ''عود ہندی'' ریاحی امراض کی دوا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد گرامی میں سات بیماریوں کا ذکر فرمایا لیکن نام صرف دو بیماریوں کا لیا' باقی پانچ کے بارے میں سکوت فرمایا' کیونکہ اس موقع پر ان پانچوں کی وضاحت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ پانچ بیماریاں ایسی ہوں گی جو عرب میں مشہور رہی ہوں گی اور ان کے بارے میں لوگ خود جانتے ہوں گے اور چونکہ ان دونوں بیماریوں کے بارے میں لوگوں کا علاج محدود ہوگا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دو بیماریوں کا نام لیا' لیکن حدیث میں ''سات بیماریوں'' کے ذکر سے یہ لازم نہیں آتا کہ قسط بس انہی سات بیماریوں کے کام میں آنے والی دوا ہے سات سے یادہ کسی اور بیماری کیلئے فائدہ مند نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس دوا کا فائدہ بہت وسیع ہے اور بہت سی بیماریوں میں استعمال کی جاتی ہے جن میں سے کچھ بیماریاں وہ ہیں جن کو پہلے بیان کیا جا چکا ہے ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ سات بیماریوں کیلئے یہ بہت فائدہ مند ہوگی اس لئے اس کو یہاں ذکر کیا گیا' علاوہ ازیں بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ ''سات'' سے مراد مخصوص عدد نہیں ہے بلکہ کثرت مراد ہے چنانچہ اہل عرب کے کلام میں بسا اوقات سات کا اطلاق کثرت پر ہوتا ہے۔

بخار کا علاج اور پانی

(۱۲) وَعَنْ عَآئِشَةَ وَرَافِعِ ابْنِ خَدِيْجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَابْرِدُوْهَا بِالْمَآءِ. (رواه صحيح المسلم ورواه صحيح البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا بخار جہنم کی بھاپ سے ہے۔ پانی کے ساتھ اس کو ٹھنڈا کرو۔ (متفق علیہ)

تشریح: بعض حضرات نے کہا ہے کہ ارشاد گرامی کا مقصد بخار کی حرارت کو دوزخ کی آگ سے مشابہت دینا ہے یعنی بخار دوزخ کی آگ کی تپش کا نمونہ ہے' اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ حقیقی معنی پر محمول ہیں جیسا کہ باب مواقیت میں یہ روایت گزری ہے کہ موسم گرما کی تپش و حرارت اصل میں دوزخ کی بھاپ کا اثر ہے' لہٰذا ہوسکتا ہے کہ بخار کی حرارت و جلن بھی دوزخ کی بھاپ کا اثر ہو۔ اس حدیث کے اصل مخاطب اہل حجاز ہیں کیونکہ مکہ اور مدینہ کے رہنے والے کو عام طور پر سورج کی شدید تمازت' گرم آب و ہوا اور دھوپ میں ان کی محنت مشقت کرنے اور ان کے مزاج کی تیزی و گرمی کی وجہ سے بخار ہو جایا کرتا تھا' چنانچہ جو بخار آفتاب کی حرارت و تمازت' کوئی گرم دوا وغیرہ کھانے دھوپ و تپش میں زیادہ چلنے پھرنے اور حرکت کرنے اور آب و ہوا کے دباؤ کی وجہ سے ہو' اس کا بہترین علاج پانی ہے کہ ٹھنڈے پانی میں غوطہ لگایا جائے یا ٹھنڈا پانی اپنے بدن پر بہایا جائے' یا بخار کو پانی سے ٹھنڈا کیا جائے' کی مراد یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس طرح کے بخار میں ٹھنڈی دوائیں پانی میں مخلوط کر کے استعمال کی جائیں اور بعض حضرات کے مطابق اس سے یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ جس شخص کو بخار ہو وہ پیاسوں کو اللہ واسطے ٹھنڈا پانی پلائے' اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کے بخار کو دور کر دے گا۔

جھاڑ پھونک کے ذریعے علاج کرنے کی اجازت

(۱۳) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرُّقْيَةِ مِنَ الْعَيْنِ وَالْحُمَةِ وَالنَّمْلَةِ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر کے لگ جانے اور ڈنک اور نملہ سے افسوں کرنے میں رخصت دی ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''رخص'' اجازت دینے کے معنی میں ہے پہلے جھاڑ پھونک کی ممانعت تھی کہ کہیں جاہلیت کے الفاظ اس میں نہ آئیں جب یہ خطرہ نہ رہا تو اجازت مل گئی رخص ممانعت کے بعد اجازت کو کہتے ہیں۔

"فی الرقیة" یعنی جھاڑ پھونک کی اجازت دی۔ "العین" نظر بد کو کہتے ہیں بعض لوگوں کی آنکھوں میں قدرتی طور پر نظر بد کے ایسے جراثیم ہوتے ہیں جو نظر لگنے کے ساتھ جا کر منظور الیہ پر پڑ جاتے ہیں تو وہ متاثر ہو جاتا ہے بعض کے جراثیم بہت تیز اور سخت ہوتے ہیں تو اس کی نظر بد زیادہ مضر ہوتی ہے عرب میں بنو اسد کے لوگ اس میں مشہور تھے ان میں سے بعض ایسے تھے کہ گھر میں بیوی سے کہتے کہ چولہے پر ہانڈی چڑھا دو میں ابھی گوشت بنا کر لاتا ہوں یہ کہہ کر باہر جاتا اور کسی حیوان پر نظر جما کر دیکھتا حیوان مرجاتا لوگ گوشت بنا کر تقسیم کرتے ہر علاقے میں ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں ایک آدمی تھا اس نے ایک خوبصورت گول پتھر کو دیکھا اور کہا کیا ہی خوبصورت پتھر ہے پتھر مسجد میں رکھا ہوا تھا عام لوگوں کے سامنے فوراً پتھر ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ "الحمة" اصل میں زہر کو کہتے ہیں پھر اس کا اطلاق بچھو کے ڈنگ مارنے پر ہوا کیونکہ اس میں بھی زہر ہوتا ہے۔ "النملة" اصل میں چیونٹی کو کہتے ہیں یہاں جسم کے اطراف میں چھوٹے دانوں پر بولا گیا ہے کیونکہ یہ دانے بھی چیونٹیوں کی طرح بدن میں پھیلتے ہیں کبھی پھوڑوں پھنسیوں کی شکل میں آتے ہیں۔

(۱۴) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَسْتَرْقِیَ مِنَ الْعَیْنِ (رواه صحیح المسلم ورواه صحیح البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم نظر لگ جانے سے دم کروالیں۔ (متفق علیہ)

(۱۵) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی فِیْ بَیْتِهَا جَارِیَةً فِیْ وَجْهِهَا سَفْعَةٌ تَعْنِیْ صُفْرَةً فَقَالَ اسْتَرْقُوْا لَهَا فَاِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ. (رواه صحیح المسلم ورواه صحیح البخاری)

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں ایک لڑکی دیکھی اس کے چہرہ میں سفعہ یعنی زردی تھی فرمایا اس کو دم کرواؤ کیونکہ اس کو نظر لگی ہوئی ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: حدیث کے ظاہری مفہوم سے تو عمومیت ظاہر ہوتی ہے کہ اس لڑکی کو نظر لگ گئی تھی خواہ کسی انسان کی نظر لگی ہو یا کسی جن کی لیکن شارحین نے وضاحت کی ہے کہ اس لڑکی پر کسی جن کی نظر بد کا اثر تھا۔ جنات کی نظر برچھے کی نوک سے بھی زیادہ تیز ہوتی ہے۔

(۱۶) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرُّقٰی فَجَآءَ اٰلُ عَمْرِوبْنِ حَزْمٍ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّهٗ کَانَتْ عِنْدَنَا رُقْیَةٌ نَرْقِیْ بِهَا مِنَ الْعَقْرَبِ وَاَنْتَ نَهَیْتَ عَنِ الرُّقٰی فَعَرَضُوْهَا عَلَیْهِ فَقَالَ مَا اَرٰی بِهَا بَاسًا مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ یَنْفَعَ اَخَاهُ فَلْیَنْفَعْهُ. (رواه صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منتروں سے منع کیا ہے آل عمرو بن حزم آپ کے پاس آئی انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ہمارے پاس ایک منتر ہے بچھو کے ڈسنے سے ہم پڑھتے ہیں اور آپ نے منتر پڑھنے سے روکا ہے انہوں نے وہ منتر آپ کو پیش کیا فرمایا میں اس میں کچھ مضائقہ نہیں دیکھتا تم میں سے جو طاقت رکھے کہ اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکے اسے فائدہ پہنچانا چاہیے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

(۱۷) وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِکِ نِ الْاَشْجَعِیِّ قَالَ کُنَّا نَرْقِیْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ تَرٰی فِیْ ذٰلِکَ فَقَالَ اَعْرِضُوْا عَلَیَّ رُقَاکُمْ لَا بَاْسَ بِالرُّقٰی مَالَمْ یَکُنْ فِیْهِ شِرْکٌ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا جاہلیت میں ہم ایک منتر پڑھتے تھے ہم نے کہا اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے متعلق کیا خیال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا منتر مجھ کو سناؤ۔ منتر پڑھنے میں کچھ ڈر نہیں ہے جب تک اس میں شرک نہ ہو۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: "مالم یکن فیه شرک" ابتدائی مباحث میں تفصیل سے لکھا گیا ہے کہ کونسے جھاڑ پھونک جائز ہیں اور کونسے جائز نہیں ہیں اور اس کا ضابطہ کیا ہے یہاں اسی ضابطہ کی طرف اشارہ ہے کہ جس جھاڑ پھونک میں شرکیہ کلمات نہ ہوں وہ جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دھلوی نے اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کے تحت ایک قصہ لکھا ہے کہ شیخ ابوالقاسم قشیریؒ نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ میرا بچہ شدید بیمار ہوا یہاں تک کہ ہم ان کی زندگی سے مایوس ہو گئے اسی دوران میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا میں نے بچے کی بیماری کی شکایت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم آیات شفا سے کیوں غافل ہو رہے ہو؟ میں جب بیدار ہوا تو میں نے قرآن کریم میں آیات شفا کو تلاش کیا جو کل چھ آیات ملیں اس کو میں نے کاغذ پر لکھا اور دھو کر بچے کو پانی پلا دیا بچہ فوراً ایسا اٹھ کھڑا ہوا گویا اس کے پیروں کا بند کھول دیا گیا ہو وہ چھ آیات یہ ہیں۔

(۱) ویشف صدور قوم مؤمنین (۲) وشفاء لما فی الصدور (۳) یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس (۴) وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنین (۵) واذا مرضت فهو یشفین (۶) قل هو للذین آمنوا هدی وشفاء.

آیات شفا..... نظر بد لگنا ایک حقیقت ہے

(۱۸) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَیْنُ حَقٌّ فَلَوْ کَانَ شَیْیءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ سَبَقَتْهُ الْعَیْنِ وَاِذَااسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوا. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا نظر حق ہے اگر کوئی چیز تقدیر سے بڑھنے والی ہوتی نظر اس پر سبقت لے جاتی۔ جب تم سے دھونے کی طلب کی جائے پس دھوؤ۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "العین حق"، یعنی نظر بد کا لگنا حق اور ایک حقیقت ہے یہ کوئی وہم اور توہم نہیں ہے دیکھنے والے کی آنکھوں میں کبھی کوئی چیز اچھی لگتی ہے تو اس کا اثر منظور الیہ تک پہنچ جاتا ہے اور وہ متاثر ہو جاتا ہے گویا عاین کی آنکھوں سے وائرس کی صورت میں ایک مسموم زہریلا مادہ نکلتا ہے اور جراثیم کی صورت میں جاکر منظور الیہ کے جسم سے پیوست ہو جاتا ہے اور اثر کرتا ہے جس طرح بعض سانپوں کی آنکھوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی ہے کہ وہ اپنی نظر اور نگاہ کے ذریعہ سے منظور الیہ کی طرف اپنا زہر منتقل کر دیتا ہے۔ ہاں گر اس وائرس اور جراثیم کے سامنے کوئی رکاوٹ موجود ہو جائے تو اس کا اثر منظور الیہ تک نہیں پہنچتا ہے مثلاً منظور الیہ کے پاس دفع نظر کی تعویذ ہو یا کوئی دوسرا وظیفہ ہو۔

معتزلہ کہتے ہیں کہ نظر بد کا لگنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا ہے یہ صرف انسانی وھم ہے کیونکہ تقدیر میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہی ہوگا نظر بد کا دخل تقدیر میں نہیں ہو سکتا ہے۔ علماء حق فرماتے ہیں کہ معتزلہ کا خیال غلط ہے اور نظر کا لگنا قرآن سے ثابت ہے اور احادیث میں اس کی بڑی وضاحت ہے باقی نظر بند اور تقدیر کے درمیان کوئی تضاد نہیں بلکہ خود یہ نظر بد مقدرات الٰہیہ میں سے ہے "سابق القدر" یعنی اس کائنات میں جو کچھ ہے وہ سب تقدیر الٰہی کے دائرہ میں ہے کوئی چیز تقدیر کی گرفت سے باہر نہیں ہے بالفرض اگر کوئی چیز ایسی ہوتی کہ وہ تقدیر کے دائرہ کو توڑ کر آگے نکل سکتی تو وہ نظر بد ہوتی لیکن تقدیر کے دائرے سے کوئی چیز باہر نہیں ہے لہٰذا نظر بد بھی تقدیر کے دائرے کے اندر ہے۔ "واذا استغسلتم" یعنی اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ اس کی نظر لگ جاتی ہے اور لوگوں میں معروف ومشہور ہے اور اس کی نظر کسی کو لگ گئی تو دیگر علاجوں کے علاوہ پیغمبر اسلام نے ایک علاج یہ بتایا ہے کہ عاین سے مطالبہ کیا جائے کہ تم غسل کر کے پانی کو ٹب وغیرہ میں محفوظ کر لو اور پھر منظور الیہ کو دیدو وہ اس پانی سے غسل کر لے گا تو ٹھیک ہو جائے گا۔ زیر بحث حدیث کا مطلب یہی ہے کہ جس شخص کو نظر بد لگ گئی ہے وہ اگر نظر لگانے والے سے مطالبہ کرے کہ تم غسل کر کے پانی مجھے دیدو تو اس کو فوراً ایسا کرنا چاہیے اور اس جہالت میں نہیں آنا چاہیے کہ اس میں میری بے عزتی ہے اسلام سے پہلے عرب کے لوگ اس طرح عمل کرتے تھے اسلام نے بھی اس عمل کو برقرار رکھا ہے اس میں تاثیر ہوگی ورنہ کم از کم یہ فائدہ تو ہوگا کہ منظور الیہ کا وہم دور ہو جائے گا کہ اب مجھ پر نظر بد کا اثر نہیں رہا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیُ.... حق تعالیٰ نے ہر مرض کا علاج پیدا کیا ہے

(۱۹) عَنْ اُسَامَةَ بْنِ شَرِیْکٍ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) اَفَنَتَدَاوٰی قَالَ نَعَمْ یَا عِبَادَاللّٰهِ تَدَاوَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ یَضَعْ دَاءً اِلَّا وَضَعَ لَهٗ شِفَاءً غَیْرَ دَاءٍ وَاحِدِ الْهَرَمُ. (رواہ مسند احمد بن حنبل والترمذی وسنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت اسامہ بن شریک سے روایت ہے کہا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم دوا کریں فرمایا ہاں اے اللہ کے بندو دوا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں رکھی مگر اس کی شفاء مقرر کی ہے۔ سوائے ایک بیماری کے اور وہ بڑھاپا ہے۔ روایت کیا اس کو احمد، ترمذی اور ابوداؤد نے۔

تشریح: اے اللہ کے بندو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان الفاظ کے ساتھ مخاطب کر کے گویا اس طرف اشارہ کیا ہے کہ علاج معالجہ کرنا اور بیماری کو دور کرنے کے ذرائع اختیار کرنا عبودیت و توکل کے منافی نہیں ہے بشرطیکہ محض علاج پر ہی اعتماد و بھروسہ نہ کیا جائے بلکہ دوا علاج کو شفا کا صرف ایک ضروری سبب و ذریعہ سمجھو اور شافی حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو جانا جائے۔

مریض کو زبردستی نہ کھلاؤ پلاؤ

(۲۰) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتُكْرِهُوْا مَرْضٰكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَإِنَّ اللّٰهَ يُطْعِمُهُمْ وَيَسْقِيْهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مریضوں کو زبردستی کھانا نہ کھلایا کرو۔ اللہ تعالیٰ ان کو کھلاتا اور پلاتا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اگر مریض کسی چیز کے کھانے پینے پر راضی نہ ہو تو اس کو وہ چیز زبردستی نہ کھلاؤ پلاؤ اور وہ چیز خواہ از قسم طعام ہو یا از قسم دوا۔

تشریح: حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے جو جسم انسان کو طاقت بخشتی ہے اور اصل میں اس کی مدد کھانے پینے جیسی چیزوں کے فائدے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے گویا کسی بھی جاندار کا زندہ رہنا اور اس کو قوت و طاقت کا حاصل ہونا کھانے پینے پر منحصر نہیں ہے بلکہ قدرت الٰہی پر موقوف ہے۔ لہٰذا نفس کے کسی چیز میں مبتلا و مشغول ہونے کی وجہ سے اگر طبیعت کھانے پینے پر آمادہ نہ ہو تو کھانے پینے کے معاملہ میں زبردستی نہ کرنی چاہیے۔ کیونکہ طبیعت و خواہش کے علی الرغم کھانا پینا فائدہ مند ہونے کی بجائے نقصان دہ ہو جاتا ہے اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جسم و جان کی بقا کیلئے نظام قدرت و عادت انسانی کے تحت کوئی نہ کوئی ظاہری سبب ذریعہ ہونا چاہیے تو اس مقصد کیلئے وہ رطوبت بدن کافی ہوتی ہے جس کو فقدان غذا کی صورت میں حرارت غریزی تحلیل کر کے بقاء جسم و جان کا ذریعہ بنا دیتی ہے۔

سرخ بادہ کا علاج

(۲۱) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوٰى اَسْعَدَبْنَ زُرَارَةَ مِنَ الشَّوْكَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسعد بن زرارہ کو سرخ بادہ سے داغ دیا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: ''داغ دیا'' یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے داغا یا کسی کو داغنے کا حکم دیا۔ یہ بات واضح نہیں ہو سکی ہے کہ مذکورہ بیماری کے علاج کیلئے حضرت اسعدؓ کے جسم کے کسی حصے پر داغ دیا گیا تھا۔

ذات الجنب کا علاج

(۲۲) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَتَدَاوٰى مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ بِالْقُسْطِ الْبَحْرِيِّ وَالزَّيْتِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم ذات الجنب کا علاج قسط بحری اور زیتون کے تیل کے ساتھ کریں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

(۲۳) وعنه قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینعت الزیت والورس من ذات الجنب (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات الجنب کے علاج کے لیے زیتون کا تیل اور ورس بیان فرماتے تھے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

سناء بہترین دوا ہے

(۲۴) وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ عُمَیْسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَاَلَھَا بِمَا تَسْتَمْشِیْنَ قَالَتْ بِالشُّبْرُمِ قَالَ حَارٌّ حَارٌّ قَالَتْ ثُمَّ اسْتَمْشَیْتُ بِالسَّنَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ شَیْئًا کَانَ فِیْہِ الشِّفَآءُ مِنَ الْمَوْتِ لَکَانَ فِی السَّنَا. رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ.

ترجمہ: حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کس چیز کا جلاب لیتی ہو اس نے کہا شبرم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سخت گرم ہے۔ پھر اس نے کہا میں کس کے ساتھ جلاب لوں فرمایا سنا کے ساتھ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر موت سے کسی چیز میں شفا ہوتی سنا میں ہوتی۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے)

تشریح: "اسماء بنت عمیس" حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں ان کی شہادت کے بعد حضرت صدیق کے نکاح میں آئی تھیں۔ "تستمشین" استمشاء طلب مشی کو کہتے ہیں اور مشی سے مراد اسہال اور دست ہے یعنی کسی چیز سے جلاب لیتی ہو تا کہ اسہال ہو جائے؟ "بالشبرم" یہ ایک گھاس کا نام ہے اس پودے کے دانے مراد ہیں اس میں چھوٹے چھوٹے دانے ہوتے ہیں جو مسور کے برابر ہوتے ہیں یہ دانے دست آور ہوتے ہیں اس کو پانی میں جوش دیا جاتا ہے اور پھر اس کا پانی پیا جاتا ہے جس سے جلاب ہو جاتا ہے۔

"حار حار" یعنی شبرم گرم ہے گرم ہے اس لفظ کو بطور تاکید مکرر لایا گیا ہے بعض نسخوں میں حار کے بعد "جار" جیم کے ساتھ ہے وہ صرف وزن بنانے کے لئے الفاظ مہملہ میں سے ہے جیسے کج بج یا پانی شانی۔ اطباء کہتے ہیں کہ شبرم درجہ چہارم کی گرم دواؤں میں سے ہے بہت زیادہ دست لاتا ہے اس لئے اس میں احتیاط شرط ہے۔ "فی السناء" قصر کے ساتھ ہے بعض نے مد کے ساتھ بھی پڑھا ہے ایک پودا ہے اس کے پتوں کو سنا کہتے ہیں مہندی کے پتوں کے مشابہ ہوتے ہیں اس کی عمدہ قسم سنا مکی ہے اس کو پیستے ہیں اور پھر استعمال کرتے ہیں سخت کڑوا ہے یہ درجہ اول میں گرم ہے معتدل ہے اس میں کسی نقصان کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ صفرا کو کاٹتا ہے بلغم کے اسہال اور تنقیہ کیلئے انتہائی مفید ہے دل کے خول کو طاقتور بناتا ہے اس میں سوداوی وساوس کو دفع کرنے کی خاصیت بطور خاص موجود ہے خلاصہ یہ ہے کہ موت کے سوا تمام امراض کے علاج میں مفید تر ہے۔

حرام چیزوں کے ذریعہ علاج معالجہ نہ کرو

(۲۵) وَعَنْ اَبِیْ دَرْدَاءٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ الدَّآءَ وَالدَّوَآءَ وَجَعَلَ لِکُلِّ دَاءٍ فَتَدَاوُوْا وَلَا تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ. (رواہ سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دوا اور بیماری کو اتارا ہے اور ہر بیماری کی دوا مقرر کر دی ہے۔ تم دوا کرو اور حرام کے ساتھ دوا نہ کرو۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "حرام چیز سے مراد وہ شراب خنزیر اور ان جیسی وہ چیزیں ہیں جن کو حرام قرار دیا گیا ہے۔" علاج معالجہ کے طور پر مطلق کسی بھی حرام چیز اور خاص طور پر شراب کو اختیار کرنے کی حرمت و کراہت کے سلسلے میں متعدد احادیث منقول ہیں۔ جن سے حرام چیزوں کے ذریعہ علاج معالجہ کرنے کی ممانعت ہی ثابت نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ایسی چیزوں کا استعمال قطعاً لاحاصل رہے گا۔ کیونکہ ان کے ذریعہ حصول شفا ممکن نہیں۔ چنانچہ

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفا ان چیزوں میں نہیں رکھی جن کو تمہارے لئے حرام قرار دیا گیا ہے' اسی طرح منقول ہے کہ ایک صحابیؓ حضرت طارق جعفیؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب بنانے کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور جب انہوں نے کہا کہ میں دوا کے طور پر شراب استعمال کرنے کے لئے بناتا ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' شراب دوا نہیں ہے بلکہ وہ درد و مرض ہے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔من تداوی بالخمر فلا شفا اللہ یعنی جو شخص شراب کے ذریعہ علاج معالجہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو شفا نہیں دے گا۔ تاہم بعض فقہی روایت میں یہ اجازت دی گئی ہے کہ اگر کسی مرض کے بارے میں قابل اعتماد اور حاذق اطباء معالجین کا اس پر اتفاق ہو کہ اس کا علاج شراب کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے تو اس مرض میں شراب کو بطور دوا استعمال کرنا جائز ہے لیکن یہ بات بجائے خود تقریباً ناممکن ہوگی کیونکہ اول تو قابل اعتماد اور حاذق اطباء کا پایا جانا اور دوسرے ان اطباء کا اس بات پر اتفاق کر لینا کہ اس مرض کا علاج صرف شراب پر منحصر ہے کچھ آسان نہیں ہے۔

جس دوا کو طبیعت قبول نہ کرے وہ زیادہ کارگر نہیں ہوتی

(۲۶) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّوَآءِ الْخَبِیْثِ. (رواہ مسند احمد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبیث دوا سے منع فرمایا ہے۔ (احمد)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی دوا استعمال کرنے سے منع فرمایا جو نجس و ناپاک یا حرام ہو یا ''خبیث'' سے وہ دوا مراد ہے جو بدمزہ اور بدبودار ہو کہ جس کے استعمال سے طبیعت نفرت کرتی ہے' چنانچہ ایسی دوا بھی بہتر نہیں سمجھی جاتی کیونکہ جس دوا کو طبیعت قبول نہیں کرتی اس کی افادیت کم ہو جاتی ہے اس اعتبار سے حدیث میں مذکورہ نفرت کا تعلق نہی تنزیہی سے ہوگا۔

سر اور پاؤں کے درد کا علاج

(۲۷) وَعَنْ سَلْمٰی خَادِمَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَا کَانَ اَحَدٌ یَشْکَتِیْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَجَعًا فِیْ رَاْسِهٖ اِلَّا قَالَ احْتَجِمْ وَلَا وَجَعًا فِیْ رِجْلَیْهِ اِلَّا قَالَ اخْتَضِبْهُمَا. (رواہ سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ ہیں کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو بھی سر کی بیماری کی شکایت کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے سینگی لگوا لو اور پاؤں میں جو بھی درد کی شکایت کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ان کو مہندی لگا لو۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: ویسے تو یہ حدیث مطلق ہے کہ اس کے حکم میں مرد عورت' دونوں شامل ہیں' لیکن بہتر یہ ہے کہ مرد صرف تلوؤں پر مہندی لگا لینے پر اکتفا کرے اور ناخنوں پر لگانے سے اجتناب کرے تا کہ عورتوں کی مشابہت سے حتی الامکان احتراز ہونا چاہیے۔

زخم کا علاج

(۲۸) وَعَنْهَا قَالَتْ مَاکَانَ یَکُوْنُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُرْحَةٌ وَلَا نَکْبَةٌ اِلَّا اَمَرَنِیْ اَنْ اَضَعَ عَلَیْهَا الْحِنَّاءَ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی زخم یا پتھر کی چوٹ نہ لگتی مگر مجھ کو حکم فرماتے کہ میں اس پر مہندی رکھوں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: مہندی کی تاثیر چونکہ سرد ہے اور جلدی امراض کو نافع ہے اس لئے اس کی برودت زخم کی گرمی اور سوزش کو ختم کر دیتی ہے۔

سینگی کھنچوانے کا ذکر

(۲۹) وَعَنْ اَبِیْ کَبْشَةَ الْاَنْمَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَحْتَجِمُ عَلٰی هَامَتِهٖ وَبَیْنَ کَتِفَیْهِ وَهُوَ

يَقُوْلُ مَنْ اَهْرَاقَ مِنْ هٰذِهِ الدِّمَآءِ فَلَا يَضُرُّهُ اَنْ لَّا يَتَدَاوٰى بِشَيْءٍ.(رواه سنن ابو دائود وسنن ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت ابوکبشہ انماری سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر اور کندھوں کے درمیان سینگی کھچواتے تھے اور فرماتے ان خونوں میں سے جو شخص کچھ خون نکال دے اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا اگر وہ کسی بیماری کا کوئی علاج نہ کرے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تو سر مبارک پر سینگی کھنچواتے ہوں گے اور کبھی دونوں مونڈھوں کے درمیان۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ ایک ساتھ دونوں جگہ سینگی کھنچواتے ہوں۔ ان خونوں میں سے کچھ نکال دیا کرے" سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ "خون" سے مراد مذکورہ دونوں عضو کا خون ہے لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ مطلق فاسد خون مراد ہو یعنی جسم کے جس حصہ میں بھی فاسد خود جمع ہو گیا ہو اس کو نکلوا دینا چاہیے۔

(۳۰) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ عَلٰى وَرِكِهٖ مِنْ وَثْاءٍ كَانَ بِهٖ.(رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاؤں پر موچ آجانے کی وجہ سے کولی پر سینگی کھچوائی۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "وثاء" واؤ کے زبر اور ثاء کے جزم کے ساتھ اس درد اور چوٹ کو کہتے ہیں جو کسی عضو کو اس کی ہڈی ٹوٹے بغیر پہنچے جس کو ہماری زبان میں "موچ" کہتے ہیں۔

(۳۱) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِيَ بِهٖ اَنَّهٗ لَمْ يَمُرَّ عَلٰى مَلَاءٍ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِلَّا اَمَرُوْهُ مُرْ اُمَّتَكَ بِالْحِجَامَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے میں گذرا انہوں نے کہا اپنی امت کو فصد کھلوانے کا حکم دو۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: پچھنے کی یہ اہمیت وفضیلت اس بناء پر ہے کہ فساد خون کی وجہ سے بہت زیادہ امراض پیدا ہوتے ہیں جن کو امراض دموی کہتے ہیں، امراض دموی کا سب سے بڑا علاج خون نکلوانا ہے نیز خون نکلوانے کے دوسرے طریقوں کی بہ نسبت پچھنے کو زیادہ پسند اس لئے بھی کیا گیا ہے کہ وہ خون کو نواحی جلد سے خارج کرتا ہے چنانچہ تمام اطباء اس کے قائل ہیں کہ گرم آب وہوا میں رہنے والوں کو فصد کے مقابلہ پر پچھنے لگوانا زیادہ مفید رہتا ہے کیونکہ ان لوگوں کا خون رقیق اور پختہ ہوتا ہے جو سطح بدن پر آجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس خون کو پچھنے ہی کے ذریعہ سے نکالا جاسکتا ہے۔ نہ کہ فصد کے ذریعہ۔ "امت" سے مراد اہل عرب ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے یا "امت" سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم ووطن کے لوگ مراد ہو سکتے ہیں، نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہاں "امت" کا عام مفہوم مراد ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری امت میں سے ہر وہ شخص مراد ہے جس کو خون نکلوانے کی ضرورت لاحق ہو۔

مینڈک کے دوا بنانے کی ممانعت

(۳۲) وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ اَنَّ طَبِيْبًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ضِفْدَعٍ يَجْعَلُهَا فِيْ دَوَاءٍ فَنَهَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِهَا (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک طبیب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں مینڈک دوا میں ڈال لوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس کے قتل کرنے سے منع فرما دیا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "عن ضفدع" طبیب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال اس لئے کیا کہ اس سے پہلے اطباء کے ہاں یہ دستور تھا کہ دوا میں مینڈک کو شامل کرتے تھے اسلامی نقطۂ نظر سے طبیب نے یہ سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کو مارنے اور اسے دوا میں شامل

کرنے سے منع فرمادیا۔ جامع صغیر میں ہے کہ " نهی عن قتل الضفدع للدواء" ملاعلی قاری فرماتے هیں " ولم یکن النهی عن قتلها ابقاء علیها ومکرمة لها بل لانه لم یر التداوی بها لرجسها وقذارتها " (مرقات)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک مارنے کی ممانعت اس پر ترس کھانے یا اس کے تقدس کی وجہ سے نہیں فرمائی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مارنے کو اس لئے منع فرمایا کہ مینڈک میں اس کی نجاست اور کراہت طبع کی بنیاد پر علاج نہیں پایا۔ میرے خیال میں یہ حدیث علامات نبوت میں سے ایک علامت اور معجزہ ہے کیونکہ پوری دنیا میں میڈیکل تجربات مینڈکوں پر ہوتے ہیں کروڑوں مینڈک بے مقصد مارے جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ اس میں فائدہ کم اور نقصان زیادہ تھا نجس بھی تھا اور استقذار طبع بھی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پچھنے لگوانے کا ذکر

(۳۳) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَجِمُ فِى الْاَخْدَعَيْنِ وَالْكَاهِلِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَزَادَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ كَانَ يَحْتَجِمُ لِسَبْعَ عَشْرَةَ وَ تِسْعَ عَشْرَةَ وَاِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گردن کی دونوں رگوں اور کندھوں کے درمیان سینگی لگواتے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے ترمذی نے زیادہ کیا کہ آپ چاند کی سترہ (17) یا انیس (19) یا اکیس (21) تاریخ کو سینگی لگواتے۔

پچھنے لگوانے کے دن

(۳۴) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْتَحِبُ الحِجَامَةَ لِسَبْعِ عَشْرَةَ وَتِسْعَ عَشْرَةَ وَاِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ. (رواه فی شرح السنته)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاند کی سترہ (17) یا انیس (19) یا اکیس (21) تاریخ کو سینگی لگوانا پسند فرماتے تھے۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

تشریح: ان دنوں اور تاریخوں میں خون نکالنے یا نہ نکالنے کا تعین مفوض الی علم الشارع ہے اس میں کوئی شخص دخل اندازی نہیں کر سکتا ہے۔ البتہ بعض روایات میں کچھ دنوں کی خاصیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے تو جتنا اشارہ ہے اتنا ہی اشارہ سمجھ لینا چاہیے تاریخوں میں اطباء کا خیال ہے کہ چاند کے حساب سے انسان کے بدن کا خون بھی گھٹتا بڑھتا ہے چاند کی پندرہ تاریخ سے اکیس تک خون کا جوش بہت زیادہ ہوتا ہے اس لئے ان تاریخوں میں خون کا اخراج زیادہ ضروری اور قابل اصلاح ہوتا ہے۔

(۳۵) وَعَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ احْتَجَمَ لِسَبْعَ عَشْرَةَ وَ تِسْعَ عَشْرَةَ وَاِحْدٰى وَ عِشْرِيْنَ كَانَ شِفَآءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ. (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا جو شخص چاند کی سترہ (17) یا انیس (19) یا اکیس (21) تاریخ کو سینگی کھچوائے اس کے لیے ہر بیماری سے شفا ہوتی ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

(۳۶) وَعَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ اَبِى بَكْرَةَ اَنَّ اَبَاهَا كَانَ يَنْهٰى اَهْلَهٗ عَنِ الْحَجَامَةِ يَوْمَ الثُّلَثَاءِ وَيَزْعَمُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ يَوْمَ الثَّلَثَاءِ يَوْمَ الدَّمِ وَفِيْهِ سَاعَةٌ لَا يَرْقَأُ (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت کبشہ بنت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میرا باپ منگل کے روز سینگی لگوانے سے اپنے گھر والوں کو روکتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منگل کا دن خون کے جوش کا دن ہے اور اس میں ایک ساعت ایسی ہے جس میں خون تھمتا نہیں۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: اس حدیث میں منگل کے دن خون کے اخراج سے منع کیا گیا ہے اور وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اس میں ایک وقت ہے جس میں اگر خون نکالا گیا تو کبھی بند نہیں ہوگا آدمی مر جائے گا اور شاید حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے بیٹے ھابیل کا خون قابیل نے اسی دن گرایا تھا لہٰذا یہ خون خرابہ کا دن ہے۔ یزعم کا لفظ شک کیلئے استعمال ہوتا ہے تو یہ حدیث مرفوع کے بجائے موقوف ہو سکتی ہے۔

(۳۷) وَعَنِ الزُّهْرِيِّ مُرْسَلًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَجَمَ يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ اَوْ يَوْمَ السَّبْتِ فَاَصَابَهُ وَضَحٌ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَ قَالَ وَقَدْ اُسْنِدَ وَلَا يَصِحُّ.

ترجمہ: حضرت زہری مرسل طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جو شخص بدھ کے روز یا ہفتہ کے دن سینگی لگوائے پھر اس کو کوڑھ کی بیماری پہنچے وہ نہ ملامت کرے مگر اپنے نفس کو۔ روایت کیا اسکو احمد اور ابوداؤد نے اور اس نے کہا یہ حدیث مسند بھی بیان کی گئی ہے لیکن صحیح نہیں۔

(۳۸) وَعَنْهُ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَجَمَ اَوِ اطَّلٰى يَوْمَ السَّبْتِ اَوِ الْاَرْبِعَاءِ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهُ فِي الْوَضَحِ. (رواه فی شرح السنته)

ترجمہ: حضرت زہری رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہفتہ یا بدھ کے روز سینگی کھچوائے یا لیپ کرے وہ کوڑھ کے پہنچنے میں ملامت نہ کرے مگر اپنے نفس کو۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

ٹوٹکہ کی ممانعت

(۳۹) وَعَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ رَاٰى فِي عُنُقِي خَيْطًا فَقَالَ مَا هٰذَا فَقُلْتُ خَيْطٌ رُقِيَ لِي فِيْهِ قَالَتْ فَاَخَذَهُ فَقَطَعَهُ ثُمَّ قَالَ اَنْتُمْ اٰلَ عَبْدِاللّٰهِ لَاَغْنِيَاءُ عَنِ الشِّرْكِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الرُّقٰى وَالتَّمَامَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ فَقُلْتُ لِمَ تَقُوْلُ هٰكَذَا لَقَدْ كَانَتْ عَيْنِي تَقْذِفُ وَكُنْتُ اَخْتَلِفُ اِلٰى فُلَانٍ الْيَهُوْدِيِّ فَاِذَا رَقَاهَا سَكَنَتْ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ اِنَّمَا ذٰلِكَ عَمَلُ الشَّيْطَانِ كَانَ يَنْخَسُهَا بِيَدِهِ فَاِذَا رُقِيَ كَفَّ عَنْهَا اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكِ اَنْ تَقُوْلِي كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَ اشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا (رواه سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جو عبداللہ بن مسعود کی بیوی ہے کہ عبداللہ نے میری گردن میں ایک تاگا دیکھا کہا یہ کیا ہے میں نے کہا یہ تاگا ہے اس میں میرے لیے منتر پڑھا گیا ہے۔ اس نے کہا اس نے پکڑ کر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کہا اے اہل عبداللہ تم شرک سے بے پرواہ ہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے منتر، منکے اور ٹوٹکے شرک ہیں میں نے کہا تم یہ کیسے کہتے ہو۔ میری آنکھ درد کے سبب نکلی پڑتی تھی میں فلاں یہودی کے پاس جاتی جب وہ دم پڑھتا آنکھ آرام پاتی۔ عبداللہ نے کہا یہ شیطان کا کام تھا۔ وہ آنکھ کو چوکتا تھا جب دم پڑھا جاتا اس سے رک جاتا تجھ کو کافی تھا کہ تو کہتی جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ اے لوگوں کے پروردگار بیماری کو لے جا اور شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے نہیں شفا مگر تیری شفا ایسی شفا فرما جو بیماری کو نہ چھوڑے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "رقی لی فیه" یعنی یہ تاگہ ہے جس پر میرے لئے منتر جنتر پڑھا گیا ہے۔ "الرقی" یعنی وہ جھاڑ پھونک جس میں کسی بت یا شیطان یا فرعون و ہامان کا نام ہو یا کوئی شرکیہ کلمہ ہو یا جس کا معنی معلوم نہ ہو ایسے جھاڑ پھونک کرنا منع ہے۔

"والتمائم" تمیمۃ کی جمع ہے منکوں کو کہتے ہیں عرب لوگ کچھ ہڈیاں مہرے وغیرہ لیکر اس کا ہار بناتے تھے اور پھر بچوں کے گلے میں یا پاؤں میں باندھتے تھے ان کا خیال تھا کہ اس سے نظر بد وغیرہ آفات سے بچاؤ ہوتا ہے اصل حقیقت تمائم کی یہی ہے پھر اس میں وسعت پیدا ہوگئی اور اس کا اطلاق عام تعویذات پر بھی ہونے لگا لہٰذا جن تعویذات میں اللہ تعالیٰ کا نام ہو ادعیہ ماثورہ ہوں صالح وظائف ہوں اس کی ممانعت نہیں

ہے یہ فرق سمجھنا انتہائی ضروری ہے شرکی تعویذات منع ہیں شرعی تعویذات جائز ہیں۔

واذا المنية أنشبت اظفارها الفيت كل تميمة لا تنفع

''التولة'' تا پر زیر ہے واؤ اور لام پر زبر ہے جادو کے ٹوٹکے کو کہتے ہیں کہ تاگہ پر کچھ جادو کے ٹوٹکے پڑھ کر عورت کو مرد اور مرد کو عورت پر عاشق بنایا جاتا ہے جس کو پشتو میں ''کوڈے'' کہتے ہیں اس میں عموماً جادو اور شرک کا عمل ہوتا ہے یہ سب ناجائز ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سب شرک ہے یعنی بے شک منتر منکے اور ٹوٹکے شرک ہیں۔

حزب اللہ اور جماعت المسلمین کے گمراہ لوگ اس حدیث کے ان الفاظ کی صحیح تشریح نہیں کرتے ہیں اور عوام کو بتاتے ہیں کہ مطلق تعویذات منع ہیں حالانکہ ان کا یہ کہنا غلط ہے تعویذات کا بنانا ثابت ہے البتہ اس کو کاروبار بنانا یا غلط انداز اختیار کرنا غلط ہے تو غلط لوگوں کے غلط کام کو غلط کہا جائے نہ کہ مطلق تعویذ کو غلط کہا جائے۔ ''لم تقول هكذا'' یعنی آپ کیوں روکتے ہو حالانکہ ہمیں تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ منتر جنتر میں فائدہ ہوتا ہے۔ ''تقذف'' یعنی آنکھیں دکھتی تھیں گویا اس میں کسی نے تنکا پھینکا ہو مجہول کا صیغہ ہے۔ ''اختلف الی'' یعنی جھاڑ پھونک کے لئے فلاں یہودی کے پاس آتی جاتی رہتی تھیں۔ ''رقاها'' جب وہ دم کرتا تھا ''سكنت'' آرام آجاتا تھا۔ ''عمل الشيطان'' یعنی شیطان کا ایک منظم منصوبہ ہوتا ہے وہ عقائد و اعمال خراب کرنے کیلئے یہ سازش کرتا ہے کہ پہلے کسی جگہ کو دبا کر بیمار کرتا ہے جب انسان ناجائز جھاڑ پھونک کرتا ہے یا مزار پر حاضری دیکر چادر چڑھاتا ہے یا غیر اللہ کے نام نذر و نیاز اور ذبح کرتا ہے تو شیطان اس جگہ سے انگلی ہٹاتا ہے تو آدمی ٹھیک ہو جاتا ہے اور اس کا عقیدہ ان غلط منتروں اور ٹوٹکوں پر پکا ہو جاتا ہے۔ ''ينخسها'' یعنی دباتا ہے مارتا رہتا ہے ''كف'' یعنی یہ یہودی ملحد جب دم کرتا ہے تو شیطان اس جگہ کو چھوڑ دیتا ہے بیمار سمجھتا ہے کہ یہ کمال یہودی کے منتر میں ہے تم کو چاہیے کہ نبوی ارشادات کے مطابق یہ وظائف پڑھا کرو۔

''نشرہ'' شیطان کا کام ہے

(۴۰) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النُّشْرَةِ فَقَالَ هُوَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ. (سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نشرہ کے متعلق سوال کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شیطان کا عمل ہے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

تشریح: ''نشرة'' ایک قسم کا سفلی عمل ہے جو آسیب کے دفعیہ کیلئے کیا جاتا ہے۔ اور قاموس میں ہے کہ نشرہ ایک رقیہ یعنی منتر ہے جس کے ذریعہ مجنون و مریض کا علاج کیا جاتا ہے۔ حاصل یہ کہ نشرہ کے لفظی معنی منتر یا تعویذ کے ہیں لہٰذا جس نشرہ کو شیطان کا کام فرمایا گیا ہے اس سے مراد وہ منتر ہوگا جو اسماء الٰہی قرآن اور منقول دعاؤں پر مشتمل نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ وہ زمانہ جاہلیت کے ان عملیات میں سے ایک عمل تھا جو بتوں اور شیاطین کے اسماء اور ان سے اعانت پر مشتمل ہوتے تھے یا اس منتر کے الفاظ عبرانی زبان کے ہوں گے کہ جن کے معنی معلوم نہ ہوں گے۔

لاپرواہ لوگوں کے کام

(۴۱) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا اُبَالِي مَا اَتَيْتُ اِنْ اَنَا شَرِبْتُ تِرْيَاقًا اَوْ تَعَلَّقْتُ تَمِيْمَةً اَوْقُلْتُ الشِّعْرَ من قِبَلِ نَفْسِيْ. (رواه سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے میں کسی عمل کرنے کی پرواہ نہیں کرتا اگر میں تریاق پیوں یا گلے میں منکہ لٹکاؤں یا اپنی طرف سے شعر کہوں۔ (روایت کیا اس کو ابو داؤد نے)

تشریح: ''وعن عبدالله بن عمر'' یہاں کاتب کی غلطی سے مشکوٰۃ کے نسخوں میں عبداللہ بن عمر لکھا ہوا ہے یہ عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں عبداللہ بن عمر بن خطاب نہیں۔

''ما ابالی'' یعنی مجھے کوئی باک اور پرواہ نہیں رہے گی کہ میں کوئی جائز یا ناجائز کا ارتکاب کروں اگر میں ان تین چیزوں کا ایک بار ارتکاب کروں۔'' ما ابالی'' پہلا والا ما نافیہ ہے دوسرا موصولہ ہے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں ان تین چیزوں کا ارتکاب کروں تو پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں ہوگی کہ میں کسی جائز اور ناجائز کا ارتکاب کروں پھر تو ہر نامشروع کام کا ارتکاب بھی جائز ہو جائے گا اگر ان ناجائز اشیاء کا ارتکاب میں کروں جب میں کسی ناجائز کا ارتکاب نہیں کرتا تو ان تین اشیاء کا بھی نہیں کروں گا۔ ایک ناجائز تو تریاق کا استعمال ہے جب اس میں شراب یا سانپ کا گوشت ملایا گیا ہو تو یہ میرے لئے اور میری امت سب کیلئے حرام ہے یا میں شرکیہ منکے اور گنڈے۔ گلے میں لٹکا دوں یہ شرکیہ گنڈے میرے لئے بھی اور میری امت سب کیلئے حرام ہیں۔ اور یا میں شعر کہہ دوں یہ میرے لئے حرام ہیں البتہ میری امت کیلئے حرام نہیں ہے کیونکہ شعر تو ایک کلام ہے'' حسنہ حسن وقبیحہ قبیح'' لیکن شان نبوت کے یہ منافی ہے کہ میں شعر گوئی کروں شاعر بنوں اور شعر بناؤں ہاں دوسرے کا ایک آدھ شعر کبھی پڑھ لینا وہ منع نہیں ہے۔

اس زمانہ میں تریاق میں شراب یا سانپ کا گوشت ملایا جاتا تھا اور پھر زہر کا علاج ہوتا تھا اگر یہ ناجائز اشیاء تریاق میں نہ ہوں تو فی نفسہ تریاق تو ایک جائز مرکب کا نام ہے جو ممنوع نہیں ہے۔ اسی طرح شرکیہ گنڈے اگر نہ ہوں صالح تعویذات ہوں تو امت کیلئے وہ بھی منع نہیں ہیں اور شعر تو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے منع تھے۔

جھاڑ پھونک وغیرہ توکل کے منافی

(۴۲) وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اكْتَوٰى اَوِ اسْتَرْقٰى فَقَدْ بَرِئَ مِنَ التَّوَكُّلِ (رواہ مسند احمد بن حنبل والترمذی وسنن ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص داغ لے یا منتر پڑھوائے وہ توکل سے بری ہوا۔ روایت کیا اس کو احمدؒ ترمذیؒ اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ کسی مرض کیلئے جسم کے کسی حصہ پر داغ لینا یا کسی ضرورت و حاجت کی صورت میں جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے کرانا' اگرچہ مباح ہے لیکن توکل اور اعتماد علی اللہ کا جو مرتبہ و مقام ہے وہ اس سے بلند و بالا ہے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنین' لہٰذا اسباب و ذرائع کے اختیار کرنے میں زیادہ انہماک و رغبت گویا رب الارباب سے غافل ہو جانے کی دلیل ہے اسی لئے امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص کہیں جانے کے لئے اپنے مکان کے دروازوں کو دو تالوں سے مقفل کرے یا ایک تالا ڈالے اور پھر اپنے پڑوسی سے بھی مکان کی حفاظت و نگرانی کیلئے کہے تو وہ توکل کے دائرے سے نکل گیا۔

(۴۳) وَعَنْ عِيْسَى ابْنِ حَمْزَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُكَيْمٍ وَبِهٖ حُمْرَةٌ فَقُلْتُ اَلَا تُعَلِّقُ تَمِيْمَةً فَقَالَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ اِلَيْهِ. (رواہ سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عیسیٰ بن حمزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں عبداللہ بن عکیم پر داخل ہوا ان کے بدن پر سرخ بادہ تھی میں نے کہا تم کوئی تعویذ نہیں لٹکاتے۔ اس نے کہا ہم اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کوئی چیز لٹکائے اس کو اس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

جھاڑ پھونک کے اثر کا ذکر

(۴۴) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِلَّا رُقْيَةَ اِلَّا مِنْ عَيْنٍ اَوْحُمَةٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ بُرَيْدَةَ.

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منتر تاثیر نہیں کرتا مگر نظر لگ جانے

سے یا زہریلے ڈنک سے۔ روایت کیا اس کو احمد، ترمذی اور ابوداؤد نے اور روایت کیا ہے اس کو ابن ماجہ نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے۔

تشریح: "عین" نظر بد کو کہتے ہیں "او حمة" کسی زہریلے حیوان کے زہریلے ڈنگ کو حمۃ کہا گیا ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جھاڑ پھونک تو درحقیقت ان دو بیماریوں کیلئے ہے اگرچہ دیگر امراض کیلئے بھی ہوتا ہے لیکن نظر اور زہریلے ڈنگ کے لئے جھاڑ پھونک تیر بہدف دوا اور علاج ہے گویا کسی اور چیز کیلئے جھاڑ پھونک اتنا مفید ہے ہی نہیں۔ اس سے جھاڑ پھونک کی نفی مقصود نہیں کیونکہ مشکوٰۃ جلد اول میں جائز تعویذات اور جھاڑ پھونک کا واضح ثبوت موجود ہے بلکہ ان دو چیزوں کیلئے جھاڑ پھونک کی خصوصی افادیت کا ذکر ہے۔

(۴۵) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا رُقْيَةَ اِلَّا مِنْ عَيْنٍ اَوْحُمَةٍ اَوْدَمٍ. (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منتر تاثیر نہیں رکھتا مگر نظر کے لگنے سے یا زہریلے ڈنگ سے یا خون سے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تیز نظر کا ذکر

(۴۶) وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ وَلَدَ جَعْفَرٍ تَسْرِعُ اِلَيْهِمُ الْعَيْنُ اَفَاسْتَرْقِىْ لَهُمْ قَالَ نَعَمْ فَاِنَّهٗ لَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابِقَ الْقَدْرِ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ (رواه مسند احمد بن حنبل و الترمذی و سنن ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے کہا اے اللہ کے رسول جعفر کی اولاد کو نظر بہت جلد لگ جاتی ہے کیا میں ان کو دم کر دیا کروں فرمایا ہاں اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے جانے والی ہوتی نظر اس سے سبقت لے جاتی۔ روایت کیا اس کو احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: "العین" کبھی عاین کی نظر منظور الیہ میں کام کرتی ہے یہ ان کی نظر کے اندر ایک جراثیمی مادہ کا اثر ہوتا ہے لیکن کبھی منظور الیہ میں کشش کی وجہ سے ناظر کی نظر کھینچی جاتی ہے یہاں اسی صورت کا ذکر ہے کہ جعفر کی اولاد اتنی خوبصورت اور پرکشش ہے کہ جو بھی ان کو دیکھتا ہے نظر لگ جاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے دفعیہ اور توڑ کیلئے جائز جھاڑ پھونک کا استعمال کرو کیونکہ نظر بد کا لگنا ایک حقیقت ہے۔

نملہ کا منتر

(۴۷) وَعَنِ الشَّفَاءِ بِنْتِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عِنْدَ حَفْصَةَ فَقَالَ اَلَا تُعَلِّمِيْنَ هٰذِهٖ رُقْيَةَ النَّمْلَةِ كَمَا عَلَّمْتِيْهَا الْكِتَابَةَ (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت شفا بنت عبداللہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی آپ نے فرمایا تو اس کو نملہ کا دم کیوں نہیں سکھلاتی جس طرح تو نے اس کو کتابت سکھلائی ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: "رقیة النملة" نملہ ان پھنسیوں کو کہتے ہیں جو انسان کی پسلیوں پر نکل آتی ہیں اور بہت تکلیف پہنچاتی ہیں جو شخص ان پھنسیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اس کو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا اس کے جسم پر چیونٹیاں رینگ رہی ہیں شاید اسی وجہ سے ان پھنسیوں کو نملہ (چیونٹی) کہا جاتا ہے۔

حضرت شفاء مکہ مکرمہ میں اس نملہ کے دفعیہ کیلئے ایک منتر پڑھ کر جھاڑ پھونک کیا کرتی تھیں جب حضرت شفاء نے اسلام قبول کیا اور ہجرت کر کے مدینہ آئیں تو اپنے اس منتر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دیدی اور پھر فرمایا کہ جس طرح تم نے حفصہ کو خط و کتابت سکھائی یہ منتر اس کو کیوں نہ سکھایا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ اس منتر کی طرف تھا جو عرب عورتیں چند کلمات بوقت جھاڑ پھونک کہا کرتی تھیں وہ کلمات یہ ہیں۔ العروس تنتعل وتختضب وتكتحل وكل شئى تفتعل غير انها لا تعصى الرجل یعنی دلہن جوتے پہن کر مہندی اور سرمہ بھی لگائے گی سب کچھ کرے گی لیکن شوہر کی نافرمانی نہیں کرے گی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص یہ منتر حضرت حفصہ کو سکھانے کا حکم اس لئے دیا کہ اس میں لا تعصی الرجل کے الفاظ ہیں اس میں حضرت حفصہ پر تعریض ہے کہ انہوں نے واقعہ شرب عسل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کیا تھا جو نافرمانی تھی اور وفادار عورت شوہر کی نافرمانی نہیں کرتی۔ "الکتابة" جس طرح تم نے حفصہ کو خط سکھایا تھا۔ ایک حدیث میں ہے" لا تعلموهن الکتابة "عورتوں کو خط مت سکھاؤ۔ ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خط و کتابت کی ممانعت بعد میں آئی ہے یہ قصہ پہلے کا ہے لہٰذا خط سکھانے کا حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ خط و کتابت میں ازواج مطہرات کو بطور خاص اجازت تھی باقی عام عورتوں کیلئے ممانعت تھی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ ابتداء میں اجازت تھی بعد میں عورتوں کیلئے بوجہ فساد زمان ممانعت آئی جس طرح ابتداء میں مسجد میں جاکر نماز باجماعت کی اجازت تھی مگر اب نہیں۔

نظر لگنے کا ایک واقعہ

(۴۸) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حَنِیْفٍ قَالَ رَاٰی عَامِرُ بْنُ رَبِیْعَةَ سَهْلَ بْنَ حَنِیْفٍ یَغْتَسِلُ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا رَاَیْتُ کَالْیَوْمِ وَلَا جِلْدَ مُخَبَّاةٍ فَقَالَ فَلُبِطَ سَهْلٌ فَاُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقِیْلَ لَهٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لَکَ فِیْ سَهْلِ بْنِ حُنَیْفٍ وَاللّٰهِ مَا یَرْفَعُ رَاْسَهٗ فَقَالَ هَلْ تَتَّهِمُوْنَ لَهٗ اَحَدًا فَقَالُوا اتَّهِمْ عَامِرَ بْنَ رَبِیْعَةَ قَالَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَامِرًا فَتَغَلَّظَ عَلَیْهِ وَقَالَ عَلَامَ یَقْتُلُ اَحَدُکُمْ اَخَاهُ اَلَّا بَرَّکْتَ اِغْتَسِلْ لَهٗ فَغَسَلَ لَهٗ عَامِرٌ وَجْهَهٗ وَیَدَیْهِ وَمِرْ فَقَیْهِ وَرُکْبَتَیْهِ وَاَطْرَافَ رِجْلَیْهِ وَاخِلَةَ اِزَارِهٖ فِیْ قَدَحٍ ثُمَّ صُبَّ عَلَیْهِ فَرَاحَ مَعَ النَّاسِ لَیْسَ لَهٗ بَاسٌ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَ رَوَاهُ مَالِکٌ وَفِیْ رِوَایَتِهٖ قَالَ اِنَّ الْعَیْنَ حَقٌّ تَوَضَّالَهٗ فَتَوَضَّالَهٗ.

ترجمہ: حضرت ابوامامہ بن سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا عامر بن ربیعہ نے سہل بن حنیف کو غسل کرتے ہوئے دیکھا کہنے لگا اللہ کی قسم میں نے آج کی مانند کوئی دن نہیں دیکھا اور نہ سہل کی جلد کی مانند کسی پردہ نشین کی جلد دیکھی ہے۔ کہا سہل گرا لیا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ آپ کو سہل کے علاج میں رغبت ہے اللہ کی قسم وہ اپنا سر نہیں اٹھاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کسی کے متعلق گمان کرتے ہو کہ اس کو کس نے نظر لگائی ہے لوگوں نے کہا عامر بن ربیعہ کے متعلق ہمارا گمان ہے۔ راوی نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر کو بلایا اور اسے سخت سست کہا اور فرمایا ایک تمہارا اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے تو نے برکت کی دعا کیوں نہ دی سہل کے لیے دھو عامر نے اس کے لیے اپنا چہرہ دونوں ہاتھ دونوں کہنیاں گھٹنے پاؤں کی انگلیوں کے کنارے اور ازار کے اندر کے اعضا ایک پیالے میں دھو کر دیئے پھر آپ نے وہ پانی سہل پر ڈالا وہ لوگوں کے ساتھ اس طرح اٹھ کر چلا گویا اس کو کچھ شکایت نہ تھی۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں اور روایت کیا اس کو مالک نے اور اس کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا نظر کا لگ جانا حق ہے اس کے لیے وضو کر اس نے اس کے لیے وضو کیا۔

تشریح: "ولا جلد مخباة" یعنی عامر نے سہل کے متعلق کہا کہ ان کی کھال اس طرح نرم و نازک اور خوبصورت ہے کہ آج تک ایسی خوبصورت چیز نہیں دیکھی ہے بلکہ پردہ نشین دوشیزہ لڑکی کی کھال بھی اس طرح خوش رنگ نہیں دیکھی ہوگی۔

"فلبط" علامہ طیبی نے اس صیغہ کو باب تفعیل سے معروف کا صیغہ لیا ہے اور سہل اس کا فاعل ہے لبط منہ کے بل زمین پر گرنے کے معنی میں ہے۔

ملا علی قاری نے اس صیغہ کو ضرب اور نصر سے مجہول کا صیغہ قرار دیا ہے۔ گویا ایسا محسوس ہوا کہ سہل منہ کے بل زمین پر گرائے گئے۔

فتغلظ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر کو سخت الفاظ سے یاد کیا اور خوب ڈانٹا۔ "الا برکت" یعنی جب تم کو سہل کا بدن بھا گیا تھا تو تم نے اس کیلئے برکت کی دعا کیوں نہیں کی؟ کہ بارک اللہ علیک کہہ دیتے۔

"اغتسل له" یعنی اب ان کو اپنے اعضا کے دھون کا پانی دیدو علماء نے لکھا ہے کہ عاین اور ناظر کلی اور وضو کرے پاؤں گھٹنے اور ناف کے نیچے علاقہ کو دھوئے اور ایک ٹب میں پانی جمع کرے اور پھر نظر زدہ شخص کی پشت کی طرف سے اس کے سر پر وہ پانی ڈال دے یہ شریعت کا حکم ہے

جائز اور نافع ہے کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے اس میں اپنی عقل کو دخل دینا بے فائدہ ہے۔ علامہ مازریؒ فرماتے ہیں کہ ناظر کا غسل کرنا اور پانی منظور الیہ کو دینا اس پر واجب ہے لہٰذا اگر وہ اس سے انکار کرتا ہے تو اس کو مجبور کیا جا سکتا ہے بلکہ قید کیا جا سکتا ہے ایک مر رہا ہے دوسرا اعضاء کا دھون نہیں دے رہا یہ کونسا انصاف ہے؟ قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں جو شخص نظر لگانے میں مشہور ہو تو اس سے اجتناب کرنا اور اس کے سامنے نہ آنا اور احتیاط کرنا لازم ہے اور حاکم پر لازم ہے کہ ایسے شخص کو لوگوں کے میل جول اور اختلاط سے روک دے اور اس کو پابند بنا دے کہ وہ صرف گھر میں رہے اور باہر نکلنے کی کوشش نہ کرے اگر وہ غریب ہے تو اس کے کھانے پینے کا انتظام بیت المال سے کرے مگر اس کو باہر آنے کی اجازت نہ دے۔

پناہ مانگنے کا ذکر

(۴۹) وَعَنْ اَبِی سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَآنِّ وَعَیْنِ الْاِنْسَانِ حَتّٰی نَزَلَتِ الْمُعَوِّذَتَانِ فَلَمَّا نَزَلَتْ اَخَذَ بِھِمَا وَتَرَکَ مَا سِوَاھُمَا. رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنون سے اور آدمیوں کی نظر لگ جانے سے پناہ مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سورتیں نازل ہوئیں جب نازل ہوئیں آپ نے ان دونوں کو لے لیا اور ان کے سوا کو چھوڑ دیا۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(۵۰) وَعَنْ عَآئِشَۃَ قَالَتْ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ رءِیَ فِیْکُمُ الْمُغَرِّبُوْنَ قُلْتُ وَمَا الْمُغَرِّبُوْنَ قَالَ الَّذِیْنَ یَشْتَرِکُ فِیْھِمُ الْجِنُّ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَ ذُکِرَ حَدِیْثُ بْنُ عَبَّاسٍ خَیْرُ مَاتَدَاوَیْتُمْ فِیْ بَابِ التَّرَجُّلِ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں مغربون پائے جاتے ہیں میں نے عرض کیا مغربوں کون ہیں فرمایا وہ لوگ جن میں جن شریک ہو جاتے ہیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ ابن عباس کی حدیث جس کے الفاظ ہیں خیر ماتداویتم باب الترجل میں گذر چکی ہے۔

تشریح: "ھل رئی" یعنی کیا انسانوں میں مغربون دکھائی دیتے ہیں؟ یہاں استفہام تنبیہ اور استیقاظ کیلئے ہے اور ھل بمعنی قد ہے۔ "المغربون" باب تفعیل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے دور کرنے اور بعید ہونے کے معنی میں آتا ہے اس مفہوم کے تعین میں چونکہ اشتباہ تھا اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا "وما المغربون" یعنی یہ لوگ کون ہیں ان کی حقیقت کیا ہے کس جنس اور کس طبقہ سے ان کا تعلق ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ مغربون وہ طبقہ اور لوگ ہیں جن کے ساتھ جنات کا اشتراک عمل ہے۔

سوال:۔ اب سوال یہ ہے کہ مغربون کا تعارف اس حدیث میں صرف اتنا ہوا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ شیاطین اور جنات کا اشتراک عمل ہے۔ ان الفاظ کا مفہوم خود متعین نہیں ہے کہ جنات کے اشتراک عمل کا مطلب کیا ہے؟

جواب پہلا مفہوم:۔ مغربون کا ترجمہ دور ہونا اور بعید ہونا ہے اور اس لفظ کا ایک مفہوم و مطلب یہ ہے کہ مغربون وہ لوگ ہیں جو بوقت جماع ذکر اللہ سے دور رہتے ہیں یعنی جماع شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھتے ہیں اور یہ دعا نہیں پڑھتے "اللھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا" جب یہ لوگ اپنے آپ کو ذکر اللہ سے اور اس دعا سے دور رکھتے ہیں تو شیطان قریب آ جاتا ہے اور جماع کرنے والے شخص کے ذکر سے اپنے ذکر کو لپیٹ دیتا ہے اور جماع میں اس شخص کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے اس کے نتیجے میں جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ خیر و بھلائی سے دور ہو جاتی ہے اور شیطان کا ان پر پورا قابو آ جاتا ہے جس کو بعض مزاحی لوگ کہتے ہیں یہ لڑکا بے بسم اللہ پیدا ہوا ہے۔

شارحین لکھتے ہیں کہ آج کل نئی نسل کے بگاڑ کا ایک بڑا ذریعہ یہی کوتاہی ہے قرآن عظیم میں وشارکھم فی الاموال والاولاد والی آیت میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

دوسرا مفہوم:۔ یہ کہ مغربون سے مراد زنا کار مرد اور عورتیں ہیں جو زنا کے ذریعہ سے حسب ونسب کو غائب کر کے خراب کر دیتے ہیں، دوسرے بعید نسب کو اپنے نسب میں شامل کر دیتے ہیں یا اپنے قریب نسب کو دوسرے بعید نسب میں شامل کر دیتے ہیں اور یہ سارا کام شیطان کے اشتراک عمل سے ہوتا ہے زنا پر آمادہ کرنا شیطان کا عمل اور اس کا کام ہے جیسے **یامرھم بالفحشاء والمنکر** لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا**

تیسرا مفہوم:۔ مغربون اور اس کے اشتراک عمل کا تیسرا مفہوم یہ ہے کہ اس سے مراد جنات کے وہ مرد ہیں جن کے انسانوں کی عورتوں سے ناجائز تعلقات قائم ہوں اور وہ ان عورتوں سے زنا کرتے ہوں اور اس کے نتیجے میں ان عورتوں کی اولاد پیدا ہوتی ہو اس طرح جنات انسانوں کے ساتھ شریک ہوگئے انسان جب اپنے دین سے دور ہو جاتا ہے تو جن اس پر سوار ہو جاتے ہیں کیونکہ حفاظت کی باڑ ختم ہو جاتی ہے اور حصار ٹوٹ جاتا ہے۔

چوتھا مفہوم:۔ مغربون اور ان کے اشتراک عمل کا چوتھا مفہوم یہ ہے کہ مغربون انسانوں میں کاہنوں اور نجومیوں کا وہ طبقہ ہے جن کے بعض شیاطین کے ساتھ براہ راست تعلقات ہوتے ہیں چنانچہ شیاطین آسمان سے خبریں لاکر ان کو دیتے ہیں اور یہ جوگی لوگ اس کو عام انسانوں میں پھیلاتے ہیں اور جھوٹ موٹ ملا کر اپنے کاروبار کو چمکاتے اور چلاتے ہیں۔ پہلا مفہوم زیادہ واضح ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ...... معدے کے مثال

(۱۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَعِدَةُ حَوْضُ الْبَدَنِ وَالْعُرُوْقُ اِلَیْهَا وَارِدَةٌ فَاِذَا صَحَّتِ الْمَعِدَةُ صَدَرَ الْعُرُوْقُ بِالصِّحَّتِ وَاِذَا فَسَدَتِ الْمَعِدَةُ صَدَرَتِ الْعُرُوْقُ بِالسَّقَمِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معدہ بدن کے لیے حوض کی مانند ہے رگیں معدہ کی طرف آنے والی ہیں اگر معدہ تندرست ہو رگیں تندرستی لے کر واپس ہوتی ہیں اور اگر معدہ فاسد ہو رگیں بیماری لے کر واپس آتی ہیں۔ (بیہقی)

تشریح: ''حوض البدن'' یعنی انسان کے بدن اور اس کے معدے کے درمیان جو نسبت اور رشتہ و تعلق ہے وہ وہی نسبت ہے جو پانی کے حوض اور درخت و فصل کے درمیان ہے تو جس پانی و تالاب کے کنارے میں کھڑا درخت اپنی جڑوں کے ذریعہ پانی سے اپنی بقاء کیلئے حیاتیاتی رطوبات حاصل کرتا ہے اسی طرح انسانی جسم مختلف رگوں کے ذریعہ اپنے معدہ سے صحت اور طاقت کی رطوبات حاصل کرتا ہے چنانچہ اگر حوض میں پانی صاف اور صحت بخش ہوتا ہے تو وہ درخت کی تازگی کا سبب بنتا ہے اور اگر پانی کھارا اور مضر صحت ہوتا ہے تو وہ درخت کی خشکی اور تباہی کا ذریعہ بنتا ہے یہ تو اس حدیث کا مفہوم و مطلب ہے آگے نظام ہضم کے متعلق کچھ مزید وضاحت درج ذیل ہے۔

عجیب قدرتی نظام ہضم:۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم میں عجیب قدرتی نظام ہضم بنا رکھا ہے جو سالہا سال سے چلتا ہے اور انسان کو پتہ بھی نہیں کہ شکر ادا کرے چنانچہ غذا جب معدہ میں پہنچتی ہے تو معدہ کی مشینری تیز ہو جاتی ہے اور اس طرح عمل شروع کرتی ہے کہ معدہ غذا کے کچھ اجزاء کو فضلات کی صورت میں نیچے گرا دیتا ہے جو مقعد کے راستے سے خارج ہو جاتے ہیں اور غذا کے اچھے اجزاء کو جگر میں پہنچا دیتا ہے۔ یہ نظام ہضم کا پہلا مرحلہ ہے اس کے بعد جگر میں صفراء، سوداء، دم اور ماء جمع ہو جاتے ہیں جگر صفراء کو پتہ میں ڈال دیتا ہے یہ کڑوا تلخ پانی ہے اس کا ایک ایک قطرہ پتہ معدہ میں ڈالتا رہتا ہے تاکہ نئی غذا ہضم ہو کر تحلیل ہو جائے یہی قطرہ اگر معدہ میں نہ گرے بلکہ باہر ہو جائے تو پورے بدن میں صفرا سے یرقان کی بیماری پھیل جاتی ہے جگر سوداء کو تلی میں ڈال دیتا ہے اور تلی تازہ رہتی ہے جگر پانی کو گردوں میں پہنچا دیتا ہے اور گردوں کی نالیوں سے گزر کر فضلہ پانی مثانہ میں جا کر جمع ہو جاتا ہے اور پیشاب کی صورت اختیار کر جاتا ہے اور پیشاب کی نالی سے خارج ہو جاتا ہے۔ جگر دم یعنی خون کو دل تک پہنچا دیتا ہے اور دل میں پمپنگ کا دفاعی نظام ہے جو اس خون کو جسم کی تمام رگوں اور شریانوں میں پھیلا کر متحرک رکھتا ہے یہی حرکت اگر پانچ منٹ کیلئے بند ہو جائے تو انسان مر جاتا ہے نبض کی حرکت اسی نظام کا حصہ ہے یہی خون جب مادہ حیوان کے تھنوں میں پہنچتا ہے تو وہاں تھن کے گوشت میں اللہ تعالیٰ نے ایسا فلٹر

سسٹم قائم کیا ہے کہ یہی خون صاف اور شفاف دودھ میں بدل جاتا ہے جس کو مزے لے لے کر انسان پیتا ہے "فتبارک الله احسن الخالقين" زیر بحث حدیث میں اسی عجیب وغریب نظام ہضم اور نظام قدرت کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے کہ "المعدة حوض البدن" اور اسی عجیب نظام کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے کہ عیسیٰ اور ان کی ماں خدا نہیں تھے بلکہ خدا کے بندے تھے "كان يا كلان الطعام" وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے اور اس لمبے نظام ہضم سے ان کو گزرنا پڑتا تھا اسی کے شکر ادا کرنے کی طرف شیخ سعدی نے اشارہ کر کے کہا ہے

ابرو بادومه و خورشید فلک درکار اند — تا تونا نے بکف آرے و بغفلت نخوری

بچھو کے کاٹے کا علاج

(۵۲) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ يُصَلِّيْ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْاَرْضِ فَلَدَ غَتْهُ عَقْرَبٌ فَنَا وَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَعْلِهٖ فَقَتَلَهَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْعَقْرَبَ مَا تَدَعُ مُصَلِّيًا وَلَا غَيْرَهُ اَوْنَبِيًّا وَ غَيْرَهُ ثُمَّ دَعَا بِمِلْحٍ وَمَاءٍ فَجَعَلَهُ فِيْ اِنَاءٍ ثُمَّ جَعَلَ يَصُبُّهُ عَلٰى اِصْبَعِهٖ حَيْثُ لَدَغَتْهُ وَيَمْسَحُهَا وَ يُعَوِّذُهَا بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے آپ نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی کو بچھو نے ڈس لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے جوتے سے مار ڈالا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ بچھو پر لعنت کرے نمازی اور غیر نمازی کو نہیں چھوڑتا ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبی اور غیر نبی کو نہیں چھوڑتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمک اور پانی منگوایا اس کو ایک برتن میں ڈالا پھر جہاں ڈسا تھا اس پر ڈالنے لگے اور انگلی ملتے تھے اور ان پر قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دم کرتے تھے۔ روایت کیا اس دونوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی موت

(۵۳) وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ موْهَبٍ قَالَ اَرْسَلَنِيْ اَهْلِيْ اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ وَكَانَ اِذَا اَصَابَ الْاِنْسَانَ عَيْنٌ اَوْشَيْءٌ بَعَثَ اِلَيْهَا مِخْضَبَةً فَاَخْرَجَتْ مِنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ تُمْسِكُهُ فِيْ جُلْجُلٍ مِنْ فِضَّةٍ فَخَضْخَضته لَهُ فَشَرِبَ مِنْهُ قَالَ فَاطَّلَعْتُ فِي الْجُلْجُلِ فَرَاَيْتُ شَعْرَاتٍ حَمْرَآءَ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میرے گھر والوں نے مجھ کو پانی کا ایک پیالہ دے کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا اور جب کسی کو نظر لگ جاتی یا کوئی اور تکلیف ہوتی وہ بڑا پیالہ اس کی طرف بھیجتا ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نکالتی اس نے انہیں چاندی کی نلی میں رکھا ہوا تھا وہ اس پیالے میں اس کو ہلاتیں وہ اسے پی لیتا میں نے نلی میں جھانک کر دیکھا اس میں چند ایک سرخ بال تھے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: طیبیؒ کہتے ہیں کہ اس موقع پر چاندی کا استعمال موئے مبارک کی تعظیم وتوقیر کے پیش نظر تھا' جیسا کہ کعبہ مکرمہ پر ریشمی کپڑے کا پردہ ڈالا جاتا ہے۔ جہاں تک ان بالوں کی سرخی کا تعلق ہے تو ہوسکتا ہے کہ موئے مبارک خلقی طور پر سرخ ہی تھے۔ یا تھے تو بھورے مگر دیکھنے میں سرخ معلوم ہوتے تھے' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان پر مہندی کا خضاب ہوگا جس کی وجہ سے وہ سرخ تھے۔ یا چونکہ ان کو خوشبوؤں میں رکھا جاتا تھا اس لئے ان خوشبوؤں کی وجہ سے ان کا رنگ متغیر ہوگیا تھا۔ اور وہ سرخ نظر آنے لگتے تھے۔

کھنبی کے خواص

(۵۴) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ نَاسًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ الْكَمْأَةُ جُدَرِيُّ الْأَرْضِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَ مَآءُ هَا شِفَآءٌ لِلْعَيْنِ وَالْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهِيَ شِفَآءٌ مِنَ السَّمِّ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَأَخَذْتُ ثَلٰثَةَ أَكْمُؤٍ أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا فَعَصَرْتُهُنَّ فَجَعَلْتُ مَاءَ هُنَّ فِي قَارُوْرَةٍ وَكَحَلْتُ بِهِ جَارِيَةً لِي عَمْشَاءَ فَبَرَأَتْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت سے لوگوں نے کہا کھمبی زمین کی چیچک ہے آپ نے فرمایا کھمبی من کی قسم سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لیے شفا ہے اور عجوہ جنت سے ہے اور وہ زہر سے شفا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے تین یا پانچ یا سات کھمبیاں لیں میں نے ان کو نچوڑا ان کا پانی شیشی میں ڈالا اور بطور سرمہ اپنی ایک چندھی لونڈی کی آنکھ میں ڈالا وہ اچھی ہوگئی۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن ہے)

تشریح: "الکماۃ" پہاڑی علاقوں میں ساون کے مہینوں میں زمین اور زمین پر پڑی ہوئی لکڑیوں میں ایک چیز پیدا ہو جاتی ہے جس کی کئی اقسام ہوتی ہیں بعض گیندے کے پھول کی طرح ہوتا ہے بعض چھتری نما ہوتا ہے جو اوپر سے سیاہی مائل ہوتا ہے اور نیچے سے سفید تر ہوتا ہے جس میں باریک نالیاں ہوتی ہیں جو اس چیز کے تراشے بنا دیتی ہیں اس کا ذائقہ گوشت کا ہوتا ہے اس کو ساگ اور گوشت کی طرح پکایا جاتا ہے، بہت لذیذ ہوتا ہے۔ افریقی ملک زامبیا میں غریب لوگ ٹوکریوں میں بھر بھر کر سڑک کے کنارے پر لاتے ہیں اور فروخت کرتے ہیں۔ "جدری الارض" یہ کھمبی کی ایک قسم ہے جو گویا زمین کے جسم پر دانے ہیں جو چیچک کی طرح لگتے ہیں اسی وجہ سے صحابہ نے پوچھا ہے کہ کیا یہ زمین کی چیچک ہے؟ "من المن" یعنی جس طرح بطور نعمت اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو من وسلویٰ دیا تھا یہ کھمبی ہمارے لئے من کی جگہ میں ہے یہ چیچک نہیں بلکہ نعمت ہے جو محنت کے بغیر اللہ تعالیٰ دیتا ہے صحابہ نے کھمبی کی مذمت کا ارادہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خیال کو رد فرما کر اس کو نعمت قرار دیا۔ کھمبی کو سانپ کی چھتری بھی کہتے ہیں۔

"وماء ھا شفاء" یعنی آنکھوں کی بیماریوں اور نظر کیلئے شفاء ہے کہ اس کا اصلی طبعی پانی نچوڑ کر حاصل کیا جائے اور پھر اس کے قطرے آنکھوں میں ڈالے جائیں یہ انفرادی طور پر بھی علاج ہے اور ممکن ہے کہ دوسری ادویہ کے ساتھ ملا کر علاج ہوتا ہو۔ اس حدیث کے آخری حصہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنا تجربہ منقول ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انفرادی طور پر علاج ہے۔ "عمشا" ایسی لڑکی جس کی آنکھیں چندھیا جاتی ہوں۔

شہد کی فضیلت

(۵۵) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَعِقَ الْعَسَلَ ثَلٰثَ غَدَوَاتٍ فِي كُلِّ شَهْرٍ لَمْ يُصِبْهُ عَظِيْمٌ مِنَ الْبَلَاءِ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر مہینہ میں تین دن صبح صبح شہد چاٹ لے اس کو کوئی بڑی مصیبت نہیں پہنچتی۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ شہد کی برکت وخاصیت سے بڑی مصیبت وبلا تک دفع ہو جاتی ہے خواہ وہ کسی سخت بیماری کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں چہ جائیکہ کوئی چھوٹی مصیبت وبلا ہو۔

سفر السعادۃ کے مصنف نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ ایک پیالہ میں شہد کو پانی میں ملا کر گھونٹ گھونٹ نوش فرماتے تھے۔ علماء نے لکھا ہے کہ شہد کو پانی میں ملا کر پینے سے حفظان صحت کی وہ نعمت حاصل ہوتی ہے جس کی معرفت کی راہ عارفین ہی جان سکتے ہیں۔ چنانچہ شہد کے جو بیشمار فوائد وخواص ہیں ان کی بناء پر ارباب طب وتحقیق کا یہ فیصلہ ہے کہ شہد بلا شبہ ایک ایسی نعمت الٰہی ہے جس کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا۔ جالینوس کا کہنا ہے کہ خالص طور پر بیماریوں کیلئے شہد سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ اطباء لکھتے ہیں کہ نہار منہ شہد کو پینا یا چاٹنا بلغم کو چھانٹتا ہے معدے کو صاف کرتا ہے لزوجت اور فضلات کو دور کرتا ہے، معدے کو اعتدال کے ساتھ گرمی پہنچاتا ہے اور سددوں کو کھولتا ہے، علاوہ ازیں یہ جلندر، استرخاء اور ہر قسم کے ریاح کو زائل کرتا ہے، پیشاب، حیض اور دودھ کو جاری کرتا ہے مثانہ وگردہ کی پتھری کو توڑتا ہے اور رطوبت ردیہ کو دفع کرتا ہے۔

(۵۶) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالشَّفَائَيْنِ الْعَسَلَ وَالْقُرْاٰنَ رَوَاهُمَا ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ الصَّحِيْحُ اَنَّ الْاٰخِيْرَ مَوْقُوْفٌ عَلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو شفاؤوں کو لازم پکڑو یعنی شہد اور قرآن کو۔ روایت کیا ان دونوں حدیثوں کو ابن ماجہ نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں صحیح یہ ہے کہ آخری حدیث ابن مسعود پر موقوف ہے۔

تشریح: شہد کی یہ فضیلت اس لئے ہے کہ اس میں شفا کا ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **فیه شفاء للناس**۔ یعنی اس میں لوگوں کیلئے شفا ہے اور خود قرآن مجید بھی کائنات انسانی کے لئے شفاء و رحمت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **هدی و شفاء لماء فی الصدور** (یعنی یہ قرآن دلوں کی بیماریوں کیلئے ہدایت اور شفا ہے)۔ لیکن ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ شہد تو محض ظاہری جسمانی بیماریوں کیلئے شفا ہے جبکہ قرآن کریم ظاہر و باطن یعنی جسم و روح دونوں کی بیماریوں کیلئے شفا ہے اسی لئے قرآن کریم کے حق میں **هدی و شفاء** فرمایا گیا ہے۔

بلاضرورت سر پر پچھنے لگوانا حافظہ کے لئے نقصان دہ ہے

(۵۷) وَعَنْ اَبِیْ كَبْشَةَ الْاَنْمَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ عَلٰى هَامَتِهٖ مِنَ الشَّاةِ الْمَسْمُوْمَةِ قَالَ مَعْمَرٌ فَاحْتَجَمْتُ اَنَا مِنْ غَيْرِ سَمٍّ كَذٰلِكَ فِیْ يَافُوْخِیْ فَذَهَبَ حُسْنُ الْحِفْظِ عَنِّیْ حَتّٰى كُنْتُ اُلَقَّنُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ فِی الصَّلٰوةِ (رواه رزين)

ترجمہ: حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زہر آلودہ بکری کھا لینے کی وجہ سے اپنے سر پر پچھنے لیے۔ معمر نے کہا میں نے بغیر زہر پہنچنے کے اپنے سر کے درمیان پچھنے لیے۔ معمر نے کہا میں نے بغیر زہر پہنچنے کے اپنے سر کے درمیان پچھنے لیے میرا حافظہ جاتا رہا۔ یہاں تک کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کا لقمہ دیا جاتا۔ روایت کیا اس کو رزین نے۔

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ کسی علت و سبب کے بغیر کہ جو سر میں سے خون نکلوانے کو ضروری قرار دے، سر پر سینگی کھنچوانا اور خون نکلوانا قوت حافظہ کو نقصان پہنچانے کا باعث ہے۔

سینگی کھنچوانے کے دن

(۵۸) وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ يَا نَافِعُ يَنْبَعُ بِیَ الدَّمُ فَاْتِنِیْ بِحَجَّامٍ وَاجْعَلْهُ شَابًّا وَلَا تَجْعَلْهُ شَيْخًا وَلَا صَبِيًّا قَالَ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْحِجَامَةُ عَلَى الرِّيْقِ اَمْثَلُ وَهِیَ تَزِيْدُ فِی الْعَقْلِ وَتَزِيْدُ فِی الْحِفْظِ وَ تَزِيْدُ الْحَافِظَ حِفْظًا فَمَنْ كَانَ مُحْتَجِمًا فَيَوْمَ الْخَمِيْسِ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ وَ اجْتَنِبُوا الْحِجَامَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَوْمَ السَّبْتِ وَيَوْمَ الْاَحَدِ فَاحْتَجِمُوْا يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الثُّلٰثَاءِ وَاجْتَنِبُوا الْحِجَامَةَ يَوْمَ الْاَرْبَعَاءِ فَاِنَّهٗ يَوْمُ الَّذِیْ اُصِيْبَ بِهٖ اَيُّوْبُ فِی الْبَلَاءِ وَمَا يَبْدُوْا جُذَامٌ وَّلَا بَرَصٌ اِلَّا فِیْ يَوْمِ الْاَرْبِعَاءِ اَوْلَيْلَةِ الْاَرْبَعَاءِ. (رواه سنن ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے نافع میرا خون جوش مار رہا ہے سینگی والے کو میرے پاس بلا کر لا۔ اور جوان آدمی لانا بوڑھے اور بچے کو نہ لانا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے نہار منہ سینگی لگوانا بہتر ہے وہ عقل اور حافظہ میں زیادتی کرتی ہے۔ حافظہ والے کے حافظہ میں اضافہ کرتی ہے جو شخص سینگی لگوانا چاہے، بسم اللہ پڑھ کر جمعرات کے دن لگوائے۔ جمعہ، ہفتہ اور اتوار کے دن سینگی لگوانے سے بچو کیونکہ اس روز ایوب علیہ السلام کو بیماری لگی تھی۔ جذام یا برص بدھ کے روز یا بدھ کی رات شروع ہوتا ہے۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے)

تشریح: جس میں حضرت ایوب علیہ السلام مبتلائے بلا ہوئے'' سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا بلاء میں مبتلا رہنا اسی سبب سے تھا کہ انہوں نے بدھ کے دن سینگی کھنچوائی تھی اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مفسرین نے اس کے مبتلائے بلاء ہونے کے اور بھی

اسباب بیان کئے ہیں۔تو ہوسکتا ہے کہ ان اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہوگا۔

علماء نے لکھا ہے کہ دوسری فصل میں حضرت کبشہؓ بنت ابی بکرہ کی جو روایت گزری ہے تو اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ منگل کے دن سینگی کھنچوانا مناسب نہیں ہے جبکہ یہاں اس کے برخلاف بیان کیا گیا ہے۔لہٰذا ان دونوں روایتوں کے درمیان اس تضاد کو اس قول کے ذریعہ دور کیا جا سکتا ہے کہ اگر حضرت کبشہؓ کی روایت کو صحیح مان لیا جائے تو یہاں نقل کی گئی روایت میں ''منگل'' سے مراد وہ منگل ہوگا جو چاند کی سترھویں تاریخ کو واقع ہوتا ہو جیسا کہ آگے آنے والی روایت سے واضح ہوتا ہے۔روایت کے آخری الفاظ کے ذریعہ جو حصر بیان کیا گیا ہے کہ جذام اور کوڑھ کی بیماریاں صرف بدھ کے دن یا بدھ کی رات میں پیدا ہوئی ہیں تو یہ حصر اکثر کے اعتبار سے اور از راہ مبالغہ ہے۔

(۵۹) وَعَنْ مَعْقِلِ ابْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجَامَةُ يَوْمَ الثُّلٰثَاءِ لِسَبْعِ عَشْرَةَ مِنَ الشَّهْرِ دَوَاءٌ لِدَآءِ السَّنَةِ رَوَاهُ حَرْبُ ابْنُ اِسْمَاعِيْلَ الْكِرْمَانِيُّ صَاحِبُ اَحْمَدَ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِذَالِكَ هٰكَذَا فِي الْمُنْتَقٰى وَرَوَى زَرِيْنٌ نَحْوَهٗ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ.

ترجمہ: حضرت معقل بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاند کی سترہ تاریخ کو اگر منگل کا دن ہو سینگی لگوانا سال بھر کی بیماری کی دوا ہے۔روایت کیا اس کو حرب بن اسماعیل کرمانی نے امام احمد کا مصاحب ہے اس کی سند کچھ اچھی نہیں ہے۔اسی طرح منتقی میں ہے۔روایت کیا ہے اس کو رزین نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح۔

تشریح: اس حدیث میں منگل کے دن سینگی لگوانے کی فضیلت اور جواز کا ذکر ہے جبکہ اس سے پہلے حضرت کبشہ کی حدیث میں منگل کے دن سینگی لگوانے کی ممانعت کا ذکر ہے۔تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حضرت کبشہ کی روایت پر کلام ہے وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہے۔دوسرا جواب یہ ہے کہ ممانعت مطلق منگل کے دن کی ہے لیکن اگر منگل کا دن مہینہ کی سترھویں تاریخ میں آجائے تو اس کی اجازت بھی ہے اور افادیت بھی ہے۔

خلاصہ یہ کہ سینگی ہو سترھویں تاریخ ہو اور منگل کا دن ہو تو اجازت ہے اجازت ہی اجازت ہے لہٰذا تضاد نہیں ہے۔

بَابُ الفَالِ وَ الطِّيَرَةِ..... فال اور طیرہ کا بیان

لفظ فال ہمزہ کے بغیر استعمال ہوتا ہے اردو میں بھی اس کو فال کہتے ہیں اور شگون بھی کہتے ہیں اصل میں فال مطلق شگون میں استعمال ہوتا ہے لیکن اس کا غالب استعمال اچھائی اور بھلائی میں ہوتا ہے اچھی فال اور نیک شگون کا مطلب یہ ہے کہ آدمی نے کسی خاص حالت میں کوئی اچھا کلمہ سن لیا یا کسی اچھی چیز کو دیکھ لیا تو اس کو اپنی اچھائی اور کامیابی کا راز قرار دیا۔مثلاً ایک شخص بیمار ہے موت وزیست کی کشمکش میں مبتلا ہے اس نے کسی سے سنا جو کہہ رہا تھا یا سالم یا کوئی شخص تجارت کیلئے سفر پر نکلا ہے کہ اس نے کسی سے یہ کہتے ہوئے سنا یا ناجح یا فائز یا راشد۔

یا کوئی آدمی دشمن کے مقابلہ کیلئے میدان جہاد میں نکلا ہے کہ اس نے ایک شخص کو دیکھا جس کا نام ظفر علی خان یا فتح علی خان تھا جس میں فتح و ظفر کی طرف اشارہ ہے۔یا کوئی شخص پردیس میں ایک شہر میں داخل ہو رہا تھا کہ سامنے سے ایک شخص آیا جس کا نام بُریدہ تھا جس سے ٹھنڈے اور اچھے حالات کی طرف اشارہ ہو رہا تھا۔یا کوئی شخص اپنی گمشدہ چیز کی تلاش کیلئے نکلا کہ سامنے سے ایک شخص آرہا تھا اور کسی سے کہہ رہا تھا یا واجد۔ان الفاظ سے اپنے مقصد کیلئے نیک شگون لینا فال ہے۔شرعی اعتبار سے نیک فال اور نیک شگون لینا اور اس پر اپنی اچھائی کا اندازہ کرنا جائز ہے فال کبھی برائی اور بدی میں بھی استعمال ہوتا ہے جس کو بدفالی اور بدشگونی کہتے ہیں شرعاً بدفالی لینے اور بدشگونی کی اجازت نہیں ہے۔

''الطیرۃ'' یہ مصدر ہے جو تطیر باب تفعّل سے خاص طور پر آتا ہے عام مصادر ایسے نہیں ہوتے ہیں۔الطیر ۃ صرف بدفالی اور بدشگونی کے معنی میں آتا ہے اس لفظ کے مفہوم میں طیر اور طیران پڑا ہے جس کے معنی اڑنے اڑانے کے ہیں۔عرب کے ہاں یہ دستور تھا کہ جب ان میں سے کوئی شخص سفر پر جاتا تو وہ گھونسلوں اور دیگر مقامات سے پرندوں کو اڑانے بھگانے کی کوشش کرتا تھا تا کہ اس سے نیک یا بدشگون لے سکے اگر پرندہ سیدھی جانب

میں اڑتا تو اس کو عرب لوگ مبارک سمجھتے تھے اور اس کو ایمن کہتے تھے اور سفر جاری رکھتے تھے اور اگر پرندہ بائیں جانب اڑ جاتا تو اس کو نامبارک سمجھتے تھے اور اس کو اشأم کہتے تھے یعنی منحوس اور سفر سے باز آ جاتے تھے۔ ایمن کا ترجمہ ہے مبارک اور اشأم کا ترجمہ ہے منحوس اور نامبارک۔ عرب اپنے اوھام کے تحت اڑنے والے اس پرندے کو سانح اور بارح بھی کہتے تھے۔ سانح اس کو کہتے تھے جو دائیں جانب اڑ کر چلتا اور بارح اس کو کہتے تھے جو بائیں طرف اڑ کر جاتا' چونکہ یہ سب جاہلیت کے اوھام تھے اس لئے اسلام نے اس کو منع کر دیا ہے۔ اس لئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ان اوہام سے اپنے آپ کو دور رکھے تا کہ وہ صحیح مسلمان رہے۔ ہر قوم اور ہر ملک اور ہر علاقے کے الگ الگ اوھام اور رسومات ہیں احادیث میں ان اوھام کا بیان ہے جو عرب کے ہاں رائج تھے مگر شریعت کا حکم عام ہے جہاں بھی اور جس انداز سے بھی لوگ ان اوھام میں مبتلا ہوں شریعت اس کو رد کرتی ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ..... بدشگونی لینا منع ہے

(۱) عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا طِيَرَةَ خَيْرُهَا الْفَالُ قَالُوْ وَمَا الْفَالُ قَالَ الْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا اَحَدُكُمْ. (رواه صحيح البخاری ورواه صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے شگون بد نہیں ہے اور بہترین فال ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا فال کیا ہے۔ فرمایا اچھا کلمہ جو تم میں سے کوئی ایک سنتا ہے۔ (متفق علیہ)

چند بے اصل باتیں اور ان کا بطلان

(۲) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰی وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیماری کا متعدی ہونا نہیں ہے نہ شگون بد ہے نہ ہامہ اور نہ صفر ہے اور جذام والے سے اس طرح بھاگ جس طرح شیر سے بھاگتا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: یہ خیال کہ ایک شخص کی بیماری دوسرے کو لگ جاتی ہے' زمانہ جاہلیت کی یادگار ہے' چنانچہ اہل عرب کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص بیمار کے پہلو میں بیٹھ جائے یا اس کے ساتھ کھائے پیئے تو وہ بیماری اس میں بھی سرایت کر جائے گی۔ علماء لکھتے ہیں کہ عام طور پر اطباء کے نزدیک سات بیماریاں ایسی ہیں جو ایک سے دوسرے کو لگتی ہیں۔ جذام' خارش' چیچک' آبلے جو بدن پر پڑ جاتے ہیں' گندہ ذہنی' رمد' وبائی امراض۔

لہٰذا شارع علیہ السلام نے اس اعتقاد خیال کو رد کرتے ہوئے واضح کیا کہ مرض کا ایک سے دوسرے میں سرایت کرنا اور اڑ کر لگنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا بلکہ اس کا تعلق نظام قدرت اور قادر مطلق کی مشیت سے ہے کہ جس طرح پہلا شخص بیمار ہوا ہے اسی طرح دوسرا شخص بھی اس بیماری میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ رہی یہ بات کہ جب تمام امراض کے ہی بارے میں چھوت کے اعتقاد و نظریہ کی تردید کی گئی ہے تو پھر جذامی سے بھاگنے کا حکم کیوں دیا گیا اور اس طرح خود اس حدیث کے مفہوم میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے تو اس کا جواب ان شاء اللہ فصل کے آخر میں نقل کیا جائے گا۔

بدشگونی کے بارے میں تو اوپر بیان کیا جا چکا ہے! ''ھاما'' کے اصل معنی سر کے ہیں' لیکن یہاں اس لفظ سے ایک خاص جانور مراد ہے جو عربوں کے گمان کے مطابق میت کے استخوان سے پیدا ہو کر اڑتا ہے' زمانہ جاہلیت میں اہل عرب یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اگر کسی شخص کو قتل کر دیا جاتا ہے تو اس مقتول کے سر سے ایک جانور جس کو ''ہامہ'' کہتے ہیں باہر نکلتا ہے اور ہر وقت یہ فریاد کرتا رہتا ہے کہ مجھے پانی دو' پانی دو' یاوہ قاتل سے انتقام لینے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ جب قاتل (خود اپنی موت سے یا کسی کے قتل کر دینے سے) مر جاتا ہے تو وہ جانور اڑ کر غائب ہو جاتا ہے۔

بعض لوگ یہ کہا کرتے تھے خود مقتول کی روح اس جانور کا روپ اختیار کر لیتی ہے اور فریاد کرتی ہے تا کہ قاتل سے بدلہ لے سکے جب اس کو

قاتل سے بدلہ مل جاتا ہے تو اڑ کر غائب ہو جاتا ہے۔ شارع علیہ السلام نے اس اعتقاد کو بھی باطل قرار دیا اور فرمایا کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ’’ہامہ‘‘ سے مراد الو ہے کہ جب وہ کسی گھر پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ گھر ویران ہو جاتا ہے۔ یا اس گھر کا کوئی فرد مر جاتا ہے‘ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد گرامی کے ذریعہ اس عقیدہ کو بالکل مہمل قرار دیا اور واضح رہے کہ فرمایا کہ تطیر یعنی پرندہ کے ذریعہ بدفالی لینے کے حکم میں ہے جو ایک ممنوع چیز ہے۔ ’’صفر‘‘ کی وضاحت میں متعدد اقوال بیان کئے جاتے ہیں۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس سے تیرہ تیزی کا مہینہ مراد ہے جو محرم کے بعد آتا ہے اور جس کو صفر کہتے ہیں‘ چونکہ کمزور عقیدہ لوگ اس مہینہ کو منحوس سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس مہینے میں آفات و بلاء اور حوادث و مصائب کا نزول ہوتا ہے اس لئے اس ارشاد کے ذریعہ اس عقیدے کو باطل و بے اصل قرار دیا گیا۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اہل عرب یہ کہا کرتے تھے کہ ہر انسان کے پیٹ میں ایک سانپ ہوتا ہے جس کو ’’صفر‘‘ کہا جاتا ہے ان کے گمان کے مطابق جب پیٹ خالی ہوتا ہے اور بھوک لگتی ہے تو وہ سانپ کاٹتا ہے اور تکلیف پہنچاتا ہے ان کا کہنا تھا کہ بھوک کے وقت پیٹ میں جو ایک قسم کی تکلیف محسوس ہوتی ہے وہ اسی سانپ کے سبب سے ہوتی ہے اور اس کے اثرات ایک دوسرے میں سرایت کرتے ہیں۔ نوویؒ نے شرح مسلم میں یہ لکھا ہے کہ بعض لوگوں کے گمان کے مطابق ’’صفر‘‘ ان کیڑوں کو کہتے ہیں جو پیٹ میں ہوتے ہیں اور بھوک کے وقت کاٹتے ہیں۔ بسا اوقات ان کے سبب سے آدمی زرد رنگ کا ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ہلاک بھی ہو جاتا ہے یہ سب بے اصل باتیں ہیں جن کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔

کسی بیماری کا متعدد ہونا بے حقیقت بات ہے

(۳) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ فَقَالَ اَعْرَابِيٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا بَالُ الْاِبِلِ تَكُوْنُ فِي الرَّمْلِ لَكَاَنَّهَا الظِّبَآءُ فَيُخَالِطُهَا الْبَعِيْرُ الْاَجْرَبُ فَيُجْرِبُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ اَعْدَ الْاَوَّلَ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ عدوی ہے نہ ہامہ نہ صفر۔ ایک اعرابی نے کہا اے اللہ کے رسول ریگستان میں اونٹ ہرن کی طرح ہوتے ہیں ایک خارشی اونٹ ان میں آملتا ہے سب کو خارشی کر دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے کو کس نے خارش کیا ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ’’الومل‘‘ ریگستان اور صحرا مراد ہے اس سے دیہاتی نے صحت مند ماحول کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ’’الظبا‘‘ ظبی کی جمع ہے ہرن کو کہتے ہیں یعنی صحت اور تندرستی میں ہرن کی طرح چمکتے نظر آتے ہیں۔ ’’یخالط‘‘ ملنے اور اختلاط کے معنی میں ہے۔ ’’الاجوب‘‘ خارشی اونٹ کو کہتے ہیں۔ ’’فیجوبها‘‘ یعنی ان تمام صحت مند اونٹوں کو یہ ایک خارشی اونٹ خارشی بنا دیتا ہے تو یہ چھوت چھات کا اثر ہے اور ایک کی بیماری کا دوسروں کی طرف تجاوز اور متعدی ہونے کی دلیل ہے۔ ’’الاول‘‘ یعنی سب سے پہلے جس اونٹ پر خارش کی بیماری آئی وہ کون لایا ہے؟ ظاہر ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی قدرت کی وجہ سے آئی ہے اس لئے چھوت چھات اور بیماری کے تجاوز اور متعدی ہونے کا عقیدہ غلط ہے یہ بے حقیقت اور بے اصل بات ہے۔ اس قسم کی احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کی نگاہ حقیقی علت اور حقیقی سبب پر ہوتی ہے انبیاء کرام ظاہری اسباب کے بجائے اصل حقیقت کی بات بطور تعلیم پیش کرتے ہیں اور عوام الناس اطباء اور تجربہ کار لوگوں کی نگاہیں ظاہری اسباب پر ہوتی ہیں اس لئے وہ ظاہری سبب کی طرف نسبت کرتے ہیں۔

(۴) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى وَلَا نَوْءَ وَلَا صَفَرَ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے بیماری کا لگنا نہ ہامہ کا وجود ہے نہ نوء کی تاثیر ہے نہ صفر ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: ’’نوء‘‘ کا مطلب ہے کہ ایک ستارہ کا غروب ہونا اور دوسرے کا طلوع ہونا۔ اہل عرب کے خیال میں بارش کا ہونا یا نہ ہونا ستاروں کے اسی طلوع و غروب کے زیر اثر ہے جیسا کہ علم نجوم پر اعتقاد رکھنے والے لوگ کہا کرتے ہیں کہ بارش کا تعلق پچھتروں سے ہے کہ فلاں فلاں پچھتر

اگر فلاں فلاں تاریخ میں پڑ جائیں اور ان تاریخوں میں بارش ہو جائے تو آگے چل کر برسات کے مہینوں میں فلاں فلاں تاریخوں میں بارش ہوگی۔
نہل میں لکھا ہے کہ "نوء" کی جمع انواء ہے جس کے معنی قمر کے ہیں منازل یعنی پچھتروں کے ہیں اور وہ منازل اٹھائیس ہیں قرآن کریم کی آیت کریمہ "والقمر قدرنہ منازل" میں ان ہی منازل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، چنانچہ اہل عرب نزول باراں کو انہی منازل کی طرف منسوب کرتے تھے ان کا کہنا تھا کہ جب چاند ان سے فلاں فلاں منازل میں آتا ہے تو بارش یقیناً ہوتی ہے گویا ان کے نزدیک چاند کا ان منازل میں آنا بارش ہونے کے لئے علت اور موثر حقیقی کا درجہ رکھتا ہے۔ چنانچہ شارع علیہ السلام نے اس عقیدے کو باطل قرار دیا اور واضح کیا کہ بارش کا ہونا محض حکم الٰہی پر منحصر ہے نہ کہ کسی سبب اور علت سے متعلق ہے لیکن واضح رہے کہ اس نفی وابطال کا تعلق اسی صورت سے ہے جبکہ تاثیر علت کا اعتقاد ہو ہاں اگر منازل میں چاند کے آنے کو نزول باراں کا ایک ظاہری سبب سمجھا جائے۔ یعنی یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اس وقت بارش برساتا ہے جبکہ چاند اپنی اپنی فلاں منزل میں آتا ہے اور وہ وقت علت کا درجہ نہیں رکھتا بلکہ محض ایک ظاہری سبب کا درجہ رکھتا ہے کہ حق تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اس وقت سے پہلے یا اس کے بعد بھی بارش برسائے اور اگر چاہے تو اس وقت بھی نہ برسائے تو یہ عقیدہ نہ کفر کے دائرے میں آئے گا اور نہ اس کو باطل کہا جائے گا۔ اگرچہ امام نوویؒ کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ بھی کفر کا سبب ہے کیونکہ نزول باراں کو چاند اور اس کے منازل سے کسی بھی طرح متعلق کرنا اول تو اہل کفر کا شعار ہے، دوسرے مذکورہ صورت (اگرچہ علیت کے عقیدہ کو ظاہر نہیں کرتی مگر موہم علیت تو یقیناً ہے، اس بارے میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ حدیث مذکورہ ممانعت مطلق (بلا استثناء) ہے کہ اس کا تعلق علیت کے عقیدے سے بھی ہے اور اس صورت سے بھی ہے جس میں چاند اور اس کی منازل کو محض ایک ظاہری سبب سمجھا جائے، کیونکہ اول تو اس ارشاد کا مقصود عقیدے کی گمراہی وفساد کا سد باب ہے دوسری ایسی کوئی حدیث منقول نہیں ہے جس سے اس کا جواز کسی بھی صورت میں ثابت ہو۔ حاصل یہ کہ جب بارش ہو اس طرح نہیں کہنا چاہیے کہ فلاں پچھتر سے بارش ہوئی ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بارش ہوئی ہے۔

غول کا ذکر

(۵) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى وَالَا صَفَرَ وَلَا غَوْلَ (رواہ صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کوئی مرض متعدی نہیں نہ ماہ صفر منحوس ہے نہ غول کا وجود ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: "غول" جس کی جمع غیلان ہے جنات وشیاطین کی ایک قسم وجنس ہے، اہل عرب کا خیال تھا کہ جنگلات میں غول مختلف صورتوں اور شکلوں میں لوگوں کو دکھائی دیتے ہیں اور ان کو راستہ بھلا دیتے ہیں اور ہلاک کر ڈالتے ہیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال کو باطل قرار دیا اور فرمایا کہ غول کوئی چیز نہیں ہے۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم میں غول کے وجود کی نفی مراد نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان (غول) کا مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا اور لوگوں کو گمراہ وہلاک کر دینا ایک بے حقیقت بات ہے یعنی ان کو اتنی قدرت وطاقت حاصل ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر مسافروں کو راستہ بھلا دیں اور ان کو ہلاک کر ڈالیں۔

جذامی کا ذکر

(۶) وَعَنْ عَمْرِوبْنِ الشَّرِيْدِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ فِيْ وَفْدِ ثَقِيْفٍ رَجُلٌ مَجْذُوْمٌ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا قَدْ بَايَعْنَاكَ فَارْجِعْ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شرید رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ وفد ثقیف میں ایک کوڑھی تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاس پیغام بھجوا دیا کہ ہم نے تیری بیعت قبول کر لی ہے تو واپس لوٹ جا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال لیتے تھے

(۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَفَاءَ لُ وَلَا یَتَطَیَّرُ وَکَانَ یُحِبُّ الْاِسْمَ الْحَسَنَ (فی شرح السنتہ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فال لیتے تھے اور بدشگونی نہیں پکڑتے تھے آپ اچھے نام کو پسند فرماتے تھے۔(روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

شگون بد لینا شیطانی کام ہے

(۸) وَعَنْ قَطَنِ بْنِ قَبِیْصَۃَ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِیَافَۃُ وَالطَّرْقُ وَالطِّیَرَۃُ مِنَ الْجِبْتِ (رواہ سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت قطن بن قبیصہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پرندہ کا اڑانا لکیریں ڈالنا بدشگونی پکڑنا جبت سے ہے۔(روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: ''عیفۃ'' تطیر یعنی پرندوں کے ذریعہ فال لینے کی ایک صورت ہے جس میں پرندے کو خاص طور پر اڑا کر یا اس کے خود بخود اڑنے' اوراس کی آواز کے ذریعہ نیک فالی یا بدفالی لی جاتی ہے پہلے زمانہ کے عربوں میں اس کا بہت زیادہ رواج تھا اور عیافت دانی ایک باقاعدہ فن سمجھا جاتا تھا اس میں عام طور پر پرندوں کے نام کا اعتبار کیا جاتا ہے' مثلاً عقاب کے ذریعہ عقوبت' غراب کوے کے ذریعہ غربت اور ہدہد کے ذریعہ ہدایت کی فال لی جاتی تھی۔طیرہ اور عیافہ میں فرق یہ ہے کہ طیرہ کے مفہوم میں عمومیت ہے کہ خواہ کسی پرندے کے ذریعہ شگون بدلیا جائے یا کسی اور جانور کے ذریعے' جبکہ عیافہ کا استعمال خاص طور پر کسی پرندے کی آواز کے ذریعہ نیک یا بدفالی لینے کے مفہوم میں ہوتا ہے۔نہایہ میں لکھا ہے کہ'' عیافہ'' کے معنی ہیں ڈلے مار کر یا ہشکا کر کسی پرندے کو اڑانا اور اس کے نام' اس کی آواز اور اس کے اڑنے وگزرنے کے ذریعہ فال لینا۔

''طرق'' (کنکریاں) مارنے کو کہتے ہیں' فال لینے کی یہ بھی ایک صورت تھی' چنانچہ پہلے زمانہ میں خاص طور پر عرب عورتیں فال لیتے وقت کنکریاں مارتی تھیں۔بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ریت پر خطوط اور لکیریں کھینچنے کو طرق کہتے ہیں جیسا کہ رمل جاننے والے ریت پر مختلف طرح کے ہندسے اور خطوط وغیرہ کھینچتے ہیں۔اوران کے ذریعہ غیب کی باتیں دریافت کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔''جبت'' سحر وکہانت کے معنی میں ہیں' بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ جبت کے معنی ہیں ہروہ چیز جس میں بھلائی نہ ہو۔یا وہ چیز جو اللہ کے سوا پوجی جائے' یعنی شرک اور بعض حضرات کے نزدیک ''جبت'' شیطان کے کام کو کہتے ہیں۔حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب چیزیں یعنی شگون بدلینا' پرندوں کی آواز کے گزرنے کے ذریعہ اور کنکریاں مار کر فال لینا' یا رمل وزائچہ وغیرہ کھینچ کر آئندہ کے حالات بتلانا' سحر وکہانت کے حکم میں داخل ہیں' یہ سب شرک کے کام ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ سب چیزیں شیطان کے کام ہیں۔

بدشگونی شرک ہے

(۹) وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الطِّیَرَۃُ شِرْکٌ قَالَہٗ ثَلٰثًا وَمَا مِنَّا اِلَّا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُذْھِبُہٗ بِالتَّوَکُّلِ. رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِیْلَ یَقُوْلُ کَانَ سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ یَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ وَمَا مِنَّاالَّا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُذْھِبُہٗ بِالتَّوَکُّلِ ھٰذَا عِنْدِیْ قَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ. (سنن ابو دائود والترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا بدشگونی پکڑنا شرک ہے تین بار یہ بات فرمائی۔اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ توکل کے ساتھ اس کو لے جاتا ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے۔ترمذی

نے کہا میں نے محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا فرماتے تھے سلیمان بن حرب رضی اللہ عنہ اس حدیث میں کہا کرتے تھے کہ ''وما منا الا ولکن اللہ یذھبہ بالتوکل'' یہ کلام میرے نزدیک ابن مسعود کا ہے۔

تشریح: شگون بد لینا شرک ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ یہ چیز مشرکین کے طور طریقوں اور ان کی عادات میں سے ہے اور شرک خفی کی موجب ہے۔ ہاں اگر جزما یہ اعتقاد رکھا جائے کہ یونہی ہوگا تو وہ شگون بلاشک وشبہ کفر کے حکم میں ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جذامی کے ساتھ کھانا کھایا

(۱۰) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِيَدِ مَجْذُوْمٍ فَوَضَعَهَا مَعَهُ فِي الْقَصْعَةِ وَقَالَ كُلْ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَ تَوَكُّلًا عَلَيْهِ (رواه سنن ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑھی کا ہاتھ پکڑا اور اس کو اپنے ساتھ پیالے میں رکھا اور فرمایا کھا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور اعتماد کرتے ہوئے۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے)

تشریح: اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ توکل ویقین کا مرتبہ حاصل ہوجانے کے بعد جذامی سے بھاگنا اور اس کو اپنے سے الگ رکھنا ضروری نہیں ہے۔

بدشگونی کوئی چیز نہیں ہے

(۱۱) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا هَامَةَ وَلَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَاِنْ تَكُنِ الطِّيَرَةُ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الدَّارِ وَالْفَرَسِ وَالْمَرْاَةِ. (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت سعد بن مالک سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے ہامہ نہ عدویٰ نہ بدشگونی لینا۔ اگر کسی چیز میں شگون بد ہوتا گھر، گھوڑے اور عورت میں ہوتا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: ''ففی الدار'' اس حدیث کی تشریح وتوضیح اس سے پہلے ہوچکی ہے لیکن چونکہ یہاں اس بحث کا اصل مقام ہے اس لئے کچھ اشارہ کرنا ضروری ہے بدشگونی اور نحوست کے سلسلے میں مختلف احادیث منقول ہیں بعض احادیث میں مطلقا ہر قسم کی اشیاء سے بدشگونی کی نہی اور ممانعت مذکور ہے اور بعض احادیث میں گھوڑے، گھر اور عورت وغیرہ بعض اشیاء میں نحوست کے ثبوت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جیسے زیر بحث حدیث میں ہے۔ لہٰذا ان مختلف احادیث میں تطبیق دینا اور مناسبت وموافقت پیدا کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ علماء اور شارحین حدیث نے مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔

توجیہ اول:۔ پہلی توجیہ یہ ہے کہ زیر بحث حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بطور فرض اور بطور شرط ہے کہ فرض کرلو اگر دنیا کی کسی چیز میں نحوست ہوتی تو ان تین چیزوں میں ہوتی لیکن چونکہ نحوست کا عقیدہ رکھنا صحیح نہیں ہے لہٰذا ان تین چیزوں میں بھی نحوست نہیں ہے۔ قاضی عیاض نے بھی یہی توجیہ کی ہے فرماتے ہیں اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو ان تین چیزوں میں اس کا موقع محل اور امکان تھا لیکن جب اس میں نہیں تو کسی چیز میں نہیں۔

توجیہ دوم:۔ دوسری توجیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی حدیث نے خود بیان فرمائی ہے وہ فرماتے ہیں کہ گھر میں نحوست کا مطلب یہ ہے کہ وہ تنگ ہو گھوڑے میں نحوست یہ ہے کہ وہ سرکش ہو اور عورت میں نحوست یہ ہے کہ بدزبان اور بداخلاق ہو۔

توجیہ سوم:۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ ظاہری اسباب کے اعتبار سے ان تین چیزوں کی نحوست کو عام احادیث سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے کہ طبعی طور پر ان چیزوں میں نحوست کا دخل ہے مؤثر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال لینے کیلئے اچھے ناموں کا سننا پسند فرماتے تھے

(۱۲) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْجِبُهُ اِذَا خَرَجَ لِحَاجَةٍ اَنْ يَّسْمَعَ يَا رَاشِدُ يَا نَجِيْحُ (الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت گھر سے نکلتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے تھے کہ اے راشد اور اے نجیح کے الفاظ سنیں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

(۱۳) وَعَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَتَطَيَّرُ مِنْ شَیْءٍ فَاِذَا بَعَثَ عَامِلًا سَاَلَ عَنْ اِسْمِهٖ فَاِذَا اَعْجَبَهٗ اسْمُهٗ فَرِحَ بِهٖ وَرُؤِیَ بِشْرُ ذٰلِكَ فِیْ وَجْهِهٖ وَاِنْ كَرِهَ اِسْمَهٗ رُؤِیَ كَرَاهِيَةُ ذٰلِكَ فِیْ وَجْهِهٖ وَاِذَا دَخَلَ قَرْيَةً سَاَلَ عَنْ اِسْمِهَا فَاِذَا اَعْجَبَهٗ اِسْمُهَا فَرِحَ بِهٖ وَرُؤِیَ بِشْرُ ذٰلِكَ فِیْ وَجْهِهٖ وَاِنْ كَرِهَ اسْمَهَا رُؤِیَ كَرَاهِيَةُ ذٰلِكَ فِیْ وَجْهِهٖ (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدشگونی نہیں پکڑا کرتے تھے جس وقت کسی عامل کو بھیجتے اس کا نام پوچھتے اگر نام اچھا ہوتا آپ خوش ہوتے اور اس کا اثر چہرہ مبارک میں دیکھا جاتا اگر اس کا نام ناپسند ہوتا۔ اس کی کراہیت آپ کے چہرہ پر نمودار ہوتی۔ جس وقت کسی بستی میں داخل ہوتے اس کا نام پوچھتے اگر اس کا نام آپ کو اچھا لگتا خوش ہوتے اور خوشی کے آثار چہرہ مبارک پر نمودار ہوتے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

مکان میں بے برکتی کا ذکر

(۱۴) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا فِیْ دَارٍ كَثُرَ فِيْهَا عَدَدُنَا وَاَمْوَالُنَا فَتَحَوَّلْنَا اِلٰی دَارٍ قَلَّ فِيْهَا عَدَدُنَا وَاَمْوٰلُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَرُوْهَا ذَمِيْمَةً. (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول ہم ایک گھر میں تھے ہماری تعداد بڑھ گئی ہمارے مال بہت زیادہ ہوگئے۔ وہاں سے ہم ایک دوسرے گھر میں منتقل ہوگئے اس میں ہماری تعداد کم ہوگئی اور ہمارے مال کم ہوگئے فرمایا اس کو چھوڑ دو اس حال میں کہ وہ برا ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مکان کو چھوڑ دینے کا حکم اس مکان کو منحوس سمجھنے کی بناء پر نہیں تھا بلکہ اس مکان کی آب وہوا اور اس کی سکونت چونکہ مکینوں کو راس نہیں آئی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر یہی سمجھا کہ وہ اس مکان کو چھوڑ دیں۔ خطابیؒ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو مکان چھوڑ دینے کا حکم اس مصلحت کے پیش نظر دیا کہ ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ سارے نقصان اور ساری جڑ مکان ہے اگر ہم اس مکان میں نہ رہتے تو نہ ہمارے آدمیوں میں کمی آتی اور نہ ہمارے مال واسباب کا نقصان ہوتا' لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مکان چھوڑ دینے کا حکم دینا ہی بہتر سمجھا تا کہ ان کے اس غلط خیال اور واہمہ کی جڑ ہی کٹ جائے اور یہ شرک خفی کے گرداب میں نہ پھنسیں۔

خراب آب وہوا کو چھوڑ دینے کا حکم

(۱۵) وَعَنْ يَحْيٰی بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُحَيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مَنْ سَمِعَ فَرْوَةَ بْنَ مُسَيْكٍ يَقُوْلُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عِنْدَنَا اَرْضٌ يُقَالُ لَهَا اَبْيَنُ وَهِیَ اَرْضُ رِيْفِنَا وَمِيْرَتِنَا وَاِنَّ وَبَآءَ هَا شَدِيْدٌ فَقَالَ دَعْهَا عَنْكَ فَاِنَّ مِنَ الْقَرَفِ التَّلَفَ (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت یحییٰ بن عبداللہ بن بحیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا مجھ کو ایک شخص نے خبر دی جس نے فروہ بن مسیک سے سنا کہتا تھا میں نے کہا اے اللہ کے رسول ہماری زمین ہے جس کو ابین کہا جاتا ہے اور وہ ہماری زراعت اور غلہ کی زمین ہے اس کی وبا سخت ہے فرمایا اس کو چھوڑ دے اس لیے کہ بیماری کے قریب ہونا ہلاکت ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: ''ابین'' یہ اس زمین اور علاقہ کا نام تھا جس کے بارے میں صحابی نے مسئلہ پوچھا تھا۔ ''ریفنا'' ریف زراعت کو کہتے ہیں'' ومیرتنا'' میرۃ غلہ کو کہتے ہیں۔ ''وبائھا'' یعنی اس زمین اور علاقہ میں کثرت سے وبائی امراض آتے ہیں اور شدید وبا پھیلتی ہے۔ ''دعھا'' یعنی اس کو چھوڑ دو ''القرف'' وبائی مرض کو قرف کہا گیا ہے۔ قرف کا اصل ترجمہ قرب اور نزدیکی ہے۔ ''التلف'' یہ ہلاکت کے معنی میں ہے مطلب یہ

ہے کہ وبائی امراض کے قرب اور آنے سے ہلاکت واقع ہو جاتی ہے لہٰذا تم اس زمین کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جاؤ۔

سوال:۔ یہاں پر یہ سوال ذہن میں اٹھتا ہے کہ وبائی امراض کی جگہ سے بھاگنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کئی صحیح احادیث میں اس کا ثبوت موجود ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ان لوگوں کو وبائی زمین سے بھاگ نکلنے کی اجازت کیسے دیدی؟

جواب:۔ اس سوال کا جواب علامہ طیبی نے دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدویٰ اور چھوت چھات پر عمل کرنے کی اجازت نہیں دی اور نہ یہ اجازت عدویٰ کے نقطہ نظر سے تھی بلکہ اصول طب کے مطابق حفظان صحت کی بنیاد پر یہ حکم تھا کیونکہ اس جگہ کی آب وہوا ان لوگوں کی طبائع کے موافق نہیں تھی۔ گویا اس حدیث کا تعلق وبائی امراض سے نہیں ہے بلکہ حفظ ماتقدم کی بنیاد پر حفظان صحت سے اس کا تعلق ہے کہ جب اس علاقہ کی آب وہوا تمہارے موافق نہیں ہے تو اس علاقہ کو چھوڑ کر چلے جاؤ۔ اس سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جگہ بدلنے کا حکم انکے عقیدہ کے تحفظ کی بنیاد پر دیا تھا کیونکہ ان کو وہم ہو گیا تھا کہ شاید یہ جگہ ہمارے موافق نہیں ہے اور اس کی وجہ سے آفات ہماری طرف متوجہ ہیں ممکن تھا کہ ان کا یہ وہم ان کے عقیدہ میں بدل جاتا اور وہ بدشگونی کے برے عقیدہ میں مبتلا ہو جاتے اس کے سدباب کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلحت کے تحت ان کو چلے جانے کا حکم دیدیا اس حدیث سے یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ وبائی جگہ سے بھاگنا جائز ہے مسئلہ یہ ہے کہ وباء کے پھوٹ پڑنے سے پہلے اس جگہ سے جانا جائز ہے اس کے بعد موت کے خوف سے بھاگنا جائز نہیں ہے۔ ہاں شریعت کا یہ بھی حکم ہے کہ باہر سے آکر وبائی امراض کے علاقہ میں داخل ہونا بھی منع ہے سیلاب وطوفان اور آگ وزلزلہ سے بھاگنا اور محفوظ مقام پر جانا جائز ہے اس کو وبائی زمین پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ.... بدشگونی کو سدراہ نہ بناؤ

(۱۶) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحْسَنُهَا الْفَالُ وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا فَاِذَا رَاٰى اَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ لَا يَاْتِىْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ مُرْسَلًا

ترجمہ: حضرت عروہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بدشگونی کا تذکرہ ہوا فرمایا ان میں بہترین فال ہے اور کوئی شگون مسلمان کو نہ روکے جس وقت کوئی امر مکروہ کو دیکھے کہے اے اللہ نیکیاں نہیں لاتا مگر تو اور برائیوں کو نہیں دور کرتا مگر تو۔ نہیں ہے برائی سے بچنا اور نیکی کی قوت مگر اللہ کی توفیق سے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے مرسل۔

بَابُ الْكِهَانَةِ .... کہانت کا بیان

لغت کی کتاب صراح میں لکھا ہے کہ کہانت فال گوئی کو کہتے ہیں اور فال گوئی کے پیشہ کو بھی کہانت کہا جاتا ہے اس پیشہ کو اختیار کرنے والے شخص کو کاہن کہتے ہیں۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جو آئندہ پیش آنے والے واقعات اور حوادثات کی خبریں دیتا ہو اور مستقبل کے علم غیب اور معرفت واسرار کا دعویٰ کرتا ہو۔ یعنی نشانات وامارات وعلامات سے معلوم کر کے مستقبل کے بارے میں جو شخص غیب کی پیشگوئیاں کرے ایسے شخص کو عرب کاہن بھی کہتے ہیں' ستاروں کے احوال کو دیکھ کر نجومی اور ہاتھ دیکھ کر فال نکالنے والے یا طوطے کے ذریعہ یا رمل جفر اور ابجد وغیرہ ہندسوں کے ذریعہ سے مستقبل کی خبریں دینے والے لوگ سب کے سب کہانت کے اس پیشہ میں داخل ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور بعثت سے پہلے عرب معاشرہ میں کہانت کا بہت زیادہ چرچا تھا یہاں تک کہ عدالتی فیصلے اور بڑے بڑے جھگڑے کاہنوں کے ذریعہ نمٹائے جاتے تھے۔

بنوزھرہ کی ایک کاہنہ عورت نے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ آمنہ کو دیکھا تو کہا ''یہ عورت یا خود نذیرہ ہوگی یا اس کے بطن سے نذیر پیدا ہوگا۔'' بنوزہرہ کی اسی کاہنہ عورت نے خواجہ عبداللہ کے ذبح کے بدلہ میں سو اونٹ مقرر کیئے تھے۔

عرب معاشرہ میں کاہنوں کی مختلف قسمیں تھیں۔(۱) بعض کاہنوں کے براہ راست جنات اور شیاطین سے رابطے رہتے تھے شیاطین آسمان اول کے قریب جاکر فرشتوں سے آئندہ واقع ہونے والی کوئی بات سن لیتے تو اسے لاکر ان کاہنوں تک پہنچاتے تھے کاہن اس ایک بات کے ساتھ سو جھوٹی باتیں ملاکر اپنے کاروبار جاری رکھتے تھے اور لوگوں کو بیوقوف بناتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ ختم ہوگیا اور جنات و شیاطین پر آسمان سے شہاب ثاقب مارے جانے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔(۲) بعض کاہن روحانی اعتبار سے خبیث ہوتے تھے لہٰذا ان کے ساتھ ارواح خبیثہ کے رابطے ہوتے تھے اور یہ کاہن ان ارواح خبیثہ سے استفادہ کرکے مخلوق خدا کو گمراہ کرتے تھے۔(۳) بعض کاہن زمین وآسمان کی علامات سماوی اور علامات ارضی اور لوگوں کی علامات شخصی دیکھ کر ادھر ادھر سے غیب کی بے سروپا باتیں اڑاتے تھے اور اپنا دھندہ چلاتے تھے۔اسلام نے ان تمام حیلوں اور ٹوٹکوں کو حرام قرار دیا اور اس سے حاصل شدہ کمائی کو حرام کردیا لہٰذا کاہن کا یہ عمل حرام ہے اور اس کو کچھ شیرینی وغیرہ لینا دینا بھی حرام ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... کہانت ورمل ناجائز ہے

(۱) عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمُوْرًا كُنَّا نَصْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ كُنَّانَاتِي الْكُهَّانَ قَالَ فَلَا تَأْتُوا الْكُهَّانَ قَالَ قُلْتُ كُنَّا نَتَطَيَّرُ قَالَ ذٰلِكَ شَيْءٌ يَجِدُهُ اَحَدُكُمْ فِي نَفْسِهٖ فَلَا يَصُدُّكُمْ قَالَ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّوْنَ خَطًّا قَالَ كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهٗ فَذَاكَ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت معاویہ بن حکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے کہا اے اللہ کے رسول جاہلیت کے زمانہ میں ہم چند ایک کام کیا کرتے تھے۔ہم کاہنوں کے پاس جاتے۔آپ نے فرمایا کاہنوں کے پاس نہ جایا کرو۔میں نے کہا ہم بدشگونی لیا کرتے تھے۔فرمایا یہ ایک چیز ہے جس کو ایک تمہارا اپنے نفس میں پاتا ہے اس کو نہ باز رکھے۔میں نے کہا اور ہم میں کچھ لوگ خط کھینچتے ہیں فرمایا ایک نبی خط کھینچا کرتا تھا جس کا خط اس کے موافق ہوجائے وہ ٹھیک ہے۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حدیث میں جن نبی کا ذکر کیا گیا ہے ان سے حضرت دانیال علیہ السلام یا بعض حضرات کے قول کے مطابق حضرت ادریس علیہ السلام مراد ہیں۔حدیث کے آخری جزو کا مطلب یہ ہے کہ لکیریں اور خطوط کھینچنے کا علم کہ جس کو رمل کہا جاتا ہے اصل میں ان نبی سے چلا تھا جواب اپنے حقیقی اصول وقوائد کے اعتبار سے معدوم ہوچکا ہے' اگر اب بھی کوئی شخص اس علم کو انہی خصوصیات وشرائط کے ساتھ جانتا ہو جو ان نبی علیہ السلام نے وضع فرمائے تھے' اور اس کا لکیریں اور خطوط کھینچنا بالکل اسی طرح ہو جس طرح وہ نبی کھینچتے تھے تو اس صورت میں اس علم سے فائدہ اٹھانا مباح ہوگا لیکن یہ بات چونکہ متحقق ہے کہ یہ علم اپنے اصل کے اعتبار سے دنیا سے اٹھ گیا ہے اور کوئی شخص یہ جاننے پر قادر نہیں ہے کہ وہ نبی کس طرح لکیریں اور خطوط کھینچا کرتے تھے اس لئے اب اس علم کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا حرام وممنوع ہوا۔

کہانت کوئی حقیقت نہیں ہے

(۲) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَاَلَ اُنَاسٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكُهَّانِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُمْ لَيْسُوْا بِشَيْءٍ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّهُمْ يُحَدِّثُوْنَ اَحْيَانًا بِالشَّيْءِ يَكُوْنُ حَقًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيَقُرُّهَا فِي اُذُنِ وَلِيِّهٖ قَرَّ الدَّجَاجَةِ فَيَخْلِطُوْنَ فِيْهَا اَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ كَذْبَةٍ (رواہ صحیح المسلم و رواہ صحیح البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کا احوال پوچھا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ صحابہ نے کہا اے اللہ کے رسول بعض اوقات وہ ایک بات کہہ دیتے ہیں جو سچ ثابت ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک سچا کلمہ ہوتا ہے جس کو جن اچک لیتا ہے اور اپنے دوست کے کان میں ڈال دیتا ہے مرغی کی آواز کی مانند وہ اس میں سو سے زیادہ جھوٹ ملاتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح: "یکون حقا" یعنی کبھی کبھی ان کاہنوں کی بتائی ہوئی بات صحیح ثابت ہوتی ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ "یخطفھا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتا دیا کہ کاہنوں کی ایک آدھ بات جو صحیح ثابت ہوتی ہے اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کا ایک حکم آجاتا ہے آسمان کے نیچے بادلوں میں فرشتے آپس میں اس حکم سے متعلق گفتگو کرتے ہیں جنات میں سے سرکش قسم کے شیاطین آسمان کے نیچے بادلوں میں چھپ چھپا کر جاتے ہیں اور فرشتوں سے ایک آدھ بات سن کر اچک لیتے ہیں اور زمین پر لاتے ہیں۔

"قرّ" مرغی کی کڑک کڑک کی آواز کو کہتے ہیں یعنی مرغی جب دوسری مرغی کو دانہ کی طرف بلاتی ہے اور کڑک کڑک کی آواز دیتی ہے اسی طرح یہ جن اپنے دوست کاہن اور جوگی کے کانوں میں اوپر کی بات ڈال دیتے ہیں اور وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر پھیلاتا ہے آئندہ حدیث میں شیاطین کے چڑھنے کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے کہ بزدل شیطان سب سے نیچے زمین پر رہتا ہے اس کے کاندھوں پر دوسرا کھڑا ہوتا ہے اس طرح سب سے بہادر بالکل اوپر آسمان کے قریب بادلوں میں پہنچ جاتا ہے اوپر سے ان پر شہاب ثاقب مارا جاتا ہے اگر کسی پر لگا تو وہ مرجاتا ہے یا پاگل ہو جاتا ہے مگر ان سب کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ سنی ہوئی بات زمین تک آجائے اور ان کی گمراہی کی مہم جاری رہے۔

(۳) وَعَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمَلٰئِكَةَ فِي الْعَنَانِ وَهُوَ السَّحَابُ فَتَذْكُرُ الْاَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَآءِ فَتَسْتَرِقُ الشَّيَاطِيْنُ السَّمْعَ فَتَسْمَعُهٗ فَتُوْحِيْهِ اِلَى الْكُهَّانِ فَيَكْذِبُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كَذِبَةٍ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ (رواه الصحيح البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے فرشتے عنان میں اترتے ہیں اور عنان بادل کو کہتے ہیں۔ ان کاموں کا ذکر کرتے ہیں جن کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ شیاطین چوری سنتے ہیں پھر کاہنوں کی طرف پہنچا دیتے ہیں وہ اپنی طرف سے اس میں جھوٹ ملا لیتے ہیں۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ کاہن جو باتیں بیان کرتے ہیں ان میں وہ بات بھی ہوتی ہے جو ان کو شیاطین کے ذریعہ معلوم ہوتی ہے اور وہ شیاطین اس بات کو فرشتوں سے چوری چھپے سن لیتے ہیں اور چونکہ وہ بات بہر صورت وقوع پذیر ہوتی ہے اس طرح کاہنوں کی بعض باتیں حقیقت وواقعہ کے مطابق ہو جاتی ہیں لیکن یہ چیز بہر حال ملحوظ رکھنے کی ہے کہ وہ کاہن چونکہ اس بات میں اپنی طرف سے سینکڑوں جھوٹی باتیں بھی ملا دیتے ہیں اور ان کی بتائی ہوئی باتوں اور چیزوں پر جھوٹ غالب رہتا ہے اس لئے شریعت نے ان کاہنوں سے استفادہ کرنے اور ان کی باتوں پر دھیان دینے سے سرے سے روک دیا اور فرمایا ان کی باتیں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔

نجومیوں اور کاہنوں کے پاس جانے والے کے بارے میں وعید

(۴) وَعَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰى عَرَّافًا فَسَاَلَهٗ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوةُ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً (صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نجومی کے پاس آیا اور اس سے کوئی سوال پوچھا۔ اس کی چالیس دن رات کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: یہ چیز گویا ایسے شخص کے حق میں سخت نقصان دہ اور انتہائی بدبختی کی علامت ہے کہ اس کی نماز جو عبادات میں سب سے افضل اور بزرگ

ترین عمل ہے' نامقبول ہوجائے یا یہ مراد ہے کہ اس شخص کی جب نماز ہی قبول نہیں ہوتی تو دوسرے اعمال بطریق اولیٰ قبول نہیں ہوں گے نیز نماز قبول نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کو ان نمازوں کا ثواب نہیں ملتا اگر چہ اس کے ذمہ سے فرض ادا ہوجاتا ہے اور اس پر ان نمازوں کی قضا واجب نہیں ہوتی۔

حدیث میں اگر چہ اربعین لیلۃ کے الفاظ ہیں یعنی صرف رات کا ذکر کیا گیا ہے مگر حقیقت میں رات اور دن دونوں مراد ہیں کیونکہ اہل عرب کے کلام کا یہ بھی اسلوب ہے کہ الفاظ میں تو ذکر صرف دن یا صرف رات کا ہوتا ہے مگر مراد رات اور دن دونوں ہوتے ہیں۔

ستاروں کو بارش ہونے کا سبب قرار دینا کفر ہے

(۵) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ نِ الْجُهَنِيِّ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَّةِ عَلٰى اَثَرِ سَمَآءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ (رواه مسلم ورواه صحيح البخارى)

ترجمہ: حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی۔ رات بارش برسی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے لوگوں پر متوجہ ہوئے اور فرمایا تم جانتے ہو تمہارے پروردگار نے کیا کہا ہے صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میرے بعض بندوں نے میرے ساتھ ایمان کی حالت میں صبح کی ہے اور بعض نے حالت کفر میں جس شخص نے کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے ساتھ ہم پر بارش برسی ہے وہ میرے ساتھ ایمان لایا اور ستاروں کے ساتھ کفر کیا جس شخص نے کہا کہ فلاں ستارے کے سبب ہم بارش برسائے گئے ہیں اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور ستاروں کے ساتھ ایمان لایا۔ (متفق علیہ)

تشریح: جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ بارش ہونے میں ستاروں کی تاثیر کا دخل ہوتا ہے یعنی ستارے ہی بارش برساتے ہیں یا ستارے ہی ایسے اثرات مرتب کرتے ہیں جن سے پانی برستا ہے جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا عقیدہ ہوتا ہے تو ایسا شخص کافر ہوجائے گا۔ ہاں گر اعتقاد کی نوعیت یہ ہو کہ بارش اصل میں اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے اور اس کے فضل و کرم سے ہوتی ہے۔ اور ستاروں کا طلوع وغروب اور نچھتر وغیرہ بارش کی ایک علامت ہے اور ان چیزوں کی بنیاد پر بارش ہونے کا گمان کیا جاسکتا ہے تو یہ کفر نہیں لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس طرح کا خیال وعقیدہ رکھنا بھی مکروہ تنزیہی ہے۔

(۶) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ بَرَكَةٍ اِلَّا اَصْبَحَ فَرِيْقٌ مِنَ النَّاسِ بِهَا كَافِرِيْنَ يُنْزِلُ اللّٰهُ الْغَيْثَ فَيَقُوْلُوْنَ بِكَوْكَبِ كَذَا وَكَذَا. (رواه صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ آسمان سے جس وقت کوئی برکت اتارتا ہے لوگوں کی ایک جماعت کفر اختیار کر لیتی ہے اللہ تعالیٰ بارش اتارتا ہے اور لوگ کہتے ہیں فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے مینہ برسا ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: اگر چہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ ''برکت'' سے مراد بارش ہے اور یہ عبارت وینزل الغیث (اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے الخ) ماقبل عبارت اور لفظ برکت کی توضیح ہے لیکن یہ احتمال بھی ہے کہ ''برکت'' سے عام یعنی ہر طرح کی برکت مراد ہو اور وینزل الغیث الخ کے ذریعہ نزول برکت کی ایک مثال اور اسکی ایک خاص صورت کو بیان کرنا مقصود ہو۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ.... علم نجوم حاصل کرنا گویا سحر کا علم حاصل کرنا ہے

(۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِنَ النُّجُوْمِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً

السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ. (رواہ مسند احمد بن حنبل وسنن ابو دائود وسنن ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علم نجوم کا ایک حصہ حاصل کیا اس نے جادو کی ایک شاخ حاصل کی جس نے زیادہ کیا اس نے جادو کا حاصل کرنا زیادہ کیا۔ روایت کیا اس کو احمد ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: علم نجوم کو سحر سے تشبیہ دی گئی ہے کہ نجوم کا علم سیکھنا ایسا ہی ہے جیسا کسی نے جادو ٹونے کا علم سیکھ لیا ہو اور اس مشابہت کی وجہ سے علم نجوم کی برائی کو ظاہر کرنا ہے اس اعتبار سے علم نجوم پر عمل کرنے والا گویا جادوگروں اور کاہنوں کا ایک فرد ہے جو خلاف شریعت امور کو اختیار کرتے ہیں اور غیب کی باتیں بتانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

کاہنوں کی بتائی ہوئی باتوں کو سچ جاننے والے کے بارے میں وعید

(۸) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰى كَاهِنًا وصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُوْلُ اَوْ اَتٰى امْرَاَتَهٗ حَائِضًا اَوْاَتٰى امْرَاَتَهٗ فِیْ دُبُرِهَا فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ. (رواہ مسند احمد بن حنبل وسنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کاہن کے پاس آئے اور جو کچھ وہ کہتا ہے اس کی تصدیق کرے یا حیض کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کرے یا عورت کی مقعد میں بدفعلی کرے وہ اس چیز سے بیزار ہوا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی ہے۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد نے۔

تشریح: ''بیزار ہوا'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ کافر ہو گیا' لیکن یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ وہ اس کو حلال جانے' حلال نہ جاننے کی صورت میں یہ ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کی سخت ترین برائی کو زیادہ سے زیادہ اہمیت کے ساتھ بیان کرنے اور ان سخت برائیوں کے اختیار کرنے والے کو شدت کے ساتھ متنبہ کرنے اور ڈرانے پر محمول ہوگا۔

الفصل الثالث.... نجومی اور کاہن غیب کی باتیں کس طرح بتاتے ہیں؟

(۹) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِذَا قَضَى اللّٰهُ الْاَمْرَفِی السَّمَآءِ ضَرَبَتِ الْمَلٰئِكَةُ بِاَجْنِحَتِهَا خِضْعَانًا لِقَوْلِهٖ كَاَنَّهٗ سِلْسِلَةٌ عَلٰى صَفْوَانٍ فَاِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَا ذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوْ لِلَّذِیْ قَالَ الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِيْرُ فَسَمِعَهَا مُسْترِقُو السَّمْعِ وَمُسْتَرِقُوا السَّمِعُ هٰكَذَا بَعْضُهٗ فَوْقَ بَعْضٍ وَ وَصَفَ سُفْيَانٌ بِكَفِّهٖ فَحَرَّفَهَا وَبَدَّدَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيُلْقِيْهَا اِلٰى مَنْ تَحْتَهٗ ثُمَّ يُلْقِيْهَا الْاٰخَرُ اِلٰى مَنْ تَحْتَهٗ ثُمَّ يُلْقِيْهَا الْاٰخِرُ اِلٰى مِنْ تَحْتِهٖ يُلْقِيْهَا عَلٰى لِسَانِ السَّاحِرِ اَوِالْكَاهِنِ فَرُبَمَا اَدْرَكَ الشِّهَابَ قَبْلَ اَنْ يُلْقِيْهَا وَ رُبَّمَا اَلْقَاهَا قَبْلَ اَنْ يُدْرِكَهٗ فَيَكْذِبُ مَعَهَا مَائَةَ كَذْبَةٍ فَيُقَالُ اَلَيْسَ قَدْ قَالَ لَنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَا كَذَا فَيُصَدَّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِیْ سَمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمانوں میں جس وقت اللہ تعالیٰ کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے فرشتے اللہ کی بات کے خوف سے بازو مارتے ہیں۔ اللہ کی وہ بات زنجیر کی مانند ہے جس کو صاف پتھر پر کھینچا جائے۔ جب خوف ان کے دلوں سے دور کیا جاتا ہے کہتے ہیں تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے فرشتے اس چیز کو جو کہا ہوتا ہے کہتے ہیں کہ وہ حق ہے اور وہ بلند قدر اور بلند مرتبہ ہے اس کو چوری سننے والے سن لیتے ہیں اور چوری سننے والے اس طرح اوپر تلے ہوتے ہیں سفیان نے اس کی ہیئت بیان کرتے ہوئے اپنے ہاتھ کو ٹیڑھا کیا اور انگلیوں کے درمیان فرق کیا وہ شیطان بات سن کر نیچے والے کی طرف ڈالتا ہے دوسرا اس سے نیچے والے کو یہاں تک کہ نیچے والا جادوگر یا کاہن کے کان میں ڈالتا ہے بعض اوقات سننے سے پہلے ہی ان کو شعلہ پالیتا ہے اور بعض اوقات شعلہ لگنے سے پہلے وہ بات ڈال دیتا ہے۔ اس کے ساتھ وہ سو جھوٹ ملاتا ہے کہا جاتا ہے کہ فلاں دن اس نے یہ بات نہیں کہی تھی۔

اس بات کی وجہ سے جو آسمان سے سنی گئی ہوتی ہے اس کی تصدیق کی جاتی ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: ''خضعاناً'' عاجزی اور تواضع اور خوف کے طور پر بازو پھڑ پھڑاتے ہیں'' صفوان'' مضبوط چٹان کو کہتے ہیں۔''فزع'' یعنی جب فرشتوں کے دلوں سے خوف دور ہو جاتا ہے۔''ماذا قال ربکم'' نیچے آسمان والے فرشتے مقرب فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ رب تعالیٰ کا حکم کیا ہے؟'' الحق'' یعنی مقرب فرشتے کہتے ہیں کہ جو حکم اللہ تعالیٰ کا آیا ہے وہ حق ہی ہے۔''فحرفها'' یعنی سفیان ثوری نے شیاطین کے اوپر چڑھنے کی کیفیت بتائی آپ نے ہاتھ کو ٹیڑھا کیا اور انگلیوں کو اوپر نیچے رکھ کر بیچ میں فرق کیا۔

شہاب ثاقب کی حقیقت

(۱۰) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَخْبَرَنِي رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَنْصَارِ اَنَّهُمْ بَيْنَاهُمْ جُلُوْسٌ لَيْلَةً مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُمِيَ بِنَجْمٍ وَاسْتَنَارَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اِذَا رُمِيَ بِمِثْلِ هٰذَا قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ كُنَّا نَقُوْلُ وُلِدَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ عَظِيْمٌ وَمَاتَ رَجُلٌ عَظِيْمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهَا لَا يُرْمٰى بِهَا لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيٰوتِهٖ وَلٰكِنْ رَبُّنَا تَبَارَكَ اسْمُهٗ اِذَا قَضٰى اَمْرًا سَبَّحَ حَمَلَةُ الْعَرْشِ ثُمَّ سَبَّحَ اَهْلُ السَّمَآءِ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ التَّسْبِيْحُ اَهْلَ هٰذِهِ السَّمَآءِ الدُّنْيَا ثُمَّ قَالَ الَّذِيْنَ يَلُوْنَ حَمَلَةَ الْعَرْشِ لِحَمَلَةِ الْعَرْشِ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ فَيُخْبِرُوْنَهُمْ مَا قَالَ فَيَسْتَخْبِرُ بَعْضُ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ بَعْضًا حَتّٰى يَبْلُغَ هٰذِهِ السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَيَخْطَفُ الْجِنُّ السَّمْعَ فَيَقْذِفُوْنَ اِلٰى اَوْلِيَآءِ هِمْ وَيَرْمُوْنَ فَمَا جَآءُ وْبِهٖ عَلٰى وَجْهِهٖ فَهُوَ حَقٌّ وَلٰكِنَّهُمْ يَقْرِفُوْنَ فِيْهِ وَيَزِيْدُوْنَ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک انصاری صحابی نے مجھ کو خبر دی۔ ایک رات وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ستارا ٹوٹا اور بہت روشنی پھیل گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا جاہلیت میں تم کیا کہا کرتے تھے جب کبھی ستارا ٹوٹتا تھا۔ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ ہم کہا کرتے تھے آج رات بہت بڑا آدمی پیدا ہوا ہے یا کوئی بڑا آدمی مرا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ستارے کسی کی موت یا زندگی پر نہیں ٹوٹتے لیکن ہمارا پروردگار کہ اس کا نام بابرکت ہے جب کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے عرش کے اٹھانے والے فرشتے تسبیح کرتے ہیں پھر ان کے نزدیک آسمان والے فرشتے تسبیح کرتے ہیں یہاں تک کہ تسبیح کی آواز اس دنیا کے آسمان والے فرشتوں تک پہنچتی ہے۔ پھر وہ فرشتے جو عرش اٹھانے والوں کے قریب ہیں ان کو کہتے ہیں تمہارے پروردگار نے کیا کہا ہے وہ بتلاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہوتا ہے۔ آسمان والے فرشتے ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں یہاں تک کہ آسمان دنیا تک وہ بات پہنچتی ہے وہاں سے جن اچک لیتے ہیں وہ اپنے دوستوں کی طرف ڈالتے ہیں۔ ان کو ستارے مارے جاتے ہیں۔ کاہن جو بات سچ کہے وہ حق ہوتی ہے لیکن وہ اس میں جھوٹ ملا لیتے ہیں اور زیادہ کرتے ہیں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

ستارے کس لئے پیدا کئے گئے؟

(۱۱) وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذِهِ النُّجُوْمَ لِثَلٰثٍ جَعَلَهَا زِيْنَةً لِلسَّمَآءِ وَرُجُوْمًا لِلشَّيٰطِيْنِ وَعَلَامَاتٍ يُهْتَدٰى بِهَا فَمَنْ تَاَوَّلَ فِيْهَا لِغَيْرِ ذٰلِكَ اَخْطَاءَ وَاَضَاعَ نَصِيْبَهٗ وَتَكَلَّفَ مَالَا يَعْلَمُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا فِيْ رِوَايَةِ رَزِيْنٍ وَتَكَلَّفَ مَالَا يَعْنِيْهِ وَمَا لَا عِلْمَ لَهٗ وَمَا عَجَزَ عَنْ عِلْمِهِ الْاَنْبِيَاءُ وَالْمَلٰئِكَةُ وَعَنِ الرَّبِيْعِ مِثْلُهٗ وَزَادَ وَاللّٰهِ مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِيْ نَجْمٍ حَيٰوةَ اَحَدٍ وَلَا رِزْقَهٗ وَلَا مَوْتَهٗ وَاِنَّمَا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَيَتَعَلَّلُوْنَ بِالنُّجُوْمِ.

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ستارے تین باتوں کے لیے پیدا کیے گئے ہیں ان کو آسمان کی زینت بنایا ہے۔ شیطان

کے مارنے کے لیے اورنشانی ہیں کہ ان کے ساتھ راہ پائی جاتی ہے جس نے ان تینوں باتوں کے سوا کوئی اور بات بیان کی اس نے غلطی کی اور اپنا حصہ ضائع کیا اور تکلف سے کام لیا جس کو وہ نہیں جانتا روایت کیا اس کو بخاری نے تعلیقاً۔ رزین کی ایک روایت میں ہے بے فائدہ چیز میں اس نے تکلف سے کام لیا اور ایسی بات میں تکلف کرتا ہے جس کا اس کو کچھ فائدہ نہیں اور ایسا علم سیکھنے میں تکلف سے کام لیا جس کے علم سے انبیاء اور فرشتے بھی عاجز ہیں۔ ربیع سے بھی اس قسم کی روایت ہے اور اس نے زیادہ بیان کیا کہ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے ستارے میں کسی کا رزق نہیں رکھا نہ کسی کی زندگی اور موت رکھی ہے سوائے اس کے نہیں وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں اور ستاروں کے ساتھ اپنے نفسوں کو بہلاتے ہیں۔

تشریح: ''اپنا حصہ ضائع کیا'' کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو اس طرح لایعنی باتوں اور بیکار امور میں مبتلا کیا کہ جن کا کوئی فائدہ نہ دنیا میں حاصل ہوتا ہے اور نہ آخرت میں حاصل ہونے والا ہے۔ اس طرح اس نے گویا اپنی عمر عزیز کا قیمتی حصہ گنوا دیا۔

نجومی، ساحر ہے

(۱۲) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَبَسَ بَابًا مِنْ عِلْمِ النُّجُومِ لِغَيْرِ مَا ذَكَرَ اللّٰهُ فَقَدِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ اَلْمُنَجِّمُ كَاهِنٌ وَالْكَاهِنُ سَاحِرٌ وَالسَّاحِرُ كَافِرٌ. (رواہ رزین)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص علم نجوم کا ایک باب بغیر اللہ کے ذکر کے سیکھتا ہے وہ سحر کا ایک ٹکڑا حاصل کرتا ہے۔ نجومی کاہن کا حکم رکھتا ہے کاہن ساحر ہوتا ہے اور ساحر کافر ہے۔ (روایت کیا اس کو رزین نے)

تشریح: ''المنجم کاھن'' نجومی کو اس لئے کاہن قرار دیا گیا ہے کہ دونوں ایک ہی جنس کے لوگ ہیں ایک میدان ہے اور ایک ہی کام ہے کیونکہ نجومی بھی غیب کی باتوں میں کاہن کی طرح الٹی سیدھی باتیں بناتا ہے اور پھر بتاتا ہے۔ ''والکاھن ساحر'' کاہن کو اس لئے ساحر کہا گیا کہ جو نقصان انسانوں کو جادوگر پہنچاتا ہے وہی نقصان کاہن بھی پہنچاتا ہے لہٰذا ضرر اور نقصان میں دونوں یکساں ہیں تو کاہن ساحر ہے ''والساحر کافر'' یعنی جادوگر کافر ہے۔

سحر کی تعریف:۔ سحر اور جادو کی ایک تعریف یہ ہے۔ '' السحر ھو اخراج الباطن فی صورة الحق''

دوسری تعریف اس طرح ہے۔ '' کل مادق ولطف ماخذہ فھو سحر'' یعنی ہر باریک اور لطیف انداز سے حاصل شدہ چیز سحر اور جادو ہے۔ گویا ہاتھ کی صفائی اور فنون لطیفہ کا اعلیٰ مظاہرہ سحر اور جادو ہے یہاں چند خارق عادت اور مافوق الفطرة چیزوں کا بیان کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ خارق عادت اور مافوق العادة چیزیں سات ہیں۔

(۱) خارق عادت اشیاء میں سے پہلی چیز ''ارھاص'' ہے اگر نبی کے ہاتھ نبوت سے پہلے خارق عادت چیز ظاہر ہو جائے تو اس کو ارہاص کہتے ہیں گویا یہ چیز اس نبی کی آمد کا اعلان ہے جیسے نبوت سے پہلے مکہ مکرمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھروں کا سلام کرنا تھا۔

(۲) معجزات: اگر مدعی نبوت کے ہاتھ پر اس کی نبوت کی تصدیق کیلئے کوئی خارق عادت امر ظاہر ہو جائے تو وہ معجزہ کہلاتا ہے۔

(۳) کرامت: اگر کسی متبع سنت صاحب ایمان شخص کے ہاتھ پر کوئی خارق عادت امر ظاہر ہو جائے تو اس کو کرامت کہتے ہیں۔ پیغمبر کو اپنے معجزہ کا علم بھی ہو جاتا ہے اور اس کے ظہور کا قصد بھی ہوتا ہے لیکن ولی کی کرامت میں یہ شرط نہیں ہے۔

(۴) معونات: یہ وہ خارق عادت امور ہیں جو کسی متبع سنت شخص کی مدد کیلئے ظاہر ہو جائیں جیسے حالت مخمصہ میں غیب سے کھانا پینا مل جائے۔

(۵) استدراج: یہ ایسے خارق عادت امور ہیں جو کسی کافر دشمنِ خدا کے ہاتھ پر اس کے مقصود کے موافق ظاہر ہو جائیں جیسے دجال کے ہاتھ پر ظاہر ہونگے۔

(۶) اہانت: یہ ایسے خارق عادت امور ہیں جو کسی کافر دشمن خدا کے ہاتھ پر اس کے مقصود کے خلاف ظاہر ہو جائیں تا کہ وہ ذلیل وخوار ہو جائے جیسے مسیلمہ کذاب نے یک چشم شخص کی آنکھ پر ہاتھ پھیر دیا تو دوسری آنکھ بھی ضائع ہوگئی باغ میں درختوں کی جڑوں میں کلی کر کے پانی ڈال دیا تو سارے درخت سوکھ گئے ایک بچے کے سر پر ہاتھ پھیر دیا تو اس کا حافظہ ختم ہو گیا۔

(۷) السحر : خارق عادت میں ساتویں چیز جادو ہے۔ یہ ایسے خارق عادت امور ہیں جو کسی انسان کے ہاتھ پر منتر جنتر اور جادو کے ذریعہ ظاہر ہو جاتے ہیں۔

معتزلہ کے نزدیک جادو ایک وہم ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن جمہور کے نزدیک سحر اور جادو کی ایک حقیقت ہے اور اس کی تعریف یہ ہے ''اخراج الباطل فی صورۃ الحق'' یا ''کل ما لطف ودق مأخذ فھو سحر'' امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک ساحر کافر ہے لہٰذا واجب القتل ہے۔

ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ اگر جادو کے عمل میں ضروریات دین کا انکار ہے تو یہ کفر ہے اور اگر جادو کے عمل میں صرف شرکیہ کلمات ہیں تو یہ شرک ہے اور اگر اس میں ایسے کلمات ہوں جو اعمال حسنہ کے منافی ہیں تو یہ معصیت اور گناہ کبیرہ ہے اور اگر اس میں ایسے کلمات ہیں جو صحیح ہیں اور صحیح مقصد کیلئے اس کو استعمال کیا جائے تو یہ مباح اور جائز ہے جیسے زوجین کے درمیان اصلاح مقصود ہو احناف کی یہ تفصیل بہت عمدہ ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس طرح مسلمان جادو کا دنیا میں کہیں وجود بھی ہے یا صرف تصور ہے؟ کیونکہ جادو کی بنیاد خبیث اعمال وافعال اور خبیث اقوال پر قائم ہے۔

منازل قمر کو نزول باراں میں موئثر حقیقی جاننا کفر ہے

(۱۳) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اَمْسَکَ اللّٰہُ الْقَطْرَ عَنْ عِبَادِہٖ خَمِسَ سِنِیْنَ ثُمَّ اَرْسَلَہٗ لَاَصْبَحَتْ طَائِفَۃٌ مِنَ النَّاسِ کَافِرِیْنَ یَقُوْلُوْنَ سُقِیْنَا بِنَوْءِ الْمِجْدَحِ. (رواہ سنن نسائی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے پانچ سال تک بارش روکے رکھے پھر برسائے لوگوں کا ایک گروہ اس کے ساتھ کفر کریں وہ کہیں کہ ہم مجدح ستارے کے طلوع ہونے کی وجہ سے بارش برسائے گئے ہیں۔ (روایت کیا اس کو نسائی نے)

تشریح: ''مجدح'' میم کے زیر جیم کے جزم اور دال کے زبر کے ساتھ اہل عرب کے نزدیک منازل قمر میں سے ایک منزل کا نام ہے زمانہ جاہلیت میں اہل عرب اس منزل کو بارش برسنے کا سبب قرار دیتے تھے۔ یہ بات پہلے بھی بتائی جاچکی ہے کہ ستاروں کے طلوع وغروب اور منازل قمر کو بارش برسنے کا حقیقی سبب سمجھنا کفر ہے۔

کِتَابُ الرُّؤْیَا

خواب کا بیان

رؤیا باب فتح یفتح سے آتا ہے لیکن مصدر کے بدلنے سے معنی بدل جاتے ہیں اگر مصدر رؤیۃ آجائے تو آنکھوں سے دیکھنے کے معنی میں ہوتا ہے اگر مصدر رأیًا آجائے تو رائے قائم کرنے کے معنی میں ہوتا ہے' اگر مصدر رئۃ آجائے تو اس کو رویت پڑپوسی کہتے ہیں یعنی جن کے پھیپھڑے خراب ہو جائیں اور اگر مصدر رؤیا آجائے تو خواب میں دیکھنے کے معنی میں ہوتا ہے کتاب میں یہی مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کے دل و دماغ میں نیند کی حالت میں بھی اسی طرح علوم ڈال دیتا ہے جس طرح کہ بیداری کی حالت میں ڈالتا ہے نیند کی حالت میں انسان جو کچھ دیکھتا ہے اس کو خواب کہتے ہیں۔

خواب کی تین قسمیں ہیں:۔ (۱) خواب کی پہلی قسم تو محض خیال ہے گویا دن بھر انسان گھومتا پھرتا ہے اور آنکھوں سے مختلف چیزوں کا نظارہ کرتا ہے رات کو خواب میں وہی چیزیں متشکل ہو کر آتی ہیں کیونکہ دل و دماغ پر انہیں اشیاء کا نقشہ چھایا رہتا ہے۔

(۲) خواب کی دوسری قسم اضغاث واحلام ہے یہ وہ ڈراؤنے ہیبت ناک اور پراگندہ خواب ہوتے ہیں جو شیطانی اثرات کے عکاس ہوتے ہیں۔

(۳) خواب کی تیسری قسم وہ خواب ہیں جو من جانب اللہ ہوتے ہیں اور بشارت و بھلائی اور بہتری کو ظاہر کرتے ہیں اسی قسم کو رؤیا صالحہ کہتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے دل و دماغ میں علم و معرفت کا ایک نور پیدا کر دیتا ہے اس لئے وہ خواب میں ان چیزوں کا ایسا ہی ادراک کرتا ہے جس طرح بیداری میں ادراک کرتا ہے یہ دراصل آئندہ وقوع پذیر ہونے والے واقعات کی طرف اشارہ ہوتا ہے' کبھی یہ اشارہ انتہائی خفی ہوتا ہے کہ صرف ماہرین اس کی تعبیر کو سمجھ سکتے ہیں اور کبھی اتنا واضح ہوتا ہے کہ ہر کس و ناکس اس کو جان لیتا ہے۔

خوابوں کی تعبیر کے سب سے بڑے امام تو حضرت یوسف علیہ السلام گزرے ہیں لیکن امت محمدیہ علی صاحبھا الف الف تحیۃ میں خوابوں کے سب سے بڑے امام علامہ محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں۔ خواب کی تعبیر ''علی رجل الطائر'' ہوتا ہے یعنی جس نے جس طرح بتا دیا اسی طرح تعبیر وقوع پذیر ہو جاتی ہے لیکن اس کے باوجود تعبیر خواب کے کچھ اصول بھی ہوتے ہیں۔ ابن سیرین رحمہ اللہ کی طرف منسوب کتاب تعبیر الرؤیا کی ابتداء میں اصول کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) ایک اصل اور قاعدہ یہ ہے کہ شریعت کے قواعد و ضوابط کے تحت شریعت کی روشنی میں خواب کی تعبیر کو تلاش کیا جائے اور پھر تعبیر نکالی جائے۔

(۲) دوسرا اصل یہ ہے کہ قرآن کی کسی آیت یا حدیث کے الفاظ کو دیکھ کر اس کی روشنی میں تعبیر نکالی جائے۔

(۳) تیسرا اصل یہ ہے کہ عربی لغت سے استفادہ کر کے اس کی مدد سے تعبیر نکالی جائے یہی وجہ ہے کہ خواب کی تعبیر ایسے آدمی سے معلوم کرنا چاہیے جو خواب دیکھنے والے کا خیر خواہ بھی ہو اور تعبیر نکالنے اور قواعد کا ماہر بھی ہو۔

خواب کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ انبیاء کرام کے خواب وحی خفی کا درجہ رکھتے ہیں اور دیگر صالحین کے خواب اگر شریعت کے کسی ضابطہ سے نہیں ٹکراتے تو ایسے خواب صرف باعث تسلی ہوتے ہیں اس سے کوئی شرعی ضابطہ نہیں بنتا۔ احادیث میں سچے خوابوں کو مبشرات سے یاد کیا گیا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... مسلمان کا اچھا خواب حق ہے

(۱) عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَزَادَمَالِکٌ بِرِوَایَةِ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ یَرَاهَا الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ اَوْتُرٰی لَهٗ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آثار نبوت سے صرف مبشرات باقی رہ گئی ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا مبشرات سے مراد کیا ہے فرمایا اچھے خواب روایت کیا اس کو بخاری نے مالک نے عطاء بن یسار کی روایت سے زیادہ بیان کیا کہ مسلمان آدمی اس کو دیکھتا ہے یا اس کو دکھلایا جاتا ہے۔

تشریح: "المبشرات" یہ بشارت سے ہے خوشخبری کے معنی میں ہے یعنی نبوت کا دروازہ اب بند ہوگیا ہے نبی آخر الزمان کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں لہٰذا آسمانی وحی کا نزول ختم ہوگیا ہے اب خواب کی صورت میں صرف بشارتیں رہ گئیں ہیں' خواب میں چونکہ غالب عنصر بشارت کی ہوتی ہے اس لئے بطور غلبہ اس غالب حیثیت کو مطلقاً مبشرات قرار دیا گیا ہے ورنہ بعض خواب سچے ہوتے ہیں لیکن اس میں بشارت کے بجائے نذرات ہوتی ہے یعنی غم کی خبر ہوتی ہے اسی وجہ سے بعض علماء نے کہا ہے کہ یہاں مبشرات سے مطلق خبر مراد ہے خواہ بشارت پر مشتمل ہو یا نذرات پر مشتمل ہو۔

اچھے خواب کی فضیلت

(۲) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَة جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَاَرْبَعِیْنَ جُزْءً مِّنَ النُّبُوَّةِ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ظاہر یہ ہے کہ یہاں رویاء صالحہ سے مراد صادقہ ہے یعنی وہ اچھا خواب جو سچا بھی ہو! اس موقع پر ایک اشکال واقع ہوتا ہے اور وہ یہ کہ کسی چیز کا کوئی جز وحصہ اس چیز سے جدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ ہوتا ہے اس اعتبار سے کہا جائے گا کہ جب نبوت باقی نہیں رہی ہے تو نبوت کا جز وحصہ یعنی رویاء صالحہ کیوں کر باقی رہے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی یہ ہیں کہ رویاء صالحہ علم نبوت کے اجزاء اور حصوں میں سے ایک جز' وحصہ ہے اور ظاہر ہے کہ علم نبوت باقی ہے اگر چہ نبوت باقی نہیں ہے گویا حدیث میں مذکورہ الفاظ کے ذریعہ رویاء صالحہ کی فضیلت ومنقبت بیان فرمائی گئی ہے کہ اچھا خواب حقیقت میں نبوت کا پرتو ہے اگر چہ اس کو دیکھنے والا غیر نبی ہو' جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے نیک راہ دردش' حلم گرانباری' اور میانہ روی نبوت میں سے ہے۔ چھیالیس کے عدد کی تخصیص کے بارے میں اگر چہ علماء نے مختلف باتیں لکھی ہیں لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ نہ صرف اس کا بلکہ دوسری متعدد چیزوں جیسے نماز کی رکعات اور تسبیحات وغیرہ کے بارے میں اعداد مشروع ومذکور ہیں ان کی علت وحقیقت کا علم شارع علیہ السلام کو ہی ہے۔ ایک اور روایت میں چھیالیس کے بجائے چھبیس ایک روایت میں چھہتر اور ایک روایت میں چوبیس کا عدد مذکور ہے اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کسی بھی روایت میں کسی خاص عدد سے تحدید مراد نہیں ہے بلکہ محض تکثیر مراد ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کا ذکر

(۳) وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰنِی فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِی فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ. (رواہ مسلم رواہ بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا پس تحقیق مجھ کو ہی دیکھا اس لیے کہ شیطان میری صورت نہیں بنتا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "فقد رأنی" یعنی جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعۃً مجھے ہی دیکھا اس شخص کا یہ خواب اضغاث احلام میں سے نہیں ہے بلکہ حقیقت پرمبنی ہے کیونکہ شیطان اپنے آپ کو میری شکل وصورت میں نہیں ڈھال سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی ہدایت محضہ ہےاور شیطان ضلالت محضہ ہے دونوں میں واضح فرق اور واضح تضاد ہے اگر شیطان اس طرح کرنے پر قادر ہوجائے تو پھر شریعت میں دخل اندازی کا خطرہ بھی پیدا ہوسکتا ہے۔

آج کل حزب اللہ اور جماعۃ المسلمین کے لوگ حضور کو خواب میں دیکھنے کا انکار کرتے ہیں اور بطور دلیل کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کے علاوہ کسی نے دیکھا نہیں ہے خواب میں وہ چیز دکھائی دیتی ہے جو آدمی نے پہلے دیکھا ہو اس مہمل سوال کا جواب یہ ہے کہ جب صحیح حدیث موجود ہے تو تمہاری اس منطق کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہی حق ہے اور اس شخص نے حضور ہی کو دیکھا ہے ہاں آدمی اپنے اعمال کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا ہے اگر اعمال اچھے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی صورت میں دیکھتا ہے اور اگر اعمال خراب ہیں تو حضور کو اسی کی روشنی میں دیکھتا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارکہ مکمل طور پر شمائل میں مذکور ہے اس سے دیکھنے کا اندازہ ہوجاتا ہے بہرحال یہ خصائص نبوی اور اعجاز نبوی میں سے ہے کہ آپ کی شکل وصورت میں شیطان نہیں آسکتا ہے۔

(۴) وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ. (رواہ مسلم و رواہ بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ کو دیکھا اس نے سچ دیکھا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "الحق" یعنی اس شخص نے مجھے ہی دیکھا یہ حق ہے جھوٹ نہیں ہے اس بارے میں دروغ خیالی اور شیطان کا دخل نہیں ہوسکتا ہے یہ اعزاز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے جو اعجاز نبوی کا حصہ ہے ہر آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اعمال کے آئینہ میں دیکھتا ہے۔

(۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَيَرَانِیْ فِی الْيَقْظَةِ وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِیْ. (رواہ مسلم رواہ بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا پس عنقریب مجھ کو بیداری میں بھی دیکھے گا۔ اور شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: اس حدیث کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہے کہ جو شخص خواب میں آپ کو دیکھتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ یہ توفیق عطاء فرما دیتا ہے کہ وہ عالم بیداری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوتا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اور اسلام قبول کرتا۔ یا اس ارشاد گرامی کی مراد یہ ہے کہ مجھ کو خواب میں دیکھنے والا شخص آخرت میں عالم بیداری میں مجھ کو دیکھے گا۔

اچھا خواب اور برا خواب

(۶) وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِذَا رَاٰى اَحَدُكُمْ مَا يُحِبُّ فَلَا يُحَدِّثْ بِهٖ اِلَّا مَنْ يُحِبُّ وَاِذَا رَاٰى مَا يَكْرَهُ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَلْيَتْفُلْ ثَلَاثًا وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا اَحَدًا فَاِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهٗ. (رواہ مسلم و رواہ بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جس وقت تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو پسند کرتا ہے اس کو بیان نہ کرے مگر ایسے شخص کے لیے کہ اس کو دوست رکھتا ہے اور جس وقت برا خواب دیکھے اس کے شر اور شیطان کے شر سے اللہ سے پناہ مانگے اور تین مرتبہ تھوک دے اور کسی کو بیان نہ کرے اور اس کو کچھ ضرر نہ پہنچائے گا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "برا خواب شیطان کی طرف سے ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اچھے اور برے دونوں طرح کے خواب کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے اور دیکھنے والا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے دیکھتا ہے لیکن برا خواب شیطانی اثرات کا عکاس ہوتا ہے اور چونکہ اس خواب سے انسان

کو پریشانی ہوتی ہے اس لئے اس پر شیطان کو بہت خوشی ہوتی ہے حاصل یہ کہ اچھا خواب تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو بشارت ہوتی ہے تا کہ وہ بندہ خوش ہو اور اس کا وہ خواب اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن سلوک اور امید آوری کا باعث اور شکر خداوندی کے اضافہ کا موجب بنے جبکہ غمگین اور پریشان کرنے والا جھوٹا خواب شیطانی اثرات کے تحت ہوتا ہے جس سے شیطان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ مسلمان کو غمگین و پریشان کر کے ایسی راہ پر ڈال دے جس سے وہ بدگمانی اور ناامیدی اور تقرب الٰہی و تلاش حق کی راہ میں سست روی کا شکار ہو جائے ''وہ خواب اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا''۔کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے صدقہ و خیرات کو مال کی حفاظت و برکت اور دفع بلیات کا سبب بنایا ہے اسی طرح اس نے مذکورہ چیزوں یعنی اللہ کی پناہ مانگنے، تین دفع تھتکارنے اور کسی کے سامنے بیان نہ کرنے کو برے خواب کے مضر اثرات سے سلامتی کا سبب قرار دیا ہے۔

برا خواب دیکھے تو کیا کرے

(۷) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاٰى اَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهٖ ثَلٰثًا وَيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلٰثًا وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِيْ كَانَ عَلَيْهِ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس وقت کوئی برا خواب دیکھے تین مرتبہ اپنی بائیں جانب تھوک دے اور اللہ کے ساتھ شیطان سے پناہ مانگے اور جس کروٹ پر لیٹا ہوا ہے اس کو بدل دے۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

چند خوابوں کی تعبیر

(۸) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ يَكَدْ يَكْذِبُ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَاَرْبَعِيْنَ جُزْءً مِّنَ النُّبُوَّةِ فَمَا كَانَ مِنَ النُّبُوَّةِ فَاِنَّهٗ لَا يَكْذِبُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ وَاَنَا اَقُوْلُ الرُّؤْيَا ثُلَاثٌ حَدِيْثُ النَّفْسِ وَتَخْوِيْفُ الشَّيْطَانِ وَبُشْرٰى مِنَ اللّٰهِ فَمَنْ رَاٰى شَيْئًا يَكْرَهُهٗ فَلَا يَقُصَّهٗ عَلٰى اَحَدٍ وَلْيَقُمْ فَلْيُصَلِّ قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ الْغُلَّ فِي النَّوْمِ وَيُعْجِبُهُمُ الْقَيْدُ وَيُقَالُ الْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِي الدِّيْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ قَالَ الْبُخَارِيُّ رَوَاهُ قَتَادَةُ وَيُوْنُسُ وَهُشَيْمٌ وَاَبُوْ هِلَالٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَقَالَ يُوْنُسُ لَا اَحْسِبُهٗ اِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَيْدِ وَقَالَ مُسْلِمٌ لَا اَدْرِيْ هُوَ فِي الْحَدِيْثِ اَمْ قَالَهُ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ نَحْوَهٗ وَاَدْرَاجَ فِي الْحَدِيْثِ قَوْلَهٗ وَاَكْرَهُ الْغُلَّ اِلٰى تَمَامِ الْكَلَامِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت زمانہ قریب ہوگا مومن کی خواب جھوٹی نہ ہوگی اور مومن کی خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اور جو نبوت سے ہو وہ جھوٹ نہیں ہو سکتا محمد بن سیرین کا کہنا ہے کہ خواب تین طرح کا ہوتا ہے۔ایک نفس کا خیال ہے دوسرے شیطان کا ڈرانا ہے تیسرے اللہ کی طرف سے بشارت ہے۔جب کوئی ناپسند خواب دیکھے کسی کے سامنے بیان نہ کرے اور کھڑا ہو جائے اور نماز پڑھے اور ابن سیرین خواب میں طوق دیکھنا مکروہ سمجھتے تھے ان کو خواب میں بیڑی کا دیکھنا بہت پسند تھا۔کہا جاتا ہے کہ بیڑی دین میں ثابت قدم رہنا ہے۔(متفق علیہ) بخاری نے کہا ہے قتادہ، یونس، ہشیم، ابو ہلال نے اس کو ابن سیرین سے روایت کیا ہے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔یونس نے کہا ہے میرے خیال میں بیڑی کے متعلق جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے مسلم نے کہا میں نہیں جانتا کہ وہ حدیث کا ٹکڑا ہے یا ابن سیرین کا قول ہے۔مسلم کی ایک روایت میں اسی طرح ہے اور حدیث میں اکرہ الغل سے آخر تک حدیث میں درج کر دیا ہے۔

تشریح: ''اذا اقترب الزمان'' اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ جب قرب قیامت کا زمانہ آجائے تو مسلمانوں کی کثرت کے ساتھ سچے خواب آنے لگیں گے چونکہ غیب کا پردہ اٹھنے والا ہوگا تو خواب بھی سچے ہوں گے۔دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی کی موت کا زمانہ قریب ہو جائے تو اس کے خواب سچے ہوں گے۔تیسرا مطلب یہ ہے کہ جب زمانہ میں دن اور رات کا وقت برابر ہو جائے اور زمانہ میں اعتدال آجائے جس سے

لوگوں کے مزاج میں بھی اعتدال آجاتا ہے تو اس وقت سچے خواب آئیں گے جس طرح صبح کے وقت کا خواب سچا ہوتا ہے اسی طرح اس معتدل زمانہ کا خواب سچا ہوگا۔ اس حدیث کے عمومی الفاظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن کے سارے خواب سچے ہوتے ہیں اس بارے میں امام ابن سیرین نے کچھ وضاحت فرمائی ہے کہ سچا خواب وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو ہر خواب سچا بھی نہیں اور جھوٹا بھی نہیں پھر آپ نے خوابوں کی تین قسمیں بیان فرمائیں ''قال'' اس میں فاعل کی ضمیر ابن سیرین کی طرف لوٹتی ہے اور'' وکان یکرہ '' میں ضمائر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹتی ہیں۔ ''الغل'' غین پر پیش اور لام پر شد ہے طوق کو غل کہتے ہیں ''القید'' ڈنڈا بیڑی کو قید کہتے ہیں۔

ڈراؤنا خواب شیطانی اثر ہے اس کو کسی کے سامنے بیان نہ کرو

(۹) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَاَنَّ رَأْسِيْ قُطِعَ فَقَالَ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِذَا لَعِبَ الشَّيْطَانُ بِاَحَدِكُمْ فِيْ مَنَامِهٖ فَلَا يُحَدِّثْ بِهِ النَّاسَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے گویا میرا سر کاٹ دیا گیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے فرمایا جس وقت خواب میں تم میں کسی ایک کے ساتھ شیطان کھیلے اس کو بیان نہ کرے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتی سے فرمایا کہ تمہارا یہ خواب اضغاث احلام میں سے ہے اور اس قسم سے ہے جس میں انسان کے ساتھ شیطان تماشہ کرتا ہے تاکہ اس کو پریشان ورنجور کرے ایسے خواب کو چھپانا چاہیے۔ نہ کہ لوگوں کے سامنے بیان کیا جائے۔

یحییٰ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ خواب اضغاث احلام میں سے ہے اور شیطانی اثرات کا عکاس ہے ورنہ اہل تعبیر کے نزدیک اس خواب کی تعبیر زوال نعمت' قوم برادری سے مفارقت اور اس جیسی دوسری چیزوں کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خواب

۱۰۔ وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رایت ذات لیلۃ فیما یری النائم کانا فی دار عقبۃ بن رافع فاتینا برطب من رطب ابن طاب فاولت ان الرفعۃ لنا فی الدنیا والعاقبۃ فی الاخرۃ و ان دیننا قد طاب (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک رات میں نے دیکھا اس چیز میں کہ سونے والا دیکھتا ہے گویا کہ ہم عقبہ بن رافع کے گھر میں ہیں ابن طاب کی تر کھجوریں ہمارے پاس لائی گئیں۔ میں نے اس کی تاویل کی ہے کہ دنیا میں ہمارے لیے بزرگی ہے اور آخرت میں نیک عاقبت ہے اور ہمارا دین اچھا ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: مذکورہ تعبیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا ناموں کے الفاظ کو بنیاد بنایا بایں طور کہ رفعت کی تعبیر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رافع سے لی ......عاقبت کی تعبیر عقبہ سے لی اور ''طاب یعنی اچھا ہے'' رطب ابن طاب سے لیا' چنانچہ یہ عادت شریفہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناموں کے الفاظ کے ذریعہ بطریق تفاؤل وتاویل حصول مقصد کا مفہوم حاصل کرتے تھے۔ اور یہ بات محض تعبیر خواب کے ساتھ مخصوص نہیں تھی بلکہ عالم بیداری اور روزمرہ کی زندگی میں بھی ان کے ذریعہ نیک فال لیتے تھے۔ جیسا کہ منقول ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ روانہ ہوئے تو راستہ میں ایک شخص بریدہ اسلمی کو چند سواروں کے ساتھ دیکھا جس کو قریش مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر مکہ واپس لانے پر معمور کیا تھا اور اس کے بطور انعام سو اونٹ مقرر کئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر پوچھا کہ تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ بریدہ' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا (تو لفظ بریدہ سے نیک فال لیتے ہوئے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ قد برد امرنا یعنی ہمارا معاملہ ٹھنڈا ہو گیا کہ (دشمن کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا)

ہجرت سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

(۱۱) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَیْتُ فِی الْمَنَامِ انی اهاجر من مكة الی ارض بهانخلٌ فَذَهَبَ وَهْلِیْ اِلٰی اَنَّهَا الْیَمَامَةُ اَوْهجرٌ فَاِذَا هِیَ الْمَدِیْنَةُ یَثْرب ورایتُ فِیْ رُؤْیَایَ هذه انی هززت سفا فانقطع صَدْرُهٗ فَاِذَا هُوَ مَا اُصِیْبَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهٗ اُخْرٰی فَعَادَ اَحْسَنَ ما کان فاذ هو ماجاء الله به من الفتح وَاِجْتمَاعِ الْمُؤْمِنِیْنَ. (رواه مسلم رواه بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایسی جگہ ہجرت کر کے جارہا ہوں (جہاں کھجوریں بہت ہیں مجھے خیال گذرا کہ یہ یمامہ شہر ہے یا ہجر ہے ناگہاں وہ مدینہ تھا کہ جس کا قدیم نام یثرب ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار کو حرکت دی ہے اور وہ اوپر سے ٹوٹ گئی ہے ناگہاں وہ شہادت تھی جو کہ ایمانداروں کو اُحد کے دن پہنچی۔ پھر میں نے اس کو دوبارہ ہلایا وہ پہلے سے بہتر ہوگئی پس ناگہاں اس سے مراد وہ فتح تھی جو اللہ تعالیٰ لایا اور ایمانداروں کا جمع ہونا۔ (متفق علیہ)

تشریح: جزیرہ نمائے عرب (نجد وحجاز) کا وہ علاقہ ہے جو جبل طویق کے جنوب مشرق میں پھیلا ہوا ہے اور اب نجد کے علاقے میں شامل ہے یمامہ کہا جاتا ہے یہ بڑا سرسبز وشاداب علاقہ تھا اور اس میں کھجور کی بڑی پیداوار تھی موجودہ زمانہ میں ''یمامہ'' ایک چھوٹی سی بستی کی صورت میں سعودی عرب کے دارالسلطنت ریاض اور الالم کے درمیان پایا جاتا ہے ہجر بھی یمامہ سے متصل مشرق میں ایک بستی تھی یہاں بھی کھجور بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں ''مدینہ'' کا نام یثرب تھا' جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر یہاں تشریف لائے تو اس کا نام مدینہ' طابہ اور طیبہ رکھا گیا۔ لیکن زیادہ مشہور مدینہ ہی ہوا! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہر مقدس کو یثرب کہنے سے منع فرمادیا تھا کیونکہ یثرب اصل میں ثرب بالتحریک سے مشتق ہے جس کے معنی فتنہ وفساد کے ہیں جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یا بعض دوسری احادیث میں اس شہر کے لئے اس کا قدیم نام یثرب کیوں استعمال فرمایا تو اس کی وجہ تو یہ ہے کہ یہ احادیث مذکورہ ممانعت سے پہلے کی ہیں یا یہ ممانعت چونکہ نہی تنزیہی کے طور پر ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیان جواز کی خاطر کبھی کبھی قدیم نام کو بھی استعمال فرمالیتے تھے اور یا یہ کہ ابتداء ہجرت میں چونکہ عام طور پر لوگ اس نئے نام سے واقف نہیں ہوتے تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس لئے واقف کرنے کیلئے اس کے شرعی نام مدینہ کے ساتھ قدیم نام یثرب کا بھی ذکر فرمادیا اور یہی آخری احتمال زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے' نیز قرآن کریم میں جو فرمایا گیا ہے کہ'' یا اهل یثرب لا مقام لکم الخ'' یہ تو یہ منافقین کی زبانی فرمایا گیا ہے اس لئے اس کے بارے میں کوئی اشکال نہیں ہونا چاہیے۔

ایک خواب کی تعبیر

(۱۲) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ اتیت بخزائن الارض فوضع فی کفی سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَکَبُرَا عَلَیَّ فَاُوْحِیَ اِلَیَّ اَنْ تفخهُمَا فَنَفَختهما فهبا فاولتهما الکذابین الذین انابینهما صَاحِبُ صَنْعَاءَ وَصَاحِبُ الْیَمَامَةِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ یُقَالَ اَحَدُ هُمَا مُسَیلمة صاحب الْیَمَامَةَ وَالْعَنسِیُّ صَاحِبُ صَنْعَآءَ لَمْ اَجِدْ هٰذِهِ الرِّوَایَةَ فِی الصَّحِیْحَیْنِ وَذَکَرَهَا صَاحِبُ الجَامِعِ عَنِ التِّرْمِذِیُّ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ میں سویا ہوا تھا زمین کے خزانے میرے پاس لائے گئے میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کڑے ڈالے گئے مجھ پر گراں گذرے میری طرف وحی کی گئی کہ ان کو پھونک مارو میں نے پھونک ماری وہ دونوں ختم ہوگئے میں نے اس کی تعبیر کی کہ اس سے مراد دو جھوٹے شخص ہیں جن کے درمیان میں ہوں ایک صاحب صنعاء اور دوسرا صاحب یمامہ (متفق علیہ) ایک راویت میں ہے کہا جاتا ہے ایک ان میں مسیلمہ ہے جو صاحب یمامہ ہے اور

دوسرا عنسی ہے جو صاحب صنعاً ہے میں نے یہ روایت صحیحین میں نہیں پائی۔ صاحب جامع الاصول نے اس کو ترمذی سے روایت کیا ہے۔

تشریح: "سوارین" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کے دو کنگن اور کڑے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی میں دیکھے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں کیا آپ کو اسے پھونکنے کا حکم ملا تو آپ نے اس میں پھونک ماردی جس سے وہ ان علاقوں کی طرف چلے گئے جہاں دو جھوٹے نبی ظاہر ہونے والے تھے ایک تو صنعاء یمن کا کذاب اسود عنسی تھا جس نے اسلام پر بڑی مصیبت لا ڈالی لیکن اس کے علاقے کے مسلمان چٹان کی طرح کھڑے ہو گئے اور فیروز دیلمی نے اس کو قتل کر دیا اس کے دو دن بعد شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بتا دیا "فیروز فاز فیروز" کہ فیروز کامیاب ہو گیا مجھے جبریل نے بتا دیا کہ فیروز نے اسود عنسی کو قتل کر دیا۔ دوسرا مسیلمہ کذاب یمامہ میں کھڑا ہو گیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چٹان کی طرح اس کے مقابلے پر کھڑے رہے آخر کار اسلام کے لشکر جرار نے حضرت خالد بن ولید کی سرکردگی میں حدیقۃ الموت میں اس خبیث پر حملہ کر دیا اور وحشی بن حرب اور حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کی مشترکہ کارروائی سے مسیلمہ کذاب واصل جہنم ہو گیا۔

(۱۳) وَعَنْ اُمِّ الْعَلَاءِ الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ رَاَيْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ فِي النَّوْمِ عَيْنًا تَجْرِيْ فَقَصَصْتُهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذٰلِكَ عَمَلُهٗ يُجْرٰى لَهٗ. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ام علاء انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا میں نے عثمان بن مظعون کے لیے خواب میں ایک جاری چشمہ دیکھا میں نے اپنا خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا فرمایا یہ اس کے عمل کا ثواب ہے جو اس کے لیے جاری کیا جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: حضرت عثمان ابن مظعون ایک جلیل القدر اور قدیم الاسلام صحابی ہیں، مہاجرین میں بڑی فضیلت کے حامل تھے، میدان کارزار میں جان باز مجاہد کی حیثیت رکھتے تھے ان کی ایک بڑی فضیلت یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مرابط یعنی میدان کارزار میں اسلامی لشکر و سرحد کا پاسبان مقرر کیا تھا۔ شریعت میں مرابط کے بہت زیادہ فضائل منقول ہیں ان میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ مرابط جب انتقال کر جاتا ہے تو اس کا عمل صالح قیامت تک بڑھتا رہتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ خواب کی یہ تعبیر بیان فرمائی کہ وہ چشمہ دراصل ان کا عمل صالح ہے اور جس طرح وہ چشمہ جاری ہے اسی طرح ان کے عمل صالح کا ثواب برابر جاری ہے جو قیامت تک ان کی طرف پہنچتا رہے گا۔

عالم برزخ کی سیر سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خواب۔

(۱۴) وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ مَنْ رَاٰى مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا قَالَ فَاِنْ رَاٰى اَحَدٌ قَصَّهَا فَيَقُوْلُ مَاشَاءَ اللّٰهُ فَسَاَلَنَا يَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَاٰى مِنْكُمْ اَحَدٌ رُؤْيَا قُلْنَا لَا قَالَ لٰكِنِّيْ رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اَتَيَانِيْ فَاَخَذَا بِيَدَيَّ فَاَخْرَجَانِيْ اِلٰى اَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ فَاِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَرَجُلٌ قَائِمٌ بِيَدِهٖ كَلُّوْبٌ مِنْ حَدِيْدٍ يُدْخِلُهٗ فِيْ شِدْقِهٖ فَيَشُقُّهٗ حَتّٰى يَبْلُغَ قَفَاهُ ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الاخر مِثْلَ ذٰلِكَ وَيَلْتَئِمُ شِدْقُهٗ هٰذَا فَيَعُوْدُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهٗ قُلْتُ مَا هٰذَا قَالَ انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلٰى قَفَاهُ وَرَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰى رَاْسِهٖ بِفِهْرٍ اَوْ صَخْرَةٍ يَشْدَخُ بِهَا رَاْسَهٗ فَاِذَا ضَرَبَهٗ تَدَهْدَهَ الْحَجَرُ فَانْطَلَقَ اِلَيْهِ لِيَاْخُذَهٗ فَلَا يَرْجِعُ اِلٰى هٰذَا حَتّٰى يَلْتَئِمَ رَاْسُهٗ وَ عَادَ رَاْسُهٗ كَمَا كَانَ فَعَادَ اِلَيْهِ فَضَرَبَهٗ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَ انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا اِلٰى ثَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّوْرِ اَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَاَسْفَلُهٗ وَاسِعٌ تَتَوَقَّدُ تَحْتَهٗ نَارٌ فَاِذَا ارْ تفعت ارْتَفَعُوْا حَتّٰى كَادَ اَنْ يَخْرُجُوْا مِنْهَا وَاِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوْا فِيْهَا وَفِيْهَا رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَ انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى نَهَرٍ مِنْ دَمٍ فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰى وَسَطِ النَّهَرِ وَعَلٰى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ فَاَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِيْ فِي النَّهَرِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِيْ فِيْهِ فَرَدَّهٗ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمٰى فِيْ فِيْهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَ انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى انْتَهَيْنَا اِلٰى رَوْضَةٍ خَضْرَآءَ فِيْهَا شَجَرَةٌ عَظِيْمَةٌ وَفِيْ اَصْلِهَا شَيْخٌ وَصِبْيَانٌ وَاِذَا رَجُلٌ قَرِيْبٌ مِنَ الشَّجَرَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ يُوْ قِدُهَا فَصَعِدَ ابى الشَّجَرَةِ

فَاذْ خَلاَنِي دَارًا وَسَطَ الشَّجَرَةِ لَمْ اَرَقَطُّ اَحْسَنَ مِنْهَا فِيْهَا رِجَالٌ شُيُوْخٌ وَشَبَابٌ وَنِسَاءٌ وَصِبْيَانٌ ثُمَّ اَخْرَ جَانِي مِنْهَا فَصَعِدَ ابِي الشَّجَرَةَ فَاَدْ خَلاَنِي دَارًا هِيَ اَحْسَنُ وَاَفْضَلُ مِنْهَا فِيْهَا شُيُوْخٌ وَشَبَابٌ فَقُلْتُ لَهُمَا اِنَّكُمَا قَدْ طَوفْتُمَانِي اللَّيْلَةَ فَاَخْبَرَانِي عَمَّا رَاَيْتُ قَالاَ نَعَمْ اَمَّا الرَّجُلُ الَّذِي رَاَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكَذِبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْاٰفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهٖ مَا تَرٰى اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَالَّذِي رَاَيْتَهُ يُشْدَخُ رَاسُهُ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ بِمَا فِيْهِ بِالنَّهَارِ يَفْعَلُ بِهٖ مَا رَاَيْتَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَالَّذِي رَاَيْتَهُ فِي الثَّقْبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ وَالَّذِي رَاَيْتَهُ فِي النَّهْرِ اٰكِلُ الرِّبَا وَالشَّيْخُ الَّذِي رَاَيْتَهُ فِي اَصْلِ الشَّجَرَةِ اِبْرٰهِيْمُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهُ فَاَوْلاَدُ النَّاسِ وَالَّذِي يُوْقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ وَالدَّارُ الْاُوْلٰى الَّتِي دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ وَاَنَا جِبْرَئِيْلُ وَهٰذَا مِيْكَائِيْلُ فَارْفَعْ رَاسَكَ فَرَفَعْتُ رَاسِي فَاِذَا فَوْقِي مِثْلُ السَّحَابِ وَفِي رِوَايَةٍ مِثْلُ الرَّبَابَةِ الْبَيْضَاءِ قَالَ ذَاكَ مَنْزِلُكَ قُلْتُ دَعَانِي اَدْخُلُ مَنْزِلِي قَالَ اِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَهُ اَتَيْتَ مَنْزِلَكَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَذُكِرَ حَدِيْثُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فِي رُؤْيَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَدِيْنَةِ فِي بَابِ حَرَمِ الْمَدِيْنَةِ

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز پڑھ لیتے اپنے چہرہ کے ساتھ ہم پر متوجہ ہوتے اور فرماتے آج رات جس نے کوئی خواب دیکھا ہے بیان کرے۔ راوی نے کہا اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا اس کو بیان کرتا۔ پس کہتے جو اللہ چاہتا ہے ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے ہم نے کہا نہیں آپ نے فرمایا آج رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ دو آدمی میرے پاس آئے ہیں میرے دونوں ہاتھ انہوں نے پکڑ لیے اور مجھے بیت المقدس کی طرف لے چلے ناگہاں ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے اور ایک آدمی کھڑا ہے اس کے ہاتھ میں لوہے کا انکڑا ہے وہ بیٹھے ہوئے شخص کے کلے میں داخل کرتا ہے اور اس کو چیرتا ہے یہاں تک کہ گدی تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر دوسرے کلے کے ساتھ اسی طرح کرتا ہے پہلا کلہ مل جاتا ہے پھر لوٹتا ہے اور اس طرح کرنے لگ جاتا ہے میں نے کہا یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا آگے چلو پس ہم آگے چلے یہاں تک کہ ہم ایک شخص کے پاس آئے جو چت لیٹا ہوا ہے اور ایک شخص چھوٹا پتھر یا بڑا پتھر لیے اس کے پاس کھڑا ہے اور اس کے ساتھ اس کے سر کو کچل رہا ہے جب اس کو مارتا ہے پتھر لڑھک جاتا ہے وہ اس کو لینے جاتا ہے جب واپس لوٹتا ہے اس کا سر مل جاتا ہے اور پہلے کی طرح ہو جاتا ہے وہ دوبارہ اس کی طرف لوٹتا ہے اور اس کو مارتا ہے میں نے کہا یہ کیا ہے انہوں نے کہا آگے چلو ہم چلے یہاں تک کہ ہم ایک گڑھے کے پاس آئے جو تنور کی مانند ہے اس کے اوپر کا حصہ تنگ ہے اور نیچے کا کشادہ ہے اس کے نیچے آگ جل رہی ہے اس میں بہت سے مرد اور ننگی عورتیں ہیں جب آگ اوپر اٹھتی ہے وہ بھی اوپر آجاتے ہیں یہاں تک کہ قریب ہے کہ وہ نکل جائیں اور جب آگ کا شعلہ پست ہوتا ہے گر پڑتے ہیں میں نے کہا یہ کیا ہے انہوں نے کہا آگے چلو ہم چلے ہم خون کی ایک نہر پر آئے نہر کے درمیان ایک شخص کھڑا ہے اور ایک شخص کنارے پر ہے اس کے آگے پتھر رکھے ہوئے ہیں وہ شخص جو نہر میں ہے آگے آتا ہے جب نکلنے کا ارادہ کرتا ہے دوسرا آدمی اس کے چہرے پر پتھر مارتا ہے اور اس کو لوٹا دیتا ہے جہاں وہ پہلے ہوتا ہے جب بھی وہ نکلنے کا ارادہ کرتا ہے اس کے منہ پر پتھر مارتا ہے وہ اسی جگہ لوٹ جاتا ہے جہاں ہوتا ہے میں نے کہا یہ کیا ہے انہوں نے کہا آگے چلو ہم چلے یہاں تک کہ ہم ایک سرسبز وشاداب باغ کے پاس پہنچے اس میں ایک بہت بڑا درخت ہے اس کی جڑ میں ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہوا ہے اور بہت سے بچے ہیں ناگہاں وہاں اس درخت کے قریب ایک اور شخص ہے اس کے سامنے آگ ہے جس کو وہ جلا رہا ہے وہ دونوں مجھ کو لیکر درخت پر چڑھے انہوں نے درخت کے درمیان ایک گھر میں مجھ کو داخل کر دیا اس سے بہتر گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا اس میں بہت سے بوڑھے آدمی بچے اور عورتیں ہیں پھر انہوں نے مجھ کو وہاں سے نکالا اور درخت پر چڑھے اور ایک گھر میں داخل کیا جو پہلے گھر سے بدرجہا خوبصورت اور بہتر تھا اس میں بہت سے بوڑھے اور جوان ہیں میں نے ان دونوں کو کہا آج رات تم نے مجھ کو بہت پھرایا ہے مجھے اس کے متعلق بتلاؤ جو میں نے دیکھا ہے انہوں نے کہا ہاں جس آدمی کو تو نے دیکھا ہے کہ اس کا کلہ چیرا جا رہا ہے وہ

کذاب ہے جھوٹ بولتا ہے جھوٹی باتیں اس سے نقل کی جاتی ہیں اور دور دراز تک پہنچ جاتی ہیں قیامت تک اس کے ساتھ اسی طرح کیا جائے گا جس طرح تو نے دیکھا ہے۔ اور جس کو تو نے دیکھا ہے کہ اس کا سر کچلا جا رہا ہے وہ آدمی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن سکھلایا ہے وہ رات کو اس سے سو رہا اور دن کو اس کے ساتھ عمل نہ کیا۔ قیامت کے دن تک اس کے ساتھ اسی طرح کیا جائے گا جس طرح تو نے دیکھا ہے جن کو تو نے تنور میں دیکھا ہے وہ زانی مرد اور عورتیں ہیں۔ جس کو نہر میں دیکھا ہے وہ سود خوار ہے اور جو بوڑھا درخت کی جڑ میں دیکھا ہے وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں اور جو آگ جلا رہا ہے وہ مالک ہے جو دوزخ کا داروغہ ہے۔ پہلا گھر جس میں تو داخل ہوا ہے عام ایمانداروں کا گھر ہے۔ یہ گھر شہداء کا ہے۔ میں جبریل علیہ السلام ہوں اور یہ میکائیل علیہ السلام ہے اپنا سر اٹھاؤ میں نے اپنا سر اٹھایا میرے اوپر ابر کی مانند تھا ایک روایت میں ہے سفید ابر کی مانند انہوں نے کہا یہ تمہارا گھر ہے میں نے کہا مجھ کو چھوڑ دو کہ میں اس میں داخل ہوں انہوں نے کہا تیری عمر ابھی باقی ہے جس کو تو نے ابھی تک پورا نہیں کیا جب اس کو پورا کرلے گا پھر اس میں داخل ہو جائے گا روایت کیا اس کو بخاری نے عبداللہ بن عمر کی حدیث جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کے متعلق ہے مدینہ کے بارہ میں باب حرم مدینہ میں بیان کی جا چکی ہے۔

تشریح: "فاخر جانی" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں کئی معراج ہوئے ہیں یہ معراج انہیں میں سے ایک ہے لیکن لیلۃ الاسریٰ والی معراج خواب کا واقعہ نہیں ہے بلکہ وہ جسد عنصری کے ساتھ بیداری کی حالت میں ہوئی ہے۔ "کلوب" لوہے کی سلاخ کو کہتے ہیں جس کو اردو میں "آنکڑا" کہتے ہیں۔ "شدقة" کلے کو شدق کہتے ہیں جس کو باچھ بھی کہتے ہیں۔ "یلتئم" التئام جڑنے کے معنی میں ہے۔ "بفهر" بڑے پتھر کو کہتے ہیں جو لوہے کی طرح مضبوط ہوتا ہے جس کو دوسرے الفاظ میں چٹان کہتے ہیں۔ "یشدخ" سر کچلنے کیلئے شدخ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ "تدهده" پتھر کے لڑھکنے کیلئے یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ "خمدت" آگ بجھنے اور اس کے شعلے نیچے چلے جانے کے لئے یہ لفظ بولا جاتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ... اپنا برا خواب کسی مرد دانا یا دوست کے علاوہ اور کسی کے سامنے بیان نہ کرو

(۱۵) عَنْ اَبِی رَزِیْنِ نِ الْعُقَیْلِی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُؤْیَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَاَرْبَعِیْنَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَّةِ وَهِیَ عَلٰی رِجْلِ طَائِرٍ مَالَمْ یُحَدِّثْ بِهَا فَاِذَا حَدَّثَ بِهَا وَقَعَتْ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ لَا تُحَدِّثْ اِلَّا حَبِیْبًا اَوْلَبِیْبًا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَفِی رِوَایَةِ اَبِی دَاوٗدَ قَالَ الرُّؤْیَا عَلٰی رِجْلِ طَائِرٍ مَالَمْ تُعَبَّرْ فَاِذَا عُبِّرَتْ وَقَعَتْ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ وَلَا تُقُصَّهَا اِلَّا عَلٰی وَادٍّ اَوْذِیْ رَاْیٍ

ترجمہ: حضرت ابو رزین عقیلی سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن آدمی کا خواب نبوت کے اجزاء کا چھیالیسواں حصہ ہے اور خواب پرندہ کے پاؤں پر ہے جب تک اس کو بیان نہ کیا جائے جب اس کو بیان کر دے واقع ہو جاتا ہے میرے خیال میں آپ نے فرمایا اسے بیان نہ کر مگر اپنے دوست کے روبرو یا کسی دانا آدمی کے سامنے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے فرمایا خواب پرندہ کے پاؤں پر ہے جب تک تعبیر نہیں کی جاتی۔ جب تعبیر کہی جائے واقع ہوتا ہے اور میں گمان کرتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اپنے دوست یا صاحب عقل کے سوا کسی کے سامنے بیان نہ کر۔

تشریح: "علی رجل طائر" بے ثباتی اور بے قراری اور سریع زائل ہونے کیلئے عرب کے ہاں یہ محاورہ استعمال کیا جاتا ہے کہ یہ چیز تو پرندہ کے پاؤں اور پنجے کے ساتھ لٹک رہی ہے پرندہ کے پاؤں کو قرار نہیں جونہی اس نے حرکت کی تو ں ہی وہ چیز گر جائے گی اسی طرح خواب کا معاملہ ہے کہ جب تک کسی کے سامنے ظاہر نہ کیا تو قائم ہے لیکن فائدہ ظاہر نہیں ہوتا اور جب کسی کے سامنے ظاہر کیا تو فوراً زائل ہو گیا اور اپنی تعبیر کی طرف چلا گیا گویا خواب تعبیر نکالنے والے کے انتظار میں رہتا ہے جونہی اس نے تعبیر نکالی خواب ختم ہو جائے گا اس لئے حبیب یعنی خیر خواہ محبوب کے سامنے رکھو وہ اچھی تعبیر کا خیال کریگا یا لبیب یعنی عاقل اور ماہر کے سامنے رکھو وہ اچھی تعبیر نکال لے گا۔

ورقہ ابن نوفل کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

(۱۶) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَرَقَةَ قَالَتْ لَهُ خَدِيْجَةُ اِنَّهُ كَانَ قَدْ صَدَّقَكَ وَلٰكِنْ مَاتَ قَبْلَ اَنْ تَظْهَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرِيْتُهُ فِي الْمَنَامِ وَعَلَيْهِ ثِيَابٌ بَيْضٌ وَلَوْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَكَانَ عَلَيْهِ لِبَاسٌ غَيْرُ ذٰلِكَ. (رواه مسند احمد بن حنبل و الترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ورقہ کے متعلق سوال کیا گیا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پیشتر وہ فوت ہو گیا آپ نے فرمایا میں نے خواب میں اس کو دیکھا ہے کہ اس پر سفید کپڑے ہیں۔ اگر وہ اہل نار سے ہوتا اس پر اور طرح کے کپڑے ہوتے۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر سجدہ کرنے سے متعلق ایک خواب

(۱۷) وَعَنِ ابْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عمه ابی حزيمة اَنَّهُ رأى فيما يرى النائم اَنَّهُ سجد على جبهة النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ فاضطجع له وقال صدق رؤياک فسجد على جبهته. رواه شرح السة وسنذكر حديث ابى بكرة كان ميزانا نزل فی السماء فی باب مناقب ابی بكر و عمر رضی الله عنهما.

ترجمہ: حضرت ابن خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے چچا ابوخزیمہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں دیکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر سجدہ کر رہے ہیں اس نے آپ سے بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے لیٹ گئے اور فرمایا اپنا خواب سچا کر لے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر سجدہ کیا۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کے الفاظ ہیں کان میزانا نزل من السماء ہم باب مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما میں بیان کریں گے۔

تشریح: یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر خواب کا تعلق طاعات وعبادات کی قسم سے ہو تو عالم بیداری میں اس خواب پر عمل کرنا مستحب ہے مثلاً اگر کسی شخص نے یہ خواب دیکھا کہ روزہ رکھا ہے یا نماز پڑھی ہے یا صدقہ یا خیرات کیا ہے اور کسی بزرگ کی زیارت کی ہے وغیرہ وغیرہ تو اس خواب کے مطابق عالم بیداری میں نماز پڑھنا یا روزہ رکھنا یا صدقہ خیرات کرنا یا اس بزرگ کی زیارت کر لینا مستحب ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ... عالم برزخ کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب

(۱۸) عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يُكْثِرُ اَنْ يَقُوْلَ لا صُحابه هل رأى اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنْ رُؤْيَا فَيَقُصُّ عَلَيْهِ مَنْ شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَقُصَّ وَاَنَّهُ قَالَ لَنَا ذَاتَ غَدَاةٍ اِنَّهُ اَتَانِي اللَّيْلَةَ اٰتِيَان وَانَّهما ابتعثانِی وَاَنَّهُمَا قَالَ لِيَ انْطَلِقْ وَاِنِّيْ انْطَلَقْتُ مَعَهُمَا وَذكر مثل الْحَدِيْثِ الْمَذْكُوْرِ فِي الْفَصْلِ الْاَوَّلِ بطُوْلِهٖ وَفِيْهِ زِيَادَةٌ ليست في الْحَدِيْثِ الْمَذْكُوْرِ وَهِيَ قَوْلُهٗ فَاَتَيْنَا عَلٰى رَوْضَةٍ مُعْتَمَةٍ فِيْهَا مِنْ كُلِّ نُوْرِ الرَّبِيْعِ وَاِذَا بَيْنَ ظَهْرَيِ الرَّوْضَةِ رَجُلٌ "طويل" لا اكادارى راسهٗ طُوْلًا فی السماء فاذا حول الرجل من اكثر ولدان رايتهم قط قلت لهما ما هذا ما هؤلاء قال قالا لی انقلق فانطلقنا فانتهينا الی روضة عطيمة لم اررروضة قط اعظم منها ولا احسن قال قالا لی ازق فيها قال فار تقينا فيها فانتهينا الى مدينة مبنية بلبن ذهب ولبن فضة فاتينا باب المدينة فاستفتحنا ففتح لنا فد حلنها فتلقنا فيها رجال شطر من خلقهم كا حسن ما انت رآء وشطر منهم كاقبح ما انت رآء قال قالا لهم اذهبو فقعوا فی ذلک النهر قال فاذا نهر معترض يجری كان ماء المحض فی البياض فذهبوا فوقعوا فيه ثم رجعوا الينا قد ذهب ذلک السوء عنهم فسارو فی احسن صورة وذكر فی تفسير هذه الزيادة واما الرجل الطويل الذی فی الروضة فانه ابراهيهم و اما الولدان الذين حوله فكن مولود مات على الفطرة قال فقال بعض المسلمين يا رسول الله واولاد

المشركين فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم واولاد المشركين واما القوم الذين كانوا شطر منهم حسن وشطر منهم قبيح فانهم قوم قد خلطوا عملا صالحا واخر سيئا تجاوز الله عنهم. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے بہت مرتبہ فرمایا کرتے کہ تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے جو چاہتا اپنا خواب بیان کرتا۔ ایک دن آپ نے فرمایا خواب میں میرے پاس دو شخص آئے انہوں نے مجھ کو اٹھایا اور کہا چلو میں ان دونوں کے ساتھ چلا اس کے بعد وہ لمبی حدیث بیان کی جو پہلی فصل میں گذر چکی ہے اس میں کچھ زیادتی ہے جو پہلی حدیث میں نہیں ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا ہم ایک بہت بڑے سرسبز و شاداب باغ کے پاس پہنچے اس میں ہر طرح کے بہار کے پھول کھلے تھے۔ باغ کے درمیان ایک لمبا شخص ہے درازی کے سبب آسمان میں اس کا سر مجھے نظر نہیں آتا اس آدمی کے اردگرد بہت سے بچے ہیں جو میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ میں نے ان سے کہا یہ شخص کون ہے اور یہ بچے کون ہیں۔ انہوں نے کہا چلو ہم چلے ہم ایک بہت بڑے باغ میں پہنچے اس سے بڑا باغ میں نے کبھی نہیں دیکھا آپ نے فرمایا کہ انہوں نے کہا اس میں چڑھیں۔ کہا ہم چڑھے ہم ایک شہر میں پہنچے جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنایا گیا ہے ہم شہر کے دروازے پر آئے ہم نے اسے کھلوانا چاہا ہمارے لیے کھولا گیا ہم اس میں داخل ہوئے اس میں ہم کو ایسے آدمی ملے جن کا آدھا حصہ بہت خوبصورت ہے جو کبھی تو نے دیکھا ہے اور اس کا آدھا حصہ انتہائی بدصورت ہے جو تو دیکھنے والا ہے کہا انہوں نے ان سے کہا جاؤ اور اس نہر میں گرو فرمایا ایک نہر وہاں بہہ رہی تھی اس کا پانی سفیدی میں خالص دودھ کی طرح ہے وہ گئے اور اس میں گر پڑے پھر ہماری طرف آئے ان سے وہ برائی جاتی رہی تھی وہ بہت خوبصورت بن چکے تھے۔ اس زیادتی کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا وہ لمبا شخص جو ہمیں باغ میں ملا تھا وہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے اردگرد جو لڑکے تھے پس وہ ہر وہ لڑکا تھا جو فطرت پر مرتا ہے۔ راوی نے کہا بعض مسلمانوں نے کہا اے اللہ کے رسول مشرکوں کے لڑکوں کا کیا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور مشرکوں کے لڑکے بھی اور وہ لوگ جن کا آدھا بدن اچھا ہے اور آدھا بدن بدصورت یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ملے جلے عمل کیے کچھ نیک اور کچھ بُرے اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر کیا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

جھوٹا خواب نہ بناؤ

(۱۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ اَفْرَى الْفِرٰى اَنْ يُّرِىَ الرَّجُلُ عَيْنَيْهِ مَالَمْ تَرَيَا.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑا بہتان یہ ہے آدمی اپنی دونوں آنکھوں کو وہ چیز دکھلائے جو انہوں نے نہیں دیکھی۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ آنکھوں پر یہ جھوٹ باندھا جائے کہ انہوں نے دیکھا ہے حالانکہ حقیقت میں انہوں نے کچھ نہیں دیکھا' گویا مقصود جھوٹا خواب بنانے کی مذمت ظاہر کرنا ہے اور اس کو بڑا بہتان اس لئے فرمایا گیا ہے کہ خواب ایک طرح سے وحی کے قائم مقام ہے اور اس کا تعلق حق تعالیٰ سے ہے پس جھوٹا خواب بنانا گویا حق تعالیٰ پر بہتان باندھنا ہے۔ ایک حدیث میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ خواب دکھانے کیلئے فرشتے کو بھیجتا ہے۔

کس وقت کا خواب زیادہ سچا ہوتا ہے؟

(۲۰) وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَصْدَقُ الرُّؤْيَا بِالْاَسْحَارِ. (رواه الترمذی والدارمی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا بہت سچا خواب وہ ہے جو پچھلی رات کا ہو۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور دارمی نے)

تشریح: پچھلا پہر عام طور پر دل و دماغ کے سکون کا وقت ہوتا ہے اس وقت نہ صرف یہ کہ خاطر جمعی حاصل رہتی ہے بلکہ وہ نزول ملائکہ' سعادت اور قبولیت دعا کا بھی وقت ہے۔ اس لئے اس وقت جو خواب دیکھا جاتا ہے وہ زیادہ سچا ہوتا ہے۔

کِتَابُ الْآدَابِ

آداب کا بیان

آداب جمع ہے اس کا مفرد ادب ہے۔ ادب ہر اس قول اور فعل کا نام ہے جس کو اچھا اور قابل تحسین کہا جائے۔ بعض نے ادب کی تعریف اس طرح کی ہے "الادب هو اعطاء كل شئى حقه ووضع كل شئى موضعه "یعنی موقع ومحل کے پیش نظر ہر چیز کو اس کا جائز مقام دینا ادب کہلاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ بڑوں کا احترام کرنا اور چھوٹوں پر شفقت کرنے کا نام ادب ہے۔ ادب کا مفہوم چونکہ بہت وسیع ہے اس لئے یہ انسانی زندگی اور انسانی تہذیب کے تمام پہلوؤں کو شامل ہے یہی وجہ ہے کہ آداب کے ضمن میں زندگی سے تعلق رکھنے والی مختلف احادیث آئیں گی۔

ادب کے ضمن میں سلام کا باب بھی ہے اس کے بعد استیذ ان کا باب بھی ہے پھر مصافحہ ومعانقہ کا باب ہے پھر باب القیام ہے اس کے بعد عطاس اور تثاؤب کا باب ہے اس کے بعد باب الضحک ہے پھر باب الاسامی اور اس کے بعد باب البیان والشعر ہے۔ الغرض کتاب الرقاق تک تمام ابواب کتاب الآداب کے ماتحت ہیں سب سے پہلے باب جو آرہا ہے وہ باب السلام ہے۔

بَابُ السَّلَامِ.... سلام کا بیان

''سلام'' کے معنی ہیں نقائص وعیوب سے برات ونجات پانا۔ ''سلام'' اللہ تعالیٰ کا ایک اسم پاک ہے جس کے معنی ہیں وہ ذات جو ہر عیب وآفت اور تغیر وفنا سے پاک اور محفوظ ہے۔ ''سلام'' اسلامی تہذیب ومعاشرت کا ایک خاص رکن ہے اس کے لئے جو الفاظ مقرر کئے گئے ہیں وہ السلام علیک ہے اس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ تیرے حال سے واقف ہے۔ لہٰذا غفلت اختیار نہ کر یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کا تجھ پر سایہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی حفاظت و نگہبانی میں ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ '' الله معک ''یعنی اللہ تیرے ساتھ ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ تجھ پر سلامتی ہو یعنی تو مجھ سے سلامتی میں ہے اور مجھ کو بھی اپنے سے سلامتی میں رکھ اس صورت میں سلام سلم سے مشتق ہوگا جس کے معنی مصالحت کے ہیں اور اس کلمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ تو مجھ سے حفظ وامان میں رہ اور مجھ کو بھی حفظ وامان میں رکھ۔ منقول ہے کہ سلام کرنے کا طریقہ اسلام کے بالکل ابتدائی زمانہ میں مشروع ہوا تھا اور اس کا مقصد ایک ایسی علامت کو رائج کرنا تھا جس کے ذریعہ مسلمان اور کافر کے درمیان امتیاز کیا جاسکے تاکہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے تعرض نہ کرے گویا اس کلمہ کو اپنی زبان سے ادا کرنے والا اس بات کا اعلان کرتا تھا کہ میں مسلمان ہوں اور پھر یہ طریقہ مستقل طور پر مشروع قرار پایا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ... فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کا سلام

(۱) عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ طُوْلُهٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فَلَمَّا خَلَقَهٗ قَالَ اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰى اُولٰئِکَ النَّفَرِ وَهُمْ نَفَرٌ مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ جُلُوْسٌ فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّوْنَكَ فَاِنَّهَا تَحِيَّتُکَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِکَ فَذَهَبَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالُوْا السَّلَامُ عَلَيْکَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَ فَزَادُوْهُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَ فَكُلُّ مَنْ يَّدْخُلِ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ اٰدَمَ وَطُوْلُهٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فَلَمْ يَزَلِ الْخَلْقُ يَنْقُصُ بَعْدَهٗ حَتّٰى الْاٰنَ (رواه مسلم ورواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا

ہے اس کی لمبائی ساٹھ گز تھی جس وقت اس کو پیدا کیا فرمایا جا اور اس جماعت کو سلام کہہ فرشتوں کی ایک جماعت وہاں بیٹھی ہوئی تھی اور سن وہ کیا جواب دیتے ہیں وہ تیرا اور تیری اولاد کا جواب ہوگا وہ گیا اور کہا تم پر سلامتی ہو۔ فرشتوں نے کہا سلام ہو تجھ پر اور اللہ تعالیٰ کی رحمت انہوں نے ورحمۃ اللہ کے الفاظ جواب میں زیادہ کر دیئے۔ ہر شخص جو جنت میں جائے گا آدم کی صورت پر ہوگا اور اس کی لمبائی ساٹھ گز ہوگی۔ آدم علیہ السلام کے بعد مخلوق کی لمبائی اب تک کم ہوتی رہی ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "علی صورته" یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر بنایا اس حدیث کے سمجھنے میں چند اقوال ہیں۔

(۱) پہلا قول یہ ہے کہ یہ حدیث متشابہات میں سے ہے لہٰذا کسی تاویل کی ضرورت نہیں بلکہ سلف صالحین کے طرز پر یہ کہا جائے گا "ما یلیق بشانه" یعنی جو اللہ کے شایان شان ہو ہم اس کو مانتے ہیں۔ (۲) بعض علماء نے اس حدیث کے مفہوم میں یہ تاویل کی ہے کہ صورتہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ اچھے صفات ہیں جن صفات پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا جیسے "حی عالم کریم بصیر متکلم" گویا انسان اللہ تعالیٰ کے صفات کا مظہر ہے۔ اس توجیہ میں "بصورتہ" کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹے گی اور صورت سے صفت مراد ہوگی۔ (۳) بعض علماء نے اس حدیث کا مفہوم اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم ہی کی صورت پر بنایا یعنی جس صورت پر حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا وہ آدم ہی کی قسمت میں تھی آدم اپنی نظیر آپ تھے کسی اور کی صورت کا نمونہ نہیں تھے جس طرح بعض بچہ نہ باپ کی شکل میں ہوتا ہے اور نہ ماں کی شکل میں ہوتا ہے تو مائیں کہتی ہیں کہ یہ اپنی شکل پر پیدا ہوا ہے اس تاویل کے پیش نظر بصورتہ میں ضمیر حضرت آدم علیہ السلام کی طرف لوٹے گی اور مطلب وہی ہوگا کہ آدم علیہ السلام اپنی نظیر آپ تھے۔ (۴) اس حدیث کا مفہوم بعض علماء نے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے صورت اور مجسمہ کی شکل میں پیدا کیا یعنی مرحلہ وار پیدا نہیں کیا کہ پہلے نطفہ ہو پھر مضغہ ہو پھر عظام ہو پھر لحم ہو اور پھر تخلیق ہو اس طرح نہیں ہوا بلکہ ابتدائے آفرینش سے مکمل صورت تھی کہ آپ ۶۰ گز کے قد پر تھے "فتبارک الله احسن الخالقین" اس کے بعد انسان کم ہوتا گیا اب ڈھائی تن گز رہ گیا پھر جب انسان جنت میں داخل ہونگے تو ۶۰ گز کے پورے ہوں گے بہر حال حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو سلام کیا فرشتوں نے جواب دیا وہی طریقہ اولاد میں چلا آیا جو اس وقت صرف مسلمانوں کے پاس ہے باقی انسان وحوش وطیور میں شامل ہو گئے ہیں یاد رہے کہ شرعی گز کم وبیش دو بالشت ہوتا ہے۔

افضل اعمال

(۲) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتُقْرِئُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ. (رواہ البخاری و رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ کون سا اسلام بہتر ہے فرمایا کھانا کھلانا اور سلام کہنا ہر اس شخص کو جس کو تو جانتا ہے یا اس کو نہیں جانتا۔ (متفق علیہ)

ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے کیا حقوق ہیں؟

(۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ يَعُوْدُهٗ اِذَا مَرِضَ وَيَشْهَدُهٗ اِذَا مَاتَ وَيُجِيْبُهٗ اِذَا دَعَاهُ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِذَا لَقِيَهٗ وَيُشَمِّتُهٗ اِذَا عَطَسَ وَيَنْصَحُ لَهٗ اِذَا غَابَ اَوْشَهِدَ لَمْ اَجِدْهُ فِی الصَّحِيْحَيْنِ وَلَا فِیْ كِتَابِ الْحُمَيْدِیِّ وَلٰكِنْ ذَكَرَهٗ صَاحِبُ الْجَامِعِ بِرِوَايَةِ النَّسَائِیِّ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں جب بیمار ہو اس کی بیمار پرسی کرے جب مر جائے اس پر حاضر ہو۔ جب بلائے اس کی دعوت قبول کرے جب اس کو ملے سلام کہے۔ جب چھینکے اس کا جواب دے اور اس کی خیر خواہی کرے جب وہ حاضر ہو یا غائب۔ یہ حدیث میں نے صحیحین میں نہیں پائی نہ حمیدی

کی کتاب میں لیکن صاحب جامع الاصول نے اس کو نسائی سے روایت کیا ہے۔

تشریح: ''خیر خواہی کرے''۔ کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ ہر حالت میں ایک دوسرے کے خیر خواہ و ہمدرد رہیں' جو مسلمان سامنے ہے اس کے ساتھ بھی خیر خواہی کی جائے اور جو نظروں سے دور ہے اس کے ساتھ بھی خیر خواہی کریں' یہ طرز عمل اختیار نہ کرنا چاہیے کہ جب کسی مسلمان کے سامنے آئیں تو اس کے ساتھ تملق یعنی خوشامد چاپلوسی کا رویہ اپنائیں اور جب وہ سامنے نہ ہو تو غیبت کریں یہ خالص منافقانہ رویہ ہے اور منافقوں کی خاصیت ہے۔

تعلق اور دوستی قائم کرنے کا بہترین ذریعہ سلام ہے

(۴) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُوْمِنُوْ اَوْلَاتُوْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُوْا اَوَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم ایمان نہ لاؤ اور ایمان نہیں لاؤ گے یہاں تک کہ آپس میں دوستی کرو اور کیا میں تم کو ایک ایسی چیز نہ بتلاؤں جب تم اس کو کرلو گے آپس میں محبت کرنے لگو گے اپنے درمیان سلام کو عام کرو۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

کون کس کو سلام کرتا ہے؟

(۵) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِيْ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ (مسلم' بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار پیادہ کو سلام کہے اور چلنے والا بیٹھنے والے پر اور تھوڑے' بہتوں پر۔ (متفق علیہ)

(۶) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّغِيْرُ عَلَى الْكَبِيْرِ وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلام کہے چھوٹا بڑے پر اور چلنے والا بیٹھنے والے پر اور تھوڑے' بہتوں پر۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انکساری وشفقت

(۷) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى غِلْمَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ. (مسلم' بخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند لڑکوں کے پاس سے گذرے ان کو سلام فرمایا۔ (متفق علیہ)

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل مبارک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو سلام کیا درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف تواضع' وانکساری اور دنیا والوں کے تئیں کمال شفقت ومحبت کا مظہر ہے۔

غیر مسلم کو سلام کرنے کا مسئلہ

(۸) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَبْدَؤُا لِيَهُوْدَ وَلَا النَّصَارٰى بِالسَّلَامِ وَاِذَا لَقِيْتُمْ اَحَدَهُمْ فِيْ طَرِيْقٍ فَاضْطَرُّوْهُ اِلٰى اَضْيَقِهٖ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود اور نصاریٰ کو سلام کہنے میں پہل نہ کرو

اور جب ان کو راستہ میں ملو تو ان کو تنگ راستہ کی طرف مجبور کرو۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''لا تبدوا'' یعنی یہود و نصاریٰ کو سلام میں ابتداء نہ کرو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر مسلم کو سلام میں ابتداء کرنا حرام ہے الا یہ کہ سخت مجبوری ہو تو سلام میں ابتداء کرنا جائز ہوگا اگر ناواقفی میں کافر کو سلام کیا تو اس طرح واپس کرنا چاہیے کہ ''استرجعت سلامی'' میں اپنا سلام واپس کر رہا ہوں اگر غیر مسلم نے ابتداء میں سلام کیا تو صرف جواب دینا جائز ہے۔ مبتدع کو بھی ابتداء میں سلام نہیں کرنا چاہیے ہاں اگر مجبوری ہو تو صحیح ہے۔ اس حدیث میں ایک حکم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی یہودی یا عیسائی راستہ میں تمہیں ملے تو اس کو تنگ راستہ پر چلنے کی طرف مجبور کر دو مسئلہ کی وضاحت اس طرح ہے کہ اگر اہل کتاب میں سے کوئی ذمی ہو تو اس کو کھلے راستے پر جانے کا حق نہیں ہے اسی طرح اگر مسلمان اور اہل کتاب ایک راستہ پر چل رہے ہوں اور راستہ مسلمانوں کیلئے تنگ پڑ رہا ہو تو یہود و نصاریٰ کو کھلے راستے پر چلنے کا حق نہیں لہٰذا اس کو تنگ راستہ پر چلنے کا حکم دیا جائے گا اگر وہ اس پر عمل نہیں کرے گا تو دھکہ دیکر ان کو مجبور کیا جائے گا' ہائے افسوس یہ بھی ایک دور تھا کہ مسلمان یہود و نصاریٰ کو دھکے دیا کرتے تھے مگر جب مسلمانوں کے حکمران نا اہل ہو گئے تو آج یہود و نصاریٰ مسلمانوں کو تنگ و تاریک مقام کی طرف دھکے دے رہے ہیں غیر مسلم کے سلام کے جواب میں ''ھداک الله'' کے الفاظ سے جواب دینا چاہیے۔

یہودیوں کی شرارت

(۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمُ الْيَهُوْدُ فَاِنَّمَا يَقُوْلُ اَحَدُهُمُ السَّامُ عَلَيْكَ فَقُلْ وَعَلَيْكَ. (مسلم و رواه بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم کو یہودی سلام کہتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے (تم پر موت ہو) اس کے جواب میں تم کہو وعلیک (تجھ پر بھی موت ہو)۔ (متفق علیہ)

(۱۰) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ فَقُوْلُوْا وَ عَلَيْكُمْ (رواه بخاری و رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت اہل کتاب تم کو سلام کہیں تم جواب میں کہو وعلیکم۔ (متفق علیہ)

تشریح: یہود کی شرارت و خباثت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ خبیث کسی مسلمان کو ملاقات کے وقت بھی معاف نہیں کرتے بلکہ سلام کی صورت میں دعا کے بجائے بددعا دیتے ہیں۔ جب صحابہ کو سلام کرتے تو السلام علیکم کی جگہ زبان موڑ کر السام علیکم کہا کرتے تھے جس کا ترجمہ موت اور ہلاکت ہے اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کو جواب میں علیکم کہا کرو یعنی یہ موت و ہلاکت تم پر ہو۔ بعض روایات میں صرف علیکم کا لفظ ہے وہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ وعلیکم میں تشریک کا خطرہ ہے۔ کیونکہ مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ ہماری ہلاکت اور موت کے ساتھ تم پر بھی موت و ہلاکت ہو' جن روایات میں وعلیکم ہے تو اس میں واؤ استناف کے معنی میں لیا جائے گا جس کا مطلب یہ ہوگا کہ موت و ہلاکت صرف تم پر ہو' ای وعلیکم ماتستحقون'' بہر حال دونوں لفظ جائز ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم

(۱۱) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اسْتَاذَنَ رَهْطٌ مِنَ الْيَهُوْدِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكُمْ فَقُلْتُ بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ فَقَالَ يَاعَائِشَةُ اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْاَمْرِ كُلِّهٖ قُلْتُ اَوَلَمْ تَسْمَعْ مَاقَالُوْا قَالَ قَدْ قُلْتُ وَعَلَيْكُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَلَيْكُمْ وَلَمْ يَذْكُرِ الْوَا وَمُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ اِنَّ الْيَهُوْدَ اَتَوُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكَ قَالَ وَعَلَيْكُمْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ السَّامُ عَلَيْكُمْ وَلَعَنَكُمُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْلًا يَا عَائِشَةُ عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ وَاِيَّاكِ الْعُنُفَ وَالْفُحْشَ قَالَتْ اَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا قَالَ

اَوَلَمْ تَسْمَعِيْ مَاقُلْتُ رَدَدْتُ عَلَيْهِمْ فَيُسْتَجَابُ لِي فِيْهِمْ وَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ فِيَّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ لَا تَكُوْنِي فَاحِشَةً فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا یہودیوں کی ایک جماعت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت طلب کی انہوں نے کہا السام علیکم میں نے کہا بلکہ تم پر موت اور لعنت ہو آپ نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ نرم ہے سب کاموں میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔ میں نے کہا آپ نے سنا نہیں جو انہوں نے کہا ہے آپ نے فرمایا میں نے جواب میں وعلیکم کہا ہے ایک روایت میں ہے علیکم اور واؤ کا ذکر نہیں کیا متفق علیہ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہا یہود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے انہوں نے کہا السام علیکم آپ نے فرمایا وعلیکم۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تم پر موت اور لعنت ہے اور تم پر اللہ کا غضب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا ٹھہر۔ نرمی کو لازم پکڑ اور سختی اور بُری باتوں سے بچ۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ نے سنا نہیں انہوں نے کہا کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے نہیں سنا میں نے ان کو کیا جواب دیا ہے۔ میری دعا ان کے حق میں قبول ہوتی ہے اور ان کی میرے حق میں قبول نہیں ہوتی مسلم کی ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ تو بُری باتیں کرنے والی نہ ہو اللہ تعالیٰ برائی اور تکلف سے برا بننے کو پسند نہیں کرتا۔

تشریح: یہود کی عداوت و خباثت اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سلام میں بددعا دینے کی کوشش کرتے تھے ''السام علیکم'' بولتے تھے جس کا معنی یہ تھا کہ تجھ پر موت اور ہلاکت آجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتے تھے اور سمجھتے تھے لیکن صرف وعلیکم سے جواب دیا کرتے تھے ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو خوب جواب دیا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! نرمی کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں تم نرمی سے کام لو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا ان یہودیوں کی بات کو آپ نہیں سُن رہے ہیں جو سلام میں بددعا دیتے ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سنتا ہوں اور جواب بھی دیتا ہوں ان کی بددعا میرے حق میں قبول نہیں ہوتی اور میری بددعا ان کے حق میں قبول ہوتی ہے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور صبر و برداشت کا بڑا نمونہ موجود ہے۔ ''الفحش'' یعنی کمزور اور خلاف وقار بات کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے۔ ''التفحش'' یعنی تکلف کر کے فحش بات کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔

مسلم اور غیر مسلم کی مخلوط مجلس میں سلام کرنے کا طریقہ

(۱۲) وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيْهِ اَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ وَالْيَهُوْدِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ (رواه البخاری و رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس سے گذرے اس میں ملے جلے لوگ تھے مسلمان بھی اور مشرک بھی۔ بت پرست اور یہودی بھی آپ نے ان کو سلام کہا۔ (متفق علیہ)

تشریح: نووی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان کسی ایسی جماعت کے پاس سے گزرے یا کسی ایسی مجلس میں پہنچے جس میں مسلمان بھی ہوں اور غیر مسلم بھی' اور مسلمان خواہ ایک ہی ہو یا کئی ہوں تو مسنون یہ ہے کہ مسلمانوں' یا مسلمان کا قصد کر کے پوری جماعت کو سلام کرے' نیز علماء نے لکھا ہے کہ اس صورت میں چاہے تو السلام علیکم کہے اور نیت یہ رکھے کہ اس سلام کے اصل مخاطب مسلمان ہیں اور چاہے یوں کہے۔ السلام علی من اتبع الھدی'' نیز علماء یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر کسی شرک و غیر مسلم کو خط لکھا جائے تو مسنون یہ ہے کہ مکتوب الیہ کو السلام علیکم لکھنے کی بجائے وہی الفاظ لکھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل روم کے بادشاہ کو لکھے تھے' سلام علی من اتبع الھدی۔

راستہ کے حقوق

(۱۳) عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ بِالطُّرُقَاتِ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ

اللّٰهِ مَالَنَا مَجَالِسِنَابُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِيهَا قَالَ فَإِذَا اَبَيْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ فَاعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ قَالُوْا وَمَا حَقُّ الطَّرِيْقِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْاَذٰى وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْىُ عَنِ الْمُنْكَرِ (رواه البخاری و رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہمارے لیے بیٹھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہم ان میں باتیں کرتے ہیں۔ فرمایا اگر تم نے انکار کر دیا ہے مگر بیٹھنے سے تو راستہ کو اس کا حق دو صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول راستہ کا حق کیا ہے فرمایا آنکھوں کا پست کرنا' ایذا کو دور کرنا' سلام کا جواب دینا' معروف باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے منع کرنا۔ (متفق علیہ)

تشریح: سلام کا جواب دینا یہاں سلام کرنے کا حکم دینے کے بجائے سلام کا جواب دینے کی ہدایت کرنا اس مسنون امر کے پیش نظر ہے کہ چلنے اور گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔ اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ راستوں اور چبوتروں پر بیٹھ کر لوگوں پر آوازیں کسنا اور گپ کرنا منع ہے ہاں اگر بوجہ مجبوری باہر بیٹھنا پڑ رہا ہو تو پھر اس کے جواز کیلئے یہ شرط ہے کہ گزرنے والوں کے سلام کا خوب جواب دے اور اگر وہ ناواقف ہو تو ان کو راستہ کی رہنمائی کرے معروف کا حکم کرے نگاہیں نیچے رکھے۔

(۱۴) وَعَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى هٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ وَارْشَادُ السَّبِيْلِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ عَقِيْبَ حَدِيْثِ الْخُدْرِيِّ هٰكَذَا......

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اس قصہ میں اور فرمایا راستہ کا بتلانا۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو خدری کی حدیث کے بعد بیان کیا ہے۔

(۱۵) وَعَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ وَتُغِيْثُوا الْمَلْهُوْفَ وَتَهْدُوا الضَّالَّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ عَقِيْبَ حَدِيْثِ اَبِى هُرَيْرَةَ هٰكَذَا اَوَلَمْ اَجِدْ هُمَا فِى الصَّحِيْحَيْنِ.

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اس قصہ میں فرمایا مظلوم کی فریاد رسی اور بھولے کو راہ بتلانا ابوداؤد نے اس حدیث کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعد بیان کیا ہے۔ ان دونوں حدیثوں کو میں نے صحیحین میں نہیں پایا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ... اسلامی معاشرہ کے چھ باہمی حقوق

(۱۶) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ بِالْمَعْرُوْفِ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِذَا لَقِيَهُ وَيُجِيْبُهُ اِذَا دَعَاهُ وَيُشَمِّتُهُ اِذَا عَطَسَ وَيَعُوْدُهُ اِذَا مَرِضَ وَيَتَّبِعُ جَنَازَتَهُ اِذَا مَاتَ وَيُحِبُّ لَهُ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ (ترمذی والدارمی)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کے مسلمان پر چھ پسندیدہ حق ہیں۔ جب اس کو ملے سلام کہے' جب اس کی دعوت کرے قبول کرے۔ جب چھینک لے اس کا جواب دے' جب بیمار ہو اس کی عیادت کرے' جب مر جائے اس کے جنازے کے ساتھ جائے' اس کے لیے پسند کرے وہ چیز جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور دارمی نے۔

تشریح: "بالمعروف" شارحین لکھتے ہیں کہ بالمعروف میں با کا متعلق محذوف ہے اصل عبارت اس طرح ہے۔ "**للمسلم علی المسلم خصال ستة متلبسة بالمعروف**" یعنی ان چھ خصال کو معروف اور اچھے طریقے سے پورا کرنا چاہیے۔ دستور کے مطابق اس کا حق ادا کرنا چاہیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مراد نہیں ہے۔

جن چھ خصال کو دستور کے موافق اور حسن سلوک اور خوش اسلوبی سے پورا کرنا چاہیے وہ یہ ہیں۔ (۱) بوقت ملاقات سلام کرنا (۲) دعوت طعام قبول کرنا (۳) چھینک کا جواب دینا (۴) بیمار پرسی کیلئے مریض کے پاس جانا (۵) موت پر اس کا جنازہ پڑھنا (۶) جنازہ کے ساتھ جانا۔ اب

یہاں سوال یہ ہے کہ مذکورہ خصال پانچ ہیں جبکہ چھ کا حکم ہے۔اس کا جواب شیخ عبدالحق نے یہ دیا ہے کہ جنازہ کے ساتھ چلنا یہ جنازہ پڑھنے کے بعد ہوا ہے لہٰذا جنازہ پڑھنے کا ذکر ضمن میں آ گیا مستقل طور پر ذکر نہیں کیا گیا۔

سلام کے ثواب میں اضافہ کا باعث بننے والے الفاظ

(۱۷) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَجُلًا جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَرَدَّ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَرَدَّعَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ عِشْرُوْنَ ثُمَّ جَآءَ اٰخَرُ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ ثَلٰثُوْنَ. (ترمذی وسنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے کہا السلام علیکم آپ نے اس کا جواب دیا وہ بیٹھ گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس نیکیاں لکھی گئی ہیں۔ پھر دوسرا آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ نے اس کو جواب دیا وہ بیٹھ گیا آپ نے فرمایا بیس نیکیاں لکھی گئی ہیں پھر ایک اور آدمی آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آپ نے اس کا جواب دیا اور فرمایا تیس نیکیاں ہیں۔روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے۔

تشریح: مذکورہ بالا ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق سلام کرنے والے کے ساتھ ہے! اگر سلام کرنے والا السلام علیکم کہے اور جس کو سلام کیا گیا ہے وہ اس کے جواب میں ورحمۃ اللہ کے لفظ کا اضافہ کرے یعنی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہے یا سلام کرنے والا السلام علیکم ورحمة الله کہے اور جواب دینے والا وبرکاتہ کے لفظ کا اضافہ کرے یعنی یوں کہے کہ وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته تو اضافہ ثواب کے سلسلے میں اس کا حکم بھی یہی ہوگا اور یہی حکم مغفرتہ کے اضافہ کا بھی ہے جیسا کہ آگے آنے والی حدیث میں مذکور ہے۔

(۱۸) وَعَنْ مُعَاذِبْنِ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ وَزَادَ ثُمَّ اَتٰى اٰخَرُفَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ وَمَغْفِرَتُهُ فَقَالَ اَرْبَعُوْنَ وَقَالَ هٰكَذَا تَكُوْنُ الْفَضَائِلُ. (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں پہلی حدیث کے معنوں کے موافق اور زیادہ کیا پھر ایک اور آدمی آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ومغفرتہٗ آپ نے فرمایا چالیس نیکیاں ہیں اور فرمایا اسی طرح ثواب زیادہ ہوتا ہے۔روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

سلام میں پہل کرنے کی فضیلت

(۱۹) وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَأَبِالسَّلَامِ. (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بہت نزدیک وہ شخص ہے جو پہلے سلام کہے۔روایت کیا اس کو احمد، ترمذی اور ابوداؤد نے۔

تشریح: ابتداء بالسلام کی فضیلت اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ دوساتھیوں کا کسی راستہ میں آمنا سامنا ہو جائے اگر ایسا نہ ہو تو سلام کرنے کے جو قواعد ہیں اس میں افضل یہی ہے کہ قلیل کثیر کو سلام کریں آنے والا بیٹھنے والوں کو اور سوار پیدل کو سلام کریں اور چھوٹے بڑوں کو سلام کریں۔

اجنبی عورت کو سلام کرنا جائز نہیں

(۲۰) وَعَنْ جَرِيْرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِنَّ. (رواه مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں پر گذرے آپ نے ان کو سلام کہا۔(احمد)

تشریح: یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھی کیونکہ کسی فتنہ وشر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبتلا ہونے کا کوئی خوف وخطر نہ تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عورتوں کو بھی سلام کرنا روا تھا' لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے مسلمان کے لئے یہ مکروہ ہے کہ وہ اجنبی عورت کو سلام کرے' ہاں اگر کوئی عورت اتنی عمر رسیدہ ہو کہ اس کے تئیں کسی فتنہ وشر میں مبتلا ہونے کا کوئی خوف نہ ہو اور نہ اس کو سلام کرنا دوسروں کی نظروں میں کسی بدگمانی کا سبب بن سکتا ہو تو اس کو سلام کرنا جائز ہوگا۔

جماعت میں سے کسی ایک کا سلام کرنا پوری جماعت کی طرف سے کافی ہے

(۲۱) وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ قَالَ يُجْزِئُ عَنِ الْجَمَاعَةِ اِذَا مَرُّوْ اَنْ يُسَلِّمَ اَحَدُهُمْ وَيُجْزِئُ عَنِ الْجُلُوسِ اَنْ يُرَدَّ اَحَدُهُمْ . رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ مَرْفُوْعًا وَرَوَى اَبُوْدَاوُدَ قَالَ رَفَعَهُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِي وَهُوَ شَيْخُ اَبِي دَاوُدَ.

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا جماعت کی طرف سے کفایت کر جاتا ہے جب وہ گذرے کہ ایک شخص سلام کہہ دے اور بیٹھے والوں میں سے ایک شخص جواب دے روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں مرفوعاً اور روایت کیا ابو داؤد نے اور کہا حسن بن علی نے اس کو مرفوع کہا ہے اور وہ ابوداؤد کے شیخ ہیں۔

تشریح: "گزر رہے ہوں" اس حکم میں وہ صورت بھی داخل ہے جبکہ وہ (کچھ لوگ) کسی ایسی جگہ جائیں یا کسی ایسی جگہ رکیں جہاں پہلے سے کچھ لوگ بیٹھے ہوں' یا ایک ہی شخص ہو۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ سلام کرنے میں پہل کرنا سُنت کفایہ ہے اور سلام کا جواب دینا فرض کفایہ ہے جن لوگوں کو سلام میں پہل کرنی چاہیے' یا جن لوگوں کو سلام کا جواب دینا ہے اگر ان میں سے کوئی ایک شخص سلام کرے یا کوئی ایک شخص سلام کا جواب دیدے تو وہ سلام یا جواب میں ان سب لوگوں کی طرف سے کافی ہوگا اور وہ سب بری الذمہ ہو جائیں گے اگر چہ ان میں سے ہر ایک کا سلام کرنا یا ہر ایک کا جواب دینا افضل ہوگا۔

اشاروں کے ذریعہ سلام کرنا

(۲۲) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا لَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ وَلَا بِالنَّصَارٰى فَاِنَّ تَسْلِيْمَ الْيَهُوْدِ الْاِشَارَةُ بِالْاَصَابِعِ وَتَسْلِيْمَ النَّصَارٰى الْاِشَارَةُ بِالْاَكُفِّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ اِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ.

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے غیر کے ساتھ مشابہت کرتا ہے یہود اور نصاریٰ کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔ یہودیوں کا سلام انگلیوں کے ساتھ اشارہ کرنا ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں کے ساتھ اشارہ کرنا ہے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا اس کی سند ضعیف ہے۔

تشریح: حدیث کا حاصل یہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے کسی بھی فعل وطریقہ اور خاص طور پر سلام کرنے کے ان دونوں طریقوں کی مشابہت اختیار نہ کرنی چاہیے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہودی اور عیسائی سلام کرنے یا سلام کرنے کا جواب دینے کے لئے اور یا دونوں کے لئے محض مذکورہ اشاروں ہی پر اکتفا کر لیتے تھے' سلام کا لفظ نہیں کہتے تھے۔ جو حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت میں سے انبیاء واولیاء کی سنت وطریقہ ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گویا مکاشفہ ہوا کہ میری امت کے کچھ لوگ بے راہ روی کا شکار ہو کر سلام کرنے کا وہ طریقہ اختیار کریں گے جو یہودیوں' عیسائیوں اور دوسری غیر اقوام کا ہے جیسے انگلیوں یا ہتھیلیوں کے ذریعہ اشارہ کرنا ہاتھ جوڑ لینا' کمر یا سر کو جھکانا اور صرف سلام کرنے پر اکتفا کر لینا وغیرہ وغیرہ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری امت کو مخاطب کرتے ہوئے اس بارے میں تنبیہ بیان فرمائی اور یہ وعید بیان کی کہ جو شخص سلام کے ان رسوم ورواج کو اپنائے گا جو اسلامی شریعت اور ہماری سنت کے خلاف ہیں تو اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کا شمار ہماری امت کے لوگوں میں نہیں ہوگا۔ واضح رہے کہ اس

حدیث کی اسناد کو ترمذیؒ نے ضعیف کہا ہے لیکن یہ حدیث ایک دوسری سند سے بھی منقول ہے اور وہ ضعیف نہیں ہے جس کو جامع صغیر میں نقل کیا گیا ہے۔

ہر ملاقات پر سلام کرو

(۲۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا لَقِیَ اَحَدُکُمْ اَخَاهُ فَلْیُسَلِّمْ عَلَیْهِ فَاِنْ حَالَتْ بَیْنَهُمَا شَجَرَةٌ اَوْجِدَارٌ اَوْحَجَرٌ ثُمَّ لَقِیَهُ فَلْیُسَلِّمْ عَلَیْهِ. (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہا جس وقت تم میں سے ایک اپنے بھائی کو ملے اس کو سلام کہے۔ اگر دونوں کے درمیان کوئی درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو پھر اس کو ملے سلام کہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: مستثنیٰ صورتوں کے علاوہ ہر ملاقات پر ایک مسلمان کا دوسرے کے ساتھ سلام کرنا مسنون ہے خواہ ان دونوں کی جدائی کچھ وقت کیلئے کیوں نہ ہوئی ہو بس ذرا سا غائب ہونے کے بعد ملاقات پر سلام کرنا چاہیے مثلاً بیچ میں دیوار یا درخت بھی حائل ہو جائے پھر بھی ملاقات پر سلام کرنا مسنون ہے اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو لوگ آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں اور پھر اٹھ کر سلام شروع کر دیتے ہیں یہ مناسب نہیں ہے جیسے نمازوں کے بعد یا عیدین کے بعد۔ ہاں رخصت کے وقت سلام جائز اور مسنون ہے۔

اپنے گھر والوں کو بھی سلام کرو

(۲۴) وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلْتُمْ بَیْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰی اَهْلِهٖ وَاِذَا اَخْرَجْتُمْ فَاَوْدِعُوْا اَهْلَهٗ بِسَلَامٍ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ مُرْسَلًا.

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم گھر میں داخل ہو اپنے گھر کے لوگوں کو سلام کہو۔ جب نکلو اپنے گھر والوں کو سلام کے ساتھ الوداع کہو۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں مرسل۔

تشریح: "علی اهله" یعنی گھر میں داخل ہوتے وقت اور اسی طرح نکلتے وقت اپنے گھر والوں کو سلام کیا کرو داخل ہوتے وقت کا سلام تو امن وامان کی دعا ہے اور رخصت کے وقت کا سلام دیانت وامانت کی دعا ہے لیکن بیوی کو سلام کرنے سے پہلے اس کو سمجھا دینا چاہیے کہ اس طرح سلام کرنا سنت طریقہ ہے اگر ایسا نہ کیا تو خطرہ ہے کہ بیوی یہ خیال کرے گی کہ آج تو میاں مجھے سلام کرنے لگا ہے کل سجدہ کرے گا۔

"فاودعوا" یعنی گھر والوں کو الوداعی سلام کر کے گھر سے باہر جاؤ۔ اس مطلب کے پیش نظر یہ صیغہ وداع سے ہوگا جو رخصت کرنے کے معنی میں ہے لیکن شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اودعوا ایداع سے ہے جو امانت رکھنے کے معنی میں ہے گویا یہ شخص اپنے سلام کے ذریعہ سے اپنے اہل وعیال اور اپنے مال کو اپنے گھر میں بطور امانت رکھ کر جا رہا ہے یہ مطلب بعید ہے۔

(۲۵) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَابُنَیَّ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰی اَهْلِکَ فَسَلِّمْ یَکُوْنُ بَرَکَةً عَلَیْکَ وَعَلٰی اَهْلِ بَیْتِکَ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بیٹے جب تو اپنے گھر والوں پر داخل ہو سلام کہہ تیرے لیے اور تیرے گھر والوں کے لیے برکت کا باعث ہوگا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

پہلے سلام پھر کلام

(۲۶) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامُ قَبْلَ الْکَلَامِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ مُنْکَرٌ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلام کلام سے پہلے ہے۔ روایت

کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث منکر ہے۔

تشریح: سلام کا جو مقصد ابتداء میں لکھا گیا ہے اس کے پیش نظر دو آدمیوں کی ملاقات میں سب سے پہلے سلام کا لفظ ہونا چاہیے تاکہ طرفین کی سلامتی کی ضمانت فراہم ہو جائے اس کے بعد دیگر کلام کا آغاز کرنا چاہیے۔ بعض لوگ پہلے دوسری باتیں کرتے ہیں اور پھر سلام کرتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے جیسے ریڈیو پاکستان میں خبروں کا آغاز اس طرح کرتے ہیں یہ ریڈیو پاکستان ہے السلام علیکم۔ اسی طرح بعض قومیں خوش آمدید، مرحبا اور اھلا وسھلا اور بخیر راغلے کے الفاظ پہلے استعمال کرتے ہیں پھر سلام کرتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث کی تعلیم یہ ہے کہ پہلے سلام ہو پھر کلام ہو۔

زمانۂ جاہلیت کا سلام

(۲۷) وَعَنْ عِمْرَانِ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ نَقُوْلُ اَنْعَمَ اللّٰهُ بِکَ عَيْنًا وَاَنْعِمْ صَبَاحًا فَلَمَّا كَانَ الْاِسْلَامُ نُهِيْنَا عَنْ ذٰلِکَ (رواہ سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ہم جاہلیت میں کہا کرتے تھے تیرے سبب اللہ تعالیٰ آنکھیں ٹھنڈی رکھے اور صبح کے وقت تو نعمتوں میں رہے جب اسلام آیا ہم اس سے روک دیئے گئے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: اسلام سے پہلے جاہلیت کے لوگ مل ملاقات کے وقت مختلف اوقات کیلئے کچھ کلمات کہا کرتے تھے ان میں ایک کلمہ ''انعم اللہ بک عیناً'' تھا اور دوسرا کلمہ ''انعم صباحاً'' تھا دونوں میں خوشحالی اور تروتازگی کی دعا تھی اسلام چونکہ کامل ومکمل بلکہ اکمل ضابطہ حیات ہے اس لئے اس نے اپنے ماننے والوں کو کسی غیر کی طرف محتاج نہیں بنایا ہے بلکہ اپنے مل ملاقات کے اسلامی طریقے وضع کر کے دیئے ہیں مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج کل اسلام سے بیزار مسلمانوں نے جاہلیت جدیدہ کے طور طریق کو اپنے لئے فخر کا ذریعہ بنایا ہے جاہلیت جدیدہ میں صبح کے لئے گڈ مارننگ اور شام کے لئے گڈ ایوننگ اور دوسرے اوقات کیلئے دوسرے الفاظ استعمال کرتے ہیں یہ تقلید غلط ہے جو قومیں اپنی حدود میں اپنی روایات اور حرکات سے خود تنگ آچکے ہیں ہم خوشی سے اس کو اپناتے ہیں اور فخر کرتے ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے

اپنے خورشید میں پھیلا دیئے سائے ہم نے ۔۔۔ مانگتے پھرتے ہیں اغیار سے مٹی کے چراغ

غائبانہ سلام اور اس کا جواب

(۲۸) وَعَنْ غَالِبٍ قَالَ اِنَّا لَجُلُوْسٌ بِبَابِ الْحَسَنِ الْبَصَرِيِّ اِذْ رَجُلٌ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ بَعَثَنِيْ اَبِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْتِهِ فَاَقْرِئْهُ السَّلَامَ قَالَ فَاَتَيْتُهُ فَقُلْتُ اَبِيْ يُقْرِئُکَ السَّلَامَ فَقَالَ عَلَيْکَ وَعَلٰى اَبِيْکَ السَّلَامُ. (رواہ ابوداود)

ترجمہ: حضرت غالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ہم حسن بصری رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی نے کہا میرے باپ نے میرے دادا سے روایت بیان کی مجھ کو میرے باپ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا اور ان کو میرا سلام کہہ اس نے کہا میں آپ کے پاس آیا میں نے کہا میرا باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتا ہے آپ نے فرمایا تجھ پر اور تیرے باپ پر سلام ہو روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے سلام پہنچائے تو مسنون یہ ہے کہ سلام پہنچانے والے پر بھی سلام بھیجا جائے اور جس کی طرف سے جس نے سلام پہنچایا ہے اس پر بھی یعنی جب کوئی شخص کسی کی طرف سے سلام پہنچائے تو جواب میں یوں کہا جائے علیک وعلی فلان السلام یا وعلیک وعلیہ السلام چنانچہ نسائی کی روایت میں یہ الفاظ بعینہ منقول ہیں۔

خطوط میں سلام لکھنے کا طریقہ

(۲۹) وَعَنْ اَبِی الْعَلَاءِ الْحَضْرَمِیِّ اَنَّ الْعَلَاءَ الْحَضْرَمِیَّ کَانَ عَامِلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ اِذَ کَتَبَ اِلَیْہِ بَدَاءَ بِنَفْسِہٖ. (رواہ سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابوالعلاء حضرمی سے روایت ہے کہا علاءً حضرمی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل تھے جس وقت آپ کی طرف خط لکھتا اپنی طرف سے شروع کرتا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "ابی العلاء الحضرمی" حضرمی نسبت ہے حضرموت کی طرف اور حضرموت یمن کے مشہور شہر کا نام ہے حضرت العلا الحضرمی اسی شہر کی طرف منسوب ہیں یہ جلیل القدر صحابی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بحرین کا گورنر مقرر کیا تھا پھر حضرت صدیق وعمر کے دور میں بھی آپ گورنر رہے بڑے مجاہد تھے ان کے ہاتھ پر بڑی کرامات ظاہر ہوئیں۔ مشکوۃ کے نسخوں میں عن ابی العلا الحضرمی کے الفاظ ہیں بعض نسخوں میں عن ابن العلاء الحضرمی ان العلا الحضرمی کے الفاظ آئے ہیں یہی واضح اور قابل فہم ہیں اس حدیث میں حضرت علاء حضرمی کے خط کے الفاظ میں ان کا نام پہلے ہے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے اور پھر سلام ہے خطوط میں سلام کے لکھنے کا یہی مسنون طریقہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرز کو اختیار فرمایا ہے۔

خط لکھ کر اس پر مٹی چھڑکنے کی خاصیت

(۳۰) وعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَتَبَ اَحَدُکُمْ کِتَابًا فَلْیُتَرِّبْہُ فَاِنَّہٗ اَنْجَحُ لِلْحَاجَۃِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ مُنْکَرٌ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت ایک تمہارا خط لکھے پس چاہیے کہ اس پر مٹی ڈالے یہ بات بہت لانے والی ہے اس کی حاجت کو روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث منکر ہے۔

تشریح: "فلیتربہ" یعنی خط لکھنے کے بعد اس خط کو خاک آلود کر دو۔ خط کو خاک آلود کرنے کی مصلحت میں علماء نے مختلف باتیں لکھی ہیں۔ پہلی بات یہ لکھی ہے کہ پہلے زمانہ میں قلم اور دوات کے ساتھ خط لکھا جاتا تھا قلم کی سیاہی خط لکھنے کے بعد بھی گیلی رہتی تھی اگر کاغذ کو لپیٹ لیا جاتا تو لکھا ہوا خط مٹ جاتا اس لئے خط کے حروف سکھانے کے لئے لوگ اس پر باریک غبار ڈالتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی چیز کی تعلیم دی ہے کہ اس طرح کرو تمہاری حاجت بہت جلد پوری ہو جائے گی حدیث کا یہ مطلب بہت واضح ہے اور سمجھنے کے اعتبار سے بالکل آسان ہے۔

بعض علماء نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اس خط کو لکھنے کے بعد مٹی پر رکھ دو اور کہہ دو کہ اس کے مضمون میں جو درخواست ہے اس حاجت اور ضرورت کو پورا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے یہ خط کچھ نہیں کر سکتا ہے یہ تو صرف ایک ذریعہ ہے جو استعمال کیا گیا ہے بہر حال علماء نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے۔

لکھتے وقت قلم کو کان پر رکھنے کی خاصیت

(۳۱) وَعَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَیْنَ یَدَیْہِ کَاتِبٌ فَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ ضَعِ الْقَلَمَ عَلٰی اُذُنِکَ فَاِنَّہٗ اَذْکُرُ لِلْمَالِ. رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَفِیْ اِسْنَادِہٖ ضُعْفٌ.

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا آپ کے پاس ایک کاتب تھا میں نے آپ سے سنا فرماتے تھے قلم کان پر رکھ لیا کرو یہ مطلب کو بہت یاد دلاتا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند میں ضعف ہے۔

ضرورت کے تحت غیر مسلم قوموں کی زبان سیکھنا جائز ہے

(۳۲) وَعَنْهُ قَالَ اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَتَعَلَّمَ السُّرْيَانِيَّةَ وَفِیْ رِوَايَةٍ اِنَّهٗ اَمَرَنِیْ اَنْ اَتَعَلَّمَ كِتَابَ يَهُوْدَ وَقَالَ اِنِّیْ مَا اٰمَنُ يَهُوْدَ عَلٰى كِتَابٍ قَالَ فَمَا مَرَّبِیْ نِصْفُ شَهْرٍ حَتّٰى تَعَلَّمْتُ فَكَانَ اِذَا كَتَبَ اِلٰى يَهُوْدَ كَتَبْتُ وَاِذَ كَتَبُوْا اِلَيْهِ قَرَاْتُ لَهٗ كِتَابَهُمْ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حکم دیا کہ میں سریانی زبان سیکھوں ایک روایت میں ہے آپ نے حکم دیا میں یہود کی زبان سیکھوں اور فرمایا مجھ کو یہود کے لکھنے پر اطمینان نہیں ہوتا۔ زید نے کہا مجھ پر نصف مہینہ نہیں گذرا تھا کہ میں نے سیکھ لیا۔ جب آپ یہود کی طرف خط لکھتے میں لکھتا اور جب وہ آپ کی طرف لکھتے میں آپ کے لیے ان کا خط پڑھتا روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: ''سریانی'' دنیا کی قدیم ترین زبانوں میں سے ایک زبان ہے جس میں توریت نازل ہوئی تھی لیکن اکثر محققین کا قول یہ ہے کہ تورایت عبرانی زبان میں نازل ہوئی تھی اور سریانی وعبرانی دونوں ملتی جلتی زبانیں ہیں۔ ''مجھے یہودیوں پر اطمینان نہیں ہوتا'' کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کوئی مسلمان نہیں ہے جو یہودیوں کی زبان جانتا ہوا س لئے یہودیوں کے ساتھ خط وکتابت کیلئے مجھے کسی یہودی ہی کا سہارا لینا پڑتا ہے اور اس صورت میں مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ اگر یہودیوں کے نام اپنا کوئی خط کسی یہودی سے لکھواؤں تو وہ اس میں اپنی طرف سے کم یا زیادہ کر کے نہ پڑھ دے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے تحت غیر مسلم اقوام کی زبان سیکھنا جائز ہے بلا ضرورت سیکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں غیر مسلم کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا لازم آتا ہے اور یہ چیز ممنوع ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من تشبه بقوم فهو منهم جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ اسی قوم میں شمار ہوگا بلکہ یحیٰی نے بلا ضرورت سیکھنے کو حرام لکھا ہے۔

ملاقات کے وقت بھی سلام کرو اور رخصت ہوتے وقت بھی

(۳۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا انْتَهٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى مَجْلِسٍ فَلْيُسَلِّمْ فَاِنْ بَدَا لَهٗ اَنْ يَّجْلِسَ فَلْيَجْلِسْ ثُمَّ فَاِذَا قَامَ فَلْيُسَلِّمْ فَلَيْسَتِ الْاُوْلٰى بِاَحَقَّ مِنَ الْاٰخِرَةِ. (رواه الترمذی وسنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا جس وقت تم میں سے کوئی کسی مجلس کی طرف پہنچے سلام کہے اگر ضرورت محسوس کرے وہاں بیٹھ جائے۔ پھر جب کھڑا ہو سلام کہے اس لیے کہ پہلا سلام دوسرے سے زیاہ بہتر نہیں ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے۔

راستہ پر بیٹھنے کا حق

(۳۴) وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاخَيْرَ فِیْ جُلُوْسٍ فِی الطُّرُقَاتِ اِلَّا لِمَنْ هَدَى السَّبِيْلَ وَرَدَّ التَّحِيَّةَ وَغَضَّ الْبَصَرَ وَاَعَانَ عَلَى الْحَمُوْلَةِ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِیْ جُرَیٍّ فِیْ بَابِ فَضْلِ الصَّدَقَةِ (شرح السنة)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راستہ میں بیٹھنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے مگر وہ شخص جو راہ بتلائے اور سلام کا جواب دے اور نگاہ پست کرے اور بوجھ لدوانے پر مدد کرے۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔ ابو جری کی حدیث باب فضل الصدقہ میں گذر چکی ہے۔

تشریح: ''حمولۃ'' حاء کے پیش کے ساتھ ہے لیکن مشکوٰۃ کے ایک نسخہ میں یہ لفظ حاء کے زبر کے ساتھ منقول ہے شارحین نے لکھا ہے کہ حمولۃ حاء کے زبر کے ساتھ اس جانور کو کہتے ہیں جس پر بوجھ لادا جاتا ہے اس شخص کی مدد کرے جو بوجھ لادے ہوئے ہو کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بار برداری کے جانور کی پیٹھ پر لادنے کیلئے یا خود اپنے سر پر یا اپنی پیٹھ پر رکھنے کیلئے کوئی بوجھ اٹھانا چاہتا ہو، تو اس بوجھ کے اٹھانے سے اس کی مدد کرے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ... حضرت آدم علیہ السلام سے سلام کی ابتداء

(۳۵) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ وَنَفَخَ فِيْهِ الرُّوْحَ عَطَسَ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ بِاِذْنِهٖ فَقَالَ لَهٗ رَبُّهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ يَاٰدَمُ اذْهَبْ اِلٰى اُوْلٰئِكَ الْمَلَائِكَةِ اِلٰى مَلَاءٍ مِنْهُمْ جُلُوْسٍ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ قَالُوْا عَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى رَبِّهٖ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهٖ تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ بَنِيْكَ بَيْنَهُمْ فَقَالَ لَهُ اللّٰهُ وَيَدَاهُ مَقْبُوْضَتَانِ اخْتَرْ اَيَّتُهُمَا شِئْتَ فَقَالَ اخْتَرْتُ يَمِيْنَ رَبِّيْ وَكِلْتَا يَدَيْ رَبِّيْ يَمِيْنٌ مُبَارَكَةٌ ثُمَّ بَسَطَهَا فَاِذَا فِيْهَا اٰدَمُ وَذُرِّيَّتُهٗ فَقَالَ اَيْ رَبِّ مَا هٰؤُلَاءِ قَالَ ذُرِّيَّتُكَ فَاِذَا كُلُّ اِنْسَانٍ مَكْتُوْبٌ عُمْرُهٗ بَيْنَ عَيْنَيْهِ فَاِذَا رَبِّ زِدْنِیْ عُمْرِهٖ قَالَ ذٰلِكَ الَّذِيْ كَتَبْتُ لَهٗ قَالَ اَيْ رَبِّ فَاِنِّیْ قَدْ جَعَلْتُ لَهٗ مِنْ عُمْرِیْ سِتِّيْنَ سَنَةً قَالَ اَنْتَ وَذَاكَ قَالَ ثُمَّ سَكَنَ الْجَنَّةَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اُهْبِطَ مِنْهَا وَكَانَ اٰدَمُ يَعُدُّ لِنَفْسِهٖ فَاَتَاهُ مَلَكُ الْمَوْتِ قَالَ لَهٗ اٰدَمُ قَدْ عَجِلْتَ قَدْ عَجِلْتَ قَدْ كُتِبَ لِیْ اَلْفُ سَنَةٍ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنَّكَ جَعَلْتَ لِاِبْنِكَ دَاوٗدَ سِتِّيْنَ سَنَةً فَجَحَدَ فَجَحَدَتْ ذُرِّيَّتُهٗ وَنَسِيَ فَنَسِيَتْ ذُرِّيَّتُهٗ قَالَ فَمِنْ يَوْمَئِذٍ اُمِرَ بِالْكِتَابِ وَالشُّهُوْدِ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ان میں روح پھونکی ان کو چھینک آئی الحمدللہ کہا اللہ کی توفیق سے اس کی حمد کہی اس کے رب نے کہا اے آدم اللہ تجھ پر رحم کرے ان فرشتوں کی طرف جا وہاں فرشتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی' ان کو سلام کہہ اس نے السلام علیکم کہا فرشتوں نے کہا تجھ پر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو پھر اپنے رب کی طرف لوٹا پس فرمایا یہ تیرا جواب ہے اور تیرے بیٹوں کا جواب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس حال میں کہ اس کے دونوں ہاتھ بابرکت ہیں پھر اس کو کھولا اس میں آدم اور اس کی اولاد تھی کہا اے میرے رب یہ کون ہیں فرمایا یہ تیری اولاد ہے۔ ناگہاں ہر انسان کی دونوں آنکھوں کے درمیان اس کی عمر لکھی ہوئی تھی۔ ان میں ایک آدمی بہت روشن تھا فرمایا! اے پروردگار یہ کون ہے فرمایا یہ تیرا بیٹا داؤد ہے میں نے اس کی عمر چالیس برس لکھی ہے کہا اے میرے رب اس کی عمر زیادہ کر فرمایا یہ میں نے اس کے لیے لکھدی ہے آدم نے کہا اے میرے رب میں نے اپنی عمر سے اس کو ساٹھ سال دے دیئے ہیں۔ فرمایا تیری مرضی ہے۔ پھر آدم جنت میں ٹھہرے جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر جنت سے اتارے گئے اور آدم اپنی عمر شمار کرتے رہتے تھے ملک الموت ان کے پاس آیا آدم نے کہا تو نے جلدی کی ہے میری عمر ہزار برس لکھی گئی تھی فرشتے نے کہا کیوں نہیں لیکن تو نے ساٹھ برس اپنے بیٹے داؤد کو دیدیئے تھے آدم نے انکار کر دیا پس اس کی اولاد بھی انکار کرتی ہے اور آدم بھول گئے اس کی اولاد بھی بھولتی ہے۔ آپ نے فرمایا اس روز سے لکھنے اور گواہ بنانے کا حکم دیا گیا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: "اضوء" یعنی سب سے زیادہ چمکدار اور روشن تھے یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی جزئی فضیلت تھی اور شاید حضرت آدم علیہ السلام کا ان کی طرف متوجہ ہونا وہ قلبی میلان اور مناسبت ہو جو دونوں میں خلافت ارضی کی وجہ سے تھی کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ الگ رکھا اور خلافت کا الگ رکھا' حضرت داؤد علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ نے پھر یہ سلسلہ جمع فرما دیا اسی طرح ان کے بعد بھی نبوت کے ساتھ خلافت کا عہدہ اکٹھا کیا گیا۔ "ستين سنة" یہاں ساٹھ سال دینے کی بات ہے جبکہ مشکوٰۃ ج اص ۳۲۵ باب الایمان بالقدر میں چالیس سال کا ذکر آیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ چالیس سال دینے والی بات زیادہ واضح اور راجح ہے ساٹھ سال کی بات کسی راوی سے سہو ہو گیا ہے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عمر دیکر پھر انکار کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے قصد و ارادہ سے یہ انکار نہیں کیا بلکہ مرور دھور کی وجہ سے آپ بھول گئے تھے۔ "فنسي ولم نجد له عزما"

عورتوں کو سلام کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص طور پر جائز تھا

(۳۶) وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ مَرَّ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا (سنن ابو داؤد و ابن ماجة والدارمی)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر سے گذرے ہم چند عورتیں تھیں آپ نے ہم کو سلام کہا روایت کیا اس کو ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارمی نے۔

سلام کی فضیلت

(۳۷) وَعَنِ الطُّفَيْلِ ابْنِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَنَّهُ كَانَ يَاتِي ابْنَ عُمَرَ فَيَغْدُو مَعَهُ اِلَى السُّوقِ قَالَ فَاِذَا غَدَوْنَا اِلَى السُّوقِ لَمْ يَمُرَّ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَلٰى سَقَّاطٍ وَلَا عَلٰى صَاحِبِ بَيْعَةٍ وَلَا مِسْكِيْنٍ وَلَا عَلٰى اَحَدٍ اِلَّا سَلَّمَ عَلَيْهِ قَالَ الطُّفَيْلُ فَجِئْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَوْمًا فَاسْتَتْبَعَنِيْ اِلَى السُّوْقِ فَقُلْتُ لَهُ وَمَا تَصْنَعُ فِي السُّوْقِ وَاَنْتَ لَاتَقِفُ عَلَى الْبَيْعِ وَلَا تَسْئَالُ عَنِ السِّلَعِ وَلَا تَسُوْمُ بِهَا وَلَا تَجْلِسُ فِيْ مَجَالِسِ السُّوْقِ فَاجْلِسْ بِنَا هٰهُنَا نَتَحَدَّثُ قَالَ فَقَالَ لِيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَيَا اَبَابَطْنٍ قَالَ وَكَانَ الطُّفَيْلُ ذَابَطْنٍ اِنَّمَا نَغْدُ وَامِنْ اَجْلِ السَّلَامِ نُسَلِّمُ عَلٰى مَنْ لَقِيْنَاهُ.(رواہ مالک والبیھقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت طفیل بن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آتا اور صبح اس کے ساتھ بازار جاتے اس نے کہا جب ہم بازار جاتے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کسی بساطی اور کسی بیچنے والے نہ کسی مسکین اور نہ کسی ایک پر نہیں گذرتے تھے مگر اس کو سلام کہتے۔ طفیل نے کہا ایک دن میں اس کے پاس آیا اس نے اپنے ساتھ مجھے بازار لے جانا چاہا میں نے کہا بازار جا کر تم کیا کرو گے نہ تم بیچنے والے پر کھڑے ہوتے ہو نہ اسباب پوچھتے ہو اور نہ بھاؤ چکاتے ہو نہ کسی بازار کی مجلس میں بیٹھتے ہو ہم اسی جگہ بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا اے بڑے پیٹ والے اور طفیل کا پیٹ بڑا تھا۔ ہم سلام کہنے کے لیے جاتے ہیں ہم جس کو ملتے ہیں سلام کہتے ہیں روایت کیا اس کو مالک نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: ''فاستتبعنی'' یعنی مجھے ساتھ لیا اور بازار روانہ ہوگئے۔ ''لاتقف'' یعنی کسی بیع پر خرید وفروخت کیلئے کھڑے نہیں ہوتے ہو؟ ''ولا تسوم'' یعنی سودا بھی کرتے ہو تو صرف گھومنے سے کیا فائدہ ہے یہاں مسجد میں بیٹھ جائیں اور اس میں حدیث پڑھ پڑھ کر ہمیں سنائیں۔ ''سقاطی'' کباڑ مال میں کاروبار کرنے والا۔ ''یا ابابطن'' یعنی اے پیٹ والے، جس آدمی کا پیٹ بڑا ہو اس کو ابوبطن کہتے ہیں جس طرح کہا گیا ہے لیکن علم کے زیادہ شوقین آدمی کو بھی ابوبطن کہتے ہیں ہوسکتا ہے کہ اس وجہ سے ان کو ابوبطن کہہ دیا ہو اس میں کوئی منافات نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی علم کی کثرت کی وجہ سے شیخ بطین کہتے ہیں۔

سلام نہ کرنا بخل ہے

(۳۸) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتٰى رَجُلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَقَالَ لِفُلَانٍ فِيْ حَائِطِيْ عَذْقٌ وَاِنَّهُ قَدْ اٰذَانِيْ مَكَانُ عَذْقِهِ فَاَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ بِعْنِيْ عَذْقَكَ قَالَ لَا قَالَ فَهَبْ لِيْ قَالَ اِلَّا قَالَ فَبِعْنِيْهِ بِعَذْقٍ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ لَافَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَارَاَيْتُ الَّذِيْ هُوَ اَبْخَلُ مِنْكَ اِلَّا الَّذِيْ يَبْخَلُ بِالسَّلَامِ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے کہا فلاں شخص کا ایک کھجور کا درخت میرے باغ میں ہے اس کے درخت نے مجھ کو بڑی تکلیف دی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف پیغام بھیجا کہ میرے ہاتھ اپنا درخت بیچ دو اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا مجھے ہبہ کر دے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا مجھے وہ درخت بیچ دے تجھ کو اس کے بدلہ میں جنت میں کھجور کا درخت ملے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھ سے بڑھ کر میں نے بخیل شخص نہیں دیکھا مگر وہ آدمی جو سلام کہنے میں بخل کرتا ہے روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے جو کچھ فرمایا وہ بطریق سفارش تھا، حکم کے طور پر نہیں تھا، اگر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم کے طور پر فرماتے تو وہ انکار کرنے کی ہرگز جرأت نہ کرتا کیونکہ وہ بہر حال مسلمان تھا اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم سے برملا انکار کسی صورت نہیں کرسکتا تھا' ہاں اگر وہ مسلمان نہ ہوتا تو حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کرنا کوئی تعجب خیز امر نہ ہوتا' لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ تم اس درخت کو جنت کے کھجور کے درخت کے بدلے میرے ہاتھ فروخت کر دو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ یقیناً مسلمان تھا تاہم سختی طبع سے خالی نہیں تھا۔

سلام میں پہل کرنے کی فضیلت

(۳۹) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَادِئُ بِالسَّلَامِ بَرِئٌ مِنَ الْكِبْرِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ (بیہقی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا پہلے سلام کہنے والا تکبر سے بری ہے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: "البادی" یا تو راستے میں دو ساتھیوں کے ملنے پر جو آدمی سلام میں پہل کرتا ہے وہ مراد ہے کہ اس میں کوئی تکبر نہیں ہوتا ہے یا اس سے مراد ایسے دو شخص ہیں جو ایک دوسرے سے ناراض ہوں اور ملاقات پر ایک نے سلام میں پہل کیا اور باتوں کو کھول دیا تو اس کے سارے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں اور یہ تکبر سے بھی خالی ہے۔ پہلا مفہوم زیادہ عام ہے۔

بَابُ الْاِسْتِيْذَانِ.... اجازت حاصل کرنے کا بیان

قال الله تعالى يا يها الذين آمنو ا لا تدخلوا بيوتا غير بيوتكم حتى تستانسوا وتسلموا على اهلها اسلام چونکہ کامل ومکمل بلکہ اکمل مذہب اور عالمی قانون ہے اس لئے اس میں انسانی زندگی کے ہر پہلو کے تمام مسائل کے حل کی بہترین ضمانت دی گئی ہے اسی سلسلہ میں انسانی معاشرت کے مسائل میں سے ایک دوسرے کے گھر میں آنے جانے کا مسئلہ ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا. ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ. وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ. وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (سورۃ نور ۲۷'۲۸)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سلام اور استیذان دونوں کو جمع فرمایا ہے۔ ادب وتہذیب کا تقاضا ہے کہ کوئی شخص کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہو کیونکہ اس سے بہت سارے نقصانات واقع ہو سکتے ہیں اسی وجہ سے شریعت نے اس امر کو مستحب قرار دیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے گھر جانا چاہتا ہے تو اس کو چاہیے کہ پہلے جا کر گھر کے سامنے کھڑا ہو جائے اور پھر اندر داخل ہونے کی اجازت مانگ لے اگر گھر کے مالک پر پہلے نظر پڑے تو سلام کرے اور پھر اس طرح اجازت مانگے "ادخل" کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ اگر گھر کا مالک گھر پر نہ ہو یا نظر نہیں آرہا ہے تو تین دفعہ السلام علیکم کے الفاظ سے سلام کہہ دے اور پھر واپس چلا جائے اسی طرح اگر گھر کا مالک گھر پر موجود ہے لیکن اس نے کہہ دیا کہ بھائی میں مصروف ہوں واپس چلے جاؤ تو اس آنے والے شخص کو چاہیے کہ واپس چلا جائے چونکہ استیذان اجازت مانگنے کے معنی میں ہے تو گھر کے مالک کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اجازت دے یا نہ دے اجازت دینا آنے والے شخص کا کوئی جبری حق نہیں ہے بلکہ آنے والے شخص کے لئے یہ بہتر واطہر اور پاکیزہ طریقہ ہے کہ کسی شکایت یا عداوت کے بغیر واپس چلا جائے قرآن کا اعلان ہے هو ازکی لکم سبحان اللہ اسلام کیا ہی پاکیزہ نظام دیتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ... تین مرتبہ سلام کرنے کے بعد بھی جواب نہ ملے تو واپس آ جاؤ

(۱) عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ اَتَانَا اَبُوْ مُوْسٰى قَالَ اِنَّ عُمَرَ اَرْسَلَ اِلَيَّ اَنْ اٰتِيَهٗ فَاَتَيْتُ بَابَهٗ فَسَلَّمْتُ ثَلَاثًا فَلَمْ

يَرُدَّ عَلَيَّ فَرَجَعْتُ فَقَالَ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَاتِيَنَا فَقُلْتُ اِنِّي اَتَيْتُ فَسَلَّمْتُ عَلٰى بَابِکَ ثَلَاثًا فَلَمْ تَرُدُّوْا عَلَيَّ فَرَجَعْتُ وَقَدْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سْتَاذَنَ اَحَدُكُمْ ثَلٰثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ فَلْيَرْجِعْ فَقَالَ عُمَرُ اَقِمْ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةَ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فَقُمْتُ مَعَهٗ فَذَهَبَ اِلٰى عُمَر فَشَهِدتُ (رواه البخاری و رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ہمارے پاس ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ آئے اور کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے پیغام بھیجا تھا کہ ان کو ملوں میں ان کے دروازے پر گیا ہوں اور تین مرتبہ سلام کہا ہے اس نے کوئی جواب نہیں دیا میں واپس لوٹ آیا ہوں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم میرے پاس کیوں نہیں آئے میں نے کہا میں آیا تھا اور تمہارے دروازے پر تین مرتبہ سلام کہا ہے تم نے کوئی جواب نہیں دیا میں واپس آ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا جس وقت تم میں سے کوئی تین مرتبہ اجازت طلب کرے اس کو اجازت نہ ملے پس وہ واپس لوٹ آئے عمر نے کہا اس حدیث پر گواہ لاؤ ابوسعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس کے ساتھ عمر کے پاس گیا اور اس بات کی گواہی دی۔ (متفق علیہ)

تشریح: حضرت ابوموسیٰؓ نے حضرت ابوسعید خدری کے سامنے مذکورہ واقعہ بیان کیا اور کہا کہ یہ حدیث چونکہ آپ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اس لئے میرے ساتھ حضرت عمرؓ کے پاس چلئے اور ان کے سامنے گواہی دیجئے' چنانچہ حضرت ابوسعید خدریؓ ان کے ساتھ حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور یہ گواہی دی کہ حضرت ابوموسیٰؓ نے جو حدیث بیان کی ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ حضرت عمرؓ کا گواہ طلب کرنا محض احتیاط کے طور پر تھا کہ دوسرے لوگوں کو حدیث بیان کرنے کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے اور خاص طور پر وہ جھوٹے لوگ جو من گھڑت حدیثیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا چاہیں ان کو اس بات کی جرأت نہ ہو سکے ورنہ متفقہ طور پر یہ بات ہے کہ خبر واحد مقبول ہے خاص طور پر اس صورت میں جب کہ راوی حضرت ابوموسیٰ اشعری جیسا صحابی ہو جو کبار صحابہ میں سے ہیں۔ دروازے پر کھڑے ہو کر تین بار سلام اس لئے کرنا چاہیے کہ ایک سلام تو تعارف کے لئے ہوگا' دوسرا سلام تامل کیلئے اور تیسرا سلام اجازت کیلئے ہوگا۔ یعنی اہل خانہ پہلا سلام سن کر اس شخص کو پہچانیں گے کہ یہ کون شخص ہے اور دوسرا سلام سن کر وہ یہ سوچیں گے کہ آیا اس شخص کو اندر آنے کی اجازت دی جائے یا نہیں اور تیسرا سلام سننے کے بعد اندر آنے کی اجازت دیں گے۔

خالص اجازت

(۲) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْنُکَ عَلَيَّ اَنْ تَرْفَعَ الْحِجَابَ وَاَنْ تَسْتَمِعَ سَوَادِيْ حَتّٰى اَنْهَاکَ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا اذن مجھ پر یہ ہے کہ تو پردہ اٹھائے اور میری پوشیدہ کلام سن لے یہاں تک کہ میں منع کروں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''ان ترفع الحجاب'' یعنی گھر کے دروازہ کا پردہ اٹھاؤ اور میری باتیں سنو ''سوادی'' ای ساری یعنی ایسی پوشیدہ باتیں کہ اس کے کرنے کے وقت ایک جسم دوسرے کے جسم کے ساتھ لگ جائے تا کہ کوئی اور نہ سنے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے دروازہ پر بوریہ کا پردہ تھا حضرت ابن مسعود کو یہ خصوصی حیثیت حاصل تھی کہ صرف پردہ اٹھائیں اور اندر جائیں ہاں اگر پردہ اٹھانے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے داخل ہونے سے منع کر دیا تو پھر اجازت نہیں ہوگی ورنہ صرف پردہ اٹھانا ہی اجازت تھی اس سے حضرت ابن مسعود کی شان عالی اور قرب نبوی کا خوب پتہ چلتا ہے عام نو وارد صحابہ خیال کرتے تھے کہ حضرت ابن مسعود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے افراد میں سے ایک فرد ہیں ہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ حضرت ابن مسعود کا یہ آنا جانا بیٹھک کی حد تک تھا ازواج مطہرات سے پردہ تو لازم تھا گھر کی بے پردگی کبھی نہیں ہوئی۔

کسی دروازے پر پہنچ کر اپنی آمد کی اطلاع کرو تو نام بتاؤ

(۳) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دَيْنٍ کَانَ عَلٰى اَبِيْ فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ مَنْ ذَا فَقُلْتُ

اَنَا فَقَالَ اَنَا اَنَا كَاَنَّهٗ كَرِهَهَا. (رواه البخاری و رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میرے باپ کے ذمہ قرض تھا اس کے بارا میں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دروازہ کھٹکھٹایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے میں نے کہا جی میں ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہوں میں ہوں گویا کہ آپ نے اس جواب کو برا جانا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "فی دین" حضرت جابر کے والد صاحب جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے لیکن آٹھ بچیوں کے علاوہ اپنے پیچھے بہت سارا قرض بھی چھوڑ گئے تھے۔ حضرت جابر اس سلسلہ میں انتہائی پریشان رہتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بہت تعاون بھی کیا اسی قرض کے سلسلہ میں حضرت جابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر آئے تھے کہ قرض خواہوں سے کچھ بات ہو جائے تا کہ وہ نرمی کریں یا قرض کی ادائیگی کی کوئی صورت بن جائے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے یہ قرض اتر گیا اور تھوڑی سی کھجوروں میں برکت آ گئی۔

"من ذا" اس لفظ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دینے والے کی تعیین و تمیز کا ارادہ کیا تھا آگے سے حضرت جابر نے "انا" کا لفظ استعمال کیا جس سے نہ تعین ہو سکا اور نہ تمیز حاصل ہوئی اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکیر فرمائی کہ انا انا کیا چیز ہے صاف الفاظ میں اپنا نام بتا دو تا کہ ابہام دور ہو جائے انا کے لفظ کے استعمال کرنے سے تو ابہام اب تک باقی ہے پھر اس کے بولنے سے فائدہ کیا ہوا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کی آواز پہچانی ہوگی مگر تعلیم امت کیلئے نکیر فرمائی بعض علماء کہتے ہیں کہ صرف دروازہ کھٹکھٹانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے کیونکہ اجازت کیلئے تو اسلام میں سلام اور استیذان مقرر ہے۔ اس حدیث سے ان لوگوں کو بھی تعلیم ملتی ہے جو ٹیلیفون کر کے باتیں شروع کر دیتے ہیں اور اپنا نام نہیں بتاتے گویا ان کا خیال ہے کہ ان کی آواز دنیا کے سب لوگ پہچان لیتے ہیں یہ خام خیالی ہے صاف الفاظ میں کہنا چاہیے مثلاً کہ میں معروف شاہ ہوں اور قطر سے بات کر رہا ہوں لفظ "انا انا" میں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نکیر اور ناراضگی کو اس طرح لیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھی میں ہوں یعنی میں میں سے تو کوئی تعارف حاصل نہیں ہو سکتا تو اس مطلب کا بھی امکان ہے۔

بلانے والے کے دروازے پر بھی رک کر اندر آنے کی اجازت مانگی چاہیے

(۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ لَبَنًا فِیْ قَدَحٍ فَقَالَ اَبَاهِرِّ اَلْحَقْ بِاَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ اِلَیَّ فَاَتَیْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَاَقْبَلُوْا فَاسْتَاذَنُوْا فَاُذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوْا (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گھر میں داخل ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کا ایک پیالہ پایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جا اور اہل صفہ کو میرے پاس بلا لا میں گیا ان کو لے کر آیا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی وہ داخل ہوئے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: "اهل صفة" حضرت ابو ہریرہ مسجد نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرسہ صفہ کے طالب علم تھے صفہ میں کبھی اسی (۸۰) طالب علم رہتے تھے کبھی چار سو تک بڑھ جاتے کبھی کم ہو جاتے، ضرورت کے وقت جہاد کیلئے تیار رہتے تھے گویا یہ قطعہ منتظرہ کے مجاہدین تھے جو جہادی مدرسہ میں پڑھتے تھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہی میں سے ایک تھے خود بھوکے تھے دودھ کا پیالہ آ گیا خوش ہوا کہ میں بھی پی لوں گا مگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ سب کو بلا لو قاصد کے ساتھ آ کر انہوں نے گھر کے پاس اندر داخل ہونے کیلئے پھر اجازت مانگ لی شاید یہ اسی وجہ سے مانگی کہ یہ حضرات دیر سے آ گئے ہونگے یا شدت حیاء کی وجہ سے دروازہ کے پاس دوبارہ اجازت مانگی جو ایک استحبابی امر ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ.... اجازت طلب کئے بغیر کسی کے گھر میں نہ جاؤ

(۵) عَنْ كَلَدَةَ بْنِ حَنْبَلٍ اَنَّ صَفْوَانَ ابْنَ اُمَیَّةَ بَعَثَ بِلَبَنٍ اَوْجَدَایَةٍ وَضُغَابِیْسَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

بِاَعْلَی الْوَادِیْ قَالَ فَدَخَلْتُ عَلَیْهِ وَلَمْ اُسَلِّمْ وَلَمْ اَسْتَاذِنْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعْ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ أَ اَدْخُلُ (رواہ الترمذی وسنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا صفوان بن امیہ نے دودھ ہرن کا ایک بچہ اور ککڑی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی ایک بلند جانب میں تھے راوی نے کہا میں آپ پر داخل ہوا نہ میں نے سلام کہا نہ میں نے اجازت طلب کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واپس جا اور کہہ السلام علیکم کیا داخل ہوں میں۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے۔

تشریح: "جداية" جدایہ ہرن کے اس چھوٹے بچے کو کہتے ہیں جو چھ ماہ کا ہو بھیڑ بکری کے بچے کو بھی جدایہ کہتے ہیں جیم پر کسرہ اور فتحہ دونوں جائز ہے۔ "ضغابيس" یہ ضغبوس کی جمع ہے ککڑی کو کہتے ہیں جو ایک فٹ سے زیادہ لمبے اور انگوٹھے کی طرح موٹے ہوتے ہیں اس کو پشتو میں ترہ کہتے ہیں۔ "اعلیٰ الوادی" اس سے مکہ مکرمہ کے بالائی حصے مراد ہیں جس کو المعلاۃ کہتے ہیں۔ "ارجع" یعنی اجازت کیلئے اس شخص نے سلام نہیں کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تعلیم وتنبیہ اس کو واپس جانے کا حکم دیا اور پھر سلام کر کے آنے کا حکم دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجازت لینے کیلئے سلام کرنا ضروری امر ہے۔

بلا کر لانے والے کے ساتھ آنے کی صورت میں اجازت کی ضرورت نہیں

(۶) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دُعِیَ اَحَدُکُمْ فَجَآءَ مَعَ الرَّسُوْلِ فَاِنَّ ذٰلِکَ لَهٗ اِذْنٌ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ فِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ قَالَ رَسُوْلُ الرَّجُلِ اِلَی الرَّجُلِ اِذْنُهٗ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم میں سے کسی کو بلایا جائے اور وہ ایلچی کے ساتھ آئے یہ اس کا اذن ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اس کی ایک روایت میں ہے آدمی کا کسی کو بلانے کے لیے بھیجنا اس کی طرف سے اجازت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کے ہاں تشریف لے جانے کا طریقہ

(۷) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰی بَابَ قَوْمٍ لَمْ یَسْتَقْبِلِ الْبَابَ مِنْ تِلْقَاءِ وَجْهِهٖ وَلٰکِنْ مِنْ رُکْنِهِ الْاَیْمَنِ اَوِ الْاَیْسَرِ فَیَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَذٰلِکَ اَنَّ الدُّوْرَ لَمْ یَکُنْ یَوْمَئِذٍ عَلَیْهَا سُتُوْرٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَذُکِرَ حَدِیْثُ اَنَسٍ قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فِیْ بَابِ الضِّیَافَةِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے دروازہ پر آتے دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے پھر فرماتے السلام علیکم السلام علیکم اور یہ اس لیے کہ ان دنوں دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کے الفاظ ہیں قال علیہ الصلوٰۃ والسلام السلام علیکم ورحمۃ اللہ باب الضیافۃ میں ذکر کی جا چکی ہے۔

تشریح: ایک بار سے زائد بار سلام کرنے کی وجہ یہ تھی تا کہ صاحب خانہ اچھی طرح سن لے اور اجازت دے سکے واضح رہے کہ یہاں السلام علیکم جو دو بار ذکر کیا گیا ہے تو اس سے تعدد مراد ہے دو بار پر اقتصار مراد نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے دروازے پر کھڑے ہو کر تین بار سلام فرماتے تھے۔ روایت کے آخری الفاظ' دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہونے کی وجہ سے یہ سمجھا گیا ہے کہ اگر دروازے پر کواڑ ہوں یا اس پر پردے پڑے ہوئے ہوں تو اس صورت میں دروازے کے سامنے کھڑے ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن اصل سنت کی رعایت کے پیش نظر اولیٰ یہی ہے کہ اس صورت میں بھی دروازے کے سامنے سے ہٹ کر دائیں یا بائیں طرف کھڑا ہو اور اس لئے بھی کہ بعض اوقات کواڑ یا پردہ کھولتے ہوئے دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے شخص کی نظر اندر چلی جاتی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ.... اپنی ماں وغیرہ کے گھر میں بھی اجازت لے کر جاؤ

(۸) عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ اَنَّ رَجُلًا سَئَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَسْتَاذِنُ عَلٰی اُمِّی فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَجُلٌ اِنِّی مَعَهَا فِی الْبَیْتِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اسْتَاذِنْ عَلَیْهَا فَقَالَ الرَّجُلُ اِنِّی خَادِمُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اسْتَاذِنْ عَلَیْهَا اَتُحِبُّ اَنْ تَرَاهَا عُرْیَانَةً قَالَ لَا قَالَ فَاسْتَاذِنْ عَلَیْهَا. رَوَاهُ مَالِکٌ مُرْسَلًا.

ترجمہ: حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں اپنی والدہ کے پاس اجازت طلب کروں فرمایا ہاں اس آدمی نے کہا میں اس کے ساتھ گھر میں رہتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے اجازت طلب کر اس نے کہا میں اس کا خادم ہوں فرمایا اس سے اجازت طلب کر کیا تو اس کو ننگا دیکھنا پسند کرتا ہے۔ اس نے کہا نہیں فرمایا اس سے اجازت طلب کر۔ روایت کیا اس کو مالک نے مرسل۔

تشریح: اس سلسلے میں ماں ہی کے حکم میں دیگر محارم بھی ہیں خواہ ان سے نسبی تعلق ہو یا دودھ کا اور خواہ سسرالی' حاصل یہ کہ جن عورتوں سے پردہ کرنا شرعی طور پر ضروری نہیں ہے اور جن کو محارم کہا جاتا ہے اگر ان کے پاس بھی جائے تو اجازت حاصل کئے بغیر نہ جانا چاہیے البتہ بیوی اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔

اجازت کا ایک طریقہ

(۹) وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ کَانَ لِی مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَدْخَلٌ بِاللَّیْلِ وَمَدْخَلٌ بِالنَّهَارِ وَکُنْتُ اِذَا دَخَلْتُ بِاللَّیْلِ تَنَحْنَحَ لِی. (رواه سنن نسائی)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ رات کے وقت اور ایک مرتبہ دن کے وقت آتا تھا جب میں رات کے وقت آپ کے پاس آتا آپ میرے لیے کھنگارتے۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ رات کے وقت اجازت دینے کی علامت کھنکارنا تھا' رہی یہ بات کہ دن کے وقت حاضری کی صورت میں کون سی علامت مقرر تھی تو احتمال ہے کہ اس صورت کے لئے امر بالعکس مراد ہو یعنی حضرت علیؓ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ رات کے وقت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھنکارتے تھے جو میرے لئے اجازت کے مرادف تھا اور جب میں دن کے وقت حاضر ہوتا تو خود کھنکار کر اندر جاتا تھا۔

اس حدیث سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کھنکارنا اجازت کی علامت تھا' لیکن ایک دوسری روایت میں حضرت علیؓ یہ فرماتے ہیں کہ جب میں رات کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھنکار دیتے تو میں واپس ہو جاتا' اس لئے یہ واضح ہوتا کہ کھنکارنا عدم اجازت کی علامت ہوتا ہے' لہٰذا بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کھنکارنا صرف اجازت ہی کی علامت نہیں ہوتا تھا بلکہ کوئی ایسا قرینہ ہوگا جس کے ذریعہ بعض اوقات تو کھنکارنا اجازت کی علامت سمجھا جاتا تھا اور بعض اوقات اس کو عدم اجازت کی علامت سمجھتے ہوں گے' لہٰذا وہ قرینہ جس صورت اجازت یا عدم اجازت کو ظاہر کرتا' حضرت علیؓ اسی پر عمل کرتے۔

سلام نہ کرنے والے کو اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دو

(۱۰) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَاذَنُوْا لِمَنْ لَمْ یَبْدَأْ بِالسَّلَامِ. (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت جابر سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سلام کے ساتھ ابتداء نہ کرے اس کو اجازت نہ دو۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

بَابُ الْمُصَافَحَةِ وَالْمُعَانَقَةِ .... مصافحہ اور معانقہ کا بیان

اسلام چونکہ کامل ومکمل بلکہ اکمل ضابطۂ حیات ہے اس لئے انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے مسائل کا حل اس میں موجود ہے مصافحہ کرنا مسلمانوں کی معاشرت کا ایک حصہ ہے اس لئے اسلام میں اس کے مسائل وفضائل کا ذکر کیا گیا ہے مصافحہ صفحہ سے ہے صفحہ کسی چیز کی چوڑائی والے حصہ کو کہتے ہیں۔ چہرہ کے چوڑے حصہ کو بھی صفحہ کہتے ہیں درگزر اور اعراض کا معنی بھی صفحہ میں پڑا ہے تو مصافحہ کا مطلب یہ ہوا ایک ہاتھ کی چوڑائی کو دوسرے کے ہاتھ کی چوڑائی پر رکھنے کا نام مصافحہ ہے اس طرح ہاتھ رکھنے اور آپس میں ملنے سے درگزر کا معنی بھی پورا ہو جاتا ہے کیونکہ مصافحہ میں درگزر رہوتا ہے۔

اسلام میں سلام کرنے کا الگ مقام ہے اور مصافحہ کرنے کا الگ مقام ہے لیکن سلام مع المصافحہ بھی اسلام میں مشروع ہے تا کہ ملاقات کا پورا حق ادا ہو جائے۔ مل ملاقات کے وقت دیگر اقوام کے بھی کچھ طریقے ہیں یہود انگلیوں سے ایک خاص طرز پر اشارہ کرتے ہیں اور عیسائی ہتھیلی سے سلیوٹ کرتے ہیں اسلام نے نہایت عمدہ طریقہ سکھایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سب سے عمدہ کیونکہ۔

جہاں تک آپکی تقلید ہے اسی حد تک سلیقۂ بشریت بشر کو ملتا ہے

مصافحہ دونوں ہاتھ سے کرنا علماء وصلحاء کی نشانی ہے اور یہ کامل سنت ہے لیکن غیر مقلدین اس سے بہت زیادہ ناراض ہوتے ہیں وہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اگر سلف صالحین کے ہاں کبھی کبھار ایک ہاتھ سے مصافحہ ہوا ہو تو وہ عام عادت نہیں تھی عام عادت جو منقول ہے اور جس کو علماء وصلحاء نے کامل سنت کہا ہے وہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ ہے جو متوارث چلا آیا ہے اگر چہ کسی صریح حدیث سے واضح طور پر اس کا ثبوت مجھے نہیں ملا ہے امام بخاری نے بخاری میں ایک عنوان قائم کر رکھا ہے لیکن وہ اخذ الید بالیدین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیا اس سے استدلال کرنے کی کوشش کی جاتی ہے غیر مقلدین کے علاوہ وہ جزیرۂ عرب اور سعودی کے لوگ اور عام جنٹلمین لوگ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں۔

نماز جمعہ وعیدین اور پنجگانہ نمازوں کے بعد ایک دوسرے سے مصافحہ کو علماء نے خلاف سنت بلکہ بدعت کہا ہے اور اس کو مکروہ لکھا ہے' کسی اجنبیہ جوان عورت سے مصافحہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ جس کو دیکھنا جائز نہ ہو اس کا جسم چھونا بھی جائز نہیں ہے بوڑھی عورت سے سلام بوجہ عدم فتنہ جائز ہے۔ سلام کے بعد سینہ پر ہاتھ رکھنا کسی حدیث ونص سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ اغلاط عوام میں سے ہے اور عشاق کا طریقہ ہے شاعر ساحر کہتا ہے۔

حاولن تفدیتی وخفن مراقباً فوضعن ایدھن فوق ترائباً

"والمعانقة" سلام اور مصافحہ کے ساتھ معانقہ بھی اسلام میں جائز ہے معانقہ گردن کو گردن سے اور کچھ سینہ کو سینہ سے ملا کر ملنے کو کہتے ہیں کچھ لوگ اس کی ایک مکروہ شکل بناتے ہیں اور پیٹ کو جھٹکے دیتے ہیں یہ معانقہ نہیں بلکہ مباطنہ ہے خیال رکھنا چاہیے۔ قمیص نہ ہونے کی صورت میں بھی معانقہ مکروہ ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ .... مصافحہ مشروع ہے

(۱) عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ اَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِیْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ (بخاری)

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مصافحہ کرتے تھے اس نے کہا ہاں۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

بچے کو چومنا مستحب ہے

(۲) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ ابْنَ عَلِیٍّ وَعِنْدَهُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ الْاَقْرَعُ اِنَّ لِیْ عَشَرَةً مِّنَ الْوَلَدِمَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ اَحَدًا فَنَظَرَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَنْ لَّا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَسنذكر حَدِيْثَ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَثَمَّ لُكَعُ فِیْ بَابِ مُنَاقِبِ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَجْمَعِيْنَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَذُكِرَ حَدِيْثُ اُمِّ هَانِيٍ فِيْ بَابِ الْاَمَانِ. (رواه البخاری و رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا آپ کے پاس اقرع بن حابس تھے اقرع نے کہا میرے دس بیٹے ہیں میں نے کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا فرمایا جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ (متفق علیہ) ابو ہریرہ کی حدیث جس کے الفاظ ہیں اثم لکع ہم باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین میں ان شاء اللہ ذکر کریں گے۔ ام ہانی کی حدیث باب الامان میں ذکر ہو چکی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ.... مصافحہ کی فضیلت وبرکت

(۳) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمِيْنَ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَلَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَتَفَرَّقَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِیْ رِوَايَةِ اَبِیْ دَاوٗدَ قَالَ اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ فَيَتَصَافَحَا وَحَمِدَ اللّٰهَ وَاسْتَغْفِرَاهُ غُفِرَلَهُمَا

ترجمہ: حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو مسلمان شخص جس وقت آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں جدا ہونے سے پیشتر ان کو بخش دیا جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے۔ ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے جس وقت دو مسلمان باہم ملیں اور مصافحہ کریں اللہ کی حمد کریں اور اس سے بخشش چاہیں ان کو بخش دیا جاتا ہے۔

سلام کے وقت جھکنا

(۴) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الرَّجُلُ مِنَّا يَلْقٰى اَخَاهُ اَوْصَدِيْقَهٗ اَيَنْحَنِیْ لَهٗ قَالَ لَا قَالَ اَفَيَلْتَزِمُهٗ وَيُقَبِّلُهٗ قَالَ لَا قَالَ اَفَيَاْخُذُ بِيَدِهٖ وَيُصَافِحُهٗ قَالَ نَعَمْ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول ہم میں ایک شخص اپنے بھائی یا اپنے دوست کو ملتا ہے کیا اس کے لیے جھکے آپ نے فرمایا نہیں کہا گیا اس کے گلے لگے اور اس کا بوسہ لے فرمایا نہیں کہا گیا اس کا ہاتھ پکڑے اور مصافحہ کرے فرمایا ہاں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: "قال لا" یعنی سلام کے وقت جھکنا ممنوع ہے اس سے بدعت اور شرک کا دروازہ کھل سکتا ہے اس حدیث میں جس طرح سلام کے وقت جھکنے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اسی طرح اس میں ایک دوسرے سے چپک کر معانقہ کو بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے اور ہاتھ وغیرہ چومنے کو بھی منع کر دیا گیا ہے۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ ہاتھ کا بوسہ اگر دنیا کی غرض سے ہو تو یہ بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر والدین یا اساتذہ یا مشائخ اہل اللہ کے ہاتھ کا بوسہ لیا جائے تو یہ جائز ہے مگر دنیا دار کے ہاتھ وغیرہ کو دنیا کی غرض سے چومنا جائز نہیں ہے لہٰذا ممانعت کی صورت انہیں ممنوع صورتوں کے ساتھ ہے۔

سلام، مصافحہ سے پورا ہوتا ہے

(۵) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَمَامُ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ اَنْ يَّضَعَ اَحَدُكُمْ يَدَهٗ عَلٰى جَبْهَتِهٖ اَوْعَلٰى يَدِهٖ فَيَسْاَلُهٗ كَيْفَ هُوَ وَتَمَامُ تَحِيَّاتِكُمْ بَيْنَكُمُ الْمُصَافَحَةُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَضَعَّفَهٗ.

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پوری تیمارداری یہ ہے کہ مریض کی پیشانی یا اس کے ہاتھ پر آدمی ہاتھ رکھے اس سے پوچھے تمہارا کیا حال ہے اور پورا سلام تمہارے درمیان مصافحہ کرنا ہے۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے اور اس کو ضعیف کہا ہے۔

سفر سے آنے والے کے ساتھ معانقہ وتقبیل بلا کراہت جائز ہے

(۶) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِيْنَةَ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى بَيْتِى فَاَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَدِمَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْيَانًا يَجُرُّ ثَوْبَهُ وَاللّٰهِ مَارَاَيْتُهُ عُرْيَانًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہا زید بن حارثہ مدینہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تھے وہ آئے اور انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ننگے بدن اس کی طرف اٹھ کھڑے ہوئے اپنا کپڑا کھینچتے تھے اللہ کی قسم میں نے کبھی آپ کو اس سے پہلے یا اس کے بعد ننگا نہیں دیکھا زید کو گلے لگایا اور اس کو بوسہ دیا۔ (ترمذی)

تشریح: یہ حدیث اور اسی طرح حضرت جعفر ابن ابوطالبؓ کی حدیث جو آگے آئے گی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ معانقہ وتقبیل یعنی گلے لگانا اور ہاتھ و پیشانی چومنا جائز ہے اور فقہاء نے اسی قول کو اختیار کیا ہے کہ سفر سے آنے والے کے ساتھ معانقہ وتقبیل بلا کراہت جائز ہے۔

معانقہ کا جواز

(۷) وَعَنْ اَيُّوْبَ بْنِ بُشَيْرٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ عَنَزَةَ اَنَّهُ قَالَ قُلْتُ لِاَبِىْ ذَرٍّ هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَافِحُكُمْ اِذَا لَقِيْتُمُوْهُ مَالَقِيْتُهُ قَطُّ اِلَّاصَافَحَنِىْ وبعث اِلَىَّ ذَاتَ يَوْمٍ وَلَمْ اَكُنْ فِىْ اَهْلِىْ فَلَمَّا جِئْتُ اُخْبِرْتُ فَاَتَيْتُهُ وَهُوَ عَلٰى سَرِيْرٍ فَالْتَزَمَنِىْ فَكَانَتْ تِلْكَ اَجْوَدَ وَاَجْوَدَ. (رواه سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ایوب بن بشیر رضی اللہ عنہ عنزہ قبیلہ کے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں اس نے کہا میں نے ابوذر سے کہا جس وقت تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے تھے کیا وہ تمہارے ساتھ مصافحہ کرتے تھے اس نے کہا میں کبھی آپ کو نہیں ملا مگر آپ میرے ساتھ مصافحہ کرتے۔ ایک دن آپ نے میری طرف پیغام بھیجا میں اپنے گھر موجود نہیں تھا جب میں آیا مجھے خبر دی گئی میں آپ کے پاس آیا۔ آپ تخت پر بیٹھے تھے آپ نے مجھے گلے لگایا یہ بہت بہتر ہوا اور بہتر۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں عکرمہ ابن ابوجہل رضی اللہ عنہ کی حاضری کا راز

(۸) وَعَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ اَبِىْ جَهْلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ جِئْتُهُ مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا جس دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا ہجرت کرنے والے سوار کو خوش آمدید ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: فتح مکہ کے موقع پر عکرمہ بن ابی جہل مسلمانوں کے مقابلے پر آیا تھا مگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں شکست کھا کر یمن کی طرف بھاگ نکلا ان کی بیوی مسلمان ہوگئی تھی اس نے اس کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امان لے لی یہ آمد اسی موقع کی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تلطف ان کو ''الراکب'' اور ''المهاجر'' کے نام سے یاد کیا کیونکہ اونٹ پر سوار آرہے تھے اور کفر سے اسلام کی طرف ہجرت کر کے آ رہے تھے تفصیلی روایت میں معانقہ کا ذکر ہے اس حدیث سے کسی مسافر کی آمد پر استقبال کا ثبوت بھی ملتا ہے اور مبارک باد کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دینے کا ذکر

(۹) وَعَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ وَكَانَ فِيْهِ مِزَاحٌ بَيْنَا يُضْحِكُهُمْ فَطَعَنَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ خَاصِرَتِهٖ بِعُوْدٍ فَقَالَ اَصْبِرْنِىْ قَالَ اَصْطَبِرْ قَالَ اِنَّ عَلَيْكَ قَمِيْصًا وَلَيْسَ عَلَىَّ قَمِيْصٌ فَرَفَعَ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاحْتَضَنَهٗ وَجَعَلَ یُقَبِّلُ کَشْحَهٗ قَالَ اِنَّمَا اَرَدْتُّ هٰذَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت اُسید بن حضیر سے روایت ہے جو ایک انصاری آدمی ہیں اُسید ایک مرتبہ ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے ان میں خوش طبعی کی باتیں ہو رہی تھیں وہ ان کو ہنسا رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لکڑی کے ساتھ اس کے پہلو میں چوکا دیا اس نے کہا مجھ کو بدلہ دو آپ نے فرمایا مجھ سے بدلہ لے اس نے کہا آپ پر قمیص ہے اور مجھ پر قمیص نہیں تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اٹھا لی وہ آپ سے چمٹ گیا اور بوسہ لینا شروع کیا اور کہا اے اللہ کے رسول میں نے اس بات کا ارادہ کیا تھا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: ''رجل'' مصابیح میں رجل کا لفظ مجرور ہے جو اسید بن حضیر کی صفت ہے اس سے یہ وہم پیدا ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ لینے کا جو واقعہ مذکور ہے یہ انصار کا مایہ ناز شان والے مشہور صحابی اسید بن حضیر ہیں لیکن مزاح کا یہ انداز ان کی شان کے خلاف ہے لہٰذا یہ واقعہ کسی اور آدمی کا ہے جس کی طبیعت میں مزاح تھا اور وہ بھی انصار میں سے تھے اس کا قصہ مشہور صحابی حضرت اسید بن حضیر نے بیان کیا ہے اس بات کی تائید جامع الاصول کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جہاں لفظ رجلا ہے تو عبارت اس طرح ہے ''عن اسید بن حضیر قال ان رجلا من الانصار کان فیه مزاح'' بہرحال صحیح اور راجح یہی ہے کہ حضرت اسید بن حضیر اس حدیث کے راوی ہیں قصہ اور واقعہ کسی اور شخص کا ہے۔

''اصبرنی'' یعنی میں آپ سے بدلہ لوں گا اس لئے آپ میرے لئے صبر کریں مطلب یہ کہ مجھے بدلہ دیں۔ ''اصطبر'' یعنی میں بدلہ دینے کیلئے صبر کروں گا تم اپنا بدلہ لے لو۔ ''مرسلا'' ان حضرات نے اس روایت کو بطریق ارسال نقل کیا ہے لیکن شرح السنۃ میں بیاضی کے حوالے سے اس حدیث کو متصل ذکر کیا ہے بیاضی بیاضہ بن عامر کی طرف منسوب ہے مطلق بیاضی کا ذکر جہاں ہو وہاں عبداللہ بن جابر انصاری مراد ہوتے ہیں۔

معانقہ اور بوسہ کا ذکر

(۱۰) وَعَنِ الشَّعْبِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَلَقّٰی جَعْفَرَ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَالْتَزَمَهٗ وَقَبَّلَ مَابَیْنَ عَیْنَیْهِ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ مُرْسَلًا وَفِیْ بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِیْحِ وَفِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنِ الْبَیَاضِیِّ مُتَّصِلًا.

ترجمہ: حضرت شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جعفر بن ابی طالب کو ملے گلے سے لگا لیا اور اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں مرسل۔ مصابیح کے بعض نسخوں اور شرح السنہ میں بیاضی سے متصل مروی ہے۔

تشریح: یہ حضرت جعفرؓ کے حبشہ سے واپس آنے کے اسی واقعہ سے متعلق ہے جس کا ذکر آگے کی حدیث میں بھی آ رہا ہے۔

''بیاضی'' بیاضہ ابن عامر کی طرف منسوب ہے اور جامع الاصول میں لکھا ہے کہ جہاں مطلق بیاضی بغیر نام کے منقول ہوتا ہے وہاں حضرت عبداللہ ابن جابر انصاری صحابی مراد ہوتے ہیں۔

(۱۱) وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فِیْ قِصَّةِ رُجُوْعِهٖ مِنْ اَرْضِ الْحَبْشَةِ قَالَ فَخَرَجْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا الْمَدِیْنَةَ فَتَلَقَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاعْتَنَقَنِیْ ثُمَّ قَالَ مَا اَدْرِیْ اَنَا بِفَتْحِ خَیْبَرَ اَفْرَحُ اَمْ بِقُدُوْمِ جَعْفَرٍ وَوَافَقَ ذٰلِکَ فَتْحَ خَیْبَرَ (رواه فی شرح السنة)

ترجمہ: حضرت جعفر بن ابی طالب حبشہ رضی اللہ عنہ سے اپنے واپس لوٹنے کے قصہ میں بیان کرتے ہیں کہا ہم نکلے یہاں تک کہ ہم مدینہ آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ملے اور گلے لگایا۔ پھر فرمایا میں نہیں جانتا مجھے خیبر کے فتح ہونے کی زیادہ خوشی ہے یا جعفر کے آنے کی اور خیبر کی فتح کے وقت حضرت جعفر آئے تھے۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

پاؤں کو بوسہ دینا جائز نہیں ہے

(۱۲) وَعَنْ زَارِعٍ وَکَانَ فِیْ وَفْدِ عَبْدِ الْقَیْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِیْنَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ یَدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهٗ. (سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت زراع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ عبدالقیس کے وفد میں شامل تھے کہا جس وقت ہم مدینہ آئے اپنی سواریوں سے جلدی کرتے تھے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ پیروں کو چومنا جائز ہے' لیکن فقہاء اس کو ممنوع قرار دیتے ہیں' چنانچہ وہ اس حدیث کی تاویل کرتے ہیں کہ یا تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھا کہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کو بوسہ دینا جائز تھا۔ یا ابتداء یہ جائز تھا مگر پھر ممنوع قرار دیدیا گیا' یا وہ لوگ اس مسئلہ سے ناواقف تھے اور اس ناواقفی کی بناء پر سے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کے بوسہ دیا اور یا یہ کہ شوق ملاقات میں اضطراری طور پر ان سے یہ فعل صادر ہو گیا تھا۔

اولاد کو بوسہ دینا اظہار محبت کا ذریعہ ہے

(۱۳) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَارَأَيْتُ اَحَدًا كَانَ اَشْبَهُ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا وَفِي رِوَايَةٍ حَدِيْثًا وَكَلَامًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَةَ كَانَتْ اِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ اِلَيْهَا فَاَخَذَ بِيَدِهَا فَقَبَّلَهَا وَاَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهٖ وَكَانَ اِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ اِلَيْهِ فَاَخَذَتْ بِيَدِهٖ فَقَبَّلَتْهُ وَاَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طریقہ' روش نیک خصلتی ایک روایت میں ہے بات چیت کرنے میں کسی ایک کو مشابہ نہیں دیکھا جس وقت حضرت فاطمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں اس کی طرف کھڑے ہوتے اس کا ہاتھ پکڑتے اسے بوسہ دیتے اور اپنے بیٹھنے کی جگہ میں اس کو بٹھاتے جب آپ اس کے پاس جاتے وہ آپ کی طرف کھڑی ہوتی آپ کا ہاتھ پکڑتی اس کو بوسہ دیتی اور اپنی مجلس میں بٹھاتی۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: ''سمتاً'' طور وطریقہ کو کہتے ہیں ''ھدیاً'' عادات اور روش کے معنی میں ہے ''ودلا'' چال چلن کو کہتے ہیں ان الفاظ میں ترادف بھی اور معمولی تغایر بھی ہے۔ حضرت فاطمہ کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ چومنا جائز ہے اس میں کوئی کلام نہیں کہ والدین کے ہاتھ چومنا جائز بھی ہے اور اولاد کو اس پر بھی عمل کرنا چاہیے والدین اگر بطور شفقت اپنی اولاد کے ہاتھ کو بوسہ دیں تو یہ بھی جائز ہے۔ لیکن یہ محبت وشفقت پر محمول امور ہیں اس کو کاروبار نہیں بنانا چاہیے۔

(۱۴) وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ اَوَّلَ مَاقَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَاِذَا عَائِشَةُ ابْنَتُهٗ مُضْطَجِعَةٌ قَدْ اَصَابَهَا حُمّٰى فَاَتَاهَا اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ اَنْتِ يَا بُنَيَّةُ وَقَبَّلَ خَدَّهَا (رواه ابو دائود)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر میں داخل ہوا پہلے پہل میں جس وقت وہ مدینہ آئے ان کی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوئی تھیں اور اس کو بخار تھا ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے اور کہا بیٹی کیا حال ہے اور اس کے رخسار کا بوسہ دیا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

اولاد کے لئے انسان کیا کچھ نہیں کرتا

(۱۵) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِصَبِيٍّ فَقَبَّلَهٗ فَقَالَ اَمَا اِنَّهُمْ مُبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ وَاِنَّهُمْ لَمِنْ رَيْحَانِ اللّٰهِ (في شرح السنة)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بچہ لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بوسہ دیا فرمایا آگاہ رہو یہ بخل اور نامردی کا باعث ہیں اور یہ اللہ کا رزق اور اس کی نعمت ہیں۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

تشریح: ''مبخلة'' اولاد بخل کا ذریعہ ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی کی اولاد نہ ہو تو وہ ہاتھ کھلا رکھتا ہے اس کو کسی چیز کی پرواہ نہیں

ہوتی ہے اندھا دھند خرچ کرتا ہے لیکن جب چوزوں کی طرح اولاد آجاتی ہے تو پھر آدمی سوچتا ہے کہ اب ان بچوں کی پرورش کیلئے پیسہ بچا کر رکھنا ضروری ہے اس طرح آدمی بخل پر اتر آتا ہے اور کھل کر اپنی ذات پر خرچ نہیں کرتا۔

"مجبنة" آدمی کی جب اولاد نہیں ہوتی تو وہ اندھا دھند میدان جنگ میں کود جاتا ہے نہ اس کو اپنی فکر ہوتی ہے اور نہ جان کی فکر ہوتی ہے لیکن اگر اولاد ہوں تو یہ آدمی انتہائی احتیاط سے زندگی گزارنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ بھائی میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں میں لڑنا نہیں چاہتا اس طرح وہ بزدل بن جاتا ہے۔"ریحان الله "یعنی خوشبودار پھول کی طرح یہ چھوٹے بچے گھومتے پھرتے ہیں عام والدین بچے کو ناک سے لگا کر سونگھتے رہتے ہیں۔ریحان سے رزق بھی مراد لیا جاسکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ .... انسان اوراس کی اولاد

(۱۶) عَنْ يَعْلٰى قَالَ اِنَّ حَسَنًا وَحُسَيْنًا اِسْتَبَقَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَمَّهُمَا اِلَيْهِ وَقَالَ اِنَّ الْوَلَد مُبْخِلَةٌ مَجْبَنَةٌ. (رواه مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: حضرت یعلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو گلے لگایا اور فرمایا اولاد بخل اور بزدلی کا باعث ہے۔(روایت کیا اس کو احمد نے)

ہدیہ ومصافحہ کی فضیلت

(۱۷) وَعَنْ عَطَاءِ نِ الْخُرَاسَانِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَصَافَحُوا يَذْهَب الْغِلُّ وتهادُوْا تَحَابُّوا وَتَذْهَب الشَّحْنَاءُ رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا.

ترجمہ: حضرت عطاء خراسانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کرو اس سے کینہ جاتا رہتا ہے اور ہدیہ بھیجو آپس میں محبت ہوگی اور دشمنی جاتی رہے گی۔روایت کیا اس کو مالک نے مرسل۔

(۱۸) وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى اَرْبَعًا قَبْلَ الْهَاجِرَةِ فَكَاَنَّمَا صَلَّاهُنَّ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَالْمُسْلِمَانِ اِذَا تَصَافَحَا لَمْ يَبْقَ بَيْنَهُمَا ذَنْبٌ اِلَّا سَقَطَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَان.

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دوپہر سے پہلے چار رکعت پڑھے گویا کہ اس نے لیلۃ القدر میں پڑھیں۔دو مسلمان جس وقت آپس میں ملتے ہیں ان میں کوئی گناہ باقی نہیں رہ جاتا مگر وہ گر جاتا ہے۔(روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں)

بَابُ الْقِيَامِ .... تعظیماً کھڑے ہونے کا بیان

قیام کھڑے ہونے کے معنی میں ہے لیکن یہاں مطلق کھڑے ہونے کی بات نہیں ہے بلکہ کسی آنے والے کے سامنے تعظیم کے لئے احتراماً کھڑے ہونے کا بیان ہے بعض احادیث میں اس قیام کی سخت ممانعت آئی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے اس قیام کی سخت ممانعت فرمائی ہے اور اس کو عجمیوں کا ناجائز طریقہ بتایا ہے لیکن بعض احادیث سے قیام کی اجازت معلوم ہوتی ہے اس لئے اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف آیا ہے۔

علماء کا اختلاف:۔ احادیث و روایات اور واقعات میں اختلاف کی وجہ سے علماء کرام کے درمیان اختلاف آیا ہے کہ تعظیماً و احتراماً کسی کیلئے کھڑا ہونا جائز ہے یا جائز نہیں؟

علماء کا ایک طبقہ اس طرف گیا ہے کہ کسی کیلئے احتراماً کھڑا ہونا جائز نہیں ہے جبکہ دوسرا طبقہ علماء کرام کا کہتا ہے کہ کسی شخص کی آمد پر بطور احترام و اکرام کھڑا ہونا جائز ہے۔

دلائل:۔ جوعلماء اس قیام کومنع کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ قیام کی ممانعت میں بہت ساری احادیث آئی ہیں اس میں سخت وعیدات ہیں اور اس کو اعاجم کفار اغیار کا طریقہ قرار دیکر منع کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ قیام مکروہ بلکہ بدعت ہے۔ جو علماء اس قیام کو جائز کہتے ہیں وہ حضرت سعد کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں "قوموا الی سید کم" کے الفاظ آئے ہیں اسی طرح احادیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمۃ الزھراء کیلئے کھڑے ہوئے تھے حضرت عکرمہ کی آمد پر آپ کھڑے ہو گئے تھے اور حضرت عدی کی آمد پر بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے یہ سب جواز کے دلائل ہیں۔

جواب:۔ علماء کا جو طبقہ قیام کو منع کرتے ہیں وہ قیام کے جواز کی روایات کا اس طرح جواب دیتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو ان کی مجبوری پر حمل کرتے ہیں کہ وہ زخمی تھے اپنی سواری سے خود نہیں اتر سکتے تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"قوموا الی سید کم" یعنی ان کی مدد کیلئے کھڑے ہو جاؤ اگر احترام اور تعظیم کی بات ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "قوموا لسید کم" فرماتے باقی حضرات عکرمہ و عدی وغیرہ کی روایات سخت ضعیف ہیں۔ علماء کا دوسرا طبقہ جو قیام کے جواز کا قائل ہے وہ قیام کی ممانعت کی احادیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عجمیوں کے طرز پر قیام کو منع فرمایا ہے اور وہ یقیناً ممنوع ہے کیونکہ اس میں بڑا شخص مجلس میں بیٹھا رہتا تھا جب تک وہ بیٹھا رہتا باقی لوگ اس کی تعظیم میں کھڑے رہتے بلکہ وہ کھڑے رہنے کے پابند ہوتے تھے وہ اپنی مرضی سے بیٹھ نہیں سکتے تھے اور مجلس کا وڈیرہ اس قیام کو چاہتا تھا بلکہ حکم دیتا تھا اس طرح قیام کی حرمت و بدعت ہونے میں کیا شبہ ہے؟ یہ تو سب کے نزدیک حرام ہے لیکن اگر کسی صاحب فضل و بزرگی والے شخص کیلئے محض احترام اور دینی محبت کی بنیاد پر کوئی کھڑا ہوتا ہے وہ عالم و فاضل شخص اس قیام کو پسند بھی نہیں کرتا ہے تو جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس طرح کھڑا ہونا جائز ہے۔

علامہ طیبی اور محی السنۃ نے لکھا ہے کہ صلحاء اور علماء بزرگوں اور اولیاء کے لئے دینی محبت کی بنیاد پر کھڑا ہونا جائز ہے۔ "مطالب المؤمنین" نے "قنیہ" کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص خود قیام چاہتا ہے تو اس خود پسندی کی وجہ سے اس کے لئے قیام مکروہ ہے لیکن جو شخص صاحب احترام ہو اور وہ قیام کو طلب بھی نہیں کرتا ہو تو اس کیلئے قیام مکروہ نہیں ہوگا۔ قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں کہ احادیث میں ممنوعہ قیام سے وہ قیام مراد ہے جو عجمی لوگ کرتے تھے کہ بیٹھے رہنے والے شخص کے احترام میں کچھ لوگ آخر تک کھڑے رہتے تھے اور وہ اس کے پابند ہوتے تھے یہ مکروہ و ممنوع ہے۔

خلاصہ:۔ اس پوری بحث کا خلاصہ اور محاکمہ یہ ہے کہ جو شخص صاحب اکرام ہو عالم ہو ولی کامل اور نیک ہو وہ اپنے لئے کسی کے قیام کو پسند بھی نہیں کرتا اور کوئی شخص دنیوی غرض کے بغیر خالص دینی محبت کی بنیاد پر اس کے احترام کیلئے کھڑا ہوتا ہو اور یہ قیام عجمیوں کے طرز پر بھی نہ ہو تو اس قیام میں مضائقہ نہیں ہے جن احادیث سے جواز کا پتہ چلتا ہے وہ اسی پر محمول ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص عالم فاضل نہیں ہے یا عالم فاضل ہے لیکن اس قیام کو چاہتا ہے تو اس کیلئے قیام منع ہے اور اگر کوئی دنیادار شخص ہے اور دنیوی اغراض کے تحت لوگ اس کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ دل سے اس کو چاہتا ہے تو یہ سخت ممنوع ہے جن احادیث میں قیام کی ممانعت آئی ہے وہ اسی طرح کے قیام پر محمول ہیں۔

الفصل الاول.... اہل فضل کی تعظیم کے لئے کھڑے ہونا جائز ہے

(۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ لَما نَزَلَتْ بَنُوْ قُرَیْظَةَ عَلٰی حُکْمِ سَعْدٍ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَیْهِ وَکَانَ قَرِیْبًا مِنْهُ فَجَآءَ عَلٰی حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَمَضَی الْحَدِیْثُ بِطُوْلِهٖ فِیْ بَابِ حُکْمِ الْاُ سَرَاءِ.

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہا جب بنو قریظہ سعد کے حکم پر اترے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف پیغام بھیجا اور وہ آپ کے قریب ہی تھا وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے جس وقت مسجد کے قریب پہنچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے لیے فرمایا اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو۔ (متفق علیہ) پوری روایت باب حکم الاسراء میں گذر چکی ہے۔

کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں بیٹھنا سخت برا ہے

(۲) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یُقِیْمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ یَجْلِسُ فِیْهِ وَلٰکِنْ تَفَسَّحُوْا وَتَوَسَّعُوْا (رواہ البخاری و رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا کوئی آدمی دوسرے شخص کو اس کی مجلس سے نہ اٹھائے پھر اس میں بیٹھ جائے بلکہ جگہ فراخ کر دو اور آنے والوں کو جگہ دو۔ (متفق علیہ)

اپنی جگہ سے کچھ دیر کے لئے اٹھ کر جانے والا اس جگہ پر اپنا حق برقرار رکھتا ہے

(۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ مِنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ رَجَعَ اِلَیْهِ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی جگہ سے اٹھ جائے پھر واپس آئے وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "فھوا حق" یعنی ایک شخص مجلس سے کچھ دیر کیلئے اٹھ کر چلا گیا اگر اس نے اپنی جگہ پر اپنی کوئی نشانی رکھ لی یا فوراً واپس آ گیا تو یہ شخص اپنی جگہ کا سب سے زیادہ مستحق اور حقدار ہے لیکن اگر یہ شخص دیر تک نہیں آیا اور اس کی جگہ پر کوئی اور بیٹھ گیا تو اب اس کا حق باقی نہیں رہا اسی طرح اگر کسی شخص نے جگہ گھیر لی اور اس پر چادر وغیرہ رکھ دی لیکن طویل عرصہ تک جگہ سے غائب رہا تب بھی اس کی جگہ اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی اگرچہ اس نے نشانی رکھی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں کسی جگہ کو اپنے لئے اس طرح خاص کرنا جائز نہیں ہے کہ اس پر کوئی دوسرا بیٹھ بھی نہ سکے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے کھڑے ہونے کو پسند نہیں فرماتے تھے

(۴) عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ یَکُنْ شَخْصٌ اَحَبَّ اِلَیْهِمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَانُوْا اِذَا رَاَوْهُ لَمْ یَقُوْمُوْا لِمَا یَعْلَمُوْنَ مِنْ کَرَاهِیَتِهٖ لِذٰلِکَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب نہ تھا جب آپ تشریف لاتے وہ کھڑے نہیں ہوتے تھے اس لیے کہ آپ اس کو مکروہ سمجھتے تھے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے قیام کو پسند نہیں فرمایا یہ آپ کی کمال انکساری اور تواضع تھی نیز یہ روکنا سد اللذرائع بھی تھا اگر آپ اس قیام کو رواج دیتے تو نہ معلوم بات کہاں سے کہاں تک جا پہنچتی لہٰذا مختلف اوقات و مقامات اور مختلف حالات کو دیکھنا پڑے گا کہ کن صورتوں میں قیام کی ممانعت ہے اور کن کن صورتوں میں اباحت ہے۔

لوگوں کو اپنے سامنے رکھنے والے کے بارے میں وعید

(۵) وَعَنْ مُعَاوِیَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِیَامًا فَلْیَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ. (رواہ الترمذی و ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو یہ بات پسند ہے کہ اس کے سامنے آدمی کھڑے ہوں وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے۔

تشریح: "قیاما" وہی عجمیوں والا قیام مراد ہے جس میں نخوت و تکبر اور ترفع و تجبر ہوتا ہے جو یقیناً منع ہے آج کل جمعیت علماء اسلام

کے جلسوں میں لیڈر کی آمد پر پنڈال والے سارے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ وہی ممنوع صورت ہے جس کا ذکر اس حدیث میں ہے ان لیڈروں پر واجب ہے کہ وہ عوام کو اس سے روکے اور وعید سے بچ جائیں۔

احتراماً کھڑے ہونے کی ممانعت

(٦) وَعَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلٰى عصًا فَقُمْنَا لَهٗ فَقَالَ لَا تَقُوْمُوْا كَمَا يَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصا پر ٹیک لگائے ہوئے تشریف لائے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح عجمی لوگ کھڑے ہوتے ہیں تم کھڑا نہ ہوا کرو۔ بعض بعض کی تکریم و تعظیم کرتے ہیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

دوسرے کی جگہ پر بیٹھنے کی ممانعت

(٧) وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِى الْحَسَنِ قَالَ جَآءَ نَا اَبُوْبَكْرَةَ فِىْ شَهَادَةٍ فَقَامَ لَهٗ رَجُلٌ مِنْ مَجْلِسِهٖ فَاَبٰى اَنْ يَجْلِسَ فِيْهِ وَقَالَ اِنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ذَاوَنَهَى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّمْسَحَ الرَّجُلُ يَدَهٗ بِثَوْبِ مَنْ لَمْ يَكْسُهٗ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت سعید بن ابی الحسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ابوبکرہ ایک مرتبہ گواہی دینے کے لیے ہمارے پاس آئے ایک آدمی اپنی جگہ سے ان کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اس نے اس میں بیٹھنے سے انکار کر دیا اور کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے اور اس بات سے بھی منع کیا ہے کہ آدمی ایسے شخص کے کپڑے سے ہاتھ پونچھے۔ جس کو اس نے وہ کپڑا پہنایا نہیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: "في شهادة" یعنی کسی مقدمہ میں آپ کو گواہی دینی تھی اس لئے آپ تشریف لائے تھے۔ "فابی" حضرت ابوبکرہ نے اس لئے انکار کیا کہ شاید وہ شخص دل سے خوش نہیں تھا صرف رعایت کی خاطر کھڑے ہو گئے اور جگہ چھوڑ دی یا حضرت ابوبکرہ نے تقویٰ اور احتیاط کی بنیاد پر ایسا کیا یا کوئی اور عارضی وجہ ہوگی کیونکہ یہ عدالت اور محکمہ عدالت کا ماحول تھا۔

اپنی جگہ سے اٹھ کر جانے لگو تو وہاں کوئی چیز رکھ دو

(٨) وَعَنْ اَبِى الدَّرْدَآءِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ وَجَلَسْنَا حَوْلَهٗ فَقَامَ فَاَرَادَ الرُّجُوْعَ نَزَعَ نَعْلَهٗ اَوْبَعْضَ مَا يَايَكُوْنُ عَلَيْهِ فَيَعْرِفُ ذٰلِكَ اَصْحَابُهٗ فَيَثْبُتُوْنَ. (رواہ سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت تشریف فرما ہوتے ہم آپ کے اردگرد بیٹھ جاتے پھر اگر آپ اٹھتے اور واپس آنے کا ارادہ رکھتے اپنا جوتا اتار جاتے یا کوئی کپڑا وغیرہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم جان لیتے کہ آپ واپس تشریف لائیں گے وہ بیٹھے رہتے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

دو آدمیوں کے درمیان گھس کر بیٹھنے کی ممانعت

(٩) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْن عُمَرٍ وَعَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا (رواہ الترمزی وابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ

دو شخصوں کے درمیان جدائی ڈالے مگر ان کی اجازت سے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابو داؤد نے۔

تشریح: "ان یفرق" یعنی دو ساتھی آپس میں بیٹھے ہیں کہ اتنے میں تیسرا آدمی آکر ان کے درمیان گھس کر بیٹھ گیا اور دونوں کے درمیان جدائی کر دی ہے یہ منع ہے کیونکہ ممکن ہے کہ یہ دونوں آپس میں ضروری بات کرتے ہوں یا ویسے ان کو وحشت ہوتی ہو یا کوئی اور ترجیحی وجہ موجود ہو اگر اس طرح کوئی مجبوری نہ ہو تو پھر اس طرح بیٹھنے میں مضائقہ نہیں۔ بعض علماء نے تفریق سے دو آدمیوں کے درمیان نفاق اور تفرقہ پیدا کرنا مراد لیا ہے پھر تو مطلب بہت واضح ہوگا آنے والی حدیث میں ہے کہ اگر یہ دونوں ساتھی اجازت دیتے ہیں تو پھر درمیان میں کسی کا بیٹھنا جائز ہوگا بہر حال اس طرح احادیث کا تعلق از دحام کی حالت سے ہے۔

(۱۰) وَعَنْ عُمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَجْلِسُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔ (روایت کیا اس کو ابو داؤد نے)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مجلس سے اٹھتے تھے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کھڑے ہو جاتے تھے

(۱۱) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْلِسُ مَعَنَا فِي الْمَسْجِدِ يُحَدِّثُنَا فَاِذَا قَامَ قُمْنَا قِيَامًا حَتّٰى نَرَاهُ قَدْ دَخَلَ بَعْضَ بُيُوْتِ اَزْوَاجِهٖ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ مسجد میں بیٹھتے باتیں کرتے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے ہم بھی کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی بیوی کے گھر داخل ہو جاتے۔ (رواہ البیہقی)

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مجلس سے اٹھتے تو اس وقت صحابہؓ کا کھڑا ہونا احتراماً کھڑے ہو جانا کے طور پر نہیں ہوتا تھا بلکہ مجلس کے برخاست ہو جانے کی وجہ سے ہوتا تھا اور ظاہر بھی ہے کہ جب صحابہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت نہیں کھڑے ہوئے تھے تو جانے کے وقت کیوں کھڑے ہوئے تھے رہی یہ بات کہ اس وقت صحابہؓ دیر تک کیوں کھڑے رہتے تھے تو اس کی وجہ شاید یہ ہوگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مجلس سے اٹھ کر جانے لگتے تو صحابہؓ اس انتظار میں رک جاتے تھے کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کیلئے فرمائیں گے یا یہ امید ہوتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ تشریف لائیں گے اور مجلس برقرار رہے گی لیکن جب یہ امید ختم ہو جاتی تو صحابہؓ اپنی اپنی راہ پکڑتے۔

مجلس میں آنے والے آدمی کے لئے جگہ نکالنا تہذیب کا تقاضا ہے

(۱۲) وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ قَاعِدٌ فَتَزَحْزَحَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فِي الْمَكَانِ سَعَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلْمُسْلِمِ لَحَقًّا اِذَا رَاٰهُ اَخُوْهُ اَنْ يَتَزَحْزَحَ لَهٗ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت واثلہ بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے حرکت کی اس آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول جگہ فراخ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کا حق ہے کہ جب اس کو اس کا بھائی دیکھے یہ کہ اس کے لیے حرکت کرے۔ روایت کیا ہے ان دونوں حدیثوں کو بیہقی نے شعیب الایمان میں۔

تشریح: یتزحزح یعنی آنے والے شخص کیلئے آنحضرت اپنی جگہ سے کچھ ہل گئے اس شخص نے کہا یارسول اللہ جگہ ہے آپ نہ ہلیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نووارد مسلمان کا یہ حق ہے کہ مجلس کے بھائی ان کو دیکھ کر کچھ ہل جائیں۔ اس میں ایک تو اچھی تہذیب ہے۔ دوسرا یہ کہ اس شخص کی آمد پر اس کو اہمیت دینا ہے جس سے وہ بہت خوش ہوگا کہ ان لوگوں نے میرے آنے کو بوجھ نہیں سمجھا بلکہ مجھے اہمیت دی اس سے محبتیں بڑھتی ہیں۔

بَابُ الْجُلُوسِ وَالنَّوْمِ وَالْمَشْيِ..... بیٹھنے، لیٹنے، سونے اور چلنے کا بیان

اسلام چونکہ کامل ومکمل بلکہ اکمل ضابطۂ حیات ہے اس لئے یہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ کی کفالت کرتا ہے اسی سلسلہ میں اسلام اپنے ماننے والوں کو سونے، جاگنے، چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے کا سلیقہ سکھاتا ہے اگر کوئی شخص معاشرتی زندگی میں پیش آنے والی ان چیزوں میں شریعت سے رہنمائی حاصل نہیں کرے گا تو لامحالہ پھر دیگر اقوام کی تقلید کرنے میں گم ہو کر گمراہ ہو جائیگا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... گوٹھ مار کر بیٹھنا جائز ہے

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِفِنَاءِ الْکَعْبَةِ مُحْتَبِیًا بِیَدَیْہِ. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کے صحن میں ہاتھوں کے ساتھ گوٹ مارے ہوئے بیٹھے دیکھا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: گوٹ مار کر بیٹھنا نشست کا ایک خاص طریقہ ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دونوں زانوں کھڑے کر لئے جاتے ہیں تلوے زمین پر رہتے ہیں اور دونوں ہاتھوں سے پنڈلیوں پر حلقہ باندھ لیتے ہیں اور کولہے خواہ زمین پر ٹکے رہتے ہیں، خواہ اوپر اٹھے رہتے ہیں بسا اوقات پنڈلیوں پر ہاتھوں کے ذریعہ حلقہ باندھنے کی بجائے ان پر کوئی کپڑا لپیٹ کر بیٹھنا بھی منقول ہے۔ بہر حال بیٹھنے کا یہ طریقہ اہل عرب میں بہت رائج تھا اور اکثر وبیشتر وہ لوگ اسی طرح بیٹھا کرتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس طرح بیٹھنا جائز بلکہ مستحب ہے۔

پیر پر پیر رکھ کر لیٹنے کا مسئلہ

(۲) وَعَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِیْمٍ عَنْ عَمِّہٖ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ مُسْتَلْقِیًا وَاضِعًا اِحْدٰی قَدَمَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی. (رواہ البخاری رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن تمیم رضی اللہ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مسجد میں چت لیٹے ہوئے ہیں ایک قدم اپنے دوسرے قدم پر رکھا ہوا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: قدم کو قدم پر رکھ کر لیٹنے سے ستر نہیں کھلتا جبکہ اس طرح لیٹنا کہ پاؤں پر پاؤں رکھا ہوا ہو بسا اوقات ستر کھل جانے کا سبب بن جاتا ہے۔ اس مطلب کے ذریعہ اس حدیث اور ان احادیث کے درمیان مطابقت پیدا ہو جاتی ہے جو آگے آرہی ہے اور جن سے واضح ہوتا ہے کہ پاؤں کو پاؤں پر رکھ کر لیٹنا ممنوع ہے۔ واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح لیٹنا کبھی کبھی ہوتا تھا اور وہ بھی یا تو بیان جواز کی خاطر، یا کچھ دیر آرام کر کے تکان کو دور کرنے کے لئے، ورنہ جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کا تعلق ہے، آپ کسی بھی ایسی جگہ کہ جہاں کچھ لوگ موجود ہوں، چار زانو باوقار اور تواضع وانکسار کے ساتھ بیٹھے رہتے تھے۔

(۳) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّرْفَعَ الرَّجُلُ اِحْدٰی رِجْلَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی وَھُوَ مُسْتَلْقٍ عَلٰی ظَھْرِہٖ (مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ آدمی ایک پاؤں اپنے دوسرے پاؤں پر رکھے جبکہ وہ چت لیٹا ہوا ہو۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: اس حدیث میں ایک خاص طریقہ پر لیٹنے کو منع کر دیا گیا ہے کیونکہ اس میں ستر کھل جاتا ہے وہ طریقہ اس طرح ہے کہ ایک آدمی چت لیٹتا ہے اور ایک ٹانگ کھڑی کر دیتا ہے اور اس کے گھٹنے پر دوسری ٹانگ اور پاؤں رکھ دیتا ہے جس سے نیچے کا پورا علاقہ نظر آنے لگتا ہے آدمی احرام میں ہے ازار بند میں ہے تو اس طرح کرنا منع ہے لیکن اگر اس آدمی نے شلوار پہن رکھی ہو یا ستر کا انتظام ہوا ہو تو پھر اس طرح لیٹنا جائز ہے بہر حال اس حدیث میں ممانعت کی ایک خاص صورت ہے لہٰذا اس کا سابق حدیث سے تعارض نہیں ہے۔

(۴) وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَسْتَلْقِیَنَّ اَحَدُکُمْ ثُمَّ یَضَعُ اِحْدیٰ رِجْلَیْهِ عَلَی الْاُخْریٰ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی ایک چت نہ لیٹے پھر ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تکبر کی چال کا انجام

(۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَمَا رَجُلٌ یَتَبَخْتَرُ فِیْ بُرْدَیْنِ وَقَدْ اَعْجَبَتْهُ نَفْسُهُ خَسِفَ بِهِ الْاَرْض فَهُوَ یَتَجَلْجَلُ فِیْهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ. (رواه مسلم و رواه بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی دو دھاریدار کپڑوں میں تکبر سے چل رہا تھا اس کے نفس نے اس کو عجب میں ڈالا ہوا تھا اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا قیامت تک وہ اس میں دھنسایا جا رہا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: بعض علماء نے اس شخص کو قارون قرار دیا ہے لیکن علامہ نووی اور دیگر شارحین کہتے ہیں کہ یہ قارون کے علاوہ کوئی متکبر شخص تھا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا اسلام سے پہلے کسی دور کے کسی آدمی کا قصہ ہے۔ زمین پر اللہ والوں کے چلنے کا انداز اس طرح ہوتا ہے وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض هونا واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاماً

اَلْفَصْلُ الثَّانِی.... تکیہ لگا کر بیٹھنا مستحب ہے

(۶) عَنْ جَابِرِ بْنِ سُمَرَةَ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُتَّکِئًا عَلٰی وِسَادَةٍ عَلٰی یَسَارِهٖ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے بائیں پہلو پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

گوٹ مار کر بیٹھنے کا ذکر

(۷) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ فِی الْمَسْجِدِ اِحْتَبٰی بِیَدَیْهِ.

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مسجد میں بیٹھتے دونوں ہاتھوں سے گوٹ مارا کرتے، روایت کیا اس کو رزین نے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک منکسرانہ نشست

(۸) وَعَنْ قَیْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ اِنَّهَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ وَهُوَ قَاعِدُ الْقُرْفُصَآءَ قَالَتْ فَلَمَّا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَخَشِّعَ اُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ. (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں دیکھا کہ آپ

قرفصاء (گوٹ مار کر) ہیئت میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فروتنی دیکھی خوف سے ہیبت کے مارے کانپ اٹھی۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "القرفصاء" قاف پر پیش ہے را ساکن ہے فا پر پیش ہے اس کے بعد مد ہے اور پھر ہمزہ ہے فا پر زبر پڑھنا بھی جائز ہے۔ تواضع اور انکساری سے بھرپور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نشست کا نام قرفصاء ہے یہ اس طرز پر بیٹھنا ہے کہ مثلاً ایک آدمی قعدہ کی شکل میں بیٹھ جائے اور گھٹنے زمین پر رکھے اور پاؤں پیچھے ٹیک دے پھر دائیاں ہاتھ بائیں اور بائیاں ہاتھ دائیں بغل میں دبا کر رکھے اور اپنے پیٹ کو رانوں اور گھٹنوں پر جھکا کر ڈال دے اور سر کو زمین کے قریب لے جائے یہ قرفصاء بیٹھنا ہے اس میں عاجزی، تواضع اور انکساری ہے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے استعمال فرمایا۔ "المتخشع" یعنی خشوع خضوع اور انکساری کی یہ صورت جب میں نے دیکھ لی تو میں کانپ اٹھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رعب ودبدبہ دیا تھا اسی لئے آپ نے جتنی تواضع اختیار فرمائی اتنا ہی آپ کا رعب بڑھ گیا اس لئے خاتون ڈر گئی۔ "ارعدت" میں کانپ اٹھی۔ "من الفرق" یہ لفظ جب سمع یسمع سے آجائے تو یہ خوف اور ڈر کے معنی میں ہوتا ہے۔

نماز فجر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست

(۹) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى الْفَجرَ تَرَبَّعَ فِيْ مَجْلِسِهٖ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءَ (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت صبح کی نماز پڑھ لیتے سورج اچھی طرح روشن ہونے تک آپ چار زانو بیٹھے رہتے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: چاشت تک بیٹھنا ثابت ہے تو اس کے ضمن میں چاشت کی نماز بھی ثابت ہوگئی لہٰذا چاشت کی نماز کا انکار کرنا مناسب نہیں ہے۔ "تربع" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار زانوں ہو کر بیٹھتے اور طلوع آفتاب تک انتظار فرماتے جس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مکروہ وقت میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے یہاں یہ بھی ثابت ہوگیا کہ دین اسلام زندہ وتابندہ مذہب ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی کیفیت تک بھی الحمدللہ محفوظ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیٹنے کا طریقہ

(۱۰) وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا عَرَّسَ بِلَيْلٍ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ وَاِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهٗ وَوَضَعَ رَأْسَهٗ كَفِّهٖ. (شرح السنة)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں جب رات کے وقت اترتے دائیں کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح کے قریب اترتے اپنا بازو کھڑا کرتے اور سر مبارک ہتھیلی پر رکھ لیتے۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

تشریح: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سفر کے دوران جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت کسی جگہ پر پڑاؤ ڈالتے اور رات کا کچھ حصہ باقی رہتا تو آپ دائیں کروٹ پر سوجاتے تھے جیسا کہ حضر میں آپ کی عادت تھی لیکن اگر رات کا اکثر حصہ گزر چکا ہوتا اور صبح صادق کا وقت بالکل قریب ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کروٹ پر نہیں سوتے تھے بلکہ دائیں ہاتھ اور بازو کو کھڑا کرتے اور اس کی ہتھیلی پر سر مبارک رکھتے اور کچھ آرام فرماتے اس کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ صبح صادق قریب ہوتی تھی تو آپ گہری نیند سونے سے بچنے کی کوشش فرماتے تا کہ فجر کی نماز فوت نہ ہوجائے اس لئے ہتھیلی پر سر رکھ کر کچھ ستانے اور آرام لینے کی کوشش فرماتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی آخر الزمان فجر کی نماز کیلئے کتنا اہتمام فرماتے اور آج کل مسلمان کتنی غفلت برت رہے ہیں ہزاروں میں ایک آدمی مشکل سے ایسا ملے گا جو رات سے اہتمام کرتا ہوگا کہ فجر کی نماز قضاء نہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب لیٹتے تو سر مبارک کو مسجد کی طرف رکھتے

(۱۱) وَعَنْ بَعْضِ آلِ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِمَّا يُوْضَعُ فِيْ قَبْرِهٖ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عِنْدَ رَأْسِهٖ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بعض اولاد سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر اس کپڑے کی مانند تھا جو آپ کی قبر میں رکھا گیا اور مسجد آپ کے سر کے نزدیک ہوتی۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "مما یوضع" یہ صیغہ مضارع کے بجائے وضع ماضی کا صیغہ ہونا چاہیے تھا لیکن راوی نے حکایت بزمانہ حال کی غرض سے مضارع کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ "نحواً" مانند اور مقدار کے معنی میں ہے اس حدیث میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں نیچے بچھانے کیلئے اتنا مختصر کپڑا استعمال فرماتے تھے جتنا کپڑا آپ کی قبر میں بچھایا گیا تھا جو بالکل مختصر تھا اب سوال یہ ہے کہ یہ کپڑا قبر میں کیوں بچھایا گیا تھا اور کس نے بچھایا تھا؟ تو علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرض وفات میں نیچے بچھانے کیلئے ایک چادر استعمال فرماتے تھے جس کو صحابہ نے دیکھا تھا آپ کے غلام شقران نے اسی چادر کو اٹھا کر چپکے سے قبر میں بچھا دیا کہ مبادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اس کو استعمال نہ کرے لیکن صحابہ کرام نے اسے دیکھ لیا اور قبر سے نکال دیا۔ "عند مسجده" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رخ سوتے تھے آپ کا حجرہ مسجد نبوی کے بائیں جانب میں تھا جب آپ اپنے حجرہ میں دائیں کروٹ پر سوتے تھے تو آپ کے سر کے پاس مسجد ہوتی تھی اس بیان سے غرض یہ ہے کہ راوی بتانا چاہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دائیں کروٹ پر سوتے تھے اس حدیث سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ سوتے وقت بیت اللہ کی طرف چہرہ کیا کرو کیونکہ میں نے زندگی بھر ایسا کیا ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ زندگی بھر سوتے وقت قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر نہیں سوئے ہیں آج کل عرب پر تعجب ہے کہ وہ کوشش کرتے ہیں کہ بیت اللہ کی طرف پاؤں پھیلا کر سویا جائے جو ایسا نہیں کرتا اس کو ایسا کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں "ان کان هذا بیت الله فانا عبدالله" اگر یہ بیت اللہ ہے تو میں عبداللہ ہوں پاؤں پھیلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پیٹ کے بل لیٹنا ناپسندیدہ ہے

(۱۲) وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مُضْطَجِعًا عَلٰى بَطْنِهٖ فَقَالَ إِنَّ هٰذِهٖ ضِجْعَةٌ لَا يُحِبُّهَا اللّٰهُ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو پیٹ کے بل لیٹے دیکھا فرمایا اس طرح لیٹنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: "ضجعة" لیٹنے کو ضجعہ کہتے ہیں لیٹنے کی یہ کیفیت اللہ تعالیٰ کے ہاں مبغوض ہے سونے اور لیٹنے کے چار طریقے ہیں۔

پہلا طریقہ چت لیٹنے کا ہے یہ اہل اعتبار کا طریقہ ہے جو آسمان کے نظام کو دیکھ کر عبرت حاصل کرتے ہیں۔ دوسرا طریقہ دائیں کروٹ پر لیٹنے کا ہے یہ عبادت گاروں کا طریقہ ہے اس میں دل لٹکا رہتا ہے تو نیند کچی ہوتی ہے تو عبادت کیلئے اٹھنا آسان ہوتا ہے۔ تیسرا طریقہ بائیں کروٹ پر لیٹنے کا ہے یہ طریقہ آرام کے طلب گاروں کا ہے اس میں دل نیچے دب کر رہ جاتا ہے تو نیند خوب غفلت کے ساتھ آتی ہے۔ چوتھا طریقہ اہل نار کا ہے یہ لوگ پیٹ اور منہ کے بل اوندھا ہو کر لیٹتے ہیں اس حدیث میں اسی طرح لیٹنے کو منع کیا گیا ہے کیونکہ دوزخ میں دوزخی اسی طرح ہونگے۔

(۱۳) وَعَنْ يَعِيْشَ بْنِ طِخْفَةَ بْنِ قَيْسٍ الْغِفَارِيِّ عَنْ أَبِيْهِ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا مُضْطَجِعٌ مِنَ السَّحَرِ عَلٰى بَطْنِيْ إِذَا رَجُلٌ يُحَرِّكُنِيْ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ إِنَّ هٰذِهٖ ضِجْعَةٌ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ فَنَظَرْتُ فَإِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت یعیش بن طخفہ بن قیس غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے اور اس کا باپ اصحاب صفہ میں شامل تھا۔ ایک مرتبہ میں سینہ کے درد کی وجہ سے پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا ایک آدمی نے مجھ کو اپنے پاؤں سے حرکت دی اور کہا اس طرح لیٹنے کو اللہ تعالیٰ بُرا سمجھتا ہے۔ میں نے دیکھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں حضرت طخفہؓ کا وہ عذر نہیں ہوگا جس کی وجہ سے وہ پیٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے اس لئے آپ نے مذکورہ الفاظ ارشاد فرمائے اور اگر یہ کہا جائے کہ ان کا عذر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں تھے تو پھر یہ تاویل لی جائے گی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد احتیاط وتقویٰ کی بناء پر تھا اور یہ ظاہر کرنے کیلئے تھا کہ عام حالات میں بلا کسی عذر کے پیٹ کے بل لیٹنا سخت برا ہے اور اس طرف بھی اشارہ کرنا مقصود تھا کہ اگر سینہ کے درد کا دفاع ہی مقصود تھا تو اس صورت میں بھی یہ ممکن تھا کہ وہ پیروں کو پھیلائے بغیر ٹانگوں کی طرف جھک کر سینے کے دونوں رانوں کو دبا لیتے۔

بغیر دیوار کی چھت پر سونا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے

(۱۴) وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَاتَ عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ لَيْسَ عَلَيْهِ حِجَابٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ حِجَارٌ فَقَدْ بَرِءَ تْ مِنْهُ الذِّمَّةُ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ فِيْ مَعَالِمِ السنن لِلْخَطَابِیْ حِجًی (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایسی چھت پر سوئے جس کا پردہ نہ ہو۔ ایک روایت میں حجار کا لفظ ہے اس سے ذمہ بری ہوا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ خطابی کی معالم السنن میں حجی کا لفظ ہے۔

تشریح: "حجاب" ایک لفظ حجاب ہے جو پردہ کے معنی میں ہے دوسرا لفظ حجار ہے جو پتھر کے معنی میں ہے۔ تیسرا لفظ حجی ہے جو عقل اور رکاوٹ کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس چھت پر چار دیواری یا کوئی منڈیر یا پردہ نہ ہو اور کوئی آدمی رات کو اس پر سوتا ہو تو ایسا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ نیند میں یہ آدمی کروٹیں بدل بدل کر چھت سے گر جائے اور نیچے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مر جائے۔ "الذمة" اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم کے تحفظ کیلئے فرشتے بھی مقرر فرمائے ہیں اور اس تحفظ کے راستے اور طریقے بھی بتائے ہیں اور شریعت نے اس کی تعلیم بھی دی ہے اب جب کوئی شخص ان تمام طریقوں کو نظر انداز کرتا ہے تو شریعت کے تحفظ کی ذمہ داری بھی اٹھ جاتی ہے اب یہ شخص اپنے آپ کو ملامت کرے اپنے گرنے کی نسبت کسی اور کی طرف نہ کرے نہ یہ الزام لگائے کہ میں مسلمان تھا اسلام نے اس مقام پر میری رہنمائی نہیں کی۔

(۱۵) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّنَامَ الرَّجُلُ عَلٰى سَطْحٍ لَيْسَ بِمَحْجُوْرٍ عَلَيْهِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے جس کا پردہ نہ ہو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

حلقہ کے درمیان بیٹھنے والے پر لعنت

(۱۶) وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ مَلْعُوْنٌ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ (ترمذی و ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو ملعون کہا ہے جو حلقہ کے درمیان بیٹھتا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے۔

تشریح: اس حدیث کے محمول کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں ایک تو یہ کہ مثلاً کسی جگہ لوگ حلقہ بنائے بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور بجائے اس کے کہ وہ جہاں جگہ دیکھتا وہیں بیٹھ جاتا لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا درمیان میں جا کر بیٹھ گیا چنانچہ ایسے شخص کو ملعون کہا گیا ہے دوسرے یہ کہ کوئی شخص کچھ لوگوں کے حلقہ کے درمیان اس طرح بیٹھ گیا کہ ان میں سے بعضوں کے چہرے ایک دوسرے سے چھپ گئے اور انہوں نے آپس میں

ایک دوسرے کے چہرے نہ دیکھ سکنے سے اور اپنے درمیان خلل پڑ جانے کی وجہ سے اس شخص کو تکلیف وضرر کا باعث محسوس کیا لہٰذا ایسا شخص مذکورہ حدیث کا محمول ہے اور تیسرے یہ کہ اس حدیث کا تعلق اس شخص سے ہے جو مسخرا پن کرنے کے لئے حلقہ کے بیچ میں جا کر بیٹھ جائے تا کہ لوگوں کو ہنسائے۔

مجلس ایسی جگہ منعقد کرنی چاہئے جو فراخ وکشادہ ہو

(۱۷) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ الْمَجَالِسِ اَوْسَعُهَا. (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین مجالس وہ ہیں جو کشادہ ہوں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مجلس وعظ ونصیحت منعقد کرنی ہو یا کسی بھی مباح تقریب کے موقع پر کسی جگہ لوگوں کو جمع کرنا ہو تو اس مقصد کے لئے ایسی جگہ اختیار کرنی چاہیے جو کشادہ وفراخ ہو تا کہ لوگوں کو بیٹھنے میں تنگی نہ ہو اور وہ تکلیف میں مبتلا نہ ہوں۔

مجلس میں الگ الگ نہ بیٹھو

(۱۸) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ جُلُوْسٌ فَقَالَ مَالِیْ اَرٰکُمْ عِزِیْنَ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم متفرق کیوں بیٹھے ہو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: "عزین" عزۃ کی جمع ہے لوگوں کی جماعت کو کہتے ہیں یہاں الگ الگ جماعتیں مراد ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ تعلیم دیدی ہے کہ اتحاد واتفاق اور محبت ویگانگت کا تقاضا یہ ہے کہ جب کسی نشست میں بیٹھنا ہو تو ایک ساتھ بیٹھا کرو علیحدہ علیحدہ بیٹھنے سے وحشت اور بیگانگی میں اضافہ ہوگا جبکہ مسلمانوں کی صفت قرآن میں کانھم بنیان مرصوص مذکور ہے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الگ الگ ٹکڑیوں میں بیٹھنے کے بجائے ایک ساتھ بیٹھا کرو۔

اس طرح نہ لیٹو کہ جسم کا کچھ حصہ دھوپ میں رہے اور کچھ سایہ میں

(۱۹) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَانَ اَحَدُکُمْ فِی الْفَیْءِ فَقَلَصَ عَنْهُ الظِّلُّ فَصَارَ بَعْضُهٗ فِی الشَّمْسِ وَبَعْضُهٗ فِی الظِّلِّ فَلْیَقُمْ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْهُ قَالَ اِذَا کَانَ اَحَدُکُمْ فِی الْفَیْءِ فَقَلَصَ عَنْهُ فَلْیَقُمْ فَاِنَّهٗ مَجْلِسُ الشَّیْطٰنِ هٰکَذَا رَوَاهُ مَعْمَرٌ مَوْقُوْفًا.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے اگر کوئی سایہ میں بیٹھا ہو اور سایہ اس سے اٹھ جائے اس کا کچھ حصہ دھوپ میں اور کچھ سایہ میں ہو جائے اس کو کھڑا ہو جانا چاہیے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ شرح السنہ میں ابو ہریرہ سے مروی ہے جس وقت تم میں سے کوئی شخص سایہ میں بیٹھا ہوا ہو وہ اس سے سمٹ جائے اس کو کھڑا ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ وہ شیطان کی مجلس ہوتی ہے۔ اس طرح روایت کیا اسکو معمر نے موقوف۔

تشریح: "مجلس الشیطان" اس روایت میں وفی شرح السنۃ سے آخر تک یہ کلام حضرت ابو ہریرہ کا کلام ہے مرفوع حدیث نہیں ہے لیکن اس جیسے خلاف العقل مسائل میں جب موقوف روایت آتی ہے تو مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے بہر حال حضرت ابو ہریرہ کے کلام "انہ مجلس الشیطان" کا ایک مطلب یہ ہے کہ واقعی شیطان ایسی جگہ بیٹھتا ہے تو یہ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہوگئی پھر شیطان بے کار نابکار ایسی جگہ میں کیوں بیٹھتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان کا کونسا کام اچھا ہے؟ "اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی ہے"

اس جملہ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ شیطان ایسی جگہ میں بیٹھنے سے خوش ہوتا ہے کہ جس جگہ میں بیٹھنے سے انسان کو تکلیف ہوگی اور ان کی صحت خراب ہوگی کیونکہ آدھا بدن گرم ہوکر خون دوڑنے لگے گا اور آدھا بدن ٹھنڈا منجمد ہوگا اس سے بدن کی صحت پر اثر پڑے گا اور شیطان یہی چاہتا ہے اور اسی سے خوش ہو جاتا ہے۔

عورتوں کو راستے کے کنارے پر چلنے کا حکم

(۲۰) وَعَنْ اَبِی اُسَیْدِ نِ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ وَهُوَ خَارِجٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَاخْتَلَطَ الرِّجَالُ مَعَ النِّسَاءِ فِی الطَّرِیْقِ فَقَالَ لِلنِّسَاءِ اِسْتَاْخِرْنَ فَاِنَّهٗ لَیْسَ لَكُنَّ اَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِیْقَ عَلَیْكُنَّ بِحَافَّاتِ الطَّرِیْقِ فَكَانَتِ الْمَرْءَةُ تَلْصَقُ بِالْجِدَارِ حَتّٰی اَنَّ ثَوْبَهَا لَیَتَعَلَّقُ بِالْجِدَارِ.(رواہ سنن ابو دائود والبیقھی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابو اُسید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر نکلے راستہ میں مرد اور عورتیں آپس میں مل گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ تمہیں راستہ کے درمیان نہیں چلنا چاہیے راستہ کے کناروں کو لازم پکڑو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم فرمایا عورتیں دیوار کے بالکل ساتھ لگ کر چلنے لگیں ان کے کپڑے دیوار کے ساتھ اٹک جاتے تھے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: عورتوں کی شرافت اور حشمت وعظمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ گھر کی رانی اور چھپا ہوا خزانہ ہو جو گھر میں ہو لیکن اگر کسی شرعی مجبوری سے ان کو کھلے راستے میں چلنے کی ضرورت پڑ جائے تو شریعت کا حکم ہے کہ عورتیں مردوں کے کندھوں سے کندھے ملا کر جھوم جھوم کر نہ چلیں بلکہ ان کو انتہائی عاجزی اور شرافت وعظمت کے ساتھ جھک جھک کر راستے کے کنارے چلنا چاہیے اور سر پر بڑی اوڑھنی ڈالنی چاہیے اس سے ہر مفسد کے دل پر ان باعظمت خواتین کا رعب اور دبدبہ پڑے گا۔ بہر حال اسلام نے عورتوں کو بڑا مقام دیا ہے لیکن ان کو مردوں سے تمام شعبوں میں پیچھے رکھا ہے اسی کا حصہ ہے کہ راستے کے بیچ میں ان کو نہیں چلنا چاہیے بیچ میں چلنے کا حق مردوں کو حاصل ہے۔

عورتوں کے درمیان نہ چلو

(۲۱) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ یَّمْشِیَ یَعْنِی الرَّجُلُ بَیْنَ الْمَرْاَتَیْنِ.(رواہ ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ آدمی دو عورتوں کے درمیان چلے۔(ابوداؤد)

تشریح: لفظ ''یعنی'' راوی کا اپنا قول ہے جس سے الفاظ حدیث کی وضاحت مقصود ہے گویا راوی نے یہ بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''یمشی'' کا فاعل الرجل مراد لیا ہے حاصل یہ کہ لفظ الرجل حدیث کے اصل متن کا جزء نہیں ہے بلکہ اس کو کسی راوی نے بطور وضاحت نقل کیا ہے اس طرح روایت کے درمیان یہ عبارت یعنی الرجل گویا جملہ معترضہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو عورتوں کے درمیان چلنے سے اس لئے منع فرمایا کہ مرد وعورت کا اختلاط نہ صرف یہ کہ مختلف قسم کی برائیوں کے فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہے بلکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو شرم وحیا اور سنجیدگی ومتانت کے تقاضوں کے خلاف سمجھا گیا ہے۔ واضح رہے کہ جس طرح عورتوں کے درمیان چلنا منع ہے اسی طرح راستہ میں کسی عورت کے ساتھ بھی چلنا منع ہے بشرطیکہ اس کی وجہ سے کسی فتنہ میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہو۔

مجلس میں جہاں جگہ دیکھو وہاں بیٹھ جاؤ

(۲۲) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنَّا اِذَا اَتَیْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ اَحَدُنَا حَیْثُ یَنْتَهِیْ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَذُكِرَ حَدِیْثَا عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فِیْ بَابِ الْقِیَامِ وَسَنَذْكُرُ حَدِیْثَیْ عَلِیٍّ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ بَابِ اَسْمَآءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَصِفَاتِهٖ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی.

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی دو حدیثیں باب القیام میں گذر چکی ہیں اور ہم علی رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دو حدیثیں باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصفاتہ میں بیان کریں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

تشریح: ''حیث ینتھی'' یعنی مجلس جہاں ختم ہو رہی ہے اس کے آخری کنارے میں جگہ موجود ہے تو اسی میں بیٹھو یہ نہیں کہ اچھی جگہ کی تلاش میں لوگوں کے سروں کو پھلانگ کر آگے بڑھو اور لوگوں کی گالیاں اور بد دعائیں سنو۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ.... بیٹھنے کا ایک ممنوع طریقہ

(۲۳) عَنْ عَمْرِو بْنِ الشُّرِيْدِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَرَّبِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا جَالِسٌ هٰكَذَا وَقَدْ وَضَعْتُ يَدِيَ الْيُسْرٰى خَلْفَ ظَهْرِيْ وَاَتَّكَأْتُ عَلٰى اَلْيَةِ يَدِيْ فَقَالَ اَتَقْعُدُ قِعْدَةَ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عمر بن شرید رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گذرے میں اپنے بائیں ہاتھ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے کیے اس پر ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ان لوگوں کی طرح بیٹھتا ہے جس پر غضب کیا گیا ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: ''جن پر خدا کا غضب نازل ہوا ہے'' سے مراد یہودی ہیں' یہاں یہودیوں کا صراحت کے ساتھ ذکر کرنے کے بجائے مغضوب علیہم کے ذریعہ ان کی طرف اشارہ کرنے کی ایک وجہ تو' اس بات سے آگاہ کرنا ہے کہ اس ہیئت پر بیٹھنا ان چیزوں میں سے ہے جن کو حق تعالیٰ دشمن رکھتا ہے اور دوسرے یہ کہ مسلمان چونکہ ایک ایسی امت کا فرد ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت ونعمت فرمائی ہے اس لئے اس کو چاہیے کہ وہ ان لوگوں کی مشابہت اختیار نہ کرے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا غضب نازل کیا ہے اور ان کو ملعون قرار دیا ہے۔ واضح رہے کہ قرآن کریم کی سورۃ فاتحہ میں مغضوب علیہم کے ذریعہ جن لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان سے بھی یہی یہود مراد ہیں۔ بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ حدیث میں مغضوب علیہم کا لفظ اپنے وسیع وعام مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے' یعنی اس سے تمام کافر اور وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے بیٹھنے چلنے اور دیگر افعال میں غرور وتکبر کا اظہار کرتے ہیں۔

پیٹ کے بل لیٹنا دوزخیوں کا طریقہ ہے

(۲۴) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍ قَالَ مَرَّبِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مُضْطَجِعٌ عَلٰى بَطْنِيْ فَرَكَضَنِيْ بِرِجْلِهٖ وَقَالَ يَا جُنْدُبُ اِنَّمَا هِيَ ضِجْعَةُ اَهْلِ النَّارِ. (رواہ ابن ماجۃ)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گذرے میں پیٹ کے بل لیٹا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاؤں کے ساتھ مجھے ٹھوکر لگائی فرمایا اے جندب اس طرح دوزخی لیٹتے ہیں۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

تشریح: جندب حضرت ابوذرؓ کا اصل نام ہے' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ان کو کنیت کے بجائے اصل نام سے مخاطب فرمایا۔

''اس طرح لیٹنا دوزخیوں کا طریقہ'' کے بارے میں دو احتمال ہیں' ایک تو یہ کہ اس ارشاد گرامی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ اس دنیا میں کفار وفجار اسی طرح لیٹنے کی عادت رکھتے ہیں' دوسرے یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ اس طرف اشارہ فرمایا کہ کفار وفجار دوزخ میں جس ہیئت پر پٹائے جائیں گے وہ یہی ہیئت ہوگی یعنی پیٹ کے بل......

بَابُ الْعُطَاسِ وَالتَّثَاؤُبِ... چھینکنے اور جمائی لینے کا بیان

العطاس چھینک کو کہتے ہیں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے چھینک لی ہے چنانچہ آپ کے بدن میں جب روح ڈالی گئی تو آپ نے چھینک لی اس پر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ الحمد للہ کہو جب حضرت آدم نے الحمد للہ کہہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا' یرحمک اللہ یا آدم ''

چھینکنا انسان کیلئے صحت کی علامت ہوتی ہے دماغ کی کدورت اس سے ختم ہو جاتی ہے جسم خوش اور چست ہو جاتا ہے ثقل دماغ اور بوجھ اتر جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو حکم دیا گیا ہے کہ شکر کے طور پر الحمد للہ پڑھ لے اور جو شخص اس کو سنے اس پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ "یرحمک اللہ" کہہ دے اس کے بعد چھینکنے والے کیلئے مستحب ہے کہ وہ "یھدیکم اللہ ویصلح بالکم" سے ان کو دعا دے اگر چھینکنے والے نے الحمد للہ نہیں پڑھا یا آہستہ پڑھا کہ کسی نے نہیں سنا تو جواب دینا کسی پر واجب نہیں ہوگا یعنی یہ ضروری نہیں کہ یرحمک اللہ کہہ دے۔

اگر چھینکنے والے کے جواب میں پوری جماعت میں سے ایک آدمی نے یرحمک اللہ کہہ دیا تو سب کی طرف سے یہ کافی ہے اگر چھینکنے والا بار بار چھینکتا ہے تو وہ زکام اور بیماری میں مبتلا ہوگا لہٰذا ہر بار جواب دینا کسی پر لازم نہیں ہے بعض روایات میں الحمد للہ علی کل حال کے الفاظ آئے ہیں یہ زیادہ بہتر الفاظ ہیں اور عام فہم اور آسان ہیں اسلام چونکہ کامل و مکمل بلکہ اکمل ضابطۂ حیات ہے اس لئے وہ مسلمانوں کے تمام مسائل کا حل پیش کرتا ہے "والتثائوب" جمائی لینے کو کہتے ہیں اس کے مسائل بھی آرہے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ..... جمائی کا آنا شیطانی اثر ہے

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ یَحِبُّ الْعُطَاسَ وَیَکْرُهُ التَّثَاؤُبَ فَاِذَا عَطَسَ اَحَدُکُمْ وَحَمِدَ اللّٰهَ کَانَ حَقًّا عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ اَنْ یَّقُوْلَ لَهُ یَرْحَمُکَ اللّٰهُ فَاَمَّا التَّثَاؤُبُ فَاِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّیْطَانِ فَاِذَا تَشَآءَ بَ اَحَدُکُمْ فَلْیَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا تَثَاءَ بَ ضَحِکَ مِنْهُ الشَّیْطَانُ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَ فِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ فَاِنَّ اَحَدُکُمْ اِذَا قَالَ هَاضَحِکَ الشَّیْطَانُ مِنْهُ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ چھینکنے کو پسند رکھتا ہے اور جمائی لینے کو برا سمجھتا ہے۔ جس وقت تم میں سے کوئی ایک چھینکے اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے ہر سننے والے مسلمان شخص کے لیے ضروری ہے کہ یرحمک اللہ کہے۔ جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہے۔ جس وقت تم میں سے کوئی جمائی لے جہاں تک کہ اس کے لیے ممکن ہے اس کو روکے کیونکہ جس وقت کوئی جمائی لیتا ہے شیطان ہنستا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے تم میں سے کوئی ایک جس وقت ہا کہتا ہے شیطان ہنستا ہے۔

تشریح: "یحب العطاس" یعنی اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتا ہے یہ اس لئے کہ چھینک سے چستی آتی ہے بیداری اور چالاکی پیدا ہوتی ہے جس سے فہم و ادراک بڑھ جاتا ہے پورا جسم ہشاش بشاش ہو جاتا ہے اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور جمائی سے بوجھ و ثقل بڑھ جاتا ہے اونگھ و غفلت اور سستی و بدفہمی بڑھ جاتی ہے اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اور شیطان کو پسند ہے۔ عطاس اور تثاؤب دونوں اپنے انجام اور اپنے نتیجہ کے اعتبار سے پسند یا ناپسند ہیں جمائی کے انجام و ثمرہ کو شیطان پسند کرتا ہے رحمان کو ناپسند ہے اور عطاس کے انجام اور ثمرہ کو رحمان پسند کرتا ہے شیطان کو ناپسند ہے آسیب زدہ آدمی مسلسل جمائی لیتا رہتا ہے۔ "کان حقا" اس لفظ کی وجہ سے علماء کرام نے مختلف رائے قائم کی ہیں کہ آیا چھینک کا جواب فرض ہے یا واجب ہے یا مستحب ہے احناف کے ہاں چھینک کا جواب واجب علی الکفایۃ ہے حنابلہ کا مسلک بھی اسی طرح ہے شوافع کے ہاں چھینکنے والے کا جواب سنت علی الکفایۃ ہے۔ مالکیہ کے ہاں مختلف اقوال ہیں وجوب کا قول بھی ہے اور سنت کا بھی ہے اور مستحب کا بھی ہے۔ غیر مقلدین حضرات کے ایک طبقہ کے نزدیک چھینک کا جواب فرض ہے۔ بہر حال احناف سمیت جمہور علماء کے نزدیک چھینک کا جواب واجب علی الکفایۃ ہے مگر وہ شرط برقرار ہے کہ چھینکنے والا زور سے الحمد للہ کہہ دے۔

جمائی سے متعلق ایک ادب یہ ہے کہ آدمی اپنے ہاتھ کی پشت اپنے منہ پر رکھے یا کوئی کپڑا رکھے تاکہ منہ ڈھک جائے کیونکہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے جمائی کے وقت انسان کی شکل بگڑ جاتی ہے تو شیطان ہنستا ہے اور مذاق اڑاتا ہے کہ اس کی شکل کو دیکھو اس کی وجہ سے میں مردود ٹھہرا ہوں۔

یرحمک اللہ کہنے والے کے جواب میں کیا کہا جائے

(۲) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَطَسَ اَحَدُکُمْ فَلْیَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلْیَقُلْ لَهُ اَخُوْهُ اَوْ صَاحِبُهُ

يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَاِذَا قَالَ لَهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَلْيَقُلْ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم میں سے کوئی شخص چھینکے الحمد لله کہے اس کا بھائی یا ساتھی اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہے۔ جب وہ اسے یرحمک الله کہے وہ یهدیکم الله ویصلح بالکم کہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

جو چھینکنے والا الحمد للہ نہ کہے وہ جواب کا مستحق نہیں ہوتا

(۳) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَمَّتَ اَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الْاٰخَرَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ شَمَّتَّ هٰذَا وَلَمْ تُشَمِّتْنِىْ قَالَ اِنَّ هٰذَا حَمِدَ اللّٰهَ وَلَمْ تَحْمِدِ اللّٰهَ (رواه مسلم و رواه بخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو شخصوں نے چھینکا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کو جواب دیا اور دوسرے کو جواب نہ دیا اس آدمی نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جواب دیا ہے اور مجھ کو جواب نہیں دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے الحمد للہ کہا ہے اور تو نے نہیں کہا۔ (متفق علیہ)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص چھینکنے کے بعد الحمد للہ نہ کہے وہ اس بات کا مستحق نہیں ہوتا کہ اس کی چھینک کے جواب میں یرحمک اللہ کہا جائے۔ حضرت مکحولؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ کسی شخص نے مسجد کے کسی کونے میں چھینکا، حضرت ابن عمرؓ نے (اس چھینک کی آواز سنی تو) فرمایا کہ یرحمک الله ان کنت حمدت لله یعنی اگر تو نے اللہ کی حمد کی ہے تو تجھ پر اللہ اپنی رحمت نازل کرے۔ شعبیؒ کہتے ہیں کہ اگر تمہارے کان میں دیوار کے پیچھے سے کسی چھینکنے اور الحمد للہ کہنے کی آواز آئے تو اس کو بھی جواب دو یعنی یرحمک اللہ کہو۔

(۴) وَعَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتُوْهُ وَاِنْ لَمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ فَلَا تُشَمِّتُوْهُ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے کہا میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمدلله کہے اس کو جواب دو اگر الحمدلله نہ کہے اسے جواب نہ دو۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

جس آدمی کو لگاتار چھینک آتی رہے اس کے جواب کا مسئلہ

(۵) وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَطَسَ رَجُلٌ عِنْدَهٗ فَقَالَ لَهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ ثُمَّ عَطَسَ اُخْرٰى فَقَالَ الرَّجُلُ مَزْكُوْمٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِىْ رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ اَنَّهٗ قَالَ لَهٗ فِى الثَّالِثَةِ اَنَّهٗ مَزْكُوْمٌ.

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے ایک شخص سے سنا ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھینکا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یرحمک اللہ کہا اس نے دوبارہ چھینکا آپ نے فرمایا اسے زکام ہے روایت کیا اس کو مسلم نے۔ ترمذی کی ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار فرمایا اسے زکام ہے۔

جب جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھ لو

(۶) وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهٖ عَلٰى فَمِهٖ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم میں سے کوئی ایک جمائی لے

منہ پر ہاتھ رکھ لے کیونکہ منہ میں شیطان داخل ہو جاتا ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: منہ میں شیطان کے گھسنے سے مراد یا تو حقیقۃً گھسنا ہے یا یہ مراد ہے کہ جو شخص جمائی کے وقت اپنے منہ کو بند نہیں رکھتا شیطان اس پر اثر انداز ہونے اور اس کو وساوس واوہام میں مبتلا کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِي.... چھینکتے وقت چہرہ پر ہاتھ رکھ لینا چاہئے

(۷) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا عَطَسَ غَطّٰى وَجْهَهٗ بِيَدِهٖ اَوْثَوْبِهٖ وَغَضَّ بِهَا صَوْتَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت چھینک لیتے اپنے ہاتھ یا کپڑے کے ساتھ چہرہ ڈھانپ لیتے اور اپنی آواز پست کرتے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور ابوداؤد نے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: چھینکنے کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ منہ اور چہرہ کو آدمی ڈھانک لے تاکہ خراب شکل نظر نہ آئے اور آواز جتنا کم ہو سکتی ہے اتنا کم کی جائے۔ بعض آدمی بڑے اخلاص سے آواز میں اتنا بڑا دھما کہ پیدا کرتا ہے کہ پاس والے گھبرا جاتے ہیں دو سال پہلے حرمین میں ایک آدمی آیا تھا وہ اتنے زور سے چھینک مارتا تھا کہ حرم مکہ کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک بلند آواز جاتی تھی اور لوگ دیکھنے لگ جاتے کہ کوئی واقعہ ہوا میں نے خود بار بار اس شخص کی آواز سنی ہے اس طرح نہیں کرنا چاہیے۔

یرحمک اللہ کہنے والے کے حق میں دعا

(۸) وَعَنْ اَبِي اَيُّوْبَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَلْيَقُلِ الَّذِيْ يَرُدُّ عَلَيْهِ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَلْيَقُلْ هُوَيَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ. (رواه الترمذى و الدارمى)

ترجمہ: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم میں سے کوئی چھینک لے کہے الحمد للہ علی کل حال جواب دینے والا شخص کہے یرحمک اللہ اور چھینکنے والا کہے یھدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ ترمذی نے اور دارمی نے۔

یہودیوں کی چھینک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب

(۹) وَعَنْ اَبِي مُوْسٰى قَالَ كَانَ الْيَهُوْدُ يَتَعَاطَسُوْنَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُوْنَ اَنْ يَّقُوْلَ لَهُمْ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ. (رواه الترمذى و ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر چھینکتے وہ امید رکھتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یرحمک اللہ کہیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یھدیکم اللہ ویصلح بالکم جواب میں فرماتے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے)

تشریح: یہود ایک منصوبہ ساز قوم ہے ان کا منصوبہ یہ تھا کہ اسلام قبول کئے بغیر ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق بن جائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس کا اعلان ہو اس لئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بار بار چھینک مارتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یرحمک اللہ کے انتظار میں رہتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ان کو ہدایت کی دعا فرمائی لیکن ایمان سے پہلے ان کو رحمت کی دعا نہ فرمائی "یھدیکم اللہ" فرماتے تھے۔

چھینک کے وقت سلام

(۱۰) وَعَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ قَالَ كُنَّا مَعَ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ فَعَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ لَهٗ سَالِمٌ

وَعَلَيْکَ وَعَلٰى اُمِّکَ فَكَاَنَّ الرَّجُلَ وَجدَ فِي نَفْسِهٖ فَقَالَ اَمَا اِنِّي لَمْ اَقُلْ اِلَّا مَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْکَ وَعَلٰى اُمِّکَ اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلْيَقُلْ لَهٗ مَنْ يَّرُدُّ عَلَيْهِ يَرْحَمُکَ اللّٰهُ وَلْيَقُلْ يَغْفِرُ اللّٰهُ لِيْ وَلَكُمْ. (رواه الترمذی و ابوداود)

ترجمہ: حضرت ہلال بن یساف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ہم سالم بن عبیدہ کے پاس تھے لوگوں میں سے ایک آدمی نے چھینک لی اور السلام علیکم کہا سالم نے کہا تجھ پر اور تیری ماں پر سلام ہو۔ وہ اپنے دل میں ناراض ہوا سالم نے کہا میں نے وہی بات کہی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی نے چھینک لی اور السلام علیکم کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا **علیک وعلی امک**۔ جس وقت کسی کو چھینک آئے وہ **الحمد لله رب العلمین** کہے۔ جواب دینے والا **یرحمک الله** کہے اور چھینکنے والا اس کے جواب میں **یغفر الله لی ولکم** کہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے)

تشریح: "**وجد فی نفسه**" وجد موجدۃ سے سخت غصہ ہونے کے معنی میں ہے غصہ ہونے والا یہ شخص صحابی نہیں تھا بلکہ تابعی تھا اس بچارے نے مجلس میں چھینک مارنے پر کہا "**السلام علیکم**" اس کے جواب میں سالم بن عبید صحابی نے کہا **وعلیک وعلی امک السلام**۔ اس طرز سلام میں اس شخص کی ماں کا ذکر مجلس میں آ گیا اس لئے یہ غصہ ہوئے صحابی نے اس کے غصہ کو محسوس کیا تو پھر بتا دیا کہ آپ ناراض نہ ہوں میں نے جو طریقہ اختیار کیا ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک شخص کے بارے میں اختیار فرمایا تھا میں نے سنت پر عمل کیا۔

سوال:۔ اب یہاں یہ سوال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھینک مارنے والے شخص کی غلطی پر اس کی ماں کو کیوں یاد فرمایا؟

جواب:۔ اس سوال کے دو جواب ہیں، پہلا جواب یہ ہے کہ اس شخص نے سلام کو بے موقع اور بے محل استعمال کیا تو یہ ایسا ہی ہوا کہ گویا کوئی شخص مخاطب کے بجائے اس کی ماں کو سلام کا جواب دیدے۔ جس طرح وہ بے موقع اور بے محل ہوگا اسی طرح چھینک کے جواب میں السلام علیکم بے موقع اور بے محل ہوگا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کر دیا کہ یہ جو کچھ تجھ سے سرزد ہوا ہے یہ تیرا قصور نہیں ہے بلکہ تیری ماں کا قصور ہے کہ اس نے تجھے صحیح تعلیم نہیں دی اور تیری صحیح تربیت نہیں کی اس لئے تم ان آداب سے محروم رہ گئے لہٰذا اصل شاباش تمہاری ماں کو ہے۔ اس حدیث سے امت کو یہ تعلیم حاصل ہوگئی کہ شریعت کی اصطلاحات اور اطلاقات کو بے جا اور بے محل استعمال کرنا جائز نہیں ہے جو حکم جس مقام کیلئے ہو اسی میں استعمال کرنا چاہیے دوسری یہ تعلیم بھی حاصل ہوگئی کہ شریعت کے وضع کردہ الفاظ کے بجائے دوسرے الفاظ کو استعمال کرنا جائز نہیں اگرچہ اس کا معنی بہت اچھا ہو۔

لگاتار تین بار سے زائد چھینکنے والے کو جواب دینا ضروری نہیں ہے

(۱۱) وَعَنْ عُبَيْدِبْنِ رِفَاعَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَمِّتِ الْعَاطِسَ ثَلَاثًا فَمَا زَادَ فَاِنْ شِئْتَ فَشَمِّتْهُ وَاِنْ شِئْتَ فَلَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت عبید بن رفاعہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھینک لینے والے کو تین مرتبہ تک جواب دو اگر اسے زیادہ چھینکیں آئیں اگر چاہے جواب دے اگر چاہے نہ دے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

(۱۲) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ شَمِّتْ اَخَاکَ ثَلٰثًا فَاِنْ زَادَ فَهُوَ زُكَامٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا اَنَّهٗ رَفَعَ الْحَدِيْثَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا اپنے بھائی کی چھینک کا تین مرتبہ جواب دو اگر زیادہ چھینکے اسے زکام ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور کہا میرے خیال میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک حدیث مرفوع کی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ... چھینک آنے پر الحمد کیساتھ صلوٰۃ وسلام کے الفاظ ملانا غیر مستحب ہے

(۱۳) عَنْ نَافِعٍ اَنَّ رَجُلًا عَطَسَ اِلٰی جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَاَنَا اَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَیْسَ هٰکَذَا عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَقُوْلَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَیْسَ هٰکَذَا عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَقُوْلَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ.

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی نے چھینک لی اور اس نے کہا الحمدلله و السلام علی رسول الله ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں بھی کہتا ہوں کہ الحمد لله و السلام علیٰ رسول الله لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس طرح تعلیم نہیں دی بلکہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہم کہیں الحمد لله علی کل حال روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث میں بھی وہی بات مذکور ہے جو اوپر لکھی گئی ہے کہ شریعت کے وضع کردہ اصطلاحات اور اطلاقات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے اگرچہ کوئی شخص اپنی طرف سے بہت ہی اچھے جملے بنا کر پڑھ رہا ہو لیکن یہ رائج سکہ نہیں ہے اس پر شریعت کا ٹھپہ نہیں لگا ہے' لہٰذا اس کا کوئی اعتبار نہیں اب یہاں دیکھئے اس شخص نے درود پڑھا جو اچھے جملے ہیں لیکن بے محل ہونے کی وجہ سے حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ یہ اچھے جملے تو میں بھی کہتا ہوں اور جائز بھی ہے لیکن اس وقت اس کا موقع ومحل نہیں ہے بلکہ یہ بے محل ہے اس لئے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اس بے موقع عمل پر آج کل بدعتی حضرات کے بعض اعمال بھی قیاس کئے جاسکتے ہیں جیسے وہ جمعہ کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر درود پڑھتے ہیں اذان سے پہلے درود پڑھتے ہیں اور الفاظ بھی درود کے نہیں ہوتے ہیں تو درود تو اچھا عمل ہے لیکن اس کے لئے ایک موقع محل ہے روضۂ اطہر پر جا کر خطاب کے الفاظ کے ساتھ درود ہوتا ہے مگر یہ حضرات روضۂ اطہر کے بجائے گلگت اور خنجراب سے وہ الفاظ پڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور جو لوگ ان کا ساتھ نہیں دیتے تو کہتے ہیں یہ دشمن رسول ہیں یاد رکھو یہ بدعتی لوگ غلط راستے پر چل پڑے ہیں جس طرح بابا سعدی نے کہا۔

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی　　　کیں راہ کہ تو می روی بترکستان است

بَابُ الضِّحْکِ.... ہنسنے کا بیان

اسلام چونکہ کامل ومکمل بلکہ اکمل ضابطۂ حیات ہے اس لئے اس میں انسانی زندگی کے ہر پہلو اور ہر شعبہ کی کفالت موجود ہے اسی سلسلہ میں انسان کے ہنسنے کے مسائل بیان کئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان میں ہنسنے کا مادہ رکھا ہے لہٰذا ہنسنا منع نہیں ہے بلکہ جائز ہے لیکن اس میں حد اعتدال سے تجاوز کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اس سے چہرہ کی رونق اور وقار ختم ہو کر رہ جاتا ہے اور روحانی اعتبار سے دل مردہ ہو جاتا ہے سب سے اچھا تبسم ہے اور سب سے برا قہقہہ ہے صحابہ کرام خوب ہنستے تھے لیکن ان میں کبھی غفلت نہیں آئی وہ دن کے شہسوار تھے اور رات کے رہبان اور عابد وزاہد درویش تھے' ہنسنے کے باوجود ان کے دلوں میں ایمان ایک پہاڑ کے برابر ہوتا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر ہنسنا تبسم کی صورت میں ہوتا تھا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی

(۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا ضَاحِکًا حَتّٰی اَرٰی مِنْهُ لَهَوَاتِهٖ اِنَّمَا کَانَ یَتَبَسَّمُ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی پوری طرح کھل کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ حلق کا کوا نظر آسکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف مسکراتے تھے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "مستجمعاً" استجماع مکمل طور پر ہنسنے کو کہا گیا ہے جس سے قہقہہ لگانا مراد ہے "لهواته" حلق اور تالو میں جو کوا لٹکا رہتا ہے

اس کو لھوات کہتے ہیں مکمل قہقہہ لگانا ہنسا مراد ہے کہ آپ نے کبھی ایسا نہیں کیا۔

"یتبسم" ہنسنے کے تین اقسام ہیں اگر زور سے ایسا ہنسنا ہو جس سے حلق اور پورا منہ نظر آ جائے تو یہ قہقہہ ہے اور اگر آواز کے ساتھ معمولی ہنسنا ہو تو اس کو ضحک کہتے ہیں اور اگر آواز بالکل نہ ہو صرف سامنے کے دانت کھل جائیں تو یہ تبسم ہے۔

(۲) وَعَنْ جَرِيرٍ قَالَ مَا حَجَبَنِى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَانِى اِلَّا تَبَسَّمَ (رواه بخاری رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا جب سے میں مسلمان ہوا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہیں روکا اور جب بھی آپ مجھ کو دیکھتے تبسم فرماتے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "مجھ کو منع نہیں کیا" سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی مجھ کو اپنے پاس آنے سے روکا نہیں میں جس وقت چاہتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتا' چاہے کوئی خصوصی مجلس ہی کیوں نہ ہوتی' بشرطیکہ مردانہ مجلس ہوتی! یا یہ مراد ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز مانگی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دینے سے انکار کیا ہو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی مانگا اور جو کچھ بھی مانگا وہ مجھے عطاء ہوا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی زبان سے زمانہ جاہلیت کی باتیں سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکرانا

(۳) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُوْمُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِىْ يُصَلِّىْ فِيْهِ الصُّبْحَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ وَكَانُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ فَيَاخُذُوْنَ فِىْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَيَضْحَكُوْنَ وَيَتَبَسَّمُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِىْ رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِىِّ يَتَنَاشَدُوْنَ الشِّعْرَ.

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورج طلوع ہونے تک اپنی نماز کی جگہ سے نہیں اٹھتے تھے جب سورج طلوع ہوتا آپ کھڑے ہوتے صحابہ رضی اللہ عنہم گفتگو کرتے اور جاہلیت کے زمانہ کی باتیں بھی کرنے لگ جاتے اور ہنستے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف مسکراتے رہتے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ ترمذی کی ایک روایت میں ہے شعر پڑھتے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت مسکراتے تھے

(۴) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو مسکراتے نہیں دیکھا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ..... صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہنسنے کا ذکر

(۵) وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ سُئِلَ ابْنَ عُمَرَ هَلْ كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُوْنَ قَالَ نَعَمْ وَالْاِيْمَانُ فِىْ قُلُوْبِهِمْ اَعْظَمُ مِنَ الْجَبَلِ وَقَالَ بِلَالُ بْنُ سَعْدٍ اَدْرَكْتُهُمْ يَتَشَدُّوْنَ بَيْنَ الْاَغْرَاضِ وَيَضْحَكُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ فَاِذَا كَانَ اللَّيْلُ كَانُوْا رُهْبَانًا (رواه فی شرح السنة)

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کیا صحابہ کرام ہنسا کرتے تھے کہا ہاں اور ایمان ان کے دلوں میں پہاڑ سے زیادہ ہوتا تھا۔ بلال بن سعد نے کہا میں نے صحابہ کرام کو دیکھا وہ تیر کے نشانوں کے درمیان دوڑتے تھے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنستے تھے۔ جب رات آتی وہ اللہ سے خوب ڈرتے اور راہب بن جاتے۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

تشریح: "حالانکہ ان کے دلوں میں پہاڑ سے بھی بڑا ایمان تھا" کے ذریعہ اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب ہنسنے مسکرانے کا موقع ہوتا تو وہ ہنسا کرتے تھے لیکن اس طرح نہیں ہنستے تھے جیسے اہل غفلت اور دنیادار لوگ ہنستے ہیں کیونکہ ایسی ہنسی جو حد سے بڑھی ہوئی ہو دل کو غافل کر دیتی ہے اور نور ایمان میں خلل ڈالتی ہے چنانچہ صحابہ ہنسنے کی حالت میں بھی شرعی آداب کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے اور اپنے ایمان کو کامل درجہ پر باقی رکھتے تھے۔

تو وہ اللہ سے بہت زیادہ ڈرنے والے ہو جاتے کا مطلب یہ ہے کہ جب رات آتی تو صحابہ دنیا کے سارے کام کاج اور آرام و راحت چھوڑ کر خدا کی عبادت میں مشغول ہو جاتے اور خوف الٰہی کے غلبہ سے روتے گڑگڑاتے اور مناجات و التجاء میں مصروف رہتے۔

بَابُ الْاِسَامِیْ.... اسماء کا بیان

ناموں کا بیان:۔ اسامی اور اسماء جمع ہے اس کا مفرد اسم ہے نام کو اسم کہتے ہیں اسلام چونکہ کامل و مکمل بلکہ اکمل ضابطۂ حیات ہے اس لئے اس نے مسلمانوں کی ہر سطح پر رہنمائی فرمائی ہے یہاں تک کہ نام رکھنے میں بھی رہنمائی ہے چنانچہ اس باب میں وہ احادیث آئیں گی جن میں اچھے ناموں کے رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے اور برے ناموں سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے یا اسے تبدیل کرنے کی رہنمائی کی گئی ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت پر اپنی کنیت مقرر نہ کرو

(۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوْقِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا اَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّمَا دَعَوْتُ هٰذَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِيْ. (رواہ بخاری و رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بازار میں جا رہے تھے ایک آدمی نے ابو القاسم کہہ کر بلایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا وہ کہنے لگا میں نے اس دوسرے شخص کو بلایا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا نام رکھ لو میری کنیت نہ رکھو۔ (متفق علیہ)

تشریح: "ولا تكتنوا بكنيتي" ایک اسم محضہ ہوتا ہے جو والدین اپنی اولاد کیلئے پیدائش کے وقت رکھتے ہیں ایک لقب ہوتا ہے جو معاشرہ میں لوگ کسی کو دیدیتے ہیں جیسے ولی الدین یا مصلح الدین وغیرہ۔ ایک کنیت ہوتی ہے یہ وہ ہے کہ کوئی شخص مثلاً اپنے بیٹے یا بیٹی یا باپ وغیرہ کے نام سے اپنے آپ کو متعارف اور مشہور کراتا ہے جیسے ابوبکر، ابوذر، ابوحفص، ابن عباس، ابن مسعود۔ اسلام نے کنیت رکھنے کی اجازت دیدی ہے لیکن صحیح احادیث میں یہ بات ملتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابو القاسم تھی اس پر کسی کو کنیت رکھنے کی اجازت نہیں تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے کا نام قاسم تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت انہی کی وجہ سے ابو القاسم تھی۔ اب محل بحث یہ امر ہے کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ تک اس کنیت کے رکھنے کی ممانعت محدود تھی یا یہ ممانعت ہمیشہ کیلئے ہے اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

شوافع کا قول:۔ شوافع اور اہل ظواہر کے ہاں کسی شخص کو ابو القاسم کنیت رکھنا جائز نہیں ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ:۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کیلئے یہ تو جائز نہیں کہ وہ اپنا نام محمد رکھے اور کنیت ابو القاسم رکھے، اگر الگ الگ رکھنا چاہتا ہے تو محمد نام رکھنا بھی جائز ہے اور نام کچھ اور ہو تو ابو القاسم کنیت رکھنا بھی جائز ہے۔

امام مالک کا قول:۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ نام اور کنیت سب جائز ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں آپ کی کنیت رکھنے کی ممانعت تھی اب سب کچھ جائز ہے۔

احناف کا قول:۔ ائمہ احناف نے اس کو راجح قرار دیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آپ کی کنیت پر کنیت رکھنا سخت منع تھا اب اگرچہ اس طرح سخت ممانعت نہیں مگر ایک قسم کی ممانعت اب بھی ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری واضح فیصلہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ راجح اور صحیح یہی

ہے کہ کنیت رکھنے کی یہ ممانعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تک محدود تھی کیونکہ آپ کی حیات میں اس لفظ کے استعمال سے اشتباہ آتا تھا جیسا کہ حدیث میں تفصیل ہے کہ ایک شخص نے پکارا یا ابا القاسم' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز سن لی تو چہرہ انور موڑ کر دیکھا اس شخص نے کہا کہ آپ کو نہیں میں کسی اور شخص کو بلا رہا ہوں جس کی کنیت ابو القاسم ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو القاسم کنیت رکھنے کو منع فرما دیا کیونکہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہو جاتے تھے نیز یہود کی کتابوں میں نبی آخر الزمان کے بارے میں ابو القاسم کی کنیت شاید کافی مشہور تھی اسی لئے یہود آپ کو ابو القاسم ہی کی کنیت سے پکارتے تھے اس اشتباہ کی وجہ سے بھی یہ کنیت ممنوع تھی لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو کنیت کی یہ ممانعت ختم ہو گئی گویا یہاں انتہاء حکم بوجہ انتہاء علت ہو گیا۔

(۲) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمُّوْا بِاِسْمِی وَلَا تَکْتَنُوْا بِکُنْیَتِی فَاِنِّی اِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِمًا اَقْسِمُ بَیْنَکُمْ. (رواہ البخاری و رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا نام رکھ لو اور میری کنیت نہ رکھو۔ مجھے قاسم بنایا گیا ہے کیونکہ میں تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔ (متفق علیہ)

تشریح: "اقسم بینکم" قاسم تقسیم کرنے والے کو کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو کنیت ابو القاسم تھی یہ صرف بیٹے کے نام کی وجہ سے نہ تھی بلکہ آپ کی کچھ صفات اور خصوصیات کی وجہ سے بھی آپ کو ابو القاسم کہا گیا ہے۔ چنانچہ آپ کی صفت تقسیم کی وجہ سے بھی آپ کو ابو القاسم کہا گیا ہے کیونکہ آپ مال غنیمت بھی تقسیم فرماتے تھے اموال صدقات بھی تقسیم فرماتے تھے اور علوم وحی کی تقسیم کی وجہ سے بھی آپ کو ابو القاسم کہا گیا ہے۔ جس طرح فضائل والے شخص کو ابو الفضل کہتے ہیں صفت حرب میں شہرت رکھنے والے شخص کو ابو الحرب کہتے ہیں اسی طرح آنحضرت کی صفت فیاضی اور صفت تقسیم اموال کی وجہ سے ابو القاسم کہا گیا ہے اس حدیث میں آپ کی کنیت کی علت اور سبب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

عبداللہ اور عبدالرحمٰن سب سے بہتر نام ہیں

(۳) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ اَسْمَآءِ کُمْ اِلَی اللّٰہِ عَبْدُاللّٰہِ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ناموں میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے بڑھ کر عبداللہ اور عبدالرحمٰن پسند ہیں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد ہے کہ یہ دونوں نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن انبیاء کے ناموں کے بعد سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں اس اعتبار سے کہا جائے گا کہ یہ دونوں نام اسم محمد سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہیں بلکہ پسندیدگی میں ان دونوں کا درجہ یا تو اسم محمد کے درجہ سے کم ہے یا برابر۔

چند ممنوع نام

(۴) وَعَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُسَمِّیَنَّ غُلَامَکَ یَسَارًا وَّلَا رَبَاحًا وَلَا نَجِیْحًا وَلَا اَفْلَحَ فَاِنَّکَ تَقُوْلُ اَثَمَّ ھُوَ فَلَا یَکُوْنُ فَیَقُوْلُ لَا رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ قَالَ لَا تُسَمِّ غُلَامَکَ رَبَاحًا وَلَا یَسَارًا وَلَا اَفْلَحَ وَلَا نَافِعًا

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے غلاموں کا نام یسار' رباح' نجیح اور افلح نہ رکھو تم پوچھو گے کیا فلاں ہے جواب میں کہا جائے گا نہیں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ ایک روایت میں ہے اپنے غلام کا نام رباح' یسار' افلح اور نافع نہ رکھو۔

تشریح: یسار' یسر سے ہے جس کے معنی فراخی اور تونگری کے ہیں۔ رباح' ربح سے ہے جس کے معنی فائدہ اور نفع کے ہیں' نجیح' نجح سے ہے جس کے معنی فتحمندی یا مطلب یابی کے ہیں' افلح' فلاح سے ہے جس کے معنی کامیابی ونجات کے ہیں اور نافع نفع سے ہے جس کے معنی فائدہ کے ہیں۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کے نام رکھنے ممنوع ہیں کیونکہ مثال کے طور پر اگر کسی شخص نے یسار نام رکھا اور کسی وقت گھر والوں سے پوچھا کہ یہاں یسار ہے؟ گھر والوں نے جواب دیا کہ گھر میں یسار نہیں ہے تو اگر چہ اس صورت میں متعین ذات مراد ہوگی مگر لفظ یسار کے حقیقی معنی کے اعتبار سے مفہوم یہ ہوگا کہ گھر میں فراخی و تونگری نہیں ہے اور اس طرح کہنا برائی کی بات ہے اس پر دوسرے مذکورہ بالا الفاظ کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔

مسلمؒ کی دوسری روایت میں ''نجیح'' کے بجائے ''نافع'' کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ ممانعت کا تعلق محض انہی ناموں سے نہیں ہے بلکہ اور دوسرے نام بھی جو ان الفاظ کے معنی میں ہوں' یہی حکم رکھتے ہیں۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء نے کہا ہے کہ اس طرح کے نام رکھنے مکروہ تنزیہی ہیں نہ کہ مکروہ تحریمی۔

(۵) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَرَادَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّنْهٰی اَنْ یُّسَمّٰی بِیَعْلٰی وَبِبَرَکَةَ وَبِاَفْلَحَ وَبِیَسَارٍ وَبِنَافِعٍ وَبِنَحْوِ ذٰلِکَ ثُمَّ رَاَیْتُهٗ سَکَتَ بَعْدُ عَنْهَا ثُمَّ قُبِضَ وَلَمْ یَنْهَ عَنْ ذٰلِکَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ لوگوں کو روک دیں کہ یعلی' برکت' افلح یسار اور نافع نام نہ رکھیں۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور اس سے منع نہیں کیا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ وہ سابق حکم بعد میں موقوف ہو گیا چونکہ اس میں امت کیلئے بڑا حرج تھا اس لئے بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر خاموشی اختیار کی ورنہ پھر تو عبد اللہ نام رکھنا بھی مشکل ہو جاتا کہ گھر میں اللہ کا بندہ نہیں ہے ان دو قسم کی روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے بلکہ ابتداء اور انتہاء کا فرق ہے ابتداء میں منع کیا گیا آخر میں اجازت دیدی گئی۔

شہنشاہ کا نام ولقب اختیار نہ کرو

(۶) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخْنَی الْاَسْمَآءِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عِنْدَاللّٰهِ رَجُلٌ یُسَمّٰی مَلِکَ الْاَمْلَاکِ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَفِیْ رِوَایَةِ مُسْلِمٍ قَالَ اَغْیَظُ رَجُلٍ عَلَی اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاَخْبَثُ رَجُلٌ کَانَ یُسَمّٰی مَلِکَ الْاَمْلَاکِ لَا مَلِکَ اِلَّا اللّٰهُ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے برا نام اس شخص کا ہے جس کا نام ملک الاملاک (شہنشاہ) رکھا گیا ہے روایت کیا اس کو بخاری نے مسلم کی ایک روایت میں ہے قیامت کے دن اللہ کے ہاں بدترین اور ناخوش ترین وہ شخص ہوگا جس کا نام ملک الاملاک (بادشاہوں کا بادشاہ) ہوگا۔ اللہ کے سوا کوئی بادشاہ نہیں ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی بادشاہ نہیں ہے' چہ جائیکہ کسی کو شہنشاہ یعنی بادشاہوں کا بادشاہ کہا جائے اور وصف شہنشاہیت ایک ایسا وصف ہے جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے کہ اس وصف میں کسی مخلوق کے شریک ہونے کا وہم وگمان بھی نہیں کیا جاسکتا۔

ایسا نام نہ رکھو جس سے نفس کی تعریف ظاہر ہو

(۷) وَعَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَتْ سُمِّیْتُ بَرَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاتُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَهْلِ الْبِرِّ مِنْکُمْ سَمُّوْهَا زَیْنَبَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا میرا نام برہ رکھا گیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی جانوں کو پاک نہ کرو تم میں نیکی والوں کو اللہ خوب جانتا ہے اس کا نام زینب رکھو۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: ''برۃ'' نیکوکار کے معنی میں ہے اس طرح نام رکھنے میں خود بینی اور خود رائی کا احتمال ہے اور اس میں اپنے نفس کیلئے تزکیہ کا دعویٰ

بھی ہے جو مناسب نہیں ہے اس لئے اس نام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرما دیا لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح یسار اور نجیح کی ممانعت تھی پھر اجازت مل گئی اسی طرح برہ کا معاملہ سمجھ لینا چاہیے۔

(۸) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ جُوَيْرِيَةُ اِسْمُهَا بَرَّةَ فَحَوَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْمَهَا جُوَيْرِيَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ اَنْ يُّقَالَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ بَرَّةَ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا جویریہ کا نام برہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر اس کا نام جویریہ رکھ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہا جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم برہ کے ہاں سے نکل آئے ہیں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

برے نام کو بدل دینا مستحب ہے

(۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ بِنْتًا كَانَتْ لِعُمَرَ يُقَالُ لَهَا عَاصِيَةُ فَسَمَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيْلَةَ. (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی کا نام عاصیہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام جمیلہ رکھا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کا دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں کا نام عاصی یا عاصیہ رکھتے تھے اس کے لفظی معنی نافرمان سرکش، متکبر اور خدا اور اس کے دین کا مخالف ہیں، چنانچہ زمانہ اسلام کے ظہور کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کے نام رکھنے کو ناپسند فرمایا اور جس کسی کا نام عاصی یا عاصیہ تھا اس کو بدل کر دوسرا نام رکھ دیا اس سے معلوم ہوا کہ برے ناموں کو بدل دینا مستحب ہے۔

(۱۰) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اُتِيَ بِالْمُنْذِرِ بْنِ اَبِي اُسَيْدٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وُلِدَ فَوَضَعَهُ عَلٰى فَخِذِهٖ فَقَالَ مَا اِسْمُهُ قَالَ فُلَانٌ قَالَ لَا وَلٰكِنْ اِسْمُهُ الْمُنْذِرُ (رواہ البخاری و رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے منذر ابن ابی اسید جس وقت پیدا ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران مبارک پر اس کو بٹھا دیا آپ نے فرمایا اس کا نام فلاں ہے آپ نے فرمایا نہیں اس کا نام منذر ہے۔ (متفق علیہ)

اپنے غلام اور باندی کو میرا بندہ یا میری بندی نہ کو

(۱۱) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ عَبْدِيْ وَاَمَتِيْ كُلُّكُمْ عَبِيْدُ اللّٰهِ وَكُلُّ نِسَآءِكُمْ اِمَاءُ اللّٰهِ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ غُلَامِيْ وَجَارِيَتِيْ وَفَتَايَ وَفَتَاتِيْ وَلَا يَقُلِ الْعَبْدُ رَبِّيْ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ سَيِّدِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِيَقُلْ سَيِّدِيْ وَمَوْلَايَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا يَقُلِ الْعَبْدُ لِسَيِّدِهٖ وَمَوْلَايَ فَاِنَّ مَوْلٰكُمُ اللّٰهُ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اس طرح نہ کہے کہ میرا بندہ یا میری لونڈی ہے تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری سب عورتیں اللہ کی لونڈیاں ہیں۔ بلکہ میرا غلام اور میری لڑکی یا میرا خادم اور میری خادمہ کہے اسی طرح غلام اپنے مالک کو میرا رب نہ کہے بلکہ میرا مالک یا میرا آقا کہے ایک روایت میں ہے میرا آقا یا میرا اسید کہے۔ ایک روایت میں ہے غلام اپنے مالک کو میرا مولا نہ کہے۔ تمہارا مولا اللہ ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: "عبدی" جاہلیت کے دور میں عرب اپنے غلام کو یا عبدی اے میرے بندے کہتے تھے اور لونڈی کو یا امتی اے میری مملوکہ کہتے تھے اس میں ایک انسان کو اپنا بندہ قرار دیا جاتا تھا حالانکہ انسان سارے اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اسی طرح امۃ مملوکہ کے معنی میں لیتے تھے حالانکہ حقیقی ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے اس لئے یہ الفاظ موہم شرک بنتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرما دی۔

اب سوال یہ ہے کہ عبد اور امۃ کا اطلاق قرآن میں موجود ہے من عبادکم و امائکم تو اس حدیث میں ممانعت کیسے کی گئی ہے؟ اس کا

جواب یہ ہے کہ ممانعت اس صورت میں ہے کہ کوئی شخص تکبر وتجبر اور غرور وسرکشی کے طور پر اس طرح اطلاق کرتا ہو اور غلط معنی لیتا ہو گویا عبدی سے اپنا بندہ مراد لیتا ہو کہ میں نے پیدا کیا ہے لیکن اگر کوئی شخص اس طرح نہیں کرتا ہو تو پھر یہ اطلاق جائز ہے جس طرح قرآن وحدیث میں ہے گویا عبد اور امۃ کا ایک مفہوم غلط ہے اس مفہوم میں پکارنا جائز نہیں ہے اور دوسرا مفہوم صحیح ہے اس میں پکارنا جائز ہے۔

اسلام نے جس طرح آقاؤں کی اصلاح فرمائی ہے اسی طرح غلاموں اور لونڈیوں کی بھی اصلاح کی ہے کہ اپنے آقاؤں کو رب یا ربی کہہ کر پکارنا جائز نہیں ہے اس میں بھی وہی بات ہے کہ رب کا ایک مفہوم ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اس صفت اور اس مفہوم میں کسی کو رب کہہ کر پکارنا جائز نہیں ہے لیکن رب کا ایک ایسا مفہوم ہے کہ اس کا اطلاق غیر اللہ پر ہوتا ہے وہ صرف مالک وآقا کے معنی میں ہے اس لئے اس کی اجازت ہے لہٰذا رب کے اطلاق کی نفی بھی ہے اور اثبات بھی ہے۔ اسی طرح لفظ مولیٰ ہے اس کے پانچ معنی آتے ہیں بعض معانی کے اعتبار سے کسی مخلوق کو مولیٰ کہہ کر نہیں پکارا جاسکتا ہے جو خالق ومالک کے معنی میں ہے لیکن بعض معانی کے اعتبار سے غیر اللہ پر اس کا اطلاق ہوسکتا ہے اس لئے نفی واثبات کے الگ الگ مواقع ہیں۔

انگور کو ''کرم'' کہنے کی ممانعت

(۱۲) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْلُوا الْكَرْمُ فَإِنَّ الْكَرْمَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا الْكَرْمَ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا الْعِنَبُ وَالْحَبَلَةُ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا (انگور کو) کرم نہ کہو کرم مومن کا دل ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ مسلم کی ایک روایت میں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کرم نہ کہو بلکہ عنب اور حبلہ کہو۔

عرب کے لوگ انگور کو اس لئے کرم کہتے تھے کہ انگور سے شراب بنتی تھی جو کہ کرام الناس پی لیتے تھے ایک حماسی شاعر کہتا ہے۔

انا محیوک یا سلمی فحیینا وان سقیت کرام الناس فاسقینا

بہرحال کرم کے لفظ میں شراب کا پس منظر پڑا ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اطلاق کو منع فرمادیا کہ ایک نجس چیز جو شراب ہے اس کے مادہ اور مبدء وبنیاد کو کرم کے نام سے کیوں یاد کیا جائے اس لئے آپ نے فرمادیا کہ کرم نہ کہو عنب کہو یا حبلہ کہو انگور کے درخت یا اس کی شاخ یا جڑ کو حبلہ کہتے ہیں۔

زمانہ کو برا نہ کہو

(۱۳) وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَمُّوا عِنَبَ الْكَرْمَ وَلَا تَقُوْلُوْا يَا خَيْبَةَ الدَّهْرِ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انگور کو کرم نہ کہو اور اس طرح نہ کہا کرو اے زمانہ کی نامرادی اللہ تعالیٰ زمانہ ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: زمانہ جاہلیت میں عام طور پر لوگوں کی عادت تھی کہ جب انہیں کوئی تکلیف پہنچتی یا وہ کسی آفت ومصیبت میں مبتلا ہوتے تو یوں کہتے۔ یا خیبة لداھر اور اس لفظ کے ذریعہ گویا وہ زمانہ کو برا کہتے تھے جیسا کہ اب بھی جاہلوں کی عادت ہے کہ وہ بات بات پر زمانہ کو برا کہتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس سے منع فرمایا کیونکہ زمانہ بذات خود کوئی چیز نہیں ہے حالات میں الٹ پھیر اور زمانہ کے انقلابات مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں کہ جس بھلائی وبرائی اور مصیبت وراحت کی نسبت زمانہ کی طرف کی جاتی ہے حقیقت میں وہ خدا کی طرف سے ہوتی ہے اور وہی فاعل حقیقی ہے پس زمانہ کو برا کہنا دراصل اللہ تعالیٰ کو برا کہنا ہے۔

(۱۴) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسُبُّ اَحَدُكُمُ الدَّهْرَ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص زمانہ کو گالی نہ دے اللہ زمانہ پھیرنے والا ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

امتلاء نفس کو ''خباثت نفس'' سے تعبیر نہ کرو

(۱۵) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِي وَلٰكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِي مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِي هُرَيْرَةَ يُؤْذِيْنِي ابْنُ اٰدَمَ فِي بَابِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی یوں نہ کہے میرا نفس پلید ہوا بلکہ یوں کہے میرا نفس ست ہوا (متفق علیہ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کے الفاظ ہیں یوذینی ابن آدم باب الایمان میں گذر چکی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ.... ابوالحکم، کنیت کی ناپسندیدگی

(۱۶) عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِيءٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ لَمَّا وَفَدَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ قَوْمِهِ سَمِعَهُمْ يَكْنُوْنَهُ بِاَبِي الْحَكَمِ فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَكَمُ وَاِلَيْهِ الْحُكْمُ فَلِمَ تُكْنٰى اَبَا الْحَكَمِ قَالَ اِنَّ قَوْمِي اِذَا اخْتَلَفُوْا فِي شَيْءٍ اَتَوْنِي فَحَكَمْتُ بَيْنَهُمْ فَرَضِيَ كِلَا الْفَرِيْقَيْنِ بِحُكْمِي فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحْسَنَ هٰذَا فَمَالَكَ مِنَ الْوَلَدِ قَالَ لِي شُرَيْحٌ وَمُسْلِمٌ وَعَبْدُ اللّٰهِ قَالَ فَمَنْ اَكْبَرُهُمْ قَالَ قُلْتُ شُرَيْحٌ قَالَ فَاَنْتَ اَبُوْ شُرَيْحٍ. (رواه ابوداؤد و سنن نسائی)

ترجمہ: حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی قوم کے وفد میں حاضر ہوا۔ آپ نے سنا کہ میری قوم کے لوگ میری کنیت ابوالحکم پکارتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا فرمایا حکم تو اللہ ہے اور اس کی طرف حکم لوٹتا ہے۔ تیری کنیت ابوالحکم کیوں ہے۔ ہانی نے کہا جس وقت میری قوم میں کوئی اختلاف ہوتا ہے میرے پاس آتے ہیں میں ان میں ایسا فیصلہ کرتا ہوں کہ دونوں فریق راضی ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو بڑی اچھی بات ہے تیرے لڑکے کتنے ہیں۔ کہا شریح، مسلم اور عبداللہ ہیں فرمایا اس میں سے بڑا کون ہے میں نے کہا شریح ہے فرمایا تو ابوشریح ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: ''الحکم'' اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اس شخصیت کی کنیت ابوالحکم تھی جس میں اللہ تعالیٰ کی بے ادبی کا پہلو نکل سکتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنیت کو ناپسند کیا اور اس کو ابوشریح کے نام سے بدل دیا۔ ابوالحکم یعنی حکم کا باپ اور حکم اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پاکستان کے سیاسی لیڈر اور جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب کو ابوالاعلیٰ کہنا بھی منع ہے جس طرح ابوالحکم منع ہے۔

''اجدع'' شیطانی نام ہے

(۱۷) وَعَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ لَقِيْتُ عُمَرَ فَقَالَ مَنْ اَنْتَ قُلْتُ مَسْرُوْقُ بْنُ الْاَجْدَعِ قَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْاَجْدَعُ شَيْطَانٌ. (رواه ابوداؤد و ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا انہوں نے کہا تو کون ہے میں نے کہا مسروق بن اجدع ہوں عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اجدع شیطان کا نام ہے۔ (ابوداؤد اور ابن ماجہ)

تشریح: ''اجدع'' اصل میں اس کو کہتے ہیں جس کے کان، ناک، ہونٹ اور ہاتھ کٹے ہوئے ہوں اور کنایۃً اس نام کا اطلاق اس شخص پر کیا جاتا ہے جس کی کسی بات میں کوئی وزن اور دلیل نہ ہو اسی مناسبت سے ایک شیطان کو اجدع کہا جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت مسروقؒ کے بارے میں پوچھنا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ ارشاد نقل کرنا گویا تفنن طبع کے طور پر تھا اور اس کے ذریعہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود تھا کہ اگر تمہارے والد حیات ہوں تو ان کا یہ نام بدل دو۔

اچھے نام رکھو

(۱۸) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُدْعُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِاَسْمَائِكُمْ وَاَسْمَآءِ اٰبَائِكُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَائَكُمْ (رواه احمد و ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تم اپنے باپوں کے ناموں سے بلائے جاؤ گے سو اپنے نام اچھے رکھا کرو۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد نے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور کنیت دونوں کو ایک ساتھ اختیار کرنے کی ممانعت

(۱۹) وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ يَجْمَعَ اَحَدٌ بَيْنَ اِسْمِهٖ وَكُنْيَتِهٖ وَيُسَمّٰی مُحَمَّدًا اَبَا الْقَاسِمِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص آپ کا نام اور کنیت جمع کرے اور نام محمد ابوالقاسم رکھے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

(۲۰) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمَّيْتُمْ بِاسْمِیْ فَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِیْ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَفِیْ رِوَايَةِ اَبِیْ دَاوُدَ قَالَ مَنْ تَسَمّٰی بِاسْمِیْ فَلَا يَكْتَنِ بِكُنْيَتِیْ وَمَنْ تَكَنّٰی بِكُنْيَتِیْ فَلَا يَتَسَمَّ بِاسْمِیْ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم اپنا نام میرے نام پر رکھو میری کنیت نہ رکھو۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے جو شخص میرے نام پر اپنا نام رکھے میری کنیت نہ رکھے اور جو میری کنیت رکھے نام نہ رکھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور کنیت ایک ساتھ اختیار کرنیکی ممانعت بطور تحریم نہیں ہے

(۲۱) وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ وَلَدْتُ غُلَامًا فَسَمَّيْتُهٗ مُحَمَّدًا وَكُنْيَتُهٗ اَبَا الْقَاسِمِ فَذُكِرَ لِیْ اَنَّكَ تَكْرَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا الَّذِیْ اَحَلَّ اِسْمِیْ وَحَرَّمَ كُنْيَتِیْ اَوْمَا الَّذِیْ حَرَّمَ كُنْيَتِیْ وَاَحَلَّ بِاسْمِیْ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ قَالَ مُحْیُ السُّنَّةِ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے کہا اے اللہ کے رسول میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے اور اس کی کنیت ابوالقاسم رکھی ہے مجھے کہا گیا ہے کہ آپ اس بات کو ناپسند سمجھتے ہیں آپ نے فرمایا میرا نام کس نے حلال کیا ہے اور میری کنیت کس نے حرام کردی ہے یا فرمایا میری کنیت کس نے حرام کی ہے اور میرا نام حلال کیا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور محی السنہ نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

(۲۲) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَأَيْتَ اِنْ وُلِدَلِیْ بَعْدَكَ وَلَدٌ اُسَمِّيْهِ بِاسْمِكَ وَاُكَنِّيْهِ بِكُنْيَتِكَ قَالَ نَعَمْ. (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ فرمائیں اگر آپ کے بعد میرے ہاں لڑکا پیدا ہو میں اس کا نام آپ کے نام پر اور اس کی کنیت آپ کی کنیت پر رکھوں فرمایا ہاں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کنیت

(۲۳) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَنَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَقْلَةٍ كُنْتُ اَجْتَنِيْهَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا

حَدِيْثٌ لَانَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَفِي الْمَصَابِيْحِ صَحَّحَهُ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ساگ کے ساتھ میری کنیت رکھی میں اس کو اکھیڑ تا رہا تھا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا اس حدیث کو ہم اس سند کے سوا نہیں جانتے اور مصابیح میں اس کو صحیح کہا گیا ہے۔

تشریح: جس گھاس اور ساگ کو حضرت انس چنتے تھے اس کا نام حمزہ ہوتا تھا اس لئے آپ کی کنیت ابو حمزہ رکھی گئی اس سے معلوم ہو گیا کہ کنیت رکھنے کیلئے یہ ضروری نہیں کہ اولاد کی وجہ سے ہو بلکہ دیگر اشیاء کی وجہ سے بھی کنیت رکھی جا سکتی ہے البتہ اس کے ساتھ وابستگی اور تعلق ضروری ہے جیسے ابو ہریرہ ابو حمزہ ابو الکلام وغیرہ۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ آدمی بالغ ہو تب اس کی کنیت رکھی جائے بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ ایک چھوٹے بچے کو کنیت سے یاد کیا جائے جیسے ابو عمیر چھوٹا بچہ تھا کہ حضور نے کنیت دیدی۔

جو نام اچھا نہ ہو اور اس کو بدل دو

(۲۴) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُغَيِّرُ الْاِسْمَ الْقَبِيْحَ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم برے نام کو تبدیل کر دیتے تھے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

ایسے نام رکھنے کی ممانعت جو اسماء الٰہی میں سے ہیں

(۲۵) وَعَنْ بَشِيْرِ بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَمِّهٖ اُسَامَةَ بْنِ اَخْدَرِيِّ رَجُلًا يُقَالُ لَهٗ اَصْرَمُ كَانَ فِي النَّفَرِ الَّذِيْنَ اَتَوْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اسْمُكَ قَالَ اَصْرَمُ قَالَ بَلْ اَنْتَ زُرْعَةُ. رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ قَالَ وَغَيَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسم الْعَاصِ وَعَزِيْزٍ وَعَتَلَةَ وَشَيْطَانِ وَالْحَكَمِ وَغُرَابٍ وَحُبَابٍ وَشِهَابٍ وَقَالَ تَرَكْتُ اَسَانِيْدَهَا لِلْاِخْتِصَارِ.

ترجمہ: حضرت بشیر بن ماموں رضی اللہ عنہ اپنے چچا اسامہ بن اخدری سے روایت کرتے ہیں ایک آدمی کا نام اصرم تھا وہ اس جماعت میں شامل تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا نام کیا ہے اس نے کہا اصرم ہے فرمایا تیرا نام زرعہ ہے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاص، عزیز، شیطان، حکم، غراب، حباب، شہاب وغیرہ نام بدل دیئے۔ ابو داؤد رحمہ اللہ نے کہا میں نے اختصار کے پیش نظر سندیں حذف کر دی ہیں۔

تشریح: "اصرم" یہ کاٹنے کے معنی میں ہے جیسا کہ کوئی درخت یا فصل کاٹی جاتی ہے یہ نام اچھا نہیں تھا اس کے بدلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیری نام زرعہ رکھا جو کھیت اور کاشت کو کہتے ہیں۔ عاصی عاص نافرمانی اور سرکشی کے معنی میں ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تبدیل فرما دیا۔ "عزیز" یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے عبد العزیز تو اچھا ہے لیکن صرف عزیز مناسب نہیں نیز اس کے معنی میں تعلّی اور زبردستی ہے جو شان عبدیت کے خلاف ہے۔ "عتلة" غلیظ شدید اور سرکش کو کہتے ہیں مؤمن ایسا نہیں ہوتا۔ "شیطان" برائیوں کی جڑ اور اس کے داعی کا نام شیطان ہے اس لئے اس نام کو رکھنا غلط ہے کیونکہ شیطان یا شط سے بنا ہے جس کے معنی جل جانا اور ہلاک ہونا ہے یا شیطان شطن سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نکلا ہوا ہونا اور بعید ہونا دونوں معنی بیکار ہیں اور خود شیطان بدکردار ہے لہٰذا یہ تمام نام بیکار ہے۔

"حکم" یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے جب آپ نے ابو الحکم کو منع کر دیا تو صرف حکم نام رکھنا تو بطریق اولیٰ ناجائز ہے۔

"غراب" کوے کو غراب کہتے ہیں جو ایک مکروہ پرندہ ہے مردار بھی ہے۔ "حباب" شیطان کا نام ہے اور سانپ کا نام بھی ہے اس لئے بطور نام رکھنا غلط ہے "شہاب" شیطان پر مارے جانے والے ستاروں کو شہاب ثاقب کہتے ہیں اگر اس کی اضافت دین کی طرف ہو جائے جیسے شہاب الدین تو پھر جائز ہے۔

لفظ ''زعموا'' کی برائی

(۲۶) وَعَنْ اَبِی مَسْعُوْدِ نِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ لِاَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ اَوْقَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ لِاَبِیْ مَسْعُوْدٍ مَا سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ زَعَمُوْا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بِئْسَ مَطِیَّةُ الرَّجُلِ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ قَالَ اِنَّ اَبَا عَبْدِاللّٰهِ حُذَیْفَةُ.

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا اس نے ابوعبداللہ سے کہا یا ابوعبداللہ نے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے کہا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زعمو کے متعلق کیا سنا ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آدمی کی بُری سواری ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور کہا ابوعبداللہ حذیفہ کی کنیت ہے۔

تشریح: ''زعموا'' یعنی زعموا کا جو لفظ ہے یہ آدمی کی بدترین سواری ہے۔ اہل لغت نے لکھا ہے کہ زعم کے لفظ کے ساتھ جو قول کیا جائے یہ اس بات اور اس قول کو کہتے ہیں جس میں پورا اعتماد اور اطمینان نہ ہو اگر چہ کبھی کبھی لفظ زعم یقینی بات کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے لیکن عام قاعدہ یہی ہے کہ یہ لفظ شک اور گمان کے موقع پر استعمال ہوتا ہے۔ زیر بحث حدیث میں ایک صحابی نے دوسرے سے پوچھا ہے کہ کیا آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لفظ زعموا کے متعلق سنا ہے صحابی نے جواب دیا کہ ہاں میں نے سنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آدمی کی بدترین سواری ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک آدمی کسی حیلے بہانے سے اپنی منزل تک پہنچنے کیلئے ذرائع استعمال کرتا ہے اسی طرح ایک آدمی جب کسی جھوٹی بات کو پھیلانا چاہتا ہے تو وہ کسی ثبوت یا سند یا کسی کے نام کے بغیر کہتا ہے کہ لوگوں کا اس طرح خیال ہے لوگ اس طرح کہتے ہیں اس طرح بتایا جاتا ہے' کلام کے اس انداز سے آدمی اس لفظ کی آڑ میں بے تحاشہ جھوٹ بولتا اور پھیلاتا ہے آج کل بی بی سی کی خبروں میں جھوٹ تک پہنچنے اور اسے پھیلانے میں سب سے زیادہ اسی لفظ کو استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک جزئی بات اور واقعہ کو قاعدہ کلیہ کی شکل دینے کے لئے اسی لفظ کو بطور پل استعمال کیا جاتا ہے کہ لوگ اس طرح کہتے ہیں لوگوں کا اس طرح خیال ہے یہ عجیب طریقہ ہے کہ کسی جھوٹے آدمی کو کبھی نہیں پکڑا جا سکتا ہے کیونکہ نہ وہ کسی کا نام لیتا ہے اور نہ سند و ثبوت بتاتا ہے اس حدیث کی تعلیم یہ ہے کہ اس طرح بے سر و پا باتوں کو نہیں پھیلانا چاہیے اور بلا تحقیق سنی سنائی باتوں کو نہیں اڑانا چاہیے بلکہ پوری تحقیق اور اعتماد کے ساتھ ٹھوس حقیقت کی بنیاد پر بات آگے پہنچانا چاہیے۔

مشیت میں اللہ اور غیر اللہ کو برابر قرار نہ دو

(۲۷) وَعَنْ حُذَیْفَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا مَاشَآءَ اللّٰهُ وَشَآءَ فُلَانٌ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَآءَ فُلَانٌ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِیْ رِوَایَةٍ مُنْقَطِعًا قَالَ لَا تَقُوْلُوْا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ وَقُوْلُوْا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ (رواه فی شرح السنة)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اس طرح نہ کہا کرو کہ جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے بلکہ کہا کرو جو اللہ چاہے پھر فلاں چاہے روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد نے۔ ایک منقطع روایت میں ہے آپ نے فرمایا اس طرح نہ کہو جو اللہ چاہے اور محمد چاہے بلکہ کہو جو صرف اکیلا اللہ چاہے۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

تشریح: ''وشاء فلان'' یعنی مشیت کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ کسی اور کی مشیت ملانا نہیں چاہیے کہ کوئی کہے کہ اللہ و رسول جو چاہے وہی ہوگا اس طرح ایک جملہ بنا کر ملانا جائز نہیں بلکہ اس طرح فاصلہ کرنا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ چاہے اور پھر فلاں آدمی چاہے' اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی مشیت مقدم ہوگی اور آدمی کی مشیت اس کے تابع ہو جائے گی یہ صورت صحیح ہے لوگ اس طرح باتوں میں بہت غلطیاں کرتے ہیں حالانکہ جس طرح شرک فعلی سے آدمی اجتناب کرتا ہے اسی طرح شرک قولی سے بھی اجتناب کرنا ضروری ہے۔

کسی منافق کو سید نہ کہو

(۲۸) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْلُوا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدٌ فَاِنَّهُ اِنْ يَّکُ سَيِّدٌ فَقَدْ اَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا منافق کو سید نہ کہو اس لیے اگر وہ سید ہے تم اپنے رب کو ناراض کرو گے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: "سید" سردار اور آقا کو سید کہتے ہیں منافق چونکہ اللہ تعالیٰ کے دین اور مسلمانوں کا دشمن ہوتا ہے زبان پر کچھ بھی ہو وہ قلبی طور پر اسلام سے عداوت رکھتا ہے تو ایسے دشمن خدا کو سید اور آقا کے احترام والے الفاظ سے یاد کرنا جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے منافقین کو ذلت ورسوائی اور خواری و بربادی کے الفاظ سے یاد کیا ہے اس کے باوجود اگر کوئی شخص منافق کی تعریف وتوصیف کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو جھٹلاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اگر کوئی منافق "واقعۃً" اپنے خاندان کا سردار ہے یا ملک کا سربراہ ہے پھر بھی اس کو سردار و آقا نہیں کہنا چاہیے کیونکہ وہ ان شاندار الفاظ کے ساتھ یاد کرنے کا اہل نہیں ہے۔ آج کل مسلمانوں کے منافق حکمرانوں کی تعریف میں جو خوشامدی لوگ ان کے قصیدے پڑھتے ہیں ان کو چاہیے کہ اس سے باز آجائیں اور اپنے رب کو ناراض نہ کریں ورنہ آخرت کے عذاب کیلئے تیار ہو جائے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ.... برے نام کا اثر

(۲۹) عَنْ عَبْدِالْحَمِيْدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰى سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَحَدَّثَنِيْ اَنَّ جَدَّهٗ حَزْنًا قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اسْمُکَ قَالَ اِسْمِيْ حَزْنٌ قَالَ بَلْ اَنْتَ سَهْلٌ قَالَ مَا اَنَا بِمُغَيِّرٍ اِسْمًا سَمَّانِيْهِ اَبِيْ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ فَمَا زَالَتْ فِيْنَا الْحُزُوْنَةُ بَعْدُ. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عبدالحمید بن جبیر بن شیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا۔ اس نے مجھے بتلایا کہ اس کے دادا کا نام حزن تھا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے فرمایا تیرا نام کیا ہے اس نے کہا میرا نام حزن ہے۔ فرمایا نہیں تیرا نام سہل ہے اس نے کہا میرے باپ نے میرا جو نام رکھ دیا ہے میں اس کو بدلتا نہیں اس کے بعد ہمارے خاندان میں سختی رہی۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: "حزن" یہ نومسلم صحابی تھے شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو حکم کے بجائے اختیاری سمجھ لیا اور نام تبدیل کرنے کو پسند نہیں کیا لیکن نام کا ترجمہ چونکہ سختی و مصیبت تھا اس لئے اس نام کا اثر ان کے خاندان پر رہا اور ہمیشہ حکمرانوں کی طرف سے آلام و مصائب کے شکار رہے۔ حضرت سعید بن المسیب جلیل القدر تابعی ہیں یہ افسوس کر رہے ہیں کہ کاش اگر میرے دادا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے نام سھل کو اپناتے تو ہمارے خاندان پر بھی نرمی اور سہولت رہتی کیونکہ اچھے اور برے نام کا اثر ضرور پڑتا ہے۔ حزن سخت اور دشوار گزار پتھریلی زمین کو کہتے ہیں اور سھل نرم ملائم اور ہموار زمین کو کہتے ہیں۔

اچھے نام

(۳۰) وَعَنْ اَبِيْ وَهْبِ الْجُشَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَمَّوْا بِاَسْمَاءِ الْاَنْبِيَاءِ وَاَحَبُّ الْاَسْمَاءِ اِلَى اللّٰهِ عَبْدُاللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَاَصْدَقُهَا حَارِثٌ وَهَمَّامٌ وَاَقْبَحُهَا حَرْبٌ وَمُرَّةُ. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابو وہب جشمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء کے ناموں پر اپنے نام رکھو اور اللہ تعالیٰ کو سب سے پسند نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے اور سب سے سچے نام حارث اور ہمام ہیں۔ بدترین نام حرب اور مرہ ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: "انبیاء کے ناموں پر......" سے واضح ہوتا ہے کہ ملائکہ کے ناموں پر نام نہ رکھنے چاہئیں اسی طرح وہ نام بھی نہ رکھنے چاہئیں جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھے جیسے کلب، حمار، عبدشمس اور اسی طرح کے دوسرے نام۔

''حارث'' کے معنی ہیں کسب وکمائی اور قصد وارادہ کرنے والا۔ اسی طرح ''ھمام ھم'' سے نکلا ہے جس کے معنی قصد وارادہ کے ہیں ظاہر ہے کہ کوئی بھی شخص کسب وکمائی اور قصد وارادہ کرنے سے خالی نہیں ہوتا اس لئے معنی ومفہوم اور واقعہ کے اعتبار سے ان ناموں کو زیادہ سچا فرمایا گیا ہے۔

حرب اور مرہ کو سب سے برے نام اس اعتبار سے فرمایا گیا ہے کہ ''حرب'' لڑائی اور جنگ کو کہتے ہیں اور جنگ بڑی خراب چیز ہے جس میں کشت وخون اور خسارہ وبربادی ہے اسی طرح مرہ تلخی کو کہتے ہیں جو طبیعت کو ناپسند ہوتی ہے اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ابلیس کی کنیت ابومرہ ہے اور اس وجہ سے مرہ قبیح نام ہے۔

بَابُ الْبَيَانِ وَالشِّعْرِ.... بیان اور شعر کا بیان

''بیان'' کے اصل معنی کھولنے، اچھی طرح ظاہر کرنے اور خوب واضح کرنے کے ہیں، یا یوں کہنا چاہیے کہ بیان اس فصیح گفتگو وتقریر وغیرہ کو کہتے ہیں جو مافی الضمیر کو نہایت وضاحت اور حسن وخوبی کے ساتھ ظاہر کرے۔ چنانچہ صراح میں بھی یہ لکھا ہے کہ بات کو کھول کر اور وضاحت کے ساتھ کہنے اور فصاحت کا نام 'بیان' اسی لئے کہا جاتا ہے فلان ابین من فلان (فلاں شخص، فلاں شخص سے زیادہ بیان کرنے والا ہے یعنی وہ اپنی بات کو فلاں شخص سے زیادہ فصاحت اور زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کرنے والا ہے۔) ''شعر'' کے معنی دانائی اور زیرکی کے ہیں اور شاعر کے معنی ہیں دانا وزیرک، لیکن عام اصلاح میں شعر موزوں اور مقفیٰ (منظوم) کلام کو کہتے ہیں، جو بقصد وارادہ موزوں ومقفیٰ کیا گیا ہو، اس اعتبار سے قرآن وحدیث میں جو مقفیٰ عبارتیں ہیں ان پر شعر کا اطلاق نہیں ہوسکتا کیونکہ ان عبارتوں کا مقفیٰ ہونا نہ تو قصد وارادہ کے تحت ہے اور نہ مقصود بالذات ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... بعض بیان سحر کی تاثیر رکھتے ہیں

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَدِمَ رُجَلَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا فَعَجِبَ النَّاسِ لِبَيَانِهِمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا مشرق کی جانب سے دو آدمی آئے انہوں نے خطبہ دیا ان کے بیان سے لوگ بہت متعجب ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض بیان سحر ہوتا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: ''لسحرا'' یعنی بعض بیان دلوں کو مائل کرنے میں جادو کی طرح اثر رکھتے ہیں۔ ''رجلان'' یہ اس وقت کا قصہ ہے کہ جب مشرقی علاقہ سے بنوتمیم کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا اس وفد میں دو فصیح وبلیغ آدمی آئے تھے ایک کا نام زبرقان تھا اور دوسرے کا نام عمرو بن ہتم تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں صحابہ کرام کے بھرے مجمع میں زبرقان نے نہایت فصاحت وبلاغت کے ساتھ اپنے مفاخر ومآثر کو بڑے مؤثر انداز میں پیش کیا اور پھر کہا کہ یارسول اللہ! یہ عمرو بن ہتم بھی میری بیان کردہ خوبیوں کو جانتا ہے کہ میں کیسا ہوں اور میرے کیا کارنامے ہیں۔ اس کے بعد عمرو بن ہتم اٹھے اور انہوں نے زبرقان کے بیان کردہ تمام کارنامے جھوٹے ثابت کئے اور کہا کہ اس شخص میں کوئی خوبی نہیں ہے عمرو کا انداز بیان بھی نہایت مؤثر اور موزون تھا جس سے لوگ زبرقان کے بارے میں شک میں پڑ گئے اس کے بعد زبرقان پھر اٹھا اور بڑے دلکش انداز میں کہا کہ اس شخص کا دل جانتا ہے کہ میں کیسا ہوں لیکن حسد نے اس کو اس طرح کہنے پر مجبور کیا ہے صحابہ کا مجمع ان دونوں کے بیان کو جب سنتا تو دونوں کو شاباش دیکر حیران ہو جاتا اور تعجب کرنے لگتا اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ان من البیان لسحرا'' یعنی بعض بیان دلوں کو مائل کرنے میں جادو کی طرح اثر رکھتے ہیں۔ بعض محدثین نے آنحضرت کے اس کلام کو بیان کی مذمت پر حمل کیا ہے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کہنا چاہتے ہیں کہ تکلف کر کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنا اور منہ پھاڑ پھاڑ کر عجیب کلام پیش کرنا اور منہ زوری کر کے فصاحت وبلاغت کے شکنجوں میں لوگوں کو جکڑ نا رائی کا پہاڑ بنانا اور بات سے بتنگڑ بنانا، حقیر کو عظیم دکھانا اور عظیم کو حقیر کرنا یہ اچھا کام نہیں ہے بلکہ یہ خالص جادو کی طرح شعبدہ بازی ہے جو قابل نفرت ہے لیکن بعض محدثین نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام کو تقریر و بیان کی مدح پر حمل کیا ہے کہ اچھے انداز اور اچھے اسلوب سے اپنے مافی الضمیر کو دوسروں کے سامنے پیش کرنا اور لوگوں کو متاثر کرنا سلیقہ سے بات پیش کرنا غضب کا اثر رکھتا ہے جو عمدہ اور قابل تحسین ہے۔

بعض اشعار حکمت و دانائی کے حامل ہوتے ہیں

(۲) وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً.(رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض اشعار حکمت ہوتے ہیں۔(متفق علیہ)

تشریح: ''حكمة''، یعنی بعض اشعار حکمت سے پُر ہوتے ہیں اس میں حق کی بات ہوتی ہے اور وہ سچائی اور دانائی پر مبنی ہوتے ہیں بعض شارحین نے یہاں حکمت کو نفع کے معنی میں لیا ہے یعنی بعض اشعار ایسے نفع بخش ہوتے ہیں جو انسان کو جہالت اور بے وقوفی سے باز رکھتے ہیں اور غلط افعال سے منع کرتے ہیں یہ عموماً شاعروں کے وہ اشعار ہوتے ہیں جس میں مواعظ' امثال اور دانائی کی باتیں ہوتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شعر بھی کلام کا حصہ ہے ان میں سے جو اچھا ہے وہ اچھا ہے اور جو برا ہے وہ برا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو اچھا شعر کوزے میں سمندر کی مانند ہوتا ہے دل و دماغ پر اس کا اثر لمبے لمبے خطبوں سے زیادہ مؤثر رہتا ہے بہر حال حکمة کو نفع کے معنی میں لینا بعید ہے۔

کلام میں مبالغہ آرائی کی ممانعت

(۳) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ قَالَهَا ثَلٰثًا (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کلام میں مبالغہ کرنے والے ہلاک ہوگئے یہ کلمات تین مرتبہ فرمائے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ایک مبنی بر حقیقت شعر

(۴) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ.(رواه مسلم و رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سچا کلمہ جو کسی شاعر نے کہا ہے لبید کا شعر ہے الا کل شئی ماخلا اللہ باطل (اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے۔(متفق علیہ)

تشریح: لبیدؓ عرب کے بہت مشہور شاعر تھے' عربی ادب میں ان کے کلام اور ان کی شاعری کو سند کا درجہ حاصل ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی ہدایت بھی بخشی اور ان کو قبولیت اسلام کے بعد صحابیت کا شرف حاصل ہوا' جس طرح زمانہ جاہلیت میں اپنے فن کی وجہ سے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اسی طرح زمانہ اسلام میں بہت معزز و مکرم رہے' بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے بڑی طویل حیات پائی اور تقریباً ایک سو ستاون سال کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کلام کی تعریف و توصیف فرمائی وہ پورا شعر یوں ہے۔

الاکل شئ ما خلا اللہ باطل   وکل نعیم لا محالة زائل

''(مت بھولو) اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے اور دنیا کی ہر لذت و راحت کو آخر کار فنا ہونا ہے۔'' یہ مشہور شعر بھی لبیدؓ کا ہی ہے

ولقد سئمت من الحیوة وطولها   وسوال ھذا لناس کیف لبید

''میں زندگی اور اس کی درازی سے بیزار ہو گیا ہوں اور لوگوں کے بار بار پوچھنے سے کہ لبید کیسا ہے۔''

علم وحکمت کے حامل اشعار سننا مسنون ہے

(۵) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الشُّرَيْدِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَدِفْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ شِعْرِ اُمَيَّةَ بْنِ اَبِي الصَّلْتِ شَيْءٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ هِيْهِ فَاَنْشَدْتُهُ بَيْتًا فَقَالَ هِيْهِ ثُمَّ اَنْشَدْتُهُ بَيْتًا فَقَالَ هِيْهِ حَتّٰى اَنْشَدْتُهُ مِائَةَ بَيْتٍ (مسلم)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شرید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہا ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا آپ نے فرمایا امیہ بن صلت کے اشعار تجھ کو یاد ہیں میں نے کہا جی ہاں فرمایا پڑھو میں نے آپ کو ایک بیت سنایا فرمایا اور پڑھو پھر میں نے ایک بیت پڑھا فرمایا اور پڑھو میں نے (تقریباً) سو اشعار آپ کو سنائے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: "امیه بن ابی الصلت" زمانہ جاہلیت میں جن لوگوں نے بت پرستی کی مخالفت کی تھی اور توحید کا اجمالی اعلان کیا تھا وہ لوگ حنفاء اور موحدین کے نام سے یاد کئے جاتے تھے انہی میں سے ایک امیہ بن ابی صلت تھا یہ بہت بڑا شاعر اور بہت بڑا حقیقت پسند شخص تھا اپنے اشعار میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو بہت اچھے اور مدلل انداز سے بیان کرتا تھا اس کے دل میں یہ خیال بیٹھ گیا تھا کہ شاید نبی آخر الزمان وہ بن جائے، جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا تو امیہ مسلمان تو نہیں ہوا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت بھی نہیں کی خاموش تماشائی بنا رہا لیکن جب جنگ بدر کا واقعہ پیش آیا اور کافروں کے بڑے بڑے سرغنے جہنم رسید ہو گئے تو امیہ بن ابی صلت نے ان کی ہمدردی میں اشعار کہے اور اسلام اور لشکر اسلام کی مذمت کی اس طرح وہ کفر پر جا کر مر گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ "امیہ کی زبان مسلمان ہو گئی مگر دل نے کفر کیا" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیہ بن ابی صلت کے حقیقت پر مبنی اشعار کی تعریف کی ہے اس سے امت کو یہ تعلیم مل گئی کہ غیر مسلم شخص اگر کوئی اچھا کام کرے یا پند ونصیحت پر مشتمل اشعار پڑھے یا مسلمانوں کی حمایت میں کوئی بات کرے تو اس اچھے کام کی تعریف کرنا جائز ہے اور نصیحت پر مبنی اشعار کا سننا سنانا جائز ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شعر

(۶) وَعَنْ جُنْدُبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ بَعْضِ الْمُشَاهِدِ وَقَدْ دَمِيَتْ اِصْبَعُهُ فَقَالَ هَلْ اَنْتِ اِلَّا اَصْبَعٌ دَمِيتِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَالَقِيْتِ. (رواه البخاری و رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت جندب سے روایت ہے کہا ایک جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی خون آلودہ ہوگئی آپ نے فرمایا تو ایک انگلی ہے جو خون آلودہ ہوئی ہے تجھے یہ تکلیف اللہ کی راہ میں ملی ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: زخمی اور خون آلود انگلی کو مخاطب کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اشعار ارشاد فرمایا اس کا مطلب یہ تھا تو جسم کا کوئی بڑا حصہ نہیں ہے بدن کا کوئی سب سے اہم عضو نہیں ہے، ایک معمولی سی انگلی ہے، پھر تجھے جو تکلیف ہوئی ہے وہ سخت اور شدید ترین نہیں ہے کہ نہ تو کٹ کر گر پڑی ہے اور نہ ہلاکت میں مبتلا ہوئی ہے تجھ کو صرف زخم پہنچا ہے اور خون آلود ہو گئی ہے، اگر تو نے اتنی سی تکلیف اٹھائی ہے اس کی وجہ سے بے تابی اور بے قراری کی کوئی وجہ نہیں ہے جبکہ یہ تھوڑی سی تکلیف بھی ضائع ہو جانے والی نہیں ہے بلکہ اللہ کی راہ میں اور اس کی رضاء میں چوں کہ تو نے تکلیف اٹھائی ہے اس لئے تجھ کو اس پر اجر ملے گا اس اعتبار سے یہ تکلیف بھی تیرے لئے خوشی وراحت کا ذریعہ ہونا چاہیے اس ارشاد کے ذریعہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لوگوں کو تلقین فرمائی کہ اگر کسی مسلمان کو اللہ کی راہ میں کوئی تکلیف وضرر پہنچے تو اس پر صبر کرنا چاہیے، بلکہ حقیقت میں اس کو شکر کا مقام سمجھنا چاہیے کہ اللہ کا عطاء کیا ہوا جسم وبدن اسی کی راہ میں قربان کرنے اور تکلیف اٹھانے کی توفیق نصیب ہوئی جو ایک بہت بڑی سعادت ہے۔

اس حدیث کے سلسلے میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شعر ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس شعر وشاعری کے وصف سے پاک ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے کسی شعر کا صادر ہونا غیر ممکن ہے کیونکہ اللہ

تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا ہے"وما علمنه الشعر "(یعنی) اور ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شعر کہنا سکھایا ہی نہیں' اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ شعر میں شاعر کا قصد وارادہ بھی شرط ہے یعنی یہ ضروری ہے کہ جس شخص نے کوئی کلام موزوں کیا ہے اس نے موزونیت کا قصد وارادہ بھی کیا ہو جیسا کہ باب کے شروع میں بیان کیا جا چکا ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ موزوں کلام ہے لیکن اس کی موزونیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قصد وارادہ کے تحت نہیں ہوئی بلکہ قصد وارادہ اور بے ساختہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر ہونے والا یہ کلام شعر میں ڈھل گیا۔ بعض حضرات نے یہ جواب دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ کلام اصل میں رجز کی قسم سے ہے اور رجز پر شعر کا اطلاق نہیں ہوتا! علاوہ ازیں یحییٰ نے یہ کہا ہے کہ جو شخص بطریق ندرت یعنی اتفاقاً کبھی کوئی شعر کہہ دے تو اس کو شاعر نہیں کہا جاتا اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد"وما علمنه الشعر "سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شاعر نہیں ہیں۔

مشہور شاعر حسان کی فضیلت

(۷) وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ قُرَيْظَةَ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ اُهْجُ الْمُشْرِكِيْنَ فَاِنَّ جِبْرِيْلَ مَعَكَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِحَسَّانَ اَجِبْ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ اَيِّدْ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (رواه البخاری و رواه المسلم)

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا قریظہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابت سے فرمایا مشرکوں کی ہجو کہو جبریل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسان کے لیے فرمایا کرتے تھے میری طرف سے ان کو جواب دو اے اللہ روح القدس کے ساتھ ان کی مدد فرما۔ (متفق علیہ)

تشریح: یہودیوں کے ایک قبیلہ کا نام بنو قریظہ تھا جو مدینہ شہر کے ایک کنارے پر آباد تھا' جب ان یہودیوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر کے اور کفار عرب کے مددگار بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں کو سخت اذیت پہنچائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق کے بعد مسلمانوں کی معیت میں اس قبیلہ کا محاصرہ کر لیا جس کے نتیجہ میں ان کو اپنے کیفر کردار تک پہنچنا پڑا' چنانچہ اس موقع کو قریظہ کے دن سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ ابن ثابت ابن منذر مدینہ کے رہنے والے تھے اور جلیل القدر انصاری صحابیؓ ہیں' بڑے اونچے درجہ کے شاعر تھے شعراء اسلام میں ان کا شمار ہوتا ہے اور شاعر رسول کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں ان کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی ہے۔ ساٹھ سال کی عمر تک کفر کی حالت میں رہے اور ساٹھ سال اسلام کی حالت میں گزارے۔

شعراء اسلام کو کفار قریش کی ہجو کرنے کا حکم

(۸) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اهْجُوْا قُرَيْشًا فَاِنَّهٗ اَشَدُّ عَلَيْهِمْ مِنْ رَشْقِ النَّبل. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریش کی ہجو کرو ہجو ان کے لیے تیر پھینکنے سے بڑھ کر سخت ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "ہجو" کے معنی ہیں اشعار کے ذریعہ برائی بیان کرنا! اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار اور دشمنان دین کی ہجو کرنا جائز ہے لیکن اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ اگر کفار مسلمانوں کی ہجو کریں تب ان کی ہجو کی جائے اس سے پہلے ان کی ہجو کرنا روا نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں وہ مسلمانوں کی ہجو کریں گے اور اس طرح سے مسلمانوں کے خلاف ان کی ہجو کا سبب خود مسلمان بنیں گے اس مسئلہ کی بنیاد آیت کریمہ ہے کہ

ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم.

"اے مسلمانو! ان لوگوں کو گالی نہ دو جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں یعنی کفار و مشرکین' نہیں وہ آگے بڑھ کر اللہ کو گالیاں دینے لگیں گے بغیر علم کے۔"

(۹) وَعَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِحَسَّانَ اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَا نَافَحْتَ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هَجَاهُمْ حَسَّانٌ فَشَفٰى وَاشْتَفٰى (مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرما رہے تھے حضرت جبریل تیری مدد کرتے ہیں جب تو اللہ اور اس کے رسول سے مدافعت کرتا ہے اور عائشہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے حسان رضی اللہ عنہ نے کفار کی ہجو کہہ کر مسلمانوں کو شفا دی اور خود شفا پائی ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: "نافحت" منافحہ مقابلہ اور دفاع کو کہتے ہیں یعنی جب تک تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا دفاع کرو گے اور مشرکین کے غلط الزامات و اتہامات اور اعتراضات کو جواب دو گے جبرئیل امین مسلسل تیری مدد میں لگا رہے گا اور تیرے دل پر مضامین کا القاء کرتا رہے گا "شفی" یعنی مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کیا اور ان کے دلوں کی سوزش اور غیظ و غضب کو شفا بخشی۔ "و اشتفی" یعنی اپنا دل بھی اسی طرح ٹھنڈا کیا اور شفا پائی۔

غزوۂ خندق میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا رجزیہ کلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر

(۱۰) وَعَنِ الْبَرَآءِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ التُّرَابَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰى اغْبَرَّ بَطْنُهٗ يَقُوْلُ:

وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا

فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا

اِنَّ الْاُوْلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

يَرْفَعُ صَوْتَهٗ بِهَا اَبَيْنَا اَبَيْنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا خندق کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مٹی اٹھاتے تھے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹ خاک آلودہ ہو گیا اور آپ فرماتے تھے اللہ کی قسم اگر اللہ کی ہدایت نہ ہوتی ہم کبھی ہدایت نہ پاتے نہ صدقہ خیرات کرتے نہ نمازیں پڑھتے اے اللہ ہم پر سکینت نازل فرما اور ہمارے قدم ثابت رکھ اگر کفار کے ساتھ مقابلہ کی نوبت آئے انہوں نے ہم پر زیادتی کی ہے اس لیے کہ جب وہ فتنہ کا ارادہ کرتے تھے ہم انکار کر دیتے تھے بلند آواز سے پڑھتے تھے خصوصاً ابینا ابینا پر آواز بلند کرتے۔ (متفق علیہ)

تشریح: یرفع بها صوته میں بہا کی ضمیر لفظ "ابینا" کی طرف راجع ہے اور ابینا ابینا سے پہلے لفظ قائلا مقدر ہے' مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان اشعار کو پڑھتے تو آخر میں لفظ ابینا کو بار بار دہراتے اور اس وقت آواز کو زیادہ بلند کرتے اور اس سے مقصد اس لفظ کے مفہوم کو مؤکد کرنا' تلذذ حاصل کرنا اور زیادہ سے زیادہ مسلمانوں اور کافروں کے کانوں تک پہنچانا تھا۔

طیبیؒ نے یہ لکھا ہے کہ بہا کی ضمیر ان اشعار کی طرف راجع ہے اور ابینا ابینا اس جملہ میں حال واقع ہو رہا ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اشعار کو باآواز بلند پڑھتے تھے اور لفظ ابینا پر پہنچ کر آواز خصوصیت سے بلند کر دیتے تھے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر رجز پڑھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

(۱۱) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَعَلَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ الْخَنْدَقَ وَيَنْقُلُوْنَ التُّرَابَ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ. نَحْنُ الَّذِيْنَ

بَایَعُوْمُحَمَّدًا عَلَی الْجِهَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا یَقُوْلُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یُجِیْبُهُمْ اَللّٰهُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشَ الْاٰخِرَةِ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةِ.(رواه البخاری رواه المسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا مہاجر اور انصار خندق کھودتے اور مٹی اٹھاتے اور وہ پڑھتے ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی ہے جب تک ہم زندہ ہیں جہاد کرتے رہیں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں فرماتے اے اللہ زندگی تو آخرت کی ہے۔ انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔ (متفق علیہ)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میدان جنگ اور میدان جہاد کو جہادی نغموں سے گرم رکھنا جہاد کا حصہ بھی ہے اور رسول الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسنون طریقہ بھی ہے۔

ہر وقت شعر و شاعری میں مستغرق رہنے اور برے شعر کی مذمت

(۱۲) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ یَمْتَلِیءَ جَوْفُ رَجُلٍ قَیْحًا یَرِیْهِ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ یَمْتَلِیَٔ شِعْرًا (رواه المسلم رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی اپنے پیٹ کو پیپ سے بھر لے اس بات سے بہتر ہے کہ شعر سے پیٹ بھرے۔ (متفق علیہ)

تشریح: اس حدیث کے ذریعہ ایسی شاعری کی مذمت کی گئی ہے جو انسان کو ہر طرف سے غافل کر دے' چنانچہ جو شاعر ہر وقت مضامین بندی اور تخلیق شعر میں مستغرق رہ کر فرائض و عبادت و تلاوت قرآن و ذکر خداوندی اور علوم شرعیہ سے غافل ہو جاتے ہیں ان کے اشعار برائی اور قابل نفرین ہونے کے اعتبار سے اس پیپ سے بھی بدتر ہیں جو زخم میں پڑ جاتی ہے خواہ وہ اشعار کسی بھی طرح کے ہوں' اور کیسے ہی اچھے مضامین پر مشتمل کیوں نہ ہوں۔ یا اس ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم میں محض ان اشعار کی مذمت مراد ہے جو فحش و بے حیائی' کفر و فسق اور ناشائستہ و غیر صالح مضامین پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بُرے اشعار کہے جاتے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ... شعری جہاد کی فضیلت

(۱۳) عَنْ کَعْبِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّهٗ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ اَنْزَلَ فِی الشِّعْرِ مَا اَنْزَلَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ یُجَاهِدُ بِسَیْفِهٖ وَلِسَانِهٖ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَکَاَنَّمَا تَرْمُوْنَهُمْ بِهٖ نَضْحَ النَّبْلِ. رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَفِی الْاِسْتِیْعَابِ لِابْنِ عَبْدِالْبَرِّ اَنَّهٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا ذَا تَرٰی فِی الشِّعْرِ فَقَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ یُجَاهِدُ بِسَیْفِهٖ وَلِسَانِهٖ.

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اللہ تعالیٰ نے شعر کے متعلق اتار دیا ہے جو کچھ اتارا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن شخص کفار کے ساتھ اپنی تلوار اور زبان کے ساتھ جہاد کرتا ہے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم کفار کو شعر اس طرح مارتے ہو جس طرح تیر مارا جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو شرح' السنہ میں۔ ابن عبدالبر نے استیعاب میں ذکر کیا ہے کہ کعب رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول شعر کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا مومن اپنی تلوار اور زبان کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔

تشریح: "ما انزل "قرآن کی آیت والشعراء یتبعهم الغاؤن کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ اس سے گھبرا گئے کہ کہیں گمراہ لوگوں میں یہ شامل نہ ہو جائیں اس لئے سوال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ وہ اس میں داخل نہیں ہے کیونکہ گمراہی کی وادیوں میں بھٹکنے والے کفار ہیں مسلمان نہیں ہیں' دین بلکہ دین حق کے دفاع کیلئے اشعار کہنا تو مسلمان کے لئے جہاد باللسان کے حکم

میں ہے کیونکہ اس سے کفار جل جاتے ہیں کیونکہ زبان کا زخم تیر کے زخم سے سخت ہوتا ہے۔

جراحات السنان لها التیام ولا یلتام ما جرح اللسان

"نضح النبل" نضح پانی چھڑکنے کو کہتے ہیں اور نبل تیر کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ کفار کی مذمت میں تمہارے اشعار ان کو ایسے سخت لگتے ہیں گویا ان پر تیر برسائے جاتے ہیں اور وہ اس سے زخمی ہوتے ہیں۔" یجاهد بسیفه ولسانه" تلوار سے جہاد کرنا تو معلوم ومعروف ہے اور زبان کے جہاد سے مراد جہادی نظمیں ہیں اشعار اور ترانے ہیں جس سے جہاد کو فائدہ پہنچتا ہے نیز یہ جہاد باللسان اس وعظ وتقریر کو بھی شامل ہے جس میں جہاد کی ترغیب ہو یا جہاد کے موضوع پر کوئی تصنیف وتالیف ہو جس سے جہاد کا فائدہ ہو سب جہاد باللسان میں داخل ہیں۔

کم گوئی ایمان کی نشانی ہے

(۱۴) وَعَنْ اَبِی اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَیَاءُ وَالْعِیُّ شُعْبَتَانِ مِنَ الْاِیْمَانِ وَلْبَذَاءُ وَالْبَیَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا حیا اور زبان وابستگی ایمان کی دو شاخیں ہیں اور فحش گوئی اور بیہودہ بکواس نفاق کی دو شاخیں ہیں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: "العی" عین پر زیر ہے اور یا پر شد ہے اصل میں تھکنے اور عاجز ہونے کے معنی میں ہے یہاں حدیث میں کم کلام کرنا اور باتوں میں مکمل طور پر احتیاط کرنا مراد ہے گویا یہ شخص تھک گیا ہے اور باتوں سے عاجز آ گیا ہے اب یہ بالکل تأمل اور سوچ بچار کے بعد احتیاط کے ساتھ کلام کرتا ہے اور گناہ والی بری باتوں سے بالکل خاموشی اختیار کرتا ہے چونکہ مسلمان کو اس کا ایمان حیاء پر ابھارتا ہے تو وہ بے حیائی کے تمام شعبوں سے اجتناب کرتا ہے اور اسی طرح ایمان اس کو کثرت کلام سے روکتا ہے تا کہ زبان سے غلط بات نہ نکل جائے اس لئے حیاء اور قلت کلام ایمان کے دو شعبے قرار دیئے گئے۔ "البذاء" یعنی بے حیائی بدگوئی اور فحش گفتگو۔ "والبیان" یعنی کثرت کلام بے احتیاطی جھوٹ اور بہتان طرازی بے جالسانی جرأت اور حد سے زیادہ متکلفانہ فصاحت وبلاغت یہ سب نفاق کے شعبے ہیں۔

بے فائدہ بیان آرائی مکروہ ہے

(۱۵) وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَبَّکُمْ اِلَیَّ وَاَقْرَبَکُمْ مِنِّی یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَحَاسِنُکُمْ اِخْلَاقًا وَاِنَّ اَبْغَضَکُمْ اِلَیَّ وَاَبْعَدَکُمْ مِنِّیْ مُسَاوِیْکُمْ اَخْلَاقًا الثَّرْثَارُوْنَ الْمُتَشَدِّقُوْنَ الْمُتَفَیْهِقُوْنَ. رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ نَحْوَهُ عَنْ جَابِرٍ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُشَدِّقُوْنَ فَمَا الْمُتَفَیْهِقُوْنَ قَالَ الْمُتَکَبِّرُوْنَ.

ترجمہ: حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تم میں سب سے بڑھ کر میری طرف محبوب اور میرے قریب وہ شخص ہو گا جس کا خلق اچھا ہے اور قیامت کے دن تم میں سب سے بڑھ کر میرے نزدیک مبغوض اور مجھ سے دورترین وہ شخص ہو گا جو برے خلق والا ہے۔ کلام میں فراخی کرنے والے اور منہ بھر کر کلام کرنے والے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔ ترمذی نے اسی طرح جابر سے روایت کیا ہے اور اس کی روایت میں ہے صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ثرثارون اور متشدقون کا معنی ہم سمجھتے ہیں متفیہقون سے مراد کون لوگ ہیں فرمایا متکبر لوگ۔

تشریح: "الثرثارون" نہایہ میں لکھا ہے کہ" الثرثارون هم الذین یکثرون الکلام تکلفا خروجا عن الحق من الثرثرة وهی کثرة الکلام وتردیده" گویا ثرثارون ٹرٹارون کے وزن پر ہے اور ثرثرہ ٹرٹرۃ کے وزن پر ہے فضول بکواس کرنا مراد ہے۔ "المتشدقون" منہ پھاڑ کر بے احتیاطی کے ساتھ جھوٹ بول کر استہزا کرنا اور فحش اشعار پڑھنا۔

''المتفیھقون'' منہ پھاڑ پھاڑ کر گفتگو کرنا اور اپنی بڑائی وعظمت جتلانے کی غرض سے فصیح و بلیغ چست جملے چسپاں کرنا تاکہ لوگ اس سے مرعوب ہو جائیں۔ یہ سارا کام متکبر لوگوں کا ہوتا ہے لہٰذا حدیث میں اس لفظ کی تفسیر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی۔ ''قال المتکبرون'' یعنی متفیھقون سے متکبرین مراد ہیں۔

ایک پیش گوئی

(۱۶) وَعَنْ سَعْد بْن اَبِی وَقَّاص قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْدُ السَّاعَةُ حَتّٰی یخرج قومٌ یاکُلُون بِاَلسینتهم کماتا کُلُ الْبَقَرَةُ بِاَلْسِنَتِهَا.(رواہ مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک ایسے لوگ نہ نکلیں جو اپنی زبانوں کے ساتھ اس طرح کھائیں گے جس طرح گائے اپنی زبان کے ساتھ کھاتی ہے۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

تشریح: ''بالسنتھم'' یہ لسان کی جمع ہے زبان مراد ہے مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ زبان کو کھانے پینے کا ذریعہ بنائیں گے وہ اس طرح کہ فساق فجار کی بے جا مدح کریں گے ان کی مدح میں اشعار اور قصیدے پڑھیں گے اور زبان کو موڑ موڑ کر ان کی تعریفیں کریں گے اور اس سے پیسہ کما کر کھائیں گے یا کسی بے گناہ کی مذمت کریں گے اور پیسہ کما کر کھائیں گے یہ لوگ حلال وحرام کی تمیز نہ کرنے میں اس حیوان اور گائے کی مانند ہونگے جو اپنی زبان کے ذریعہ سے ہر قسم رطب ویابس اور صالح وخبیث گھاس کو لپیٹ لپیٹ کر جمع کرتی ہے اور پھر کسی تمیز کے بغیر کھا جاتی ہے اس سے غلط قسم کے شعراء اور خطباء مراد ہیں جو حق و باطل اور حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتے ہیں ساتھ والی حدیث کی تشریح بھی اسی طرح ہے۔

زبان دار اور چکنی چپڑی باتیں کرنے والا اللہ کا ناپسندیدہ ہے

(۱۷) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ یَبْغِضُ الْبَلِیْغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِیْ یَتَخَلَّلُ بلسَانِهٖ کَمَا یَتَخَلَّلُ الْبَاقِرَةُ بِلِسَانِهَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے فصیح و بلیغ شخص کو برا سمجھتا ہے جو اپنی زبان کے ساتھ اس طرح کھائے جس طرح گائے اپنی زبان کے ساتھ چارہ کھاتی ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ زبان درازی اور طاقت لسانی کوئی اچھی چیز نہیں ہے اپنی زبان اور اپنے کلام میں خواہ مخواہ کیلئے حد سے زیادہ فصاحت و بلاغت کا مظاہرہ کرنا' حاشیہ آرائی اور مبالغہ آمیزی کے ساتھ اپنی بات کو پیش کرنا اور الفاظ کو چبا چبا کر اور زبان کو لپیٹ لپیٹ کر چکنی چپڑی باتیں کرنا احمق لوگوں کے نزدیک تو ایک وصف سمجھا جاتا ہے لیکن جو دانشمند اور عاقل لوگ اس ''وصف'' کے پیچھے چھپی ہوئی برائی کو دیکھتے ہیں کہ عام طور پر اس طرح باتیں بنانے والے لوگ جھوٹے اور حیلہ باز ہوتے ہیں ان کے نزدیک اس وصف کا کوئی اعتبار نہیں اور اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا شخص خدا کے نزدیک ناپسندیدہ ہے لہٰذا اچھا کلام وہی ہے جو ضرورت کے بقدر اور سیدھا سادا ہو نیز جس سے یہ واضح ہو کہ متکلم کے ظاہری الفاظ اس کی باطنی کیفیات کے ہم آہنگ ہیں جو شریعت کا تقاضا بھی ہے۔

بے عمل واعظ وخطیب کے بارے میں وعید

(۱۸) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مررتُ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ بِقَوْمٍ تُقْرضُ شِفَاهُهُمْ بِمصاریض مِنَ النَّارِ فَقُلْتُ یَا جِبْرِیْلُ مَنْ هٰؤُلَاءِ خُطَبَآءُ اُمَّتِکَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ. رواهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی رات میں چند ایک ایسے لوگوں کے پاس سے گذرا کہ آگ کی قینچیوں کے ساتھ ان کی زبانوں کو کاٹا جا رہا ہے میں نے حضرت جبریل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں اس نے کہا یہ تیری امت کے واعظ ہیں جو کہتے ہیں لیکن کرتے نہیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: "تقرض" یہ قرض سے ہے جو کاٹنے کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو خطباء زبان سے کچھ کہتے ہیں اور عمل دوسرا کرتے ہیں اور حدود شرعیہ کا خیال نہیں رکھتے ہیں۔ معراج کی رات وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائے گئے کہ ان کے ہونٹوں کو بطور سزا قینچیوں سے کاٹا جا رہا تھا کیونکہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے مخالف تھا جیسا کسی نے کہا ہے

واعظاں کہ جلوہ بر محراب و منبر می کنند چوں بخلوت می روند آں کار دیگر می کنند

چرب زبانی کے بارے میں وعید

(۱۹) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ صَرْفَ الْكَلَامِ لِیَسْبِیَ بِهٖ قُلُوْبَ الرِّجَالِ اَوِ النَّاسِ لَمْ یَقْبَلِ اللّٰهُ مِنْهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا (رواه ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کلام کو پھیرنا اور مختلف طریقوں سے بیان کرنا سیکھتا ہے تاکہ لوگوں کے دل اپنی طرف متوجہ کر سکے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے نفل اور فرض قبول نہیں کرے گا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: مذکورہ وعید کا تعلق اس شخص سے ہے جو چرب زبانی کرے، ضرورت سے زیادہ باتیں بنائے، اپنے مقصد کو اس طرح گھما پھرا کر بیان کرے کہ حقیقت ظاہر نہ ہو سکے اور یا اپنے کلام کو ضرورت سے زیادہ فصاحت و بلاغت نیز مبالغہ آرائی کے ساتھ آراستہ و مزین کرے اور ان چیزوں کا مقصد محض یہ ہو کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں اور اس کی باتوں سے اثر قبول کر کے اس کے مقصد کو پورا کریں۔

مختصر تقریر بہتر ہوتی ہے

(۲۰) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّهٗ قَالَ یَوْمًا وَّقَامَ رَجُلٌ فَاَكْثَرَ الْقَوْلَ فَقَالَ عَمْرٌو لَوْ قَصَدَ فِیْ قَوْلِهٖ لَكَانَ خَیْرٌ لَّهٗ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَقَدْ رَاَیْتُ اَوْاُمِرْتُ اَنْ اَتَجَوَّزَ فِی الْقَوْلِ فَاِنَّ الْجَوَازَ هُوَ خَیْرٌ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک دن ایک شخص کھڑا ہوا اس نے کافی دیر تک بیان کیا عمرو کہنے لگے اگر یہ شخص اپنی تقریر میں میانہ روی اختیار کرتا اس کے لیے بہتر ہوتا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے میں نے جانا ہے یا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مختصر تقریر کروں اور اختصار بہت بہتر ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: روایت میں "**فقال عمرو**" کے الفاظ طول کلام کے سبب مکرر نقل کئے گئے ہیں کیونکہ **ولو قصد**..... الخ مقولہ ہے **قال یوما** کا اور **قام رجل** حال ہے اور ظاہر ہے کہ حال کی وجہ سے قول و مقولہ کے درمیان خاصا فرق ہو گیا اس لئے فقال عمرو دوبارہ کہہ کر گویا قول کا اعادہ کیا۔

بعض علم جہالت ہوتے ہیں

(۲۱) وَعَنْ صَخْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَیْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ سِحْرًا وَّاِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلًا وَاِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُكْمًا وَّاِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عِیَالًا (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت صخر بن عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے اس نے صخر کے دادا سے بیان کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض بیان جادو ہے بعض علم جہالت ہے بعض شعر حکمت ہیں اور بعض باتیں بوجھ ہیں۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: ''بعض علم جہالت ہوتے ہیں'' کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ کسی شخص نے ایسا علم حاصل کیا جو بذات خود نہ تو فائدہ مند ہو اور نہ اس کی طرف احتیاج وضرورت ہو جیسے علم جعفر و رمل یا علم نجوم و فلاسفہ وغیرہ اور اس بے فائدہ علم میں مشغولیت کی وجہ سے وہ ضروری علوم حاصل کرنے سے محروم رہا جن سے لوگوں کی احتیاج وضرورت وابستہ ہوتی ہے جیسے قرآن وحدیث اور دین کے علوم تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں یہی کہا جائے گا کہ اس شخص نے جو بے فائدہ علم حاصل کیا اس علم نے دوسرے ضروری علوم سے اس کو محرومی وجاہل رکھا ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ بعض علوم درحقیقت جہل کو لازم کرتے ہیں اور اسی اعتبار سے فرمایا گیا ہے کہ بعض علم جہالت ہوتے ہیں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ علم حاصل کرنے والا اپنے علم پر عمل پیرا نہ ہو اس اعتبار سے وہ شخص عالم ہونے کے باوجود جاہل قرار پائے گا کیونکہ جو شخص علم رکھے اور عمل نہ کرے تو وہ گویا جاہل ہے۔

علاوہ ازیں اس ارشاد گرامی سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جو شخص علم کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنے گمان کے مطابق خود کو عالم سمجھتا ہے مگر حقیقت میں وہ عالم نہیں ہے تو اس کا یہ علم جس کا اس نے دعویٰ کیا ہے علم نہیں ہے بلکہ سراسر جہالت ونادانی ہے۔ ''بعض قول وکلام وبال جان ہوتا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص نے کوئی ایسی بات کہی جس کی وجہ سے وہ خود کسی آفت میں مبتلا ہو گیا یا جس شخص نے اس بات کو سنا وہ کسی ملال ودل برداشتگی میں مبتلا ہو گیا' بایں طور کہ اگر وہ سننے والا جاہل تھا تو وہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی اور اگر عالم تھا تو اس کے لئے لا حاصل تھی یا وہ کوئی ایسی بات ہے جس کو سننے والا پسند نہیں کرتا اور اس بات کی وجہ سے اس کو رنج وملال ہوتا ہے تو ان صورتوں میں یہی کہا جائے گا کہ کہنے والے کا وہ قول وکلام وبال وملال کا ذریعہ بن گیا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ.... حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۲۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُوْمُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْيُنَافِحُ وَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَانَافَحَ اَوْفَاخَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر رکھتے وہ اس پر کھڑے ہوتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فخر کرتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جب تک حسان رضی اللہ عنہ میری طرف سے فخر یا مدافعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''یضع لحسان'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان کیلئے منبر کا اہتمام فرماتے اور حضرت حسان اس پر کھڑے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں اشعار پڑھا کرتے تھے اور کفار کی مذمت کا جواب دیتے تھے یہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کیلئے بڑا اعزاز تھا یہی وجہ ہے کہ آپ شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم لقب سے یاد کئے جاتے ہیں آپ نے کفار قریش پر اس وقت کے دستور کے مطابق نسب حسب کی برتری اور کمتری کے اعتبار سے چوٹیں ماری ہیں جو کفار قریش کیلئے بہت گراں تھا آپ انصاری ہیں غسانی بادشاہوں کی مدح میں زیادہ وقت لگا ایمان لانے کے بعد سفر وحضر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور آپ پر فدا تھے صحابہ کرام میں چار بڑے شاعر گزرے ہیں ایک حضرت حسان ہیں دوسرے حضرت لبید ہیں تیسرے عبداللہ بن رواحہ اور چوتھے حضرت کعب بن مالک ہیں حضرت کعب کفار قریش کی مذہبی حیثیت کو نشانہ بنایا کرتے تھے جبکہ حضرت حسان بن ثابت ان کی خاندانی حیثیت کو نشانہ بناتے تھے۔

حدی کا جواز

(۲۳) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَادٍ يُقَالُ لَهُ اَنْجَشَةُ وَكَانَ حَسَنَ الصَّوْتِ فقال له النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُوَيْدَكَ يَا اَنْجَشَةُ لا تكسر الْقَوَارِيْرَ قَالَ قَتَادَةُ يَعْنِيْ ضِعْفَةَ النِّسَآءِ. (صحیح مسلم و بخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حدی خوان تھا جس کا نام انجشہ تھا وہ بہت خوش آواز تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انجشہ اونٹوں کو آہستہ چلا شیشوں کو نہ توڑ دینا قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمزور عورتوں کو شیشہ سے تشبیہ دی ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "حاد" یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے باب نصر ینصر سے حدواً وحداً حدی خوانی کو کہتے ہیں سفر کے دوران قافلہ میں جب اونٹوں کی رفتار تھک جانے کی وجہ سے سست ہو جاتی ہے تو بلند آواز سے خاص لَے کے ساتھ گانا گایا جاتا ہے جس سے اونٹ چست ہو کر تیز چلنے لگتے ہیں اسی گانے اور اشعار پڑھنے کو حدی کہتے ہیں اس کی ابتداء عجیب طریقہ سے ہوئی ہے وہ اس طرح کہ بنومضر کا ایک آدمی تھا اس نے قافلہ کے سفر کے دوران اپنے غلام کو مارا اور اس کے ہاتھ کو دانتوں سے کاٹا تو غلام چیخ چیخ کر رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا وایداہ وایداہ وایداہ کبھی اس طرح کہتا دی دی یعنی یدی یدی اس رونے سے ایک لے اور ایک سُر پیدا ہو جاتی تھی جس کی وجہ سے تھکے ماندے اونٹ تیز دوڑنے لگے اس پر آقا نے غلام سے کہا کہ اب اسی طرح پڑھتے رہو اس طرح حدی کی بنیاد پڑ گئی اور پھر اس میں ترقی ہوگئی اب اس کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ اگر اس میں باجے بانسریاں اور طبل وطنبور نہ ہو تو صرف اشعار گانا جائز ہے جس کا فائدہ بھی ہے ورنہ جائز نہیں ہے۔

علامہ اقبال نے قومی اور مذہبی تحریکات کو بیدار کرنے کیلئے حدی کا نام لیکر اس طرح اشارہ کیا ہے۔

حدی کو تیز تر کر دے چوں محمل گراں می بینی

یعنی جب بوجھ بھاری ہو تو حدی کو مزید تیز کر دو تا کہ بوجھ ہلکا محسوس ہو۔

شعر کی خوبی و برائی کا تعلق اس کے مضمون سے ہے

(۲۴) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيْحُهُ قَبِيْحٌ رَوَاهُ الدَّارَ قُطْنِيُّ وَ رَوَى الشَّافِعِيُّ عَنْ عُرْوَةَ مُرْسَلًا.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر کا تذکرہ ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شعر کلام ہے اس کا اچھا اچھا ہے اگر کلام بُرا ہے وہ بُرا ہے۔ روایت کیا اس کو دار قطنی نے اور شافعی نے عروہ سے مرسل بیان کیا ہے۔

شعر کی برائی

(۲۵) وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَيْنَانَحْنُ نَسِيْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ اِذَا عَرَضَ شَاعِرٌ يُنْشِدُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوا الشَّيْطَانَ اَوْاَمْسِكُو الشَّيْطَانَ لَانْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرج مقام میں چل رہے تھے ایک شاعر شعر پڑھتا ہوا سامنے آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شیطان کو پکڑو آدمی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے اس سے بہتر ہے کہ وہ اشعار کے ساتھ اسے بھرے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "العرج" مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام عرج ہے جہاں قافلے پڑاؤ کرتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حجۃ الوداع کے سفر کا واقعہ ہے۔

"او امسکو االشیطان" راوی کو شک ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کونسا لفظ استعمال فرمایا تھا۔ اس شاعر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا تو اس لئے شیطان کہہ دیا کہ یہ اپنے اشعار میں بالکل غرق تھا نہ اس کو مسلمانوں کی پرواہ تھی نہ اپنے احرام کی حالت کا خیال تھا اگر وہ حج

کے سفر میں تھا' اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حیا آتی تھی' بس صرف اشعار میں مدہوش اور مست و مگن تھا حدیث کے آخری کلمات سے اس مطلب کی تائید بھی ہوتی ہے۔ حدیث سے یہ مطلب بھی لیا جا سکتا ہے کہ یہ شخص قبیح اور مذموم اشعار میں مشغول تھا جو خود ان کیلئے بھی اور عام مسلمانوں کیلئے بھی مضر تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شیطان قرار دیا۔

راگ لگانا، نفاق کو پیدا کرتا ہے

(۲۶) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راگ دل میں نفاق اگاتا ہے جس طرح پانی کھیتی اگاتا ہے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: "ینبت النفاق" موسم برسات میں بہت زیادہ پانی برستا ہے جس سے بہت زیادہ سبزہ اور گھاس پیدا ہوتی ہے یہی حالت راگ اور گانے بجانے کی ہے کہ اس سے بہت جلد اور زیادہ مقدار میں انسان کے دل میں نفاق پیدا ہو جاتا ہے اور دل پر جب نفاق کا قبضہ ہو جائے تو پورے بدن پر نفاق کا کنٹرول ہو جاتا ہے گویا گانے بجانے سے آدمی مکمل طور پر شیطان کے قبضہ میں چلا جاتا ہے اس کے دل اور اس کی روح پر شیطان کا راج قائم ہو جاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ذکر اللہ اور تلاوت قرآن سے انسان کے دل میں ایمان پیدا ہو کر اگتا ہے۔ علامہ نووی نے اپنی کتاب "روضہ" میں لکھا ہے کہ ساز و سارنگی اور طبل و طنبور اور باجوں کے ساتھ گانا حرام ہے اور اس کا سننا بھی حرام ہے یہ شراب نوشوں کا مشغلہ ہے۔

باجے گاجے کی آواز آئے تو کانوں میں انگلیاں ڈال لو

(۲۷) وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِيْ طَرِيْقٍ فَسَمِعَ مِزْمَارًا فَوَضَعَ اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ وَنَاءَ عَنِ الطَّرِيْقِ اِلَى الْجَانِبِ الْاٰخِرِ ثُمَّ قَالَ لِيْ بَعْدَ اَنْ بَعُدَ يَانَافِعُ هَلْ تَسْمَعُ شَيْئًا قُلْتُ لَا فَرَفَعَ اِصْبَعَيْهِ مِنْ اُذُنَيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ يَرَاعٍ فَصَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ قَالَ نَافِعٌ كُنْتُ اِذْ ذَاكَ صَغِيْرًا (مسند احمد بن حنبل و ابو دائود)

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں ایک مرتبہ ایک راستہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا انہوں نے مزمار کی آواز سنی اپنی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور دوسری جانب راستہ سے دور ہٹ گئے کافی دور جانے کے بعد مجھے کہا اے نافع آواز آتی ہے میں نے کہا نہیں پھر اپنی انگلیاں کانوں سے نکالیں پھر کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نَے کی آواز سنی آپ نے اسی طرح کیا جس طرح میں نے کیا ہے نافع نے کہا میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد نے۔

تشریح: "مزماراً" بانسری کو مزمار کہتے ہیں جو بانس اور لکڑی سے بنایا جاتا ہے صحیح اور راجح یہی ہے کہ بانسری کا سننا سنانا حرام ہے روایات میں اس کو قضیب اور یراع بھی کہا گیا ہے جو بانس کے معنی میں ہے۔

"وناء" یعنی قریب راستے سے ہٹ کر دور چلے گئے اور کانوں میں انگلیاں ٹھونس دیں تاکہ بانسری کی آواز نہ سنے۔

"الصغیر" یہ جملہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ حضرت ابن عمر جب بانسری کی آواز سے اتنا اجتناب فرماتے ہیں کہ کانوں میں انگلیاں ڈال دیں اور راستے سے ہٹ کر دور چلے گئے تو نافع بانسری کی آواز کیوں سنتے رہے کیا ان کیلئے یہ سننا جائز تھا؟ اس کا جواب اس جملہ میں نافع نے خود دیا کہ میں اس وقت نابالغ بچہ تھا اس لئے مکلف نہیں تھا اب سوال اٹھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کیوں بانسری کی آواز سنی؟ تو اس کا جواب بھی وہی ہے کہ شاید حضرت ابن عمر بھی اس وقت نابالغ ہونگے باقی کانوں میں انگلیاں

ڈالنا احتیاط اور تقویٰ کی بنیاد پر ہے ورنہ بلاقصد کانوں میں آواز کا پڑ جانا قابل مواخذہ نہیں ہے کیونکہ یہ انسان کے احتیاط سے باہر ہے اور بانسری بجانے والا یہ شخص شاید یہودی تھا۔ بہرحال اس حدیث سے واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ آلات لہو ولعب اور طبل وسارنگی اور باجے کے ساتھ موسیقی سننا حرام ہے۔ علامہ قاضی خان نے اپنے فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

" اما استماع صوت الملاهي كالضرب بالقضيب ونحو ذلک حرام ومعصية لقوله عليه السلام استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها من الكفر " (كذافي المرقات)

بَابُ حِفْظِ اللِّسَانِ وَالْغِيْبَةِ وَالشَّتْمِ.... زبان کی حفاظت، غیبت اور برا کہنے کا بیان

''غیبت'' کے معنی ہیں پیٹھ پیچھے بدگوئی کرنا۔ یعنی کسی شخص کی عدم موجودگی میں اس کے متعلق ایسی باتیں کرنا کہ جس کو اگر وہ سنے تو ناپسند کرے۔ ''شتم'' کے معنی ہیں گالی دینا یعنی کسی کو کوئی فحش بات کہنا بدزبانی کرنا برا بھلا کہنا اور کسی کو ایسے الفاظ کے ذریعہ یاد و مخاطب کرنا جو شریعت و اخلاق اور تہذیب وشائستگی کے خلاف ہوں۔ بہرحال اس باب میں وہ احادیث نقل کی جائیں گی جن سے یہ واضح ہوگا کہ زبان کو ایسے الفاظ وکلام سے بچانا چاہیے جن کو زبان پر لانا شرعی' اخلاقی اور معاشرتی طور پر ناروا ہے خصوصاً غیبت' گالم گلوچ اور بدزبانی وبدکلامی! نیز ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ ان چیزوں میں شرعی طور پر کیا برائی ہے اور ان کا ارتکاب کرنے والا شریعت واخلاق کی نظر میں کس کی نظر میں کس قدر ناپسندیدہ ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ... زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے کیلئے جنت کی بشارت

(۱) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّضْمَنْ لِيْ مَابَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ (بخاری)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ کو اس چیز کی ضمانت دے جو اس کے دونوں کلوں کے درمیان ہے اور دونوں پاؤں کے درمیان ہے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: زبان کی حفاظت کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ اپنی زبان پر قابو حاصل کرے بایں طور کہ اس کو بے فائدہ الفاظ وکلام اور فحش گوئی وسخت کلامی سے محفوظ رکھے اور دانت کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ اس کو حرام چیزوں کے کھانے پینے میں ملوث نہ کرے اس طرح شرمگاہ کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ زنا جیسی برائی سے اجتناب کرے۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص مجھ سے اس بات کا عہد کرے اور عمل کے ذریعہ اس عہد کو پورا کرے گا کہ وہ اپنی زبان کو فحش گوئی وبدکلامی سے محفوظ رکھے گا۔ اپنے منہ کو حرام وناجائز کھانے پینے سے بچانے اور اپنی شرمگاہ کو حرام کاری سے محفوظ رکھنے پر پوری طرح عامل وکاربند رہے گا تو اس کے تئیں اس بات کا ضامن بنتا ہوں کہ وہ شروع ہی میں نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور وہاں کے درجات عالیہ کا مستحق قرار پائے گا۔ واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دراصل حق تعالیٰ کی طرف سے ضمانت ہے کہ جس طرح وہ محض اپنے فضل سے بندوں کے رزق کا ضامن ہوا ہے اسی طرح اس نے پاکیزہ زندگی اختیار کرنے اور اعمال صالح پر جزاء دینے اور اپنے انعامات سے نوازنے کا بھی قوی وعدہ کیا ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نائب ہیں اس کی طرف سے مذکورہ ضمانت لی ہے۔

زبان پر قابو رکھو

(۲) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ لَا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا يَرْفَعُ اللّٰهُ بِمَا دَرَجَاتٍ وَاِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا يَهْوِيْ بِهَا فِيْ جَهَنَّمَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا يَهْوِيْ بِهَا فِي النَّارِ اَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی جو اللہ کی رضامندی کا ایک کلمہ بولتا

ہے اس کی شان اس کو معلوم نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کا درجہ بلند کر دیتا ہے۔ اور اللہ کی ناراضگی کا ایک کلمہ بولتا ہے اس کی شان اس کو معلوم نہیں ہوتی اس کی وجہ سے اس کو جہنم میں گرا دیا جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں ہے دوزخ میں اس قدر دور جا گرتا ہے جس قدر مشرق اور مغرب کا فاصلہ ہے۔

تشریح: اس ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کا حاصل اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ زبان پر ہر وقت قابو رکھو اور اس کے معاملہ کو کم اہم نہ سمجھو نیز اس حقیقت کو کسی بھی لحہ نظر انداز نہ کرو کہ اگر زبان پر احتیاط کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور یہ چھوٹی سی چیز تمہارے قابو سے باہر ہو گئی تو پھر تمہاری خیر نہیں! چنانچہ اس حقیقت کو فرمایا گیا کہ بسا اوقات بندہ اپنی زبان سے کوئی بات نکالتا ہے اور اس کو اپنے نزدیک بہت معمولی درجہ کی بات سمجھتا ہے مگر درحقیقت ونتیجہ کے اعتبار سے اس بات کی اہمیت کیا ہوتی ہے؟ اس کو یوں سمجھو کہ اگر وہ بات حق ہوتی ہے اور خدا کی خوشنودی کا ذریعہ بنتی تو وہی ذرا سی بات جنت میں اس کی بلندی کا سبب بن جاتی ہے اور اگر وہ بات کہیں ایسی ہوئی جو بری ہونے کی وجہ سے خدا کی ناراضگی کا سبب بن گئی ہو تو بندے کے نزدیک وہی معمولی بات اس کو دوزخ میں گرا دینے کا ذریعہ بن جائے گی۔

کسی مسلمان کے حق میں بدزبانی وسخت گوئی فسق ہے

(۳) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَ قِتَالُهٗ كُفْرٌ (مسلم بخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: کسی مسلمان کے قتل کرنے کو کفر کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی مسلمان اگر کسی مسلمان کو قتل کر دے تو وہ کافر ہو جاتا ہے بلکہ ارشاد کا مقصد اس بات کو نہایت سختی وشدت کے ساتھ بیان کرنا ہے کہ مسلمان کا ناحق خون بہانا انتہائی سنگین جرم ہے اور جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو قتل کرتا ہے وہ اپنے اسلام کے کامل ہونے کی نفی کرتا ہے گویا یہاں "کفر" سے مراد کمال اسلام کی نفی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے **المسلم من سلم المسلمون** یعنی کامل مسلمان وہی ہے جس سے مسلمان محفوظ و مامون رہیں اور اگر کفر سے اس کے حقیقی معنی مراد ہوں تو اس صورت میں کہا جائے گا کہ وہ مسلمان یقیناً کافر ہو جائے گا جو کسی مسلمان کو اس لئے قتل کر دے کہ وہ مسلمان ہو اور اس کے اسلام کے سبب اس قتل کرنے کو حلال ومباح جانے کیوں کہ کسی مسلمان کو محض اس کے اسلام کی وجہ سے قتل کرنا اور اس قتل کو حلال ومباح جاننا بلاشبہ کفر ہے۔

کسی مسلمان کو برا نہ کہو

(۴) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِاَخِيْهِ كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا اَحَدُهُمَا (صحیح البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہے اس کلمہ کفر کے ساتھ ایک آدمی پھرتا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "فقد باء بها احدهما" یعنی ایک مسلمان نے کسی مسلمان بھائی کو کہا تم کافر ہو اب یہ کلمہ کسی ایک پر صادق آئے گا اور ان دونوں میں سے ایک شخص ضرور اس کفر یہ کلمہ کے ساتھ لوٹ کر آئے گا اب دو ہی صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ جس کو کافر کہا گیا ہے اگر وہ واقعی کافر ہے تو یہ کلمہ اس پر جا کر لگ جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر وہ کافر نہیں ہے تو یہ کلمہ لوٹ کر کہنے والے پر آئے گا اب وہ خود کافر بنے گا۔

اس حدیث کے ظاہر کو دیکھ کر علماء اس حدیث کے سمجھنے کو مشکل ترین احادیث میں شمار کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے اہل سنت کے نزدیک آدمی کافر نہیں بنتا ہے حالانکہ یہاں اس کو کافر کہا گیا ہے؟ علماء نے اس کی کئی توجیہات بیان فرمائی ہیں۔

پہلی توجیہ یہ ہے کہ کافر کہنے والا شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ مسلمان کو کافر کہنا حلال اور جائز ہے تو ظاہر ہے کہ جو شخص اسلام کو کفر بتاتا ہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔دوسری توجیہ یہ ہے کہ جس شخص کو کافر کہا گیا ہے یہ اگرچہ بڑا گناہ تھا لیکن اس نے خود اقرار کیا کہ ہاں تم نے مجھے جو کافر کہا ہے ٹھیک ہے میں کافر ہوں تو اس اقرار کی وجہ سے وہ کافر ہو جاتا ہے۔اس طرح کفر کا یہ کلمہ اس پر لوٹ کر آ گیا اور یہ کافر ہو گیا۔تیسری توجیہ یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلوب و مقصود یہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کافر نہ کہے یہ ممنوع ہے اگر کوئی اس طرح کہتا ہے تو پھر دیکھا جائے گا کہ اگر سامنے والا کافر ہے تو ٹھیک ہے بات ختم ہو گئی لیکن اگر سامنے والا کافر نہیں ہے تو اس کہنے والے کا گناہ اتنا بڑا ہے کہ گویا یہ کافر ہو گیا یہ تشدید و تہدید اور تغلیظ و توبیخ پر محمول ہے۔

کسی مسلمان کی طرف فسق کی نسبت نہ کرو

(۵) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَایَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ وَلَا یَرْمِیْهِ بِالْکُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَیْهِ اِنْ لَمْ یَکُنْ صَاحِبُهٗ کَذٰلِکَ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان شخص دوسرے مسلمان کو فسق اور کفر کی تہمت نہ لگائے اگر وہ شخص ایسا نہیں ہے وہ اس پر لوٹ آتی ہے۔(روایت کیا اس کو بخاری نے)

کسی آدمی کو دشمن اللہ نہ کہو

(۶) وَعَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْکُفْرِ اَوْقَالَ عُدُوُّاللّٰهِ وَلَیْسَ کَذٰلِکَ اِلَّا حَارَ عَلَیْهِ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کو کفر کے ساتھ بلائے یا اسے اللہ کا دشمن کہے اور وہ ایسا نہیں ہے مگر وہ اس پر رجوع کر آتا ہے۔(متفق علیہ)

آپس کی گالم گلوچ کا سارا گناہ ابتداء کرنے والے پر ہوتا ہے

(۷) وَعَنْ اَنَسٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْتَبَّانِ مَاقَالَ فَعَلَی الْبَادِیْ مَالَمْ یَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دوسرے کو گالی دینے والوں میں سے جو شخص پہل کرے اس کے ذمہ گناہ ہے جب تک مظلوم تجاوز نہ کرے۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: ''مالم یعتد المظلوم'' اعتداء تجاوز اور حد سے بڑھنے کو کہا جاتا ہے۔حدیث کا مطلب یہ ہے کہ گالی دینے میں جس نے پہل کی سارا گناہ اس کے ذمہ پر ہے پہل کرنے والا ظالم ہے لہٰذا مظلوم اگر صرف جواب دیتا ہے تو جواب دینے کی حد تک اس پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ہاں اگر مظلوم نے پلٹ کر ظالم سے دو قدم آگے نکل جانے کی کوشش کی اور گالی دینے میں تجاوز کر کے حد سے بڑھ گیا تو اب یہ مظلوم خود ظالم بن گیا اور پہل کرنے والا مظلوم بنا تاہم گالی دینے میں پہل کی وجہ سے وہ بھی اس جرم میں شریک رہے گا۔

کسی پر لعن طعن کرنا نامناسب بات ہے

(۸) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَنْبَغِیْ لِصِدِّیْقٍ یَکُوْنَ لَعَّانًا.(رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ کہنے والے کو بہت لعنت کرنے والا نہیں بننا چاہیے۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: ''الصدیق'' جس شخص کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو اور نبی کے قول کو دلیل و حجت کے بغیر مان لے وہ صدیق کہلاتا ہے نبی کے

بعد صدیق کا درجہ ہوتا ہے زیر بحث حدیث میں بتایا گیا کہ صدیق کی شایان شان نہیں کہ وہ لوگوں پر لعنتیں بھیجا کریں کیونکہ لعنت کا ایک مطلب یہ ہے کہ یہ شخص دعا کر رہا ہے کہ یا اللہ! اس شخص کو اپنی رحمت سے دور کردو' اس طرح بددعا کرنا بہت ہی نامناسب اور بڑا بخل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت سے ایک شخص کو نکالنے کی کوشش کر رہا ہے حالانکہ اس کو چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں لانے کی دعا کرتا۔

لعنت کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ لعنت بھیجنے والا خبر دے رہا ہے کہ فلاں شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خارج ہو چکا ہے یہ بھی بڑا جرم ہے کیونکہ یہ شخص غیب کی بات کر رہا ہے اس کو کیا معلوم کہ فلاں شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خارج ہو گیا ہے ہاں اگر کوئی شخص کفر پر مرا ہے تو اس پر لعنت ارسال کرنا جائز ہے مگر فرض اور ضروری وہ بھی نہیں ہے۔

لعنت کی دو قسمیں:۔ "لعانا" لعنت کی دو قسمیں ہیں ایک قسم کفار کے ساتھ خاص ہے۔ وہ یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکل نکل جائے اور رحمت سے دور ہو جائے اور رحمت سے بالکل مایوس ہو جائے اس مفہوم کی لعنت کا تعلق صرف کفار سے ہے اس طرح لعنت کسی مسلمان پر بھیجنا حرام ہے۔ لعنت کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص مثلاً اللہ تعالیٰ کی رضا سے دور ہو جائے اس کے قرب سے دور ہو جائے اس طرح لعنت کی نسبت اور اس کی بددعا اس مسلمانوں کیلئے ہو سکتی ہے جو کسی نامناسب کام کا ارتکاب کرتا ہے۔ صحابہ کرام یا علماء و اولیاء کے کلام میں اگر لعنت کا ذکر آیا ہے تو اس سے لعنت کی یہی قسم مراد ہے علماء نے لکھا ہے کہ مرنے کے بعد کسی پر لعنت بھیجنا اس کے کفر پر متفرع ہے اگر وہ یقینی طور پر کفر پر مرا ہے تو لعنت بھیجنا ممکن اور جائز ہے اگرچہ فرض و ضروری نہیں ہے۔ لیکن اگر اس کی موت یقینی طور پر کفر پر نہیں آئی تو اس پر مرنے کے بعد لعنت نہیں بھیجی جا سکتی یزید پر لعنت کا مسئلہ بھی اسی طرح ہے جب اس کی موت کفر پر یقینی نہیں ہے تو لعنت بھی جائز نہیں ہے۔ جمہور کا یہی مسلک ہے تفصیل آخر مشکوٰۃ میں آئے گی۔ "لعانا" مبالغہ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ کثیر اللعن نہ ہو تھوڑی بہت لعنت سے بچنا بہت مشکل ہے۔

(۹) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللَّعَّانِيْنَ لَا يَكُوْنُوْنَ شُهَدَاءَ وَلَا شُفَعَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ زیادہ لعنت کرنے والے لوگ قیامت کے دن نہ تو شہادت دینے والے ہوں گے اور نہ شفاعت کرنے والے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

کسی کی طرف اخروی ہلاکت کی نسبت نہ کرو

(۱۰) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ اَهْلَكُهُمْ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی آدمی کہے کہ آدمی ہلاک ہو گئے وہ سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: "هلک الناس" یعنی جس شخص نے کہا کہ سارے لوگ ہلاک ہو گئے تو درحقیقت وہ خود سب سے بڑا ہلاک شدہ ہے۔ کیونکہ یہ شخص دوسروں کی عیب جوئی میں مشغول ہے اور اپنی بھلائیوں کو دیکھ رہا ہے اس طرح یہ خود پسندی اور پندار میں مبتلا ہے اور دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھ کر ایسا کہتا ہے لہٰذا یہ سب سے زیادہ ہلاک شدہ ہے کیونکہ اس کو دوسروں کی ہمدردی مقصود نہیں اور ان کی حالت زار پر کوئی افسوس نہیں اور نہ کوئی غم اور خیر خواہی ہے صرف ان کو مایوس کرنا' ذلیل کرنا' حقیر سمجھنا مقصود ہے۔ ہاں اگر ان کی ہدایت کی فکر ہے' ان کی خیر خواہی مقصد ہے اور ان کی حالت زار پر افسوس کرنا مقصود ہے اور ایک درد کا اظہار ہے تو اس صورت میں اس طرح کہنا منع نہیں ہوگا۔

منہ دیکھی بات کرنے والوں کی مذمت

(۱۱) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ذَالْوَجْهَيْنِ الَّذِیْ يَاْتِیْ هٰؤُلَاءِ

بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بدترین آدمی تم اس شخص کو پاؤ گے جو دورویہ ہے ایک جماعت کے پاس ایک طریقہ سے آتا ہے اور دوسری جماعت کے پاس دوسرے طریقہ سے۔ (متفق علیہ)

تشریح: اس ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان لوگوں کے لئے سخت وعید وتنبیہ ہے جو منافقوں کی طرح دورویہ یعنی دومنہ والے ہوتے ہیں کہ ہر فریق کو خوش رکھنے کی خاطر کبھی صحیح اور حق بات نہیں کہتے بلکہ منہ دیکھی بات کرتے ہیں وہ جس جماعت اور جس فریق کے پاس اس کی مرضی اور خواہش کے مطابق اپنی زبان کھولتے ہیں زید کے پاس جاتے ہیں تو اسی کی سی کہتے ہیں اور بکر کے پاس جاتے ہیں تو اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔

چغل خور کے بارے میں وعید

(۱۲) وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةِ مُسْلِمٍ نَمَّامٌ

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے جنت میں چغلخور داخل نہیں ہوگا۔ (متفق علیہ) مسلم کی روایت میں نمام کا لفظ ہے۔

تشریح: قتات اور نمام کے ایک ہی معنی ہیں یعنی چغل خور اس شخص کو کہتے ہیں جو لگائی بجھائی کرتا ہے اور ادھر کی بات ادھر اور ادھر کی بات ادھر کر کے لوگوں کے درمیان فتنہ وفساد کے بیج بوتا ہے۔

سچ بولنے اور جھوٹ سے بچنے کی تاکید

(۱۳) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِىْ اِلَى الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِىْ اِلَى الْجَنَّةِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَاللّٰهِ صِدِّيْقًا وَاِيَّاكُمْ وَالْكِذْبَ فَاِنَّ الْكِذْبَ يَهْدِىْ اِلَى الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِىْ اِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكِذْبَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَاللّٰهِ كَذَّابًا . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ اِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِىْ اِلَى الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْكِذْبَ فُجُوْرٌ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِىْ اِلَى النَّارِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچائی لازم پکڑ و سچائی نیکی کی راہ دکھاتی ہے اور نیکی جنت کی راہ بتلاتی ہے آدمی ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ بولنے سے بچو جھوٹ بولنا فسق کی طرف پہنچاتا ہے اور فسق دوزخ میں پہنچاتا ہے۔ آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں اسے کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے نیکی جنت کی طرف پہنچاتی ہے اور جھوٹ بولنا فسق و فجور ہے اور فجور آگ کی طرف پہنچاتا ہے۔

تشریح: "یتحری" یعنی سچ بولنے کا خیال رکھتا ہے باتوں میں احتیاط کرتا ہے جھوٹ سے بچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں سچا لکھا جاتا ہے علیین اور فرشتوں کے دفاتر میں اس کا نام "صدیق" لکھا جاتا ہے اور اگر بات بات میں سچ بولنے کی بجائے جھوٹ بولتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے جھوٹ ہی کا خیال پکارتا رہتا ہے تو ایسے شخص کا نام اللہ تعالیٰ کے ہاں اور فرشتوں کے دفاتر میں "کذاب" لکھا جاتا ہے۔ انسان کے جسم کا اعتبار اور اس کا اعتماد دل اور زبان کی وجہ سے قائم رہتا ہے زبان اگر بے اعتبار ہو جائے تو انسان کا پورا جسم اور اس کی پوری زندگی لوگوں کی نظروں میں گر جاتی ہے دنیا بھی گئی آخرت بھی گئی' کسی نے کہا ہے "الانسان باصغریہ" یعنی انسان تو دو چھوٹے اعضاء دل اور زبان کی وجہ سے انسان ہے ایک شاعر کہتا ہے

لسان الفتی نصف ونصف فؤاده ۔۔۔ فلم یبق الاصورة اللحم والدم

دروغ مصلحت آمیز جھوٹ کے زمرہ میں نہیں آتا

(۱۴) وَعَنْ اُمِّ كَلْثُوْمٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِىْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُوْلُ خَيْرًا اَوْيَنْمِىْ خَيْرًا. (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کذاب وہ شخص نہیں ہے جو لوگوں میں اصلاح کرتا ہے اور اچھی باتیں کہتا ہے اور اچھی باتیں لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "لیس الکذاب" دو مسلمانوں کا آپس میں مثلاً نزاع ہے یا بُعد ہے اور ایک تیسرا شخص اس فتنہ وفساد اور بغض و بُعد کو دور کرنے کیلئے خلاف واقعہ جھوٹی بات کرتا ہے مثلاً ایک سے کہتا ہے کہ بھائی وہ آدمی تو آپ کا بڑا خیر خواہ ہے وہ آپ کی تعریف کرتا رہتا ہے آپ سے محبت رکھتا ہے اور آپ کے بارے میں ان کے بہت اچھے ارادے ہیں اسی طرح باتیں جا کر دوسرے سے کہتا ہے اس میں اگر چہ یہ جھوٹ بولتا ہے لیکن چونکہ یہ اصلاح بین الناس اور اخلاص پر مبنی ہے لہٰذا جھوٹ کی وعید سے خارج ہے اس طرح میاں بیوی کے درمیان نفرت کو ختم کرنے کیلئے اس طرح باتیں کرنا جھوٹ کی وعید سے باہر ہے اسی طرح کسی کی جان بچانے کیلئے جھوٹ بولنا جائز بلکہ بعض دفعہ فرض ہو جاتا ہے مثلاً کوئی شخص کسی کے قتل کیلئے اسلحہ لیکر پیچھے دوڑ رہا ہے تو کسی نے کہا کہ بھائی اس راستہ سے وہ نہیں گیا ہے بلکہ فلاں راستہ سے گیا ہے اس طرح غلط بیانی جائز بلکہ ضروری ہے۔

جھوٹی اور مبالغہ آمیز تعریف کرنے والے کی مذمت

(۱۵) وَعَنِ الْمِقْدَادِ بِنِالْاَسْوَدِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْمَدَّا حِيْنَ فَاحْثُوْا فِىْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو ان کے منہ میں مٹی ڈالو۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "المداحین" یہ مداح کی جمع ہے مدح اور تعریف کرنے والے کو کہتے ہیں یہاں بے جا اور ریاکاری، مکاری، عیاری اور دنیاداری کی غرض سے جھوٹی تعریف کرنے والے لوگ مراد ہیں اس حدیث میں ہے کہ ایسے لوگوں کے منہ میں مٹی ڈال دو اب مٹی ڈالنے سے کیا مراد ہے تو بعض شارحین کہتے ہیں کہ یہ کلام حقیقت پر مبنی ہے کہ واقعی مٹی اٹھا کر اس مداح کے منہ میں ڈال دو۔ بعض نے کہا کہ اس کلام میں مجاز ہے مطلب یہ ہے کہ اس مداح کو کچھ نہ کچھ دیدو کیونکہ نہ دینے کی صورت میں وہ تمہاری مذمت کرے گا یا مطلب یہ ہے کہ اس کو کچھ نہ دو خاک دو تا کہ پھر آ کر تمہاری بے جا تعریف نہ کرے۔

(۱۶) وَعَنْ اَبِىْ بَكْرَةَ قَالَ اَثْنٰى رَجُلٌ عَلٰى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَيْلَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِيْكَ ثَلَاثًا مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًالَا مُحَالَةَ فَلْيَقُلْ اَحْسَبُ فُلَانًا وَاللّٰهُ حَسِيْبُهُ اِنْ كَانَ يُرٰى اَنَّهُ كَذَالِكَ وَلَا يُزَكِّىْ عَلَى اللّٰهِ اَحَدً (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی نے ایک دوسرے شخص کی تعریف کی آپ نے فرمایا تیرے لیے افسوس ہو تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ ڈالی ہے۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ اگر کوئی تم میں سے کسی کی تعریف کرے کہے میں فلاں شخص کو ایسا سمجھتا ہوں جبکہ اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کی تعریف نہ کرے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "قطعت عنق اخیک" یعنی منہ پر تعریف کر کے تم نے اس شخص کی گردن کاٹ دی کیونکہ تیری اس تعریف سے یہ شخص عُجب اور تکبر میں مبتلا ہو جائے گا جو اس کی آخرت کیلئے تباہ کن ہے۔

تعریف کی قسمیں:۔ کسی شخص کی تعریف کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ منہ پر کسی کی تعریف ہو یہ ناجائز ہے اور اس حدیث کا پہلا مصداق یہی صورت ہے۔ تعریف کی دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ تعریف منہ پر نہ ہو بلکہ پس پشت ہو لیکن اس انداز سے ہو کہ تعریف کرنے والے کو یقین ہے کہ یہ تعریف اس شخص تک پہنچ جائے گی یہ صورت بھی پہلی صورت کی طرح ناجائز ہے۔ تعریف کی تیسری صورت یہ ہے کہ پس پشت ایک شخص نے دوسرے کی تعریف کی اور یہ مقصد بالکل نہیں کہ یہ تعریف اس شخص تک پہنچ جائے گی جس کی تعریف کی ہے اور وہ اس تعریف سے خوش ہو جائے گا اس کا مطلق ارادہ نہ ہو تعریف کی یہ صورت جائز ہے لیکن اس کیلئے یہ شرط ہے کہ جس کی تعریف ہو رہی ہے وہ شخص اس تعریف کا مستحق ہو بے جا تعریف نہ ہو۔

غیبت کے معنی اور اس کی تفصیل

(۱۷) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَايَكْرَهُ قِيْلَ اَفَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ فِيْ اَخِيْ مَا اَقُوْلُ قَالَ اِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِذَا قُلْتَ لِاَخِيْكَ مَا فِيْهِ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَاِذَا قُلْتَ مَا لَيْسَ فِيْهِ فَقَدْ بَهَتَّهٗ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے فرمایا تو اپنے بھائی کا ذکر اس انداز سے کرے جو اسے ناپسند ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اگر ہمارے بھائی میں ایسی بات ہو جو ہم کہتے ہیں فرمایا اگر اس میں وہ خصلت ہے اور تم اس کی عدم موجودگی میں اس کا ذکر کرتے ہو تم اس کی غیبت کرتے ہو اور اگر اس میں نہیں ہے تم اس پر بہتان لگاتے ہو روایت کیا اس کو مسلم نے ایک روایت میں ہے جس وقت تو اپنے بھائی کی اس خصلت کا ذکر کرے جو اس میں ہے تو نے اس کی غیبت کی اگر اس میں وہ خصلت نہیں ہے تو نے اس پر بہتان لگایا۔

تشریح: "ذکرک اخاک" یہ غیبت کی تعریف ہے جو خود حدیث میں مذکور ہے یہ ناجائز اور حرام ہے البتہ تین قسم کے لوگوں کی غیبت جائز ہے۔ ان میں اول فاسق مجاہر ہے اس کی غیبت اس نیت سے جائز ہے کہ لوگ اس کی شرارت و خباثت سے محفوظ رہیں۔ دوم ظالم حاکم کی غیبت جائز ہے قرآن میں ہے۔ لا یحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم سوم وہ بدعتی ہے جس کی بدعت متعدی ہو رہی ہو اور غیبت کرنے والے کی غیبت سے فائدہ بھی ہو رہا ہو اور وہ اصلاح کی نیت سے غیبت کر رہا ہو یا بچاؤ کے ارادہ سے کر رہا ہو اگر یہ فوائد و شرائط نہ ہوں تو بدعتی کی غیبت برائے غیبت جائز نہیں۔

فحش گو بدترین آدمی ہے

(۱۸) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَجُلًا اِسْتَاْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْذَنُوْا لَهٗ فَبِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطَ اِلَيْهِ فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْتَ لَهٗ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطْتَ اِلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتٰى عَاهَدْتِّنِيْ فَحَّاشًا اِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَاللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ شَرِّهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِتِّقَاءَ فُحْشِهٖ. (صحيح البخاری و صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہا ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت طلب کی فرمایا اس کو اجازت دو اپنی قوم کا برا آدمی ہے جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر بیٹھا آپ نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آئے اور اس کے لیے تبسم کیا جب وہ آدمی چلا گیا عائشہ نے کہا اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو ایسا ایسا کہا پھر آپ خندہ روئی سے پیش آئے اور اس کے ساتھ میٹھی میٹھی باتیں کیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے مجھ کو فحش گو کب پایا ہے اللہ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین وہ آدمی ہوگا جس کو لوگ اس کی فحش گوئی کی وجہ سے چھوڑ دیں گے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "بئس" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فاسق مجاہر کی شرارت و خباثت سے بچاؤ کی غرض سے اس کی شرارت کا تذکرہ جائز ہے اسی

طرح اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ایسے شخص کی شرارت سے بچنے کیلئے اس کے منہ پر بری بات کے بجائے اچھی بات کی جائے۔

ہاں روحانی اعتبار سے ایسا شخص کتنا گرا ہوا ہوتا ہے کہ لوگ اس کے سامنے اس کی اصلاح کی بات بھی نہیں کر سکتے۔ یہ شخص عیینہ بن حصن فزاری تھا بعد میں مرتد ہوگیا تھا پھر مرتدین کی جنگوں میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فوج نے اس کو گرفتار کیا پھر یہ شخص مسلمان ہوگیا اور پھر مر گیا۔

اپنے عیب کو ظاہر نہ کرو

(۱۹) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافًا اِلَّا الْمُجَاهِرُوْنَ وَاِنَّ مِنَ الْمَجَانَةِ اَنْ یَّعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّیْلِ عَمَلًا ثُمَّ یُصْبِحُ وَقَدْسَتَرَهُ اللّٰهُ فَیَقُوْلُ یَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ کَذَا وَکَذَا وَقَدْ بَاتَ یَسْتُرُهٗ رَبُّهٗ وَیُصْبِحُ یَکْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَذُکِرَ حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ فِیْ بَابِ ضِیَافَةِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں عافیت ہے مگر وہ لوگ جو پوشیدہ گناہوں کو ظاہر کرتے ہیں یہ بھی ظاہر کرنا ہے کہ آدمی رات کو ایک کام کرے پھر اس حال میں صبح کرے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈالا ہے اور وہ صبح کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے پردہ کو کھول دیتا ہے۔ (متفق علیہ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کے الفاظ ہیں من کان یومن باللہ باب الضیافتہ میں گذر چکی ہے۔

تشریح: حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب میں لفظ ''معافاً'' کے معنی ''سلامت ومحفوظ رہنا'' لکھے ہیں گویا ان کے نزدیک **کل امتی معافاً الا المجاهرون** کا ترجمہ یوں ہوگا کہ میری امت کے تمام لوگ غیبت سے محفوظ و مامون ہیں یعنی شریعت خداوندی میں کسی مسلمان کی غیبت کرنے کو روا نہیں رکھا گیا ہے علاوہ ان لوگوں کے جو گناہ و معصیت کے کھلم کھلا ارتکاب کرتے ہیں ایک دوسرے شارح حدیث طیبیؒ نے بھی یہی معنی لکھے ہیں لیکن ملا علی قاریؒ نے یہ لکھا ہے کہ حدیث کا سیاق وسباق اور اس کا حقیقی مفہوم اس معنی پر دلالت نہیں کرتا چنانچہ ان کے نزدیک زیادہ مبنی برحقیقت کے معنی وہی ہیں جو ترجمہ میں نقل کئے گئے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق دہلویؒ نے حدیث کی وضاحت میں لکھا ہے کہ شریعت نے جس غیبت کو حرام قرار دیا ہے وہ اس شخص کی غیبت ہے جو پوشیدہ طور پر کوئی گناہ کرتا ہے اور اپنے عیب کو چھپاتا ہے لیکن جو لوگ کھلم کھلا اور ڈھٹائی کے ساتھ گناہ کرتے رہتے ہیں اور اپنے عیب کو خود ظاہر کرتے پھرتے ہیں کہ نہ تو خدا سے شرماتے ہیں اور نہ بندوں سے تو ان کی غیبت کرنا درست ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ فاسق معلن یعنی کھلم کھلا فسق و فجور کرنے والے کی غیبت کرنا جائز ہے نیز ظلم کرنے والے حاکم وسلطان اور مبتدع داعی کی اور دادخواہی واظہار ظلم کیلئے غیبت کرنا بھی درست ہے اسی طرح اصلاح عیوب کی خاطر اور بقصد نصیحت کسی کی برائی کو بیان کرنا کسی کے گواہ وشاہد کے حالات کی چھان بین اور اس کے بارے میں صحیح اطلاعات بہم پہنچانے کی خاطر اس کے عیوب کو بیان کرنا اور اخبار واحادیث کے راویان کی حیثیت وشخصیت کو واضح کرنے کے لئے ان کے عیوب کو ظاہر کرنا غیبت میں داخل نہیں ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ... جھوٹ اور مخاصمت کو ترک اور اخلاق اچھا بنانے والے کا ذکر

(۲۰) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَکَ الْکَذِبَ وَهُوَ بَاطِلٌ بُنِیَ لَهٗ فِیْ رَبَضِ الْجَنَّةِ وَمَنْ تَرَکَ الْمِرَآءَ وَهُوَ مُحِقٌّ بُنِیَ لَهٗ فِیْ وَسَطِ الْجَنَّةِ وَمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهٗ بُنِیَ لَهٗ فِیْ اَعْلَاهَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَکَذَافِی شَرْحِ السُّنَّةِ وَفِی الْمَصَابِیْحِ قَالَ غَرِیْبٌ.

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جھوٹ کو چھوڑ دے جبکہ وہ ناحق پر ہے جنت کے کنارے میں اس کے لیے محل بنایا جاتا ہے اور جو جھگڑا چھوڑ دے جبکہ وہ حق پر ہے اس کے لیے جنت کے وسط میں مکان بنایا جاتا ہے جس نے اپنا خلق اچھا بنا لیا جنت کی بلند جگہ میں اس کے لیے مکان بنایا جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث حسن ہے

اسی طرح شرح السنہ میں ہے۔ مصابیح میں ہے یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: "الکذب" اس حدیث میں تین قسم کے لوگوں کو جنت میں مختلف درجات اور مقامات دینے کی بشارت سنائی گئی ہے۔ پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جو جھوٹ بولنے کو ترک کردیں "وھو باطل" یعنی وہ جھوٹ حقیقت میں جرم ہو اس طرح جھوٹ نہ ہو جو فی الجملہ جائز ہو جیسے اصلاح بین الناس یا میدان جہاد وغیرہ میں اس کی اجازت ہوتی ہے اسی احتراز کیلئے یہ قید لگائی ہے دوسری قسم وہ لوگ ہیں جو بطور تواضع اور شرافت نفس کی بنیاد پر شروفساد اور جھگڑے ونزاع سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں باوجودیکہ ان کا دنیوی حق بنتا ہے مگر وہ اپنا حق چھوڑ کر دفع شر کی غرض سے جھگڑے سے دست بردار ہو جاتے ہیں اور تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو اپنے اخلاق کو نہایت شائستہ اور اچھا رکھتے ہیں۔

پہلی قسم کے لوگوں کا انعام "ربض الجنة" ہے یعنی جنت کے اندرونی حصہ کے ادنی کنارہ پر ان کے لئے محل تیار کیا جائے گا۔ دوسری قسم لوگوں کا انعام "وسط الجنۃ" ہے جو ان سے اعلیٰ وافضل ہے کیونکہ جنت کے کنارے میں نہیں بلکہ جنت کے درمیان مرکزی مقام میں ان کا محل بنایا جائے گا۔

تیسری قسم لوگوں کا انعام "اعلیٰ الجنة" ہے یعنی جنت کے بالا خانوں میں بلندیوں پر ان کا محل بنایا جائے گا۔ یہ لوگ سب سے اعلیٰ ہونگے کیونکہ ان کا کارنامہ بڑا ہے کیونکہ جھوٹ ترک کرنا اور جھگڑے سے دست بردار ہونا سب اچھے خلاق کے نتائج میں سے ہیں۔

جنت اور دوزخ لے جانے والی چیزیں

(۲۱) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَدْرُوْنَ مَااَکْثَرُمَایُدْخِلُ النَّاسِ الْجَنَّةَ تَقْوَی اللّٰهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ اَتَدْرُوْنَ مَا اَکْثَرُمَایُدْخُلُ النَّاسِ النَّارِ الْاَجْوَفَانِ الْفَمُ وَالْفَرْجُ. (رواہ الترمذی و سنن ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو لوگوں کو جنت میں زیادہ کونسی چیز داخل کرے گی وہ اللہ کا تقویٰ اور حسن خلق ہے کیا تم کو علم ہے لوگوں کو آگ میں کونسی چیز داخل کرے گی دو خالی چیزیں ہیں منہ اور شرمگاہ۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے)

تشریح: "الاجوفان" یہ جوف کا تثنیہ ہے جوف سے مراد کھوکھلی چیز ہے انسانی جسم میں ایک منہ اور دوسری شرمگاہ کھوکھلی چیزیں ہیں اور یہی چیزیں تمام برائیوں کی جڑیں ہیں ایک کا تعلق شهوة البطن سے ہے اور دوسری کا تعلق شهوة الفرج سے ہے دوزخ کے تمام اسباب پر اگر نظر دوڑائی جائے تو راستے میں یہی دونوں چیزیں آئیں گی۔

کلمہ خیر اور کلمہ شر کی اہمیت

(۲۲) وَعَنْ بِلَالِ بْنَ الْحَارِثِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُل لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنَ الْخَیْرِ مَایَعْلَمُ مَبْلَغَهَا یَکْتُبُ اللّٰهُ لَهُ بِهَا رِضْوَانَهُ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَاهُ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنَ الشَّرِّ مَا یَعْلَمُ مَبْلَغَهَا یَکْتُبُ اللّٰهُ بِهَا عَلَیْهِ سَخَطَهُ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَاهُ. رَوَاهُ فِی شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوٰی مَالِکٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهُ.

ترجمہ: حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی ایک بھلائی کی بات کرتا ہے وہ اس کی قدر نہیں جانتا اللہ تعالیٰ اسی کی وجہ سے اپنی ملاقات کے دن تک اپنی رضامندی اس کے لیے لکھ دیتا ہے۔ آدمی ایک برائی کی بات کرتا ہے اس کی قدر نہیں جانتا۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنی ملاقات کے دن تک ناراضگی اس کے لیے لکھ دیتا ہے۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں اور روایت کیا اس کو مالک' ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کی مانند۔

تشریح: "بالکلمة من الخیر" یعنی انسان زبان سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی کوئی بات نکالتا ہے اس کو خود اس بات کی کوئی

اہمیت معلوم نہیں ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس شخص کو اس کلمہ کی وجہ سے دنیا میں ایسی خوشنودی حاصل ہو جاتی ہے کہ یہ خوشنودی عالم برزخ اور قبر میں ساتھ رہتی ہے پھر قبر سے اٹھ کر میدان حشر میں ساتھ رہتی ہے پھر پل صراط سے گزر کر جنت میں ساتھ رہتی ہے اور پھر جنت میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے ملاقات کے وقت تک یہ خوشنودی ساتھ رہتی ہے اسی طرح شر کا کلمہ ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتا ہے اور پھر وہ غضب اسی طرح قبر و برزخ اور پھر محشر و دوزخ میں ساتھ رہتا ہے۔

علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ کلمۃ الخیر سے ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا مراد ہے اور کلمۃ الشر سے ظالم بادشاہ کے سامنے اس کی تعریف اور تائید و توثیق مراد ہے تاہم حدیث کا مفہوم عام ہے اس کو اسی طرح عام رکھنا چاہیے خاص نہیں کرنا چاہیے۔

جھوٹے لطیفوں کے ذریعہ لوگوں کو ہنسانے والے کے بارے میں وعید

(۲۳) وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِمَنْ يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَّهٗ وَيْلٌ لَّهٗ.(رواہ مسند احمد بن حنبل و الترمذی و ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے اپنے دادا سے بیان کرتا ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے اس کے لیے ویل ہے اور ہلاکت ہے روایت کیا اس کو احمد، ترمذی اور ابوداؤد اور دارمی نے۔

تشریح: "ویل" کے معنی ہیں عظیم ہلاکت اور ویل دوزخ کی ایک گہری وادی کا نام بھی ہے جس میں اگر پہاڑ ڈال دیئے جائیں تو گرمی سے گل جائیں اہل عرب کے کلام میں یہ لفظ اس شخص کیلئے استعمال ہوتا ہے جو کسی برائی اور ناپسندیدہ امر کا ارتکاب کرتا ہے اور اس کے تئیں اظہار تاسف اور اس کو متنبہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ارشاد کے آخر میں مذکورہ لفظ کو پھر استعمال کرنا اور مکرر استعمال کرنا گویا ایسے شخص کے حق میں زجر و وعید کو زیادہ شدت کے ساتھ بیان کرنا مقصود تھا جو بے بنیاد باتوں اور جھوٹے لطائف و قصص کے ذریعہ لوگوں کو ہنسائے۔

ویل لمن یحدث فیکذب میں لفظ یکذب (جھوٹ بولنے کی قید سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ہم جلیسوں اور یار دوستوں کو خوش کرنے اور ان کو ہنسانے کیلئے ایسی بات کرے یا ایسے لطیفے اور قصے سنائے جو سچے ہوں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اگرچہ یہ ضروری ہے کہ اس کو اپنی عادت نہ بنائے اور نہ لطیفہ گوئی کو بطور پیشہ اختیار کرے کیونکہ خوش طبعی و بذلہ سنجی جو جھوٹ پر مبنی نہ ہو باوجودیکہ مشروع و مسنون ہے لیکن اس کو کبھی کبھار ہی اختیار کیا جائے نہ کہ ہمیشگی کے ساتھ اس طرح ہر وقت لوگوں کو ہنسانے اور مسخرا پن کرنے ہی میں نہ لگا رہے اور نہ اس پر زیادہ توجہ دے کیونکہ اس کا مآل کار نقصان و خسران کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا جیسا کہ اگلی حدیث میں فرمایا گیا ہے۔

مسخرے پن اور زبان کی لغزش سے بچو

(۲۴) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَقُوْلُ الْكَلِمَةَ لَايَقُوْلُهَا اِلَّا لِيُضْحِكَ بِهِ النَّاسِ يَهْوِيْ بِهَا اَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَاِنَّهٗ لَيَزِلُّ عَنْ لِسَانِهٖ اَشَدَّ مِمَّا يَزِلُّ عَنْ قَدَمِهٖ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی لوگوں کو ہنسانے کے لیے ایک بات کرتا ہے اس کی وجہ سے آسمان و زمین کے درمیانی فاصلہ سے زیادہ دور دوزخ میں جا گرتا ہے اور وہ اپنی زبان کے ساتھ اس قدر پھسلتا ہے جس قدر اپنے قدم کے ساتھ نہیں پھسلتا۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

ایک چپ لاکھ بلا ٹالتی ہے

(۲۵) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَمَتَ نَجَا. رَوَاهُ اَحْمَدُ

وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَان.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چپ رہا نجات پا گیا۔ روایت کیا اس کو ترمذی، احمد، دارمی اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: "من صمت نجا" زبان کے استعمال کے ساتھ بلائیں لگی ہوئی ہیں چنانچہ انسان جن دنیوی یا اُخروی بلاؤں میں مبتلا ہوتا ہے ان تمام بلاؤں کا تعلق بالواسطہ یا بغیر واسطہ انسان کی زبان سے ہے اسی لئے جو شخص زبان کی لغزشوں سے محفوظ ہو گیا وہ کامیاب ہو گیا اور خاموش رہنا اس کامیابی کی جڑ ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ انسان زبان سے جو کلام کرتا ہے اس کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) وہ کلام خالص نقصان ہی نقصان ہو۔ (۲) وہ کلام خالص خیر ہی خیر ہو۔ (۳) وہ کلام نفع اور نقصان دونوں پر مشتمل ہو۔ (۴) اس کلام میں نہ نفع ہو اور نہ نقصان ہو۔ فرماتے ہیں کہ پہلی قسم کلام غیر مفید ہے اس سے سکوت ہی بہتر ہے۔ دوسری قسم کلام اچھا اور بہتر ہے لہٰذا سکوت سے کلام اچھا ہے۔ تیسری قسم کلام سے بچنا افضل ہے کیونکہ فائدہ کے ساتھ نقصان لگا ہوا ہے چوتھی قسم بھی فضولیات میں سے ہے گناہ نہ بھی ہو پھر بھی زبان کو محفوظ رکھنا چاہیے۔

دنیا و آخرت کی نجات کے ذریعے

(۲۶) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا النَّجَاةُ فَقَالَ اَمْلِکْ عَلَيْکَ لِسَانَکَ وَلْيَسَعْکَ بَيْتُکَ وَابْکِ عَلٰى خَطِيْئَتِکَ (رواہ مسند احمد بن حنبل الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا میں نے کہا نجات کس چیز میں ہے فرمایا اپنی زبان بند رکھ تیرا گھر تجھے گنجائش دے اور اپنے گناہوں پر رو۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے۔

تشریح: "ما النجاة؟" یعنی اخروی نجات کے ذریعے اور اسباب و طریقے کونسے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کو اُخروی نجات کے لئے کافی قرار دیا۔ (۱) زبان کو قابو میں رکھو کسی قسم کی غیبت اور گالم گلوچ اور دھوکہ جھوٹ میں زبان استعمال نہ ہو۔ (۲) تمہارا گھر تمہارے لئے کشادہ ہو یعنی دن بھر اور رات بھر اپنے گھر میں اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر اور عبادات میں رہو باہر کی مجلسوں اور نشستوں اور جلسوں جلوسوں سے اور عوام الناس کے میل جول سے اپنے آپ کو الگ رکھو کیونکہ ان مواقع میں آدمی طرح طرح کے فتنوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (۳) اپنے گناہوں پر نادم و پشیمان ہو کر خوب رویا کرو اور مکمل توبہ کرلو اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بنالو۔

تمام اعضاء جسم، زبان سے عاجزی کرتے ہیں

(۲۷) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَفَعَهٗ قَالَ اِذَا اَصْبَحَ ابْنُ اٰدَمَ فَاِنَّ الْاَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُوْلُ اتَّقِ اللّٰهَ فِيْنَا فَاِنَّا نَحْنُ بِکَ فَاِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَاِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا. (رواہ الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اس حدیث کو مرفوع بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان جس وقت صبح کرتا ہے سب اعضاء زبان کے سامنے عاجزی کرتے ہیں کہتے ہیں ہمارے حق میں اللہ سے ڈر ہم تیرے ساتھ ہیں اگر تو سیدھی رہے ہم سیدھے ہیں اگر تو ٹیڑھی ہوگئی ہم ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: "ان استقمت" یعنی تمام اعضاء زبان کے سامنے عاجزی اور تواضع وانکساری کرتے ہیں کہ اگر تم ٹھیک رہی تو ہم ٹھیک رہیں گے اور اگر تم ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے رہیں گے ہمارا دارومدار تم پر ہے۔

سوال:۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ اس طرح کہ صحیح حدیث میں دل کے بارے میں اس طرح آیا ہے "الا ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله" یعنی دل کی وجہ سے انسان کا سارا بدن سدھرتا اور بگڑتا ہے۔ حالانکہ زیر بحث حدیث میں زبان کے بارے

میں ہے کہ اس کے ذریعہ سے بدن سدھرتا اور بگڑتا ہے یہ تعارض ہے۔ جواب:۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ زبان دل کی ترجمان ہے تو دل کی طرف نسبت حقیقتہ ہے اور زبان کی طرف نسبت مجازاً ہے شرح عقائد میں یہ شعر مذکور ہے۔

ان الكلام لفی الفؤائد وانما جعل اللسان علی الفؤائد دليلا

علماء نے لکھا ہے کہ ''الانسان بأصغرية'' یعنی انسان دو چھوٹی چیزوں کی وجہ سے انسان ہے ایک دل ہے دوسری زبان ہے ایک عاقل شاعر کہتا ہے

آدمیت لحم و شحم و پوست نیست آدمیت جز رضائے دوست نیست

حسن اسلام کیا ہے

(۲۸) وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَحْمَدُ وَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ الْبَيْهَقِيُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْهُمَا.

ترجمہ: حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے فائدہ کاموں کو چھوڑ دے روایت کیا اس کو مالک اور احمد نے اور روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے اور ترمذی اور بیہقی نے شعب الایمان میں دونوں سے۔

تشریح: ''تركه مالا يعنيه'' لایعنی بے فائدہ کلام کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کامل ایمان کی نشانی اور علامت یہ ہے کہ آدمی ان بے فائدہ باتوں سے احتراز واجتناب کرے جس میں نہ دنیوی فائدہ ہو نہ اخروی فائدہ۔ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بے فائدہ اور لایعنی باتیں وہ ہیں کہ جن کے نہ کرنے سے کسی آدمی پر گناہ لازم نہ آتا ہو اور کرنے میں لغزش کا خطرہ ہو مثلاً کوئی شخص پرانے زمانے کے اپنے مختلف اسفار کے لمبے چوڑے قصے سناتا ہے اگر وہ ان قصوں کو نہ سنائے تو کوئی ضروری نہیں لیکن اگر سنائے تو اس میں لغزش اور غلطی کا خطرہ ہے یہ فضول اور لایعنی بات ہے اگر لغزش نہ بھی ہو پھر بھی اس سے قیمتی وقت تو ضائع ہو ہی جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اسلام کے چار حصوں میں سے چوتھا حصہ اور ربع الاسلام ہے۔

کسی کی آخرت کے بارے میں یقین کے ساتھ کوئی حکم نہ لگاؤ

(۲۹) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ تَوَفِّيَ رَجُلٌ مِنَ الصَّحَابَةِ فَقَالَ رَجُلٌ اَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَلَا تَدْرِىْ فَلَعَلَّهٗ تَكَلَّمَ فِيْمَا لَايَعْنِيْهِ اَوْبَخِلَ بِمَا لَايَنْقُصُهٗ. (رواه الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک صحابی فوت ہو گیا ایک آدمی نے کہا تجھ کو جنت کی مبارک ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے کیا علم ہے شاید اس نے فضول بات کی ہو یا کسی ایسی چیز کے ساتھ بخل کیا ہو جو اس میں کوئی نقص پیدا نہیں کرتی تھی۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: یعنی کسی کے بارے میں جزم اور یقین کے ساتھ ایسا فیصلہ نہیں کرنا چاہیے کہ یہ شخص جنتی ہے کیونکہ یہ غیب کا معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حوالہ ہے تم کو اس شخص کے ظاہری اور باطنی تمام گوشوں کا علم نہیں ہے اگرچہ بظاہر یہ شخص پاکیزہ زندگی کا مالک ہے بلکہ صحابی بھی ہے لیکن تمہیں اس کے تمام معاملات کا علم نہیں ہے، بہت ممکن ہے کہ اس نے کوئی بے فائدہ بات کی ہو یا ایسی چیز میں بخل کیا ہو جس میں بخل نہیں کرنا چاہیے مثلاً صدقہ کرنے میں سستی کی ہو یا لایعنی بات کی ہو۔ اس حدیث کا خلاصہ ومطلب یہ ہے کہ یقین کے ساتھ ایسا فیصلہ کرنا ایک بندے کیلئے مناسب نہیں ہے جس کے مستقبل کا اس کو علم نہ ہو۔ بخل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سلام کرنے صدقہ دینے اور علم کے پھیلانے میں بخل کرتا ہے جس سے کسی چیز کے کم ہونے کا خطرہ نہیں ہے۔

زبان کے فتنہ سے بچو

(۳۰) وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الثَّقْفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ قَالَ فَاَخَذَ

بِلِسَانِ نَفْسِهٖ وَقَالَ هٰذَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ.

ترجمہ: حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے کہا اے اللہ کے رسول جن چیزوں کو آپ میرے لیے خوفناک فرماتے ہیں ان میں سب سے زیادہ خوفناک کونسی چیز ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان کو پکڑا اور فرمایا یہ ہے ترمذی نے اس کو روایت کیا اور صحیح کہا ہے۔

جھوٹ بولنا حفاظت کرنے والے فرشتوں کو اپنے سے دور کر دینا ہے

(۳۱) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَكُ مِيْلًا مِنْ نَتْنِ مَاجَآءَ بِهٖ (الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے بندہ اس کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور ہو جاتا ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

کسی کو اپنے جھوٹ کے دھوکے میں مبتلا کرنا بہت بڑی خیانت ہے

(۳۲) وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ اَسَدِ نِ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَبُرَتْ خِيَانَةً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاكَ حَدِيْثًا هُوَلَكَ بِهٖ مُصَدِّقٌ وَاَنْتَ بِهٖ كَاذِبٌ. (رواه سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت سفیان بن اسید حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تو اپنے بھائی کو ایک بات سنائے وہ تجھے اس بات میں سچا سمجھے اور تو اس میں جھوٹا ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

دو رویہ کے بارے میں وعید

(۳۳) وَعَنْ عَمَّارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ ذَا وَجْهَيْنِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ. (رواه الدارمی)

ترجمہ: حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں دو رویہ ہے قیامت کے دن اس کے لیے آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے)

کمال ایمان کے منافی چیزیں

(۳۴) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَفِيْ اُخْرٰى لَهٗ وَلَا الْفَاحِشِ الْبَذِيِّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن طعن کرنے والا لعنت کرنے والا فحش بکنے والا اور زبان دراز نہیں ہوتا۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔ ایک دوسری روایت میں ہے فحش کہنے والا زبان درازی کرنے والا نہیں ہوتا۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: "المؤمن" اس سے کامل مؤمن مراد ہے یا اسلوب حکیم کے طور پر یہ کلام ہے کہ ان بری صفات والا تو مؤمن ہو ہی نہیں سکتا یا یہ کلام تشدیداً تغلیظاً اور تہدیداً و توبیخاً ہے یا اس کو حلال سمجھنے والا مراد ہے۔ "طعانا" یعنی لوگوں پر شدید طعن کرنے والا نہیں ہوتا یہ مبالغہ کا صیغہ ہے کثیر الطعن ہونا مراد ہے "لعانا" یہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے کثیر اللعن شخص مراد ہے "ولا الفاحش" یعنی فحش گفتگو کرنے والا یا فحاشی کا ارتکاب کرنے والا مؤمن نہیں ہو سکتا۔

''ولا البذی'' با پرفتحہ ہے ذال پر کسرہ ہے اور یا پر شد ہے فحش گفتگو کرنے والے بداخلاق شخص کو کہتے ہیں' فاحش کے بعد اس کو دوبارہ لایا لہٰذا تکرار سے بچنے کیلئے شارحین نے بذی کو فعلی فحاشی کرنے والے پر حمل کیا ہے۔ ملا علی قاری نے البذی کو الفاحش کیلئے عطف تفسیری قرار دیا ہے روایت کا آخری حصہ اس کی تائید کرتا ہے کیونکہ اس میں عطف تفسیری موجود ہے۔ بہر حال یہ افعال ایمان کے منافی ہیں لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس سے اجتناب کرے۔

(۳۵) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ لَعَّانًا وَفِیْ رِوَايَةٍ لَا يَنْبَغِیْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يَكُوْنَ لَعَّانًا. (رواہ الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا ایک روایت میں ہے مومن کے لائق نہیں کہ وہ بہت لعنت کرنے والا ہو۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

بدعا کرنے کی ممانعت

(۳۶) وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا بِغَضَبِ اللّٰهِ وَلَا بِجَهَنَّمَ وَفِیْ رِوَايَةٍ وَلَا بِالنَّارِ (رواہ الجامع ترمذی و ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں اللہ کی لعنت اور اللہ کا غضب ایک دوسرے پر نہ ڈالا کرو اور نہ اس طرح کہا کرو کہ تو جہنم میں جائے ایک روایت میں ہے آگ میں جائے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے۔

جو آدمی لعنت کے قابل نہ ہو اس پر لعنت کرنا خود اپنے آپ کو مبتلائے لعنت کرنا ہے

(۳۷) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ اِلَى السَّمَاءِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ دُوْنَهَا ثُمَّ يُهْبَطُ اِلَى الْاَرْضِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُهَا دُوْنَهَا ثُمَّ تَاْخُذُ يَمِيْنًا وَشِمَالًا فَاِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ اِلَى الَّذِیْ لُعِنَ فَاِنْ كَانَ لِذَالِکَ اَهْلًا وَاِلَّا رَجَعَتْ اِلٰی قَائِلِهَا. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی آدمی جس وقت کسی پر لعنت بھیجتا ہے۔ لعنت آسمان پر چڑھتی ہے آسمان کے دروازے بند ہو جاتے ہیں پھر زمین کی طرف اترتی ہے اس کے ورے زمین کے دروازے بند ہو جاتے ہیں پھر وہ دائیں بائیں چلتی ہے جس وقت کوئی راہ نہیں پاتی جس پر لعنت ڈالی گئی ہے اس کی طرف لوٹ آتی ہے اگر وہ اس کا اہل نہیں ہوتا کہنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: اس حدیث کے ذریعہ لعنت کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ جس چیز کو لوگ بہت معمولی چیز سمجھتے ہیں اور ہر کس و ناکس پر لعنت کرتے رہتے ہیں انجام کار خود ہی اس لعنت کا شکار ہو جاتے ہیں چنانچہ جب کوئی شخص کسی پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت ابتداء ہی سے اس پر متوجہ نہیں ہوتی۔ اور یہ چاہتی ہے کہ ادھر ادھر سے ہو کر باہر نکل جائے مگر جب کسی طرف کو راستہ نہیں پاتی تو آخر کار اس پر متوجہ ہوتی ہے بشرطیکہ وہ اس لعنت کا سزاوار ہو اور اگر حقیقت کے اعتبار سے وہ اس لعنت کا سزاوار نہیں ہوتا تو پھر انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ لوٹ کر اس شخص پر واقع ہو جاتی ہے جس نے وہ لعنت کی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جب تک حقیقی طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ فلاں شخص لعنت کا واقعی مستوجب ہے اس پر لعنت نہ کی جائے اور ظاہر ہے کہ کسی شخص کا قابل لعنت ہونا شارع علیہ السلام کی طرف سے بتائے بغیر متعین نہیں ہوسکتا۔

(۳۸) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا نَازَعَتْهُ الرِّيْحُ رِدَاءَهٗ فَلَعَنَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَلْعَنْهَا فَاِنَّهَا مَامُوْرَةٌ وَاِنَّهٗ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ اَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ (رواہ الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہوا نے ایک آدمی کی چادر اُڑائی اس نے اس پر لعنت ڈالی رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر لعنت نہ ڈال وہ حکم کی گئی ہے جو شخص کسی پر لعنت بھیجے اگر وہ اس کا مستحق نہ ہو لعنت اس کی طرف لوٹ آتی ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے۔

تشریح: "وہ تو حکم کے تابع ہے۔" کا مطلب یہ ہے کہ ہوا بذات خود کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور نہ کسی طرح کا تصرف کرنے کے قابل ہے وہ تو چلنے پر منجانب اللہ مامور کی گئی ہے اور حق تعالیٰ نے اپنی حکمتوں اور مصالح کے تحت اس کو پیدا کیا اور چلایا ہے بس اس کا کام چلنا ہے اور وہ چلتی ہے اس صورت میں اگر اس کی وجہ سے کسی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسے ہوا سے دلبر داشتہ ہونا اور اس کو برا بھلا کہنا نہ صرف نہایت ناموزوں بات ہے بلکہ تقاضائے عبودیت اور استقامت کے منافی بھی ہے زمانہ کے حوادث وتغیرات اور انسان کے اپنے تابع ارادوں اور افعال کے بارے میں یہی حکم ہے کہ رنج وحادثہ کے وقت اپنے ظاہر و باطن دونوں میں قلب وزبان کو راضی وساکت رکھے اور اگر کسی تکلیف وحادثہ کے وقت بتقاضائے بشریت اپنے اندر کوئی تغیر اور دل کو متاثر پائے تو لازم ہے کہ زبان کو قابو میں رکھے کہ اس سے شکوہ وشکایت اور اظہار رنج کا کوئی ایسا لفظ نہ نکل جائے جو مرتبہ عبودیت اور اسلامی تعلیمات وآداب کے خلاف ہو۔

اپنے بڑوں کے سامنے ایک دوسرے کی برائی نہ کرو

(۳۹) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبَلِّغُنِيْ اَحَدٌ مِنْ اَصْحَابِيْ عَنْ اَحَدٍ شَيْئًا فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْكُمْ وَاَنَا سَلِيْمُ الصَّدْرِ (رواہ سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص مجھ کو کسی صحابی کی شکایت نہ پہنچائے میں چاہتا ہوں کہ میں تمہاری طرف نکلوں جبکہ میرا سینہ صاف ہو۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: اس ارشاد گرامی میں امت کے لئے یہ تعلیم ہے کہ کوئی آدمی اپنے کسی بڑے مثلاً حاکم وسردار اور بزرگ وشیخ کے سامنے کسی شخص کی برائی بیان نہ کرے تاکہ بغض وعداوت اور ناراضگی وخفگی کی صورت پیدا نہ ہو۔ حدیث کے آخری جز کا مطلب یہ لکھا ہے کہ اس ارشاد کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا اپنی اس خواہش وآرزو کا اظہار فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہ سے خوش وراضی رہتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوں۔

(۴۰) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَ تَعْنِيْ قَصِيْرَةً فَقَالَ لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَ بِهَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ. (رواہ مسند احمد بن حنبل و الجامع ترمذی و ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہا صفیہ تجھے کافی ہے کہ وہ ایسی ایسی ہے یعنی کوتاہ قامت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے ایک ایسی بات کہہ دی ہے اگر دریا اس کے ساتھ ملا دیا جائے اس کو متغیر کر دے۔ روایت کیا اس کو احمد، ترمذی اور ابوداؤد نے۔

تشریح: "من صفية كذاو كذا" یعنی صفیہ کے معیوب ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ اس کا قد چھوٹا ہے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خیبر کے مال غنیمت میں آئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کو آزاد کیا اور پھر ان سے نکاح کیا جو ام المومنین بن گئیں خیبر کے بڑے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں اور اولاد ہارون ؑ میں سے تھیں، حضرت صفیہ کھانا پکانے میں بہت ماہرہ تھیں جس کی وجہ سے دیگر ازواج مطہرات کو خطرہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات ان کی طرف مکمل طور پر متوجہ نہ ہوں سوکنوں میں یہ ایک طبعی امر ہوتا ہے اگر بشریت ہے تو ان چیزوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایک امر واقعی کا تذکرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا کہ صفیہ کا قد چھوٹا ہے یہ بات غیبت کے زمرہ میں آتی تھی کیونکہ اگر یہی بات صفیہ کے سامنے ہوتی تو وہ اسے ناپسند کرتیں اور غیبت اسی چیز کا نام ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے ایسا تلخ کلمہ کہہ دیا کہ اگر اس کو سمندر میں ڈالا جائے تو وہ اس سے کڑوا ہو جائے گا۔ "مزج بها البحر" یعنی اگر اس کلمہ کو سمندر میں

ملایا جائے اور سمندر میٹھے پانی کا ہو" لمزجته "یعنی یہ کلمہ سمندر کو بھی متغیر کر دے گا اور وہ اس کے برے اثرات سے کڑوا اور بدبودار ہو جائے گا۔ بعض شارحین نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کذا وکذا کے الفاظ کے ساتھ اپنی بالشت کی طرف اشارہ کیا کہ وہ اتنی ٹھگنی ہے جیسے یہ بالشت ہے۔

بدگوئی عیب دار بناتی ہے اور نرم گوئی، زینت بخشتی ہے

(۴۱) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ الْفُحْشُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا شَانَهٗ وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا زَانَهٗ. (رواه الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سخت کلامی کسی میں نہیں ہوتی مگر اس کو عیب ناک کر دیتی ہے۔ اور کسی میں نرمی نہیں ہوتی مگر اس کو زینت بخشتی ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: طیبیؒ کہتے ہیں کہ اس ارشاد گرامی میں فحش یعنی بدگوئی وسخت کلامی اور اس کے مقابلہ پر حیاء یعنی نرم گوئی کی تاثیر وشان کو مبالغہ کے طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ اگر بالفرض فحش یا حیا کسی پتھر یا لکڑی میں پیدا ہو جائے تو اس کو عیب دار یا با زینت بنا دے اس سے معلوم ہوا کہ بدگوئی وسخت کلامی شخصیت میں نقص وعیب پیدا کرنے کا ذریعہ ہے جب کہ نرم گوئی وخوش کلامی شخصیت میں وقار کو ظاہر کرتی ہے۔

عار دلانے والے کے بارے میں وعید

(۴۲) وَعَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَيَّرَ اَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهٗ يَعْنِيْ مِنْ ذَنْبٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ لِاَنَّ خَالِدًا لَمْ يُدْرِكْ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ

ترجمہ: حضرت خالد بن معدان معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو کسی گناہ کے ساتھ ملامت کرے وہ مرے گا نہیں جب تک اس کو کر نہیں لے گا یعنی کسی ایسے گناہ کی عار دلائے جس سے وہ توبہ کر چکا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند متصل نہیں ہے کیونکہ خالد بن معدان معاذ بن جبل کو نہیں ملا۔

تشریح: کسی مسلمان کا بتقاضائے بشریت کسی گناہ میں مبتلا ہو جانا اور پھر شرم ونادم ہو کر اس گناہ سے توبہ کر لینا اس کی سلامتی طبع اور حسن ایمان کی علامت ہے اس صورت میں کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا کہ وہ مسلمان اس کے اس گناہ پر شرم وغیرت دلائے اور اس کو سرزنش وملامت کرے ہاں اگر اس نے اس گناہ سے توبہ نہیں کی ہے اور اس گناہ میں مبتلا ہے تو پھر اس کو شرم وغیرت بھی دلائی جا سکتی ہے اور سرزنش وملامت بھی کی جا سکتی ہے بشرطیکہ اس کو شرم وغیرت دلانا اور سرزنش وملامت کرنا بطریق تکبر وبقصد تحقیر نہ ہو بلکہ تنبیہ ونصیحت کے طور پر اور اس کو اس گناہ سے باز رکھنے کے قصد سے ہو۔

کسی کو مصیبت میں دیکھ کر خوشی کا اظہار نہ کرو

(۴۳) وَعَنْ وَاثِلَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيْكَ فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مسلمان بھائی کو تکلیف میں مبتلا دیکھ کر تو خوشی کا اظہار نہ کر ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرما دے اور تجھ کو اس میں مبتلا کر دے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

کسی کی نقل اتارنا حرام ہے

(۴۴) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُحِبُّ اَنِّيْ حَكَيْتُ اَحَدًا وَاَنَّ لِيْ كَذَا وَكَذَا.

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میں کسی کی نقل اتاروں اور میرے لیے ایسا ایسا ہو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس کو صحیح کہا ہے۔

اللہ کی رحمت کو کسی کیلئے مخصوص ومحدود نہ کرو

(۴۵) وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ فَاَنَاخَ رَاحِلَتَهٗ ثُمَّ عَقَلَهَا ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ اَتٰى رَاحِلَتَهٗ فَاَطْلَقَهَا ثُمَّ رَكِبَ ثُمَّ نَادٰى اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ وَمُحَمَّدًا وَّلَا تُشْرِكْ فِيْ رَحْمَتِنَا اَحَدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَقُوْلُوْنَ هُوَ اَضَلُّ اَمْ بَعِيْرُهٗ اَلَمْ تَسْمَعُوْا اِلٰى مَاقَالَ قَالُوْا بَلٰى. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا فِيْ بَابِ الْاِعْتِصَامِ فِي الْفَصْلِ الْاَوَّلِ.

ترجمہ: حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک اعرابی آیا اس نے اپنا اونٹ بٹھایا پھر اس کا پاؤں باندھا پھر مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی جب سلام پھیرا اپنے اونٹ کی طرف آیا اسے کھولا اس پر سوار ہوا اور کہنے لگا اے اللہ مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی کو اپنی رحمت میں شریک نہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے۔ یہ اعرابی جاہل تر ہے یا اس کا اونٹ تم سنتے نہیں ہو کہ اس نے کیا کہا ہے صحابہ نے کہا کیوں نہیں روایت کیا اس کو ابوداؤد نے ابو ہریرہ کی حدیث جس کے الفاظ میں کفیٰ بالمرء کذباً باب الاعتصام کی فصل اول میں گذر چکی ہے۔

تشریح: اس دیہاتی نے چونکہ اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو مخصوص ومحدود کیا تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مذکورہ الفاظ کے ذریعہ گویا اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ دعا میں اپنے مطلوب کو محدود ومخصوص نہ کرنا چاہیے یعنی یہ دعا نہ مانگنی چاہیے کہ فلاں بات بس ہمارے ہی لئے ہو دوسرے کے لئے نہ ہو بلکہ اس میں تمام مؤمنین ومؤمنات کو داخل کرنا چاہیے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ.... فاسق کی تعریف وتوصیف نہ کرو

(۴۶) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ تَعَالٰى وَاهْتَزَّلَهُ الْعَرْشُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت فاسق کی تعریف کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور اس کے لیے عرش ہلنے لگتا ہے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: ''اذا مدح الفاسق'' یعنی جب فاسق فاجر کی تعریف شروع ہوتی ہے تو غضب الٰہی سے عرش کانپ اٹھتا ہے عرش کا اس طرح کانپ اٹھنا یا تو حقیقت پر مبنی ہے کہ واقعۃً عرش میں زلزلہ آتا ہے یا یہ کلام اس بات سے کنایہ ہے کہ فاسق کی تعریف اتنا بڑا گناہ ہے جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا اس سے تو ایسی نازک صورتحال پیدا ہو جاتی ہے کہ گویا عرش میں زلزلہ آتا ہے فاسق کی تعریف اتنا بڑا جرم اس وجہ سے ہے کہ اس میں اس کے فسق وفجور اور اس کے ظلم وزیادتی کی تائید اور حمایت ہے اور ایک حرام کام کو گویا حلال کیا جاتا ہے جس میں کفر کا خطرہ ہے۔

خیانت وجھوٹ، ایمان کی ضد میں

(۴۷) وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلَى الْخِلَالِ كُلِّهَا اِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكَذِبَ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْ سَعْدِ ابْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ.

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن ہر طرح کی خصلت پر پیدا کیا جاتا ہے لیکن خیانت اور جھوٹ پر پیدا نہیں کیا جاتا۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں سعد بن ابی وقاص سے۔

تشریح: اس ارشاد گرامی کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ کامل مؤمن میں یہ دو خصلتیں نہیں ہوسکتیں بلکہ اسکے اجزاء ترکیبی میں صدق وامانت کے اوصاف ہوتے ہیں جو تصدیق وایمان کا تقاضا ہیں یا اس ارشاد گرامی کی مراد مؤمن کی ذات میں ان دونوں خصلتوں کی نفی کرنا ہے یعنی یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ مؤمن جو ایمان کے بار امانت کا حامل ہے ان دو خصلتوں میں مبتلا نہیں ہوسکتا اور زیادہ واضح بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ دراصل ان دو خصلتوں کو اختیار کرنے سے منع فرمایا کہ کسی مسلمان کو یہ نہ چاہیے کہ ان دو (خیانت اور جھوٹ) کو اپنے اندر راہ پانے دے کیونکہ یہ دونوں برائیاں درحقیقت ایمان واسلام کی ضد ہیں۔

(۴۸) وَعَنْ صَفوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ اَنَّهُ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا قَالَ نَعَمْ فَقِيْلَ لَهُ يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ بَخِيْلًا قَالَ نَعَمْ فَقِيْلَ لَهُ يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا قَالَ لَا. رَوَاهُ مَالِكٌ اَلْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ مُرْسَلًا.

ترجمہ: حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا مومن بزدل ہوسکتا ہے فرمایا ہاں کہا گیا مومن بخیل ہوسکتا ہے فرمایا ہاں کہا گیا مومن کذاب ہوسکتا ہے فرمایا نہیں روایت کیا اس کو مالک نے اور بیہقی نے مرسل شعب الایمان میں۔

تشریح: حضرت صفوان بن سلیم زہری بڑی شان کے تابعی ہیں چالیس سال تک بیٹھے بیٹھے زندگی گزاری زمین پر پہلو نہیں لگایا یہاں تک کہ موت بھی بیٹھے بیٹھے واقع ہوگئی کثرت سجود کی وجہ سے پیشانی میں گڑھا پڑ گیا تھا کبھی بادشاہوں کا عطیہ قبول نہیں کیا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے زیادہ روایت کرتے ہیں تابعی ہیں لہٰذا یہ مذکورہ حدیث مرسل ہے۔

شیطان کی فتنہ خیزی

(۴۹) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَتَمَثَّلُ فِيْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ فَيَاتِي الْقَوْمَ فَيُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِيْثِ مِنَ الْكَذِبِ فَيَتَفَرَّقُوْنَ فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ سَمِعْتُ رُجُلًا اَعْرِفُ وَجْهَهُ وَلَا اَدْرِيْ مَا اسْمُهُ يُحَدِّثُ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا شیطان آدمی کی صورت میں ایک جماعت کے پاس آتا ہے ان کو جھوٹی باتیں سناتا ہے لوگ باتیں سن کر متفرق ہوتے ہیں آدمی کہتا ہے کہ میں نے ایک آدمی سے باتیں سنی ہیں میں اس کا چہرہ پہچانتا ہوں لیکن اس کا نام نہیں جانتا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''خبر'' سے مراد یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے یا مطلق کوئی بھی جھوٹی خبر واطلاع! حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کا مقصد یہ تنبیہ کرنا ہے کہ حدیث کی سماعت کے وقت پوری احتیاط اور چھان بین کر لینی چاہیے کہ جو حدیث سنائی یا نقل کی جارہی ہے صحیح ہے یا نہیں؟ اسی طرح اگر کوئی بھی خبر یا کوئی بھی بات کسی سے سنے تو اس وقت تک دوسروں کے سامنے نقل نہ کرے جب تک کہ یہ تحقیق نہ کرلے کہ اس خبر اور بات بیان کرنے والا قابل اعتماد اور سچا ہے یا نہیں اور یہ کہ وہ خبر واقعہ کے مطابق اور صحیح ہے یا نہیں؟ مذکورہ بالا روایت اگرچہ بطریق مرفوع یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے طور پر نقل نہیں کی گئی ہے بلکہ بطریق موقوف ہے یعنی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایسی کوئی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر اس کو بیان نہیں کرسکتے تھے اس لئے یہ روایت مرفوع حدیث ہی کے حکم میں ہے۔

برائی سکھانے سے چپ رہنا بہتر ہے

(۵۰) وَعَنْ عِمْرَ انَ بْنِ حَطَّانَ قَالَ اَتَيْتُ اَبَاذَرٍّ فَوَجَدْتُهُ فِي الْمَسْجِدِ مُحْتَبِيًا بِكِسَاءٍ اَسْوَدَ وَحْدَهُ فَقُلْتُ يَا اَبَاذَرٍّ مَا هٰذِهِ الْوَحْدَةُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْوَحْدَةُ خَيْرٌ مِّنْ جَلِيْسِ السَّوْءِ وَالْجَلِيْسُ

الصَّالِحُ خَيْرٌ مِنَ الْوَحِدَةِ وَاِمْلَاءُ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِّنَ السُّكُوْتِ وَالسُّكُوْتُ خَيْرٌ مِّنْ اِمْلَاءِ الشَّرِّ.

ترجمہ: حضرت عمران بن حطان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں ابوذر کے پاس آیا میں نے دیکھا مسجد میں سیاہ چادر کے ساتھ گوٹ مارے اکیلے بیٹھے ہوئے ہیں میں نے کہا اے ابوذر یہ تنہائی کیسی ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے بُرے ہم نشین سے تنہائی بہتر ہے نیک ہم نشین تنہا بیٹھنے سے بہتر ہے۔ خیر کا سکھلانا چپ رہنے سے بہتر ہے اور برائی سکھلانے کی نسبت چپ رہنا بہتر ہے۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے)

خاموشی اختیار کرنا، ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے

(۵۱) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَقَامُ الرَّجُلِ بِالصَّمْتِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چپ رہنے سے انسان کو جو مقام حاصل ہوتا ہے وہ ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند نصائح

(۵۲) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ اِلٰى اَنْ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْصِنِيْ قَالَ اُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ فَاِنَّهٗ اَزْيَنُ لِاَمْرِكَ كُلِّهٖ قُلْتُ زِدْنِيْ قَالَ عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَاِنَّهٗ ذِكْرٌ لَكَ فِي السَّمَاءِ وَنُوْرٌ لَكَ فِي الْاَرْضِ قُلْتُ زِدْنِيْ قَالَ عَلَيْكَ بِطُوْلِ الصَّمْتِ فَاِنَّهٗ مَطْرَدَةٌ لِلشَّيْطَانِ وَعَوْنٌ لَكَ عَلٰى اَمْرِ دِيْنِكَ قُلْتُ زِدْنِيْ قَالَ اِيَّاكَ وَكَثْرَةَ الضِّحْكِ فَاِنَّهٗ يُمِيْتُ الْقَلْبَ وَيَذْهَبُ بِنُوْرِ الْوَجْهِ قُلْتُ زِدْنِيْ قَالَ قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا قُلْتُ زِدْنِيْ قَالَ لَا تَخَفْ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ قُلْتُ زِدْنِيْ قَالَ لِيَحْجُزْكَ عَنِ النَّاسِ مَا تَعْلَمُ مِنْ نَفْسِكَ.

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس کے بعد لمبی حدیث ذکر کی یہاں تک کہ کہا میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول مجھ کو وصیت کریں فرمایا میں تجھ کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں یہ تیرے سب کاموں کے لیے زینت کا باعث ہے میں نے کہا اور زیادہ فرمایئے فرمایا تلاوت قرآن اور اللہ کے ذکر کو لازم پکڑ یہ بات تیرے لیے آسمان میں ذکر اور زمین میں نور کا باعث ہے میں نے کہا کچھ اور فرمایئے فرمایا دیر تک چپ رہ اس لیے کہ طویل خاموشی شیطان کو بھگا دیتی ہے اور دین پر تیری مدد کرنے والی ہے۔ میں نے کہا مزید فرمایئے فرمایا حق بات کہو اگرچہ تلخ ہو میں نے کہا زیادہ فرمایئے۔ فرمایا اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈر۔ میں نے کہا کچھ اور فرمایئے فرمایا تجھ کو لوگوں سے باز رکھے جو تو اپنے نفس سے جانتا ہے۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے)

خاموشی اور خوش خلقی کی فضیلت

(۵۳) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَبَا ذَرٍّ عَلٰى اَدُلُّكَ عَلٰى خَصْلَتَيْنِ هُمَا اَخَفُّ عَلَى الظَّهْرِ وَاَثْقَلُ فِي الْمِيْزَانِ قَالَ قُلْتُ بَلٰى قَالَ طُوْلُ الصَّمْتِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا عَمِلَ الْخَلَائِقُ بِمِثْلِهِمَا

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اے ابوذر میں تجھ کو دو خصلتیں بتلاؤں جو پشت پر ہلکی اور میزان میں بھاری ہیں۔ میں نے کہا کیوں نہیں [illegible] خاموشی اور حسن خلق اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مخلوق نے ان کی مثل کوئی عمل نہیں کیا۔ (روایت [illegible] نے)

لعنت کرنے کی برائی

(۵۴) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَبِي بَكْرٍ وَهُوَ يَلْعَنُ بَعْضَ رَقِيْقِهٖ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ فَقَالَ لَعَّانِيْنَ وَصِدِّيْقِيْنَ كَلَّا وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ فَاَعْتَقَ اَبُوْبَكْرٍ يَوْمَئِذٍ بَعْضَ رَقِيْقِهٖ ثُمَّ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا اَعُوْدُ. رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الْخَمْسَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے وہ اپنے ایک غلام پر لعنت ڈال رہے تھے آپ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا لعنت کرنے والے اور صدیق بھی رب کعبہ کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلاموں میں سے چند ایک آزاد کر دیئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ ان پانچوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے۔

زبان کی ہلاکت خیزی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خوف

(۵۵) وَعَنْ اَسْلَمَ قَالَ اِنَّ عُمَرَ دَخَلَ يَوْمًا عَلٰى اَبِيْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ وَهُوَ يَجْبِذُ لِسَانَهٗ فَقَالَ عُمَرُ مَهْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّ هٰذَا اَوْرَدَنِي الْمَوَارِدَ. (رواه مالک)

ترجمہ: حضرت اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ اپنی زبان کھینچ رہے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے ٹھہریئے یہ کیا کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کر دے ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے اس نے مجھ کو ہلاکت کی جگہوں میں وارد کیا ہے۔ (روایت کیا اس کو مالک نے)

وہ چھ امور جو جنت کے ضامن ہیں

(۵۶) وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِضْمَنُوْا لِيْ سِتًّا مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ اُصْدُقُوْا اِذَا حَدَّثْتُمْ وَاَوْفُوْا اِذَا وَعَدْتُمْ وَاَدُّوْا اِذَا اؤْتُمِنْتُمْ وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ وَغُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ وَكُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ.

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنے نفس سے چھ باتوں کی ضمانت دو تم کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں جس وقت بولو سچ کہو جب وعدہ کرو پورا کرو جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے ادا کرو۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو اپنی نگاہیں نیچی رکھو اپنے ہاتھ بند رکھو۔ روایت کیا اس کو احمد اور بیہقی نے۔

اچھے اور برے بندے کون ہیں؟

(۵۷) وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ وَاَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ عِبَادِاللّٰهِ الَّذِيْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ وَشِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الْمَشَّاؤُوْنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْاَحِبَّةِ الْبَاغُوْنَ الْبُرَاءَ الْعَنَتَ. رَوَاهُمَا اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ اور اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے پسندیدہ بندے وہ ہیں جب ان کو دیکھا جائے اللہ یاد آ جائے اور اللہ تعالیٰ کے برے بندے مجلسوں میں چغلی کے ساتھ چلتے پھرتے ہیں دوستوں کے درمیان تفریق ڈالتے ہیں پاک لوگوں سے مشقت چاہتے ہیں۔ روایت کیا ان دونوں حدیثوں کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: "راوا" یعنی اللہ والے تو وہ ہوتے ہیں جن کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آ جاتا ہے جن کے خوبصورت چمکدار نورانی اور معصوم

چہرے ہوتے ہیں جس پر عبادت کی نشانی ہر کس و ناکس کو نظر آتی ہے کسی نے خوب کہا

مرد حقانی کی پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

''الباغون'' باغی کی جمع ہے طلب کرنے والے کو کہتے ہیں اس کا پہلا مفعول البراء ہے اور العنت اس کا دوسرا مفعول ہے ''البراء'' باء کے فتحہ کے ساتھ بریٔ کے معنی میں مصدر ہے اور اگر باپر ضمہ اور راء کے بعد والے الف پر کھڑا زبر یعنی یہ لفظ ''بُراء'' ہو تو یہ بریٔ کی جمع ہے جو بے گناہ بری الذمہ اور پاک دامن، پاکیزہ آدمی کو کہتے ہیں ''العنت'' فساد و فتنہ اور مصیبت و مشقت کے معنی میں ہے یعنی بے گناہ لوگوں پر بہتان باندھنا ان کو فساد اور آزمائشوں اور مشقتوں میں ڈالنا اور ان کو تنگ کرنا بدترین لوگوں کی نشانی ہے۔

غیبت مفسد روزہ ہے

(۵۸) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلَيْنِ صَلَّيَا صَلٰوةَ الظُّهْرِ اَوِ الْعَصْرِ وَكَانَ صَائِمَيْنَ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَالَ اَعِيْدُوْا وُضُوْءَ كُمَا وَصَلٰوتَكُمَا وَامْضِيَا فِيْ صَوْمِكُمَا وَاقْضِيَاهُ يَوْمًا اٰخَرَ قَالَ لِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اغْتَبْتُمْ فُلَانًا

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا دو آدمیوں نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی ان کا روزہ تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے فرمایا اپنا وضو اور اپنی نماز لوٹاؤ اپنا روزہ پورا کرو اور اس کی جگہ ایک دوسرے دن روزہ رکھو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول کیوں فرمایا تم نے فلاں شخص کی چغلی کھائی ہے۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے)

غیبت زنا سے بدتر ہے

(۵۹) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَجَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ الْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا قَالَ اَنَّ الرَّجُلَ لَيَزْنِيْ فَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَيَتُوْبُ فَيَغْفِرُ اللّٰهُ لَهُ وَاِنَّ صَاحِبَ الْغِيْبَةِ لَايُغْفَرُ لَهُ حَتّٰى يَغْفِرَ هَالَهُ صَاحِبُهُ وَفِيْ رِوَايَةِ اَنَسٍ قَالَ صَاحِبُ الزِّنَا يَتُوْبُ وَصَاحِبُ الْغِيْبَةِ لَيْسَ لَهُ تَوْبَةٌ. رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت زنا سے سخت تر ہے صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول غیبت زنا سے کیسے سخت ہے فرمایا آدمی زنا کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے ایک روایت میں ہے توبہ کرتا ہے اللہ اس کو بخش دیتا ہے اور غیبت کرنے والے کے لیے بخشا نہیں جاتا جب تک وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی ہے انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے فرمایا زانی توبہ کر لیتا ہے لیکن غیبت کرنے والے کے لیے توبہ نہیں ہے تینوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے۔

تشریح: ''لا یغفر لہ'' ظالم بادشاہ، متعدی بدعتی اور فاسق مجاہر کی غیبت اس لئے جائز ہے تاکہ لوگوں کو اس کے ظلم اور فتنہ وفساد سے باخبر رکھا جائے لیکن اس کیلئے شرط یہ ہے کہ غیبت کرنے والے کی نیت خالص ہو نیز وہ اتنا با اثر ہو کہ اس کی غیبت سے عام مسلمانوں کو فائدہ پہنچ رہا ہو اور اثر ہوتا ہو اگر ایسا نہ ہو تو فضول غیبت فضول ہی ہے، زجاجۃ المصابیح یعنی مشکوٰۃ حنفی میں لکھا ہے کہ غیبت اس وقت حقوق العباد میں سے بن جاتی ہے کہ مُغتاب شخص کو اس کی اطلاع ہو جائے اگر اطلاع نہیں ہوئی تو غیبت حقوق اللہ میں سے ہے اس کا فائدہ اور ثمرہ یہ نکلے گا کہ جب تک غیبت حقوق اللہ میں رہے گی تو صرف استغفار اور توبہ سے معاف ہو جائے گی لیکن جب حقوق العباد میں شامل ہو گئی تو اب مغتاب شخص کا معاف کرنا ضروری ہو جاتا ہے خود بخود توبہ سے معاف نہیں ہوتی یہی معنی لایغفر لہ کا ہے۔

اس بات کی ابتداء سے متعلق تمام ابحاث پر کلام کیا گیا ہے ایک نظر وہ دیکھ لیا جائے۔ ''لیس لہ توبۃ'' اس جملہ کے دو مطلب

ہیں ۔ پہلا مطلب یہ ہے کہ آدمی غیبت کو معمولی چیز سمجھتا ہے اس لئے توبہ نہیں کرتا تو غیبت کی توبہ نہیں ۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ توبہ کی قبولیت اور اس کی صحت کا مدار مغتاب شخص کے معاف کرنے پر موقوف ہے لہٰذا یہ کہنا درست ہے کہ غیبت کیلئے توبہ نہیں یعنی مستقل توبہ نہیں جو غیبت کرنے والے کے اختیار میں ہو اور جب توبہ نہیں تو مغفرت بھی نہیں ۔

غیبت کا کفارہ

(۶۰) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ کَفَارَۃِ الْغِیْبَۃِ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنِ اغْتَبْتَہٗ تَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلَہٗ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْکَبِیْرِ وَقَالَ فِیْ ھٰذَا الْاَسْنَادِ ضُعْفٌ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی تو نے غیبت کی ہے اس کے لیے بخشش کی دعا کرے اور تو کہے اے اللہ ہمیں بھی معاف کر دے اور اس کو بھی بخش دے ۔ بیہقی نے دعوات الکبیر میں اس کو روایت کیا ہے اور کہا ہے اس کی سند میں ضعف ہے ۔

تشریح: "کفارة الغیبة" اس حدیث میں غیبت کرنے والے شخص کی غیبت کا کفارہ بتایا گیا ہے کہ وہ مُغتاب کیلئے مستقل استغفار جاری رکھے اس میں غیبت کرنے والے کی کتنی سبکی اور توہین ہے کہ جس سے وہ نفرت کر رہا تھا اور اس کی غیبت میں لگا ہوا تھا بلکہ اس کی بدگوئی اور غیبت میں وہ لذت محسوس کر رہا تھا اب اس کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ مغتاب کیلئے استغفار کرو اور ان کے لئے دعائیں مانگا کرو ۔ اس حدیث سے ہر عقلمند کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں کہ وہ آج ایسا فعل کیوں کرتا ہے اور ایسا کلام کیوں اختیار کرتا ہے جس کی معذرت اور معافی کیلئے کل ناک رگڑنی پڑتی ہے اور ذلت برداشت کرنی پڑتی ہے ۔

باب الوعد.... وعدہ کا بیان

قال اللہ تعالیٰ واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا

وعد یعدہ عدة ضرب یضرب سے ہے وعدہ کرنے کے معنی میں ہے یعنی کسی سے یہ کہنا کہ میں آپ کے پاس فلاں وقت آؤں گا آپ کا فلاں کام کروں گا یا آپ کو فلاں چیز دوں گا یہ وعدہ ہے ۔ وعدہ کا لفظ جب مطلق بولا جائے تو یہ خیر کے وعدے کیلئے استعمال ہوتا ہے اور وعید کا لفظ شر کیلئے استعمال ہوتا ہے اور اگر لفظ وعدہ کو خیر یا شر کے ساتھ مقید کیا جائے تو اس میں خیر اور شر کے دونوں معنی آ سکتے ہیں جیسے " **وعدتہ خیرا وعدتہ شرا** " قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ نے ایفاء عہد کا بار بار حکم دیا ہے جیسے **یایھا الذین آمنوا اوفوا بالعقود** (مائدہ)

دوسری آیت اس طرح ہے **وابراھیم الذی وفی** تیسری آیت ہے ۔ **وکان صادق الوعد وکان رسولا نبیا** (انبیاء)

ایفاء عہد انسانی معیار اور انسانی اخلاق و آداب کا بنیادی پتھر ہے وعدہ خلافی کرنے والا شخص جس طرح شریعت کی نظروں اور رحمتوں سے گر جاتا ہے اسی طرح وہ معاشرہ کے لوگوں کی نظروں سے بھی گر جاتا ہے اور اس کا نہ کوئی معیار باقی رہتا ہے نہ اعتبار باقی رہتا ہے ۔ شرعی عذر کے بغیر وعدہ خلافی کرنا مکروہ تحریمی ہے امام ابوحنیفہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل جمہور فقہاء کے نزدیک اگرچہ وعدہ پورا کرنا مستحب کے درجہ میں ہے لیکن بعض دیگر فقہاء کے نزدیک وعدہ پورا کرنا واجب ہے قرآن وحدیث کی تاکیدات اور وعیدات کو دیکھتے ہوئے یہی راجح معلوم ہوتا ہے کہ وعدہ پورا کرنا واجب ہے کیونکہ وعدہ خلافی منافقین کی خاص علامت ہے ' نیز عمر بن عبدالعزیز کے نزدیک بھی وعدہ پورا کرنا واجب ہے ' اب وعدہ کیلئے ضابطہ یہ بنا کہ اگر ایک شخص وعدہ کرتا ہے اور پوری کوشش کرتا ہے کہ اس کو پورا کرے لیکن بوجہ مجبوری اس کو پورا نہیں کر سکتا تو وہ شخص قرآن وحدیث کی بیان کردہ وعید میں نہیں آئے گا ' احادیث کی یہ وعیدیں اس شخص کی طرف متوجہ ہیں جو وعدہ کرتے کرتے وعدہ خلافی کی نیت کرتا ہے اور اس کو پورا نہیں کرتا اور دوستوں سے کہتا ہے کہ میں اس کو ٹرخاتا ہوں یہ مسلمانوں کا کام نہیں ہے ۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

جو آدمی اپنا وعدہ پورا کرنے سے پہلے مر جائے تو اسکا جانشین اسکا وعدہ پورا کرے

(۱) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَ اَبَابَكْرٍ مَالٌ مِنْ قِبَلِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ اَوْكَانَتْ لَهُ قِبَلَهُ عِدَةٌ فَلْيَاْتِنَا قَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ وَعَدَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُعْطِيَنِيْ وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَبَسَطَ يَدَيْهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَ جَابِرٌ فَحَثّٰى لِيْ حَثْيَةً فَعَدَدْتُهَا فَاِذَا هِيَ خَمْسُ مِائَةٍ وَقَالَ خُذْ مِثْلَيْهَا. (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بحرین سے اس کے عامل علاء بن حضرمی کی طرف سے مال آیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا جس کسی شخص کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ کیا ہو یا کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرض لینا ہو وہ ہمارے پاس آئے۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ ایسے اور ایسے اپنے دونوں ہاتھ کھول کر اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا تجھ کو مال دوں گا۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لپ بھر کر مال دیا میں نے اس کو شمار کیا۔ پانچ سو درہم ہوئے کہا اس سے دوگنا اور لے لو۔ (متفق علیہ)

تشریح: "قبله عدة" قاف پر زیر ہے با اور لام پر فتحہ ہے عندہ کے معنی میں ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کوئی وعدہ کیا ہو یا کسی شخص کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرض ہو وہ میرے پاس آ جائے میں ادا کروں گا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کا خلیفہ یا جانشین بن جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے پیشرو کے وعدوں اور قرضوں کو پورا کرے یہ مستحب ہے خواہ وہ جانشین وارث ہو یا وارث نہ ہو صدیق اکبر وارث نہیں تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین تھے مگر آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں کی ذمہ داری قبول کی۔

"هكذا" یہ لپیں بھرنے کی طرف اشارہ ہے "فحشی" حثیۃ اسی لپیں بھرنے کو کہتے ہیں یعنی حضرت ابوبکر صدیق نے دونوں ہاتھ بھر کر درہم دے دیئے جب میں نے گن لیا تو اس میں پانچ سو درہم تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے دو مثل مزید لے لو تا کہ تین لپیں بن جائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ پورا ہو جائے گویا حضرت جابر کو پندرہ سو درہم مل گئے اور اسی کا وعدہ تھا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایفاء

(۲) وَعَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْيَضَ قَدْشَابَ وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يُشْبِهُهُ وَاَمَرَلَنَا بِثَلَاثَةَ عَشَرَ قُلُوْصًا فَذَهَبْنَا نَقْبِضُهَا فَاَتَانَا مَوْتُهُ فَلَمْ يُعْطُوْنَا شَيْئًا فَلَمَّا قَامَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ مَنْ كَانَتْ لَهُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ فَلْيَجِئْ فَقُمْتُ اِلَيْهِ اَخْبَرْتُهُ فَاَمَرَ لَنَا بِهَا. (رواہ الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوجحیفہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ کا رنگ سفید تھا آپ عمر رسیدہ تھے حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے ہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ اونٹنیاں دیئے جانے کا حکم دیا ہم ان کو لینے کے لیے جانے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر آ گئی ہمیں اونٹنیاں نہ مل سکیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کسی شخص کے ساتھ وعدہ کیا ہو وہ ہمارے پاس آئے میں ان کی طرف کھڑا ہوا اور آپ رضی

اللہ عنہ کو خبر دی آپ نے وہ ہمیں دیئے جانے کا حکم دیا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے

تشریح: "ابیض شاب" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ ملاحت کے ساتھ سفید تھا شاب کا مطلب یہ ہے کہ آپ عمر رسیدہ تھے یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کے بالوں پر سفیدی چھائی ہوئی تھی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی میں بیس بالوں سے زیادہ سفید نہیں تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن چہرہ کے بارے میں آپ کے چچا ابو طالب نے ایک لمبے قصیدے میں یہ شعر بھی پڑھا ہے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للارامل

بہر حال اس حدیث سے اور اس سے پہلی والی حدیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ میت کے وارث یا اس کے خلیفہ اور وصی کے لئے مستحب ہے کہ میت کا وعدہ پورا کریں اور اس کے ذمہ جو قرض ہو وہ ادا کریں کیونکہ وعدہ اور قرض بھی دین میں شامل ہے۔

ایفاء عہد کی عملی تعلیم

(۳) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِی الْحَسْمَاءِ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يُبْعَثَ وَبَقِيَتْ لَهٗ بَقِيَّةٌ فَوَعَدْتُهٗ اَنْ اٰتِيَهٗ بِهَا فِیْ مَكَانِهٖ فَنَسِيْتُ فَذَكَرْتُ بَعْدَ ثَلٰثٍ فَاِذَا هُوَ فِیْ مَكَانِهٖ فَقَالَ لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَیَّ اَنَا هٰهُنَا مُنْذُ ثَلٰثٍ اَنْتَظِرُكَ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ خرید و فروخت کی ابھی تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا کچھ قیمت باقی رہ گئی میں نے کہا آپ اسی جگہ ٹھہریں میں ابھی آتا ہوں میں بھول گیا تین دن کے بعد مجھے یاد آیا ناگہاں وہ اپنی جگہ پر ہی ٹھہرے ہوئے تھے مجھے دیکھ کر فرمایا تو نے مجھے بڑی مشقت میں ڈالا ہے میں تین دنوں سے تیرا انتظار کر رہا ہوں۔ (ابوداؤد)

تشریح: "بایعت" اس سے خرید و فروخت کی بیع مراد ہے اصلاحی بیعت مراد نہیں ہے صحابی کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا کوئی معاملہ ہوا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس شخص کے ذمہ کچھ پیسہ دینا باقی تھا انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ یہیں پر بیٹھ جائیں میں وہ پیسہ لے کر آتا ہوں اس شخص کا کہنا ہے کہ میں گیا اور تین دن تک بھول گیا تیسرے دن یاد آیا تو واپس اس جگہ پر آ گیا دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ میں تشریف فرما ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایفاء عہد کیلئے بیٹھے تھے اس لئے نہیں کہ آپ اپنے پیسوں کیلئے بیٹھے تھے یاد رہے یہ واقعہ نبوت ملنے سے پہلے کا ہے " قبل ان یبعث " کا مطلب یہی ہے۔

ایفاء وعدہ کی نیت ہو اور وہ وعدہ پورا نہ ہو سکے تو گناہ نہیں ہوگا

(۴) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ اَخَاهُ وَمِنْ نِيَّتِهٖ اَنْ يَفِیَ لَهٗ فَلَمْ يَفِ وَلَمْ يَجِئْ لِلْمِيْعَادِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں فرمایا جس وقت کوئی آدمی اپنے بھائی کے ساتھ وعدہ کرے اور اس کی نیت اسے پورا کرنے کی ہے پھر کسی وجہ سے اس کو پورا نہ کر سکے اور وقت پر نہ آئے اس پر گناہ نہیں ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے۔

تشریح: "فلا اثم علیه" اس حدیث سے علماء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر شرعی یا عرفی عذر پیش آجائے تو اس کے بعد ایفاء عہد واجب نہیں رہتا۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایفاء عہد مکارم اخلاق میں سے ہے کوئی واجب شرعی نہیں ہے اور وعدہ خلافی کرنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اکثر علماء کے نزدیک ایفاء عہد واجب شرعی ہے۔ بلا عذر خلاف وعدہ کرنا حرام ہے احادیث کی روشنی میں یہی مسلک راجح معلوم ہوتا ہے ہاں اگر وعدہ کے ساتھ کوئی شخص ان شاء اللہ کہہ دے تو پھر وہ آزاد ہے وعدہ کا پابند نہیں ہے۔

بچے سے بھی وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو

(۵) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ دَعَتْنِیْ اُمِّیْ یَوْماً وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِیْ بَیْتِنَا فَقَالَتْهَا تَعَالَ اُعْطِیْکَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَااَرَدْتُ اَنْ تُعْطِیَهٗ قَالَ اَرَدْتُ اَنْ اُعْطِیَهٗ تَمْرً فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّکِ لَوْلَمْ تُعْطِیْهِ شَیْئًا کُتِبَتْ عَلَیْکِ کِذْبَةٌ (رواہ ابوداؤد والبیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر بیٹھے ہوئے تھے میری والدہ نے مجھے بلایا کہ آؤ میں تجھ کو کچھ دیتی ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اسے کیا دینا چاہتی ہے اس نے کہا میں اس کو کھجور دینا چاہتی ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو اس کو کچھ نہ دیتی تیرے ذمہ جھوٹ لکھا جاتا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: یہ واقعہ حضرت عبداللہ ابن عامر رضی اللہ عنہ کے بچپن کا ہے چنانچہ ان کی والدہ نے ان کو بلایا اور کوئی چیز دینے کا وعدہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھے کہ اپنے بچے کو محض ہلانے کیلئے ادھر ادھر کی باتیں کی جاتی ہیں اس کو اس کی مطلوبہ چیز یا کچھ اور دینے کا جھوٹ موٹ وعدہ کیا جاتا ہے یا اس کو ڈرانے دھمکانے کیلئے خوفناک چیزوں کا ذکر کیا جاتا ہے اور موقع پر ان باتوں کا حقیقی مفہوم مراد نہیں ہوتا لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کو اس بارے میں آگاہ کرنے کیلئے مذکورہ سوال کیا۔

کسی شرعی اور حقیقی عذر کی بناء پر وعدہ خلافی کرنا نامناسب نہیں

(۶) عَنْ زَیْدِ ابْنِ اَرْقَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ وَعَدَ رَجُلًا فَلَمْ یَاْتِ اَحَدُهُمَا اِلٰی وَقْتِ الصَّلٰوةِ ذَهَبَ الَّذِیْ جَآءَ لِیُصَلِّیَ فَلَا اِثْمَ عَلَیْهِ. (رواہ رزین)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کے ساتھ وعدہ کرے اور نماز کے وقت تک وہ نہ آئے دوسرا نماز پڑھنے کے لیے چلا جائے اس پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ (روایت کیا اس کو رزین نے)

تشریح: اس ارشاد گرامی کی صورت وضاحت یہ ہے کہ مثلاً دو آدمیوں نے اپنے آپس میں ایک دوسرے سے یہ وعدہ کیا کہ ہم دونوں فلاں جگہ پہنچ کر ایک دوسرے سے ملیں گے اس وعدہ کے مطابق ان دونوں میں سے کوئی ایک مقررہ جگہ پر پہنچ کر دوسرے آدمی کی انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ اب مزید انتظار نہ کرے اور نماز کیلئے چلا جائے تو وہ وعدہ خلاف نہیں کہلائے گا اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا کیونکہ نماز کیلئے جانا ضرورت دین میں سے ہے ہاں اگر وہ نماز کا وقت آنے سے پہلے ہی وہاں سے اٹھ کر چلا جائے تو بیشک اس کو وعدہ خلاف کہا جائے گا اور وعدہ خلافی کی برائی اس کے ذمہ ہوگی اسی طرح اگر کوئی ضروری امر مانع پیش آئے جیسے کھانے پینے کا وقت ہو گیا ہو یا پیشاب و پاخانہ کی حاجت لاحق ہوگئی ہو یا اسی طرح کا کوئی اور حقیقی عذر پیش آ گیا ہو تو اس صورت میں بھی مزید انتظار کئے بغیر پہلے جانا جائز ہوگا۔

بَابُ..... مزاح کا بیان

مزاح خوش طبعی کو کہا جاتا ہے ہنسی مذاق کے معنی میں ہے۔ مزاح کے لفظ میں کسرۂ میم اور ضمۂ میم دونوں جائز ہیں۔ مزاح اور مذاق اس وقت تک خوش طبعی ہے جب تک کسی کی دل شکنی اور ایذا رسانی نہ ہو جب ایذا رسانی کی نوبت آ گئی تو پھر مزاح خوش طبعی نہیں بلکہ بد طبعی ہے جو نا جائز ہے۔ وہ مزاح جو حد سے متجاوز نہ ہو بلکہ حدود کے اندر اندر ہو اور کبھی کبھار ہو اس میں ظرافت کی باتیں ہوں تو یہ صرف مباح نہیں بلکہ صحت مزاج' ذُفو رنشاط اور سلامتی طبع کی علامت ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح کا مقصد بھی مخاطب کی دل بستگی' خوش وقتی اور محبت وانس اور الفت و راحت کے جذبات کو اجاگر اور مستحکم کرنا ہوتا تھا کیونکہ انسان انس سے بنا ہے۔ شاعر نے کہا

وما سمی الانسان الا لا نسه   وما سمی القلب الا لان یتقلب

اگر مزاح میں لوگوں کی تحقیر مقصود ہو اور توہین شریعت اور مکروہ امور کا ارتکاب ہو اور اس میں فتنہ وفساد اور جھگڑے کی بنیاد ہو اور اس میں قساوت قلب اور شقاوت باطن کے اسباب ہوں تو ایسا مزاح نا جائز ہے' یہی وجہ ہے کہ ایک حدیث میں مزاح سے منع کیا گیا ہے ارشاد ہے'' لا تمارا خاک ولا تمازحه'' یعنی اپنے بھائی سے نہ جھگڑا کرو نہ ان سے مذاق کرو۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی

(۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیُخَالِطُنَا حَتّٰی یَقُوْلَ لِاَخٍ لِیْ صَغِیْرٍ یَا اَبَا عُمَیْرٍ مَافَعَلَ النُّغَیْرُ وَکَانَ لَہٗ نُغَیْرٌ یَلْعَبُ بِہٖ فَمَاتَ. (بخاری وصحیح مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھل مل کر رہتے اور خوش طبعی کرتے میرے چھوٹے بھائی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا اے عمیر نغیر (چڑیا) نے کیا کیا۔ اس کے پاس ایک چڑیا تھی جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتا تھا۔ وہ مرگئی۔ (متفق علیہ)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسی مذاق بھی جھوٹ پر مبنی نہیں ہوتا تھا

(۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّکَ تُدَاعِبُنَا قَالَ اِنِّیْ لَااَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا. (رواہ الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے اللہ کے رسول آپ بعض اوقات ہمارے ساتھ خوش طبعی کی باتیں کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حق بات ہی کہتا ہوں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو زیادہ ہنسی مذاق کرنے سے منع فرمایا تو اس کے بعد انہوں نے مذکورہ سوال کیا' چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جواب دیا کہ ہنسی مذاق کی ممانعت اس بناء پر ہے کہ اس میں عام طور پر جھوٹی باتوں اور غیر شرعی امور کا ارتکاب ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ تم میں سے کوئی بھی شخص اس پر قادر نہیں ہے کہ اس کا ہنسی مذاق جھوٹ اور لایعنی باتوں سے کلیۃً پاک ہو' کیونکہ تم کو معصوم نہیں بنایا گیا ہے لیکن حق تعالیٰ نے مجھ کو معصوم بنایا ہے اور مجھے اس بات پر قادر کیا ہے کہ میرے کسی بھی ہنسی مذاق کی بات میں جھوٹ کی آمیزش ہو وہ نا جائز ہے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی ایسا مزاح نہیں فرماتے تھے جس میں جھوٹ اور لچر بات کا شائبہ بھی پایا جاتا ہو' اور اگر ہنسی مذاق کی کوئی بات حقیقت کے اعتبار سے جھوٹ پر مبنی نہ ہو تو وہ جائز ہے لیکن اس کے باوجود ہنسی مذاق اور ظرافت کو عادت نہ بنالینا چاہیے کیونکہ اس کی وجہ سے دبدبہ اور وقار ختم ہو جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظرافت کا ایک واقعہ

(۳) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا اسْتَحْمَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ حَامِلُکَ عَلٰی وَلَدِنَاقَۃٍ فَقَالَ مَا اَصْنَعُ

بِوَلَدِ النَّاقَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ تَلِدُ الْاِبِلَ اِلَّا النُّوقُ. (رواہ الترمذی وابوداؤد)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری طلب کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سواری کے لیے میں تجھ کو اونٹ کے بچہ دوں گا اس نے کہا میں اونٹ کے بچے کو کیا کروں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹ کو بھی اونٹنی ہی جنتی ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے۔

تشریح: اس شخص نے یہ سمجھا تھا کہ اونٹنی کے بچہ سے مراد وہ چھوٹا بچہ ہے جو سواری کے قابل نہیں ہوتا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ سواری کے قابل جو اونٹ ہوتا ہے وہ بچہ تو اونٹنی کا ہی ہوتا ہے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی طلب پر مذکورہ ارشاد بطور خوش طبعی فرمایا اور پھر اس کی حیرت پر جو جواب دیا اس کے ذریعہ نہ صرف حقیقت مفہوم کو ادا کیا بلکہ اس کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ اگر تم تھوڑی سی عقل سے کام لیتے اور میری بات کی گہرائی تک پہنچنے کی کوشش کرتے تو اس حیرت میں نہ پڑتے اور حقیقی مفہوم کو خود سمجھ لیتے لہٰذا اس ارشاد میں نری ظرافت ہی نہیں ہے بلکہ اس امر کی طرف متوجہ کرنا بھی مقصود ہے کہ سننے والے کو چاہئے کہ وہ اس بات میں غور و تامل کرے جو اس سے کہی گئی ہے اور بغیر سوچے سمجھے سوال و جواب نہ کرے بلکہ پہلے اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرے اور غور و فکر کے بعد آگے بڑھے۔

تعریف پر مشتمل خوش طبعی

(۴) وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ يَاذَاالْاُذُنَيْنِ. (رواہ ابوداؤد و الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اس کو یا ذوالاذنین (اے دو کانوں والے) کہا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے۔

ایک بڑھیا کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی

(۵) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِامْرَاَةٍ عَجُوْزٍ اَنَّهٗ لَا تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَجُوْزٌ فَقَالَتْ وَمَا لَهُنَّ وَكَانَتْ تَقْرَاءُ الْقُرْاٰنَ فَقَالَ لَهَا اَ مَاتَقْرَئِيْنَ الْقُرْاٰنَ اِنَّا اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا. رَوَاهُ رَزِيْنٌ وَفِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھی عورت سے کہا بوڑھی جنت میں نہیں جائے گی وہ کہنے لگی کیوں بوڑھی عورت کیوں نہ جنت میں جائے گی وہ عورت قرآن پاک پڑھی ہوئی تھی آپ نے فرمایا تو نے قرآن پاک میں نہیں پڑھا ہم نے جنت کی عورتوں کو پیدا کیا اور ان کو کنواریاں بنایا۔ روایت کیا اس کو رزین نے اور شرح السنہ میں مصابیح کے لفظ ہیں۔

تشریح: مصابیح میں اس روایت کو جن الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے وہ یوں ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا کہ بوڑھی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی یہ سن کر وہ عورت واپس ہوئی اور روتی ہوئی چلی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عورت کو جا کر بتا دو عورتیں اپنے بڑھاپے کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوں گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انا انشانھن انشاء فجعلنھن ابکارا۔

خوش طبعی کا ایک واقعہ

(۶) وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اسْمُهٗ زَاهِرَ بْنَ حَرَامٍ وَكَانَ يَهْدِیْ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَادِيَةِ فَيُجَهِّزُهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوْهُ وَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّهٗ وَكَانَ رَجُلًا دَمِيْمًا فَاَتَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَهُوَ يَبِيْعُ مَتَاعَهٗ مِنْ خَلْفِهٖ وَهُوَلَا يُبْصِرُهٗ فَقَالَ اَرْسِلْنِیْ مَنْ هٰذَا فَالْتَفَتَ فَعَرَفَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ لَا يَاْلُوْا مَا اَلْزَقَ

ظَهْرَهُ بِصَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ عَرَفَهُ وَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يَشْتَرِي الْعَبْدَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذًا وَاللّٰهِ تَجِدُنِي كَاسِدًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لٰكِنْ عِنْدَاللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ (رواه فی شرح السنة)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک بدوی جس کا نام زاہر بن حرام تھا اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باہر سے تحفہ بھیجا کرتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے سامان درست کرتے جب وہ بادیہ میں باہر جانا چاہتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ محبت رکھتے تھے اور زاہر بدشکل تھا۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے وہ اپنا سامان بیچ رہا تھا۔ آپ نے پیچھے سے آکر اپنے ہاتھ اس کی بغلوں کے نیچے سے نکال کر اس کی آنکھوں پر رکھ دیئے اس نے آپ کو نہ دیکھا اس نے کہا مجھ کو چھوڑ دو تم کون ہو۔ اس نے کن انکھیوں سے دیکھا جب اسے پتہ چل گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اپنی پشت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اچھی طرح چمٹانے لگا آپ فرماتے تھے اس غلام کو کون خریدے گا اس نے کہا اے اللہ کے رسول! اس وقت تم مجھ کو بہت سستا اور ناکارہ پاؤ گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن تو اللہ کے ہاں ناکارہ نہیں ہے۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

تشریح: "من اهل البادية" یعنی ایک صحرانشین بادیہ نشین شخص تھا جس کا نام زاہر تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ شخص ہمارا صحرائی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں یعنی یہ صحرا سے وہاں کے مناسب تحفے لاکر ہمیں دیتا ہے اور ہم شہر کے مناسب تحفے ان کو دیتے ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مزاح ان کو غلام فرمایا کیونکہ سارے لوگ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں۔

"من يشتري العبد" یعنی اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ کسی چیز کا تذکرہ بطور استفہام کرنا کہ کون اس کو خریدتا ہے یہ واقعی خرید وفروخت کیلئے نہیں ہوتا یہاں بطور مزاح اس طرح ہوتا ہے۔ پھر بھی علماء نے لکھا ہے کہ نبی اگر کسی آزاد آدمی کو فروخت کرنا چاہے تو وہ اسے فروخت کرسکتا ہے۔

"لكاسد" یعنی اگر بازار میں میری قیمت لگنی شروع ہوجائے تو میں بے قیمت اور بیکار ثابت ہوجاؤں گا کہتے ہیں کہ یہ صحابی خوبصورت نہیں تھے اس لئے انہوں نے اس طرح فرمایا اس کے جواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بازار کی بات چھوڑ دو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری بڑی قیمت ہے۔ بہرحال جو چیز بازار میں فروخت نہ ہوتی ہو اس کو کاسد کہتے ہیں۔

بعض علماء نے من يشتري العبد کا ترجمہ ومفہوم یہ بتایا ہے کہ اس غلام کے مقابلے کا کوئی غلام اگر کسی کے پاس ہے تو وہ لاکر پیش کردے۔ یہ معنی بہت بعید ہے۔ بعض تفصیلی روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے آکر ان کی آنکھوں پر دونوں ہاتھ رکھے یہ کہتے رہے کون ہو؟ مجھے چھوڑ دو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو چھولیا اور معلوم ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چپک گیا تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو خریدنے والا کون ہے؟ یہ بہت خوش قسمت شخص تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ رضی اللہ عنہم سے بے تکلفی

(۷) وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ مِنْ اَدَمٍ فَسَلَّمْتُ فَرَدَّ عَلَيَّ فَقَالَ ادْخُلْ فَقُلْتُ اَكُلِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كُلُّكَ فَدَخَلْتُ قَالَ عُثْمَانُ بْنُ اَبِي الْعَاتِكَةِ اِنَّمَا قَالَ اَدْخُلُ كُلِّيْ مِنْ صِغَرِ الْقُبَّةِ. (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک سے روایت ہے کہا میں غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ چمڑے کے خیمے میں تھے میں نے سلام کہا آپ نے جواب دیا فرمایا اندر آجاؤ میں نے کہا اے اللہ کے رسول میں اپنے پورے جسم کے ساتھ اندر آجاؤں فرمایا ہاں میں اندر داخل ہوگیا۔ عثمان بن ابی العاتکہ کہتے ہیں انہوں نے میں پورا داخل ہوجاؤں خیمہ کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے کہا تھا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

(۸) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ اسْتَأْذَنَ اَبُوْبَكْرٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ عَائِشَةَ عَالِيًا فَلَمَّا دَخَلَ تَنَاوَلَهَا لِيَلْطِمَهَا وَقَالَ لَا اَرَاكِ تَرْفَعِيْنَ صَوْتَكِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْجُزُهُ وَ خَرَجَ اَبُوْبَكْرٍ مُغْضَبًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَرَجَ اَبُوْبَكْرٍ وَكَيْفَ رَاَيْتِنِيْ اَنْقَذْتُكِ مِنَ الرَّجُلِ قَالَتْ فَمَكَثَ اَبُوْبَكْرٍ اَيَّامًا ثُمَّ اسْتَأْذَنَ فَوَجَدَ هُمَا قَدِ اصْطَلَحَا فَقَالَ لَهُمَا اَدْخِلَا نِيْ فِيْ سِلْمِكُمَا كَمَا اَدْخَلْتُمَانِيْ فِيْ حَرْبِكُمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَعَلْنَا. (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر آنے کی اجازت طلب کی حضرت عائشہ کی آواز کو بلند پایا۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر آئے اس کو مارنے کے لیے پکڑا اور کہا میں تجھ کو نہ دیکھوں کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آواز بلند کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو روکتے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر چلے گئے۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ چلے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھا میں نے تجھ کو اس شخص سے چھڑایا ہے چند دنوں تک ابوبکر رضی اللہ عنہ ٹھہرے رہے پھر آپ کے پاس آئے اور دیکھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلح کی حالت میں بیٹھے ہوئے ہیں فرمایا مجھ کو اپنی صلح میں داخل کرلو۔ جس طرح اپنی لڑائی میں داخل کیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے کیا۔ ہم نے کیا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ جملہ بطور مزاح تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ دیکھا میں نے تمہیں اس شخص کے ہاتھ سے کس طرح نجات دلائی گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''تمہارے باپ'' کہنے کی بجائے ''اس شخص'' کہہ کر بقصد مزاح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں اجنبی قرار دیا۔

ایسا مذاق نہ کرو جس سے ایذاء پہنچے

(۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتُمَارِ اَخَاكَ وَلَا تُمَازِحْهُ وَلَا تَعِدْهُ مُوْعِدًا فَتُخْلِفَهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا تو اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کر اور نہ اس کے ساتھ مذاق کر اور نہ اس کی وعدہ خلافی کر۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: ''ولا تمازحه'' یعنی ایسا مذاق نہیں کرنا چاہیے جس سے کسی انسان کو ایذاء اور تکلیف پہنچے۔ مذاق کا مطلب انبساط اور خوش طبعی ہے انقباض اور بدخلقی نہیں ہے۔ جس مذاق سے کسی کو تکلیف ہو اور ان کو شرمندگی کا سامنا ہو اور ان کی رسوائی ہو تو اس طرح مزاح کی اجازت شریعت نہیں دیتی شرعی حدود میں رہتے ہوئے مزاح کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے۔ اس باب میں فصل ثالث نہیں ہے۔

بَابُ الْمُفَاخَرَةِ وَالْعَصَبِيَّةِ... مفاخرت اور عصبیت کا بیان

قال الله تعالىٰ يا يها الناس انا خلقنكم من ذكر وانثىٰ وجعلنكم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اكرمكم عند الله اتقكم (سورة الحجرات آية ۱۳)

''مفاخرہ'' باب مفاعلہ سے ہے دو آدمیوں کے آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنے اور ناز و نخرے میں برابری کے دعوے کے اظہار کو مفاخرہ کہتے ہیں ذرا واضح الفاظ میں یوں سمجھ لیں کہ اپنے نسب حسب اپنے خاندان وقبیلہ یا اپنی قوم و جماعت یا اپنے علم واخلاق یا اپنی مالداری اور قوت پر نازاں ہونا اس پر اترانا اور گھمنڈ میں آنا یہ مفاخرہ ہے۔ ناحق معاملہ میں اور اسی طرح تکبر ونفسیات میں یہ تفاخر اور مفاخرہ حرام ہے لیکن حق کی حفاظت اور اسی کی حمایت اور اپنی دینی غیرت اور ملی ثقافت پر فخر کرنا اور اس پر متمسک رہنا عین ایمان واسلام ہے۔

"العصبية" عصبیت کا معاملہ بھی مفاخرہ کی طرح ہے چنانچہ اپنے مسلک ونظریہ کی بے جا حمایت کیلئے اپنی قوم اور اپنی جماعت کی شان و شوکت کی برتری کیلئے ان کے باطل مؤقف کی حمایت وحفاظت کیلئے اندھا ہو کر کھڑے ہونے کو تعصب اور عصبیت کہتے ہیں یہ شرعاً مذموم ہے لیکن اگر یہ تعصب اور عصبیت حق کی حمایت کیلئے ہو اور اس میں ظلم وتعدی نہ ہو بلکہ اعتدال ہو تو یہ تعصب مستحسن ہے۔

ابن خلدون نے جب بھی کسی بادشاہ کی دینداری کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے تو اس نے لکھا ہے کہ وہ کیسے دیندار نہیں ہوگا جبکہ وہ اپنے دین کے بارے میں تعصب پر قائم تھا گویا یہ حق کی مضبوط حمایت کا نام ہے جو جائز ومطلوب ہے البتہ یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ فخر وافتخار اور عصبیت و تعصب کے الفاظ عام طور پر مذموم مقاصد کیلئے استعمال ہوتے ہیں مگر اس میں خیر کا پہلو بھی ہوتا ہے جس طرح اوپر تفصیل میں بات آگئی ہے اسی اصول کے تحت سلف صالحین میں سے بعض نے اپنے مفاخر کے تذکرے کئے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... خاندانی وذاتی شرافت کا حسن، علم دین سے ہے

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ النَّاسِ اَكْرَمُ فَقَالَ اَكْرَمُهُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقَاهُمْ قَالُوْ لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْئَلُكَ قَالَ فَاَكْرَمُ النَّاسِ يُوْسُفُ نَبِیُّ اللّٰهِ بْنُ نَبِیِّ اللّٰهِ نَبِیِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيْلِ اللّٰهِ قَالُوْ لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْئَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تُسْاَلُوْنِیْ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَخِيَارُكُمْ فِی الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا. (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کون سا آدمی عزت میں سب سے بڑھ کر ہے۔ فرمایا اللہ کے ہاں سب سے بڑھ کر معزز وہ ہے جو متقی ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم اس کے متعلق سوال نہیں کرتے فرمایا پھر سب لوگوں میں سے معزز یوسف ہیں جو اللہ کے نبی کا بیٹا اللہ کے نبی کا پوتا اور اللہ کے نبی اور خلیل کا پڑپوتا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہم اس کے متعلق بھی آپ سے سوال نہیں کرتے آپ نے فرمایا عربوں کی ذاتوں کے متعلق سوال کرتے ہو صحابہ نے کہا جی ہاں فرمایا جاہلیت میں جو تمہارے بہترین ہیں اسلام میں بھی بہترین ہیں جب دین میں سمجھ حاصل کرلیں۔ (متفق علیہ)

تشریح: "خيارهم" یعنی زمانہ جاہلیت میں جن لوگوں میں اعلیٰ صفات اور امتیازی خصوصیات موجود ہوں مثلاً ہمدردی، انصاف پسندی، حق گوئی، شجاعت وسخاوت کی صفات ہوں تو اسلام ان صفات کو توڑتا نہیں ہے اسی طرح خاندانی شرافت اور دنیوی ثروت ہو تو اسلام ان صفات کو توڑتا نہیں ہے بلکہ اسلام تو ان کو مزید بڑھاتا ہے کیونکہ اس کے اصول میں سے ایک اصل یہ ہے کہ "الاسلام یزید الشریف شرفاً" تو جو لوگ اچھے صفات والے تھے مگر کفر اور شرک نے ان پر بدنما پردہ ڈالا تھا اب اسلام نے اس گندے پردہ کو ہٹا دیا اور اس شخص کی شخصیت نکھر کر سامنے آگئی تو یہ شخص اسی سابقہ شرافت پر برقرار رہے گا البتہ اس کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ شخص علم دین اور دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرلے اگر اس نے علم دین حاصل نہیں کیا صرف اسلام قبول کیا اور دوسرے کمزور صفات والے نے علم دین حاصل کیا تو وہ علم وفقاہت اور دین کی سمجھ بوجھ کی وجہ سے آگے بڑھ جائے گا۔ چنانچہ علم دین کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ آدمی کی کمزور خاندانی صفت کو چھپا دیتا ہے مثلاً نائی کو نائی سے یاد نہیں کیا جاتا بلکہ وہ عالم دین کہلاتا ہے اور عزت وعظمت میں آگے نکل جاتا ہے۔

سب سے زیادہ مکرم کون ہے؟

(۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَرِيْمُ بْنُ الْكَرِيْمِ بْنِ الْكَرِيْمِ بْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحٰقَ ابْنِ اِبْرَاهِيْمَ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کریم، کریم کا بیٹا، کریم پوتا یوسف ہیں جو یعقوب کے بیٹے ہیں وہ اسحاق کے بیٹے ہیں وہ ابراہیم کے بیٹے ہیں۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ خاندانی شرافت وعظمت اور نسبی برتری کی جو خصوصیات حضرت یوسف علیہ السلام کو حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں

سب سے بڑا شرف ان کے علاوہ اور کسی انسان کو حاصل نہیں ہوا کہ وہ خود نبی علیہ السلام تھے ان کے باپ نبی علیہ السلام تھے ان کے دادا نبی تھے اور ان کے پڑدادا نبی علیہ السلام تھے اس خصوصیت کے علاوہ ان کو حسن و جمال، عدل وانصاف، علم و دانائی اور ریاست و حکومت کے جو اوصاف حاصل تھے ان کے اعتبار سے ان کی ذاتی مکرمت کو شرافت کو سب سے برتر مقام حاصل ہے۔

کفار کے مقابلہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار فخر

(۳) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ فِي يَوْمِ حُنَيْنٍ كَانَ اَبُوْسُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ اٰخِذًا بِعِنَانِ بَغْلَتِهٖ يَعْنِي بَغْلَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا غَشِيَهُ الْمُشْرِكُوْنَ نَزَلَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ قَالَ فَمَارُوِيَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ اَشَدُّ مِنْهُ. (صحيح البخاري و صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جنگ حنین میں ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی باگ پکڑی ہوئی تھی جب مشرکوں نے آپ کو گھیر لیا آپ نیچے اتر پڑے اور فرمانے لگے میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ راوی نے کہا اس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو شجاع اور بہادر نہیں دیکھا گیا۔ (متفق علیہ)

تشریح: یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال شجاعت و جوانمردی پر دلالت کرتی ہے کہ ایک ایسے معرکہ میں جہاں ہوازن و غطفان کے قبائل سمیت عرب کے دوسرے بہت سے جنگجو قبائل برسر پیکار تھے اور انہوں نے اپنی بے پناہ خرابی قوت اور انفرادی طاقت کے ذریعہ اسلامی لشکر پر اتنا زبردست دھاوا بول دیا تھا کہ شکست کی صورت ظاہر ہونے لگی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خچر پر سوار ہو کر مجاہدین اسلام کے شانہ بشانہ لڑ رہے تھے اور اپنے خچر کو ایڑ لگا لگا کر کفار کے لشکر پر حملہ کر رہے تھے۔ اور پھر جب ان دشمنان دین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور خچر کو آگے بڑھنے کا راستہ نہ مل سکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سے اتر پڑے اور پا پیادہ ہو کر بڑی دلیری اور جواں مردی کے ساتھ دشمن کے لشکر پر ضرب لگائی آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست سے دوچار کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح نصیب فرمائی۔

اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب ونسب اور خاندانی وجاہت پر اظہار فخر کرنے اور نازاں ہونے سے منع فرمایا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بطور رجز یہ فرمانا کہ میں عبدالمطلب کا سپوت ہوں اس طرح کا اظہار فخر نہیں ہے جو ممنوع ہے کیونکہ وہ فخر ممنوع ہے جو نہ زمانہ جاہلیت کی رسم کے مطابق، بیجا اظہار نام ونمود، تعصب وہٹ دھرمی اور نفس کے گھمنڈ کے طور پر ہو جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ فخر دین کی طاقت اور شان وشوکت بڑھانے اور کفار کے مقابلہ پر اپنا رعب اور دبدبہ ظاہر کرنے کیلئے تھا اور اس طرح کا فخر جائز ہے علاوہ ازیں ایک بات یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت میں بعض اہل عرب جیسے کاہن اور اہل کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ظاہر ہونے سے پہلے بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دیا کرتے تھے اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی جو نشانیاں اور علامتیں بتایا کرتے تھے ان میں سے ایک نشانی یہ بھی تھی کہ وہ پیغمبر، عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوں گے۔

خیر البریہ کا مصداق

(۴) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكَ اِبْرَاهِيْمُ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اے بہترین خلق کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے ابراہیم علیہ السلام تھے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: اس موقع پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے سردار اور ساری مخلوق سے افضل و برتر ہیں تو خیر البریہ یعنی ساری مخلوق میں سب سے بہتر کا مصداق حضرت ابراہیم علیہ السلام کیونکر ہوئے اس کے تین جواب ہیں ایک تو

یہ کہ حقیقت کے اعتبار سے تو ساری مخلوق میں سب سے بہتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی صلی اللہ علیہ وسلم ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ تواضع وانکسار اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس حیثیت کا لحاظ کرتے ہوئے کہ وہ خلیل اللہ اللہ کے دوست اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جداعلیٰ ہیں ان کو خیر البریہ کا مصداق قرار دیا جیسا کہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ کوئی شریف النفس اور خلیق انسان تعظیم وتکریم کا خود سب سے زیادہ اہل و مستحق ہونے کے باوجود بسا اوقات کسی دوسرے شخص کو اپنے اوپر ترجیح دیتا ہے اور اس کی تعظیم کرتا ہے دوسرے یہ کہ مذکورہ روایت میں لسان نبوت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خیر البریہ کا مصداق قرار دیا جانا اس زمانہ کا واقعہ ہے جبکہ اس وقت تک یہ وحی نازل نہیں ہوئی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اولاد آدم علیہ السلام سے افضل اور ساری مخلوق میں سب سے بہتر ہیں اور تیسرے یہ کہ مذکورہ ارشاد گرامی کی مراد یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے زمانہ میں ساری مخلوق سے بہتر وبرتر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو زیادہ سے زیادہ اہمیت کے ساتھ بیان کرنے کی خاطر مطلق الفاظ ارشاد فرماتے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت وتعریف میں مقامات نبوت کا خیال کرو

(۵) وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِیْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ. (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مبالغہ کے ساتھ میری تعریف نہ کرو جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیا ہے میں اس کا بندہ ہوں مجھے اس کا بندہ اور رسول کہو۔ (متفق علیہ)

تشریح: عبودیت اور بندگی کا جو سب سے اعلیٰ درجہ ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص صفت ہے کہ بندہ حقیقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور صفت وعبودیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے کامل وبرتر ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وتعریف کا کمال اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی علومرتبت کا بیان اسی صفت کو ظاہر کرنے میں ہے نہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت وتعریف ایسے الفاظ وپیرایۂ بیان اور ان صفات کے ذریعہ کی جائے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام عبودیت پیچھے رہ جائے اور وہ حد آجائے جہاں سے معبود کی صفات شروع ہو جاتی ہیں۔

اظہار فخر کی ممانعت

(۶) وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارِ الْمُجَاشِعِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلَیَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ وَلَا يَبْغِیْ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ. (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ تواضع اختیار کرو اور کوئی شخص کسی پر فخر نہ کرے اور کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

الفصل الثانی.... باپ دادا کے متعلق بگھارنا اور خاندانی فخر کوئی چیز نہیں

(۷) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ يَفْتَخِرُوْنَ بِاٰبَائِهِمُ الَّذِيْنَ مَاتُوْا اِنَّمَا هُمْ فَحَمٌ مِنْ جَهَنَّمَ اَوْلَيَكُوْنُنَّ اَهْوَنَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الْجُعَلِ الَّذِیْ يُدَهْدِهُ الْخِرَاءَ بِاَنْفِهٖ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْاٰبَاءِ اِنَّمَا هُوَ مُؤْمِنٌ تَقِیٌّ اَوْفَاجِرٌ شَقِیٌّ النَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُوْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ. (رواه الجامع ترمذی و ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا ضرور لوگ اپنے ان آباؤ اجداد کے ساتھ فخر کرنے سے باز رہیں جو مر چکے ہیں وہ جہنم کے کوئلے ہیں یا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں گندگی کے کرم سے بھی ذلیل تر ہو جائیں گے جو اپنی ناک سے نجاست دھکیلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی نخوت اور آباؤ اجداد کے ساتھ فخر کرنے کو دور کر دیا ہے اب یا تو متقی مومن شخص ہے یا فاجر

بدکار ہے۔لوگ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے۔

تشریح: "الجعل" جعل حشرات الارض میں سے ایک کیڑے کو کہتے ہیں جس کو گبریلا کہا جاتا ہے۔گبریلا منہ کے ذریعہ سے انسانی اور حیوانی غلاظت کی بہترین گولی بناتا ہے اور پھر منہ کے ذریعہ سے اس کو دھکا دیکر آگے لے جاتا ہے اگر سوراخ کے برابر گولی ہو تو اندر لے جاتا ہے ورنہ افسوس کے ساتھ باہر چھوڑ دیتا ہے اسی طرح انسان حُب جاہ اور منصب کی گندگی کو اٹھاتا رہتا ہے لیکن قبر میں داخل ہوتے وقت یہ ساری نخوت وتکبر دھری کی دھری رہ جاتی ہے اور انسان اپنے عمل کے ساتھ قبر میں چلا جاتا ہے۔"الفحم" فحم کوئلہ کو کہتے ہیں جہنم کی ایندھن مراد ہے۔"یدھدہ" دھکہ دینے کو کہتے ہیں۔"الخراء" غلاظت اور گھوں کو کہتے ہیں۔"عبیة الجاھلیة" عین پر ضمہ ہے اور با پر فتحہ اور کسرہ دونوں ہیں یاء پر شد ہے نخوت وتکبر کو کہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے تئیں سردار کہلانے سے انکار

(۸) وَعَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ قَالَ انْطَلَقْتُ فِیْ وَفْدِبَنِیْ عَامِرٍ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا اَنْتَ سَيِّدُنَا فَقَالَ السَّيِّدُ اللّٰهُ فَقُلْنَا وَ اَفْضَلُنَا فَضْلًا وَاَعْظَمُنَا طَوْلًا فَقَالَ قُوْلُوْا قَوْلَكُمْ اَوْبَعْضَ قَوْلِكُمْ وَلَا يَسْتَجْرِ يَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ.(رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت مطرف بن عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا بنو عامر کے وفد کے ساتھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہم نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سردار ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سردار تو اللہ ہے ہم نے کہا آپ ہم سب میں سے افضل اور بخشش میں بزرگ تر ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی یہ بات کہو اور شیطان تم کو وکیل نہ پکڑے۔(ابوداؤد)

اصل فضیلت، تقویٰ ہے

(۹) وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَسَبُ الْمَالُ وَالْكَرَمُ وَالتَّقْوٰی (ترمذی)

ترجمہ: حضرت حسن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسب مال ہے اور کرم تقویٰ ہے۔روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: "حسب" ان فضائل وخصائل کو کہتے ہیں کہ جو کسی انسان میں ہوتے ہیں چنانچہ صاحب حسب انسان اپنے اور اپنے باپ دادا کے خصائل وفضائل کو شمار کرتا ہے اور ان کے ذریعہ اپنی حیثیت کو بڑھاتا ہے کرم صفات خیر کا نام ہے جس کا اطلاق تمام وجوہ خیر بھلائی اور شرف پر ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے نزدیک اصل حسب وفضیلت مالداری ہے کہ جو شخص مالدار اور صاحب ثروت ہو تو وہی حسب والا اور فضیلت کا مالک سمجھا جاتا ہے اور اس کی عزت کی جاتی ہے اگر کسی کے پاس مال وثروت نہ ہو تو سب کی نظروں میں کم تر و بے وقعت رہتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصل فضیلت تقویٰ پرہیزگاری میں ہے کہ بغیر تقویٰ کے کوئی بھی فضیلت اعتبار نہیں رکھتی خدا کی نظر میں کریم یعنی بزرگ وشریف وہی شخص ہے جو پرہیزگار ہو جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم بیشک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

اپنے باپ دادا پر فخر کرنے والے کے بارے میں وعید

(۱۰) وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَعَزّٰی بِعَزَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَعِضُّوْهُ بِهَنِ اَبِيْهِ وَلَا تَكْنُوْا (رواہ فی شرح السنة)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جو شخص اپنے آپ

کو جاہلیت کی طرف منسوب کرے اس سے اس کے باپ کا ستر کٹواؤ اور اس میں کنایہ نہ کرو۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

تشریح: "بعزاء" عزا نسبت کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو شخص جاہلیت کی رسموں عادتوں اور بدعتوں کو اپناتا ہے اور اسے زندہ کر کے چلاتا ہے تو اس کو صاف طور پر ماں باپ کی گالی سنا دو کہ یہ طریقہ اسلام کا نہیں بلکہ جاہلیت کا طریقہ ہے اور جاہلیت میں تمہارا باپ یہ گندی حرکت کرتا تھا وہ اعلیٰ درجہ کا فاسق اور فاجر تھا اس کا ذکر کس منہ سے کرتے ہو؟ اس جملہ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص زمانہ جاہلیت کی طرح فحش گفتگو کرتا ہے اور قبیح گالیاں دیتا ہے تو تم اس کو ننگی گالیاں دو کہ شرم کرو تم جاہلیت کی طرح گالیاں دیتے ہو تمہارا باپ تو فاسق و فاجر بدکار و بدکردار اور زنا کار شخص تھا اس طرح وہ بدگو آدمی تمہیں گالیاں دینے سے باز آ جائے گا۔ "فاعضوه" دانتوں سے پکڑ کر کاٹنے کو کہتے ہیں "هن" شرمگاہ کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس شخص سے کہہ دو کہ دانتوں سے اپنے باپ کے ذکر کو کاٹ ڈالو۔

اپنے زمانہ جاہلیت کے کسی تعلق پر فخر کرو

(۱۱) وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عُقْبَةَ وَکَانَ مَوْلًی مِنْ اَهْلِ فَارِسٍ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُحُدَ فَضَرَبْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَقُلْتُ خُذْهَا مِنِّیْ وَاَنَا الْغُلَامُ الْفَارِسِیُّ فَالْتَفَتَ اِلَیَّ فَقَالَ هَلَّا قُلْتَ خُذْهَا مِنِّیْ وَاَنَا الْغُلَامُ الْاَنْصَارِیُّ. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عقبہ ابوعقبہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں اور وہ اہل فارس کا مولیٰ تھا کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُحد کی جنگ میں حاضر تھا میں نے ایک مشرک کو تلوار ماری اور کہا ایک فارسی غلام کا وار قبول کر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے یہ کیوں نہ کہا کہ مجھ سے لے میں انصاری غلام ہوں۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "الغلام الفارسی" یہ شخص خود تابعی ہیں ان کے باپ ابوعقبہ صحابی تھے یہ شخص مولی الموالات میں سے تھے مولی العتاقہ میں سے نہیں تھے کسی انصاری کے زیر سایہ تھے اس لئے انصاری نسبت لگ گئی ورنہ یہ انصار میں سے نہیں تھے۔ بہرحال انہوں نے بجائے انصاری اپنے باپ کو فارس کی طرف منسوب کیا جو ایک آتش پرست قوم تھے یہ ان کیلئے مناسب نہیں تھا بلکہ اسلامی روایات کے مطابق انصار کی طرف نسبت اچھی تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ فارس کی طرف فارسی نسبت کو ترک کرو انصار کی طرف انصاری نسبت کو اپنالو۔

اپنی قوم کی بیجا حمایت کرنے والے کی مذمت

(۱۲) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَصَرَ قَوْمَهٗ عَلٰی غَیْرِ الْحَقِّ فَهُوَ کَالْبَعِیْرِ الَّذِیْ رَدٰی فَهُوَ یُنْزَعُ بِذَنْبِهٖ. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ناحق اپنی قوم کی مدد کرے اس کی مثال اس اونٹ کی سی ہے جو کنویں میں گر پڑا ہے اور اسے دم کے ساتھ کھینچا جاتا ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "کالبعیر" یہ ایک تشبیہ ہے اس تشبیہ کی وضاحت اس طرح ہے کہ مثلاً ایک قوم تعصب پر آ گئی جو تباہ ہو گئی اب ان کی مثال ایک مردار اونٹ کی طرح ہے جو کسی گندے کنوئیں میں گر گیا ہو۔ کنوئیں سے اس کا نکالنا بہت مشکل ہے لیکن ایک شخص اس کو دم سے پکڑ کر کنوئیں سے باہر نکالنے کی کوشش کر رہا ہے اب یہ ایک ناممکن اور لاحاصل سعی ہے بلکہ حماقت ہے کیونکہ دم جیسے کمزور حصہ سے اتنا وزنی اونٹ کیسے باہر لایا جا سکتا ہے۔

بالکل اسی طرح وہ شخص ہے جو تعصب کی بنیاد پر کسی متعصب قوم کی حمایت کرتا ہے اور اس کی ہر ناجائز حرکت کو جائز کہتا ہے اس تعصب سے وہ اس ہلاک شدہ قوم کو نہیں بچا سکتا اور جو کوشش کرتا ہے وہ بے فائدہ ہے اور سعی لاحاصل ہے۔

"ردی" یہ گرنے کے معنی میں ہے۔ "ینزع" کھینچنے اور چھڑانے کو کہتے ہیں "بذنبه" دم کو کہتے ہیں اس کی جمع اذناب ہے۔

عصبیت کس کو کہتے ہیں؟

(۱۳) وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَاالْعَصَبِیَّةُ قَالَ اَنْ تُعِیْنَ قَوْمَکَ عَلَی الظُّلْمِ. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے کہا اے اللہ کے رسول عصبیت کیا ہے فرمایا ظلم پر تو اپنی قوم کی مدد کرے۔ (ابوداؤد)

اپنی قوم وجماعت کے ظلم کو ختم کرنے کی کوشش کرو

(۱۴) وَعَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِکِ بْنِ جَعْشَمٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خَیْرُکُمُ الْمُدَافِعُ عَنْ عَشِیْرَتِہٖ مَالَمْ یَأْثَمْ. (رواہ سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا تم میں بہتر وہ شخص ہے جو اپنی قوم سے ظلم کو دفع کرے۔ جب تک گناہ گار نہ ہو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: "مالم یأثم" حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص مثلاً اپنی قوم اور اقارب سے کسی ظلم کو دفع کرتا ہے تو یہ بہت اچھا عمل ہے کیونکہ اس میں مظلوم کی نصرت بھی ہے اور اقارب کا صلہ پالنا بھی ہے لیکن اس حمایت اور دفاع کیلئے شرط یہ ہے کہ یہ شخص خود ظالم نہ بن جائے مثلاً زبان سے اگر ظلم دور ہوسکتا ہے تو وہاں ہاتھ اٹھانا اور مارنا ظلم ہوگا جو گناہ ہے اور اگر مار پیٹ سے ظلم دور ہوسکتا ہے تو مظلوم کی حمایت میں ظالم کا قتل کرنا خود ظلم ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ شرعی حدود میں رہ کر ظلم کو دفع کرے اگر شرعی حد سے تجاوز کیا تو خود ظالم بن کر گناہ گار ہوگا۔

عصبیت کی مذمت

(۱۵) وَعَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰی عَصَبِیَّةٍ وَلَیْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِیَّةً وَلَیْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰی عَصَبِیَّةٍ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عصبیت کی طرف بلائے۔ عصبیت کے باعث لڑے اور عصبیت پر مرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

محبت اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے

(۱۶) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا کسی چیز کی محبت تجھ کو اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ.... عصبیت کے معنی

(۱۷) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ کَثِیْرِ الشَّامِیِّ مِنْ اَھْلِ فِلَسْطِیْنَ عَنِ امْرَأَۃٍ مِنْھُمْ یُقَالُ لَھَا فَسِیْلَةُ اَنَّھَا قَالَتْ سَمِعْتُ اَبِیْ یَقُوْلُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمِنَ الْعَصَبِیَّةِ اَنْ یُحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَہٗ قَالَ لَا وَلٰکِنْ مِنَ الْعَصَبِیَّةِ اَنْ یَنْصُرَ الرَّجُلُ قَوْمَہٗ عَلَی الظُّلْمِ. (رواہ مسند احمد بن حنبل و ابن ماجۃ)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن کثیر شامی جو فلسطین کا رہنے والا ہے اپنے قبیلہ کی ایک عورت سے بیان کرتا ہے اس کا نام فسیلہ ہے اس نے کہا

میں نے اپنے باپ سے سناوہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اے اللہ کے رسول کیا یہ بھی عصبیت ہے کہ آدمی اپنی قوم سے محبت کرے فرمایا نہیں بلکہ عصبیت یہ ہے کہ ظالم ہونے کے باوجود اپنی قوم کی مدد کرے۔روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد نے۔

تشریح: اس ارشادگرامی ''عصبیت'' کے مفہوم پر بڑے سادہ انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے اور اس بات کو واضح کر دیا گیا ہے کہ اپنی جماعت اور اپنی قوم کی جائز حمایت کرنا اور اس کے فطری و قانونی حقوق و مفادات کے حصول و تحفظ کیلئے اس طرح جدوجہد کرنا کہ دوسروں کے حقوق و مفادات پر کوئی زد نہ پڑے عصبیت کے معنی میں داخل نہیں ہے ہاں اگر اپنی جماعت وقوم کی اس طرح حمایت کی جائے جس سے دوسروں کے تئیں ظلم وتعدی کے جذبات ظاہر ہوتے ہوں۔ یا اپنی جماعت وقوم کی جدوجہد میں معاونت کرنا جو سراسر زیادتی اور انتہاپسندی پر مبنی ہو نیز اس جدوجہد کا کوئی قانونی جواز موجود نہ ہو تو اس کو عصبیت کہا جائے گا اور شریعت کی نظر میں اس حمایت و معاونت کی کوئی حقیقت نہیں ہوگی۔

اپنے نسب پر گھمنڈ نہ کرو

(۱۸) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْسَابُكُمْ هٰذِهٖ لَيْسَتْ بِمَسَبَّةٍ عَلٰى اَحَدٍ كُلُّكُمْ بَنُوْا اٰدَمَ طَفُّ الصَّاعِ بِالصَّاعِ لَمْ تَمْلُؤُهُ لَيْسَ لِاَحَدٍ عَلٰى اَحَدٍ فَضْلٌ اِلَّا بِدِيْنٍ وَ تَقْوٰى كَفٰى بِالرَّجُلِ اَنْ يَكُوْنَ بَذِيًّا فَاحِشًا بَخِيْلًا. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری یہ نسب کسی کو برا کہنے کی جگہ نہیں ہے تم سب آدم کے بیٹے ہو جس طرح ایک صاع دوسرے صاع کے برابر ہو جاتا ہے تم میں کسی کو دوسرے پر فضیلت حاصل نہیں مگر دین اور تقویٰ کی وجہ سے آدمی کو گناہ کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ زبان دراز فحش بکنے والا اور بخیل ہو۔روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: ''طف الصاع'' صاع پیمانہ کو کہتے ہیں جس سے غلہ پیمانہ کیا جاتا ہے ''ب'' ملابست کیلئے ہے طف کا لفظ لغت میں کمی اور نقص کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی سے تطفیف ہے اور اسی سے ویل للمطففین ہے یہاں طف سے مراد وہ پیمانہ ہے جو بھرنے کے قریب ہو مگر بھر نہ جائے بلکہ ناقص رہ جائے فخر ومباہات میں انسانوں کا موازنہ کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ کسی انسان کو کسی پر اس طرح فضیلت نہیں کہ اس کا پیمانہ بھر گیا ہو اور دوسرے کا ناقص رہ گیا ہو بلکہ نقص ونقصان میں دونوں برابر ہیں نہ یہ پورا ہے نہ وہ پورا ہے سب ایک باپ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور سب مٹی سے پیدا ہیں ہاں تقویٰ اور پرہیزگاری اور نیک عمل ایسی چیز ہے جس سے ایک شخص فضیلت میں دوسرے سے بازی لے جاسکتا ہے' مٹی کا پتلا تو مٹی ہی ہے۔

ما للعلوم وللتراب وانما یسعیٰ لیعلم انه لا یعلم

''کفی بالرجل '' ای کفی الرجل مسبة وعاراً ونقصاناً یہ تمیز محذوف ہے مطلب یہ ہوا کہ بس کسی آدمی کی برائی اور عار کیلئے یہ کافی ہے کہ وہ بذی ہو' فاحشاً بذی کا ترجمہ ہے۔بخیل سے وہ کنجوس مکھی چوس آدمی مراد ہے جو واجبی حقوق میں بوجہ بخل کوتاہی کرتا ہو۔

بَابُ الْبِرِّ والصِّلَةِ

بر باء کے زیر کے ساتھ معنی نیکی واحسان کے ہیں اور عام طور پر اس لفظ کا اطلاق اس نیکی و بھلائی پر ہوتا ہے جس کا تعلق ماں باپ کی اطاعت و فرمانبرداری اور ان کے ساتھ اچھے برتاؤ سے ہوتا ہے۔اسی لئے لغت کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ بر کے معنی ہیں ماں باپ کی فرمانبرداری واطاعت کرنا۔مذکورہ بالاعنوان میں بھی اس لفظ کے یہی معنی مراد ہیں۔واضح رہے کہ اس لفظ کی ضد ''عقوق'' ہے جس کے معنی ہیں ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور ان کے ساتھ سرکشی وایذاءرسانی کا برتاؤ کرنا۔صلہ کے لغوی معنی ملانا اور پیوند لگانے کے ہیں لیکن عام اصطلاح میں اس کے معنی ہیں اپنے اعزاء واقارب کے ساتھ احسان اور اچھے سلوک کا معاملہ کرنا اور ان کو عطاء و بخشش اور اپنی مالی واخلاقی مدد واعانت کے ذریعہ فائدہ وراحت پہنچانا چنانچہ عنوان میں اس لفظ کے یہی معنی مراد ہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... اولاد پر ماں کے حقوق

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ قَالَ اُمُّکَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّکَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّکَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبُوْکَ وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ اُمُّکَ ثُمَّ اُمُّکَ ثُمَّ اُمُّکَ ثُمَّ اَبَاکَ ثُمَّ اَدْنَاکَ اَدْنَاکَ (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول سب سے زیادہ کون لائق ہے جس کے ساتھ میں حسن سلوک سے پیش آؤں فرمایا تیری ماں میں نے کہا پھر کون ہے فرمایا تیری ماں اس نے کہا پھر کون فرمایا تیری ماں اس نے کہا پھر کون فرمایا تیرا باپ۔ایک روایت میں ہے تیری ماں پھر تیری ماں پھر اپنے باپ کے ساتھ احسان کر پھر تیرے قریبی رشتہ دار ہیں اور قریبی عزیز ہیں۔(متفق علیہ)

تشریح: "امک" سائل کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ والدین میں سے کس کا حق زیادہ ہے یا تمام انسانوں میں سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ سائل کے اس سوال کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے والدہ کے حق کو سب سے زیادہ بتایا اس شخص کا ارادہ تھا کہ والد کے حقوق کا تعین ہو جائے اس لئے بار بار سوال کو دہرایا ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھے مرتبہ میں والد کے حق کا ذکر فرمایا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سب سے زیادہ حق والدہ کا ہے پھر والد کا ہے اور پھر باقی رشتہ داروں کا درجہ بدرجہ حق ہے گویا والدہ کا حق والد کے مقابلہ میں تین گنا زیادہ ہے کیونکہ بچے کی پیدائش میں اور اس کے پالنے میں والد سے والدہ کا کردار زیادہ ہے۔نو ماہ تک پیٹ میں رکھ کر اٹھانا اور پھرانا' پھر اس کا جننا اس کے بعد اس کو دودھ پلانا اور مکمل دیکھ بھال کرنا یہ تین بڑے مرحلے ہیں جو والدہ کو طے کرنے پڑتے ہیں اس لئے اس کا حق والد سے تین گنا زیادہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔**وقضی ربک ان لا تعبدوا الا اياه وبالوالدين احسانا**

والدین کی خدمت سے دنیا میں آدمی کو دو فائدے حاصل ہو جاتے ہیں ایک عمر میں برکت آجاتی ہے دوسرا عزت وعظمت اور مال میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ والدین کے حقوق کی ادائیگی میں اگر والدین میں تنازعہ ہو جائے کہ والد اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ والدہ کا حق ادا نہ کرو میرا ادا کرو تو اولاد پر لازم ہے کہ احترام اور تعظیم میں والد کو مقدم رکھے اور خدمت واطاعت میں والدہ کے حق کو مقدم رکھے یعنی والدہ کا حق خدمت کے حوالہ سے مقدم ہے اور والد کا حق ادب واحترام اور تعظیم وتکریم کے حوالہ سے مقدم ہے۔

نافرمان اولاد کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا

(۲) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَدْرَکَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی ناک خاک آلودہ ہو اس کی ناک خاک آلودہ ہو اس کی ناک خاک آلودہ ہو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کس کی فرمایا جو اپنے ماں باپ دونوں کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی عمر میں پاتا ہے پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہو۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: "رغم" را پر فتحہ ہے اور غین پر کسرہ ہے یہ رغام سے ہے جو مٹی کو کہتے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص کی ناک مٹی میں مل جائے یعنی یہ ذلیل وخوار ہو جائے یا یہ جملہ اخباریہ ہے یعنی ایسا شخص ذلیل وخوار ہو ہی گیا۔" **لم يدخل الجنة**" یعنی والدین کی خدمت کر کے ان کی دعاؤں سے یہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوا تو یہ شخص ذلیل وخوار ہو جائے۔

مشرک ماں باپ کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنا چاہئے

(۳) وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَهِیَ مُشْرِكَةٌ فِیْ عَهْدِ قُرَيْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّیْ

قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ رَاغِبَةٌ اَفَاَصِلُهَا قَالَ نَعَمْ صِلِيهَا. (صحيح البخاري و صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا قریش کے ساتھ صلح کے زمانہ میں میری ماں میرے پاس آئی وہ اس وقت تک مشرکہ تھی۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول میں اس کے ساتھ حسن سلوک کروں فرمایا ہاں تو اس سے سلوک کر۔ (متفق علیہ)

تشریح: "وهی راغبة" اس جملہ کے مطلب بیان کرنے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ وہ اسلام قبول کرنے میں رغبت رکھتی ہے اور مکہ سے میرے پاس مدینہ میں آئی ہے ابھی تک مشرکہ ہے کیا میں اس کی خدمت کرسکتی ہوں اور اس کے حقوق بجالاسکتی ہوں؟

اس قول کے مقابلہ میں تفصیلی روایات میں دوسرا قول یہ ہے کہ "راغبة عن الاسلام" یعنی اسلام کا نام سننا نہیں چاہتی اس کے قبول کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں لیتی اپنے کفر پر قائم ہے کیا میں اس طرح کافرہ عورت کی خدمت کرسکتی ہوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدمت کی اجازت دے دی کیونکہ اس کا تعلق انسانیت سے ہے ایمان اور کفر سے نہیں۔ تفصیلی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی ماں اسلام سے کراہت رکھتی تھی دلچسپی نہیں لیتی تھی یہ قول راجح ہے کیونکہ خدمت کی اجازت کا سوال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اسلام سے نفرت کرتی تھی حضرت اسماء کی والدہ الگ ہے اور حضرت عائشہ کی الگ ہے۔ حضرت عائشہ کی والدہ ام رومان مسلمان تھیں۔

صلہ رحمی کی اہمیت

(۴) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اٰلَ اَبِي فُلَانٍ لَيْسُوْا لِيْ بِاَوْلِيَآءَ اِنَّمَا وَلِيِّيَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنْ لَهُمْ رَحِمٌ اَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا. (صحيح البخاري و صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فلاں گھرانہ میرا دوست نہیں ہے۔ میرا دوست اللہ ہے۔ اور نیک مومن ہاں ان کے ساتھ رشتہ داری ہے اس کی تری کے ساتھ میں اس کو تر کروں گا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "ابو فلان" اس کنیت میں تصریح نہیں ہے کہ یہ شخص کون تھا گویا کنیت میں کنایہ ہے اس کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نام کی تصریح نہیں فرمائی کیونکہ نام کی تصریح میں فتنہ اٹھنے کا خطرہ تھا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیا تھا مگر راوی کو نام یاد نہ رہا پھر علماء نے اس کے تعین کے بارے میں لکھا ہے کہ شاید ابولہب کی اولاد مراد ہو یا ابوسفیان کی اولاد مراد ہو یا حکم بن العاص کی اولاد مراد ہو۔ "لیسو اباولیائی" یعنی میرے دوست نہیں مجھے دوسروں سے زیادہ محبوب نہیں مجھے بالکل پسند نہیں ان سے مالی تعاون کرنا کسی دینی اور روحانی تعلق کی بنیاد پر نہیں بلکہ "سابلها" بل یبل بلا وبلا گیلا اور تر کرنے کے معنی میں ہے یعنی میں اس قرابت داری کو تر چیزوں سے تر کرتا ہوں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ جو مالی تعاون کرتا ہوں یہ ان کے محبوب ہونے کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ ان کے ساتھ رشتہ وقرابت کی بنیاد پر تعاون کرتا ہوں ورنہ میرے دوست تو صالح مؤمنین مثل ابوبکر وعمر اور عثمان وعلی اور ان جیسے لوگ ہیں۔

والدین کو تکلیف پہنچانا حرام ہے

(۵) وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعَ وَهَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَةَ الْمَالِ. (صحيح البخاري و صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت مغیرہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ماؤں کی نافرمانی کرنا اور لڑکیوں کو زندہ گاڑنا تمہارے لیے حرام قرار دیا ہے۔ بخیلی اور گدائی کو تم پر حرام کیا ہے اور زیادہ سوال کرنے اور مال ضائع کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "عقوق الامهات" عقوق نافرمانی کو کہتے ہیں اور امہات سے مراد ماں باپ ہیں لیکن امہات کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ ان کے

حقوق زیادہ ہیں ادیا حقوق کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ ''منع وھات'' اس سے مراد بخل اور کنجوسی ہے مطلب یہ کہ دوسروں کے حقوق کا تو بالکل انکار کرے اور دوسروں سے ایسے حقوق کا مطالبہ کرے جس کی ادائیگی ان پر واجب نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ جائز حق نہ دے اور ناجائز حق مانگتا پھرتا ہے۔

''وقیل وقال'' یعنی ایسی بحث ومباحثہ اور اس طرح گفتگو میں لگا ہوا ہے جس میں نہ دین کا فائدہ ہے اور نہ دنیا کا کوئی فائدہ ہے لایعنی اور فضول بک بک کر رہا ہے دوراز کار سوالات اور جوابات چلا رہا ہے بلا فائدہ حجت وتکرار میں اپنا قیمتی وقت ضائع کر رہا ہے مثلاً منطق کی طویل مباحث میں بے مقصد الجھ رہا ہے اور اس شعر کا مصداق بن رہا ہے

ولم نستفد من بحثنا طول عمرنا سوا ان جمعنا قیل وقالوا

یعنی زندگی بھر ہم نے اپنی ان طویل بحثوں سے قیل وقال کے سوا کچھ حاصل نہیں کیا۔ ''وکثرۃ سوال'' یعنی کثرت سے سوال کرنا منع ہے اس جملہ کا ایک مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے احوال میں اور ان کے اموال اور معاملات میں بے جا مداخلت کرتا ہے اس میں تجسس اور جستجو کرتا ہے اور بہت زیادہ پوچھ پاچھ کرتا ہے یہ منع ہے جس سے نفرت وعداوت اور غیبت کا دروازہ کھلتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اپنے علم وکمال کی برتری ثابت کرنے کیلئے دوسروں پر دقیق وعمیق اشکالات کرتا ہے اور بطور امتحان ان سے سخت امتحانی سوالات کرتا ہے اور بے فائدہ مباحثہ ومناظرہ اور علمی سوالات کر کے اپنے علم کا سکہ لوگوں پر بٹھاتا ہے۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ اس سے صحابہ کی جماعت مراد ہے جن کو حضور اکرم سے زیادہ سوالات کرنے سے روکا گیا تھا۔ ''اضاعۃ المال'' یعنی مال میں فضول خرچی کرے یا بدانتظامی کرے جہاں شریعت نے حکم دیا ہے وہاں خرچ نہ کرے اور جہاں منع کیا ہے وہاں خرچ کرنے لگے رشتہ دار بھوک سے مر رہا ہے اور یہ خود عالیشان مکانات تعمیر کر رہا ہے اور مرغ مسلم اڑا رہا ہے اور ہر قسم آرائش وزیبائش میں پیسہ ضائع کر رہا ہے یہ سب منع ہیں اور اضاعت مال کی صورتیں ہیں۔

دوسروں کے ماں باپ کو بُرا کہہ کر اپنے ماں باپ کو بُرا نہ کہلواؤ

(٦) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ نَعَمْ يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهُ فَيَسُبُّ اُمَّهُ. (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کوئی شخص اپنے ماں باپ کو بھی گالی دیتا ہے فرمایا ہاں دوسرے آدمی کے ماں اور باپ کو گالی دیتا ہے وہ اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

باپ کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک واحسان کی اہمیت

(٧) وَعَنِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَبَرِّالْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلِ اَهْلَ وُدِّاَبِيْهِ بَعْدَ اَنْ يُّوَلِّيَ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک ترین نیکیوں میں سے یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ احسان کرے جبکہ وہ غائب ہو۔ (مسلم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کا باپ مر گیا ہو یا سفر پر گیا تو اس کے دوستوں کے ساتھ احسان ومروت کا معاملہ کرنا اور حسن سلوک کا برتاؤ کرنا گویا اپنے باپ کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کرنا اور اس کا یہ معاملہ چونکہ اپنے باپ کی غیر موجودگی میں ہوگا اس لئے وہ بہترین اور اعلیٰ نیکی کرنے والا شمار ہوگا۔ حدیث شریف میں صرف باپ کے دوستوں کا ذکر کرنا اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ ماں کی سکھی سہیلیوں کے ساتھ احسان وحسن سلوک بدرجہ اولیٰ ایک بہترین نیکی ہوگی۔

رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک فراخی رزق اور درازی عمر کا ذریعہ ہے

(۸) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُبْسَطَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ وَيُنْسَاَلَهٗ فِيْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اس کی اجل میں تاخیر کی جائے وہ صلہ رحمی کرے۔

تشریح: "فی اثرہ" یعنی اس کی موت میں تاخیر کی جائے اثر نشانات قدم کو کہتے ہیں آدمی جب تک زندہ رہتا ہے اس کے قدموں کے نشانات زمین پر پڑتے ہیں جب مر جاتا ہے یہ نشانات ختم ہو جاتے ہیں" اثرہ ای حیاتہ "

سوال:۔اب سوال یہ ہے کہ رزق اور اسی طرح انسان کی عمر کا تعلق تقدیر الٰہی سے ہے تو صلہ رحمی تقدیر کو کیسے بدل سکتی ہے؟

جواب:۔اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تقدیر مبرم ہے دوسری تقدیر معلق ہے اس دوسری قسم میں چونکہ تعلیق ہوتی ہے کہ مثلاً اس شخص نے اگر صلہ رحمی کو قائم رکھا اور اسے جوڑ دیا تو ان کی عمر نوے سال ہوگی ورنہ ستر سال ہوگی اسی طرح صلہ پالینے سے اللہ تعالیٰ انسان کے مال میں اضافہ فرماتا ہے مثلاً دل نہیں چاہتا مگر صلہ اور رشتے ناطے کی وجہ سے بھائیوں چچاؤں اور چچازاد بھائیوں سے احسان کرتا ہے اس کی وجہ سے اس آدمی کا مال بڑھتا ہے تجربہ گواہ ہے کہ ایسا ہوتا ہے کوئی آزما کر دیکھے میں نے بہت آزمایا ہے اور اسی طرح پایا ہے۔

صلہ رحمی کی اہمیت

(۹) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَاَخَذَتْ بِحَقْوِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ مَهْ قَالَتْ هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ قَالَ اَلَا تَرْضَيْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلٰى يَا رَبِّ قَالَ فَذَاكِ. (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس وقت مخلوق کو پیدا کیا جب پیدا کرنے سے فارغ ہوا۔ رحم کھڑی ہوئی اور رحمٰن کی کمر پکڑ لی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا ہے کہنے لگی یہ جگہ تیرے ساتھ قطع رحمی سے پناہ پکڑنے والے کی ہے فرمایا تو اس بات پر راضی نہیں کہ جو تجھ کو ملائے میں اس کو ملاؤں گا۔ اور جو تجھ کو کاٹے گا میں اس کو کاٹ دوں گا اس نے کہا کیوں نہیں اے میرے رب فرمایا پھر تیرے ساتھ یہ میرا وعدہ ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "حقوی رحمان" حقو کمر کو کہتے ہیں خاص کر پتلی کمر پر بولا جاتا ہے انسانوں کو سمجھانے کیلئے یہ لفظ بولا گیا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ جسم و تجسم سے مبرا و منزہ ہے اور انسانی تصور سے وراء الوراء ہے۔

اے برتر از قیاس و گمان و وہم — وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدم و خواندیم
دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر — ماہم چنیں در اول وصف تو ماندیم

یہ کلام متشابہات میں سے ہے سلف صالحین اس کا ترجمہ بلیق بشانہ سے کرتے ہیں اور یہی راجح ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رشتہ ناطے کو جب اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا تو یہ کھڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کو کمر سے پکڑ لیا" مہ "یعنی ایسا نہ کرو کہہ کیا کہتا ہے مانگ کیا مانگتا ہے؟

"من القطیعة" یعنی صلہ کے توڑنے سے بچاؤ کیلئے یہ مقام بطور پناہ گاہ ہے اس کے خوف سے جو شخص بھی پناہ پکڑے گا تو اس مقام پر آکر پناہ حاصل کرے گا۔

ناتا توڑنے والا اور رحمت خداوندی

(۱۰) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهُ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رحم رحمٰن سے مشتق ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو مجھے ملائے گا میں اس کو ملاؤں گا جو تجھے کاٹے گا میں اس کو کاٹوں گا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: "شجنة" غرفة کی طرح فا کلمہ پر تینوں حرکات جائز ہیں جیم ساکن ہے نون پر فتحہ ہے "شجنة" یہ شاخ اور ریشہ کے معنی میں آتا ہے مطلب یہ ہے کہ رحم رحمان کی شاخ ہے اسی سے مشتق بھی ہے اور اسی کا ریشہ بھی ہے اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ نام کے اشتراک کا بھی اثر پڑتا ہے اور اس کا اعتبار بھی ہے یہاں رحمان اور رحم کا مادہ مشترک ہے۔

(۱۱) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحم عرش کے ساتھ معلق ہے کہتی ہے جو مجھ کو ملائے گا اللہ تعالیٰ اس کو ملائے گا جو مجھ کو کاٹے گا اللہ تعالیٰ اس کو کاٹے گا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "عرش سے لٹکا ہوا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ وہ عرش رحمٰن کا پایہ پکڑے ہوئے اپنے توڑے جانے سے بارگاہ کبریا کی پناہ گاہ کا طلب گار ہے اور اس نے اپنے حق میں اللہ تعالیٰ سے جو کچھ سنا ہے اس کے مطابق کو خبردار کر رہا ہے کہ اگر مجھ کو جوڑو گے یعنی ناتے داری کے میرے حقوق کو ادا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت کے ساتھ منسلک کرے گا اور اگر تم مجھ کو توڑو گے یعنی میرے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دور کر دے گا۔ یا تقول کا مطلب یہ ہے کہ ناتا یہ جو کچھ کہتا ہے وہ دعا کے طور پر ہے یعنی وہ عرش الٰہی کا پایہ تھامے ہوئے دعا کر رہا ہے کہ الٰہی جو شخص مجھ کو جوڑے اس کو تو اپنی رحمت کے ساتھ جوڑ دے اور جو شخص مجھ کو منقطع کرے اس کو تو اپنی رحمت سے منقطع کر دے۔

قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا

(۱۲) وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا (متفق علیہ)

تشریح: نوویؒ نے ارشاد گرامی کی یہ مراد بیان کی ہے کہ جو شخص یہ جاننے کے باوجود کہ قطع رحم کرنا یعنی ناتے داری کا حق ادا نہ کرنا حرام ہے نہ صرف یہ کہ بغیر کسی سبب و عذر کے قطع رحم کرے اور بغیر کسی شبہ و وجہ کے قطع رحم کرنے کو حلال بھی جانے تو وہ جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا یا یہ مراد ہے کہ قطع رحم کرنے والا نجات یافتہ اور اولین لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

اقرباء کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا کامل ترین جذبہ

(۱۳) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مکافات کرنے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جب اس کی رشتہ داری کاٹی جائے اس کو ملائے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

(۱۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ قَرَابَةً اَصِلُهُمْ وَیَقْطَعُوْنِیْ وَاُحْسِنُ اِلَیْهِمْ وَیُسِیْئُوْنَ اِلَیَّ وَاَحْلُمُ عَنْهُمْ وَیَجْهَلُوْنَ عَلَیَّ فَقَالَ لَئِنْ کُنْتَ کَمَا قُلْتَ فَکَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا یَزَالُ مَعَکَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِیْرٌ مَادُمْتَ عَلٰی ذٰالِکَ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میرے رشتہ دار ہیں میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں وہ قطع رحمی کرتے ہیں میں ان پر احسان کرتا ہوں وہ میرے ساتھ بُرا سلوک میں ان سے درگذر کرتا ہوں وہ مجھ پر جہل کرتے ہیں فرمایا جس طرح تو کہتا ہے اگر واقعتۃً ایسا ہی ہے گویا تو ان کو گرم راکھ پھکاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے ساتھ ایک مددگار رہتا ہے۔ جب تک تو اس پر قائم رہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: ''تسفهم المل'' الملّ گرم راکھ کو کہتے ہیں اور تسف باب افعال سے ہے منہ میں راکھ پھکانا اور ڈالنا مراد ہے یعنی اگر واقعہ ایسا ہی ہے تو پھر تمہارا یہ احسان گویا ان کے منہ میں گرم گرم راکھ ہے جو تم ڈال رہے ہو کیونکہ وہ لوگ تمہارے احسان کا نہ بدلہ دیتے ہیں نہ تذکرہ کرتے ہیں اور نہ شکریہ ادا کرتے ہیں بلکہ الٹا تنگ کرتے ہیں گویا تم نے ان لوگوں کو اس طرح ذلیل کیا کہ ان کے منہ میں راکھ پھانک دی۔

الفصل الثانی... والدین اور اقرباء کے ساتھ حسن سلوک درازی عمر کا سبب ہے

(۱۵) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَرُدُّ الْقَدَرَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا یَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ یُصِیْبُهُ. (رواه سنن ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت ثوبان سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تقدیر کو دعا لوٹا دیتی ہے نیکی عمر میں اضافہ کرتی ہے اور آدمی گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

تشریح: ''القدر'' اس سے وہی تقدیر معلق مراد ہے جس کا فیصلہ اٹل نہیں بلکہ مشروط ہوتا ہے اس سے قضا مبرم مراد نہیں ہے کیونکہ اس میں آگے پیچھے ہونا محال ہوتا ہے۔ ''لیحرم الرزق بالذنب''

سوال:۔ سوال یہ ہے کہ بہت سارے کفار مالدار عیش وعشرت میں ہوتے ہیں وہ گناہ کیا بلکہ کفر وشرک میں پڑے رہتے ہیں تو اس حدیث کا خارج کے واقعاتی حقائق سے تعارض ہے اس کا جواب کیا ہے؟

جواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رزق سے محرومی کی جس سزا کا اس حدیث میں ذکر ہے یہ مسلمانوں کے حق میں ہے جو ان کیلئے ابتلا ہے کفار کے بارے میں یہ حدیث نہیں ہے۔ دوسرا جامع جواب یہ ہے کہ ایک رزق ہے ایک رزق کا ثمرہ اور نتیجہ ہے اصل مقصود رزق نہیں بلکہ اس کا ثمرہ اور نتیجہ مقصود ہوتا ہے رزق کا ثمرہ اطمینان وسکون اور راحت وفرحت ہوتی ہے۔ کفار اگرچہ بظاہر مال سے مالا مال ہوتے ہیں لیکن ان کو مال کا نتیجہ جو اطمینان وسکون اور راحت وفرحت ہے وہ حاصل نہیں ہوتی ہیں بلکہ خود یہی مال ان کیلئے وبال جان ہوتا ہے اور وہ زندگی میں اس مال کی وجہ سے شدید عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں تو درحقیقت وہ معصیت کی وجہ سے رزق کے اصل فائدہ سے محروم رہ گئے۔ یہ جواب کفار اشرار اور فساق وفجار سب کو شامل ہے۔

والدین کی خدمت کرنے کی فضیلت

(۱۶) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ فِیْهَا قِرَاءَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا حَارِثَةُ ابْنُ النُّعْمَانِ کَذٰالِکُمُ الْبِرُّ کَذٰالِکُمُ الْبِرُّ وَکَانَ اَبَرَّ النَّاسِ بِاُمِّهٖ. رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ نِمْتُ فَرَاَیْتُنِیْ فِی الْجَنَّةِ بَدَلَ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت میں داخل ہوا میں نے قرآن پڑھنے کی آواز سنی میں نے کہا یہ کون ہے فرشتوں نے کہا حارثہ بن نعمان ہے نیکی کرنے کا ثواب اسی طرح ہے نیکی کرنے کا ثواب اسی

طرح ہے اور اپنی ماں کے ساتھ سب سے بڑھ کر سلوک کیا کرتا تھا۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔
ایک روایت میں دخلت کی جگہ یہ ہے کہ میں سویا اور جنت میں داخل ہوا۔

اللہ کی خوشنودی کے طلبگار رہو تو والدین کو خوش رکھو

(۱۷) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِضَى الرَّبِّ فِيْ رِضَى الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِيْ سَخَطِ الْوَالِدِ (رواه الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رب کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور رب کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: یہی حکم ماں کا بھی ہے بلکہ ماں اس بات کی زیادہ مستحق ہے حاصل یہ کہ اگر تم اپنی خدمت واطاعت اور اچھے سلوک کے ذریعہ ماں باپ کو خوش رکھو گے تو تمہارا پروردگار بھی تم سے خوش رہے گا اور اگر تم نافرمانی و سرکشی اور ایذاء رسانی کے ذریعہ ماں باپ کو ناخوش و ناراض رکھو گے تو تمہارا پروردگار بھی تم سے ناخوش اور ناراض رہے گا۔

ماں باپ کی خوشنودی کو بیوی کی محبت پر ترجیح دینی چاہئے

(۱۸) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ اَنَّ رَجُلًا اَتَاهُ فَقَالَ اِنَّ لِیْ اِمْرَاةً وَاُمِّیْ تَأْمُرُنِیْ بِطَلَاقِهَا فَقَالَ لَهٗ اَبُوالدَّرْدَاءِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَاِنْ شِئْتَ فَحَافِظْ عَلَى الْبَابِ اَوْضَيِّعْ (رواه الجامع ترمذی و ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے ایک آدمی آیا اس نے کہا میری بیوی ہے اور میری والدہ مجھے اسے طلاق دینے کا حکم کرتی ہے ابوالدرداء نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے باپ جنت کا بہترین دروازہ ہے اگر تو چاہتا ہے دروازہ کی حفاظت کرلے وگرنہ ضائع کرلے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کرنے کے بعد اپنے قول ''پس تم کو اختیار ہے'' کے ذریعہ اس شخص پر واضح کردیا کہ اگر تم اپنی والدہ کی خواہش کے مطابق اپنی بیوی کو طلاق دے دو گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم نے اس کی رضامندی وخوشنودی حاصل کر کے جنت میں داخل ہونے کیلئے بہترین دروازہ اختیار کرلیا ہے ورنہ بصورت دیگر تم اس دروازے کو چھوڑ دینے والے سمجھے جاؤ گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں اگرچہ والد کا ذکر ہے مگر ابودرداء رضی اللہ عنہ نے اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا کہ جب باپ کے حق میں اس طرح فرمایا گیا ہے تو ماں بدرجہ اولیٰ اس ارشاد کا محمول قرار پائے گی یا یہ کہ لفظ ''والد'' سے صرف باپ مراد نہیں لیا گیا ہے بلکہ جنس یعنی پیدا کرنے والا مراد ہے اور یہ بات زیادہ موزوں ومناسب ہے کیونکہ پیدا کرنے والے کے مفہوم میں باپ اور ماں دونوں داخل ہیں۔

ماں اولاد کے نیک سلوک کی زیادہ مستحق ہے

(۱۹) وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَبَرُّ قَالَ اُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبَاكَ ثُمَّ الْاَقْرَبَ فَالْاَقْرَبَ (رواه الجامع ترمذی و ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہا میں نے کہا اے اللہ کے رسول میں کس کے ساتھ نیکی کروں فرمایا اپنی ماں کے ساتھ میں نے کہا پھر کس سے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ میں نے کہا پھر کس کے ساتھ فرمایا اپنی ماں کے ساتھ میں نے کہا پھر کس کے ساتھ فرمایا اپنے باپ کے ساتھ پھر قریب تر رشتہ داروں کے ساتھ۔ (ابوداؤد اور ترمذی)

ناتے داروں کے ساتھ بھلائی کرنے کی اہمیت

(۲۰) وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی اَنَا اللّٰهُ وَاَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنْ اِسْمِیْ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهٗ (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اللہ ہوں اور میں رحمان ہوں میں نے رحم کو پیدا کیا ہے اور اپنے نام سے اس کو مشتق کیا ہے جو کوئی اس کو ملائے گا میں اس کو ملاؤں گا اور جو اس کو کاٹے گا میں اس کو کاٹوں گا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

ناتا توڑنے والے اللہ کی رحمت سے محروم رہتے ہیں

(۲۱) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ عَلٰی قَوْمٍ فِیْهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے رحمت اس قوم پر نازل نہیں ہوتی جس میں قاطع رحم ہو۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: "قوم" سے مراد پوری قوم نہیں ہے بلکہ محض وہ لوگ مراد ہیں جو ناتا توڑنے والے کی حمایت و مدد کریں یا اس کو اپنے ناتے داروں کے ساتھ بدسلوکی کے ذریعہ ناتا توڑنے سے منع نہ کریں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ رحمت سے باران رحمت مراد ہو یعنی جس قوم یا جس آبادی کے اندر ناتا توڑنے والا کوئی شخص ہوتا ہے تو ناتا توڑے جانے کی نحوست سے اس قوم یا آبادی کو بارش سے محروم رکھا جاتا ہے۔

بغاوت اور قطع رحمی وہ گناہ ہیں جن کی وجہ سے دنیا میں عذاب ہوتا ہے

(۲۲) وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ ذَنْبٍ اَحْرٰی اَنْ یُّعَجِّلَ اللّٰهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوْبَةَ فِی الدُّنْیَا مَعَ مَا یُدَّخَرُ لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْبَغْیِ وَقَطِیْعَةِ الرَّحِمِ (رواه الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی گناہ اس لائق نہیں ہے کہ خداوند تعالیٰ اس کے مرتکب کو بہت جلد دنیا ہی میں اس کا بدلہ دے اور آخرت میں اس کے عذاب کو ذخیرہ کرے مگر دو گناہ۔ امام وقت کے خلاف بغاوت کرنا اور رشتہ ناتے کو قطع کرنا ہیں روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے۔

تشریح: "یدخر لہ" یعنی آخرت کا عذاب بھی ہوگا اس کا ذخیرہ بھی جمع رہے گا اور دنیا کا عذاب بھی بطور پیشگی ہوگا یہ دُگنا عذاب دو قسم بدبختوں کو ہوگا ایک قسم وہ لوگ ہیں جو امام برحق اور اسلامی خلافت کے سربراہ کے خلاف بغاوت کریں اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو صلہ توڑنے کا جرم کریں یہ دونوں گناہ اتنے گھناؤنے ہیں کہ اس سے پورا معاشرہ تباہ ہو کر اسلام کی جڑیں ہل جاتی ہیں اس لئے بطور خاص اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

فائزین کے ساتھ جنت میں داخل ہونے سے کون لوگ محروم رہیں گے

(۲۳) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنَّانٌ وَلَا عَاقٌّ وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ (سنن نسائی والدارمی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احسان جتلانے والا، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا اور ہمیشہ شراب پینے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ روایت کیا اس کو نسائی اور دارمی نے۔

تشریح: "منان" منان اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی کے ساتھ احسان کر کے پھر جتلاتا ہے اور اس کو مسلسل تنگ کرتا رہتا ہے۔ "ولا عاق" عاق اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے والدین کی نافرمانی کرتا ہے اور بلاوجہ ان کو تنگ کرتا ہے یا اپنے اقرباء کے ساتھ اسی طرح معاملہ کرتا ہے۔

"مدمن خمر" یہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو مسلسل شراب نوشی کرتا ہوا گر ان لوگوں نے ان محرمات کو حلال سمجھ کر کیا تو کافر ہو گئے تو جنت میں نہیں جائیں گے یا دخول جنت سے دخول اولی مراد ہے تو سزا بھگتنے کے بعد جنت میں داخل نہیں ہوں گے یا یہ حکم تشدید اً تغلیظاً ہے۔

اقرباء کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی برکت

(۲۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِكُمْ مَاتَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَكُمْ فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مُحَبَّةٌ فِی الْاَهْلِ مَثْرَاةٌ فِی الْمَالِ مَنْسَأَةٌ فِی الْاَثَرِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے نسب سیکھو تا کہ صلہ رحمی کر سکو، اقارب میں صلہ رحمی کرنا، اقربا میں محبت مال میں کثرت اور اجل میں تاخیر کا باعث ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ تم اپنے باپ دادا، ماؤں، دادیوں، نانیوں، ان کی اولاد اور دیگر اعزاء و اقرباء کی پہچان رکھو ان کے ناموں سے باخبر رہو اور ان کے حالات سے واقفیت حاصل کرو تا کہ تم ذوی الارحام کو جان لو جن کے ساتھ حسن سلوک کرنا تمہاری ذمہ داری ہے اور یہ جاننا تمہارے لیے ضروری اور فائدہ مند ہے۔

خالہ ماں کا درجہ رکھتی ہے

(۲۵) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِیْمًا فَهَلْ لِیْ مِنْ تَوْبَةٍ قَالَ هَلْ لَکَ مِنْ اُمٍّ قَالَ لَا قَالَ وَهَلْ لَکَ مِنْ خَالَةٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبِرَّهَا. (رواه الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کہا اے اللہ کے رسول میں نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے آپ نے فرمایا کیا تیری ماں ہے؟ اس نے کہا نہیں فرمایا کیا تیری خالہ ہے اس نے کہا ہاں فرمایا اس کے ساتھ نیک سلوک کر۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ناتے داروں کے ساتھ حسن سلوک، گناہوں کے کفارہ کا ذریعہ ہے اگرچہ وہ گناہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہو تاہم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ بتایا گیا ہوگا کہ حسن سلوک کا کبیرہ گناہ کے کفارہ کا سبب بننا اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمادیا کہ تم اپنی خالہ سے حسن سلوک کرو، تمہارا وہ گناہ بخش دیا جائے گا اور یا یہ کہ اس شخص سے جو گناہ صادر ہوا تھا وہ کبیرہ نہیں تھا بلکہ حقیقت میں صغیرہ گناہ تھا البتہ اس شخص نے اپنے مضبوط جذبہ ایمانی اور احتیاط و تقوی کی بناء پر اس گناہ کو ایک بڑا گناہ سمجھا! اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خالہ، ماں کا درجہ رکھتی ہے۔

والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ حسن سلوک کی صورتیں

(۲۶) وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدِ نِ السَّاعِدِیِّ قَالَ بَیْنَ نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَهٗ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ سَلِمَةَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا قَالَ نَعَمْ اَلصَّلٰوةُ عَلَیْهِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا وَاِکْرَامُ صَدِیْقِهِمَا (رواه ابوداؤد و ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت ابو اسید ساعدی سے روایت ہے کہا ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے بنوسلمہ کا ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا کیا ماں باپ کے مرنے کے بعد مجھ پر کوئی چیز واجب ہے کہ ان کے ساتھ کوئی نیکی کی جاسکے فرمایا ہاں ان کی بخشش کے لیے دعا کرنا اور ان کی

وصیت کو پورا کرنا اور اس رشتہ داری کو ملانا جوان کے ساتھ ہی ملائی جاسکتی ہے ان کے دوستوں کی عزت کرنا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: "بینا" یعنی اسی اثناء اور اسی دوران جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا اور اس نے سوال کیا کہ والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ احسان کرنے کی کوئی صورت ہوسکتی ہے جس کو میں اختیار کروں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الصلوٰة علیھما" یعنی ان کے حق میں دعا کرنا جس میں ان پر نماز جنازہ پڑھنا بھی داخل ہے یہ ایک صورت ہے۔ "وانفاذ عھدھما" یعنی انہوں نے اگر کسی کے ساتھ کوئی وعدہ کیا ہے اور پورا کرنے سے پہلے مرگئے ہیں اس وعدہ کو پورا کرنا یہ ان کے ساتھ احسان کرنے کی دوسری صورت ہے۔ "وصلة الرحم" یعنی اس رشتے ناطے کا خیال رکھنا جو صرف والدین کی وجہ سے قائم کیا جاتا ہے تاکہ وہ خوش ہوجائیں والدین کے ناطے کے علاوہ ان لوگوں کے ساتھ کوئی دوسرا تعلق نہ ہو یہ احسان کرنے کی تیسری صورت ہے۔ "واکرام صدیقھما" یعنی والدین کے دوستوں اور ان کے تعلق والوں کا اکرام واحترام کرنا یہ احسان کی چوتھی صورت ہے۔ ان چاروں صورتوں کے ذریعہ سے آدمی اپنے مرے ہوئے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرسکتا ہے۔

دایہ حلیمہ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن سلوک

(۲۷) وَعَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعِرَّانَهِ اِذَا اَقْبَلَتِ امْرَاَةٌ حَتّٰی دَنَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَسَطَ لَهَا رِدَاءَهٗ فَجَلَسَتْ عَلَیْهِ فَقُلْتُ مَنْ هِیَ فَقَالُوْا هِیَ اُمُّهُ الَّتِیْ اَرْضَعَتْهُ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جعرانہ میں گوشت تقسیم کر رہے ہیں ایک عورت آئی جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر پھیلادی وہ اس پر بیٹھ گئی میں نے کہا یہ کون ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: حدیث میں جن محترم خاتون کا ذکر کیا گیا ہے وہ دایہ حلیمہ ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہونے کا شرف حاصل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دایہ حلیمہ کے علاوہ ایک اور خاتون نے بھی ابتداء میں کچھ دنوں تک دودھ پلایا تھا جن کا نام ثوبیہ ہے اور جو ابولہب کی باندی تھیں ان دونوں کے اسلام کے بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں۔

کسی مصیبت کے وقت اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا مانگنا مستحب ہے

(۲۸) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَمَا ثَلٰثَةُ نَفَرٍ یَتَمَا شَوْنَ اَخَذَهُمُ الْمَطَرُ فَمَالُوْا اِلٰی غَارٍ فِی الْجَبَلِ فَانْحَطَّتْ عَلٰی فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِّنَ الْجَبَلِ فَاَطْبَقَتْ عَلَیْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اُنْظُرُوْا اَعْمَالًا عَمِلْتُمُوْهَا لِلّٰهِ صَالِحَةً فَادْعُو اللّٰهَ بِهَا لَعَلَّهٗ یُفَرِّجُهَا فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ کَانَ لِیْ وَالِدَانِ شَیْخَانِ کَبِیْرَانِ وَلِیْ صِبْیَةٌ صِغَارٌ اَرْعٰی عَلَیْهِمْ فَاِذَا رُحْتُ عَلَیْهِمْ فَحَلَبْتُ بَدَاْتُ بِوَالِدَیَّ اَسْقِیْهِمَا قَبْلَ وَلَدِیْ وَاِنَّهٗ قَدْ نَاٰی بِیَ الشَّجَرُ فَمَا اَتَیْتُ حَتّٰی اَمْسَیْتُ فَوَجَدْتُّهُمَا قَدْ نَامَا فَحَلَبْتُ کَمَا کُنْتُ اَحْلُبُ فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ عِنْدَ رُؤُسِهِمَا اَکْرَهُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا وَاَکْرَهُ اَنْ اَبْدَأَ بِالصِّبْیَةِ قَبْلَهُمَا وَالصِّبْیَةُ یَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَیَّ فَلَمْ یَزَلْ ذٰلِکَ دَابِیْ وَدَابُهُمْ حَتّٰی طَلَعَ الْفَجْرُ فَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِکَ ابْتِغَآءَ وَجْهِکَ فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرٰی مِنْهَا السَّمَآءَ فَفَرَّجَ اللّٰهُ لَهُمْ حَتّٰی یَرُوْنَ السَّمَآءَ قَالَ الثَّانِیْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ کَانَتْ لِیْ بِنْتُ عَمٍّ اُحِبُّهَا کَاَشَدِّ مَا یُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ فَطَلَبْتُ اِلَیْهَا نَفْسَهَا فَاَبَتْ حَتّٰی اٰتِیَهَا بِمِائَةِ دِیْنَارٍ فَسَعَیْتُ حَتّٰی جَمَعْتُ مِائَةَ دِیْنَارٍ فَلَقِیْتُهَا بِهَا فَلَمَّا قَعَدْتُ بَیْنَ رِجْلَیْهَا قَالَتْ یَا عَبْدَاللّٰهِ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ فَقُمْتُ عَنْهَا اَللّٰهُمَّ فَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِکَ ابْتِغَآءَ وَجْهِکَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فَفَرَجَ لَهُمْ فُرْجَةً وَقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ کُنْتُ اسْتَاْجَرْتُ اَجِیْرًا بِفَرَقِ اَرُزٍّ فَلَمَّا قَضٰی عَمَلَهٗ قَالَ اَعْطِنِیْ حَقِّیْ فَعَرَضْتُ عَلَیْهِ حَقَّهٗ فَتَرَکَهٗ وَرَغِبَ عَنْهُ فَلَمْ اَزَلْ اَزْرَعُهٗ

حَتّٰی جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرَاعِیَهَا فَجَاءَ نِی فَقَالَ اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَظْلِمْنِیْ وَاَعْطِنِیْ حَقِّیْ فَقُلْتُ اذْهَبْ اِلٰی ذَالِکَ الْبَقَرِ وَرَاعِیْهَا فَقَالَ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَهْزَأْ بِیْ فَقُلْتُ اِنِّیْ لَا اَهْزَأُبِکَ فَخُذْ ذَالِکَ الْبَقَرَ وَرَاعِیَهَا فَاَخَذَهٗ فَانْطَلَقَ بِهَا فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذَالِکَ ابْتِغَآءَ وَجْهِکَ فَافْرُجْ لَنَا مَابَقِیَ فَفَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں تین آدمی جارہے تھے بارش نے ان کو آلیا وہ ایک پہاڑ کی غار میں چھپ گئے پہاڑ کا ایک پتھر غار کے منہ پر آ گیا اور نکلنے کا راستہ بند ہو گیا ایک نے دوسروں سے کہا تم نے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کیے ہیں ان کا واسطہ دے کر اللہ سے دعا کرو شاید اللہ تعالیٰ اس پتھر کو دور کر دے ایک شخص کہنے لگا اے اللہ میرے بوڑھے ماں باپ تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ میں ان کے اخراجات کے لیے بکریاں چرایا کرتا تھا۔ جب میں شام کے وقت واپس آتا اور دودھ دوہتا سب سے پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا۔ ایک دن اتفاقاً درخت مجھ کو دور لے گئے میں رات دیر سے واپس آیا میرے ماں باپ سو چکے تھے میں نے حسب معمول دودھ دوہا اور اس بات کو مکروہ سمجھا کہ ان کے پلانے سے پہلے بچوں کو پلاؤں میں ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا میں نے ان کو جگانا بھی مناسب نہ سمجھا اور ان سے پہلے بچوں کو پلانا بھی مجھے پسند نہ لگا۔ بچے بھوک کے مارے میرے پاؤں میں چلاتے رہے۔ میرا اور ان کا یہی حال رہا حتیٰ کہ فجر طلوع ہو گئی۔ اگر تو اس بات کو جانتا ہے کہ میں نے تیری رضامندی کے لیے ایسا کیا ہے اس پتھر کو اس قدر دور کر دے کہ ہم آسمان دیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے پتھر کھول دیا جس سے وہ آسمان دیکھنے لگے۔ دوسرے نے کہا اے اللہ میرے چچا کی ایک بیٹی تھی مجھ کو اس کے ساتھ سخت محبت تھی جس قدر کہ کوئی آدمی کسی عورت سے کر سکتا ہے میں اس کے نفس کی طرف مائل ہوا اس نے انکار کر دیا یہاں تک کہ میں اس کو سو دینار دوں۔ میں نے کوشش محنت کی سو دینار جمع کیے اور لے کر اس کو ملا۔ جب میں اس کے پاؤں کے درمیان بیٹھا کہنے لگی اے اللہ کے بندے اللہ سے ڈر اور مہر کو نہ کھول۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضامندی کے لیے کیا ہے اس پتھر کو تھوڑا سا ہم سے کھول دے اللہ تعالیٰ نے پتھر تھوڑا سا اور سرکا دیا تیسرے شخص نے کہا اے اللہ ایک فرق کے بدلہ میں میں نے ایک مزدور کام پر لگایا جب اس نے کام ختم کر لیا کہنے لگا میرا حق مجھے دو میں نے اس کا حق اس کو دیا اس نے اس کو چھوڑ دیا اور اس سے اعراض کر لیا۔ میں اس میں زراعت کرنے لگا یہاں تک کہ میں نے بہت سے بیل اور چرواہے جمع کیے کافی مدت گذرنے کے بعد وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا اللہ سے ڈر اور میرا حق مجھے دیدے میں نے کہا یہ بیل اور چرواہے سب لے جاؤ وہ کہنے لگا۔ مجھ سے مذاق نہ کرو میں نے کہا میں تیسرے ساتھ مذاق نہیں کر رہا بلکہ وہ بیل اور چرواہے لے جاؤ اس نے لے لیے اور چلا گیا۔ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے تیری رضامندی کے لیے یہ کام کیا ہے جو پتھر باقی رہ گیا ہے اس کو کھول دے اللہ تعالیٰ نے پتھر دور کر دیا۔ (متفق علیہ)

تشریح: یہ ایک لمبی حدیث ہے جس میں تین آدمیوں کا لمبا قصہ مذکور ہے جو کسی غار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ پتھر لڑھکا اور غار کا منہ بند ہو گیا تینوں میں سے ہر ایک نے اپنے سب سے زیادہ مقبول عمل کو اللہ تعالیٰ کے سامنے بطور وسیلہ پیش کیا اور مقصود حاصل ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال دفع مضرت کیلئے بہترین وسیلہ ہیں۔ عام مفسرین اور عام سلف صالحین نے اعمال کے وسیلہ کو بلا خلاف قبول فرمایا ہے۔ " ارعیٰ علیھم" یعنی ان کی خدمت اور نفقہ و خرچہ کی غرض سے بکریاں چراتا تھا۔ "یتضاغون" باب تفاعل سے ہے بلک بلک کر رونے کو کہتے ہیں یہ بچے بھوک کی وجہ سے رو رہے تھے باپ نے ان کو دودھ اس لئے نہیں دیا کہ وہ پہلے والدین کو پلانا چاہتا تھا صبح تک وہ فرمان بردار بیٹا کھڑا رہا یہ معمولی عقیدت نہیں ہے نہ معمولی محنت ہے۔ دوسرے شخص نے عین شباب میں تنہائی میں خوبصورت عورت کے جماع پر قابو پانے کے بعد خوف خدا کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا سو دینار بھی چھوڑ دیئے' یہ کوئی معمولی قربانی نہیں ہے' زمینی حقائق بہت بڑے ہیں اگر چہ قصہ آسان ہے۔

"البقرو راعیھا" یہ ایک مزدور شخص تھا ناراض ہو کر مزدوری چھوڑ دی مگر مزدوری دینے والا شخص بہت دیندار تھا اس نے اس کی مزدوری کا مال ضائع نہیں کیا بلکہ بڑھا دیا اور کئی گائیں اور چرواہے اور دیگر اموال اس کے سپرد کئے' اس سے معلوم ہوا کہ فضولی کا تصرف جائز ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مسلک ہے۔ بہر حال ان تین اشخاص کے یہ نمایاں اعمال وسیلہ بن گئے اور تینوں آدمی آفت سے چھوٹ گئے۔

جنت ماں کے قدموں میں ہے

(۲۹) وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ جَاهِمَةَ اَنَّ جَهِمَةَ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَدْتُّ اَنْ اَغْزُوَ وَقَدْ جِئْتُ اَسْتَشِيْرُكَ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَالْزَمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنِّسَائِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ (مسند احمد بن حنبل، سنن نسائی، بیہقی)

ترجمہ: حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا جاہمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے رسول میں آپ سے مشورہ کرنے کے لیے آیا ہوں کہ میں جہاد کے لیے جانا چاہتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری ماں ہے اس نے کہا ہاں فرمایا اس کو لازم پکڑ جنت اس کے پاؤں کے پاس ہے روایت کیا اس کو احمد اور نسائی نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: ''جنت ماں کے قدموں میں ہے۔'' کا مطلب یہ ہے کہ تم جہاد میں جانے کے بجائے ماں کے قدموں میں پڑے رہ کر اس کی اطاعت وخدمت کرنا زیادہ ضروری سمجھو کیونکہ ماں کی اطاعت وخدمت جنت میں جانے کا ذریعہ ہے گویا اس جملہ کے ذریعہ بطور کنایہ اس تواضع و انکساری اور عاجزی وخاکساری کو بیان کرنا مقصود ہے جس کا حکم اولاد کو دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

واخفض لهما جناح الذل من الرحمة ''اور ان (والدین) کے سامنے شفقت سے عاجزی کے ساتھ جھکے رہو۔''

باپ کی خواہش کا احترام کرو

(۳۰) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ تَحْتِيْ امْرَاَةٌ اُحِبُّهَا وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا فَقَالَ لِيْ طَلِّقْهَا فَاَتَيْتُ فَاَتَى عُمَرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلِّقْهَا (رواه الجامع ترمذی وابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میری بیوی تھی جس کے ساتھ مجھ کو بہت محبت تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو ناپسند سمجھتے تھے۔ انہوں نے مجھے کہا اس کو طلاق دے دے میں نے انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس بات کا تذکرہ آپ کے لیے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اس کو طلاق دے دے۔ روایت کیا اس ترمذی اور ابوداؤد نے۔

تشریح: ''طلقها'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حکم دیدیا تو اس حکم کی وجہ سے اب طلاق دینا واجب تھا' ویسے عام مسئلہ اس طرح ہے کہ اگر والدین ناحق پر بیٹے کو بیوی کی طلاق کا حکم دیدیں بہو میں کوئی شرعی عرفی عیب نہ ہو تو بیٹے پر لازم نہیں کہ وہ بیوی کو طلاق دے اگر والدین کے حکم کی تعمیل کی تو یہ مباح ہے اور اگر شرعی قباحت بہو میں موجود ہو اور والدین کا حکم بھی ہو جائے تو طلاق دینی واجب ہو جاتی ہے۔

والدین کی اہمیت

(۳۱) وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ الْوَالِدَيْنِ وَلَدِهِمَا قَالَ هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ (رواه ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہا ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول ماں باپ کے اولاد پر کیا حق ہے فرمایا وہ دونوں تیری جنت اور دوزخ ہیں۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

ماں باپ کے حق میں استغفار وایصال ثواب کے ذریعہ انکی ناراضگی کے وبال کو ٹالا جا سکتا ہے

(۳۲) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَمُوْتُ وَالِدَاهُ وَاَحَدُهُمَا وَاِنَّهٗ لَهُمَا لَعَاقٌّ فَلَا يَزَالُ يَدْعُوْلَهُمَا وَيَسْتَغْفِرُلَهُمَا حَتّٰى يَكْتُبَهُ اللّٰهُ بَارًّا.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے ماں باپ یا دونوں میں سے ایک فوت ہو جاتے ہیں وہ ان کا نافرمان ہوتا ہے وہ ان کے لیے استغفار اور دعا کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کو اللہ تعالیٰ نیکو کار لکھ لیتا ہے۔ (بیہقی)

تشریح: "باراً" یعنی یہ نافرمان بیٹا فرمانبردار لکھ دیا جائے گا اس حدیث میں نافرمان بندے کے فرمانبردار بننے کی ترتیب بتائی گئی ہے وہ اس طرح کہ مثلاً کسی شخص کے والدین ان سے ناراض چلے گئے اب مرنے کے بعد اس شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے والدین کے لئے کثرت سے استغفار کرے ان کیلئے دعائیں مانگے اس طرح وہ آدمی نافرمانی کے زمرہ سے خارج ہو جائے گا بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ "رحمت حق بہانہ می جوید" ورنہ والدین کے مرنے کے بعد زندہ نافرمان بیٹے کی معافی کا تصور کون کرسکتا ہے سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کتنا مہربان ہے۔

بعض علماء نے بتایا ہے کہ اگر کوئی نافرمان بیٹا اپنے والد کی قبر پر مسلسل سات جمعہ تک جمعہ کے دن حاضر ہوتا رہا اور ان کے لئے استغفار اور اپنے لئے دعا مانگتا رہا تو اللہ تعالیٰ اس بیٹے کو والدین کی فرمانبردار اولاد میں شامل فرما دے گا۔

والدین کی اطاعت اور نافرمانی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طاعت و معصیت ہے

(۳۳) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مُطِيْعًا لِلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا وَمَنْ اَصْبَحَ عَاصِيًا لِلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ النَّارِ وَاِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا قَالَ رَجُلٌ وَاِنْ ظَلَمَاهُ قَالَ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کے لیے اپنے ماں باپ کی فرمانبرداری میں صبح کرتا ہے جنت کے دروازے اس کے لیے کھل جاتے ہیں اگر ایک ہے ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور جو شخص ان کی نافرمانی میں صبح کرتا ہے دوزخ کے دروازے کھل جاتے ہیں اگر ایک ہے ایک دروازہ کھل جاتا ہے ایک آدمی نے کہا اگرچہ وہ اس پر ظلم کریں فرمایا اگرچہ وہ اس پر ظلم کریں اگرچہ وہ اس پر ظلم کریں اگرچہ وہ اس پر ظلم کریں۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے)

ماں باپ کو محبت واحترام کی نظر سے دیکھنے کی فضیلت

(۳۴) وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ اِلٰى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُوْرَةً قَالُوْا وَاِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ قَالَ نَعَمْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَطْيَبُ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ماں باپ کا فرمانبردار لڑکا نہیں جو اپنے ماں باپ کی طرف نظر رحمت سے دیکھتا ہے مگر اللہ ہر نظر کے بدلہ میں مبرور حج کا ثواب اس کے لیے لکھ دیتا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اگرچہ ہر روز سو مرتبہ دیکھے فرمایا ہاں اللہ بڑا اور بہت پاکیزہ ہے۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے)

والدین کی نافرمانی کرنے والے کے بارے میں وعید

(۳۵) وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ الذُّنُوْبِ يَغْفِرُ اللّٰهُ مِنْهَا مَا شَآءَ اِلَّا عُقُوْقَ الْوَالِدَيْنِ فَاِنَّهٗ يُعَجِّلُ لِصَاحِبِهٖ فِي الْحَيٰوةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ

ترجمہ: حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہوں میں سے اللہ تعالیٰ جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے لیکن ماں باپ کی نافرمانی کی سزا مرنے سے پہلے پہلے زندگی ہی میں اس کو جلد دے دیتا ہے۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے)

تشریح: "یعجل" حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ماں باپ کی نافرمانی کا گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں اس شخص کو موت سے پہلے

سزا دیتا ہے اس حدیث کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ والدین کی حیات میں اللہ تعالیٰ اس شخص کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے اور والدین دیکھتے رہتے ہیں دونوں احتمال ہیں ہاں آخرت کی سزا اپنی جگہ پر ہوگی۔ گویا اس حدیث میں اعلان ہے کہ والدین کو جس شخص نے تکلیف پہنچائی اس شخص کی سزا نقد ہوتی ہے وہ دنیا ہی میں سزا بھگتے گا چنانچہ ایک قصہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک بیٹا اپنے بوڑھے باپ کو سمندر میں پھینکنے کیلئے جب کنارے پر پہنچا اور اس کو پھینکنا چاہا تو باپ ہنسنے لگا بیٹے نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو باپ نے کہا کہ مجھے اس پر ہنسی آئی کہ میں نے بھی اپنے باپ کو اسی جگہ سے سمندر میں پھینکا تھا لیکن تم مجھے چند قدم اس جگہ سے آگے لے آئے ہو اس پر ہنسی آئی کہ تیرے ساتھ کیا ہوگا! میں نے جو کیا اور میرے ساتھ جو کچھ ہوا وہ تو میں نے دیکھ لیا۔

بڑا بھائی باپ کی مانند

(۳۶) وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ كَبِيْرِ الْاَخْوَةِ الْاِخْوَةِ عَلٰى صَغِيْرِهِمْ كَحَقِّ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ. رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الْخَمْسَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَان.

ترجمہ: حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوٹے بھائیوں پر بڑے بھائی کا حق اس طرح ہے جس طرح باپ کا حق اولاد پر ہے۔ ان پانچ حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے۔

بَابُ الشَّفْقَةِ وَالرَّحْمَةِ عَلَى الْخَلْقِ... مخلوق خداوندی پر شفقت ورحمت کا بیان

قال اللہ تعالیٰ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ

اس باب میں یتیموں، بیواؤں، مظلوموں، مصیبت میں گرفتار غمزدہ لوگوں، بوڑھوں اور چھوٹوں پر شفقت اور پیار ومحبت کرنے کی احادیث آئیں گی، اور وہ احادیث بیان ہونگی جن میں ان لوگوں کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے ادب واحترام کرنے پر زور دیا گیا ہے بچیوں کی پرورش کی فضیلت بیان کی گئی ہے اسی طرح ان احادیث میں دنیا بھر کے مظلوموں اور بے سہارا مسلمانوں کی مدد کا حکم دیا گیا ہے۔

دنیا بھر کے مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی بتایا گیا ہے اور ایک دستاویزی معاہدہ کرایا گیا ہے کہ مسلمان آپس میں جسد واحد کی طرح ہے ان کا ہر فرد ایک دوسرے کیلئے معاون ومددگار ہونا چاہیے ورنہ وہ مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں ہونگے اللہ تعالیٰ کی کل سو رحمتیں ہیں ان میں سے ایک رحمت کائنات میں اپنا کام دکھا رہی ہے جس کی وجہ سے انسان اور حیوان آپس میں رحمت کا معاملہ کرتے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ... جو آدمی، لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اس پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی

(۱) عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَّا يَرْحَمُ النَّاسَ (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص پر اللہ تعالیٰ رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ (متفق علیہ)

بچوں کو پیار کرنے کی فضیلت

(۲) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتُقَبِّلُوْنَ الصِّبْيَانَ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَ اَمْلِكُ لَكَ اَنْ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ. (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا تم اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہو ہم ان کو بوسہ نہیں دیتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے شفقت نکال لی ہے۔ اس کا میں مالک نہیں ہوں۔ (متفق علیہ)

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل کو رحمت وشفقت اور پیار ومحبت سے خالی کر دیا ہے تو یہ میرے بس کی بات نہیں ہے کہ تمہارے دل میں رحمت وشفقت اور محبت کا جذبہ پیدا کروں۔ یہ معنی اس صورت میں ہیں جبکہ لفظ اَنْ الف کے زبر ساتھ ہو جیسا کہ اکثر راویوں نے نقل کیا ہے اور اگر الف کے زیر کے ساتھ یعنی اِن ہو تو یہ معنی ہوں گے کہ میں کیا کر سکتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحم کا جذبہ نکال دیا ہے تاہم دونوں صورتوں میں روایت کا مفہوم ایک ہی ہے تفاوت وفرق محض اعراب کی بنیاد پر ہے حدیث کا مقصد بے رحمی و بے مروتی اور سخت دلی کے خلاف نفرت کا اظہار کرنا اور اس قسم کے لوگوں کو سختی کے ساتھ تنبیہ کرنا ہے نیز اس ارشاد گرامی میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ دلوں میں رحم وشفقت کے جذبات کا ہونا اللہ تعالیٰ کا ایک بہترین عطیہ ہے اور اسی کا پیدا کیا ہوا ہے اور اگر وہ کسی شخص کے دل سے رحم و شفقت اور محبت ومروت کے جذبات کو نکال دے تو یہ پھر کسی کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ اس شخص کے دل کو ان جذبات کی دولت عطاء کر دے۔

لڑکی، ماں باپ کے پیار ومحبت اور حسن سلوک کی زیادہ مستحق ہے

(۳) وَعَنْهَا قَالَ جَآءَ تْنِيْ اِمْرَأَةٌ وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُنِيْ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِيْ غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَاكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ. (صحيح البخاری و صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا ایک عورت میرے پاس کچھ مانگنے کے لیے آئی اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں۔ میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا میں نے اس کو وہی دیدی اس نے اپنی دونوں بیٹیوں کو آدھی آدھی دے دی اور خود کچھ نہ کھایا پھر اٹھ کھڑی ہوئی اور چلی گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے آپ کو اس بات کی خبر دی آپ نے فرمایا جو شخص ان بیٹیوں کے ساتھ آزمایا گیا وہ ان کی طرف احسان کرے وہ اس کے لیے آگ سے پردہ ہوں گی۔ (متفق علیہ)

تشریح: "من ابتلی" لڑکیوں سے متعلق اس فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ لڑکیاں بڑی ہو کر دوسروں کی خدمت کرتی ہیں ماں باپ کے کام نہیں آتی ہیں گویا ماں باپ نے جو پندرہ بیس سال تک اس کو پالا تو دوسروں کے فائدے کیلئے پالا یہ محض ہمدردی اور رحمت وشفقت ہے کوئی دنیوی اغراض ومقاصد مقصود نہیں ہوتے ہیں اس لئے لڑکیوں کے پالنے پر یہ ثواب ملتا ہے رہ گئے لڑکے تو ان کے پالنے میں دنیاوی مقاصد پیش نظر ہوتے ہیں کہ وہ بڑے ہو کر باپ کے کام کو سنبھال لیتے ہیں اس لئے ان کے پالنے پر یہ ثواب نہیں ملتا ہاں جن علاقوں میں لڑکیوں کو فروخت کر کے پیسہ لیا جاتا ہے شاید وہاں یہ ثواب نہیں ملے گا بلکہ الٹا عذاب ہوگا شریعت کے اصول کی تعلیم اسی طرح معلوم ہوتی ہے۔ اس حدیث میں لڑکیوں کی پیدائش کو ابتلا اور آزمائش قرار دیا گیا ہے لہٰذا یہ ثواب لڑکیوں کے ساتھ خاص ہے اور صرف ان کی پرورش پر یہ ثواب ملے گا۔ یہاں اس واقعہ کو دیکھ لیا جائے اور ماں کی شفقت ورحمت کو دیکھ لیا جائے کہ خود کچھ نہیں کھایا لیکن بچیوں کو کھلایا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا پرتو ہے اللہ تعالیٰ کی سو رحمتوں میں سے صرف ایک رحمت دنیا میں اثر دکھا رہی ہے باقی رحمتوں کا ظہور قیامت میں ہوگا۔

بچیوں کی پرورش کرنے کی فضیلت

(۴) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَا وَهُوَ هٰكَذَا وَضَمَّ اُصَابِعَهُ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دو بیٹیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں۔ قیامت کے دن وہ آئے گا کہ میں اور وہ اس طرح ہوں گے یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملایا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

بیوہ اور مسکین کی خدمت کا ثواب

(۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمِلَةِ وَالْمِسْكِیْنِ كَالسَّاعِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَحْسِبُهُ قَالَ كَالْقَائِمِ لَایَفْتُرُوَ كَالصَّائِمِ لَا یُفْطِرُ. (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیوہ عورتوں اور مسکینوں کی خبر گیری رکھنے والا اللہ کی راہ میں سعی کرنے والے کی مانند ہے اور میرا خیال ہے آپ نے فرمایا اس قیام کرنے والے کی مانند ہے جو رات کو سستی نہیں کرتا اور روزہ رکھنے والے کی مانند ہے جو افطار نہیں کرتا۔ (متفق علیہ)

یتیم کی پرورش کرنے کی فضیلت

(۶) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهٗ وَلِغَيْرِهٖ فِی الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُاسْطٰی وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا وہ اس کا ہو یا کسی اور کا جنت میں اس طرح ہوں گے یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبابہ اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا اور ان میں تھوڑا سا فرق رکھا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تمام مسلمانوں کو ایک تن ہونا چاہئے

(۷) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِیْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا شْتَكٰی عَضْوٌ تَدَاعٰی لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰی (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ایمانداروں کو آپس کی رحمت اور محبت اور مہربانی میں ایک جسم کی مانند دیکھے گا۔ جب کسی عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تمام بدن کے اعضاء بیداری اور تپ کو بلاتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح: "کمثل الجسد" مسلمانوں کیلئے اسلام کی طرف سے عالمی سطح پر ایک دستاویزی شرعی معاہدہ ہے کہ رنگ ونسل اور ملک ووطن اور زبان وخاندان کے روابط سے بالاتر ہو کر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کیلئے ہمدردی اور رحمت بن جائے۔ جو مسلمان دوسرے مسلمان کیلئے اس طرح جذبہ نہیں رکھتا وہ مسلمان تو کیا بلکہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ بابا سعدی نے فرمایا

بنی آدم اعضائے یک دیگراند کہ در آفرینش زیک جوہر اند
چوں عضو بدرد آورد روزگار دیگر عضوہا را نماند قرار

ایک حدیث میں آیا ہے کہ "من لم یهتم بامور المسلمین فلیس منا" ایک حدیث میں ہے "المسلمون ید علی من سواهم" مسلمانوں کے آپس کی اس ہمدردی کیلئے صرف اسلام اور مسلمان ہونا شرط ہے ذات پات سے بالاتر ہو کر مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح اور زنجیر کی مسلسل کڑیوں کی طرح متفق ومتحد ہوں چاہے قریب ہوں یا دور ہوں مشرق میں ہوں یا مغرب میں اقبال نے کہا

درویش خدامست نہ شرقی ہے نہ غربی گھر اس کا نہ دلی نہ صفاہاں نہ سمرقند

مسلمانوں کے اس اتحاد واتفاق کو توڑنے والی ہر چیز الحاد وزندقہ ہے یہ اتفاق واتحاد فکری ہم آہنگی اور عملی کردار سے قائم ہے۔

ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد

وحدت کی حفاظت نہیں بے قوت و بازو آتی نہیں کچھ کام یہاں عقل خداداد

قرآن وحدیث اور اسلام تمام مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیتا ہے اوران کے آپس کے تعلقات کو مضبوط کرنے والے ہر کلام وسلام اور تحفے وتحائف کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے قرآن مسلمانوں کو عقیدہ کے ایک اتفاقی نقطہ پر جمع کرتا ہے اور پھر ایک دوسرے کے غمخوار اور بھائی بناتا ہے لیکن آج کل دنیا بھر کے مسلمان نظریات وافکار کے انتشار کے شکار ہیں وہ علاقوں' قومیتوں' الگ الگ حکومتوں اور بلاکوں میں بٹ چکے ہیں اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ اتحادی نقطہ کے تعارفی نشان ''المسلمون'' کا مرکز کمزور کردیا گیا ہے۔ اس وقت میں بیت اللہ کے سامنے رمضان ۱۴۲۶ھ کی ۳۰ تاریخ کو یہ سطور لکھ رہا ہوں آخر رمضان ہے لاکھوں انسان جمع ہیں' لیکن سوچ وفکر میں سب منتشر ہیں' کسی کی نگاہیں امریکہ پر لگی ہوئی ہیں تو کسی کی آنکھیں چین کی طرف اٹھی ہوئی ہیں' کوئی ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتا ہے تو کوئی کمیونسٹوں کی طرف جھکا ہوا ہے' بیٹھا ہوا مکہ یا مدینہ میں ہے مگر نہ مکہ کو دیکھا اور نہ مدینہ کو دیکھا حالانکہ مسلمان جسد واحد کی طرح ایک دوسرے کے ہمدرد ہوتے ہیں اوران کی نگاہ اپنے مرکز پر ہوتی ہے۔

درویش خدامست نہ شرقی ہے نہ غربی گھر اس کا نہ دلی نہ صفاہاں نہ سمرقند

(۸) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُوْنَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ اِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهُ اشْتَكٰى كُلُّهُ وَاِنِ اشْتَكٰى رَأْسُهُ اشْتَكٰى كُلُّهُ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام ایماندار ایک آدمی کی مانند ہیں اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہوتی ہے سارا بدن تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اگر سر دکھتا ہے سارا بدن دکھنے لگتا ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

سارے مسلمان ایک دورے کی مدد واعانت کے ذریعہ ناقابل تسخیر طاقت بن سکتے ہیں

(۹) وَعَنْ اَبِىْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ (صحيح البخارى و صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا مسلمان مسلمان کے لیے مکان کی مانند ہے کہ اس کا بعض بعض کو مضبوط کرتا ہے۔ پھر آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیں۔ (متفق علیہ)

سفارش کرنا ایک مستحسن عمل ہے

(۱۰) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا اَتَاهُ السَّآئِلُ اَوْصَاحِبُ الْحَاجَةِ قَالَ اشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا وَيَقْضِى اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ رَسُوْلِهٖ مَاشَآءَ. (صحيح البخارى و صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی سائل یا ضرورت مند آتا فرماتے سفارش کرو تاکہ تم کو اجر دیا جائے اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی زبان پر جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''اشفعوا'' جب کسی حاجت مند کی کسی شخص کی طرف حاجت ہو اور اس کی پہنچ اس تک نہ ہو اس مقام تک اس حاجت مند کو پہنچانا اور سفارش کرنا ضروری بھی ہے اور ثواب کا کام بھی ہے۔ زیر بحث حدیث کا مطلب یہی ہے نیز اس حدیث کا مصداق وہ صورت بھی ہے کہ مثلاً ایک شخص کسی کام کا اہل بھی ہے اور لائق و مستحق بھی ہے' اس کو مناسب مقام تک پہنچنے میں دشواری ہے کسی نے اس کی سفارش کی اور اس کو اس کے مناسب مقام تک پہنچا دیا یہ بھی ممدوح اور ثواب کا کام ہے اس کے برعکس کسی نالائق کو کسی اہم مقام پر بٹھلانے کے لئے سفارش کرنا قیامت کی علامات میں سے ہے " اذا وسد الامر الى غير اهله فانتظر الساعة"۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو روکنے کیلئے سفارش کرنا منع اور حرام ہے اسی طرح اشرار اور مفسدین کیلئے سفارش کرنا جائز نہیں ہے بہرحال جائز سفارش ثواب کا کام ہے خواہ سفارش قبول ہو یا قبول نہ ہو سفارش کرنے والے کو ثواب ملے گا آج کل چونکہ اکثر سفارشات ناجائز شروع ہوگئی ہیں اس لئے لفظ سفارش لفظ رشوت کی طرح برائی کے ساتھ مشہور ہو گیا ہے۔

ظالم کی مدد کس طرح کی جاسکتی ہے

(۱۱) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْصُرُهٗ مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ اَنْصُرُهٗ ظَالِمًا قَالَ تَمْنَعُهٗ مِنَ الظُّلْمِ فَذٰلِكَ نَصْرُكَ اِيَّاهُ. (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مسلمان بھائی کی مدد کر خواہ ظالم ہو یا مظلوم ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول اگر وہ مظلوم ہو میں اس کی مدد کروں لیکن اگر وہ ظالم ہے پھر اس کی کیسے مدد کروں فرمایا تو اس کو ظلم سے روک لے یہ تیری مدد ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "انصرا خاک ظالماً او مظلوماً" یہ جملہ جاہلیت میں لوگ استعمال کرتے تھے اور مزید یہ کہا کرتے تھے کہ اگر تم نے ظالم کی مدد نہیں کی تو مظلوم کی مدد کیسے کرسکو گے؟ یہ اس معاشرہ کی جاہلیت اور بربریت تھی جب اسلام کی تعلیم عام ہوگئی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تو صحابہ کرام کی فرشتہ صفت طبیعتوں نے اس کو اسلامی اخلاق کے منافی سمجھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے یہ ظالم کی مدد کیسے ہوسکتی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب مل کر ظالم کے ہاتھ کو ظلم سے روکو وہ ظلم سے باز آجائے گا یہ اس کے ساتھ دائمی مدد ہے کہ آخرت کے عذاب سے بچ جائے گا۔

تمام مسلمان ایک دوسرے کے دینی بھائی ہیں

(۱۲) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ اَخُ الْمُسْلِمِ لَايَظْلِمُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس پر ظلم نہیں کرتا نہ اس کی مدد چھوڑتا ہے جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے جو شخص کسی مسلمان سے کوئی غم دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے غم دور کردے گا جو شخص کسی مسلمان کے عیبوں پر پردہ ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیوب پر پردہ ڈالے گا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "المسلم اخو المسلم" اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور یہ ان کے درمیان ایک عالمی دستاویزی شرعی معاہدہ ہے لیکن اس کیلئے شرط یہ ہے کہ پہلے خود مسلمان مسلمان تو بن جائے یہاں مصیبت اور مشکل یہ ہے کہ خود تو مسلمان نہیں بنتے ہیں اور معاشرت مسلمانوں کی مانگتے ہیں حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو مسلمان کا بھائی بتایا اور بنایا ہے کسی کافر بدعقیدہ کو مسلمان کا بھائی نہیں کہا ہے آج کل بے دین لوگ یہی کہتے ہیں کہ خواہ کوئی کیسا ہی کیوں نہ ہو آپس میں بھائی بھائی ہونا چاہیے اس پر جب عمل نہیں ہوتا تو شور کرتے ہیں کہ مسلمان مسلمان کا دشمن ہے میرے بھائی! ایک آدمی قادیانی ہے آغاخانی ہے رافضی ہے ملحد اور بے دین ہے وہ ایک مؤمن کا بھائی کیسے بن سکتا ہے؟

پہلے اس کو مؤمن اور مسلمان بناؤ پھر وہ خود بخود بھائی بھائی ہوجائیں گے دنیا میں اہل حق کے دینی مدارس کو لے لیجئے اس میں سارے طلبہ خود بخود بھائی بھائی ہیں کیونکہ دین آگیا ہے تو ایک ہوگئے بے دین کو دیندار کے ساتھ جوڑنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص پتھر میں لکڑی جوڑنے کی کوشش

کرتا ہے"لا یظلمه ولا یسلمه" یعنی مسلمان اپنے مسلمان بھائی پر نہ خود ظلم کرتا ہے اور نہ ظلم کیلئے اس کو کافروں کے سپرد کرتا ہے یہ حدیث ایک دستاویزی معاہدہ ہے مگر آج کل دیکھو کہ مسلمانوں کے حکمران سچے مسلمانوں کو پکڑ کر امریکہ اور کافروں کے حوالے کردیتے ہیں اور ڈالر لیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ محبت رکھو ہماری اطاعت کرو ایسا کیسے ہوگا۔

"ستر مسلما" مثال کے طور پر ایک باحیاء شریف اور نیک آدمی ہے اس میں کوئی عیب ہے یا بدقسمتی سے ان سے کوئی گناہ سرزد ہوگیا تو اس کو چھپانے کی ترغیب ہے کیونکہ اس کو اچھالنے سے وہ آدمی تباہ ہوجائے گا اور چھپانے سے اس کی اصلاح ہوجائے گی اور اس کو نئی زندگی مل جائے گی حدیث کا حکم ایسے ہی لوگوں کیلئے ہے لیکن اشرار و مفسدین اور عادی مجرموں کے متعدی جرائم کا چھپانا جائز نہیں ہے بلکہ اس کا تدارک کرنا چاہیے اور ازالہ کی فکر کرنی چاہیے پہلے خود تنبیہ کرے اگر اس سے باز نہیں آیا تو وقت کے حکمران کو اطلاع کرے مگر آج کل مسلمان حکمران کہاں؟

کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھو

(۱۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ اَخُ الْمُسْلِمِ لَايَظْلِمُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ وَلَا يَحْقِرُهٗ اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا وَيُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهٖ ثَلٰثَ مِرَارٍ بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس کی مدد نہیں چھوڑتا اس پر ظلم نہیں کرتا اس کو حقیر نہیں جانتا۔ پرہیزگاری اس جگہ ہے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا تین مرتبہ اس طرح فرمایا۔ آدمی کو شر اور برائی سے یہی بات کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ مسلمان پر مسلمان کا خون مال اور ابرو حرام ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "التقویٰ" یعنی تقویٰ ایک پوشیدہ امر ہے جس کا تعلق دل سے ہے اس لئے کسی خستہ حال اور کمزور محتاج اور فقیر مسلمان کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کا باطن تم سے لاکھ درجہ اچھا اور روشن ہو اور تم کو اس کا علم نہ ہو یہ جملہ درحقیقت اس سے پہلے جملہ کی تاکید ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ کسی مسلمان کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔

جنتی اور دوزخی لوگوں کی قسمیں

(۱۴) وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلٰثَةٌ ذُوْ سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِیْ قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ وَعَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْعِيَالٍ وَ اَهْلُ النَّارِ خَمْسَةٌ اَلضَّعِيْفُ الَّذِیْ لَا زَبْرَ لَهٗ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْكُمْ تَبَعٌ لَا يَبْغُوْنَ اَهْلًا وَلَا مَالًا وَالْخَائِنُ لَا يَخْفٰى لَهٗ طَمَعٌ وَاِنْ دَقَّ اِلَّا خَانَهٗ وَرَجُلٌ لَايُصْبِحُ وَلَا يُمْسِیْ اِلَّا وَهُوَ يُخَادِعُكَ عَنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ وَذَكَرَ الْبُخْلَ وَالْكِذْبَ وَالشِّنْظِيْرَ الْفَحَّاشَ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت میں سے تین قسم کے لوگ ہیں۔ حاکم' عادل' احسان کرنے والا بھلائیوں کی توفیق دیا گیا اور دوسرا رحمدل ہر رشتہ دار اور غیر رشتہ دار کے لیے نرم دل تیسرا پاک دامن عیالدار سوال سے بچنے والا۔ اور اہل نار میں سے پانچ قسم کے لوگ ہیں۔ مست عقل انسان جو زیرک نہیں ہے جو تم میں خادم قسم کے لوگ ہیں۔ نہ بیوی کے طالب ہیں نہ مال حلال کی ان کو کچھ غرض ہے۔ اور دوسرا ایسا خائن شخص کوئی طمع اس کے لیے پوشیدہ نہیں ہے اگرچہ حقیر ہو اس کی خیانت کرتا ہے۔ تیسرا وہ شخص جو صبح شام نہیں کرتا مگر وہ تجھ کو تیرے گھر اور تیرے مال میں دھوکہ دیتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخیل جھوٹے اور فحش گو بد خلق کا ذکر کیا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "رجل رحیم رقیق القلب" میں رحیم سے مراد صفت فعلیہ اور رقیق سے مراد صفت قلبیہ ہے صفت فعلیہ کا

مطلب یہ ہے کہ وہ صفت اپنا خارجی وجود بھی رکھے اور دوسروں پر اس کے اثرات ظاہر ہوں جبکہ صفت قلبیہ کا تعلق محض اس صفت کے باطنی وجود سے ہوتا ہے خواہ علمی اور خارجی طور پر اس کا اظہار ہو یا نہ ہو۔

لفظ بخل اور کذب مصدر قائم مقام فاعل ہیں۔ و ذکر البخل و الکذب...... الخ کے ذریعہ راوی نے یہ بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخیوں کی جو قسمیں بیان فرمائی تھیں ان میں بخیل اور کاذب کا بھی ذکر فرمایا اور پوری عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخیوں کی مذکورہ قسمیں بیان فرمانے کے بعد فرمایا کہ دوزخیوں کی اور قسمیں بخیل و کاذب ہیں! رہی یہ بات کہ راوی نے ذکر البخیل والکاذب کہنے کے بجائے ذکر البخل و الکذب کیوں کہا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا تھا وہ بعینہ الفاظ میں راوی کو یاد نہیں رہا تھا البتہ صحیح طور پر یہ یاد تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی دو قسموں کے سلسلے میں جو الفاظ ارشاد فرمائے تھے ان میں بخل اور کذب کا ذکر ضرور تھا خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے والبخیل و الکاذب ہی کے الفاظ فرمائے ہوں یا کچھ اور الفاظ فرمائے ہوں۔ اکثر روایتوں میں البخل اور الکذب کے درمیان واؤ کے بجائے او ہے یعنی البخل او الکذب اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اس موقع پر راوی کو شک واقع ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا تو ''البخل'' کا لفظ ارشاد فرمایا تھا یا الکذب کا یعنی راوی گویا یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخیوں کی تین قسمیں بیان کرنے کے بعد چوتھی قسم کے طور پر یا تو بخیل کو بیان کیا تھا یا کاذب کو اور زیادہ صحیح بات بھی یہی ہے کہ یہاں حرف او ہے جو راوی کے شک کو ظاہر کرتا ہے اور جن روایتوں میں واؤ ہے ان میں بھی واؤ حرف او کے معنی میں ہے نیز لفظ و الشنظیر کو بھی مرفوع قرار دینا زیادہ صحیح ہوگا اور اس کا عطف رجل پر کیا جاتا ہے جبکہ بعض حضرات نے اس کو منصوب قرار دیا ہے۔

اپنے مسلمان بھائی کے لئے اسی چیز کو اچھا سمجھو جس کو اپنے لئے اچھا سمجھتے ہو

(۱۵) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس وقت تک کوئی آدمی مسلمان کامل ایماندار نہیں ہوسکتا ہے جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہ چیز پسند نہ کرے۔ جو اپنے لیے کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''ما یحب لنفسه'' ای مثل ما یحب لنفسه'' یہ مطلب نہیں کہ اپنی پسندیدہ چیز دوسرے کو دے بلکہ یہ مطلب ہے کہ اپنی پسندیدہ چیز کی مانند چیز کو اپنے بھائی کیلئے پسند کرے اس میں ہمدردی ہے یعنی خود عالم ہے تو اسی طرح علم دوسروں کے لئے پسند کرے خود عمدہ گاڑی یا اچھی گھڑی والا ہے تو اسی طرح گاڑی اور گھڑی اپنے مسلمان بھائی کیلئے بھی پسند کرے اور دل سے یہ تمنا کرے کہ ان کے پاس بھی اسی طرح آجائے۔

ہمسایہ کو تکلیف نہ پہنچاؤ

(۱۶) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِیْ لَا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم ایماندار نہیں ہوتا اللہ کی قسم ایماندار نہیں ہوتا' اللہ کی قسم ایماندار نہیں ہوتا کہا گیا اے اللہ کے رسول کون فرمایا جس کا ہمسایہ اس کی بدیوں سے محفوظ نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

(۱۷) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا پڑوسی اس کی بدیوں سے محفوظ نہیں ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

ہمسایہ سے اچھا سلوک اختیار کرنے کی اہمیت

(۱۸) وَعَنْ عَائِشَةَ وَابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا زَالَ جِبْرَائِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّه سَيُوَرِّثُهٗ (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ اور ابن عمر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہا جبریل علیہ السلام ہمیشہ مجھ کو ہمسایہ کے متعلق وصیت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ اس کو وارث بنا دیں گے۔ (متفق علیہ)

تیسرے آدمی کی موجودگی میں دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں

(۱۹) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كُنْتُمْ ثَلٰثَةً فَلا يَتَنَاجِى اثْنَانِ دُوْنَ الْاٰخِرِ حَتّٰى تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ مِنْ اَجَلِ اَنْ يَحْزُنَهٗ (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم تین ہو دو آدمی تیسرے سے الگ ہو کر آپس میں سرگوشی نہ کریں یہاں تک کہ تم لوگوں میں مل جاؤ کیونکہ تیسرے آدمی کو یہ بات غم میں ڈال دے گی۔ (متفق علیہ)

تشریح: مثلاً سفر کے دوران یا کسی تنہا جگہ میں تین آدمی محو سفر ہیں یا مقیم ہیں تو یہ جائز نہیں کہ دو آدمی الگ تھلگ طویل مشورے شروع کریں کیونکہ اس سے وہ آدمی ڈر جائے گا کہ یہ دونوں میرے خلاف کچھ منصوبہ تیار کر رہے ہیں ہاں جب آبادی میں آ کر لوگوں سے مل جائیں پھر تنہا مشورہ کیا کریں کیونکہ اس میں ان کو پریشانی نہیں ہوگی۔

خیر خواہی کی اہمیت وفضیلت

(۲۰) وَعَنْ تَمِيْمِ نِ الدَّارِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ثَلٰثًا قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا دین خیر خواہی کا نام ہے ہم نے کہا کس کے لیے فرمایا اللہ کے لیے اس کے رسول کے لیے اس کی کتاب کے لیے اور مسلمان کے آئمہ اور عام لوگوں کے لیے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "لله" اللہ تعالیٰ کیلئے خیر خواہی یہ ہے کہ اس کے دین کو قبول کیا جائے اس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ کیا جائے اس کی وحدانیت کا اسی طرح اقرار کیا جائے جس طرح قرآن کا اعلان ہے اس کے اوامر اور نواہی پر پورا عمل کیا جائے اور اس کائنات اور مابعد الکائنات پر اس کو بادشاہ علی الاطلاق مانا جائے اور اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کیا جائے۔ "ولكتابه" کتاب سے مراد قرآن کریم ہے اس کے حق میں خیر خواہی یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ آخری کتاب مانا جائے ہر قسم تغیر وتبدل اور تحریف سے اس کو محفوظ مانا جائے اس کے احکامات اور تعلیمات پر مکمل عمل کیا جائے اور اس کو تمام انسانوں کیلئے رہنما کتاب مانا جائے اور ہر زمانہ کیلئے اس کی تعلیمات کو مؤثر اور کافی شافی تسلیم کیا جائے۔

"ولرسوله" رسول سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں خیر خواہی یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا سچا اور آخری رسول مانا جائے آپ سے محبت وعقیدت رکھی جائے اور آپ کی اطاعت کی جائے آپ کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کیا جائے آپ کے پیغام کو دنیا کے تمام پیغاموں سے بلند و بالا تصور کیا جائے آپ کو اپنی جان اور اپنے اقارب سے زیادہ محبوب مانا جائے اور آپ کے اہل بیت اور صحابہ سے عقیدت و محبت رکھی جائے آپ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ جو امانت ورسالت اللہ تعالیٰ نے آپ کے حوالے کی تھی آپ نے احسن طریقہ سے اس امانت کو انسانوں تک پہنچا دیا آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول تھے اور دیگر رسولوں کی طرح اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف تشریف لے گئے۔

"ولائمة المسلمین" مسلمانوں کے اماموں اور حکمرانوں کے حق میں خیر خواہی یہ ہے کہ تمام جائز امور میں ان کی اطاعت کی جائے ہر قسم بغاوت اور سرکشی سے اجتناب کیا جائے ان کی دینی حالت کی بہتری کیلئے ہر ممکن کوشش کی جائے اور ان کو اچھی دعاؤں سے یاد کیا جائے۔

"وعامتھم" یعنی عام مسلمانوں کیلئے دین خیر خواہی اور نصیحت ہے عام مسلمانوں کے حق میں خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ان کی دینی اور دنیوی بھلائی کا طالب رہے ان کو دین کی تعلیمات پہنچائے اور بھلائی کی دعوت کو عام کرے ان کی ایذا رسانی سے اجتناب کرے اور ان کو ہر نقصان سے بچانے کی کوشش کرے ان سے بہتر سلوک رکھے اور فائدہ پہنچانے کی سعی میں لگا رہے۔

(۲۱) وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ہم نے نماز قائم کرنے زکوۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (متفق علیہ)

تشریح: "عن جریر بن عبداللہ" حضرت جریر بن عبداللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کچھ ماہ پہلے اسلام لائے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہر مسلمان کی خیر خواہی کی تاکید فرمائی انہوں نے اس پر بیعت کی اور اس پر اتنا عمل کیا کہ دنیا حیران رہ گئی انہی کا ایک عجیب قصہ ہے کہ انہوں نے ایک شخص سے تین سو درہم کے عوض ایک گھوڑا خرید لیا اور پھر اس شخص سے کہا کہ آپ کا یہ گھوڑا تین سو دراہم سے زیادہ قیمت کا ہے کیا آپ اس کو چار سو دراہم پر فروخت کرو گے اس شخص نے کہا کہ یہ آپ کی مرضی ہے پھر حضرت جریر نے فرمایا کہ آپ کا گھوڑا چار سو دراہم سے زیادہ قیمت کا ہے کیا آپ اس کو مجھے پانچ سو دراہم پر فروخت کرو گے اس نے کہا یہ آپ کی مرضی ہے اس طرح حضرت جریر گھوڑے کی قیمت خود بڑھاتے گئے یہاں تک کہ 9 سو دراہم کے عوض خرید لیا کسی نے کہا یہ آپ نے کیا کیا؟ خود پیسہ بڑھا دیا آپ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی ہے کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کریں گے۔ یہ شخص گھوڑے کی قیمت نہیں جانتا تھا میں نے اس کی خیر خواہی کی۔ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی نہایت خوبصورت تھے اس امت کے یوسف کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ... بدبخت کا دل رحم وشفقت کے جذبہ سے خالی ہوتا ہے

(۲۲) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ اِلَّا مِنْ شَقِيٍّ. (رواہ مسند احمد بن حنبل والجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جو کہ سچے اور سچے کیے گئے ہیں۔ آپ فرماتے تھے رحمت بدبخت آدمی کے دل سے نکال لی جاتی ہے۔ (روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے)

تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا

(۲۳) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ. (رواہ سنن ابو داؤد و الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مخلوق پر رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے جو زمین میں رہتے ہیں تم ان پر رحم کرو جو آسمانوں میں رہتا ہے وہ تم پر رحم کرے گا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے)

چھوٹوں پر شفقت اور اپنے بڑوں کا احترام نہ کرنے پر وعید

(۲۴) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَيَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا۔ معروف کے ساتھ حکم نہیں کرتا اور برائی سے روکتا نہیں وہ ہم میں سے نہیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

اپنی تعظیم کرانا چاہتے ہو تو اپنے بڑوں کی تعظیم کرو

(۲۵) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا مِنْ اَجْلِ سِنِّهٖ اِلَّا قَيَّضَ اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَ سِنِّهٖ مَنْ يُّكْرِمُهٗ (رواہ الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نوجوان نے کسی بوڑھے کی اس کی عمر کی وجہ سے عزت نہیں کی۔ مگر اللہ تعالیٰ اس کی کبرسنی میں کسی کو مقرر فرمادے گا جو اس کی عزت کرے گا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

عالم حافظ اور عادل بادشاہ کی تعظیم

(۲۶) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰهِ اِكْرَامُ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَيْرَ الْغَالِيْ فِيْهِ وَلَا الْجَافِيْ عَنْهُ وَاِكْرَامُ السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ (رواہ سنن ابو داؤد و البیقھی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من جملہ اللہ کی تعظیم سے ہے بوڑھے مسلمان آدمی کی عزت کرنا اور قرآن مجید پڑھنے والے کی توقیر کرنا جو اس میں غلو نہیں کرتا اور عادل بادشاہ کی عزت کرنا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: ''ذی الشیبۃ'' اس سے بوڑھا آدمی مراد ہے جو سفید ریش ہو اور پرہیز گار ہو۔ ''حامل القرآن'' اس سے مراد عالم باعمل ہے اور اس سے حافظ قرآن بھی مراد ہے دونوں حامل قرآن ہیں۔ ''غیر الغالی'' یعنی قرآن کے الفاظ و معانی میں حد شرعی سے تجاوز نہیں کرتا ہو نیز نہ اس میں شک کرتا ہو نہ خیانت کرتا ہو نہ کسی وسوسہ کا شکار ہو اور نہ اہل بدعت کی طرح باطل تاویلیں کرتا ہو۔ ''ولا الجافی عنہ'' ای غیر المتباعد عنہ'' یعنی قرآن کے احکامات اور اس کی تعلیمات سے اعراض کرنے اور دور بھاگنے والا نہ ہو اور نہ قرآن کو بھولنے والا ہو۔ شرح السنہ میں حضرت طاؤس سے ایک روایت منقول ہے اس میں تعظیم کرنے والوں کی فہرست میں چوتھے آدمی کو بھی شامل کیا گیا ہے جو باپ ہے۔

یتیم کے ساتھ حسن سلوک کی فضیلت

(۲۷) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ يُحْسَنُ اِلَيْهِ وَشَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ يُسَآءُ اِلَيْهِ. (رواہ سنن ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کے گھروں میں بہترین وہ گھر ہے جس میں یتیم ہے جس کی طرف احسان کیا جاتا ہے اور بدترین وہ گھر ہے جس میں یتیم ہے جس کی طرف برائی کی جاتی ہے۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے)

(۲۸) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَسَحَ رَأْسَ يَتِيْمٍ لَمْ يَمْسَحْهُ اِلَّا لِلّٰهِ كَانَ لَهٗ بِكُلِّ شَعْرَةٍ تَمُرُّ عَلَيْهَا يَدُهٗ حَسَنَاتٌ وَمَنْ اَحْسَنَ اِلٰى يَتِيْمَةٍ اَوْيَتِيْمٍ عِنْدَهٗ كُنْتُ اَنَا وَهُوَ فِى الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ وَقَرَنَ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوشخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے ہر بال کے بدلہ میں جس پر اس کا ہاتھ گذرتا ہے اس کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں جوشخص یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے پر احسان کرتا ہے وہ اور میں جنت میں اس طرح ہوں گے یہ کہہ کر آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملایا۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

بہن بیٹی کی پرورش کرنے کی فضیلت

(۲۹) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰوٰى يَتِيْمًا طَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ الْبَتَّةَ اِلَّا اَنْ يَّعْمَلَ ذَنْبًا لَا يُغْفَرُ وَمَنْ عَالَ ثَلٰثَ بَنَاتٍ اَوْ مِثْلَهُنَّ مِنَ الْاَخَوَاتِ فَاَدَّبَهُنَّ وَرَحِمَهُنَّ حَتّٰى يُغْنِيَهُنَّ اللّٰهُ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوِثْنَتَيْنِ قَالَ اَوِثْنَتَيْنِ حَتّٰى لَوْ قَالُوْا اَوْ وَاحِدَةً لَقَالَ وَاحِدَةً وَمَنْ اَذْهَبَ اللّٰهُ بِكَرِيْمَتِهٖ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا كَرِيْمَتَاهُ قَالَ عَيْنَاهُ (رواه فی شرح السنة)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوشخص کسی یتیم کو اپنے کھانے اور پینے کی طرف جگہ دے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت واجب کر دیتا ہے مگر یہ کہ ایسا گناہ کرے جس کو بخشا نہیں جاتا اور جوشخص تین بیٹیاں یا ان کی مثل تین بہنوں کی پرورش کرے ان کو ادب سکھائے اور ان پر شفقت کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو بے پرواہ کر دے اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت واجب کر دیتا ہے ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول اگر دو کی پرورش کرے فرمایا اگر دو کی پرورش کرے تب بھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اگر ایک ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ایک بھی ہو اللہ تعالیٰ جس کی دو محبوب چیزیں لے لے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ پوچھا گیا اے اللہ کے رسول دو پیاری چیزیں کیا ہیں فرمایا اس کی دو آنکھیں۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

بچوں کی صحیح تربیت وتادیب کی اہمیت

(۳۰) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يُّؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِصَاعٍ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَنَاصِحُ الرَّاوِيُ لَيْسَ عِنْدَ اَصْحَابِ الْحَدِيْثِ بِالْقَوِيِّ.

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی اپنے بیٹے کو ادب سکھائے اس کے لیے ایک صاع خیرات کرنے سے بہتر ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے اور اس کا راوی جس کا نام ناصح ہے محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہے۔

(۳۱) وَعَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهٗ مِنْ نُحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا عِنْدِيْ حَدِيْثٌ مُرْسَلٌ.

ترجمہ: حضرت ایوب بن موسیٰ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی آدمی نے اپنے بیٹے کو نیک ادب سے بڑھ کر کوئی بہتر عطیہ نہیں دیا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔ ترمذی نے کہا میرے نزدیک یہ روایت مرسل ہے۔

تشریح: ''نحل'' عطیہ ہدیہ اور گفٹ کو نحل کہا گیا ہے ہر آدمی چاہتا ہے کہ وہ خوشی کے موقع پر اپنے بچوں کو تحفے تحائف سے یاد کرے

چنانچہ لوگ مختلف قسم کے تحفے لاتے ہیں مگر اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ چھوٹے بچوں کا بہترین تحفہ اور گفٹ ان کو ادب سکھانا ہے وجہ یہ ہے کہ ادب ایک ایسا زیور ہے جو ہر زمانہ اور ہر عمر میں اپنی زیبائش و آرائش اور اپنا حسن دکھاتا ہے۔

اپنی اولاد کی پرورش میں مشغول رہنے والی بیوہ عورت کی فضیلت

(۳۲) وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَامْرَأَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَوْمَأَيَزِيْدُبْنُ ذُرَيْعٍ اِلَى الْوُسْطٰى وَالسَّبَّابَةِ اِمْرَأَةٌ اٰمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلٰى يَتَامَاهَا حَتّٰى بَانُوْا اَوْ مَاتُوْا. (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور ایک سیاہ رخساروں والی عورت قیامت کے دن اس طرح ہوں گے یہ کہہ کر یزید بن ذریع نے وسطی اور سبابہ انگلی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ عورت جس کا خاوند فوت ہو گیا اور وہ جاہ و جمال والی ہے اپنے یتیم بچوں پر اپنے نفس کو روکا یہاں تک کہ وہ جدا ہو گئے یا مر گئے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

دینے دلانے میں بیٹے کو بیٹی پر ترجیح دو

(۳۳) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اُنْثٰى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهٗ عَلَيْهَا يَعْنِي الذُّكُوْرَا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی بیٹی ہو اس کو زندہ نہ گاڑے اس کو ذلیل نہ کرے اور اپنے لڑکوں پر اس کو ترجیح نہ دے۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

کسی آدمی کو اپنے سامنے کسی مسلمان بھائی کی غیبت نہ کرنے دو

(۳۴) وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتِيْبَ عِنْدَهٗ اَخُوْهُ الْمُسْلِمُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى نَصْرِهٖ فَنَصَرَهٗ نَصَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَاِنْ لَّمْ يَنْصُرْهُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى نَصْرِهٖ اَدْرَكَهُ اللّٰهُ بِهٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ. (رواه فی شرح السنة)

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان شخص کی اگر کسی کے پاس غیبت کی جائے اور وہ اس کی مدد کرنے پر قادر ہے پھر اس کی مدد کرے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی مدد کرے گا۔ اگر وہ مدد نہ کرے حالانکہ وہ مدد کرنے پر قادر ہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس بات کا اس سے مؤاخذہ کرے گا۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

(۳۵) وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتَ يَزِيْدَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَّ عَنْ لَحْمِ اَخِيْهِ بِالْمَغِيْبَةِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ تُعْتِقَهٗ مِنَ النَّارِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان بھائی کی عدم موجودگی میں اس کا گوشت کھائے جانے (چغلی سے) سے مدافعت کرے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو آگ سے آزاد کرے۔

تشریح: یعنی غائبانہ طور پر اپنے مسلمان بھائی کی غیبت سے کسی دوسرے مسلمان کو روکا کہ دیکھو بھائی وہ اس وقت موجود نہیں میرے سامنے اس کی غیبت مت کرو۔ اس سے پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مطلب بھی اسی طرح ہے اور اس کے بعد آنے والی چند احادیث کا مفہوم اور مضمون بھی اسی طرح ہے۔

(۳۶) وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَامِنْ مُسْلِمٍ يَرُدُّ مِنْ عِرْضِ اَخِيْهِ اِلَّا كَانَ

حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُرَدَّ عَنْهُ نَارَ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ. (رواه فی شرح السنة)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عزت وابرو سے مدافعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس سے جہنم کی آگ کو دور کرے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی اور ایمانداروں کی مدد کرنا ہم پر واجب ہے۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

(۳۷) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنِ امْرِءٍ مُسْلِمٍ يَخْذُلُ امْرَءً مُسْلِمًا فِيْ مَوْضِعٍ يُنْتَهَكُ فِيْهِ حُرْمَتُهٗ وَيُنْتَقَصُ فِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اِلَّا خَذَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيْهِ نُصْرَتَهٗ وَمَا مِنْ امْرِءٍ مُسْلِمٍ يَنْصُرُ مُسْلِمًا فِيْ مَوْضِعٍ يُنْتَقَصُ فِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ وَيُنْتَهَكُ فِيْهِ مِنْ حُرْمَتِهٖ اِلَّا نَصَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيْهِ نُصْرَتَهٗ. (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا جو مسلمان شخص کسی مسلمان کی ایسی جگہ مدد چھوڑ دے جہاں اس کی بے حرمتی کی جا رہی ہے اور اس کی عزت کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے مگر اللہ تعالیٰ ایسی جگہ اس کی مدد چھوڑ دے گا جہاں اس کی مدد کو پسند کرے گا اور جو مسلمان کسی مسلمان شخص کی ایسی جگہ مدد کرے جہاں اس کی عزت کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے اور اس کی بے حرمتی کی جا رہی ہے مگر اللہ تعالیٰ ایسی جگہ اس کی مدد کرے گا جہاں وہ اس کی مدد کو پسند کرتا ہوگا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

کسی میں کوئی عیب دیکھو تو اس کو چھپاؤ

(۳۸) وعن عقبة بن عامر قال قال رسول الله صلی الله علیهو سلم من رای عورة فسترها کان کمن احی موء ودة رواه احمد والترمذی و صححه

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان شخص کا کوئی عیب دیکھے اس پر پردہ ڈالے وہ ایسے ہوگا جیسے اس نے زندہ در گور کو زندگی بخشی ہے۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے اور اس نے اس کو صحیح کہا ہے۔

تشریح: "موؤدة" یعنی زندہ در گور شدہ بچی کو زندہ کیا اس تشبیہ کی وجہ اس طرح ہے کہ مثلاً ایک شریف آدمی ہے بدقسمتی سے اس سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا اب شرم کے مارے وہ یہ تمنا کرتا ہے کہ کاش! میرا یہ عیب ظاہر نہ ہو اور کاش! میں مر جاؤں تا کہ اس رسوائی سے بچ جاؤں ایسی صورت میں اگر کوئی شخص اس کا عیب چھپاتا ہے تو گویا اس نے اس شخص کو زندہ کیا کیونکہ اس کا عیب ظاہر ہونا اس کیلئے موت کے برابر تھا تو اس ستر پوشی میں ثواب ہے مگر یاد رہے کہ اگر کوئی آدمی کسی گناہ کا عادی ہے بار بار گناہ کرتا ہے اور اس کا یہ جرم متعدی بھی ہو رہا ہے تو اس کو ظاہر کرنا ضروری ہے چھپانا جائز نہیں۔

ایک مومن دوسرے مومن کے حق میں آئینہ

(۳۹) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَدَكُمْ مِرْاٰةُ اَخِيْهِ فَاِنْ رَاٰى بِهٖ اَذًى فَلْيُمِطْ عَنْهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَضَعَّفَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ وَلِاَبِيْ دَاوٗدَ اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ يَكُفُّ عَنْهُ ضَيْعَتَهٗ وَيَحُوْطُهٗ مِنْ وَّرَائِهٖ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک تمہارا اپنے بھائی کے لیے مثل آئینہ ہے اگر اس میں کوئی برائی دیکھے اس کو دور کر دے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس کو ضعیف کہا ہے ترمذی اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے مسلمان مسلمان کا آئینہ ہے اس سے ایسی چیز دور کرتا ہے جس میں اس کی ہلاکت ہے اور غائبانہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔

تشریح: "مرأة" مؤمن چونکہ دوسرے مؤمن کا بھائی ہے تو دونوں نفع ونقصان میں شریک ہیں اگر کسی ایک میں کوئی عیب اور نقصان ہو اور دوسرا اس کو دیکھے تو وہ فوراً اس کو مطلع کرے تا کہ وہ اپنے آپ کو اس عیب سے پاک کرے کیونکہ ایک مؤمن دوسرے کیلئے آئینہ کی طرح ہے آئینہ میں جب آدمی دیکھتا ہے تو ہر چھوٹا بڑا عیب نظر آتا ہے تو مسلمان کیلئے دوسرے مسلمان بھائی کو بھی حساس ہونا چاہیے اور نقصان وخسران اور ہلاکت سے اس کو بچانا

چاہیئے' قاعدہ یہ ہے کہ آدمی جب آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھتا ہے تو اگر اس کو چہرہ پر کوئی داغ دھبہ نظر آتا ہے تو فوراً اس کے ازالہ کی کوشش کرتا ہے اسی طرح جب ایک مؤمن بھائی نے دوسرے کو اس کا عیب بتادیا تو اس کو فوراً اس عیب کے ازالہ کی کوشش کرنی چاہیے۔ "ضیعه" ضاع سے ہے ضائع ہونے اور نقصان وخسارہ کو کہتے ہیں یعنی اس کی تباہی اور ہلاکت کو روکتا ہے کیونکہ دونوں آپس میں بھائی بھائی ہیں لہٰذا ایک کا نقصان دوسرے کا نقصان ہے۔'' ویحوطه''یعنی پس پشت اس کی خیر خواہی کرتا ہے اس کے مفادات کا خیال رکھتا ہے اور اس کے نقصانات کے ازالہ کی کوشش کرتا ہے۔

عیب گوئی کے شر سے حفاظت

(۴۰) وَعَنْ مَعَاذِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَمٰى مُؤْمِنًا مِنْ مُنَافِقٍ بَعَثَ اللّٰهُ مَلَكًا يَحْمِىْ لَحْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ نَّارِ جَهَنَّمَ وَمَنْ رَمٰى مُسْلِمًا بِشَىْءٍ يُرِيْدُ بِهٖ شَيْنَهٗ حَبَسَهُ اللّٰهُ عَلٰى جِسْرِ جَهَنَّمَ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ. (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت معاذ بن انس سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کو منافق کے شر سے بچائے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کے بدن کو دوزخ کی آگ سے بچائے گا اور جو شخص کسی مسلمان پر تہمت باندھے اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کی پل پر روک لے گا یہاں تک کہ اس سے نکل جائے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: یہاں ''منافق'' سے مراد غیبت کرنے والا اور عیب جو شخص ہے اس کو ''منافق'' اس لئے فرمایا گیا ہے کہ غیبت کرنے والا کبھی بھی کسی شخص کے منہ پر اس کے منہ پر برائی نہیں کرتا بلکہ اگر وہ سامنے ہوتا ہے تو دل میں اس کی طرف سے برائی رکھنے کے باوجود اس کی خیر خواہی کا دم بھرتا ہے اور پیٹھ پیچھے اس پر عیب لگاتا ہے غیبت کرنا اور عیب جوئی منافق کا کام ہے جس کا ظاہر کچھ ہوتا ہے اور باطن کچھ۔ حدیث کے آخری الفاظ میں'' حتیٰ یخرج مما قال'' کا مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ شخص اپنی اتہام تراشی کا شکار بنانے والے شخص کو راضی نہ کرلے گا یا شفاعت کے ذریعہ اور یا گناہ کے بقدر عذاب بھگت لینے کے ذریعہ الزام تراشی کے گناہ سے صاف نہ ہوجائے گا اس وقت تک اس کی گلوخلاصی ممکن نہیں ہوگی۔

خیر خواہ دوست اور خیر خواہ پڑوسی کی فضیلت

(۴۱) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ وَخَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَاللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ. رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَالدَّارِمِىُّ وَقَالَ التِّرْمِذِىُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ہاں بہترین دوست وہ لوگ ہیں جو اپنے دوستوں کے لیے بہترین ہیں اور اللہ کے ہاں بہترین ہمسائے وہ ہیں جو اپنے ہمسایوں کے لیے بہترین ہیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور دارمی نے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے دوستوں اور اپنے ہمسائیوں کے ساتھ بہت زیادہ احسان اور حسن سلوک کرتا ہے اور ہر حالت میں ان کا خیر خواہ رہتا ہے تو وہ نہ صرف بہترین دوست اور بہترین پڑوسی قرار پاتا ہے بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بہت زیادہ ثواب بھی ملتا ہے۔

زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو

(۴۲) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ لِىْ اَنْ اَعْلَمَ اِذَا اَحْسَنْتُ اَوْ اِذَا اَسَأْتُ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ جِيْرَانَكَ يَقُوْلُوْنَ قَدْ اَحْسَنْتَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ وَاِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُوْلُوْنَ قَدْ اَسَأْتَ فَقَدْ اَسَأْتَ (رواه سنن ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ میں نیکوکار ہوں یا بدکار فرمایا جس وقت تیرے پڑوس کہیں کہ تو نے نیکی کی ہے پس تو نے نیکی کی ہے اور جس وقت وہ کہیں کہ تو نے برا کیا ہے۔ پس تو نے برا کیا ہے۔ (روایت اس کو ابن ماجہ نے)

تشریح: "جیرانک" یعنی جب تم سنو کہ تمہارے پڑوسی تم کو اچھا آدمی کہتے ہیں تو سمجھ لو کہ تم اچھے آدمی ہو اور اگر پڑوسی کہتے ہیں کہ برا آدمی ہے تو سمجھ لو کہ تم برے ہو۔ یہاں جیران سے دو چار آدمی مراد نہیں ہیں بلکہ عام پڑوسی مراد ہیں۔ شیخ عبدالحق نے لکھا ہے کہ پڑوسیوں سے مراد وہ پڑوسی ہیں جن کا تعلق اہل حق سے ہو اور وہ اہل انصاف اور سمجھ والے لوگ ہوں نہ اس شخص کے قریبی دوست ہوں اور نہ بالکل دشمن ہوں حضرت کا قول بھی اس حدیث کی ترجمانی کرتا ہے فرمایا "السنة الخلق اقلام الحق" اردو کا محاورہ ہے "زبان خلق نقارۂ خدا" ایک شاعر کہتا ہے

برا کہے جسے عالم اسے برا سمجھو — زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

مرتبہ کے مطابق سلوک کرو

(۴۳) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو ان کے مراتب پر اتارو۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "منازلهم" اس حدیث سے فرق مراتب کی تعلیم ملتی ہے کہ خادم کا درجہ اور ہوتا ہے اور مخدوم کا مقام اور ہوتا ہے فاضل اور غیر فاضل میں فرق ہے ایک آدمی گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے خادم کے ساتھ آتا ہے تو گھوڑے کا مقام اور ہے اور خادم کا مقام اور ہے اور شہسوار آقا کا مقام اور ہے ایک روایت میں ہے۔ "اکرموا کریم قوم" اب مثلاً ایک آدمی نے زندگی میں ایک قسم پر تکلف کھانا نہیں کھایا مثلاً اس نے چپاتی نہیں دیکھی اس کو چپاتی پیش کرو گے تو وہ کیا کریگا اس کے سامنے تو مکئی کی موٹی روٹی رکھو تا کہ اس کا پیٹ بھر جائے اور ایک آدمی نے زندگی بھر نرم کھانا کھایا ہے اس کو مکئی کی روٹی پیش کرو گے تو وہ کہے گا یہ سیمنٹ کی روٹی ہے۔ بہر حال تعظیم و تکریم میں یکسانیت اور مساوات قائم کرنا اور فرق و مراتب کو مٹانا عرفی اور شرعی قواعد کے خلاف ہے۔ جمہوریت پر اللہ کی لعنت ہو اس نے کہہ ومہہ کا مقام ختم کر دیا۔ اگر تو فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ... سچ بولو، امانت ادا کرو، اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک

(۴۴) عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ قُرَادٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ یَوْمًا وَجَعَلَ اَصْحَابُهٗ یَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْئِهٖ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یَحْمِلُکُمْ عَلٰی هٰذَا قَالُوْا حُبُّ اللّٰہِ وَرَسُوْلِهٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یُحِبَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ اَوْ یُحِبُّهُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُهٗ فَلْیَصْدُقْ حَدِیْثَهٗ اِذَا حَدَّثَ وَلْیُؤَدِّ اَمَانَتَهٗ اِذَا اؤْتُمِنَ وَلْیُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَهٗ

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن ابی قراد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ وضو کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وضو کا پانی بدن پر ملنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ایسا کیوں کرتے ہو انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت رکھنے کی وجہ سے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے یا اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرے اسے چاہیے جب بات کرے سچ بولے جب اس کے پاس امانت رکھی جائے اس کو ادا کرے اور جس کا ہمسایہ بنے اس کی ہمسائیگی اچھی کرے۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے)

تشریح: "حُبُّ الله ورسوله" صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی اپنے ہاتھوں اور چہروں پر ملتے تھے حضور نے وجہ پوچھی تو وہ فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت ہے اس لئے ایسا کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں جو ارشاد

فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو امور نفس پر زیادہ شاق نہیں گزرتے اور اس میں چنداں مشقت نہیں ہوتی' عشق ومحبت کے میدان میں اس کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ اس دعویٰ کے ثبوت کیلئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جن اوامر ونواہی کا حکم دیا ہے اس پر مکمل طور پر آدمی کاربند رہے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کا پورا پورا خیال رکھے اور اس راستہ میں ہر مشقت کیلئے تیار ہو جائے دودھ پینے والا مجنون نہ بنے بلکہ خون دینے والا مجنون بن جائے اور اس شعر کا مصداق بن جائے۔

ہر کہ عاشق شد اگرچہ نازنین عالم است نازکی کے کار آید بارمی باید کشید

بھوکے پڑوسی سے صرف نظر کمان ایمان کے منافی ہے۔

(۴۵) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِىْ يَشْبَعُ وَجَارُهٗ جَائِعٌ اِلٰى جَنْبِهٖ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص مسلمان نہیں ہے جو خود سیر ہو کر کھاتا ہے اور اس کا ہمسایہ بھوکا رہتا ہے۔ روایت کیا ان دونوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

اپنی بدزبانی کے ذریعہ ہمسائیوں کو ایذاء پہچانے والی عورت کے بارے میں وعید

(۴۶) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَصِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا غَيْرَ اَنَّهَا تُؤْذِىْ جِيْرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ هِىَ فِى النَّارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ قِلَّةُ صِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا اَوْصَلَاتِهَا وَاَنَّهَا تَصَدَّقُ بِالْاَثْوَارِ مِنَ الْاَقِطِ وَلَا تُؤْذِىْ بِلِسَانِهَا جِيْرَ انَهَا قَالَ هِىَ فِى الْجَنَّةِ. (رواه مسند احمد بن حنبل و البيهقى فى شعب الايمان)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فلاں عورت کی کثرت کے ساتھ نماز پڑھنے اور روزے رکھنے خیرات کرنے کا بہت چرچا ہے لیکن اپنی زبان کے ساتھ وہ اپنے پڑوسیوں کو تکلیف دیتی ہے۔ فرمایا وہ دوزخ میں جائے گی۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول فلاں عورت اس کا ذکر کم نماز پڑھنے کم روزے رکھنے اور کم خیرات کرنے سے کیا جاتا ہے وہ پنیر کے ٹکڑوں کے ساتھ صدقہ کرتی ہے لیکن اپنی زبان کے ساتھ وہ اپنے ہمسائیوں کو تکلیف نہیں پہنچاتی فرمایا وہ جنت میں جائے گی۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: "بلسانها" یعنی زبان کے ذریعہ سے پڑوسیوں کو ایذا پہنچاتی ہے ورنہ عبادت میں بہت آگے ہے نوافل نمازیں پڑھتی ہے اور روزے رکھتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس قسم کی عورت دوزخ میں جائے گی اس طرح کی عورت کی عبادت مقبول نہیں۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ نفلی عبادت میں مشغول ہوتے ہوئے حرام کا ارتکاب آدمی کیلئے تباہ کن ہے کیونکہ مستحب میں لگنا اور حرام میں پڑنے سے نہ بچنا تلبیس ابلیس ہے۔

"هى فى النار" یعنی اس عورت نے ایک مستحب کو اختیار کیا جس کا چھوڑنا مباح تھا اور پڑوسیوں کی ایذا رسانی میں واقع ہوگئی جو حرام عمل تھا اس لئے دوزخ میں گئی۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ اسی قسم کے وہ اعمال بھی ہیں جس میں لوگ واقع ہو رہے ہیں مثلاً بیت اللہ میں داخل ہوتے وقت لوگ بھیڑ بنا کر ایذا رسانی کرتے ہیں' رکن یمانی اور حجر اسود پر بھیڑ بنا کر ایذا رسانی کرتے ہیں' اسی طرح ظالموں اور حرام خوروں کا وہ حرام مال ہے جس سے وہ مساجد اور مدارس تعمیر کرتے ہیں اور لوگوں کو خیرات کھلاتے ہیں۔ "بالاثوار" یہ ثور کی جمع ہے پنیر کے ٹکڑوں کو کہا جاتا ہے اس کے بعد اقط کا ذکر بطور تاکید ہے کیونکہ دونوں ایک ہی چیز میں یا بطور تجرید مذکور ہے۔ (مرقات)

کون آدمی بہتر ہے اور کون بدتر؟

(۴۷) وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ عَلٰى نَاسٍ جُلُوْسٍ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِكُمْ مِنْ شَرِّكُمْ قَالَ فَسَكَتُوْا

فَقَالَ ذٰلِکَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ رَجُلٌ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنَا بِخَیْرِنَا مِنْ شَرِّنَا فَقَالَ خَیْرُکُمْ مَنْ یُّرْجٰی خَیْرُہٗ وَیُؤْمَنُ شَرُّہٗ وَشَرُّکُمْ مَنْ لَا یُرْجٰی خَیْرُہٗ وَلَا یُؤْمَنُ شَرُّہٗ. رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ فِی شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا جس وقت یہ آیت نازل ہوئی کچھ بیٹھے ہوئے لوگوں کے پاس آ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا میں تم کو بتلاؤں کہ تم میں نیک کون ہے اور برا کون ہے وہ لوگ چپ ہو گئے آپ نے تین مرتبہ یہ بات بیان فرمائی ایک آدمی نے کہا کیوں نہیں۔ آپ بتلائیں کہ ہم میں نیک کون ہے اور بُرا کون ہے فرمایا تم میں نیک وہ ہے جس کی بھلائی کی امید رکھی جائے اور اس کی بُرائی سے امن میں رہا جائے اور تم میں بُرا وہ ہے جس کی بھلائی کی امید نہ رکھی جائے اور اس کے شر سے مامون نہ ہوا جائے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

کامل مومن و مسلمان کون ہے؟

(۴۸) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَسَمَ بَیْنَکُمْ اَخْلَاقَکُمْ کَمَا قَسَمَ بَیْنَکُمْ اَرْزَاقَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ یُعْطِی الدُّنْیَا مَنْ یُّحِبُّ وَمَنْ لَا یُحِبُّ وَلَا یُعْطِی الدِّیْنَ اِلَّا مَنْ اَحَبَّ فَمَنْ اَعْطَاہُ اللّٰہُ الدِّیْنَ فَقَدْ اَحَبَّہٗ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُسْلِمُ عَبْدٌ حَتّٰی یُسْلِمَ قَلْبُہٗ وَلِسَانُہٗ وَلَا یُؤْمِنُ حَتّٰی یَاْمَنَ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ.

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق تقسیم کیے ہیں جس طرح تمہارے درمیان رزق تقسیم کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا ہر اس شخص کو دیتا ہے جس سے محبت رکھتا ہے یا محبت نہیں رکھتا لیکن دین اسی شخص کو عطا فرماتا ہے جس سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے جس کو دین دیا اس سے محبت کی اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بندہ اس وقت تک مسلمان نہیں بن سکتا جب تک اس کا دل اور زبان مسلمان نہ ہو اور کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا یہاں تک کہ اس کا ہمسایہ اس کی برائیوں سے امن میں ہو۔

باہمی الفت و محبت، اتحاد و یکجہتی کا ذریعہ ہے

(۴۹) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ مَاْلَفٌ وَلَا خَیْرَ فِیْمَنْ لَا یَاْلَفُ وَلَا یُؤْلَفُ. رَوَاهُمَا اَحْمَدُ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن الفت کا محل ہے اور اس شخص میں کوئی خوبی نہیں ہے جو الفت نہیں کرتا اور اس سے الفت نہیں کی جاتی ہے۔ (روایت کیا ان دونوں کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں)

مسلمانوں کی حاجت روائی کی فضیلت

(۵۰) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَضٰی لِاَحَدٍ مِنْ اُمَّتِیْ حَاجَۃً یُرِیْدُ اَنْ یَّسُرَّہٗ بِهَا فَقَدْ سَرَّنِیْ وَمَنْ سَرَّنِیْ فَقَدْ سَرَّ اللّٰہَ وَمَنْ سَرَّ اللّٰہَ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری امت میں سے کسی شخص کی ضرورت پوری کی وہ اسے خوش کرنا چاہتا ہے اس نے مجھ کو خوش کیا اور جس نے مجھ کو خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

مسلمان کی فریاد رسی کی فضیلت

(۵۱) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَغَاثَ مَلْھُوْفًا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ ثَلٰثًا وَسَبْعِیْنَ مَغْفِرَۃً وَاحِدَۃً فِیْھَا صَلَاحُ اَمْرِہٖ کُلِّہٖ وَثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ لَہٗ دَرَجَاتٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مظلوم کی فریاد رسی کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے تہتر (73) بخششیں لکھ دیتا ہے ان میں سے ایک بخشش یہ ہے کہ اس میں اس کے سبب کاموں کی اصلاح ہے اور بہتر (72) قیامت کے دن اس کے لیے بلندی درجات کا باعث ہیں۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے۔

(۵۲) وعنہ وعن عبداللہ قالا قال رسو ل اللہ علیہ وسلم الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی الہ من حسن الی عیالہ (روی البیھقی الاحادیث الثلاثۃ فی شعب الایمان)

ترجمہ: اور حضرت انس اور حضرت عبداللہ دونوں کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔ لہٰذا خدا کے نزدیک مخلوق میں بہترین وہ شخص ہے جو خدا کے کنبہ کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کرے۔ ان تینوں روایتوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

تشریح: عیال اللہ عیال کا معنی کسی شخص کے ان متعلقین کا ہے جن کا کھانا پینا کپڑا اور مکان اس کے ذمہ پر ہوتا ہے اس اعتبار سے عیال کی نسبت غیر اللہ کی طرف مجازی ہے اصلی رازق تو اللہ تعالیٰ ہے جن کے ذمہ مخلوق کا رزق ہے۔ اس اعتبار سے تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا عیال اور کنبہ ہے اب جو شخص مخلوق خدا کے ساتھ احسان کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کے عیال اور کنبہ کے ساتھ احسان و بھلائی کرتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ بہت زیادہ خوش ہوتا ہے جس طرح ایک انسان اس شخص سے بہت خوش ہوتا ہے جو ان کے اہل وعیال کے ساتھ احسان کرتا ہے۔

حقوق ہمسائیگی کی اہمیت

(۵۳) وَعَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ خَصْمَیْنِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ جَارَانِ. (رواہ مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے دو جھگڑنے والے دو ہمسایہ ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

تشریح: "جاران" یعنی قیامت میں سب سے پہلے جن لوگوں کا مقدمہ پیش ہوگا وہ دو پڑوسیوں کا ہوگا۔

سوال:۔ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز سب سے پہلے جو قضیہ شروع کیا جائے گا وہ نماز کا قضیہ ہوگا دوسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز سب سے پہلے قاتل اور مقتول کا مقدمہ پیش ہوگا مگر مذکورہ حدیث میں دو پڑوسیوں کے قضیے کی بات ہے بظاہر یہ تعارض ہے اس کا جواب کیا ہے؟

جواب:۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا مسئلہ اٹھایا جائے گا اور حقوق العباد میں سب سے پہلے خون اور قتل کا مسئلہ اٹھایا جائے گا جس میں ایک خالص ظالم اور دوسرا خالص مظلوم ہے لیکن اگر کچھ لوگ ایسے ہوں کہ حقوق العباد میں دونوں نے کچھ نہ کچھ ظلم ایک دوسرے پر کیا ہو ہر ایک کچھ ظالم اور کچھ مظلوم ہے ایسے لوگوں میں سب سے پہلے دو پڑوسیوں کا معاملہ اٹھایا جائے گا تو پڑوسیوں کا معاملہ حقوق العباد ہی کا ہے لیکن حقوق العباد کی ایسی صورت ہے جو قاتل اور مقتول سے مختلف ہے وہاں ایک ظالم تھا دوسرا مکمل مظلوم تھا زیر بحث حدیث میں دونوں ایک دوسرے کے لئے کچھ نہ کچھ ظالم ہیں ایسے لوگوں کا مقدمہ سب سے پہلے اٹھایا جائے گا۔ دوسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اول وثانی یہ اضافی امور ہیں تو اضافی نسبت سے ہر ایک کو اول کہا جاسکتا ہے کوئی تضاد نہیں ہے۔

سنگدلی کا علاج

(۵۴) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَجُلًا شَکٰی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَسْوَۃَ قَلْبِہٖ قَالَ اَمْسَحْ رَاْسَ الْیَتِیْمِ

وَاَطْعِمِ الْمِسْكِيْنَ. (رواه مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی آپ نے فرمایا یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر اور مسکین کو کھانا کھلا۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

بیوہ بیٹی کی کفالت کا اجر

(۵۵) وَعَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی اَفْضَلِ الصَّدَقَةِ اِبْنَتُکَ مَرْدُوْدَةً اِلَیْکَ لَیْسَ لَهَا کَاسِبٌ غَیْرُکَ. (رواه ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو آگاہ کروں کہ بہترین صدقہ کیا ہے وہ تیرا اپنی بیٹی پر اپنا صدقہ کرنا ہے جو تیری طرف پھیری گئی ہے تیرے سوا کوئی کمانے والا نہیں۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے)

تشریح: اس حدیث کے ترجمہ میں اس کی پوری تشریح موجود ہے اس کو دیکھ لیا جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی بیٹی بیاہی گئی مگر شوہر کے ساتھ نباہ نہ ہوئی اس لئے اس کو طلاق پڑ گئی اور وہ اپنے والدین کے ہاں آ گئی والد نے اس بے آسرا بیٹی کو سنبھالا اور اس کو پالا اس پر خرچ کیا اور اس کو کھلایا پلایا یہ خرچ اللہ تعالیٰ کے ہاں افضل ترین صدقہ میں شمار ہوگا اور اس پر والد کو بہترین اجر وثواب ملے گا۔ "مردودة" یہ حال ہے ای مطلقة راجعة الیک"

بَاب الْحُبّ فِي اللّٰهِ وَمِنَ اللّٰهِ... اللہ کیساتھ اور اللہ کیلئے محبت کرنے کا بیان

قال الله تعالیٰ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا

اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے کے بیان کا مطلب یہ ہے کہ کسی بندے کے ساتھ تعلق ومحبت کا جو بھی رشتہ قائم کیا جائے وہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہو اس میں کوئی دنیوی غرض نہ ہو نہ کوئی لالچ ہو بلکہ یہ محبت صرف اس بنیاد پر ہو کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ ہے اس کی محبت سے اللہ تعالیٰ راضی اور خوش ہوتا ہے اور انسان کو اس کی خوشنودی حاصل ہو جاتی ہے یہاں عنوان میں لفظ "من" "سببیہ اور" اجلیہ ہے" ای لاجل رضاء الله ولو جهه الكريم "

انسان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اس عبادت سے فائدہ اور اصل مقصود اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں سے محبت نہ ہو عبادت کی قبولیت کیلئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت بھی عبادت کا حصہ بن جائے اگر محبت نہیں تو صرف بوجھ والی عبادت سے کیا حاصل ہوگا۔ ربوبیت عامہ اور خالق ہونے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا تمام انسانوں سے ایک عام تعلق ہے اور پھر ربوبیت خاصہ کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے جس کی طرف الرحمان اور الرحیم میں اشارہ کیا گیا ہے اسی حقیقت کے پیش نظر ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس کے سارے احساسات وجذبات اور اس کی حرکات وسکنات کا مثبت ومنفی ہر پہلو رضائے الٰہی کا مظہر ہو اور اس میں جو تغیر رونما ہو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے پیش نظر ہو خود کوئی چاہت نہ ہو جو کچھ ہو وہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہو اس طرح جب انسان کے مثبت اور منفی احساسات اللہ تعالیٰ کیلئے ہو جائیں گے تو یہ کامل الایمان بن جائے گا کہ کچھ دے تو اللہ تعالیٰ کیلئے نہ دے تو اللہ تعالیٰ کیلئے اگر کسی سے محبت رکھے تو اللہ تعالیٰ کیلئے دشمنی رکھے تو اللہ تعالیٰ کیلئے جب تکمیل ایمان ہو جائے تو پھر اس طرح مستانہ نعرے لگائے۔

فلیتک تحلو والحیاة مریرة　　ولیتک ترضیٰ والانام غضاب

الفصل اول... دنیا میں انسان کا باہمی اتحاد یا اختلاف روز ازل کے اتحاد، اختلاف کا مظہر ہے

(۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاکَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روحوں کے جھنڈ در جھنڈ لشکر تھے ازل میں جو ایک دوسرے کے ساتھ آشنا تھے وہ اس دنیا میں بھی الفت کرنے لگے اور جو وہاں بے پہچان تھے یہاں جدا رہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے اور روایت کیا مسلم نے ابو ہریرہ سے۔

تشریح: قیامت تک جتنے انسان پیدا ہونگے ان کی ارواح پہلے پیدا ہو چکی ہیں ان تمام ارواح کو اللہ تعالیٰ نے روز ازل میں عالم ارواح میں اکٹھا فرمایا اور سب سے پہلے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا سب نے اقرار کیا اس اجتماع میں جن ارواح کا آپس میں تعلق قائم ہو گیا محبت پیدا ہو گئی الفت آ گئی تو دنیا میں آنے اور اپنے اپنے جسموں میں داخل ہونے کے بعد بالھام اللہ یہ ارواح آپس میں محبت کرتی ہیں اور ان کے درمیان الفت ہوتی ہے تو روح کے ساتھ اجسام بھی متفق اور متحد ہو جاتے ہیں اور آپس میں تعلق قائم ہو جاتا ہے لیکن اگر عالم ارواح کے روز ازل میں جن ارواح کا آپس میں الفت کے بجائے عدم الفت رہی محبت کے بجائے عداوت رہی تو دنیا میں آنے کے بعد بھی اسی طرح معاملہ رہتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں اس حدیث کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ دنیا میں جو نیک لوگ دوسرے نیک لوگوں کو پسند کرتے ہیں اور بے دینوں کو پسند نہیں کرتے ہیں اسی طرح جو فساق دوسرے فساق و فجار کو پسند کرتے ہیں اور دینداروں کو پسند نہیں کرتے ہیں یہ پسند اور عدم پسند عالم ارواح اور روز ازل کی پسند اور عدم پسند کا مظہر ہے جو وہاں ہوا وہ یہاں ہو رہا ہے۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز

جس بندے کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے اسکو زمین و آسمان والے بھی دوست رکھتے ہیں

(۲) وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِیْلَ فَقَالَ اِنِّی اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهٗ قَالَ فَیُحِبُّهٗ جِبْرَئِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِی السَّمَآءِ فَیَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَیُحِبُّهٗ اَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَهُ الْقُبُوْلُ فِی الْاَرْضِ وَاِذَا اَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِیْلَ فَیَقُوْلُ اِنِّیْ اُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضْهُ قَالَ فَیُبْغِضُهٗ جِبْرَئِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِیْ اَهْلِ السَّمَآءِ اِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضُوْهُ قَالَ فَیُبْغِضُوْنَهٗ ثُمَّ یُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَآءُ فِی الْاَرْضِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس وقت کسی بندے سے محبت کرتا ہے جبریل علیہ السلام کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے میں فلاں شخص کو محبوب سمجھتا ہوں جبریل علیہ السلام اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہے پھر وہ آسمان میں ندا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو دوست رکھتا ہے تم بھی اس کو دوست رکھو آسمان والے اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کے لیے قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ اور جب کسی شخص کو برا سمجھتا ہے جبرئیل علیہ السلام کو بلاتا ہے اور اسے کہتا ہے میں فلاں شخص کو بُرا سمجھتا ہوں تو بھی اس سے بغض رکھ وہ اس سے بغض رکھتا ہے پھر جبریل علیہ السلام آسمان میں پکارتا ہے اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو مبغوض رکھتا ہے تم بھی اس سے بغض رکھو وہ اس سے بغض رکھتے ہیں پھر زمین میں اس کے لیے بغض رکھ دیا جاتا ہے۔ (مسلم)

تشریح: ''اذا احب عبداً'' اللہ تعالیٰ جس بندے کو پسند فرماتا ہے تو فرشتے بھی اسے پسند کرتے ہیں آسمان میں اس شخص کی پسندیدگی کا چرچا ہو جاتا ہے پھر یہ مقبولیت زمین پر آ جاتی ہے اور زمین والے اس کو پسند کرنے لگتے ہیں اس طرح وہ شخص مقبول الکل بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر اللہ تعالیٰ اوپر آسمانوں میں کسی شخص کو مبغوض قرار دیتا ہے تو فرشتوں میں اعلان ہوتا ہے تو فرشتے اس کو مبغوض سمجھتے ہیں پھر یہ مبغوضیت زمین کی طرف آتی ہے اور لوگ اس شخص کو مبغوض سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ زمین میں اس مبغوضیت اور مقبولیت کا معیار وہ لوگ ہیں جو دیندار اور متقی پرہیز گار ہیں ورنہ فساق و فجار کے نزدیک تو وہی آدمی اچھا اور دوست و محبوب ہوتا ہے جو انتہائی درجہ کا فاسق و فاجر اور ذلیل و کمینہ ہوتا ہے لہٰذا قبولیت کے اس انتخاب میں دارومدار اچھے اور دیندار لوگوں پر ہے ان کی رائے اور ان کا میلان معیار اور معتبر ہے۔

اللہ کی رضا وخوشنودی کی خاطر ایک دوسرے سے محبت رکھنے والوں کا قیامت کے دن اعزاز

(۳) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِيْ اَلْيَوْمَ أَظِلُّهُمْ فِي ظِلِّيْ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّيْ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری تعظیم کی وجہ سے آپس میں محبت رکھنے والے کون ہیں میں ان کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا جبکہ میرے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

حب فی اللہ کی فضیلت

(۴) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَجُلًا زَارَ اَخًا لَهٗ فِيْ قَرْيَةٍ اُخْرٰى فَاَرْصَدَ اللّٰهُ لَهٗ عَلٰى مَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا قَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ قَالَ اُرِيْدُ اَخًا لِيْ فِيْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ قَالَ هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا قَالَ لَا غَيْرَ اَنِّيْ اَحْبَبْتُهٗ فِي اللّٰهِ قَالَ فَاِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكَ بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص نے ایک دوسرے گاؤں میں جا کر اپنے ایک بھائی کی زیارت کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ پر ایک فرشتہ کو اس کے انتظار میں بٹھا دیا۔ فرشتہ نے کہا تو کہاں جانا چاہتا ہے اس نے کہا اس بستی میں میرا ایک بھائی ہے میں اس کی زیارت کے لیے جانا چاہتا ہوں اس نے کہا کیا اس پر تیرا کوئی حق، نعمت ہے جس کو طلب کرنے کے لیے جاتا ہے اس نے کہا نہیں صرف مجھے اس کے ساتھ محبت ہے فرشتہ نے کہا میں اللہ تعالیٰ کا تیری طرف بھیجا ہوا ہوں تاکہ تجھ کو خبر دوں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ محبت کی ہے جس طرح کہ تو نے اس سے محبت کی ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنے کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ یہ چیز (حب فی اللہ) محبت الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے نیز اس سے صالحین کی ملاقات کیلئے ان کے پاس جانے کی فضیلت بھی واضح ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی اپنے نیک ومحبوب بندوں کے پاس فرشتوں کو بھیجتا ہے جو ان سے ہم کلام ہوتے ہیں' لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ چیز پچھلی امتوں کے ساتھ مخصوص تھی کیونکہ اب نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور انسانوں کے پاس فرشتوں کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔

علماء اور اولیاء اللہ کے ساتھ محبت رکھنے والے آخرت میں ان ہی کیساتھ ہوں گے

(۵) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ فَقَالَ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (صحيح البخاری و صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے کہا اے اللہ کے رسول اس آدمی کے متعلق آپ کا کیا فرمان ہے جو کسی قوم سے محبت رکھتا ہے لیکن ان تک نہیں پہنچ سکا۔ آپ نے فرمایا آدمی اس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اسے محبت ہے۔ (متفق علیہ)

(۶) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَيْلَكَ وَمَا اَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَهَا اِلَّا اَنِّيْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنَسٌ فَمَا رَاَيْتُ الْمُسْلِمِيْنَ فَرِحُوْا بِشَيْءٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرَحَهُمْ بِهَا (بخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول قیامت کب ہوگی آپ نے فرمایا تیرے لیے افسوس ہو تو نے اس کے لیے کیا تیار کیا ہے اس نے کہا میں نے اور کچھ تیار نہیں کیا مگر میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں

آپ نے فرمایا جس سے تو محبت کرتا ہے اس کے ساتھ ہوگا۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو اس قدر خوش نہیں دیکھا جس قدر یہ بات سن کر وہ خوش ہوئے ہیں۔ (متفق علیہ)

نیک اور بد ہمنشین کی مثال

(۷) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالسُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا اَنْ يُّحْذِيَكَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيْرِ اِمَّا اَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک ہم نشین اور برے ہم نشین کی مثال کستوری اٹھانے والے اور مشک پھونکنے والے کی ہے۔ کستوری والا یا تجھ کو بخشے گا یا تو اس سے خریدے گا یا اس سے تجھ کو عمدہ خوشبو آئے گی اور مشک پھونکنے والا یا تیرے کپڑے جلائے گا تو تجھے اس سے بدبو آئے گی۔ (متفق علیہ)

تشریح: "الکیر" دومشکوں سے لوہار ایک مشکیزہ بناتا ہے جس کو کوئلہ میں آگ تیز کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے اس میں دونوں ہاتھوں سے ہوا بھری جاتی ہے اور پھر آگ میں چھوڑی جاتی ہے اس سے لوہے کی بھٹی سے چنگاریاں اٹھتی ہیں اور بدبو بھی ہوتی ہے آج کے زمانہ میں اس فن میں ترقی آگئی ہے، بہرحال ہر مسلمان کو چاہیے کہ کم از کم یہ دیکھے کہ اس کے روزمرہ کے تعلقات کن اور کس قسم کے لوگوں کے ساتھ ہیں .... یار بد بدتر بود از مار بد

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ... اللہ کی رضاء کی خاطر میل ملاپ اور محبت رکھنے والوں کی فضیلت

(۸) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِیَّ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَفِیْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِیِّ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِیْ جَلَالِیْ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُّوْرٍ يَّغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَآءُ

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری محبت ان دوشخصوں کے لیے واجب ہو چکی ہے جو میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور میری وجہ سے مل کر بیٹھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میرے واسطے مال خرچ کرتے ہیں روایت کیا اس کو مالک نے ترمذی کی ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری تعظیم کے لیے جو آپس میں محبت کرتے ہیں ان کے لیے نور کے منبر ہوں گے۔ انبیا اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔

تشریح: "المتزاورین" آپس میں زیارت کرنے کے معنی میں ہے "والمتباذلین" یہ بذل سے ہے خرچ کرنے کے معنی میں ہے۔ **یغبطھم** "غبطہ رشک کرنے کو کہتے ہیں۔

سوال:۔ یہاں ایک بڑا سوال ہے اور وہ یہ ہے کہ انبیاء کرام کا درجہ قیامت کے روز بہت اونچا ہوگا' شہداء کے درجات بھی بہت بڑے ہونگے ان حضرات کا ایک عام آدمی کے درجہ پر رشک کرنا سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ اس سے اس شخص کا انبیاء اور شہداء پر افضل ہونے کا وہم پیدا ہوسکتا ہے جو شرعا جائز نہیں ہے؟

جواب:۔ اس اعتراض کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ کلام فرض پر مبنی ہے یعنی فرض کرلو اگر انبیاء اور شہداء کسی چیز پر غبطہ کرتے ہیں تو ان دو آدمیوں کے درجہ پر کرتے لیکن وہ رشک نہیں کریں گے دوسرا واضح جواب یہ ہے کہ کسی مفضول کے پاس کوئی عمدہ چیز ہو اور فاضل نے اس کی تمنا کی تو اس سے مفضول کا درجہ فاضل سے نہیں بڑھتا ہے بسا اوقات مفضول کی عمدہ چیز فاضل کو پسند آجاتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ یہ چیز

میرے پاس ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے پاس اس طرح کی نعمت موجود نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ عمدہ چیز بھی ان کے کمالات میں شامل ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا اس سے افضل غیر افضل کا مسئلہ نہیں اٹھتا۔

(۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَاُنَاسًا مَاهُمْ بِاَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِمَكَانِهِمْ مِنَ اللّٰهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰهِ عَلٰى غَيْرِ اَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا اَمْوَالٍ يَتَعَاطُوْنَهَا فَوَاللّٰهِ اِنَّ وُجُوْهَهُمْ لَنُوْرٌ وَاِنَّهُمْ لَعَلٰى نُوْرٍ لَا يَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَرَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْ اَبِىْ مَالِكٍ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ مَعَ زَوَائِدَ وَكَذَا فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ ایسے ہیں نہ وہ انبیاء ہیں اور نہ شہید لیکن قیامت کے دن انبیاء اور شہداء ان کے مرتبہ پر رشک کریں گے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ کون ہوں گے فرمایا وہ لوگ جو خدا کے سبب آپس میں محبت رکھتے ہیں ان میں کوئی رشتہ داری نہیں اور نہ مال ہے کہ وہ ایک دوسرے کو دیتے ہیں۔اللہ کی قسم ان کے چہرے نورانی ہوں گے وہ نور کے منبروں پر ہوں گے جب لوگ ڈریں گے ان کو کوئی خوف نہ ہوگا جب لوگ غم کریں گے وہ غم نہیں کھائیں گے۔ پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی خبردار اللہ کے دوست نہ ان پر خوف ہے نہ وہ غم کھائیں گے۔روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور روایت کیا ہے اس کو شرح السنہ میں ابو مالک سے مصابیح کے لفظ کے ساتھ اس میں کچھ زیادتی ہے۔اسی طرح شعب الایمان میں ہے۔

تشریح: "روح اللہ" دنیا کے لوگ مال و دولت اور دنیوی مفادات کے تحت ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں حالانکہ یہ ناپائیدار اشیاء ہیں' دنیا ہی میں رہ جائیں گی' محبت کیلئے اصل چیز تو قرآن و اسلام ہے جو پائیدار ہیں اور جن کی محبت پائیدار ہے اس لئے اس حدیث میں فرمایا قیامت میں قابل رشک لوگ وہ ہیں جو دینی رشتہ کی بنیاد پر آپس میں محبت رکھتے ہیں۔روح اللہ سے شارحین نے قرآن کریم مراد لیا ہے کیونکہ قرآن بھی مردہ جسموں کیلئے حیات اور روح ہے اور اس کی وجہ سے آپس میں محبت' مضبوط دینی رشتہ ہے جو قیامت میں ضرور کام آئے گا۔

حب فی اللہ و بغض فی اللہ کی فضیلت

(۱۰) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِىْ ذَرٍّ يَا اَبَاذَرٍّ اَىُّ عُرَى الْاِيْمَانِ اَوْثَقُ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ الْمُوَالَاةُ فِى اللّٰهِ وَالْحُبُّ فِى اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِى اللّٰهِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر کے لیے فرمایا اے ابوذر ایمان کی کونسی دستاویز مضبوط تر ہے ابوذر نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔فرمایا اللہ کے سبب آپس میں دوستی رکھنا اور اللہ کے سبب محبت رکھنا اور بغض رکھنا۔روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

مسلمان بھائی کی عیادت کرنے اور ملاقات کے لئے اس کے ہاں جانے کا ثواب

(۱۱) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا عَادَ الْمُسْلِمُ اَخَاهُ اَوْ زَارَهٗ قَالَ تَعَالٰى طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّاْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا. رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت ایک مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیادت یا زیارت کرتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تیری زندگی خوش ہوئی اور تیرا چلنا خوش ہوا اور تو نے جنت میں ایک بڑی جگہ بنالی۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

جس آدمی سے محبت و تعلق قائم کرو اس کو اپنی محبت اور تعلق سے باخبر رکھو

(۱۲) وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اَحَبَّ الرَّجُلُ اَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ اَنَّهُ يُحِبُّهُ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں فرمایا جس وقت کوئی شخص اپنے کسی مسلمان بھائی سے محبت رکھے اس کو بتلادے کہ وہ اس سے محبت رکھتا ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

(۱۳) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ نَاسٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِمَّنْ عِنْدَهُ اِنِّي لَاُحِبُّ هٰذَا اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمْتَهُ قَالَ لَا قَالَ قُمْ اِلَيْهِ فَاَعْلِمْهُ فَقَامَ اِلَيْهِ فَاَعْلَمَهُ فَقَالَ اَحَبَّكَ الَّذِيْ اَحْبَبْتَنِيْ لَهُ قَالَ ثُمَّ رَجَعَ فَسَأَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ بِمَا قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلَكَ مَا احْتَسَبْتَ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ وَلَهُ مَا اكْتَسَبَ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذرا آپ کے پاس بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ایک شخص کہنے لگا میں اس شخص سے اللہ کے لیے محبت رکھتا ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے اس کو اس بات کی خبر دی ہے اس نے کہا نہیں فرمایا اٹھ اور جا کر اس کو بتلا وہ گیا اور اس کو بتلایا اس شخص نے کہا وہ ذات تجھ سے محبت رکھے جس کی وجہ سے تو نے میرے ساتھ محبت کی ہے پھر وہ لوٹا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اس نے کیا کہا ہے اس نے بتلایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرے گا اور تیرے لیے ثواب ہے جس کی تو نیت کرے گا۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔ ترمذی کی ایک روایت میں ہے مرد اس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اس نے محبت کی اور اس کے لیے اجر ہے جس کی اس نے نیت کی۔

دشمنان دین اور بدکاروں کے ساتھ محبت و ہمنشینی نہ رکھو

(۱۴) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا يَاْكُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ (رواه الجامع ترمذی و ابوداؤد الدارمی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے تو مومن کے سوا کسی کے ساتھ دوستی نہ رکھ اور تیرا کھانا نہ کھائے مگر پرہیزگار۔ روایت کیا اس کو ترمذی ابوداؤد اور دارمی نے۔

تشریح: ''لا تصاحب'' یعنی برے لوگوں کی ہمراہی دوستی اور ہم نشینی سے بچو کیونکہ یہ تیرے لئے مار آستین ہیں تیرے جسم کے بجائے تیرے ایمان اور روح کو ڈنگ ماریں گے تجھے شرک اور بدعات میں ڈال دیں گے اور تجھے بداخلاقی اور بدکرداری سکھائیں گے اس لئے مؤمنین کے ساتھ دوستی اور تعلق رکھو۔ ''الا تقی'' یعنی تیرا حلال لقمہ ہے اس لئے مناسب ہے کہ اس کو نیک متقی آدمی کھائے مطلب یہ ہے کہ فاسق فاجر کا تجھ پر ایسا احسان نہیں ہونا چاہیے کہ کل تجھے اس کو مجبوراً کھلانا پڑے بلکہ تیرا معاملہ نیک لوگوں کے ساتھ ہونا چاہیئے ہاں مجبوری کی صورت الگ ہے۔

دوست بناتے وقت یہ دیکھ لو کہ کس کو دوست بنا رہے ہو

(۱۵) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْءُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَقَالَ النَّوَوِيُّ اِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے پس چاہیے کہ دیکھے وہ کس سے دوستی کرتا ہے۔ روایت کیا اسکو احمد' ترمذی' ابوداؤد اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔ ترمذی نے کہا

یہ حدیث حسن غریب ہے۔نووی نے کہا اس کی سند صحیح ہے۔

تشریح: "من یخالل" اس دوستی سے مراد قلبی محبت ہے کہ قلبی دوستی اور قلبی محبت فاسق فاجر اور بدکردار آدمی کے ساتھ نہیں ہونی چاہیے ہاں ظاہری رواداری اور مدارات جائز ہے۔ بادوستاں تلطف بادشمناں مدارا۔۔۔اس حدیث کو بعض علماء مثلاً سراج الدین قزوینی نے موضوع قرار دیا ہے اس لئے صاحب مشکوٰۃ نے ترمذی اور نووی کے حوالوں کا ذکر کیا کہ انہوں نے اس حدیث کو حسن اور صحیح قرار دیا ہے لہٰذا اس کو موضوع کہنا صحیح نہیں ہے۔

کسی سے بھائی چارہ قائم کرو تو اس کا اور اس کے ماں باپ وقبیلہ کا نام معلوم کرلو

(۱۶) وعَنْ يزيد بن نعامة قال قال رسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عليهِ وسَلَّم اِذا آخى الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلْيَسْئَلْهُ عَنْ اِسْمِهٖ واسْمِ اَبِيْهِ ومِمَّنْ هُو فاِنَّه اَوْصَلُ لِلْمَوَدَّةِ. (رواه الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت یزید بن نعامہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایک آدمی اپنے کسی بھائی سے بھائی چارہ کرے اس کا نام اور اس کے باپ کا نام پوچھے اور اس کے قبیلہ کے متعلق دریافت کرے یہ محبت کو بہت پختہ کرنے والی بات ہے۔ (ترمذی)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ۔۔۔۔اللہ کے لئے کسی سے محبت یا نفرت کرنے کی فضیلت

(۱۷) عَنْ اَبِىْ ذرٍّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ اَتَدْرُوْنَ اَىُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللهِ تَعَالٰى قَالَ قَائِلٌ الصَّلٰوةُ والزَّكٰوةُ وَقَالَ قَائِلٌ اَلْجِهَادُ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللهُ تَعَالٰى اَلْحُبُّ فِى اللهِ وَالْبُغْضُ فِى اللهِ. رواهُ اَحْمَدُ وَرَوٰى اَبُوْدَاوٗدَ الْفَصْلُ الْاَخِيْرَ.

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر نکلے اور فرمایا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف کونسا عمل محبوب ہے کسی نے کہا نماز کسی نے کہا زکوٰۃ کسی نے کہا جہاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف سب اعمال میں سے زیادہ محبوب اللہ کی وجہ سے محبت کرنا اور بغض رکھنا ہے۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور روایت کیا ابوداؤد نے آخری جملہ۔

تشریح: "الجھاد" یہاں سوال یہ ہے کہ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کو نماز روزہ زکوٰۃ اور جہاد سے کیوں افضل قرار دیا گیا جبکہ یہ اعمال فرض ہیں؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ قلبی اعمال میں حب فی اللہ افضل عمل اور بدنی اعمال میں نماز روزہ زکوٰۃ حج اور جہاد افضل ترین اعمال ہیں' الگ الگ حیثیت ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ باقی تمام فرائض کے پورا ہونے کے بعد الحب فی اللہ اور البغض فی اللہ افضل عمل ہے مطلقاً نہیں' یعنی نماز' روزہ' زکوٰۃ اور جہاد کی تکمیل کے بعد حب فی اللہ افضل عمل ہے۔ بعض روایات میں اس تاویل کی تصریح بھی ہے جیسے طبرانی نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے " احب الاعمال الی اللہ بعد الفرائض ادخال السرور فی القلب المؤمن "

(۱۸) وعَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عليهِ وسَلَّمَ مَا اَحَبَّ عَبْدٌ عَبْدًا لِلّٰهِ اِلَّا اَكْرَمَ رَبَّهٗ عَزَّوَجَلَّ (مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ کسی سے اللہ کی وجہ سے محبت نہیں رکھتا مگر اس نے اپنے پروردگار عزوجل کی تعظیم کی۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

بہتر لوگ کون ہیں؟

(۱۹) وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتَ يَزِيْدَ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللهِ خِيَارُكُمُ الَّذِيْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللهُ (رواه ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تم کو خبر دوں کہ تم میں سے بہترین کون ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول فرمایا تم میں بہترین وہ ہیں جب ان کو دیکھا جائے اللہ یاد آ جائے۔ (ابن ماجہ)

اللہ کے لئے آپس میں محبت رکھنے کی فضیلت

(۲۰) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ عَبْدَيْنِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاحِدٌ فِی الْمَشْرِقِ وَاٰخَرُ فِی الْمَغْرِبِ لَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَقُوْلُ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتَ تُحِبُّهٗ فِیَّ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دو آدمی اللہ کی وجہ سے آپس میں محبت کریں اور ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو جمع کردے گا اور فرمائے گا یہ وہ شخص ہے جس کے ساتھ تو میری وجہ سے محبت رکھتا تھا۔

دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کرنے کے ذرائع

(۲۱) وَعَنْ اَبِیْ رَزِيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى مِلَاكِ هٰذَا الْاَمْرِ الَّذِیْ تُصِيْبُ بِهٖ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ عَلَيْكَ بِمَجَالِسِ اَهْلِ الذِّكْرِ وَاِذَا خَلَوْتَ فَحَرِّكْ لِسَانَكَ مَا اسْتَطَعْتَ بِذِكْرِ اللّٰهِ وَاَحِبَّ فِی اللّٰهِ وَاَبْغِضْ فِی اللّٰهِ يَا اَبَا رَزِيْنٍ هَلْ شَعَرْتَ اَنَّ الرَّجُلَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ زَائِرًا اَخَاهُ شَيَّعَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ كُلُّهُمْ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّهٗ وَصَلَ فِيْكَ فَصِلْهُ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُعْمِلَ جَسَدَكَ فِیْ ذٰلِكَ فَافْعَلْ۔

ترجمہ: حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے فرمایا میں تجھ کو اس امر کی جڑ کے متعلق بتلاؤں جس کے سبب تو دنیا اور آخرت کی بھلائی پالے گا۔ اہل ذکر کی مجلسوں کو لازم پکڑ اور جس وقت تو علیحدہ بیٹھے جس قدر تجھے طاقت ہے اپنی زبان کو اللہ کے ذکر کے ساتھ حرکت دے اور اللہ کی وجہ سے محبت رکھ اور اللہ کی وجہ سے بغض رکھ اے ابورزین کیا تجھ کو علم ہے کوئی آدمی جس وقت اپنے کسی بھائی کی زیارت کے لیے اپنے گھر سے نکلتا ہے ستر ہزار فرشتے اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں سب اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار اس نے تیرے لیے ملاپ کیا ہے اس کو اپنی رحمت سے ملا اگر تو طاقت رکھے کہ اپنے جسم کو اس کام میں لائے ایسا ضرور کر۔

اللہ کے لئے محبت کرنے کا اجر

(۲۲) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَعُمُدًا مِنْ يَاقُوْتٍ عَلَيْهَا غُرَفٌ مِنْ زَبَرْجَدٍ لَهَا اَبْوَابٌ مُفَتَّحَةٌ تُضِیْءُ كَمَا يُضِیْءُ الْكَوْكَبُ الدُّرِّیُّ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ يَسْكُنُهَا قَالَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰهِ وَالْمُتَجَالِسُوْنَ فِی اللّٰهِ وَالْمُتَلَاقُوْنَ فِی اللّٰهِ۔ رَوَى الْبَيْهَقِیُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلَاثَةَ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں یاقوت کے ستون ہیں ان پر زبرجد کے بالا خانے ہیں ان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور وہ اس طرح چمکتے ہیں جس طرح روشن ستارے چمکتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ان میں کون رہائش کریں گے فرمایا آپس میں اللہ کے لیے محبت کرنے والے اللہ کے لیے ہم نشینی کرنے والے اور اللہ کے لیے آپس میں ملاقات کرنے والے۔ تینوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے۔

بَابُ مَا يُنْهٰى عَنْهُ مِنَ التَّهَاجُرِ وَالتَّقَاطُعِ وَاتِّبَاعِ الْعَوْرَاتِ

ممنوع چیزوں یعنی ترک ملاقات، انقطاع تعلق اور عیب جوئی کا بیان

چند ممنوعہ چیزوں کا بیان:۔ یعنی یہ چند ممنوعہ چیزیں ہیں جن میں ترک ملاقات آپس میں ہجران و بائیکاٹ قطع تعلق اور عیب جوئی شامل ہے۔ "تہاجر" ہجرت اور ہجران ترک کرنے کے معنی میں ہے ہاجرہ اور ہجیرہ ترک کرنے اور چھوڑنے کے معنی میں آتا ہے اور" تقاطع" قطع تعلق اور کاٹنے اور بائیکاٹ کے معنی میں آتا ہے تقاطع کا لفظ گویا تہاجر کا ترجمہ اور اس کا بیان اور وضاحت ہے" دو مسلمانوں کا ایک

دوسرے سے تین دن سے زیادہ عرصہ تک سلام کلام بند کرنے اور قطع تعلق کا نام تہاجر ہے دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیں کہ اسلامی بھائی سے رو گردانی کرکے رکھنے کا نام تہاجر اور تقاطع ہے۔ عنوان میں ''من'' لاکر تبعیض کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ بعض حالات میں کسی حد تک تہاجر اور قطع تعلق کی اجازت ہوتی ہے جیسا کہ ابھی ابھی مندرجہ ذیل حدیث میں اس کی تفصیل آرہی ہے۔ ''العورات'' یہ عورۃ کی جمع ہے لغت میں عورت اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ظاہر ہونے سے آدمی عار اور شرم محسوس کرتا ہو اور دل سے چاہتا ہو کہ وہ چیز پوشیدہ رہے یہاں عورات سے پوشیدہ عیوب مراد ہیں یعنی لوگوں کے پوشیدہ عیوب کے پیچھے لگنا اچھی بات نہیں ہے۔ بلکہ منع ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... تین دن سے زیادہ خفگی رکھنا جائز نہیں

(۱) وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ یَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثِ لَیَالٍ یَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ هٰذَا وَیُعْرِضُ هٰذَا وَخَیْرُهُمَا الَّذِیْ یَبْدَأُ بِالسَّلَامِ. (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی آدمی کو جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ تک چھوڑ رکھے۔ دونوں آپس میں ملتے ہیں یہ بھی منہ پھیر لیتا ہے اور وہ بھی منہ پھیر لیتا ہے ان دونوں میں سے بہتر وہ شخص ہے جو سلام کے ساتھ ابتدا کرے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''فوق ثلاث'' یعنی تین دن سے زیادہ ترک تعلق کسی کیلئے حلال نہیں ہے اس حدیث میں تین دن کی قید لگانے سے معلوم ہوا کہ انسانی طبع اور غصہ وغضب کو پیش نظر رکھتے ہوئے تین دن تک ایک آدمی کیلئے ترک تعلق اور بائیکاٹ کی گنجائش ہے۔ غیرت وحمیت کے پیش نظر انسان تین دن تک اپنے غضب کے جذبات کی وجہ سے معذور ہے اس لئے کہ مزاج کی تندی اور بے صبری کا مادہ تین دن تک جوش میں رہتا ہے لہذا تین دن تک معذور سمجھا گیا ہے تین دن سے زیادہ قطع تعلق مزاج کی مغلوبیت نہیں بلکہ شرارت ہے اس لئے حرام ہے۔ تین دن تک معذور سمجھنے کی وجہ سمجھ بھی آتی ہے کیونکہ انسان مدنی الطبع ہے عام میل جول کی وجہ سے کبھی گالی سن لیتا ہے کبھی غیبت وچغلی سنتا ہے روزمرہ کے ان باہمی معاملات کی وجہ سے نزاع اور جھگڑے کی صورتیں پیدا ہوسکتی ہیں اس لئے تین دن تک قطع تعلق کی گنجائش ہے زیادہ نہیں۔ علامہ سیوطیؒ نے اس بات پر علماء کا اتفاق نقل کیا ہے کہ اگر کسی شخص کو یہ خوف ہو کہ اگر فلاں شخص سے ملاقات کروں گا یا عام لوگوں سے عام میل جول رکھوں گا تو اس سے مجھے دینی اور دنیوی نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے اور میرا قیمتی وقت بھی ضائع ہوسکتا ہے تو ایسے شخص کیلئے جائز ہے کہ وہ لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرے اور میل جول سے اجتناب کرے لیکن وہ اس کنارہ کشی میں لوگوں کی غیبت نہ کرے ان کی برائی نہ کرے اور ان سے کینہ وحسد نہ رکھے۔

اسی طرح دینی حمیت کی وجہ سے اور دینی غیرت کی بنیاد پر دین کے فائدہ کیلئے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کی گنجائش ہے کیونکہ یہ ترک موالات دین کیلئے بھی مفید ہے اور اس شخص کیلئے بھی مفید ہے جس سے ترک تعلق کیا گیا ہے چنانچہ حضرت کعب بن مالک ہلال بن امیہ اور حضرت مرارہؓ سے اہل مدینہ نے اور پیغمبر خدا نے پچاس دن تک مکمل قطع تعلق کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے تقریباً پونے تین ماہ تک قطع تعلق کیا تھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے بیٹے حضرت بلال سے زندگی بھر قطع تعلق کیا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے ایک عرصہ تک حضرت عبداللہ بن زبیر سے تعلق قطع کیا تھا غرضیکہ جب خواہش نفس نہ ہو کینہ وحسد نہ ہو صرف دینی حمیت وغیرت کیلئے قطع تعلق ہو تو یہ جائز ہے اسی طرح اہل بدعت واہواء سے ان کی بدعت کی وجہ سے قطع تعلق ضروری ہے دیگر بدعقیدہ لوگوں کا بھی یہی حکم ہے۔ تہاجر اور بائیکاٹ کی صورت میں جس نے سلام میں پہل کی وہ دوسرے سے افضل واعلیٰ بنے گا اگر بوقت قطع تعلق ایک نے سلام کیا اور دوسرے نے جواب نہیں دیا تو اب تقاطع کے گناہ سے سلام کرنے والا خارج ہوگیا دوسرا اس میں پڑا رہے گا اس پوری بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ ارتکاب قبیح کے بعد ادب اور زجر وتوبیخ وتنبیہ اور اصلاح کی غرض سے تین دن سے زیادہ تہاجر جائز ہے اور صرف بغض وعناد اور کینہ وحسد کی بنیاد پر حرام ہے اس بیان سے تمام احادیث میں تطبیق آجائے گی۔

ان باتوں سے ممانعت جن سے معاشرہ کی انفرادی اور اجتماعی زندگی فاسد ہوتی ہے

(۲) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْ وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْ عِبَادَاللّٰهِ اِخْوَانًا وَفِیْ رِوَایَةٍ وَلَا تَنَافَسُوْا (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی باتوں کا دروغ ترین ہے۔ خبر معلوم نہ کرو۔ جاسوسی نہ کرو کھوٹ نہ کرو اور حسد نہ کرو بغض نہ رکھو غیبت نہ کرو اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔ ایک روایت میں ہے حرص نہ کرو۔ (متفق علیہ)

تشریح: "ایاکم و الظن" یعنی بدگمانی سے بچو نیز گمان اور مفروضوں کی بنیاد پر باتیں بیان کرنے سے بچو کیونکہ اس طرح فرضی باتیں یا سنی سنائی باتیں بدترین جھوٹ ہیں اور "کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع" والی حدیث نے اس کو منع کیا ہے۔

"ولا تحسسواء" کسی کے احوال کی ٹوہ میں نہ پڑو اور دوسروں کی خبروں کی تلاش میں نہ رہو' ولا تجسسو'' اور کسی کی جاسوسی نہ کرو' تحسس اور تجسس کے فرق میں دو قول ہیں' پہلا قول یہ ہے کہ دونوں مترادف الفاظ ہیں معنی ایک ہی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تجسس اس ٹوہ اور کھوج کو کہتے ہیں جو دوسروں کی مدد اور تعاون سے ہو اور تحسس وہ ہے جو کسی کی مدد اور واسطہ سے نہ ہو بلکہ اپنی مدد آپ اپنے حواس کی بنیاد پر ہو مگر خفیہ طریقہ سے ہو جیسے کان لگا کر سننے کی کوشش کی یا خفیہ طور پر آنکھوں سے معلوم کیا۔ "ولا تناجشوا" تناجش کا یہ لفظ اصل میں شکار کو برانگیختہ کرنے اور بھگانے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے پھر اس کا اطلاق اس مصنوعی خریدار پر ہونے لگا جو گاہک پر قیمت بڑھانے کیلئے مصنوعی سودا لگاتا ہے اس جملہ کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ کسی کے سودے کو نہ بگاڑو۔ "ولا تحاسدو" یعنی حسد نہ کرو! حسد کی تعریف یہ ہے کہ دوسرے کی نعمت کے ازالہ کی تمنا کرے خواہ اسے ملے یا نہ ملے مگر دوسرے سے زائل ہو جائے۔ "ولا تباغضوا" ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو یعنی دینی اور دنیوی اعتبار سے ایسے اسباب پیدا نہ کرو جس سے بغض حسد جنم لیتا ہو۔ ''ولا تدابروا'' یعنی ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے برائی اور غیبت نہ کرو یہ ایک مطلب ہے۔ دوسرا مطلب ملا علی قاری نے یہ بیان کیا ہے کہ جب دو مسلمان ملتے ہوں تو قطع تعلق کی وجہ سے ایک دوسرے کو پیٹھ نہ دکھاؤ جیسا کہ عام عادت ہے کہ دو ناراض ساتھی منہ موڑ کر پیٹھ دکھا کر اعراض کرتے ہیں یہ مطلب زیادہ واضح ہے۔ "وکونوا عباداللہ" یعنی سب کے سب دینی مسلمان بھائی بن جاؤ یہ جملہ بطور خلاصہ اور نتیجہ ہے کیونکہ اوپر بیان کردہ مکروہ کام جب نہ ہوں تو خود بخود مسلمان بھائی بھائی بن جائیں گے کیونکہ سب کا رب ایک ہے نبی ایک ہے کتاب ایک ہے قبلہ ایک ہے مکمل اتحاد ہے۔ "ولا تنافسوا" یعنی حرص و لالچ کر کے دنیوی نفیس چیزوں میں دلچسپی لے کر ایک دوسرے سے آگے نہ بڑھو۔ ایک روایت میں یہ جملہ موجود ہے اب زیادہ واضح یہ ہے کہ یہ جملہ ولاتحاسدوا کے بعد ہو۔ (مرقات)

عداوت کی برائی

(۳) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَیَوْمَ الْخَمِیْسِ فَیُغْفَرُ لِکُلِّ عَبْدٍ لَایُشْرِکُ بِاللّٰهِ شَیْئًا اِلَّا رَجُلًا کَانَتْ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ اَخِیْهِ شَحْنَاءُ فَیُقَالُ اَنْظِرُوْا حَتّٰی یَصْطَلِحَا. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعرات اور جمعے کے دن جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ ہر بندے کو بخش دیا جاتا ہے جو اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو مگر وہ آدمی جس کے درمیان اور اس کے بھائی کے درمیان کینہ ہے کہا جاتا ہے ان دونوں کو مہلت دو یہاں تک کہ وہ صلح کر لیں۔ (روایت کیا اس مسلم نے)

تشریح: "الشحناء" آپس میں بدترین قسم کی عداوت کو شحناء کہتے ہیں یہ انسان کیلئے اتنی بڑی تباہی ہے کہ شرک کے علاوہ بڑے بڑے

گناہ معاف کئے جاتے ہیں مگر یہ گناہ معاف نہیں کیا جاتا۔ پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت عام ہو جاتی ہے لیکن یہ دو آدمی جو آپس میں بغض وعداوت رکھتے ہیں ان کا یہ گناہ معاف نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ جب تک یہ دونوں آپس میں صلح اور معافی تلافی نہیں کرتے میں ان کو پیر اور جمعرات والے دنوں میں بھی معاف نہیں کروں گا۔ "النظروا" باب افعال سے امر کا صیغہ ہے انتظار اور مہلت دینے کے معنی میں ہے ساتھ والی حدیث میں اترکوا کے الفاظ آئے ہیں۔ ''یصطلحا'' صلح کرنے کے معنی میں ہے ساتھ والی روایت میں یفیئا ہے جو رجوع کے معنی میں ہے یعنی ان کو مؤخر کر کے چھوڑ دو جب تک خود صلح نہیں کریں گے میں معاف نہیں کروں گا۔

(۴) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُ اَعْمَالُ النَّاسِ فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ اِلَّا عَبْدًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ اتْرُكُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَفِيْئَا. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر جمعہ میں دو مرتبہ سوموار اور جمعرات کے دن اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ ہر ایماندار شخص کو بخش دیا جاتا ہے مگر وہ بندہ کہ اس کے اور اس کے مسلمان بھائی کے درمیان دشمنی ہو۔ کہا جاتا ہے ان دونوں کو چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ آپس میں دشمنی سے باز آ جائیں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

دروغ مصلحت آمیز

(۵) وَعَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ مُعَيْطٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّا سِ وَيَقُوْلُ خَيْرًا وَيَنْمِيْ خَيْرًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ قَالَتْ وَلَمْ اَسْمَعْهُ تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَخِّصُ فِيْ شَيْءٍ مِّمَّا يَقُوْلُ النَّاسُ كَذِبٌ اِلَّا فِيْ ثَلٰثٍ الْحَرْبُ وَالْاِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيْثُ الرَّجُلِ امْرَاَتَهٗ وَحَدِيْثُ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا ذُكِرَ حَدِيْثُ جَابِرٍ اِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ اَيِسَ بِيْ بَابِ الْوَسْوَسَةِ.

ترجمہ: حضرت ام کلثوم بنت عقبی بن ابی معیط رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جھوٹا وہ شخص نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان اصلاح کرے اور نیک بات کہے اور پہنچائے (متفق علیہ) مسلم نے زیادہ کیا ہے اور ام کلثوم نے کہا ہے اور میں نے آپ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ آپ جھوٹ کے متعلق رخصت دیتے ہوں مگر تین باتوں میں لڑائی میں لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے میں اور آدمی اپنی بیوی یا بیوی اپنے خاوند سے کوئی بات کرے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کے الفاظ ہیں ان الشیطان قدایس باب الوسوسہ میں گذر چکی ہے۔

تشریح: ''بھلی بات پہنچائے''۔ یعنی صلح کرانے والا شخص دونوں فریقوں میں سے ہر ایک کی طرف سے دوسرے فریق کو وہ بات پہنچائے جو حقیقت میں اس فریق نے نہ کہی ہو اور وہ بات اس طرح کی ہو جس سے دونوں کے درمیان صلح و دوستی کے جذبات پیدا کرنے میں مدد ملتی ہو مثلاً وہ دونوں فریق میں سے کسی کے پاس جائے اور اس سے یوں کہے کہ تم اس (دوسرے فریق) سے خواہ مخواہ کی عداوت رکھتے ہو حالانکہ وہ تمہارا بڑا خیر خواہ ہے اور تمہارے حق میں اچھی بات کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کہتا اس نے تمہیں سلام کہا ہے اور تمہارے تئیں دوستی و خیر سگالی کے جذبات کا اظہار کیا ہے۔

جنگ کی حالت میں جس جھوٹ بولنے کی اجازت ہے اس کا تعلق ایسی باتیں کہنے سے ہے جن سے مسلمانوں کی طاقت وقوت کا اظہار ہوتا ہو اپنے لشکر کے لوگوں کا حوصلہ بڑھتا ہو اور ان کے دل قوی ہوتے ہوں اور دشمن کے لشکر کا فریب کھا جانا ممکن ہو اگرچہ وہ باتیں حقیقت کے بالکل ہی خلاف کیونکر نہ ہوں مثلاً یوں کہا جائے کہ ہمارے لشکر کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ دشمن کا لشکر کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا اور ہمارے لشکر کی مدد کیلئے مزید کافی کمک آ رہی ہے یا اپنے سامنے کھڑے ہوئے دشمن سے یوں کہا جائے کہ دیکھ سنبھل فلاں شخص تجھے ختم کر دینے کیلئے تیرے پیچھے آ پہنچا ہے اور پھر جب وہ پیچھے مڑ کر دیکھنے لگے اور اس کا دھیان سامنے سے ہٹ جائے تو موقع سے فائدہ اٹھا کر اس پر وار کر دیا جائے۔

میاں بیوی کی باتوں میں جھوٹ کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً میاں بیوی سے یا بیوی میاں سے اپنے اتنے زیادہ پیار ومحبت کا اظہار کرے جو حقیقت کے خلاف ہو اور اس سے مقصد یہ ہو کہ آپس میں محبت والفت زیادہ بڑھے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ.... تین موقعوں پر جھوٹ بولنا جائز ہے

(۶) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَحِلُّ الْكَذِبُ اِلَّا فِيْ ثَلٰثٍ كَذِبُ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ لِيُرْضِيَهَا وَالْكَذِبُ فِي الْحَرْبِ وَالْكَذِبُ لِيُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ (رواہ مسند احمد بن حنبل والجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹ بولنا تین باتوں کے علاوہ جائز نہیں ہے آدمی اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لیے جھوٹ بولے اور لڑائی میں جھوٹ بولے اور لوگوں میں صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولے۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے۔

تین دن سے زیادہ خفگی نہ رکھو

(۷) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَكُوْنُ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ مُسْلِمًا فَوْقَ ثَلٰثَةٍ فَاِذَا لَقِيَهُ سَلَّمَ عَلَيْهِ ثَلٰثَ مِرَارٍ كُلُّ ذَالِكَ لَا يَرُدُّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَآءَ بِاِثْمِهٖ. (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان آدمی کے لیے لائق نہیں کہ تین دن سے زیادہ تک اپنے بھائی سے بولنا چھوڑ دے۔ جب ملاقات کرے اس کو سلام کہے تین مرتبہ ہر بار وہ اس کو جواب نہیں دیتا ہے وہ اس کے گناہ سے پھرا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

ترک تعلق کی حالت میں مرجانے والے کے بارے میں وعید

(۸) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ الْمُسْلِمِ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ. (رواہ مسند احمد بن حنبل و ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان شخص کے لیے حلال نہیں کہ تین دن سے زیادہ تک کے لیے اپنے بھائی کو چھوڑ دے جس نے تین دنوں سے زیادہ تک اپنے بھائی کو چھوڑے رکھا وہ مرگیا آگ میں داخل ہوگا۔ (احمد)

ایک برس تک کسی مسلمان سے ملنا جلنا چھوڑے رکھنا بہت بڑا گناہ ہے

(۹) وَعَنْ اَبِيْ خِرَاشٍ السُّلَمِيِّ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ هَجَرَ اَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهٖ.

ترجمہ: حضرت ابوخراش اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا جس نے ایک سال تک اپنے بھائی سے ملاقات ترک کردی گویا کہ اس کے خون بہانے کی مانند ہے۔ (روایت کیا اسکو ابوداؤد نے)

تین دن کے بعد ناراضگی ختم کردو

(۱۰) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلٰثٍ فَاِنْ مَرَّتْ بِهٖ ثَلٰثٌ فَلْيَلْقَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ فَاِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِي الْاَجْرِ وَاِنْ لَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَآءَ بِالْاِثْمِ وَخَرَجَ الْمُسْلِمُ مِنَ الْهِجْرَةِ. (رواہ سنن ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی ایماندار شخص کے لیے جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ تک کسی ایماندار کو چھوڑے اگر تین دن گذر جائیں اس کو ملے اس کو سلام کہے اگر وہ سلام کا جواب دیدے ثواب میں شریک ہوئے اگر سلام کا جواب نہ دے گناہ کے ساتھ پھرا سلام کرنے والا ترکِ ملاقات کے گناہ سے نکل گیا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

صلح کرانے کی فضیلت

(۱۱) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ وَالصَّلٰوةِ قَالَ قُلْنَا بَلٰى قَالَ اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ هِىَ الْحَالِقَةُ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو ایک ایسے عمل کی خبر نہ دوں جو روزے نماز اور صدقے سے افضل ہے ہم نے کہا کیوں نہیں۔ فرمایا دو شخصوں کے درمیان صلح کروانا اور دو شخصوں کے درمیان فساد ڈالنا مونڈنے والی بات ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے اور اس نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: "بافضل" یعنی نماز روزہ اور صدقہ کی مجموعہ عبادات سے اصلاح ذات البین افضل عمل ہے۔ بعض علماء نے نماز روزہ اور صدقہ سے نفلی عبادات مراد لی ہیں کہ ان نفلی عبادات سے اصلاح ذات البین افضل ہے لیکن ملاعلی قاری فرماتے ہیں کہ راجح یہ ہے کہ ان اعمال سے فرض اعمال مراد ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ مثلاً دو آدمی آپس میں شدید مخالف ہیں ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا جس سے بڑے بڑے فتنے پیدا ہو گئے اور مزید فتنوں کے پیدا ہونے کا امکان ہے تو ایسی صورت میں ان دو مخالفین کے درمیان صلح کرانا فرائض سے زیادہ اہم ہے کیونکہ فرض اگر ساقط ہو جائے تو اس کا تدارک اور قضا کرنا ممکن ہے لیکن خون جب گر گیا اور آدمی مر گیا تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ "وفساد ذات البین" یہ مبتداء ہے اور "ھی الحالقة" اس کی خبر ہے حالقہ مونڈنے کے معنی میں ہے مگر بال مونڈ نا مراد نہیں ایمان مونڈ نا مراد ہے جس طرح ساتھ والی حدیث میں تصریح ہے۔

حسد اور بغض کی مذمت

(۱۲) وَعَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَبَّ اِلَيْكُمْ دَاءُ الْاُمَمِ قَبْلَكُمُ الْحَسَدُ وَ الْبَغْضَاءُ هِىَ الْحَالِقَةُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ. (رواه مسند احمد بن حنبل الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے لوگوں کی بیماری تم میں آگئی ہے اور وہ بیماری حسد اور بغض ہے یہ مونڈنے والا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ بالوں کو مونڈتا ہے بلکہ دین مونڈتا ہے۔ (روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے)

حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے

(۱۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ يَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ (رواه ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا حسد سے بچو حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "یاکل الحسنات" یعنی حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے اس حدیث سے معتزلہ نے بے جا استدلال کیا ہے کہ برے اعمال سے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور ارتکاب معصیت سے اچھے اعمال بلکہ ایمان مٹ جاتا ہے۔

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حسد نیکیوں کے حسن اور اس کے کمال کو مٹا دیتا ہے اصل اعمال کو نہیں مٹاتا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حسد اور شرارت

کی وجہ سے قیامت کے روز حاسد کے اچھے اعمال محسود کو دیئے جائیں گے گویا حسد نے اس کے اعمال کو کھا لیا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا میں نامۂ اعمال سے اس کے اعمال مٹائے جائیں گے اگر ایسا ہو گیا تو پھر قیامت میں حساب کتاب کا کیا مطلب ہوا جبکہ فیصلہ دنیا ہی میں ہو گیا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حاسد جب حسد کرتا رہتا ہے تو اس کو خود نیک اعمال کی توفیق نہیں ہوتی بلکہ نیک اعمال کے کرنے سے محروم رہتا ہے گویا حسد نے اس کی استعداد ہی کو خراب کر دیا اس طرح گویا حسد نے اس کے سارے اچھے اعمال چاٹ لئے یہ جواب اچھا ہے۔

دو آدمیوں کے درمیان برائی ڈالنے کی مذمت

(۱۴) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَسُوْءَ ذَاتِ الْبَيْنِ فَاِنَّهَا الْحَالِقَةُ. (رواه الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں دو شخصوں کے درمیان برائی ڈالنے سے بچو کیونکہ یہ بات دین کو تباہ کر دینے والی ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

(۱۵) وَعَنْ اَبِيْ صِرْمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ضَارَّ ضَارَّ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت ابو صرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کو ضرر پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ضرر پہنچائے گا اور جو شخص کسی کو مشقت میں ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو مشقت میں ڈالے گا۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ اور ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

کسی مسلمان کو ضرر پہنچانے والے کے بارے میں وعید

(۱۶) وَعَنْ اَبِيْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعْلُوْنٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا اَوْمَكَرَبِهٖ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان آدمی کو نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر کرے وہ ملعون ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

کسی مسلمان کو اذیت پہنچانے، عار دلانے اور اس کی عیب جوئی کرنے کی ممانعت

(۱۷) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ فَنَادٰى بِصَوْتٍ رَفِيْعٍ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ مَنْ اَسْلَمَ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ يَفْضِ الْاِيْمَانُ اِلٰى قَلْبِهٖ لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تُعَيِّرُوْهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَاِنَّهٗ مَنْ يَّتَّبِعْ عَوْرَةَ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ يَّتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِيْ جَوْفِ رَحْلِهٖ. (رواه الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور بلند آواز سے لوگوں کو فرمایا اے ان لوگوں کے گروہ جو اپنی زبان کے ساتھ اسلام لائے ہیں اور ایمان ان کے دل تک نہیں پہنچا مسلمان کو ایذا نہ پہنچاؤ اور ان کو عار نہ دلاؤ ان کے عیوب تلاش نہ کرو جو اپنے مسلمان بھائی کے عیب تلاش کرے گا اللہ اس کا عیب ڈھونڈے گا اور جس کا عیب اللہ نے ڈھونڈا اس کو رسوا کرے گا اگر چہ وہ اپنے گھر کے درمیان ہو۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: "یامعشر المسلمین" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کے تحت منافقین بھی آ گئے اور وہ مسلمان بھی آ گئے جو ایمان کے باوجود فسق و فجور میں مبتلا ہوں علامہ طیبی نے اس خطاب کو صرف منافقین کے ساتھ خاص کیا ہے مگر حدیث کے ظاہری مفہوم اور سیاق و سباق سے تخصیص نہیں بلکہ عموم معلوم ہوتا ہے۔

... مجرم ... یعنی ان کو عار دلانے کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص نے گناہ کیا اور پھر توبہ کی اور نیک بن گیا اب ایک عار دلانے والا اس کو عار دلائے اور پرانا عیب یاد دلا کر اس کو ذلیل کرتا ہے یہ ناجائز ہے ہاں اگر وہ شخص عادی مجرم ہے اور فی الحال بھی اسی پرانے گناہ میں آلودہ پڑا ہے اور اس کا نقصان متعدی ہے تو پھر اصلاح کی غرض سے تنبیہ اور زجر و توبیخ اور عار دلانا جائز ہے۔ ''یتبع الله'' یعنی جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیوب کی تلاش میں لگا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے عیوب کے ظاہر کرنے کے پیچھے پڑ جائے گا اور ان سے درگزر نہیں فرمائے گا بلکہ عوام الناس کے سامنے اس کے ایک ایک عیب کھول کر اس کو رسوا کر دے گا اگرچہ وہ شخص چھپنے کی غرض سے اپنے کجاوہ کے بیچ میں جا کر چھپ جائے۔

کسی مسلمان کی عزت وآبرو کو نقصان پہنچانے کی مذمت

(۱۸) وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَرْبَى الرِّبٰوا الْاِسْتِطَالَةُ فِيْ عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا سب سے بڑھ کر سود بغیر حق کے مسلمان آدمی کی عزت میں زبان درازی کرنا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: ''اربی الربوا'' ربوا لغت میں زیادت اور تجاوز کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ملا علی قاری کے قول کے مطابق یہاں ربوا ناجائز تجاوز اور ناجائز زیادت کے معنی میں استعمال ہوا ہے مطلب یہ ہوا کہ ہر ناجائز تجاوز گناہ ہے لیکن کسی مسلمان کی عزت اور ناموس میں زبان درازی اور تجاوز کرنا سب سے زیادہ برا اور بڑا گناہ ہے کیونکہ عقلاء کے نزدیک مال کی حفاظت سے عزت کی حفاظت زیادہ اہم ہوتی ہے حضرت حسان کا قول دیوان حماسہ میں اس طرح ہے۔

اصون عرضی بمالی لا ادنسله　　لا بارک الله بعد العرض فی المال

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں بطور مبالغہ عزت و آبرو کو مال میں داخل کر دیا گیا ہے پھر ربا کی دو قسمیں بنا کر بیان کی گئی ہیں۔ پہلی قسم تو وہی مشہور شرعی ربا ہے وہ یہ کہ مدیون سے مالی معاملہ میں عوض کے بغیر زیادہ مال لیا جائے دوسرا غیر معروف ربا ہے وہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کی عزت و ناموس میں زبان درازی اور تجاوز کیا جائے اس حدیث میں ربا کی ان دو قسموں میں سے بدترین قسم ربا اس کو کہا گیا ہے جو زبان درازی کی وجہ سے ہو۔ (طیبی)

اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ کسی ترجیحی مصلحت کے بغیر ناروا طریقہ سے کسی مسلمان کے بارے میں اپنی زبان سے برے الفاظ نکالنا اس کی غیبت کرنا اس کے ساتھ تکبر کا معاملہ کرنا اور اپنی بڑائی جتانے کیلئے اس کی تحقیر کرنا اس کی عزت و آبرو پامال کرنا یہ ایسا گناہ ہے کہ مالی سود سے شناعت و قباحت میں بڑھ کر ہے۔ ''بغیر حق'' حدیث میں ناحق زبان درازی کی قید لگائی گئی ہے اس سے برحق زبان درازی کی اجازت کی گنجائش نکلتی ہے مثلاً مالدار مقروض قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرتا ہے اس پر زبان درازی جائز ہے یا گواہوں پر جرح ہے یا راویان حدیث پر ارباب الجرح والتعدیل کی سخت تنقید کا معاملہ ہے یا ایسے بدعتی شخص پر تنقید کا معاملہ ہے جس کی بدعت کی شرارت متعدی ہو یا کسی فسادی اور فتنہ باز کے فتنہ وفساد پر تنبیہ کرنی ہو تو اس قسم کی زبان درازی ممنوع نہیں ہے۔

کسی کی ناحق آبرو کرنا اس کا گوشت کھانے کے مرادف ہے

(۱۹) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا عُرِجَ بِيْ رَبِّيْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ اَظْفَارٌ مِّنْ نُحَاسٍ يَخْمِشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ فَقُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ وَيَقَعُوْنَ فِيْ اَعْرَاضِهِمْ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھ کو معراج کرائی گئی میں ایک قوم کے پاس سے گذرا اس کے تانبے کے ناخن تھے اور اپنے چہروں اور سینوں کو نوچتے تھے میں نے کہا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں اس نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے ہیں اور ان کی ابرو میں پڑتے ہیں۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد)

کسی آدمی کی بے آبروئی کرنے والے کے بارے میں وعید

(۲۰) وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَكَلَ بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ اُكْلَةً فَاِنَّ اللّٰهَ يُطْعِمُهُ مِثْلَهَا مِنْ جَهَنَّمَ وَمَنْ كَسٰى ثَوْبًا بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَكْسُوْهُ مِثْلَهُ مِنْ جَهَنَّمَ وَمَنْ قَامَ بِرَجُلٍ مَقَامَ سَمْعَةٍ وَرِيَاءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَقُوْمُ لَهُ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَ رِيَاءٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت مستورد رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا جو شخص غیبت کے سبب کسی مسلمان کا لقمہ کھائے اللہ اس کو جہنم سے اس کی مثل کھلائے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی اہانت کی وجہ سے لباس پہنایا جائے اللہ تعالیٰ اس کی مثل جہنم سے اس کو لباس پہنائے گا اور جو شخص کسی مسلمان کو سنانے اور دکھلانے کے مقام میں کھڑا کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو کھڑا کرنے اور سنانے کے مقام میں کھڑا کرے گا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "اکل برجل مسلم" اس حدیث میں چند جملے ہیں جن کا سمجھانا اور سمجھنا بہت ضروری ہے پہلا جملہ" من اکل برجل مسلم" اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص سے دوسرے شخص کی بنتی نہیں ہے بیچ میں ایک تیسرا شخص جا کر ان میں سے ایک کے سامنے دوسرے کی برائی بیان کرتا ہے اس کی غیبت کرتا ہے اور اس عیب جوئی اور غیبت کے سبب اس سے کھانا حاصل کر کے کھاتا ہے اور وہ بھی خوب کھلاتا ہے کیونکہ اس کے مخالف کی خوب برائی بیان کی جارہی ہے تو اس کھانے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس برائی بیان کرنے والے کو جہنم سے کھانا کھلائے گا۔ برجل میں حرف با سببیت کیلئے ہے۔

"ومن کسی ثوبا برجل" کسیٰ کا صیغہ اگر معلوم پڑھا جائے تو اس کا ترجمہ و مطلب یہ ہوگا کہ کسی مسلمان کی تحقیر و اہانت کے بدلے میں اہانت کرنے والے کو کپڑا پہنائے تو اللہ تعالیٰ اس تحقیر کرنے والے کو دوزخ کا لباس پہنائے گا اور اگر یہ صیغہ مجہول کا ہے تو ترجمہ اس طرح ہوگا کہ جو شخص کسی مسلمان بھائی کی تحقیر و توہین کے عوض کپڑا پہنایا جائے تو اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں کپڑا پہنائے گا یہ ترجمہ اور مطلب زیادہ واضح ہے۔ برجل میں حرف با سببیت کیلئے ہے۔"ومن قام برجل" اس میں حرف با سببیت کیلئے بھی ہوسکتا ہے اور تعدیت کیلئے زائد بھی ہوسکتا ہے اگر سببیت کے لئے ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ ایک شخص خود نمود و نمائش کے مقام پر کھڑا ہو گیا اپنی تعریفیں کرنے لگا تقویٰ اور صلاح کو دکھاتا رہا اور اپنے منہ میاں مٹھو بنا رہا تا کہ اس کو کوئی مالدار آدمی دیکھ لے اور اس کا معتقد بن جائے اور اس کو اس مالدار سے مال و جاہ حاصل ہو جائے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو قیامت کے دن رسوائی کے مقام پر کھڑا کر دے گا عربی عبارت اس طرح ہوگی" من قام مقام السمعة والریاء لاجل رجل صاحب مال" اور اگر با زائد ہو صرف تعدیت کیلئے ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جس شخص نے کسی دوسرے شخص کو نام و نمود اور دکھاوے کے مقام پر کھڑا کر دیا اور خود اس کی تعریف شروع کر دی کہ یہ شخص اتنا بڑا بزرگ ہے فلاں ہے اور فلاں ہے اس سے اصلاح کا تعلق قائم کرو اس کے مرید بنو اس طرح تعریف کر کے اس کی آڑ میں اپنی دنیا بنا رہا ہے جس طرح آج کل ہو رہا ہے کہ پیراں نمی پرند مریداں می پرانند

اس حدیث کا یہ مطلب شیخ مظہرؒ نے بیان کیا ہے جس کو ملا علی قاری نے نقل کیا ہے عربی عبارت اس طرح ہوگی۔"ومن اقام رجلا مقام السمعة" بہرحال اس جملہ کے کئی مطلب بیان کئے جاسکتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص یا اپنی تعریف خود کرتا ہے تا کہ دنیا داروں سے مال کمائے یہ بھی تباہ حال ہے یا کسی بزرگ کی وجہ سے اپنی دکان چمکاتا ہے یہ بھی تباہ حال ہے یا کسی اور کو اپنی تعریف میں لگاتا ہے یہ بھی تباہ حال ہے یا کسی عالم محدث یا کسی پیر فقیر کا لبادہ اوڑھ کر بڑا بزرگ بن کر آتا ہے اور مال بٹورتا ہے یہ سب دنیا کے طالب نمائشی ہیں مطلوب صرف دنیا ہے رنگ الگ الگ ہے کسی نے خوب کہا

وما الرزق الاطائر اعجب الوریٰ   فمدت له من کل فن حبائل

دنیا کا مال و متاع ایک خوشنما پرندہ ہے جس نے سب کو حیران کر رکھا ہے تو اس کے پکڑنے کیلئے ہر طرح کے جال بچھائے گئے ہیں۔

اللہ کے ساتھ حسن ظن کی فضیلت

(۲۱) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ. (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک گمان رکھنا عبادت حسنہ میں سے ہے۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد نے۔

تشریح: ''حسن الظن'' اس حدیث کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے متعلق اچھا گمان قائم کرنا اچھی عبادتوں میں سے بہترین عبادت ہے' اچھا گمان یہ ہے کہ عبادت کرتے ہوئے مغفرت کا گمان ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت و مہربانی کا خوب یقین ہو یہ مطلب نہیں کہ عبادت کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ گمان پکا تا رہے کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے معاف کر دے گا یہ شیطان کا دھوکہ ہے' بہر حال حدیث کا یہ مطلب ایک احتمال ہے' ظاہر حدیث میں اس طرح تفصیل نہیں ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے متعلق اچھا گمان قائم کرنا اور بدگمانی سے بچنا یہ بہترین عبادت ہے شیخ عبدالحق محدث دھلوی اور علامہ طیبی نے یہی مطلب بیان کیا ہے' علامہ طیبی فرماتے ہیں۔

''یعنی اعتقاد الخیر والصلاح فی حق المسلمین عبادۃ' حدیث کا یہ مطلب واضح تر بلکہ متعین معلوم ہوتا ہے۔

ایک زوجہ مطہرہ کی بدگوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی

(۲۲) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ اعْتَلَّ بَعِیْرٌ لِصَفِیَّةَ وَعِنْدَ زَیْنَبَ فَضْلُ ظَهْرٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِزَیْنَبَ اَعْطِیْهَا بَعِیْرًا فَقَالَتْ اَنَا اُعْطِیْ تِلْکَ الْیَهُوْدِیَّةَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرَ هَا ذَا الْحَجَّةِ وَالْمُحَرَّمَ وَبَعْضَ صَفَرٍ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ذُکِرَ حَدِیْثُ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ مَنْ حَمٰی مُؤْمِنًا فِیْ بَابِ الشَّفَقَةِ وَالرَّحْمَةِ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک زائد اونٹ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب رضی اللہ عنہا سے کہا اپنا اونٹ صفیہ رضی اللہ عنہا کو دے دے اس نے کہا میں اس یہودیہ کو دیتی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سخت ناراض ہوئے اس کو ذی الحجۃ' محرم اور صفر کا کچھ حصہ تک چھوڑے رکھا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور معاذ بن انس کی حدیث جس کے لفظ ہیں من حمیٰ مومنا باب الشفقة و الرحمة میں گذر چکی ہے۔

تشریح: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جنگ خیبر کے موقع پر مسلمانوں کے ہاتھ آئی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کیا اور ان سے نکاح کیا کھانے پکانے میں ماہرہ تھیں اس وجہ سے دیگر ازواج مطہرات کی طرف سے گاہ گاہ کچھ کلمات سننے کو ملتے تھے۔ حضرت صفیہ' حیی بن اخطب یہودی کی بیٹی اور ابوالحقیق یہودی کی بیوی تھیں اور حضرت ہارون کی اولاد میں سے تھیں اسی وجہ سے ان کو یہودیت کا طعنہ ملا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے ایک موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ سے فرمایا تم اس طعنہ کا یہ جواب دو کہ میں ایک نبی کی بیٹی ہوں اور دوسرے نبی کی بیوی ہوں تم میں سے کون میرا مقابلہ کر سکتی ہے؟ ''فضل ظهر'' یعنی زائد سواری تھی جو فارغ تھی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ.... قسم کا بہر حال اعتبار کرو

(۲۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ رَجُلًا یَسْرِقُ فَقَالَ لَهٗ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ سَرَقْتَ قَالَ کَلَّا وَالَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَقَالَ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَکَذَّبْتُ نَفْسِیْ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا وہ چوری کر رہا ہے عیسیٰ بن مریم نے اسے کہا تو چوری کر رہا ہے اس نے کہا نہیں اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود

نہیں۔عیسیٰ علیہ السلام نے کہا میں اللہ کے ساتھ ایمان لایا اور اپنے نفس کو جھٹلایا۔(روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''کذبت نفسی'' حضرت عیسیٰ نے چور کی زبان سے جب اللہ تعالیٰ کی تعریف اور پھر اس بزرگ و برتر بادشاہ کے نام کی قسم سن لی تو اپنے مشاہدہ سے پیچھے ہٹ گئے اور اللہ تعالیٰ کے نام کا احترام کیا۔اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی جھوٹی قسم بھی کھائے تو سننے والے کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کا احترام رکھ کر اس قسم کا اعتبار کرے۔

حسد اور افلاس کی برائی

۲۴) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا وَّكَادَ الْحَسَدُ اَنْ يَّغْلِبَ الْقَدَرَ. اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نزدیک ہے کہ فقر کفر ہو جائے اور نزدیک ہے کہ حسد تقدیر پر غالب آجائے۔روایت کیا اس کو بیہقی نے۔

تشریح: ''ان یکون کفرا'' یعنی قریب ہے کہ فقر و فاقہ آدمی کو کفر تک پہنچا دے یہ بڑی آزمائش ہے کیونکہ فقر و فاقہ کی وجہ سے یہ احتمال ہے کہ بے صبری اور خدا کی ناشکری ہو جائے' چوری ہو جائے' حرام خوری ہو جائے' اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کم ہو جائے اور اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہو جائے تو اس طرح یہ فقر و فاقہ آدمی کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔اور اگر صبر و شکر ہو' اللہ تعالیٰ کی قضاء پر رضا ہو یقین و بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہو قناعت ہو تو اس اعتبار سے فقر و فاقہ کی بڑی فضیلت آئی ہے کیونکہ ارشاد ہے اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ.

عذر خواہی کو قبول کرو

(۲۵) وَعَنْ جَابِرٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اعْتَذَرَ اِلٰى اَخِيْهِ فَلَمْ يَعْذِرْهُ اَوْلَمْ يَقْبَلْ عُذْرَهُ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ خَطِيْئَةِ صَاحِبِ مَكْسٍ. رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ الْمَكَّاسُ الْعُشَّارُ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جو شخص اپنے کسی بھائی کی طرف عذر بیان کرے وہ اس کا عذر قبول نہ کرے اس پر صاحب مکس کی مانند گناہ ہوتا ہے۔ان دونوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے اور کہا کہ مکاس عشر لینے والا ہے۔

تشریح: ''صاحب مکس'' محصول اور چنگی کو مکس کہتے ہیں اس کے وصول کرنے والے کو مکاس' صاحب مکس اور پٹواری اور عشار کہتے ہیں یہ شخص بھی کوئی عذر قبول نہیں کرتا اس لئے عذر قبول نہ کرنے والے شخص کے گناہ کی تشبیہ صاحب مکس کے ساتھ دیدی گئی ہے ایک حدیث میں ہے کہ مسلمان کے عذر کو قبول نہ کرنے والا شخص حوض کوثر پر بھی نہیں جاسکے گا۔لہٰذا اس حدیث کی تعلیم یہ ہے کہ مسلمان بھائی کے عذر کو قبول کرنا چاہیے۔

والعذر عند کرام الناس مقبول ومن دق باب کریم فتح

بَابُ الْحَذْرِ وَالتَّانِّيْ فِي الْاُمُوْرِ... معاملات میں احتراز اور توقف کرنے کا بیان

''الحذر'' حذر حا اور ذال پر زبر ہے اور را ساکن ہے چوکنا اور بیدار مغز رہنے کے معنی میں ہے جو غفلت اور کسل وحماقت کی ضد ہے۔''تانی'' تاخر و توقف اور اچھی طرح غور کرنے کے معنی میں ہے جس کو وقار اور سنجیدگی بھی کہتے ہیں جو جلد بازی کی ضد ہے۔

اس پورے عنوان کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ زمانہ کے شر و فساد اور لوگوں کی آفات و بلیات سے اپنے آپ کو بچائے رکھے اور ہر وقت اپنے معاملات میں چوکنا' متیقظ اور بیدار مغز رہے تاکہ نہ اس کو کوئی دھوکہ دے سکے اور نہ وہ کسی کو دھوکہ دے جیسا ایک صحابی نے حضرت عمر فاروق کے بارے میں ایک غیر مسلم بادشاہ کے سوال کے جواب میں کہا کہ ''امیرنا لا یخدع ولا یخدع'' ہمارا امیر نہ کسی کو دھوکہ دیتا ہے اور نہ کسی سے دھوکہ کھاتا ہے۔

اسی طرح ایک مسلمان کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عُجب' خود پسندی اور جلد بازی سے اجتناب کرے' سنجیدگی اور وقار کو اختیار کرے اور اپنے ہر کام میں خوب غور وخوض کر کے پھر اقدام کرے۔ غرضیکہ ہر معاملہ میں راہِ اعتدال اختیار کرے خواہ دنیوی معاملہ ہو یا اُخروی معاملہ ہو، کسی نے خوب کہا ہے

آسائشِ دو گیتی تفسیرِ ایں دو حرف است　　　با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

یعنی دنیا و آخرت کی راحت اس میں ہے کہ دوستوں سے نرمی کرو اور دشمنوں سے نبھائے رکھو۔ کسی نے کہا ہے

انسان کو چاہیے کہ نہ بولے کسی سے سخت　　　اس واسطے زبان میں کوئی استخواں نہیں

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ..... ایک حکیمانہ اصول

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَیْنِ (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں کاٹا جاتا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "لا یلدغ" یعنی مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔ اس ارشاد گرامی کا پس منظر اس طرح ہے کہ جنگ بدر کے قیدیوں میں ایک شاعر بھی گرفتار ہو کر مدینہ لایا گیا تھا جس کا نام ابوعزہ جمحی تھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی دینے اور مفت رہا کرنے کی درخواست کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس شرط پر معاف کر دیا کہ آئندہ مسلمانوں کے خلاف نہ جنگ میں آؤ گے اور نہ اشعار سے ان کی مذمت کرو گے۔ اس نے عہد و پیمان کیا لیکن ابوسفیان کے بھڑکانے پر یہ شاعر پھر بھڑک اٹھا اور اپنے اشعار کے ذریعہ قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے لگا اور خود کفار کے لشکروں کے ساتھ جنگ احد میں آ گیا وہاں دوبارہ گرفتار ہو گیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا تو اس نے پھر معافی کی درخواست کی اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب ایسا نہیں ہو سکتا تم پھر اہل مکہ کے پاس جا کر مونچھوں کو تاؤ دو گے اور کہو گے کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دو دفعہ دھوکہ دیا' مسلمان ایک جگہ اور ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جا سکتا۔ یہ کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا چنانچہ وہ بدبخت جہنم رسید ہو گیا۔ اس حدیث سے مسلمانوں کو خارجہ اور داخلہ پالیسی کے لئے اس طرح جنگ اور صلح کے لئے بیشمار حکیمانہ اصول فراہم ہو جاتے ہیں کاش کوئی غور کرے اور اس کو اپنا لے۔

حلم و بردباری اور توقف و آہستگی

(۲) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَشَجِّ عَبْدِ الْقَیْسِ اِنَّ فِیْکَ لَخَصْلَتَیْنِ یُحِبُّهُمَا اللّٰهُ الْحِلْمُ وَالْاَنَاةُ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشج عبدالقیس سے کہا تجھ میں دو خصلتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں ایک بردباری اور دوسرا وقار۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "لا شج" عبدالقیس ان کے بڑے دادا کا نام تھا جس کے نام سے قبیلہ مشہور ہوا یا اس وفد کے بڑے لیڈر کا نام عبدالقیس تھا یہ وفد راجح قول کے مطابق ایک دفعہ ۵ ھ کو مدینہ منورہ آیا تھا اور دوسری دفعہ ۹ ھ کو آیا تھا ۴۰ آدمیوں پر مشتمل تھا' اشج عبدالقیس کا نام منذر بن حیان تھا۔ بہرحال مدینہ پہنچنے پر وفد کے لوگوں نے دوڑ دوڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا لیکن اشج نے پہلے سامان سنبھالا پھر کپڑے تبدیل کئے پھر سلام کیلئے آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف کی کہ تیرے اندر دو خصلتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اس نے پوچھا یا رسول اللہ یہ خصلتیں خِلقی ہیں یا مصنوعی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تخلیقی ہیں اس پر اشج نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری تخلیق میں ایسی دو خصلتیں رکھیں جو اس کو پسند ہیں اور شکر ہے کہ تخلیقی ہیں مصنوعی نہیں زوال کا خدشہ نہیں رہے گا۔

چونکہ منذر کے چہرہ پر زخم کا نشان تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشج کا لقب عنایت کیا۔ "الا ناة" نواۃ کے وزن پر

ہے تاخیر کے معنی میں ہے بعض نے اس کا ترجمہ وقار اور سنجیدگی سے کیا ہے بعض نے کہا کہ مستقبل کے بارے میں بہتر نگاہ رکھنے کو اناۃ کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ طاعات پر ثابت قدم رہنے کو اناۃ کہتے ہیں اس سے پہلے حلم کا لفظ ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ظالم سے بدلہ لینے میں آدمی صبر سے کام لے جس کو بردباری کہتے ہیں تو بردباری اور سنجیدگی دو الگ الگ صفات ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ.... آہستگی و بردباری کی فضیلت اور جلد بازی کی مذمت

(۳) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاَنَاةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ فِيْ عَبْدِالْمُهَيْمِنِ بْنِ عَبَّاسٍ الرَّوِيُ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد ساعدی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وقار اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلدی کرنا شیطان کی طرف سے ہے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے بعض محدثین نے عبدالمہیمن بن عباس میں اس کی یادداشت میں کلام کیا ہے۔

تجربہ سب سے بڑی دانائی ہے

(۴) وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَلِيْمَ اِلَّا ذُوْ عَثْرَةٍ وَلَا حَكِيْمَ اِلَّا ذُوْ تَجْرِبَةٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کامل بردبار نہیں ہوتا مگر صاحب لغزش اور کامل حکیم نہیں ہوتا مگر صاحب تجربہ۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: "ذو عثرۃ" عثرۃ لغزش اور ٹھوکر کے معنی میں ہے یعنی حلم و بردباری اور لحاظ و مروت کا جوہر اسی شخص میں آتا ہے جس نے دھوکہ کھایا ہو لغزشوں سے دوچار ہوا ہو اپنے معاملات میں جا بجا نقصان اٹھا چکا ہو اور اس کے بڑوں نے اس کو معاف کیا ہو ایسے شخص کے مزاج میں اپنے چھوٹوں کیلئے بلکہ پورے معاشرہ کیلئے حلم و بردباری کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ہر اونچ نیچ کے عواقب کو جاننے لگتا ہے اس لئے اس میں برداشت کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے اسی کو حدیث میں حلیم کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

"حکیم" دانا کو بھی کہتے ہیں جو معاملات کے عواقب پر نظر رکھتا ہو۔ اور اس سے طبیب بھی مراد لیا جا سکتا ہے غرض جس کا تجربات سے سابقہ پڑا ہو وہی اصل حکیم ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ "سل المجرب ولا تسال الحکیم۔"

وہی کام کرو جس کا انجام اچھا نظر آئے

(۵) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِيْ فَقَالَ خُذِ الْاَمْرَ بِالتَّدْبِيْرِ فَاِنْ رَاَيْتَ فِيْ عَاقِبَتِهٖ خَيْرًا فَامْضِهٖ وَاِنْ خِفْتَ غَيًّا فَاَمْسِكْ (رواہ فی شرح السنۃ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا مجھ کو وصیت کریں۔ فرمایا کام کو تدبیر کے ساتھ اختیار کر۔ اگر انجام بہتر معلوم ہو اس میں جاری رہ اگر گمراہی سے ڈرے اس کو چھوڑ دے۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

توقف و تاخیر نہ کرو

(۶) وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ الْاَعْمَشُ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التُّؤَدَةُ فِيْ

كُلِّ شَيْءٍ خَيْرٌ اِلَّا فِيْ عَمَلِ الْاٰخِرَةِ. (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اعمش نے کہا نہیں جانتا میں اس حدیث کو مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا ہر چیز میں ڈھیل کرنا بہتر ہے مگر آخرت کے اعمال میں بہتر نہیں۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "التودة" ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ اس لفظ میں تا پر ضمہ ہے اور ہمزہ پر فتحہ ہے تاخیر اور توقف کو کہتے ہیں جس طرح اناۃ ہے اسی طرح تودۃ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر کام میں توقف و تاخیر بہتر ہے لیکن آخرت کے کام میں تاخیر اچھی نہیں ہے کیونکہ ہر آنے والے وقت کیلئے اس کے مناسب کوئی کام ہوتا ہے۔ لہٰذا اس نیک کام سے رہ جاؤ گے تو جلدی کرو۔ قرآن میں ہے کہ فاستبقوا الخيرات نیکی میں جلدی کرو۔

نبوت سے تعلق رکھنے والی صفات کا ذکر

(۷) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّمْتُ الْحَسَنُ وَالتُّؤَدَةُ وَالْاِقْتِصَادُ جُزْءٌ مِنْ اَرْبَعٍ وَعِشْرِيْنَ جُزْءً مِّنَ النُّبُوَّةِ (رواه الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راہ وروش نیک اور آہستگی اور درنگ کرنا کام میں اور میانہ روی نبوت کے اجزاء کا چوبیسواں حصہ ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: "الاقتصاد" خرچ کرنے میں میانہ روی کو اقتصاد کہتے ہیں لیکن یہاں ہر چیز میں اقتصاد اور میانہ روی مراد ہے یعنی اعمال و افعال و اقوال، عبادات، اخلاقیات، خرچ و اخراجات غرض تمام احوال میں میانہ روی اختیار کرنا اچھی خصلت ہے تاکہ آدمی ظلم و اسراف اور تجاوز بغاوت سے محفوظ رہے افراط و تفریط کسی بھی چیز میں اچھی نہیں ہے۔ "جزء من اربع" یہ بھی ممکن ہے کہ مذکورہ تینوں اشیاء ملکر نبوت کے چوبیس اجزاء میں سے ایک جزء کا درجہ رکھتی ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہر ہر چیز چوبیس اجزاء میں سے ایک جزء ہو۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ اشیاء انبیاء کرام کی مبارک عادات میں سے تھیں اور یہ ان کے فضائل میں داخل تھیں، تم کو بھی چاہیے کہ تم ان انبیاء کرام کی ان اشیاء اور فضائل میں پیروی اور اقتداء کرو اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جس شخص میں یہ خصلتیں آگئیں وہ نبی بن جائے گا کیونکہ نبوت متجزی نہیں ہوتی۔ (کذا فی المرقات)

باقی چوبیس کا عدد جو بیان کیا گیا ہے یہ تکثیر کیلئے ہے تحدید کیلئے نہیں ہے۔ چنانچہ دوسری روایات میں پچیس کا عدد مذکور ہے یا یوں سمجھ لیں کہ عدد کا بیان کرنا شارع کے علم اور حکمت پر موقوف ہے ہم نہ اس میں دخل دے سکتے ہیں اور نہ کوئی رائے قائم کر سکتے ہیں۔ "سمت حسن" سے مراد اچھے اخلاق، اچھے طریقے اور اچھی عادات ہیں۔

(۸) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْهَدْيَ الصَّالِحَ وَالسَّمْتَ الصَّالِحَ وَالْاِقْتِصَادَ جُزْءٌ مِنْ خَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءً مِّنَ النُّبُوَّةِ (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیرت اور نیک طریقہ اور میانہ روی نبوت کے اجزا کا پچیسواں حصہ ہیں۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

کسی کا راز امانت کی طرح ہے

(۹) وَعَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِيْثَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ اَمَانَةٌ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جس وقت کوئی شخص کسی سے بات کرے پھر ادھر ادھر دیکھے پس وہ بات امانت ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے)

مشورہ چاہنے والے کو وہی مشورہ دو جس میں اس کی بھلائی ہو

(۱۰) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِي الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيِّهَانِ هَلْ لَكَ خَادِمٌ قَالَ لَا فَقَالَ فَاِذَا اَتَانَا سَبْيٌ فَاْتِنَا فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَاْسَيْنِ فَاَتَاهُ اَبُو الْهَيْثَمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَرْ مِنْهُمَا فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اخْتَرْ لِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ خُذْ هٰذَا فَاِنِّيْ رَاَيْتُهُ يُصَلِّيْ وَاسْتَوْصِ بِهٖ مَعْرُوْفًا (رواہ الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوالہیثم بن تیہان کے لیے فرمایا تیرا کوئی خادم ہے اس نے کہا نہیں فرمایا جس وقت ہمارے پاس قیدی آئیں آنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو قیدی لائے گئے ابوالہیثم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں میں سے ایک کو پسند کر لے اس نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مجھ کو پسند کر دیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے مشورہ لیا جائے وہ امانتدار ہے اس کو لے لے۔ میں نے اس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور میری وصیت قبول کرنا کہ اس سے اچھا سلوک کرنا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

وہ تین باتیں جو کسی کا راز بھی ہوں تو ان کو ظاہر کر دو

(۱۱) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ اِلَّا ثَلَاثَةَ مَجَالِسَ سَفْكُ دَمٍ حَرَامٍ اَوْفَرْجٌ حَرَامٌ اَوِاقْتِطَاعُ بِغَيْرِ حَقٍّ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ سَعِيْدٍ اِنَّ اَعْظَمَ الْاَمَانَةِ فِيْ بَابِ الْمُبَاشَرَةِ فِي الْفَصْلِ الْاَوَّلِ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجلسیں امانت کے ساتھ ہیں۔ تین باتیں چھپانا جائز نہیں۔ حرام خونریزی کی گفتگو یا کوئی پوشیدہ طور پر زنا کا ارادہ رکھتا ہو یا ناحق مال چھیننے کا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کے الفاظ ہیں ان اعظم الامانۃ باب المباشرہ کی فصل اول میں گذر چکی ہے۔

تشریح: ''المجالس بالامانة'' یعنی مجالس کا دارومدار امانت و دیانت پر ہے۔ یہ اس وقت ہے کہ مجلس کی بات مجلس کی حد تک محدود ہو اگر محدود نہ ہو تو مجلس کی بات باہر نکالی جا سکتی ہے۔ اور اگر مجلس میں راز کی بات بھی ہو لیکن وہ تین قسم کی باتوں سے متعلق ہو تو اس کو راز میں رکھنا جائز نہیں ہے بلکہ ظاہر کرنا ضروری ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ مجلس میں کسی سے متعلق ناجائز قتل کی بات ہو رہی ہو تو اس راز کو فاش کرنا ضروری ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی مجلس میں کسی زنا کاری کا منصوبہ بنایا جا رہا ہو تو اس راز کو فاش کرنا ضروری ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ کسی مجلس میں کسی کے مال کو ناجائز طور پر ہڑپ کرنے کی بات ہو رہی ہو اس کو فاش کرنا جائز بلکہ ضروری ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ.... عقل کی تعریف واہمیت

(۱۲) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ قَالَ لَهٗ قُمْ فَقَامَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اَدْبِرْ فَاَدْبَرَ ثُمَّ قَالَ اَقْبِلْ فَاَقْبَلَ ثُمَّ قَالَ لَهُ اقْعُدْ فَقَعَدَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ مَا خَلَقْتُ خَلْقًا هُوَ خَيْرٌ مِّنْكَ وَلَا اَفْضَلُ مِنْكَ وَلَا اَحْسَنُ مِنْكَ بِكَ اٰخُذُ وَبِكَ اُعْطِيْ وَبِكَ اُعْرَفُ وَبِكَ اُعَاتِبُ وَبِكَ الثَّوَابُ وَعَلَيْكَ الْعِقَابُ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ بَعْضُ الْعُلَمَآءِ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا اس سے کہا کھڑی ہو وہ کھڑی ہوئی پھر اس کو کہا پیٹھ پھیر اس نے پیٹھ پھیری۔ پھر اس سے کہا میری طرف منہ کر اس نے منہ کیا پھر کہا بیٹھ جا وہ بیٹھ گئی پھر فرمایا میں نے تجھ سے بڑھ کر بہتر کسی مخلوق کو پیدا نہیں کیا اور نہ تجھ سے افضل اور خوب تر۔ تیرے سبب سے میں لیتا ہوں اور تیرے سبب سے دیتا ہوں تیرے سبب میں پہچانا جاتا ہوں اور تیرے سبب سے میں غصہ کرتا ہوں اور تیرے سبب ثواب دیتا ہوں اور

تیرے سبب سے عذاب ہے۔ بعض علماء نے اس میں کلام کیا ہے۔

تشریح: "وقد تکلم" صاحب مشکوٰۃ کے طرز کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں ہے۔ علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی نے اپنی کتاب المختصر میں اس حدیث کو ضعیف کہا ہے لیکن علامہ سخاوی نے مقاصد حسنہ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث بالاتفاق کذب اور موضوع ہے' شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ "هو كذب موضوع عند اهل المعرفة بالحديث "ابوجعفر عقیلیؒ، ابوحاتم، دارقطنی اور ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع اور کذب قرار دیا ہے۔ صاحب مشکوٰۃ کی پوری کتاب میں یہی ایک حدیث موضوع ہے "لكل جواد كبوة ولكل سيف نبوة" ہر عمدہ گھوڑا کبھی ٹھوکر کھا جاتا ہے اور ہر عمدہ تلوار کبھی اچٹ جاتی ہے یہاں عمدہ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی ہے اور عمدہ تلوار اپنے وار میں اچٹ گئی ہے۔

قیامت کے دن عقل کے مطابق جزاء ملے گی

(۱۳) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَكُوْنُ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ وَالزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ حَتّٰى ذَكَرَ سِهَا الْخَيْرِ كُلَّهَا وَمَا يُجْزٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا بِقَدْرِ عَقْلِهٖ.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی نمازی روزہ دار زکوٰۃ ادا کرنے والا اور حج اور عمرہ کرنے والا ہوتا ہے یہاں تک کہ آپ نے بھلائی کے سب کام بیان فرمائے اور قیامت کے دن اپنی عقل کے موافق جزاء دیا جائے گا۔

تشریح: ان حدیثوں میں "عقل" سے مراد وہ اعلیٰ جوہر ہے جس کے ذریعہ انسان اشیاء اسباب کی حقیقت کا ادراک کرتا ہے' دنیا و آخرت کی بھلائیوں اور برائیوں کو معلوم کرتا ہے نیکی اور بدی کے درمیان فرق و امتیاز کرتا ہے' نفس کی آفات اور گمراہیوں سے اجتناب کرتا ہے' نیک راہ وروش اختیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب واتصال حاصل کرتا ہے۔ بعض عارفین کے کلام میں جس "عقل معاد" کا ذکر آتا ہے اس سے یہی عقل مراد ہے یہ اعلیٰ جوہر جس شخص میں جس نوعیت و مقدار کا ہوتا ہے اس کے اندر مذکورہ بالا اوصاف بھی اسی کے تناسب سے ہوتے ہیں اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ جس شخص میں جتنی عقل ہوگی اس کو قیامت کے دن اسی کے مطابق جزاء دی جائے گی کیونکہ خدا کی طرف سے جزاء و انعام کا مدار محض عبادت و طاعت یا عبادات و طاعات کی مقدار پر نہیں ہوگا بلکہ عبادت کے حسن و کمال پر ہوگا اور ظاہر ہے کہ عبادات وطاعات میں حسن و کمال کیفیت و کمیت اسی عقل سے متعلق ہے۔

تدبیر کی فضیلت

(۱۴) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَاذَرٍّ لَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيْرِ وَلَا وَرَعَ كَالْكَفِّ وَلَا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ

ترجمہ: حضرت ابوذر سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تدبیر کی مانند کوئی عقل نہیں اور باز رہنے کی مانند ورع نہیں ہے اور خوش خلقی کی مانند حسب نہیں ہے۔

تشریح: "کالتدبیر" عواقب پر غور و خوض کا نام تدبیر ہے لہذا اعلیٰ واولی عقل تو تدبیر ہی ہے اس لئے فرمایا کہ بہتر تدبیر کی طرح کوئی عقل نہیں ہے تدبیر ہی بہترین عقل ہے۔ "ولا ورع کالکف" یعنی پرہیز کی طرح کوئی تقویٰ نہیں ہے تقویٰ تو محرمات سے بچنے اور ظاہراً و باطناً اپنا معاملہ اپنے رب کے ساتھ صاف رکھنے کا نام ہے تو جو آدمی ہر لحہ اپنے آپ کو ہر ناجائز سے بچاتا ہے اس سے بڑھ کر کونسا تقویٰ ہوسکتا ہے ایک آدمی عبادت کرتا ہے مگر ساتھ ساتھ گناہ کا ارتکاب بھی کرتا ہے یہ تقویٰ کے مقام تک کہاں پہنچ سکتا ہے لیکن جو آدمی عبادات کے ساتھ گناہوں سے پرہیز کرتا ہے اصل متقی تو وہی ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی دوائی کھاتا ہے لیکن اس کے بعد پرہیز نہیں کرتا بلکہ بد پرہیزی کرتا ہے تو اس کو دوائی فائدہ نہیں دے سکتی ہے۔

شارحین نے کالکف کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جو شخص لوگوں کی ایذا رسانی سے بچتا ہے اس کی مانند کوئی تقویٰ نہیں ہوسکتا ہے یہ اعلیٰ تقویٰ ہے۔ "ولا حسب" حسب نسب کا مطلب یہی ہے کہ آدمی اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور اعلیٰ خاندان کے لوگ اعلیٰ اخلاق کے

مالک ہوتے ہیں کیونکہ وہ شرفاء ہوتے ہیں نتیجہ یہ نکلا کہ اچھے اخلاق کا مالک ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شخص اعلیٰ خاندان سے متعلق ہے اس لئے فرمایا کہ اچھے اخلاق کی طرح کوئی حسب نسب نہیں ہوسکتا ہے۔

خرچ میں میانہ روی زندگی کا آدھا سرمایہ ہے

(۱۵) وَعَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِقْتَصَادُ فِي النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ وَالتَّوَدُّدُ اِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ وَحُسْنُ السُّوَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ. رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الْاَرْبَعَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرچ میں میانہ روی آدھی معیشت ہے اور لوگوں کی دوستی آدھی عقل ہے۔ اور اچھی طرح سوال کرنا آدھا علم ہے۔ چاروں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہیں۔

تشریح: "**نصف المعیشة**" یعنی خرچ میں میانہ روی اختیار کرنا نصف معیشت اور آدھا گزران ہے انسان کی معاشی زندگی کا مدار دو چیزوں پر ہے ایک اس کی آمدنی ہے دوسرا خرچ ہے ان دونوں میں توازن برقرار رکھنا خوشحالی کی علامت اور استحکام معیشت ہے لہٰذا جس طرح آمدن کے توازن کا بگڑ جانا خوشحالی کے منافی اور معیشت کے عدم استحکام کا سبب ہے اسی طرح اگر اخراجات کا توازن بگڑ جائے تو خوشحالی بھی جاتی رہے گی اور معیشت کا سارا ڈھانچہ درہم برہم ہوکر رہ جائے گا لہٰذا مصارف میں اعتدال اور خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرنا معیشت کا نصف حصہ ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ "**والتودد**" یعنی اچھے لوگوں سے میل جول رکھنا ان سے دوستی قائم کرنا یہ عقل کا آدھا حصہ ہے جو حسن معاشرت کا ضامن ہے گویا پوری عقلمندی یہ ہے کہ انسان جائز طریقہ سے محنت کر کے خود کمائے اور لوگوں کے ساتھ محبت کے جذبات بھی برقرار رکھے۔

"**وحسن السوال**" یعنی اچھا سوال نصف علم ہے کیونکہ آدھا علم اچھے سائل کے سوال میں آگیا اور آدھا علم جواب دینے والے کے جواب میں آگیا لہٰذا سلیقہ سے سوال کرنا علم کے اضافہ کا ذریعہ ہے جو نصف علم ہے، اچھے سوال کا جواب اچھا آئے گا تو سائل کا نصف علم جواب سے پورا ہو جائے گا اور مسئول کا نصف علم سائل کے سوال سے پورا ہو جائے گا تو اچھا سوال سائل و مسئول دونوں کیلئے نصف علم ہے۔

بَابُ الرِّفْقِ وَالْحَيَآءِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ... نرمی، مہربانی، حیاء اور حسن خلق کا بیان

"رفق" نرمی کو کہتے ہیں جو عُنف اور سختی کی ضد ہے عاجزی وانکساری اختیار کرنا اور اپنے ساتھیوں کیلئے مہربان اور نرم خو ہونا رفق ہے۔ "الحیاء"

حیاء کی تعریفات:۔ حیاء کی پہلی تعریف اس طرح ہے "**الحیاء ھو خلق یمنع الشخص عن ارتکاب القبیح لاجل الایمان**"

حیاء کی دوسری تعریف یہ ہے "**الحیاء ھو تغیر وانکسار یعتری المرء من خوف ما یلام ویعاقب علیه**"

حیاء کی تیسری تعریف بعض علماء نے یہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں کا تصور کر کے اپنی کوتاہیوں پر نظر ڈالنے سے دل و دماغ میں قصور کی جو کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ حیاء ہے۔ "حیاء کی چوتھی تعریف یہ کی گئی ہے "**ھو ان لا یراک مولاک حیث نھاک**"

پہلی تعریف حیاء ایمانی کی ہے اور دوسری تعریف حیاء انسانی کی ہے تیسری تعریف پھر حیاء ایمانی کی ہے اور چوتھی تعریف حیاء انسانی اور حیاء ایمانی دونوں کو شامل ہے۔ حیاء انسانی کا تعلق انسان سے ہوتا ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر ہو اور حیاء ایمانی کا تعلق ایمان واسلام کے ساتھ ہے لہٰذا یہ مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے بہر حال یہاں عنوان میں جس حیاء کا ذکر ہے اس سے حیاء شرعی ایمانی مراد ہے۔

سوال:۔ یہاں یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر حیاء کسی کافر میں پائی جائے تو کیا وہ بھی مسلمان کہلائے گا کیونکہ حدیث میں حیاء کو ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے؟

جواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حیاء کا معاملہ باب فتح یفتح کی طرح ہے کہ جہاں فتح کا باب ہوگا حرف حلقی کا ہونا ضروری ہوگا لیکن یہ

ضروری نہیں کہ جس باب میں حرف حلقی آجائے وہ فتح یفتح کا باب ہوگا جیسے سمع یسمع میں حرف حلقی ہے لیکن فتح یفتح نہیں ہے اسی طرح مسلمان کا معاملہ ہے کہ جہاں مسلمان ہے وہ حیاء لازم ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جہاں حیاء ہو وہاں مسلمان کا ہونا لازم ہو۔

حیاء کی قسمیں :۔ حیاء کی تین قسمیں ہیں۔(۱) حیاء جنایت جیسے حضرت آدم علیہ السلام گندم کا دانہ کھانے کے بعد ایک طرف بھاگ رہے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا آدم کہاں بھاگ رہے ہو؟'' قال حیاء منک یا اللہ''(۲) حیاء حشمت وعظمت جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت مقداد کے ذریعہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کا مسئلہ پوچھوایا اور خود سوال نہیں کیا۔(۳) حیاء اجلال جیسے تسربل اسرافیل بجناحیه حیاء من اللہ لا جلاله' بہرحال حیاء اس کیفیت کے طاری ہونے کا نام ہے کہ قبیح کے ارتکاب کے انجام کے خوف سے اعضاء سکڑ جائیں اور آدمی ارتکاب قبیح سے پیچھے ہٹ جائے لیکن اگر جائز حق مانگنے میں ایک آدمی حیاء کرتا ہے اور شرم کے مارے اچھی بات یا اپنا حق چھوڑ دیتا ہے تو یہ حیاء نہیں ہے بلکہ بزدلی ہے۔''و حسن الخلق ''حسن خلق یہ ہے کہ بیک وقت آدمی خالق اور مخلوق کے حقوق کو بجالائے جس سے وہ خالق کو بھی راضی کرے اور مخلوق کو بھی راضی رکھے۔ بالفاظ دیگر احکام شرعیہ کو بجالانا ایک مسلمان کیلئے سب سے اعلیٰ اخلاق ہیں۔

اَلْفَصْلُ الاول.... نرمی ومہربانی کی فضیلت

(۱) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِىْ عَلَى الرِّفْقِ مَالَا يُعْطِىْ عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِىْ عَلٰى مَاسِوَاهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِىْ رِوَايَةٍ لَهُ قَالَ لِعَآئِشَةَ عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ وَاِيَّاكِ وَالْعُنْفَ وَالْفُحْشَ اِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُوْنُ فِىْ شَىْءٍ اِلَّا زَانَهُ وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَىْءٍ اِلَّا شَانَهُ.

ترجمہ: حضرت عائشہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ مہربان ہے مہربانی کو دوست رکھتا ہے اور مہربانی پر وہ چیز دیتا ہے جو سختی پر نہیں دیتا اور وہ چیز کہ نہیں دیتا اس چیز پر کہ سوائے نرمی کے ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا نرمی کو لازم پکڑ اور سختی اور برائی سے بچ نرمی کسی چیز میں نہیں ہوتی مگر اس کو زینت بخشتی ہے اور کسی چیز سے دور نہیں کی جاتی مگر اس کو عیب ناک کردیتی ہے۔

تشریح: اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نرمی کو پسند کرتا ہے گویا اس میں مخلوق خدا کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ تم آپس میں نرمی اور مہربانی سے پیش آیا کرو اس سے تمہاری دنیا وآخرت دونوں بنیں گی کیونکہ تمام برکات کا تعلق نرمی اور مہربانی سے ہے سختی اور درشتی میں کچھ بھی نہیں ہے بلکہ جس چیز میں نرمی ومہربانی ہوگی اس میں زینت پیدا ہوگی سختی و درشتی ہر چیز کو بدنما اور عیب دار بنا کر چھوڑ دیتی ہے نرمی سے ناممکن کام ممکن بن جاتا ہے اور سختی سے ممکن کام ناممکن ہوجاتا ہے کسی نے خوب کہا ہے۔

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است ... بادوستاں تلطف بادشمناں مدارا

ترجمہ: دنیا وآخرت کی راحت کا خلاصہ ان دو باتوں میں ہے کہ دوستوں کے ساتھ نرمی کرو اور دشمنوں کے ساتھ مدارات رکھو۔

جس آدمی میں نرمی ومہربانی نہ ہو وہ نیکی سے محروم رہتا ہے

(۲) وَعَنْ جَرِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يُّحْرَمُ الرِّفْقُ يُحْرَمُ الْخَيْرَ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جو نرمی سے محروم کیا گیا وہ نیکی سے محروم کیا گیا۔ (مسلم)

حیا کی فضیلت

(۳) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ اَخَاهُ فِى الْحَيَآءِ فَقَالَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَان. (صحيح البخاری و صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمر سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری آدمی کے پاس سے گذرے وہ حیا کے متعلق اپنے بھائی کو نصیحت کر رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو چھوڑ دے تحقیق حیا ایمان سے ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: وہ صحابی رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کو زیادہ حیا کرنے سے منع کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ جو شخص زیادہ حیاء کرنے لگتا ہے وہ رزق اور علم حاصل کرنے سے باز رہتا ہے چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس طرح کہتے سنا تو ان کو منع کیا اور فرمایا تم اپنے اس بھائی کو حیا کرنے سے نہ روکو کیونکہ حیا بذات خود ایک بہت اعلیٰ وصف ہے اور ایمان کی ایک شاخ ہے۔ طیبیؒ نے کہا ہے کہ لفظ یعظ سے مراد ''ینذر'' ہے یعنی وہ صحابیؓ اپنے بھائی کو ڈرا دھمکا رہے تھے! امام راغبؒ نے لکھا ہے کہ ''وعظ'' کے معنی ہیں کسی کو اس طرح تنبیہ کرنا کہ اس میں کچھ ڈرانا دھمکانا بھی ہو۔ خلیلؒ نے یہ بیان کیا ہے ''وعظ'' کہتے ہیں خیر و بھلائی کی اس طرح نصیحت کرنا کہ اس سے دل نرم ہو جائے۔ لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہاں حدیث میں ''وعظ'' عتاب کے معنی میں ہے جیسا کہ ایک روایت میں (یعظ کے بجائے) یعاتب ہی کا لفظ منقول ہے۔

(۴) وعن عمر ان بن حصين قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الحيآء لا ياتى الا بخير وفى رواية الحياء خير كله. (صحيح البخاری و صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیا نہیں لاتی مگر خیر کو۔ ایک روایت میں ہے حیا کی تمام اقسام بہتر ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''الا بخیر'' سوال یہ ہے کہ بعض اوقات حیاء کی وجہ سے حق بات کہنا رہ جاتا ہے امر معروف سے آدمی باز رہ جاتا ہے تو کیسے فرمایا کہ حیاء خیر لاتی ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ حیاء ہی نہیں جو حق بات کہنے کے لئے مانع بن جائے۔ بلکہ وہ بزدلی ہے حدیث میں حیاء کی فضیلت کا بیان ہے بزدلی کا نہیں ہے۔ اصل حیاء تو وہ ہے کہ آدمی ان امور سے بچ جائے جن کو شریعت نے برا قرار دیا ہے شریعت نے جن امور کو پسند کیا ہے وہ تو سب خیر ہی خیر ہیں تو اس حدیث میں الا بخیر سے شرعی امور مراد ہیں۔

ایک بہت پرانی بات جو پچھلے انبیاء علیہم السلام سے منقول چلی آ رہی ہے

(۵) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰى اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے انبیاء کے کلام سے لوگوں نے جس چیز کو پایا ہے اس میں سے یہ بھی ہے جب تو نے شرم نہیں کی پس جو چاہے کر۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''ان مما ادرک الناس'' مطلب یہ ہے کہ سابقہ انبیاء کرام پر اترنے والے کلام میں سے جو بات لوگوں کو بطور ورثہ ملی ہے اور جو ثابت غیر منسوخ چلی آ رہی ہے وہ یہ ہے کہ جب تم میں حیاء باقی نہ رہی اور تم بے شرم ہو گئے تو پھر جو چاہو کر لیا کرو۔ بے حیاء باش و ہر چہ خواہی کن ''فاصنع'' یہ امر کا صیغہ ہے لیکن اس سے حکم دینا یا کسی چیز کا طلب کرنا مراد نہیں ہے بلکہ یہ امر انشاء بمعنی خبر ہے یعنی انسان کو قابو کرنے اور بری حرکتوں سے روکنے والی چیز حیاء ہے جب کسی نے حیاء اور شرم کو اٹھا کر بالائے طاق رکھ دیا اور بے حیائی کو شیوہ بنالیا تو وہ جو چاہے گا کرے گا۔ یا یہ امر کا صیغہ ہے مگر بطور توبیخ و تہدید ہے یعنی جو چاہو کرو لیکن یاد رکھو ایک نہ ایک دن حساب کا آئے گا اس کیلئے تیار رہو۔

نیکی اور گناہ کیا ہے؟

(۶) وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَان قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ فَقَالَ الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ

وَالْاِثْمُ مَا حَاکَ فِیْ صَدْرِکَ وَکَرِھْتَ اَنْ یَّطَّلِعَ عَلَیْہِ النَّاسُ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا فرمایا نیکی حسن خلق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں تردد کرے اور تو مکروہ جانے کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''تردد پیدا کر دے'' کا مطلب یہ ہے کہ جب تم کوئی ایسا کام کرو جس پر تمہارے دل کو اطمینان نہ ہو بلکہ اس کی وجہ سے دل و دماغ میں ایک خلش پیدا ہو جائے تو سمجھو کہ تمہارا وہ کام بہتر نہیں ہے بلکہ گناہ کا باعث ہے لیکن واضح رہے کہ اس بات کا تعلق اس شخص سے ہے جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت کیلئے کھول دیا ہو اور اس کا دل نور و تقویٰ سے روشن و آراستہ ہو علاوہ ازیں ''کام'' سے مراد وہ اعمال و افعال نہیں جن کی برائی کو شریعت نے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے اور جس کا گناہ ہونا کسی شک و شبہ سے بالاتر ہو بلکہ اس سے مراد کوئی ایسا فعل و عمل ہے جس کا ممنوع ہونا شارع علیہ السلام سے واضح طور پر منقول نہ ہو اور اس کے متعلق علماء کے اختلافی اقوال ہوں اور تم اس بات کو پسند نہ کرو۔'' یہ گویا گناہ کی دوسری پہچان بیان فرمائی گئی ہے لیکن اس کا تعلق بھی انہی لوگوں سے ہے جو اچھے احوال کے ہوں۔

اچھے اخلاق کی فضیلت

(۷) وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَحَبِّکُمْ اِلَیَّ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نزدیک تم میں سے انتہائی محبوب وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

(۸) وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِّنْ خِیَارِکُمْ اَحْسَنَکُمْ اَخْلَاقًا (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہترین وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ (متفق علیہ)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ..... نرمی کی فضیلت و اہمیت

(۹) عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اُعْطِیَ حَظَّہٗ مِنَ الرِّفْقِ اُعْطِیَ حَظَّہٗ مِنْ خَیْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمَنْ حُرِمَ حَظَّہٗ مِنَ الرِّفْقِ حُرِمَ حَظَّہٗ مِنْ خَیْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ. (رواہ فی شرح السنۃ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو نرمی سے اس کا حصہ دیا گیا اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی کا حصہ دیا گیا اور جو شخص کہ اس کو نرمی کے حصہ سے محروم کر دیا گیا دنیا اور آخرت کی بھلائی سے محروم کر دیا گیا۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

حیا ایمان کا جزء ہے

(۱۰) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْحَیَآءُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْاِیْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَآءِ وَالْجَفَاءُ فِی النَّارِ. (رواہ مسند احمد بن حنبل الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیا ایمان میں سے ہے اور ایمان جنت میں سے ہے اور بے حیائی بدی ہے اور بدی آگ میں ہے۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور ترمذی نے۔

تشریح: ''البذاء'' بے حیائی اور فحش گفتگو کو البذاء کہتے ہیں۔ '' الجفاء''بدی برائی اور گنوار پن اور جہالت کو جفاء کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جٹ ہونا' اجڈ جاہل ہونا' بدگو بداخلاق اور فحش گفتگو کرنے والا آدمی دوزخ میں ہوگا اب اگر یہ شخص اعتقادی منافق ہے تو دائما دوزخ میں رہے گا اور اگر عملی منافق ہے تو سزا بھگتنے کے بعد چھوٹ جائے گا۔

خوش خلقی بہترین عطیہ خداوندی ہے

(۱۱) وَعَنْ رَجُلٍ مِنْ مُزَيْنَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاخَيْرُ مَا اُعْطِيَ الْإِنْسَانُ قَالَ الْخُلُقُ الْحَسَنُ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ شَرِيْكٍ.

ترجمہ: مزینہ کے ایک آدمی سے روایت ہے کہا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول انسان جس چیز کو دیا گیا ہے اس میں سے بہتر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا نیک خلق۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں شرح السنہ میں اسامہ بن شریک سے ہے۔

بدخلقی اور سخت کلامی کی مذمت

(۱۲) وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ الْجَوَّاظُ وَلَا الْجَعْظَرِيُّ قَالَ وَالْجَوَّاظُ الْغَلِيْظُ الْفَظُّ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ فِيْ سُنَنِهٖ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَصَاحِبُ جَامِعِ الْأُصُوْلِ فِيْهِ عَنْ حَارِثَةَ وَكَذَا فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْهُ وَلَفْظُهٗ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ الْجَوَّاظُ الْجَعْظَرِيُّ يُقَالُ الْجَعْظَرِيُّ الْفَظُّ الْغَلِيْظُ وَفِيْ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ عَنْ عِكْرَمَةَ بْنِ وَهْبٍ وَلَفْظُهٗ قَالَ وَالْجَوَّاظُ الَّذِيْ جَمَعَ وَمَنَعَ وَالْجَعْظَرِيُّ الْغَلِيْظُ الْفَظُّ.

ترجمہ: حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سخت گو اور سخت خو داخل نہیں ہوگا۔ راوی نے کہا جواظ سخت گو سخت خو ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اپنی سنن میں بیہقی نے شعب الایمان میں اور صاحب جامع الاصول نے اپنی کتاب میں حارثہ سے اسی طرح شرح السنہ میں نقل کی گئی ہے اور اس کا لفظ ہے جنت میں جواظ اور جعظری داخل نہیں ہوگا کہا جاتا ہے کہ جعظری کا معنی سخت گو اور سخت خو ہے مصابیح کے نسخوں میں عکرمہ بن وہب سے اور اس کے الفاظ ہیں جواظ وہ ہے جو مال جمع کرے اور نہ دے اور جعظری کا معنی ہے سخت گو اور سخت خو۔

تشریح: "الجواظ ولا الجعظری" یہ دو لفظ ہیں اور دونوں کی تشریح اس حدیث کے ضمن میں کسی راوی نے کی ہے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں لفظ ہم معنی اور مترادف الفاظ ہیں یعنی بداخلاق بدزبان اور بکواس کرنے والا ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ جواظ اور جعظری وہ شخص ہے جو بداخلاق اور سخت دل ہو تو سخت دل کا تعلق باطنی احوال سے ہے جس کیلئے الجواظ کا لفظ لایا گیا ہے جس کا ترجمہ "الغلیظ الفظ" سے کیا گیا ہے اور بداخلاق کا تعلق ظاہری احوال سے ہے یہ شخص ظاہری اور باطنی دونوں اعتبار سے تباہ حال ہے۔ ملا علی قاری مزید لکھتے ہیں کہ زیادہ مناسب یہ ہے کہ الجعظری کی تفسیر و تشریح غلیظ قلب سے کی جائے "قال فالالائق ان یفسر الجعظری بغلیظ القلب" اس عبارت سے معلوم ہوا کہ الجواظ کی تفسیر وہی ہے جو کسی راوی نے الغلیظ الفظ سے کی ہے یعنی بداخلاق، بدزبن۔ بہرحال الجواظ سے بداخلاق اور الجعظری سے سخت دل مراد لیا گیا ہے اگر ایسا شخص اعتقادی منافق ہے تو ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور اگر عملی منافق ہے تو پھر سزا کے بعد جنت میں جائے گا۔

خوش خلقی کی فضیلت اور فحش گوئی کی مذمت

(۱۳) وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَثْقَلَ شَيْءٍ يُوْضَعُ فِيْ مِيْزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خُلُقٌ حَسَنٌ وَاِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَرَوٰى اَبُوْدَاوٗدَ الْفَصْلَ الْاَوَّلَ

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں قیامت کے دن مومن کے میزان میں سب سے بھاری چیز حسن خلق ہے اور اللہ تعالیٰ فحش بکنے والے اور بے ہودہ گو کو دشمن رکھتا ہے۔

خوش خلقی اختیار کرنے والے کا مرتبہ

(۱۴) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ

خَلُقِهٖ دَرَجَةَ قَائِمِ اللَّيْلِ وَصَائِمِ النَّهَارِ.(رواه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے مومن اپنے حسن خلق کی وجہ سے رات کو قیام کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔(روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

لوگوں سے جو بھی معاملہ کرو، خوش خلقی کے ساتھ کرو

(۱۵) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُ مَا كُنْتَ وَاتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ (رواه مسند احمد بن حنبل والجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوذر سے روایت ہے کہا میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تو ہو اللہ سے ڈر اور برائی کے بعد نیکی کر وہ نیکی برائی کو مٹادے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن خلق کے ساتھ معاملہ کرو۔روایت کیا اس کو احمد ترمذی اور دارمی نے۔

تشریح:"اتق الله حيث ما كنت" اس جملہ میں درحقیقت تقویٰ کی تعریف ہے یعنی ظاہراً اور باطناً اپنا معاملہ اپنے رب کے ساتھ صاف رکھا جائے یہ تقویٰ ہے۔دوسرے جملہ میں ہے کہ اگر گناہ ہو جائے تو اس کے بعد فوراً نیک عمل کرلو تاکہ وہ نیکی اس برائی کو مٹاڈالے کیونکہ یہ ضابطہ ہے۔"ان الحسنت يذهبن السيئات" یاد رہے اس سے حقوق اللہ میں تقصیر معاف ہو جاتی ہے لیکن حقوق العباد کی تقصیر معاف نہیں ہوتی نیز یہ صغائر کی بات ہے کبائر کیلئے توبہ ہے۔تیسرے جملہ میں ہے کہ لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آیا کرو۔

نرم مزاج و نرم خو آدمی کی فضیلت

(۱۶) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ وَبِمَنْ تَحْرُمُ النَّارُ عَلَيْهِ عَلٰى كُلِّ هَيِّنٍ لَيِّنٍ قَرِيْبٍ سَهْلٍ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو بتاؤں آگ پر کون شخص حرام ہے اور کس پر آگ حرام ہے آہستہ مزاج، نرم طبیعت لوگوں کے نزدیک ہونے والا اور نرم خو۔روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: سوال۔کیا میں بتاؤں الخ میں از راہ مبالغہ وتاکید دونوں صورتیں یعنی اس شخص کا آگ پر حرام ہونا اور آگ کا اس شخص پر حرام ہونا ذکر فرمائیں۔اور چونکہ دونوں عبارتوں کا حاصل ایک ہی ہے یعنی اس شخص کا دوزخ کی آگ سے محفوظ رہنا اس لئے جواب میں دوسری ہی صورت کے بیان پر اکتفاء فرمایا۔اور ویسے بھی یہ بات عام بول چال کے زیادہ قریب ہے کیونکہ عام طور پر اس طرح کہا جاتا ہے کہ دوزخ کی آگ فلاں شخص پر حرام ہے۔

نیکو کار مومن کی تعریف

(۱۷) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيْمٌ وَالْفَاجِرُ خَبٌّ لَئِيْمٌ.(ترمذی و سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں فرمایا مومن بھولا بزرگ ہوتا ہے۔فاجر چالاک بخیل اور بد خلق ہوتا ہے روایت کیا اس کو احمد، ترمذی اور ابوداؤد نے۔

تشریح:"غر كريم" یعنی مؤمن سیدھا سادہ اور بھولا بھالا ہوتا ہے نہایت شرافت کی وجہ سے دھوکہ کھا جاتا ہے زیادہ آزمودہ تجربہ کار اور عیار، دعار، شطار، مکار نہیں ہوتا، فرزدق شاعر نے یوں نقشہ پیش کیا ہے

واستمطروا من قريش كل منخدع ان الكريم اذا خادعته انخدعا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اپنے غلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تو آزاد فرماتے تھے کسی نے کہا کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں ہوسکتا ہے یہ دھوکہ دیتے

ہوں۔آپ نے جواب میں فرمایا''من خادعنا بالله ننخدع''یعنی جوشخص اللہ تعالیٰ کے نام پر ہمیں دھوکہ دیتا ہے ہم اس سے دھوکہ کھا جاتے ہیں۔
یاد رہے زیر بحث حدیث میں غر کریم سے کوئی بیوقوف آدمی مراد نہیں ہے بلکہ ایسا شخص مراد ہے جو دنیا کے معاملات میں دخل دینا نہیں چاہتا' یہ اس کے مزاج کی شرافت ہے سب کچھ سمجھ لیتا ہے مگر دخل نہیں دیتا' رہ گیا دین کا معاملہ تو اس میں نہایت بیدار مغز ہوتا ہے جس طرح حدیث میں ہے ''اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الايمان'' اور جیسا حدیث میں ہے ''المؤمن لا يلدغ من جحرو احد مرتين'' اور جس طرح روم کے بادشاہ کے سامنے ایک صحابی نے حضرت عمر فاروق کے متعلق فرمایا ''اميرنا لا يخدع ولا يخدع'' یعنی ہمارا امیر نہ کسی کو دھوکہ دیتا ہے نہ کسی سے دھوکہ کھاتا ہے۔''خب'' فاجر سے مراد منافق اور بدکار آدمی ہے۔خب خا پر فتحہ ہے اور با پر شد ہے۔مکار و عیار و شطار اور دغا باز شخص کو کہتے ہیں۔حدیث کا خلاصہ یہ نکلا کہ مؤمن بھولا بھالا ہوتا ہے مگر جہالت کی وجہ سے نہیں بلکہ شرافت کی وجہ سے اور منافق تیز طرار ہوتا ہے مگر عقل کی وجہ سے نہیں بلکہ خباثت اور شرارت کی وجہ سے ولكل وجهة هو موليها

(۱۸) وَعَنْ مَكْحُوْلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُوْنَ هَيِّنُوْنَ لَيِّنُوْنَ كَالْجَمَلِ الْاَنِفِ اِنْ قِيْدَ انْقَادَ وَ اِنْ اُنِيْخَ عَلٰى صَخْرَةٍ اِسْتَنَاخَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسَلًا.

ترجمہ: حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن برد بار نرم خو منقاد ہے جیسے مہار دار اونٹ ہوتا ہے اگر کھینچا جائے کھینچ آئے اگر پتھر پر بٹھایا جائے بیٹھ جائے۔ترمذی نے اس کو مرسل روایت کیا ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ مؤمن طبعاً فرماں بردار ہوتا ہے وہ شریعت کا اتباع بلا چون و چرا کرتا ہے' خدا اور خدا کے رسول کے احکامات جس طرح ہوتے ہیں ان کو اسی طرح بجالاتا ہے۔ان میں اپنی طرف سے کوئی دخل اندازی نہیں کرتا اور ان احکام کی بجا آوری اور شریعت کی اتباع میں جو مشقت پیش آتی ہے اس کو برضا و رغبت برداشت کرتا ہے۔یہ احتمال بھی ہے کہ اس حدیث میں مسلمانوں کی اس خصوصیت کو بیان کرنا مقصود ہو جو وہ آپس میں ایک دوسرے کی اتباع و فرمانبرداری اور ایک دوسرے کے ساتھ تواضع و انکساری اختیار کرنے اور غرور و تکبر سے اجتناب کرنے کی صورت میں رکھتے ہیں اور حقیقت میں یہ خصوصیت بھی احکام خداوندی کی اطاعت میں شامل ہے۔

لوگوں کے ساتھ رابطہ و اختلاط عزلت و گوشہ نشینی سے افضل ہے

(۱۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ الَّذِيْ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ اَفْضَلُ مِنَ الَّذِيْ لَا يُخَالِطُهُمْ وَلَا يَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ. (رواه الجامع ترمذی و ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا وہ مسلمان شخص جو لوگوں سے مل جل کر رہتا ہے اور ان کی ایذا پر صبر کرتا ہے اس مسلمان سے افضل ہے جو اس کے ساتھ مل جل کر نہیں رہتا اور ان کی ایذا پر صبر نہیں کرتا۔روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: ''یخالط'' یعنی جو شخص لوگوں سے میل جول رکھتا ہے' ان کی نگرانی کرتا ہے' رہنمائی کرتا ہے اور امر معروف اور نہی منکر کرتا ہے اور اس میں لوگوں کی طرف سے تکلیف اٹھاتا ہے' اس کو برداشت کرتا ہے یہ شخص اس گوشہ نشین شخص سے بہتر ہے جو تنہائی میں عبادت کرتا ہے اور لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہے' ان کے کسی معاملہ میں دلچسپی نہیں لیتا' دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلا شخص خالق اور مخلوق دونوں کو راضی کرتا ہے جو کامل اخلاق ہیں اس لئے یہ افضل ہے اور دوسرا شخص صرف خالق کی رضا کی کوشش کرتا ہے مخلوق کو نظر انداز کرتا ہے جو نقص ہے اس لئے یہ مفضول ہے لیکن یہ یاد رکھیں کہ یہ دو نظریے اور دو مختلف رویے اپنے اپنے زمانے میں' الگ الگ مقامات' الگ الگ حالات اور مختلف اقوام کے خصوصی مفادات کے پیش نظر چلیں گے بعض عوام کے خصوصی احوال کے پیش نظر پہلا نظریہ کامیاب ہوگا اور بعض کے ساتھ دوسرا نظریہ بہتر رہے گا' دونوں کا دارومدار دین اور دنیا کے فائدے پر ہوگا ایک اللہ والے نے اپنے زمانہ میں کہا کہ میرا مقام امام احمد بن حنبل سے بڑھ کر تھا لیکن وہ مرتبہ کے لحاظ سے مجھ سے آگے نکل گئے کیونکہ وہ شادی شدہ ہیں بچوں کے باپ ہیں اور میری شادی نہیں' مجرد ہوں اور مجرد اور غیر مجرد میں فرق ہوتا ہے۔

غصہ پر قابو پانے کی فضیلت

(۲۰) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى اَنْ يُّنْفِذَهٗ دَعَاهُ اللّٰهُ عَلٰى رُؤُسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهٗ فِيْ اَىِّ الْحُوْرِشَآءَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّاَبِيْ دَاوٗدَ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَبْنَآءِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَلَا اللّٰهُ قَلْبَهٗ اَمْنًا وَّاِيْمَانًا وَّذُكِرَ حَدِيْثُ سُوَيْدٍ مَّنْ تَرَكَ لُبْسَ ثُوْبِ جَمَالٍ فِيْ كِتَابِ اللِّبَاسِ.

ترجمہ: حضرت سہل بن معاذ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوشخص غصے کو روکے جبکہ وہ اس کے روکنے پر قادر ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے روبرو اس کو بلائے گا یہاں تک کہ اس کو اختیار دے گا جس حور کو چاہے پسند کر لے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور ابوداؤد نے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں سوید بن وہب سے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے بیٹوں سے روایت کی ہے وہ اپنے آباء سے بیان کرتے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کے دل کو امن اور ایمان کے ساتھ بھرے۔ سوید کی حدیث جس کے الفاظ ہیں من ترک لبس ثوب جمال کتاب اللباس میں ذکر کی جا چکی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ.... حیا کی تعریف وفضیلت

(۲۱) عَنْ زَيْدِ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ دِيْنٍ خُلُقًا وَخُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَيَآءُ. رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْ اَنَسٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ.

ترجمہ: حضرت زید بن طلحہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر دین کے لیے خلق ہے اور اسلام کا خلق حیا ہے روایت کیا اس کو مالک نے مرسل اور روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں انس اور ابن عباس سے۔

تشریح: ''خلقاً'' یعنی ہر آسمانی دین کا ایک غالب مزاج رہا ہے اور اس کا ایک بنیادی مقصد رہا ہے اور اس کا ایک خاص رجحان رہا ہے اور اس کی ایک نمایاں صفت رہی ہے جو باقی اوصاف پر غالب رہی ہے' اسلام میں وہ صفت وطبیعت اور وہ میلان اور رجحان حیاء ہے اگرچہ دوسرے مذاہب میں بھی حیاء کا حکم تھا لیکن اسلام کا غالب مزاج حیاء ہے' اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد تکمیل مکارم اخلاق قرار دیا جس میں حیاء سرفہرست ہے آپ نے فرمایا'' انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق'' ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'' استحیوا من اللہ حق الحیاء''

خلاصہ یہ کہ حیاء انسانی گاڑی کیلئے بمنزلہ بریک اور ٹائر راڈ ہے اگر بریک فیل ہو گیا تو نہ معلوم یہ گاڑی کہاں کہاں جا کر ٹکرائے گی اور تباہ و برباد ہو جائے گی۔ آج کل دنیا میں سب سے زیادہ فحاش اور بے حیاء قوم یہود ونصاری ہیں جو فحاشی کو بطور مذہب استعمال کرتے ہیں اور دیگر اقوام میں سپلائی کرتے ہیں۔

ایمان اور حیاء لازم وملزوم ہیں

(۲۲) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْحَيَآءَ وَالْاِيْمَانَ قُرَنَاءُ جَمِيْعًا فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُهُمَا رُفِعَ الْاٰخَرُ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَاِذَا سُلِبَ اَحَدُهُمَا تَبِعَهُ الْاٰخَرُ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیا اور ایمان ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیئے گئے ہیں جب ان میں سے ایک کو اٹھا لیا جاتا ہے دوسرے کو اٹھا لیا جاتا ہے۔ ابن عباس کی ایک روایت میں ہے جب ان دونوں میں سے ایک کو دور کیا جاتا دوسرا اس کے پیچھے کر دیا جاتا ہے روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

خوش خُلقی کی اہمیت

(۲۳) وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ کَانَ اٰخِرُ مَا وَصَّانِیْ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ وَضَعْتُ رِجْلِیْ فِی الْغَرْزِ اَنْ قَالَ یَا مَعَاذُ اَحْسِنْ خُلُقَکَ لِلنَّاسِ. (رواہ مالک)

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آخری وہ بات جس کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو وصیت کی جب میں نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا آپ نے فرمایا اے معاذ لوگوں کے لیے اپنے خلق کو اچھا بناؤ۔ (روایت کیا اس کو مالک نے)

تشریح: "رجلی" حضرت معاذ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا گورنر مقرر فرمایا تھا ان کو رخصت کرتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلاف معمول ان کے ساتھ ایسا معاملہ فرمایا جس کی نظیر نہیں ملتی، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدل جا رہے ہیں اور ان کو گھوڑے پر سوار کیا ہے اور جاتے جاتے ان کو وہ نصائح ارشاد فرماتے ہیں جس کی نظیر نہیں ملتی ابھی حضرت معاذ پورے سوار بھی نہیں ہوئے، پاؤں رکاب پر ہی رکھا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نادر نصیحت ارشاد فرمائی کہ اے معاذ لوگوں کے ساتھ تعلیم و تربیت کیلئے اپنے اخلاق کو اچھا رکھو، یہاں لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو نصیحت قبول کرنے والے ہوں یا اس کی امید کی جا سکتی ہو لیکن جو لوگ نصیحت کو ٹھکرائیں اور دعوت حق کو مسترد کریں ان سے تلوار کے ذریعہ سے بات ہوگی اب تلوار ان کو سمجھائے گی اور ان کی تربیت جہاد کے میدان میں ہوگی چنانچہ جہاد جس طرح مسلمانوں کیلئے رحمت ہے اسی طرح کفار کیلئے بھی رحمت ہے کیونکہ اس سے کفار کو ہدایت ملتی ہے اور مسلمانوں کو ثواب اور صالح معاشرہ ملتا ہے اور دنیا کو امن ملتا ہے جس طرح اخلاق کی جگہ تلوار استعمال کرنا مناسب نہیں ہے اسی طرح تلوار کی جگہ اخلاق استعمال کرنا مناسب نہیں ہے کسی شاعر نے یہی بات کہی ہے۔

فوضع الندیٰ فی سوضع السیف بالعلیٰ قبیح کو ضع السیف فی موضع الندیٰ

یعنی تلوار استعمال کرنے کے موقع میں احسان کرنا اسی طرح برا ہے جس طرح احسان کی جگہ تلوار کا استعمال برا ہے۔

(۲۴) وَعَنْ مَّالِکٍ بَلَغَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ. رَوَاهُ فِی الْمُوَطَّا وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ.

ترجمہ: حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے کہا مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حسن خلق کو پورا کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں روایت کیا اس کو موطا نے روایت کیا اس کو احمد نے ابو ہریرہ سے۔

اپنی بہترین صورت و سیرت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا شکر ادا کرتے تھے

(۲۵) وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَظَرَ فِی الْمِرْاٰةِ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ حَسَّنَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ وَزَانَ مِنِّیْ مَاشَانَ مِنْ غَیْرِیْ. رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ مُرْسَلًا.

ترجمہ: حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت آئینہ دیکھتے فرماتے سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے میری پیدائش اور میرا خلق اچھا کیا اور مجھے زینت بخشی اس چیز سے جس نے میرے غیر کو عیب دار بنایا ہے روایت کیا بیہقی نے شعب الایمان میں مرسل۔

تشریح: "حسن خلقی" انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور اس کو اشرف المخلوقات بنایا اور اس کو احسن تقویم میں رکھ کر خوبصورت بنایا، اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان جب اپنی تخلیق پر نظر کرے تو اپنے رب اور پیدا کرنے والے کا شکر ادا کرے آئینہ میں چہرہ دیکھنے کے وقت پیغمبر اسلام نے امت کو جس دعا کی تعلیم دی ہے اس میں اسی حقیقت کو ظاہر کیا گیا ہے تا کہ انسان اپنا چہرہ دیکھنے کے وقت نہ تو تکبر میں مبتلا ہو اور نہ تخلیق کے پس منظر کو نظر

اندازکرے۔اس حدیث کے ساتھ آنے والی حدیث میں بھی ایک دعا کا ذکر ہے اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دی ہے کہ اس طرح دعا مانگو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے دعا مانگ رہے ہیں بلکہ امت کی تعلیم کیلئے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

حسن خلق کی دعا

(۲۶) وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَاَحْسِنْ خُلُقِيْ (مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اے اللہ تو نے میری پیدائش اچھی کی ہے میرا خلق بھی اچھا کردے۔(روایت کیا اس کو احمد نے)

بہترین لوگ کون ہیں؟

(۲۷) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ خِيَارُكُمْ اَطْوَلُكُمْ اَعْمَارًا وَّاَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا. (رواه مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو بتلاؤں کہ تم میں سے بہترین کون ہے انہوں نے کہا کیوں نہیں فرمایا تم میں بہترین وہ ہیں جن کی عمریں دراز ہوں اور خلق اچھے ہوں۔(روایت کیا اس کو احمد نے)

تشریح: ظاہر ہے کہ جن لوگوں کے اخلاق واطوار پاکیزہ اور اچھے ہوں گے اور ان کی عمر زیادہ ہوگی تو وہ نیکیاں اور عبادتیں بہت کریں گے جس کے نتیجہ میں ان کو فضائل وکمالات بھی زیادہ حاصل ہوں گے اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کی عمر کا دراز ہونا اس کے حق میں بہت مبارک ہے اور حقیقت میں دراز عمر شخص وہی ہے جو نیک کاموں میں مشغول رہے۔

(۲۸) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا. (رواه سنن ابو دائود والدارمی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومنوں میں کامل ایماندار وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں۔روایت کیا اس کو ابوداؤد اور دارمی نے۔

تشریح: "حسن الخلق" اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ احادیث میں اچھے اخلاق کی جتنی فضیلتیں وارد ہیں اس کے برعکس بداخلاقی کی اتنی ہی مذمت ہوگی اگرچہ مذمت کا ذکر بھی نہ ہو کیونکہ وبضدها تتبين الاشياء

یہاں چند الفاظ وارد ہیں جو مختلف اکابر کی جانب سے حسن خلق کی تعریفات وتعارف میں ہیں:

(۱) قال الحسن البصریؒ "حسن الخلق بسط الوجه وبذل الندیٰ و کف الاذیٰ"

(۲) وقال الواسطیؒ "هو ان لا یخاصم ولا یخاصم من شدة معرفته بالله"

(۳) وقال ایضا "هو ارضاء الحق فی السراء والضراء"

(۴) وقال سهلؒ " ادنی حسن الخلق الاحتمال وترک المکافاة والرحمة للظالم والاستغفار.

حضرت سہل تستری فرماتے ہیں کہ معمولی اخلاق یہ ہیں کہ مخلوق خدا کی ایذا کو برداشت کیا جائے بدلہ نہ لیا جائے ظالم پر ترس کھائے اور ان کیلئے استغفار کرے۔

تین خاص باتیں

(۲۹) وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلًا شَتَمَ اَبَابَكْرٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ يَتَعَجَّبُ وَيَتَبَسَّمُ فَلَمَّا اَكْثَرَ رَدَّ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ فَغَضِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ فَلَحِقَهٗ اَبُوْبَكْرٍ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَانَ يَشْتُمُنِيْ وَاَنْتَ جَالِسٌ فَلَمَّا رَدَدْتُ

عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهِ غَضِبْتَ وَقُمْتَ قَالَ كَانَ مَعَكَ مَلَكٌ يَرُدُّ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَدَدْتَ عَلَيْهِ وَقَعَ الشَّيْطَانُ ثُمَّ قَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ ثَلٰثٌ كُلُّهُنَّ حَقٌّ مَا مِنْ عَبْدٍ ظُلِمَ بِمَظْلَمَةٍ فَيُغْضِيْ عَنْهَا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِلَّا اَعَزَّ اللّٰهُ بِهَا نَصْرَهٗ وَمَا فَتَحَ رَجُلٌ بَابَ عَطِيَّةٍ يُرِيْدُ بِهَا صِلَةً اِلَّا زَادَ اللّٰهُ بِهَا كَثْرَةً وَمَا فَتَحَ رَجُلٌ بَابَ مَسْئَلَةٍ يُرِيْدُ بِهَا كَثْرَةً اِلَّا زَادَ اللّٰهُ بِهَا قِلَّةً (مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گالی دی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے آپ نے تعجب کا اظہار کیا اور مسکراتے رہے جب اس نے بہت زیادہ گالیاں دیں۔ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی کسی گالی کا جواب دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور اٹھ کھڑے ہوئے ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کو ملے اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب وہ مجھے گالیاں دے رہا تھا آپ بیٹھے ہوئے تھے جب میں نے اس کی کسی بات کا جواب دے دیا ہے آپ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور ناراض ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا تیرے ساتھ فرشتہ تھا جو اس کو جواب دے رہا تھا جب تو نے اس کو جواب دیا شیطان واقع ہو گیا پھر فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تین باتیں سب حق ہیں کسی بندے پر ظلم نہیں ہوتا وہ اللہ عزوجل کے لیے اس سے چشم پوشی کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی مدد کرتا ہے کسی بندے نے بخشش کا دروازہ نہیں کھولا اس کے ساتھ صلہ رحمی کرنا چاہتا ہے مگر اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کثرت اموال میں اس کو زیادہ کرتا ہے کسی شخص نے سوال کا دروازہ نہیں کھولا مگر اسی کی وجہ سے اس کو قلت اموال میں زیادہ کرتا ہے۔(روایت کیا اس کو احمد نے)

نرمی و مہربانی کرنے کا اثر

(۳۰) وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُرِيْدُ اللّٰهُ بِاَهْلِ بَيْتٍ رِفْقًا اِلَّا نَفَعَهُمْ وَلَا نَحْرِمُهُمْ اِيَّاهُ اِلَّا ضَرَّهُمْ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی گھر والوں کے ساتھ نرمی کا ارادہ نہیں کرتا مگر ان کو نفع دیتا ہے اور اس سے محروم نہیں کرتا مگر ان کو نقصان پہنچاتا ہے۔روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

بَابُ الْغَضَبِ وَالْكِبْرِ۔۔۔۔ غصہ اور تکبر کا بیان

قال الله تعالیٰ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس والله یحب المحسنین

غضب اس شیطانی اغواء اور برانگیختگی کا نام ہے جس کی وجہ سے انسان ظاہری اور باطنی اعتبار سے اپنے طبعی مزاج اور حدود واعتدال سے نکل جاتا ہے۔جس کے نتیجہ میں یہ انسان اس طرح بے مقصد گفتگو اور مذموم افعال کا ارتکاب کرتا ہے جو نہ شریعت میں جائز ہے اور نہ عرف میں اس کو پسند کیا جاتا ہے پھر یہی جنونی کیفیت اس انسان کو مغضوب علیہ سے انتقام کی طرف متوجہ کرتی ہے اور یہ اس پر حملہ آور ہو جاتا ہے' غضب کی اس جنونی کیفیت کا اثر اس شخص کے چہرہ پر بھی ظاہر ہو جاتا ہے چنانچہ اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں بعض اوقات یہ جنونی کیفیت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ آدمی مر جاتا ہے غضب کا مقابل حلم ہے جو بردباری' سنجیدگی اور وقار کا نام ہے جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اس بات کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ غضب بذات خود کوئی بری خصلت نہیں ہے کہ اس کو اصلاً قبیح کہا جائے بلکہ غضب تو انسانی کمال کا ایک حصہ ہے لیکن غضب کے استعمال کی وجہ سے اس میں برائی آجاتی ہے مثلاً کوئی شخص حق کو چھوڑ کر باطل کی حمایت میں غضب کو استعمال کرتا ہے احکام شرعیہ کو پامال کرتا ہے معصیت اور ظلم وتشدد میں غضب کو استعمال کرتا ہے تو یہ ایک بری خصلت اور شریعت کی رو سے مذموم حرکت ہے' لیکن اسی غضب کو اگر کوئی شخص حق کی حمایت میں استعمال کرتا ہے تو یہ غضب نہایت محمود اور پسندیدہ صفت ہے یہی وجہ ہے کہ شریعت انسانی غضب کو ختم کرنا نہیں چاہتی ہے بلکہ اس کو راہ اعتدال پر لا کر اس کی اصلاح کرتی ہے اور اس قوت غضبیہ کو شریعت کا تابع بنانا چاہتی ہے اللہ تعالیٰ نے نباتات اور

جمادات کو قوت غضبیہ سے محروم رکھا ہے اس کے علاوہ ہر انسان وحیوان میں غضب کا ایک مادہ رکھا ہے جتنے حیوانات ہیں ان میں غضب کی قوت موجود ہے اور اس کے استعمال کیلئے ان کے پاس مناسب آلات اور ہتھیار بھی موجود ہیں۔

چنانچہ اپنے دفاع کیلئے پرندوں کے پاس پنجے اور چونچ موجود ہیں درندوں کے پاس برچھی نما ناخن اور داڑھ موجود ہیں گائے اور بھینس کے پاس سینگ ہیں جن کے پاس سینگ نہیں تو ان کے پاس ٹانگیں ہیں جو دفاع کا کام کرتی ہیں جیسے گدھا گھوڑا خچر ہیں' ہاتھی اور اونٹ کے پاس جبڑے ہیں جس سے وہ مضبوط سے مضبوط چیز کو پیس کر رکھ دیتے ہیں۔ سانپ کے پاس اگر ظاہر میں کچھ بھی نہیں تو اللہ تعالیٰ نے دفاع کیلئے اس کو ایسا زہر دیا ہے کہ جس سے وہ شیر کو بھی ٹھنڈا کر دیتا ہے اور انسان کو تڑپا کے رکھ دیتا ہے بچھو اور شہد کی مکھیوں کو ڈنگ مارنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے کانٹا دیا ہے یہاں تک کہ مچھر کو ایسا حساس آلہ دیا ہے کہ وہ سیکنڈوں میں انسان کی مضبوط کھال سے خون جاری کر دیتا ہے غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے جب حیوانات کو غضب کی قوت عطا کی تو دفاع کے آلات بھی عطا کر دیئے۔ انسان کو عقل دی جس کے ذریعہ سے اپنے دفاع کیلئے عجیب عجیب حیلے تیار کرتا ہے اور اس کو بروئے کار لاتا ہے جیسے تیز دھار آلے' گولیاں اور راکٹ اور میزائل ہیں' خلاصہ یہ کہ شریعت قوت غضبیہ کی اصلاح کرتی ہے اس کو ختم نہیں کرتی۔

"والکبر" اصل میں کبر کے معنی بڑائی کے ہیں یعنی اپنے آپ کو اس طرح بڑا سمجھنا کہ جس سے دل و دماغ میں خود پسندی' خود بینی اور عُجب پیدا ہو جائے جس کے نتیجہ میں آدمی دوسرے لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھنے لگ جائے اور حق کے ٹھکرانے پر اتر آئے' انسان میں چونکہ ذاتی اور حقیقی بڑائی نہیں ہے اس لئے اس کو کبر و تکبر اور شیخی جتلانے سے منع کیا گیا ہے انسان کی حقیقت تو یہ ہے کہ

ما للتراب وللعلوم وانما یسعیٰ لیعلم انه لا یعلم

اللہ تعالیٰ جل جلالہ چونکہ ذاتی کبریائی کے مالک ہیں وہ المستجمع لجمیع صفات الکمال ہیں اس لئے کبریائی اور بڑائی ان کے ساتھ خاص ہے وہ الجبار المتکبر ہیں انہوں نے اعلان کیا ہے: "الکبریاء ردائی والعظمة ازاری فمن نازعنی فیهما قذفته النار"

اسی وجہ سے انسان کو میدان کبریائی میں قدم رکھنے کی کوشش کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس کو تواضع اور عاجزی کی تعلیم دی گئی ہے اگر کسی انسان میں عطائی فضائل ہوں' اس پر وہ شکر تو کر سکتا ہے لیکن بڑائی کا دعویٰ نہیں کر سکتا' لوگ اگر اس کو بڑا سمجھتے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی قبولیت ہے' جیسے ایک دعا میں ہے "اللهم اجعلني في عيني صغيرا وفي اعين الناس كبيرا" بہرحال استکبار اور ذلت وصغار دونوں منع ہیں تواضع میں توسط اور اعتدال ہے نبی پاک کی تعلیمات میں غصہ ٹھنڈا کرنے کا علاج بھی موجود ہے کہ غصہ میں مبتلا شخص غسل کرے یا وضو بنائے یا ٹھنڈا پانی استعمال کرے یا اعوذ باللہ پڑھے' کھڑا ہو تو بیٹھ جائے' بیٹھا ہو تو لیٹ جائے یا اس کے عکس کرے کیونکہ حالت بدلنے سے غصہ جاتا رہتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ .... غصہ سے اجتناب کی تاکید

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِيْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ ذٰلِكَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا مجھ کو کچھ وصیت فرمائیں فرمایا غصہ مت کیا کر اس نے بار بار یہی بات کہی ہر بار آپ نے جواب میں فرمایا غصہ نہ کیا کر۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "لا تغضب" اس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار یہی فرمایا کہ 'غصہ نہ کر' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص میں صبر کی کمزوری تھی اور غضب کا مادہ زیادہ تھا یہ شخص بار بار درخواست کر رہا تھا کہ اے اللہ کے رسول مجھے کوئی وصیت و نصیحت کریں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار تاکید کی کہ غصہ نہ کر کیونکہ درحقیقت غضب عقل کی مغلوبیت کا نام ہے اور جب عقل مغلوب ہو جائے تو یہ ایک برائی نہیں بلکہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ جب عقل مغلوب ہو جائے تو پھر کیا رہ گیا؟ گویا اس شخص کیلئے بڑی نصیحت یہ تھی کہ غصہ نہ کر تم جب غصہ نہیں کرو گے تو دین اور دنیا کے فوائد پاؤ گے۔

طاقتور آدمی

(۲) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرْعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِیْ يَمْلِکُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ. (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلوان وہ شخص نہیں جو پچھاڑے پہلوان وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت نفس پر قابو پالے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "یملک نفسه" یعنی یہ کوئی کمال نہیں کہ کسی کو کشتی میں گرایا جائے یا پنجہ آزمائی میں غلبہ حاصل کیا جائے اور پہلوانی کا تمغہ اس کو مل جائے لیکن غصہ اور غضب کے وقت وہ شخص مغلوب الحال بن کر آپے سے باہر ہو جائے اور اول فول بکنے لگ جائے اور جنگ شروع کرے پہلوانی کی زور آزمائی میں تو وہ مضبوط رہا مگر غصہ کے ہاتھوں شکست کھا گیا۔ گلستان سعدی میں شیخ سعدیؒ نے ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک پہلوان غصہ سے مغلوب ہو کر اول فول بک رہا تھا آنکھیں لال ہو گئی تھیں گردن کی رگیں پھول گئی تھیں اور چہرہ سرخ ہو گیا تھا بابا سعدی نے پوچھا یہ شخص کون ہے اور اس کو کیا ہو گیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ پہلوان ہے کسی نے غصہ میں ڈالا ہے اس لئے یہ کیفیت ہوگئی' بابا سعدی نے فرمایا عجیب پہلوان ہے کہ پنجہ آزمائی میں تو ثابت قدم رہتا ہے لیکن زبان کی ذرا سی بات کے سامنے گر کر چت لیٹ گی ہے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری قوت کی بجائے باطنی قوت کو اصل قرار دیا ہے اور دنیوی قوت کی بجائے دین کی قوت کو اصل قرار دیا ہے "الشدید" سے مراد پہلوان ہے۔ "بالصرعة" صرعہ کشتی اور دنگا مشتی کو کہتے ہیں۔

جنتی اور دوزخی لوگ

(۳) وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ كُلُّ جَوَّاظٍ زَنِيْمٍ مُتَكَبِّرٍ

ترجمہ: حضرت حارثہ بن وہب سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو اہل جنت کے متعلق خبر دوں ہر ضعیف جس کو لوگ حقیر جانیں۔ اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھائے اللہ تعالیٰ اس کو سچا کر دے۔ میں تم کو اہل دوزخ کے متعلق خبر دوں ہر اجڈ' موٹا' حرام خور گھمنڈ رکھنے والا (متفق علیہ) مسلم کی ایک روایت میں ہے ہر مال جمع کرنے والا حرام زادہ' متکبر۔

تشریح: حدیث میں ضعیف سے مراد وہ شخص ہے جو نہ تو گھمنڈی اور متکبر ہو اور نہ لوگوں پر جبر و زیادتی کرنے والا ہو۔ لفظ "**متضعف**" میں مشہور تو عین پر زبر ہی ہے اور ترجمہ میں اسی کو ملحوظ رکھا گیا ہے لیکن بعض حضرات نے عین کو زیر کے ساتھ پڑھا ہے' اس صورت میں اس لفظ کے معنی متواضع' کمتر اور گمنام کے ہوں گے۔ "ہر ضعیف جنتی ہے" سے مراد یہ ہے کہ جنت میں جن لوگوں کی اکثریت ہوگی وہ یہی لوگ ہوں گے' اسی طرح دوسری قسم کے لوگ (یعنی جن کو دوزخی قرار دیا گیا ہے' سے بھی یہی مراد ہے کہ وہ دوزخیوں کی اکثریت ان ہی لوگوں میں پر مشتمل ہوگی۔)

علماء نے **لو اقسم علی الله** کے معنی بیان کئے ہیں' ایک تو یہ کہ اگر وہ شخص اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم پر اعتماد کر کے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کو سچا کرتا ہے اور اس کے اعتماد کو پورا کرتا ہے یعنی اس کی قسم ٹوٹتی نہیں بلکہ پوری ہوتی ہے۔

ترجمہ میں اس معنی کو ملحوظ رکھا گیا ہے! دوسرے یہ کہ اگر وہ شخص اپنے پروردگار سے کسی چیز کا طلب گار ہوتا ہے اور اس کو قسم دے کر اپنی مراد پوری ہونے کی دعا کرتا ہے تو پروردگار اس کی قسم کی لاج رکھتا ہے اور اس کی مراد پوری کرتا ہے اور تیسرے یہ کہ اگر وہ شخص کسی کام کے بارے میں قسم کھا کر یہ کہتا ہے کہ حق تعالیٰ اس کام کو کرے گا یا اس کام کو نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو سچا کرتا ہے یعنی اس طرح کرتا ہے جو اس کی قسم کے مطابق ہوتا ہے۔

زنیم کے معنی کمینہ کے ہیں اور اس کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو اپنے آپ کو کسی ایسی قوم یا ایسے طبقہ کی طرف منسوب کر لے جس سے حقیقت

میں وہ کوئی تعلق نہیں رکھتا اسی لئے ''زنیم'' کا ترجمہ ''حرام زادہ'' کیا جاتا ہے۔ چنانچہ عتل اور زنیم کے الفاظ قرآن کریم میں بھی آئے ہیں اور مذکورہ بالا معنی ہی میں ان الفاظ کا مصداق ولید بن مغیرہ کو قرار دیا گیا ہے جو کفار مکہ میں سے نہایت بدطن اور اسلام و پیغمبر اسلام کا سخت ترین دشمن تھا۔

متکبر جنت میں داخل نہیں ہوگا

(۴) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرٍ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگ میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کی مانند ایمان ہے۔ اور جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کی مانند تکبر ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''ایمان'' سے مراد اصل ایمان نہیں ہے بلکہ ایمان کے ثمرات مراد ہیں جن کو فضائل و اخلاق سے تعبیر کیا جاتا ہے خواہ ان کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے اور جو نور ایمان اور ظہور ایقان سے صادر ہوتے ہیں جہاں تک اصلی ایمان کا تعلق ہے وہ چونکہ تصدیق قلبی کا نام ہے اس لئے اس میں نہ تو زیادتی ہوسکتی ہے اور نہ کمی اس اعتبار سے اس کو اجزاء میں منقسم بھی نہیں کیا جاسکتا' البتہ اس کے شعبے اور شاخیں بہت ہیں جو اصل ایمان کی حقیقت و ماہیت سے خارج ہیں جیسے نماز روزہ اور زکوۃ اور اسی طرح اسلام کے دوسرے تمام ظاہری احکام یا جیسے تواضع اور ترحم اور اسی طرح وہ تمام چیزیں جو باطنی اوصاف و خصائل کا درجہ رکھتی ہیں' چنانچہ اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ''الایمان بضع و سبعون شعبة'' (ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں) ظاہر ہے کہ شاخوں اور اس کی اصل کے درمیان اتنا گہرا اور قریبی تعلق ہوتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم کا درجہ رکھتی ہیں لیکن اس کے باوجود حقیقت و ماہیت کے اعتبار سے کوئی بھی شاخ اپنی اصل کا مترادف نہیں ہوسکتی اس طرح اصل ایمان ایک الگ چیز ہے اور اسلام کے تمام ظاہری احکام و باطنی اخلاق و خصائل جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں جن کو اصل ایمان کی حقیقت و ماہیت میں شامل نہیں کیا جاسکتا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد الحیاء شعبة من الایمان (حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے) مذکورہ بالا قول کی دلیل ہے کیونکہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حیاء ایمان کے مفہوم میں داخل نہیں ہے۔

حدیث کے دوسرے جز' کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوگا جب تک کہ اس کے نامۂ اعمال میں تکبر کا گناہ موجود رہے گا ہاں جب تک وہ تکبر اور دوسری بری خصلتوں کی آلائش سے پاک وصاف ہو جائے گا تو اس وقت تک جنت میں داخل کیا جائے گا' اور یہ پاکی وصفائی یا تو اس صورت میں حاصل ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس کو عذاب میں مبتلا کرے گا اور وہ عذاب اس آلائش کو دھو دے گا یا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو معاف کر دے گا اور معافی اس آلائش کو زائل کر دے گی۔ خطابیؒ نے لکھا ہے کہ حدیث کے اس جزء کی دو تاویلیں ہیں' ایک تو یہ کہ (کبر) سے کفر و شرک مراد ہے اور ظاہر ہے کہ کفر و شرک کے مرتکب پر جنت کے دروازے ہمیشہ ہمیشہ بند رہیں گے دوسری تاویل یہ ہے کہ ''کبر'' سے مراد تو اس کے اپنے معنی ہی ہیں یعنی اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے برتر و بلند سمجھنا اور غرور و گھمنڈ میں مبتلا ہونا البتہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ متکبر شخص اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوگا جب تک کہ حق تعالیٰ کی رحمت اس پر متوجہ نہ ہو' چنانچہ جب حق تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرنا چاہے گا تو اس کے دل سے کبر کو نکال باہر کرے گا اور پھر اس کی کدورتوں سے پاک وصاف کر کے جنت میں داخل کر دے گا۔

تکبر کی حقیقت

(۵) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَّنَعْلُهٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُّحِبُّ الْجَمَالَ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کی مانند تکبر ہے' ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول ایک شخص اس بات کو پسند رکھتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اس کی جوتی اچھی ہو فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ تکبر سے حق کو باطل کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

وہ تین لوگ جو قیامت کے دن اللہ کی توجہ سے محروم رہیں گے

(۶) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا یُزَکِّیْهِمْ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ شَیْخٌ زَانٍ وَّ مَلِکٌ کَذَّابٌ وَعَآئِلٌ مُّسْتَکْبِرٌ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ہیں اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا نہ ان کو پاک کرے گا ایک روایت میں ہے نہ ان کی طرف دیکھے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ بوڑھا زانی' جھوٹا بادشاہ اور مفلس متکبر۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تکبر کرنا گویا شرک میں مبتلا ہونا ہے

(۷) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَلْکِبْرِیَآءُ رِدَآئِیْ وَالْعَظَمَةُ اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ وَاحِدًا مِّنْهُمَا اَدْخَلْتُهُ النَّارَ. وَفِیْ رِوَایَةٍ قَذَفْتُهُ فِی النَّارِ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کبریائی میری چادر اور عظمت میرا تہبند ہے جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک کو مجھ سے چھینے گا میں اس کو آگ میں داخل کر دوں گا ایک روایت میں ہے اس کو آگ میں پھینک دوں گا۔ (مسلم)

تشریح: ''الکبریاء ردائی'' یعنی یہ میرا ذاتی حق ہے پس جو شخص اس میں میرا مقابلہ کرے گا کہ میری ذاتی بلندیوں اور صفاتی عظمتوں میں دخل دیتا ہے تو میں اس کو دوزخ میں ڈال دوں گا۔ اس حدیث میں ایک لفظ الکبریا کا ہے دوسرا العظمة کا ہے بعض علماء نے اس کو مترادف قرار دے کر ایک ہی معنی پر حمل کیا ہے لیکن بعض دیگر علماء مثل ملا علی قاری اور علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ الکبریاء اس بڑائی کو کہتے ہیں جس کا تعلق ذات سے ہو اور مخلوق اس کو کماحقہ نہیں جانتی ہو اور عظمت اس بزرگی کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفات سے متعلق ہو اور مخلوق اس کو جانتی ہو' چنانچہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی اس کائنات کے وجود سے ساری مخلوق جانتی ہے' اسی فرق کے پیش نظر کبریا کی نسبت چادر کی طرف کر دی گئی اور عظمت کی نسبت تہبند کی طرف کر دی گئی ہے اور چادر بنسبت ازار اعلیٰ وارفع ہوتی ہے۔ ''رداء'' اور ''ازار'' کے الفاظ متشابہات میں سے ہیں اس کا ترجمہ مایلیق بشانہ سے ہوگا۔ ''نازعنی'' یعنی جو شخص میری ذاتی یا اضافی بڑائیوں میں شریک ہونے کی کوشش کرتا ہے اور چھینا جھپٹی کرتا ہے تو میں اس کو دوزخ میں ڈالتا ہوں۔

یہ حدیث متشابہات کی قسم میں سے ہے' سلف صالحین کے ہاں الفاظ کا وہی ترجمہ ہوگا جو' لیکن مایلیق بشانہ لگا کر حقیقت اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنی ہوگی۔ مگر متاخرین نے کچھ تاویلات سے کام لیا ہے لیکن سلف کے ہاں اس کی ضرورت نہیں ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ .... تکبر نفس کا دھوکہ ہے

(۸) عَنْ سَلَمَةَ بن الْاَکْوَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَذْهَبُ بِنَفْسِهٖ حَتّٰی یُکْتَبَ فِی الْجَبَّارِیْنَ فَیُصِیْبُهٗ مَآ اَصَابَهُمْ. (رواہ الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص ہمیشہ اپنے نفس کو کھینچتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کو سرکشوں میں لکھا جاتا ہے اس کو وہ چیز پہنچتی ہے جو اس کو پہنچتی ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''یذھب بنفسه'' کا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص مسلسل خود پسندی میں مبتلا رہتا ہے غرور و تکبر اس کو جہاں لے جانا چاہتا ہے لے جاتا ہے' اس طرح وہ خود پسندی اور بڑائی میں حد سے بڑھ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ متکبرین اور سرکش لوگوں کی فہرست میں لکھا جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں ڈال دیتا ہے معلوم ہوا خود پسندی اور غرور و تکبر بڑی تباہی ہے۔

تکبر کرنے والوں کا انجام

(۹) وَعَنْ عُمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُوْنَ اَمْثَالَ الذَّرِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْ صُوَرِ الرِّجَالِ يَغْشَاهُمُ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ يُسَاقُوْنَ اِلٰى سِجْنٍ فِيْ جَهَنَّمَ يُسَمّٰى بُوْلَسَ تَعْلُوْهُمْ نَارُ الْاَنْيَارِ يُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَةِ اَهْلِ النَّارِ طِيْنَةِ الْخَبَالِ (رواہ الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے بیان کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تکبر کرنے والوں کو قیامت کے دن چیونٹیوں کی صورت میں اٹھایا جائے گا۔ مردوں کی صورت میں ان کو ذلت ہر جگہ سے ڈھانپ لے گی۔ جہنم میں ایک قید خانہ کی طرف ان کو کھینچا جائے گا جس کا نام بولس ہے آگوں کی آگ ان کو گھیر لے گی دوزخیوں کے نچوڑ سے ان کو پلایا جائے گا جس کا نام طینۃ الخبال ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

ناحق غصہ شیطانی اثر ہے

(۱۰) وَعَنْ عَطِيَّةَ بْنِ عُرْوَةَ السَّعْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطٰنِ وَاِنَّ الشَّيْطٰنَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَاِنَّمَا يُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ (رواہ ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عطیہ عروہ سعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ کرنا شیطان سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے جس وقت تم میں سے کسی کو غصہ آئے چاہیے کہ وضو کرے۔ (ابوداؤد)

تشریح: ٹھنڈا پانی استعمال کرنے کی خاصیت یہ ہے کہ وہ غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے جیسا کہ عام تجربہ سے ثابت ہے' اور ٹھنڈے پانی کے استعمال کی بہترین صورت تو وضو کر لینا ہے لیکن ٹھنڈا پانی پینے کی بھی یہ خاصیت ہے اس حدیث میں تو صرف وضو کرنے کا ذکر ہے لیکن چاہیے یہ کہ جب غصہ آئے تو پہلے **اعوذ بالله من الشيطان الرجيم** پڑھے (چنانچہ ایک حدیث میں یہ منقول ہے کہ اعوذ پڑھنے سے غصہ جاتا رہتا ہے) پھر جب دیکھے کہ غصہ ختم نہیں ہوا ہے تو اٹھ کر وضو کرے اور اللہ تعالیٰ کیلئے دو رکعت نماز پڑھے۔

غصہ کا ایک نفسیاتی علاج

(۱۱) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ فَاِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَاِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ. (رواہ مسند احمد بن حنبل والجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوذر سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم میں سے کوئی ایک غصے میں ہو جب وہ کھڑا ہے بیٹھ جائے اگر غصہ جاتا رہے اچھا ہے و گرنہ لیٹ جائے۔ (روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے)

تشریح: شرح السنہ میں لکھا ہے کہ غصہ کی حالت میں کھڑے رہنے کے بجائے بیٹھ جانے میں حکمت یہ ہے کہ عام طور پر غصہ کے وقت انسان بے قابو ہو جاتا ہے اور اگر وہ غصہ کے وقت کھڑا ہو تو اس بات کا زیادہ خوف رہتا ہے کہ وہ کوئی ایسی حرکت کر گزرے جس سے بعد میں پریشانی اور پشیمانی اٹھانی پڑے اور ظاہر ہے کہ بیٹھے ہوئے ہونے کی صورت میں کسی حرکت کا صادر ہونا اتنی سرعت اور آسانی کے ساتھ نہیں ہوتا جس قدر کہ کھڑے ہونے کی صورت میں ہوتا ہے اور لیٹے ہوئے ہونے کی صورت میں اتنی سرعت اور آسانی کے ساتھ نہیں ہوتا جس قدر بیٹھے ہوئے ہونے کی صورت میں ہوتا ہے لیکن اس بارے میں زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ غصہ کے وقت اپنی حالت میں اس طرح تبدیلی کر لینا کہ جس سے جسم و ذہن کو سکون و آرام ملے جیسے کھڑا ہو تو فوراً بیٹھ جائے یا بیٹھا ہوا ہو تو لیٹ جائے' غصہ اور اشتعال کے دفعیہ کیلئے بہترین تاثیر رکھتا ہے۔

برے بندے کون ہیں؟

(۱۲) وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتَ عَمِيْسٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَخَيَّلَ وَ اخْتَالَ وَنَسِيَ الْكَبِيْرَ الْمُتَعَالَ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَجَبَّرَ وَاعْتَدٰى وَنَسِيَ الْجَبَّارَ الْاَعْلٰى بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ سَهٰى وَلَهٰى وَنَسِيَ الْمَقَابِرَ وَالْبِلٰى بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ عَتَا وَطَغٰى وَنَسِيَ الْمُبْتَدَأَ وَالْمُنْتَهٰى بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ يَخْتِلُ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ يَخْتِلُ الدِّيْنَ بِالشُّبُهَاتِ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ طَمَعٌ يَقُوْدُهُ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ هَوًى يُضِلُّهُ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ رَغَبٌ يُذِلُّهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ لَيْسَ اِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ اَيْضًا هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے وہ بندہ بُرا ہے جس نے خود کو اچھا جانا اور تکبر کیا اور خدائے بزرگ کو بھول گیا۔ وہ بندہ برا ہے جس نے ظلم کیا لوگوں پر زیادتی کی اور بلند جبار کو بھول گیا وہ بندہ برا ہے جو بھول گیا اور مشغول رہا۔ مقبروں کو بھول گیا اور بدن کی کہنگی کو۔ وہ بندہ برا ہے جو فساد ڈالے اور حد سے بڑھے اور اپنے حال کی ابتداء اور انتہا کو بھول گیا وہ بندہ برا ہے جو دنیا کو دین کے ساتھ طلب کرے وہ بندہ برا ہے جس نے دین کو شبہات کے ساتھ خراب کیا وہ بندہ برا ہے جس کو حرص کھینچ لے جاتی ہے۔ وہ بندہ برا جس کو نفس کی خواہش گمراہ کرتی ہے وہ بندہ برا ہے جس کو رغبت خوار کرتی ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور ان دونوں نے کہا اس کی سند قوی نہیں ہے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: یہ حدیث محض ترمذی وبیہقی کی مذکورہ اسناد ہی سے منقول نہیں ہے' بلکہ اس کو طبرانیؒ نے بھی نقل کیا ہے اور ایک دوسرے طریق پر بیہقیؒ نے نعیم ابن ہماز سے نقل کیا ہے نیز اس کو حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں نقل کیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کثرت طرق ضعیف حدیث کو قوی کر دیتی ہے اور اس کو حسن لغیرہ کے درجہ پر پہنچا دیتی ہے جس سے روایت کا مقصود پورا ہو جاتا ہے جہاں تک بیہقیؒ کے اس قول کا تعلق ہے کہ یہ حدیث غریب ہے' تو واضح رہے کہ اول تو غرابت صحت اور حسن کے منافی نہیں' دوسرے یہ کہ تمام محدثین کے نزدیک فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر بھی عمل کیا جاتا ہے' لہٰذا وعظ ونصیحت کے موقع پر اس حدیث کو ذکر کرنا اور لوگوں کو اس سے سبق حاصل کرنے کی تلقین کرنا بطریق اولیٰ مناسب ہوگا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ..... غصہ کو ضبط کرو

(۱۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَجَرَّعَ عَبْدٌ اَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ جُرْعَةِ غَيْظٍ يَكْظِمُهَا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى. (رواہ مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندہ نے اللہ تعالیٰ کے نزدیک غصہ کے گھونٹ سے بڑھ کر کوئی گھونٹ نہیں پیا جس کو وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے پی جاتا ہے۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

(۱۴) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ قَالَ الصَّبْرُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَالْعَفْوُ عِنْدَ الْاِسَآءَةِ فَاِذَا فَعَلُوْا عَصَمَهُمُ اللّٰهُ وَخَضَعَ لَهُمْ عَدُوُّهُمْ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ قَرِيْبٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے ایسی خصلت کے ساتھ دور کر جو نیک تر ہے فرمایا غضب کے وقت صبر کرنا اور برائی کے وقت معاف کر دینا مراد ہے جب لوگ ایسا کریں گے اللہ تعالیٰ ان کو آفات سے بچائے گا اور ان کے دشمن کو ان کے لیے پست کر دے گا گویا کہ وہ قریبی دوست ہے۔ بخاری نے تعلیقاً اس کو روایت کیا ہے۔

تشریح: روایت میں آیت کا جو ٹکڑا نقل کیا گیا ہے وہ اپنے سیاق وسباق کیساتھ اس طرح ہے۔ **ولا تستوی الحسنة ولا السیئة ادفع بالتی ھی احسن** گویا آیت کی تعلیم یہ ہے کہ برائی کا بدلہ برائی نہیں ہے بلکہ برائی کا بدلہ نیکی ہے' لہٰذا اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ برائی سے پیش آئے تم اس

کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''برائی بھلائی کے ذریعہ دفع کرنے'' سے مراد یہ ہے کہ جب غصہ آئے تو صبر وتحمل اختیار کرو اور اگر کسی سے کوئی برائی اور تکلیف پہنچے تو اس سے عفو ودرگزر کا برتاؤ کرو۔

لفظ ''قریب'' دراصل لفظ حمیم کی تفسیر ہے جس سے قرابتی مراد ہے اور یہ جملہ مذکورہ آیت کے اس آخری جزو کی تفسیر ہے **فاذا الذی بینک و بینه عداوة کانه ولی حمیم**۔ یعنی پھر اچانک (تم دیکھو گے کہ) تم میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کوئی قریبی دوست ہوتا ہے۔

غصہ ایمان کو خراب کر دیتا ہے

(۱۵) وَعَنْ بَهْزِبْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْاِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ

ترجمہ: حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے اس نے بہز کے دادا سے روایت کیا ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ ایمان کو اس طرح خراب کرتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو خراب کر دیتا ہے۔ (بیہقی)

تشریح: ''ایمان'' سے یا تو کمال ایمان مراد ہے یا نور ایمان! اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ بسا اوقات غصہ کی شدت اصل ایمان کو بھی ختم کر دیتی ہے نعوذ باللہ من ذالک۔

تواضع اختیار کرو

(۱۶) وَعَنْ عُمَرَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِيَا اَيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوْ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰه رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَفِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِّنْ كَلْبٍ اَوْخِنْزِيْرٍ.

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا لوگو تواضع اختیار کرو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جو اللہ کے لیے لوگوں سے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرتا ہے وہ اپنی نظر میں حقیر ہو جاتا ہے اور لوگوں کی آنکھوں میں عظیم ہوتا ہے اور جو کوئی تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پست کر دیتا ہے وہ لوگوں کی آنکھوں میں حقیر ہو جاتا ہے اور اپنی نظر میں عظیم ہوتا ہے یہاں تک کہ لوگوں کے نزدیک وہ کتے اور خنزیر سے بڑھ کر خوارتر ہوتا ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ متکبر ومغرور شخص اگرچہ خود کو بڑا اور عزت دار سمجھتا ہے اور دوسروں کو بھی اپنی مصنوعی بڑائی اور عزت دکھاتا ہے لیکن وہ خدا کے نزدیک بھی ذلیل وحقیر ہوتا ہے اور لوگوں کی نظروں میں بھی نہایت کمتر و بے وقعت رہتا ہے اس کے برخلاف جو شخص تواضع وفروتنی اختیار کرتا ہے وہ اگرچہ اپنی نظر میں خود کو حقیر سمجھتا ہے اور لوگوں کے سامنے بھی اپنے آپ کو کمتر و بے وقعت ظاہر کرتا ہے مگر خدا کے نزدیک اس کا مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے اور لوگوں کی نظروں میں بھی اس کی بڑی عزت ووقعت ہوتی ہے۔

انتقام لینے پر قادر ہونے کے باوجود عفو ودرگزر کرنے کی فضیلت

(۱۷) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوْسَى بْنُ عِمْرَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَارَبِّ مَنْ اَعَزُّ عِبَادِكَ عِنْدَكَ قَالَ مَنْ اِذَا قَدَرَ غَفَرَ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے کہا اے پروردگار تیرے بندوں میں سے تیرے ہاں عزیز تر کون ہے۔ فرمایا جو شخص قدرت رکھنے پر بخش دیتا ہے۔ (بیہقی)

تشریح: یعنی اگرچہ اس پر کسی شخص نے کوئی ظلم کیا اور اس کو رنج وتکلیف میں مبتلا کیا تو وہ اس سے انتقام لینے کی طاقت وقدرت رکھنے کے باوجود اس کو معاف کردے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طبیعت پر چونکہ جلالی کیفیت غالب تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس جواب کے ذریعہ گویا ان کو تلقین کی کہ وہ عفوودرگزر کا رویہ اختیار کیا کریں۔ جامع صغیر کی ایک روایت میں منقول ہے کہ جوشخص انتقام لینے کی طاقت وقدرت کے باوجود عفوو درگزر کرے تو اللہ تعالیٰ یوم عسرت یعنی قیامت کے دن اس کے ساتھ عفوودرگزر فرمائے گا۔

غصہ کو ضبط کرنے کا اجر

(۱۸) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ خَزَنَ لِسَانَهٗ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهٗ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنِ اعْتَذَرَ اِلَی اللّٰهِ قَبِلَ اللّٰهُ عُذْرَهٗ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوشخص اپنی زبان کو بند رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیب ڈھانپتا ہے اور جوکوئی اپنے غصہ کو روکتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے اپنے عذاب کو روک دے گا جوکوئی اللہ تعالیٰ کی طرف اپنا عذر بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول کر لیتا ہے۔

وہ تین چیزیں جونجات کا ذریعہ ہیں اور وہ تین چیزیں جواخروی ہلاکت کا باعث ہیں

(۱۹) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ مُنْجِيَاتٌ وَّثَلٰثٌ مُهْلِكَاتٌ فَاِنَّمَا الْمُنْجِيَاتُ فَتَقْوَی اللّٰهِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِی الرِّضٰی وَالسَّخَطِ وَالْقَصْدُ فِی الْغِنَا وَالْفَقْرِ وَاَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَهَوًی مُتَّبَعٌ وَشُحٌّ مُّطَاعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَهِیَ اَشَدُّ هُنَّ. رَوَی الْبَيْهَقِیُّ الْاَحَادِيْثُ الْخَمْسَةُ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں نجات دینے والی ہیں۔ اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ نجات دینے والی چیزیں ہیں چھپے اور ظاہر خدا سے ڈرنا۔ خوشی اور ناخوشی میں حق بات کہنا۔ فقیری اور مالداری میں میانہ روی اختیار کرنا۔ ہلاک کرنے والی چیزیں ہیں پیروی کی گئی خواہش نفس، فرمانبرداری کی گئی حرص اور آدمی کا اپنے نفس کے ساتھ گھمنڈ کرنا اور یہ خصلت سب سے بری ہے ان پانچوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے۔

تشریح: "تقوی اللہ" یعنی ظاہراً اور باطناً اپنا معاملہ اپنے رب کے ساتھ صاف رکھنا تقویٰ ہے۔ "القول بالحق" یعنی حالات کیسے بھی ہوں واقعات جیسے بھی ہوں کوئی خوش ہورہا ہو یا کوئی ناراض ہورہا ہو زبان سے حق بات کہنا اور حق پر برقرار رہنا باعث نجات ہے۔ "والقصد" یعنی خواہ آدمی مالدار ہو یا غریب ہو کچھ بھی ہو مگر وہ اپنے ہاتھ سے میانہ روی کو جانے نہیں دے رہا ہو ہر حالت میں افراط وتفریط سے پاک رہتا ہو اور اسراف وتبذیر اور اقتار وکنجوسی سے دور رہتا ہو یہ باعث نجات بات ہے۔ "هوی متبع" یعنی ہر وقت اپنی خواہشات پورا کرنے کے پیچھے پڑا ہوا ہو اور اسی کی پیروی کررہا ہو بس خواہش کو اس نے اپنا معبود بنا رکھا ہے جس طرف سے جو اشارہ ملتا ہے اس پر عمل کیلئے لپک کر جاتا ہے۔ "وشح مطاع" یعنی بخل وکنجوسی کا غلام بنا ہوا ہے جس میں بہت ممکن ہے کہ کسی وقت ایسا شخص زکوۃ اور واجبی حق کا انکار کردے اور ہلاک ہوجائے۔ "اعجاب المرة" یعنی خود پسندی کبر اور عجب خود بینی اور خودستائی یہ ایسی بیماریاں ہیں جو انسان میں داخل ہونے کے بعد نکلنے کا نام نہیں لیتی ہیں یہاں تک کہ اس کو تباہ کردیتی ہیں اس لئے اس کو سب سے سخت بتایا گیا ہے۔

بَابُ الظُّلْمِ.... ظلم کا بیان

قال اللہ تعالیٰ و اللہ لا یهدی القوم الظالمین

"الظلم" "هو وضع شئی فی غیر موضعه" یعنی کسی چیز کو اس کے اصل مقام کے بجائے دوسرے مقام میں رکھنے کا نام ظلم ہے ظلم کی اس

تعریف کا یہ مفہوم ہر اس چیز کو شامل ہے جس میں تعدی اور تجاوز ہوا ہو لیکن شریعت کی روشنی میں ظلم کی تعریف میں یہ خیال رکھنا ہوگا کہ شرعی اصطلاحی ظلم وہ ہے جس میں امور شرعیہ کی حدود سے تجاوز کیا گیا ہو۔ عرف عام میں ظلم لوگوں کے ان حقوق میں تجاوز اور زیادتی کو کہتے ہیں جن کا تعلق لوگوں کے مال و جان اور عزت و آبرو سے ہو یعنی لوگوں کے مال و جان اور عزت و آبرو میں تجاوز اور زیادتی کرنے کا نام ظلم ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ سابقہ اقوام کے واقعات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے کافر قوموں پر اس وقت ہاتھ ڈالا ہے جب یہ قومیں شرک و کفر کے بعد ظلم پر اتر آئیں اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ لوگو! میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کیا ہے اور تم بھی ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو میں تم پر بھی ظلم کو حرام قرار دیتا ہوں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... ظالم قیامت کے دن اندھیروں میں بھٹکتا پھرے گا

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ. (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم قیامت کے دن اندھیروں کا باعث ہوگا۔ (متفق علیہ)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ ظالم کو قیامت کے دن میدان حشر میں تاریکیاں اس طرح گھیرے ہوئے ہوں گی کہ وہ اس نور سے محروم رہے گا جو مؤمن کو نصیب ہوگا اور جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں فرمایا "یسعیٰ بین ایدیھم و بایمانھم" (یعنی قیامت کے دن مؤمنین کا نور ان کے آگے آگے اور دائیں طرف دوڑتا ہوگا جس کی روشنی میں وہ اپنی منزل پائیں گے۔"

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ظلمات (تاریکیوں) سے آخرت کے وہ شدید (تکالیف و مشکلات) اور عذاب مراد ہیں جن سے قیامت کے دن واسطہ پڑے گا اور جن میں اہل دوزخ مبتلا ہوں گے) چنانچہ قرآن کریم میں بھی بعض جگہ "ظلمات" کے معنی شدائد مراد لئے گئے ہیں جیسا کہ ایک آیت میں فرمایا گیا ہے "قل من ینجیکم من ظلمات البر و البحر" (کہہ دیجئے کہ تمہیں جنگل اور دریا کی تکلیف و مشکلات سے کون نجات دلاتا ہے۔)

ظالم کی رسی دراز ہوتی ہے

(۲) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَیُمْلِیْ الظَّالِمِ حَتّٰی اِذَا اَخَذَهٗ لَمْ یُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَاَ وَکَذٰلِکَ اخذ رَبِّکَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰی وَهِیَ ظَالِمَةٌ الْاٰیَةِ.(صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے جب اس کو پکڑے گا اس کو نہیں چھوڑے گا پھر اس آیت کی تلاوت کی اور اسی طرح ہے تیرے رب کا پکڑنا بستیوں کو جبکہ وہ ظالم ہوتی ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح: اس حدیث میں گویا مظلوم لوگوں کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ اپنے اوپر کئے جانے والے ظلم و ستم پر صبر و استقامت اختیار کریں اور اس دن کا انتظار کریں جب قانون قدرت کے مضبوط ہاتھ ظالم کی گردن پر ہوں گے اور اس طرح اس کو اپنے ظلم کی سخت سزا بھگتنی پڑے گی نیز اس ارشاد گرامی میں ظالموں کے لئے سخت وعید و تنبیہ ہے کہ وہ خدا کی طرف سے اس مہلت پر مغرور نہ ہو جائیں بلکہ یقین کہ آخرالامر ان کو خدا کے سخت مواخذہ سے دوچار ہونا ہے اور اپنے ظلم کی سزا یقیناً بھگتنی ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "ولا تحسبن الله غافلاً عما یعمل الظالمون الایة" (یعنی اور تم اللہ تعالیٰ کو اس چیز سے غافل مت سمجھو جس کو ظالم اختیار کرتے ہیں۔)

قوم ثمود کے علاقہ سے گزرتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تلقین

(۳) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا مَرَّبِالْحِجْرِ قَالَ لَاتَدْخُلُوْا مَسَاکِنَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ اِلَّا اَنْ تَکُوْنُوْا بَاکِیْنَ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ مَّآ اَصَابَهُمْ ثُمَّ قَنَّعَ رَأْسَهٗ وَاَسْرَعَ السَّیْرَ حَتّٰی اجْتَازَ الْوَادِیَ (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت حجر کے پاس سے گذرے فرمایا ان لوگوں

کے مکانوں میں جنہوں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے جس وقت تم گذرو رو و مبادا تم کو وہ چیز پہنچے جو ان کو پہنچی ہے پھر آپ نے چادر سے اپنا سر ڈھانک لیا اور جلدی چلے یہاں تک کہ اس وادی سے گذر گئے۔ (متفق علیہ)

قیامت کے دن مظلوم کو ظلم سے کس طرح بدلہ ملے گا؟

(۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلِمَةٌ لِّاَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْشَیْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص پر کسی مسلمان بھائی کی ابروریزی یا کسی اور چیز کا حق ہو اسے چاہیے کہ اس دن سے پہلے اس سے معاف کروالے جس روز اس کے پاس نہ درہم ہو گا نہ دینار اگر اس کے نیک عمل ہوں گے اس کے حق کے مطابق لے لیے جائیں گے اگر اس کی نیکیاں نہ ہوں گی مظلوم کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔ (بخاری)

تشریح: "مظلمة" یعنی اگر کسی ظالم کے ذمہ مظلوم کا ایسا حق باقی ہو جو اس نے مظلوم پر بصورت ظلم کیا تھا "من عرضه" یعنی اس حق کا تعلق خواہ مظلوم کی عزت وعظمت سے ہو یا کسی اور وجہ سے ہو کہ اس کو گالی دی ہو یا قول وفعل کے ذریعہ سے اس کو ایذا پہنچائی ہو۔ "او شئی" یعنی کسی کا مال چھینا ہو یا چرایا ہو یا دبایا ہو۔ "فليتحلله" تو اس سے معافی مانگ کر قیامت سے پہلے ہر قسم کا حق معاف کرا دے اگر مالی معاملہ ہے تو معاوضہ ادا کرے یا ویسے معاف کرائے اگر زبانی معاملہ ہے تو معافی تلافی کرا دے جس طرح بھی ہو مگر دنیا میں معاف کرا دے ورنہ قیامت کے دن نہ دینار ہوں گے نہ دراہم ہوں گے وہاں یہ مظلوم ظالم سے اس کی نیکیاں وصول کرے گا اگر نیکیاں ختم ہو گئیں تو پھر مظلوم کی برائیاں اور گناہ ظالم پر ڈالے جائیں گے جیسا کہ اگلی حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

حقیقی مفلس کون ہے؟

(۵) وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوْا الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ يَّاْتِیْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِصَلٰوةٍ وَّصِيَامٍ وَّزَكٰوةٍ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو مفلس کون ہے انہوں نے کہا ہم مفلس اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس کوئی درہم و دینار نہ ہو اور نہ ہی کوئی سامان ہو۔ فرمایا میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز روزہ اور زکوۃ لے کر آئے گا اور وہ آئے گا ایسی حالت میں کہ کسی کو گالی دی ہے کسی کو تہمت لگائی ہے کسی کا مال کھا گیا ہے کسی کو قتل کیا ہے کسی کو مارا ہے اس کو اس کی نیکیاں دیدی جائیں گی۔ اگر اس کے ذمہ جو حق ہیں پورا ہونے سے پہلے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں ان کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ بندوں کے حقوق کی پامالی کرنے والے کو آخرت میں نہ تو معافی ملے گی اور نہ اس کے حق میں شفاعت کام آئے گی ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی کے لئے چاہے گا تو وہ مدعی (صاحب حق) کو اس کے مطالبہ کے مطابق اپنی نعمتیں عطاء فرما کر راضی کر دے گا۔ نوویؒ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ عام طور پر لوگ مفلس اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس مال و دولت اور روپیہ پیسہ نہیں ہوتا یا بہت کم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں مفلس وہی شخص ہے جس کے بارے میں ذکر کیا گیا' چنانچہ دنیاوی مال و دولت سے

تہی دست شخص کو حقیقی مفلس نہیں کہا جاسکتا کیونکہ مال و دولت اور روپیہ پیسہ کا افلاس عارضی ہوتا ہے جو موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے بلکہ بسا اوقات زندگی ہی میں وہ افلاس، مال و دولت کی فراوانی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس کے برخلاف حدیث میں جس افلاس کا ذکر کیا گیا ہے اس کا تعلق ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی سے ہے اور اس افلاس میں مبتلا ہونے والا شخص پوری طرح ہلاک ہوگا۔

آخرت میں ہر حق تلفی کا بدلہ لیا جائے گا

(۶) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ اِلٰٓی اَهْلِهَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حَتّٰی یُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذُكِرَ حَدِیْثُ جَابِرٍ اتَّقُوا الظُّلْمَ فِیْ بَابِ الْاِنْفَاقِ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن حقداروں کو ان کے حق دیئے جائیں گے یہاں تک کہ بے سینگ بکری سینگ والی بکری سے بدلہ لے گی۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے) جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کے لفظ ہیں اتقوا الظلم باب الانفاق میں گذر چکی ہے۔

تشریح: "الجلحاء" یعنی بغیر سینگ والی مظلوم بکری کیلئے سینگ والی ظالم بکری سے قصاص اور بدلہ لیا جائے گا' مطلب یہ ہے کہ جس حیوان نے دوسرے حیوان پر دنیا میں ظلم و زیادتی اور تجاوز و تعدی کی ہوگی اس ظالم سے بدلہ لیا جائے گا یعنی اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف کا اتنا ظہور ہو جائیگا کہ انسانوں کے علاوہ جانوروں میں بھی عدل کا ظہور ہو جائے گا حالانکہ جانور غیر مکلّف ہوتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ حیوان تو غیر مکلّف ہیں ان سے قصاص و بدلہ لینے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فعال لما یرید ہے **لا یسئال عما یفعل وهم یسئلون** کی صفت عالی سے متصف ہے وہ جہاں بھی بدلہ لے یا جس سے بھی بدلہ لے وہ مختار علی الاطلاق ہے جانوروں کے معاملہ میں اگر انسان نے حیوان پر ظلم کیا ہوگا اس سے بھی قصاص لیا جائے گا اور پھر جانوروں کے بارے میں فرمائیگا "**کونو اترابا**" سب مٹی ہو جاؤ تو سب مٹی ہو جائیں گے اس موقع پر کافر کہیں گے یالیتنی کنت ترابا اے کاش میں بھی مٹی ہو جاتا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث میں سینگ دار بکری سے ظالم انسان مراد ہیں اور بے سینگ بکری سے مظلوم انسان مراد ہیں اور اس طرح محاورہ بھی جاری ہے تو اس حدیث میں یہ واضح کیا گیا کہ قیامت میں ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا' ظالم سے مظلوم کا پورا پورا حساب لیا جائے گا' فرض کرلو اگر غیر مکلّف حیوان بھی ظالم بنا ہو اس سے بھی بدلہ لیا جائے گا تو اے انسان تم حساب سے کہاں بچ سکتے ہو؟

"جلحاء" یہ وہ حیوان ہے جس کے سینگ پیدائشی طور پر نہیں ہوتے ہیں "القرنا" یہ وہ حیوان ہوتا ہے جس کے بڑے بڑے سینگ ہوں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ..... برائی کا بدلہ برائی نہیں ہے

(۷) عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكُوْنُوْا اِمَّعَةً تَقُوْلُوْنَ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَحْسَنَّا وَاِنْ ظَلَمُوْا ظَلَمْنَا وَلٰكِنْ وَطِّنُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَنْ تُحْسِنُوْا وَاِنْ اَسَآءُوْا فَلَا تَظْلِمُوْا (رواہ الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم امعہ نہ بنو کہ کہو اگر لوگ نیکی کریں گے ہم بھی نیکی کریں گے اگر وہ ظلم کریں گے ہم بھی ظلم کریں گے بلکہ اس بات کی عادت ڈالو کہ اگر لوگ نیکی کریں تم بھی نیکی کرو۔ اگر وہ برائی کریں تم ظلم نہ کرو۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: "امعة" امعہ اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی کوئی رائے نہیں رکھتا ہے بلکہ سوچے سمجھے بغیر یوں کہتا پھرتا ہے "انا مع فلان" دعوت کے بغیر کھانے پر دوسروں کے تابع بن کر جاتا ہے اور کہتا ہے "انا مع فلان" اپنا کوئی مقام نہیں رکھتا دوسروں کے کہنے پر دوسروں کی رائے کے تابع بن کر وقت گزارتا ہے۔ یہاں حدیث میں امعہ سے وہ شخص مراد ہے جو کہتا ہے کہ میرے ساتھ لوگوں نے جو سلوک روا رکھا میں ان کے ساتھ وہی سلوک کرونگا' اگر لوگ میرے ساتھ اچھے رہے تو میں بھی اچھا رہوں گا اگر لوگ برے ہوئے تو میں بھی برائی کروں گا گویا اس شعر کو ہاتھ میں لئے کھڑا کہہ رہا ہے۔

بمن شاء تقویمی فانی مقوم ومن شاء تعویجی فانی معوج

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح امعہ نہ بنو بلکہ اگر لوگ احسان کریں تو تم احسان کرو اور اگر لوگ برائی کا معاملہ کریں تو تم بھلائی اور احسان کا معاملہ کرو اور ''تخلقوا باخلاق الله'' کا نمونہ بنو۔''فلا تظلموا'' اس جملہ کا ترجمہ یہ ہے کہ لوگوں کی برائی پر تم ظلم نہ کرو۔ پھر اس جملہ کا ایک مطلب یہ ہے کہ برائی کرنے والوں سے اعتدال میں رہتے ہوئے بدلہ لو مگر ظلم و زیادتی نہ کرو یہ ادنیٰ مؤمن کا درجہ بتایا گیا ہے دوسرا مطلب یہ ہے کہ برائی کرنے والوں کے ساتھ صرف برائی کامت سوچو بلکہ معاف کرنے کا خیال بھی کرو یہ دوسرے درجہ کے متوسط مؤمن کا درجہ بتایا گیا ہے۔

تیسرا مطلب یہ ہے کہ برائی کرنے والے کے ساتھ اچھائی کرو یہ اعلیٰ مؤمن کا درجہ بتایا گیا ہے تو ''فلا تظلموا'' کے جملہ میں گویا تین قسم کے مسلمانوں کے تین درجات کا ذکر ہے۔ ادنیٰ ،متوسط اور اعلیٰ درجہ کے مؤمن۔

لوگوں کو راضی کرنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرو

(۸) وَعَنْ معَاوِیه اَنَّهُ کَتَبَ اِلٰی عَائِشَةَ اَنْ اُکْتُبِیْ اِلَیَّ کِتَابًا تُوْصِیْنِیْ فِیْهِ وَلَا تُکْثِرِیْ فَکَتَبَ سَلَامٌ عَلَیْکَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ التَّمسر رضی الله بسخط الناس کفاه الله مونة الناس ومن التمس رضی الناس بسخط الله وکله الله الی الناس والسلام علیک. (رواہ الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف لکھا کہ میری طرف ایک خط لکھو اور مجھے کچھ وصیت کرو اور زیادہ نہ لکھیں۔ انہوں نے لکھا کہ تجھ پر سلامتی ہو امابعد! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو شخص لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کی رضامندی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کی محنت سے اس کو بچالیتا ہے اور جو شخص لوگوں کی رضامندی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے اور تجھ پر سلامتی ہو۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''ولا تکثری'' یعنی طویل مضمون اور طویل الفاظ نہ ہوں بلکہ مختصر اور جامع نصیحت لکھ دو۔'' سخط الناس'' یعنی لوگوں کی ناراضگی اور خفگی کو قبول کیا لیکن اللہ تعالیٰ کو راضی رکھا۔''مؤنه الناس'' یعنی لوگوں کی محنت و مشقت اور ضروریات کیلئے اللہ تعالیٰ کافی ہو جائے گا۔''وکله لای الناس'' یعنی جو شخص خدا کو چھوڑ کر لوگوں کو راضی کرنے کی کوشش کریگا اللہ تعالیٰ اس شخص کو لوگوں کے حوالہ کر دے گا پھر لوگ اس کی بوٹیاں اڑادیں گے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ.... ایک آیت کے لفظ ''ظلم'' کی تشریح

(۹) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ شَقَّ ذٰلِکَ عَلٰی اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ للّٰه اِیْنَالَمْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ ذَاکَ اِنَّمَا هُوَ الشِّرْکُ اَلَمْ تَسْمَعُوْا قَوْلَ لُقْمَانَ لِابْنِهٖ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ. وَفِیْ رِوَایَةٍ لَیْسَ هُوَ کَمَا تَظُنُّوْنَ اِنَّمَا هُوَ کَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ.(صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہا جس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم نہیں ملایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ بات شاق گذری اور انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا مطلب یہ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد شرک ہے تم نے لقمان کا قول نہیں سنا جو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا تھا اللہ کے ساتھ شرک نہ کر شرک بہت بڑا ظلم ہے ایک روایت میں آیا ہے آپ نے فرمایا اس کا معنیٰ وہ نہیں جو تم سمجھتے ہو بلکہ اس سے مراد وہ ہے جو لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا۔ (متفق علیہ)

تشریح: ولم یلبسوا ا یمانهم بظلم ''شق ذلک'' یعنی یہ آیت جب نازل ہوئی تو اس کا مطلب صحابہ کرام پر بہت گراں گزرا کیونکہ صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم نے خیال کیا کہ ظلم کے لفظ سے مراد گناہ ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ انبیاء کرام کے علاوہ گناہوں سے پاک کون ہوسکتا ہے اس لئے انہوں نے سوال کیا کہ "اینالم یظلم" یہ ان کی پریشانی کا بہت بڑا اظہار تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں فرمایا کہ ظلم سے مراد کامل درجہ کا ظلم ہے جو شرک ہے کیونکہ سورت لقمان کی ایک آیت میں ہے ان الشرک لظلم عظیم یہاں اس ظلم سے مراد عام گناہ نہیں ہے بلکہ ایک خاص قسم کا گناہ مراد ہے جو شرک ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جن لوگوں نے ایمان کو کفر سے مخلوط نہیں کیا یعنی ایسا منافق نہیں رہا جس کی زبان پر تو ایمان ہو اور دل میں شرک پڑا ہوا ہو۔

آخرت پر دنیا کو قربان نہ کرو

(۱۰) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةً یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَبْدًا اَذْهَبَ اٰخِرَتَهٗ بِدُنْیَا غَیْرِهٖ (ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن لوگوں میں سے مرتبہ کے لحاظ سے بدترین وہ شخص ہے جس نے کسی غیر کی دنیا کے سبب اپنی آخرت کھودی۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے)

تشریح: "بدنیاغیرہ" مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے دنیوی فائدہ اور مقصد کیلئے اپنی آخرت کو برباد کر دیتا ہے تو یہ بھی سنگین جرم ہے لیکن یہ جرم اس وقت مزید سنگین ہو جاتا ہے جبکہ کسی دوسرے کی دنیا بنانے کیلئے ہو مثلاً ایک شخص اپنے مفادات کے لئے نہیں بلکہ دوسرے کے مفادات کیلئے کسی پر ظلم شروع کرتا ہے اور اس میں استعمال ہوتا ہے جس طرح کہ سرکاری و غیر سرکاری اداروں میں بہت سارے لوگ دوسروں کو خوش کرنے کیلئے عوام الناس پر ظلم کرتے ہیں یہ غیر کی دنیا بنانے کے لئے اپنی آخرت برباد کرنا ہے۔

شرک اور ظلم کی بخشش ممکن نہیں

(۱۱) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الدَّوَاوِیْنُ ثَلٰثَةٌ دِیْوَانٌ لَا یَغْفِرُ اللّٰهُ الْاِشْرَاکَ بِاللّٰهِ یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَدِیْوَانٌ لَا یَتْرُکُهُ اللّٰهُ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِیْمَا بَیْنَهُمْ حَتّٰی یَقْتَصَّ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ وَدِیْوَانٌ لَا یَعْبَأُ اللّٰهُ بِهٖ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِیْمَا بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ اللّٰهِ فَذَاکَ اِلَی اللّٰهِ اِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ وَاِنْ شَآءَ تَجَاوَزَ عَنْهُ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نامہ اعمال تین طرح پر ہیں ایک نامہ عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بخشے گا اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا یہ کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ دوسرا اعمال نامہ جس کو اللہ تعالیٰ نہیں چھوڑے گا اور وہ ہے بندوں کا آپس میں ظلم کرنا یہاں تک کہ ایک کا دوسرے سے بدلہ لے۔ تیسرا اعمال نامہ جس کی اللہ تعالیٰ پروا نہیں کرے گا وہ بندوں کا اپنے اور خدا کے درمیان ظلم کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد ہے اگر چاہے عذاب کرے اگر چاہے درگزر کرے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ دنیا میں بندے جن برائیوں اور گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں ان میں سے جن کا تعلق حقوق العباد سے ہوگا جیسے کسی نے کسی پر ظلم کیا ہوگا کسی کا حق مارا ہوگا کسی کی عزت و آبرو کو نقصان پہنچایا ہوگا وغیرہ وغیرہ تو آخرت میں ان گناہوں پر ہر حالت میں مواخذہ ہوگا اور اس مواخذہ سے کسی کو نجات نہیں ملے گی اسی طرح جن برائیوں اور گناہوں کا تعلق حقوق اللہ سے ہوگا ان میں سے شرک کا گناہ بخشش و معافی کے قابل نہیں ہوگا۔ البتہ شرک کے علاوہ اور تمام گناہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہوں گے کہ چاہے وہ ان گناہوں پر عذاب دے اور چاہے اپنے فضل و کرم سے بخش دے۔

مظلوم کی بددعا سے بچو

(۱۲) وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِیَّاکَ وَدَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّمَا یَسْاَلُ اللّٰهُ حَقَّهٗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَمْنَعُ ذَاحَقٍّ حَقَّهٗ

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی بددعا سے بچ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ

سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی حق والے سے اس کا حق نہیں روکتا۔ (بیہقی)

تشریح: "حقه" یعنی مظلوم جب اللہ تعالیٰ کے سامنے ظلم کی فریاد کرتا ہے تو درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی صاحب حق کا حق نہیں روکتا ہے اس لئے مظلوم کی بددعا فوراً لگتی ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے اس کا استقبال ہوتا ہے کسی نے کہا

بترس ازآہِ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

یعنی مظلوموں کی آہ وفریاد سے ڈرو کیونکہ ان کی بددعا کی قبولیت کیلئے آسمان سے استقبال آتا ہے۔

ظالم کی مدد واعانت ایمان کے منافی ہے

(۱۳) وَعَنْ اَوْسِ بْنِ شُرَ حْبِيْلَ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ مَّشٰى مَعَ ظَالِمٍ لِيُقَوِّيَهُ هُوَ يَعْلَمُ اَنَّهُ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ

ترجمہ: حضرت اوس بن شرحبیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جو شخص کسی ظالم کے ساتھ چلا...... تاکہ اس کی تائید کرے اور وہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے وہ شخص اسلام سے نکل گیا۔

تشریح: "من مشى مع ظالم" یعنی جس شخص نے کسی ظالم کے ظلم میں اس کی اس طرح تائید اور مدد کی کہ ظالم اپنے ظلم میں مضبوط ہوگیا اور یہ تائید کرنے والا جانتا ہے کہ یہ شخص ظالم ہے اس صورت میں یہ تائید کرنے والا اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے کوئی شخص اہل سنت کے نزدیک اسلام سے خارج نہیں ہوتا تو یہاں "فقد خرج من الاسلام" کا کیا مطلب ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ظالم کی نصرت و مدد کرنے والا اس ظالم کے ظلم کو حلال سمجھتا ہے تو حرام کو حلال سمجھنے والا کافر ہوجاتا ہے لہٰذا یہ شخص اسلام سے خارج ہوگیا جس طرح آج کل مسلمان حکمران امریکہ کی بربریت میں ان کی مدد کو لازم سمجھتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حکم تشدیداً تغلیظاً تحدیداً اور زجراً وتوبیخاً ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ اسلام سے مراد کامل اسلام ہے تو یہ شخص کامل اسلام سے نکل جائے گا ویسے اسلام میں رہے گا۔

ظلم کی نحوست

(۱۴) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ اِنَّ الظَّالِمَ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهُ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ بَلٰى وَاللّٰهِ حَتّٰى الْحُبَارٰى لَتَمُوْتُ فِىْ وَكْرِهَا هُزْلًا بِظُلْمِ الظَّالِمِ. رَوَى الْبَيْهَقِىُّ الْاَحَادِيْثَ الْاَرْبَعَةَ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے ایک شخص سے سنا وہ کہہ رہا ہے کہ ظالم صرف اپنے نفس کو ہی نقصان پہنچاتا ہے یہ سن کر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کیوں نہیں بھٹ تیتر اپنے گھونسلے میں ظالم کے ظلم کی وجہ سے لاغر ہو کر مرجاتا ہے۔ روایت کیا اس ان چاروں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: "حبارى" ایک پرندہ کا نام ہے جس کو اردو میں سرخاب کہتے ہیں یہ پرندہ پانی کی تلاش میں بہت ماہر ہے اور سینکڑوں میل دور جاکر پانی حاصل کرتا ہے مگر ظالم کے ظلم کا اثر اتنا منحوس ہے کہ خشک سالی کی وجہ سے سرخاب بھی اپنے گھونسلہ میں پیاسا مرجاتا ہے حالانکہ یہ پرندہ پانی حاصل کرنے میں اپنی نظیر آپ ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ کلام ایک شخص کے جواب میں ارشاد فرمایا وہ شخص کہہ رہا تھا کہ ظالم کے ظلم کا اثر صرف اس کے نفس تک خاص رہتا ہے اور کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیوں نقصان نہیں پہنچاتا؟ دیکھو حباریٰ جیسا پرندہ پیاس کی وجہ سے مرجاتا ہے کیونکہ ظالم کے ظلم کے سبب بارش بند ہوجاتی ہے تو پانی ختم ہوجاتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے شاید کوئی حدیث سنی ہوگی جا مضمون بیان کیا ہے۔

بَابُ الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ.... امر بالمعروف کا بیان

معروف اصل میں معرفت سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں پہچاننا' حقیقت کو پالینا اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چیزیں جن کو شریعت کے ذریعہ پہچانا گیا ہے اور جن کو اختیار کرنے کا حکم شریعت نے دیا ہے۔ معروف کے مقابلہ پر منکر ہے یعنی وہ چیزیں جن کا شریعت سے کوئی واسطہ نہ ہو اور ان کو اختیار کرنے سے شریعت نے باز رکھا ہو۔ واضح رہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تعلیمات اسلامی کی ایک خاص اصطلاح ہے جس کے معنی ہیں لوگوں کو بھلائیوں کا حکم دینا' اور برائیوں سے روکنا! چنانچہ اس باب میں اسی مضمون سے متعلق احادیث نقل ہوں گی۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... خلاف شرع امور کی سرکوبی کا حکم

(۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا جو شخص تم میں سے کوئی خلاف شرع امر دیکھے اس کو ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو زبان سے روکے اگر اس کی طاقت بھی نہ رکھتا ہو دل سے برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان کا ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "من رأی منکم" پہلی چیز تو برائی کا اپنی آنکھوں سے دیکھنا ہے جب تک کوئی شخص کسی منکر کو دیکھتا نہیں اس وقت تک اس کی طرف برائی کے ازالہ کا حکم متوجہ نہیں ہوتا اور جب اس نے برائی کو دیکھ لیا تو قدرت کی صورت میں ہاتھ سے اس کا ازالہ کرنا اور مٹانا فرض ہے بشرطیکہ کسی بڑے فتنے کا خطرہ نہ ہو۔ "منکم" کے لفظ سے اشارہ کیا گیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری ان حضرات پر ہے جو معروف اور منکر کو جانتے ہیں اور وہ لوگ متفق علیہا اور مختلف فیہا مسائل میں فرق کر سکتے ہوں وہ ناسخ اور منسوخ کو پہچانتے ہوں اور مکی و مدنی نصوص میں فرق کر سکتے ہوں' "ولتکن منکم امة" میں من تبعیضیہ سے بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

بہر حال قوت سے نافذ کرنے والے احکامات کا تعلق حکمرانوں سے ہے اور دقیق مسائل پر مشتمل اوامر ونواہی کا تعلق علماء سے ہے اور عام فہم مسائل کی ذمہ داری عوام الناس پر ہے مثلاً اس طرح کے سطحی مسائل جن کو عوام الناس جانتے ہوں مثال کے طور پر یہ کہنا کہ شراب حرام ہے اور نماز پڑھنا فرض ہے روزہ فرض ہے سود کھانا حرام ہے اس سے زیادہ فلسفے بیان کرنا اور دو دو گھنٹے بیان کرنا عوام کیلئے جائز نہیں ہے۔ جس طرح غیر عالم اہل تبلیغ کرتے ہیں۔ "فلیغیرہ بیدہ" یعنی ہاتھ ڈال کر برائی کو روک دے اور اس کے خلاف مسلح جدوجہد کرے یہ سب سے اعلیٰ درجہ ہے اس میں قوت بازو استعمال کرنے کی ترغیب دی گئی ہے جو درحقیقت جہاد کرنے اور اس کے علاوہ منکرات کے دفاع کو شامل ہے' بیدہ زور بازو کی طرف اشارہ ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ منکر اور برائی کا ازالہ ہو جائے فقط ازالہ مقصود ہے خواہ وہ زبان سے ہو یا کسی اور حکمت سے ہو لہٰذا نہی عن المنکر کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ان حضرات کی غلط سوچ کا نتیجہ ہے کیونکہ یہاں "بیدہ" کا لفظ موجود ہے اگر ہاتھ سے روکنے اور ید کا لفظ مذکور نہ ہوتا تو پھر ان کی بات سنی جا سکتی تھی لیکن جب ہاتھ سے روکنے کی تصریح موجود ہے تو اس کے بعد دوسرا معنی لینا حدیث سے اعراض یا اس پر اعتراض کے مترادف ہے جس میں تحریف کا خطرہ ہے۔ کیونکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے منکر کے ازالہ کے تین درجات بتائے ہیں جس میں پہلا درجہ ازالہ بالید ہے اب ازالہ بالید کے درجہ کو اپنی کمزوریوں کے پردوں میں چھپانا اور اس میں تاویلیں کرنا اور اس کیلئے مثالوں کو بیان کرنا اور قصوں سے اس کی افادیت کو کم کرنا یہ دین کا کام نہیں نہ دین کی کوئی خدمت ہے۔ فلا تضربوا للہ الامثال تبلیغی جماعت کو چاہیے کہ دین کے تابع ہو جائیں دین کو اپنا تابع نہ بنائیں۔

"فبلسانہ" زبان سے منکر کے ازالہ کا مطلب یہ ہے کہ حق کو کھول کر بیان کیا جائے واضح الفاظ میں زبان سے حق کا اعلان کیا جائے اور پھر

اس حق کو دوسروں تک پہنچایا جائے اس میں زبان سے تہدید و تغلیظ بھی ہو موقع و محل کے مناسب گرمی بھی ہو اور نرمی بھی ہو ترغیب بھی ہو اور ترہیب بھی ہو' اس فریضہ کو آج کل علماء کرام تدریس کے ذریعہ سے پورا کر رہے ہیں مساجد میں تقریر اور جرائد و رسائل میں تحریر کے ذریعہ سے پورا کر رہے ہیں' جماعت تبلیغ کے احباب چلوں اور گشتوں کے ذریعہ پورا کر رہے ہیں اور دین اسلام کے مجاہدین میدان جہاد میں کفار و اغیار پر مجاہدانہ للکار اور جہادی اشعار کی یلغار سے پورا کر رہے ہیں مگر یاد رکھنا چاہیے امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر بھی لازم ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ آدمی پہلے زبان کے ذریعہ سے نرمی سے سمجھائے اگر نہیں مانا تو پھر سختی کرے اور اگر قدرت و طاقت ہو تو پھر ہاتھ ڈال کر منع کر دے مثلاً شراب کو ضائع کر دے اور طبل باجے کے آلات کو توڑ ڈالے۔ زجاجۃ المصابیح میں لکھا ہے کہ اگر امر کرنے والے آمر کی غالب رائے ہو کہ لوگ اس کی بات کو قبول کر لیں گے اور منکر سے باز آ جائیں گے تو اس وقت نہی عن المنکر واجب ہے اور اگر گمان یہ ہو کہ لوگ نہیں مانیں گے گالیاں دیں گے بلکہ ماردیں گے تو اس وقت نہی عن المنکر ترک کرنا افضل ہے۔ اسی طرح اگر بڑے فتنہ کے اٹھنے کا خطرہ ہو تو اس وقت بھی نہی عن المنکر ترک کرنا جائز ہے اور اگر داعی اور امر کرنے والا آدمی تمام مشقتوں کو برداشت کر سکتا ہے تو پھر نہی عن المنکر کرنا افضل ہے اور آدمی مجاہد ہے' علامہ زندیسیؒ نے لکھا ہے کہ امر بالید حکام کا کام ہے امر باللسان علماء کا کام ہے اور امر بالقلب عوام الناس کا کام ہے۔ "فبقلبه" اس کا مطلب یہ ہے کہ دل میں اس منکر سے نفرت ہو اس کے مرتکب پر غصہ ہو اور دل میں پکا ارادہ ہو کہ جب موقع ملے گا تو میں ہاتھ سے اس منکر کو ختم کردوں گا یہ ادنیٰ درجہ ایمان ہے اگر یہ جذبہ بھی دل میں نہیں تو پھر دل میں کچھ بھی نہیں۔ "اضعف الایمان" یعنی ایمان کے ثمرات کا یہ کمزور ثمر ہے اور ایمان کے حوالے سے یہ آدمی آخری درجہ کا مسلمان ہے اس کے بعد وہ مسلمان نہیں رہے گا کیونکہ جو شخص برائی اور بھلائی میں فرق نہیں مانتا وہ اپنی شریعت اور قرآن و حدیث کے اوامر و نواہی کا انکار کرتا ہے اور یہ کفر ہے کیونکہ حرام سے نہی کرنا واجب ہے مکروہات سے نہی مستحب ہے۔ یہ شخص ایمان میں کمزور تر اس لئے قرار دیا گیا کہ اس نے قوت کے پہلے دو درجوں کو نظر انداز کیا ہے' فتاویٰ عالمگیری میں امر بالمعروف کے لئے پانچ شرائط ہیں۔

(۱) داعی کا عالم ہونا (۲) رضاء الٰہی اور اعلاء کلمۃ اللہ مقصود ہونا (۳) جس کو دعوت دے رہا ہے اس پر شفقت و نرمی کرنا (۴) ہر مشقت پر صبر کرنا (۵) داعی جو کہتا ہو اس پر خود عمل بھی کرتا ہو۔

مداہنت کرنے والے کی مثال

(۳) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُدَاهِنِ فِي حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا مَثَلُ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا سَفِيْنَةً فَصَارَ بَعْضُهُمْ فِيْ اَسْفَلِهَا وَصَارَ بَعْضُهُمْ فِيْ اَعْلَاهَا فَكَانَ الَّذِيْ فِيْ اَسْفَلِهَا يَمُرُّ بِالْمَآءِ عَلَى الَّذِيْنَ فِيْ اَعْلَاهَا فَتَاذَّوْا بِهٖ فَاَخَذَ فَاْسًا فَجَعَلَ يَنْقُرُ اَسْفَلَ السَّفِيْنَةِ فَاَتَوْهُ فَقَالُوْا مَالَكَ قَالَ تَاَذَّيْتُمْ بِيْ وَلَا بُدَّ لِيْ مِنَ الْمَآءِ فَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ اَنْجَوْهُ وَنَجَّوْا اَنْفُسَهُمْ وَاِنْ تَرَكُوْهُ اَهْلَكُوْهُ وَاَهْلَكُوْا اَنْفُسَهُمْ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی حدود میں سستی کرنے والے اور ان میں پڑنے والے کی مثال اس قوم کی مانند ہے جو کشتی میں بیٹھے اور قرعہ ڈالا بعض کشتی کے نیچے چلے گئے اور کچھ اس کے اوپر چلے گئے نچلے رہنے والے پانی لے کر ان لوگوں کے پاس سے گزرتے ہیں جو اوپر تھے ان کو اس کی تکلیف ہوتی۔ نیچے والے نے کلہاڑا لیا اور کشتی کو نیچے سے کھودنا شروع کیا۔ وہ اس کے پاس گئے اور کہا تجھے کیا ہے اس نے کہا میرے اوپر آنے کی وجہ سے تم نے تکلیف محسوس کی ہے اور مجھے پانی لینے کی ضرورت ہے اگر وہ اس کا ہاتھ پکڑ لیں گے اس کو نجات دلائیں گے اور خود بھی نجات پا جائیں گے اگر اس کو چھوڑ دیں گے اس کو ہلاک کریں گے اور اپنی جانوں کو ہلاک کریں گے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "المدھن" جو شخص منکر کو دیکھ رہا ہو مثلاً زنا ہو رہا ہو' شراب پی جا رہی ہو' چوریاں ہو رہی ہوں' ڈاکے پڑ رہے ہوں' خیانتیں ہو

رہی ہوں، رقص وسرور کی مجلسیں سجائی جارہی ہوں اور یہ شخص اس کے روکنے پر قدرت بھی رکھتا ہو مگر کسی کی رعایت کی وجہ سے یا طمع ولالچ کی وجہ سے کچھ نہیں کر رہا ہو بلکہ سب کچھ خوشی خوشی برداشت کر رہا ہو یہ مداہنت ہے جو حرام ہے اور یہ شخص مداہن ہے اور اسی کیلئے یہ وعید ہے۔

مداہنت کے مقابلہ میں مدارات ہے وہ اس نرمی کا نام ہے کہ کوئی شخص اپنے حقوق سے دست بردار ہوتا ہے شر اور ضرر سے بچنے کیلئے شرافت نفس کے تحت لوگوں کی ایذائیں برداشت کرتا ہے اور نرم برتاؤ رکھتا ہے اسی کو کہا گیا ہے کہ ''دارھم مادمت فی دارھم''، یعنی جب تک ان کے گھر میں اور پڑوس میں ہو ان سے نبھائے رکھو اور اسی سے متعلق کہا گیا ہے کہ

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است ۔۔۔ بادوستاں تلطف ۔۔۔ بادشمناں مدارا

اسلام میں مدارات جائز ہے اور مداہنت حرام ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے ملفوظات میں لکھا ہے کہ مسلمان کو ریشم کی مانند ہونا چاہیے کہ ریشم بہت ہی نرم ہے لیکن اگر کوئی توڑنا چاہتا ہے تو ٹوٹتا نہیں ہے یعنی حق بات کہو مگر لہجہ ریشم کی طرح نرم رکھو اور حق کو چھوڑو نہیں ریشم کی طرح اس پر مضبوط رہو۔ خلاصہ یہ کہ مداہنت میں شخصی اور ذاتی مفادات کا خیال رکھا جاتا ہے اور مدارات میں شریعت اور اس کے قواعد کا خیال رکھا جاتا ہے کہ اس میں دین کا عمومی فائدہ ہے۔

''استھموا سفینۃ'' یعنی مکان اور سیٹ پکڑنے کیلئے قرعہ ڈالا۔ یہ بات سمجھ لینا ضروری ہے کہ سمندری جہاز میں بیٹھنے کیلئے مختلف حصے ہوتے ہیں اور سب میں راحت و آسائش کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے سب سے اوپر والا حصہ عرشہ کہلاتا ہے جو سب سے زیادہ عمدہ ہوتا ہے پہلے زمانہ میں جہاز میں بیٹھنے کے اعتبار سے ٹکٹ میں کوئی فرق نہیں ہوتا تھا تمام درجات کا ٹکٹ ایک قیمت کا ہوتا تھا اس لئے اس زمانہ میں اچھی اور بری جگہ کی تقسیم میں نزاع کو ختم کرنے کیلئے قرعہ ڈالنا پڑتا تھا تاکہ گلہ شکوہ نہ رہے آج کل قیمت اور ٹکٹ کا اعتبار ہے اگر مہنگا ٹکٹ لیا ہے تو اچھی جگہ ملے گی جس کو فرسٹ کلاس کہتے ہیں ورنہ سیکنڈ اور تھرڈ کلاس میں بیٹھنا ہوگا اور دھکے کھانے ہوں گے اس حدیث میں قرعہ اندازی کا جو ذکر ہے وہ اسی پس منظر کی روشنی میں ہے۔

''فی اسفلھا'' قدیم زمانہ میں سمندری جہاز کا قانون یہ تھا کہ پانی اوپر عرشہ میں ملتا تھا لہٰذا نیچے بیٹھنے والے اوپر چڑھ کر پانی حاصل کر کے نیچے لاتے تھے بسا اوقات ان گزرنے والوں کی وجہ سے وہاں کے لوگ تکلیف محسوس کرتے تھے تو وہ ان سے کہتے تھے کہ ہم پر نہ گزرو ہم کو تنگ نہ کرو خود اپنے پانی کا بندوبست کرلو۔ اس حدیث میں ہے کہ فرض کرلو اگر ایسی صورت پیدا ہوگئی اور نیچے والوں نے کلہاڑی لیکر جہاز کے نچلے حصے کو توڑنا شروع کردیا تاکہ سمندر سے پانی حاصل کریں اب اگر اوپر والوں نے اس منکر کو روکنے کی کوشش کی تو سب بچ جائیں گے لیکن اگر انہوں نے منع نہیں کیا تو سوراخ سے پانی اندر آکر جہاز پانی سے بھر جائے گا اور پھر یہ غرق ہوجائے گا یہ مثال ہے کہ امر معروف اور نہی منکر کی اگر منکر پر انکار معاشرہ میں ہوگا تو معاشرہ بچ جائے گا لیکن اگر منکر کا انکار ختم ہوگیا تو اجتماعی عذاب کی آمد سے سارا معاشرہ تباہ ہوجائے گا لہٰذا مسلمانوں اور ان کے حکمرانوں پر فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کی پاسداری کریں ورنہ سب تباہ ہوں گے۔

بے عمل واعظ وناصح کا انجام

(۳) وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَآءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِى النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُهٗ فِى النَّارِ فَيُطْحَنُ فِيْهَا كَطَحْنِ الْحِمَارِ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ اَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ اَىْ فُلَانُ مَاشَانُكَ اَلَيْسَ كُنْتَ تَاْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ كُنْتُ اٰمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِيْهِ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاٰتِيْهِ (صحيح البخارى و صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور آگ میں ڈال دیا جائے گا اس کی انتڑیاں آگ میں نکل پڑیں گی وہ پھرے گا جس طرح گدھا آٹے کی چکی کے گرد گھومتا ہے

دوزخ والے اس پرجمع ہوں گے اور کہیں گے اے فلاں شخص تیرا کیا حال ہے کیا تو ہم کو نیکی کا حکم نہیں کرتا تھا اور برائی سے نہیں روکتا تھا وہ کہے گا ہاں میں تم کو نیکی کا حکم کرتا تھا اور خود نہ کرتا تھا اور برائی سے روکتا تھا اور خود نہ کرتا تھا۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''فتندلق'' اندلاق پھٹنے اور جلدی جلدی باہر نکلنے کے معنی میں ہے یعنی اس بے عمل واعظ کو جب دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جائے گا تو آگ میں اس کی آنتڑیاں پھٹ کر فوراً باہر آجائیں گی۔ ''اقتاب'' یہ جمع ہے اس کا مفرد قتب ہے قاف پر کسرہ اور تا پر فتحہ ہے آنتوں کو کہتے ہیں لیکن لغت کے امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ اقتاب پیٹ کے اندر آنتوں سمیت تمام اشیاء کو کہا جاتا ہے اور آنتوں کیلئے اقصاب کا لفظ بولا جاتا ہے اس فرق سے حدیث کا مفہوم زیادہ وسیع ہو گیا اور مطلب واضح ہو گیا۔ ''فیطحن'' یہ مضارع معلوم کا صیغہ ہے آٹا پیسنے کے معنی میں ہے یعنی یہ شخص آنتوں کے گرد گھوم گھوم کران کو روندتا ہوا پیستا رہے گا۔ ''کطحن الحمار'' یہاں طحن مصدر ہے جو مضاف الی الفاعل ہے اور مفعول محذوف ہے اور ''برحاہ'' میں باء استعانت کیلئے ہے اصل عبارت اس طرح ہے ''کطحن الحمار الدقیق باستعانة الرحی'' (طیبی)

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہاں تشبیہ المرکب بالمرکب ہے جس کو تمثیل کہتے ہیں جس میں ایک ہیئت کے ساتھ دوسری ہیئت کی تشبیہ دی جاتی ہے یہاں رہٹ پر باندھا ہوا گدھا یا چکی کے ساتھ باندھا ہوا گدھا اور اس کا گھومنا اور چکی کا چلنا اور آٹے کا پیسنا یہ ایک کیفیت اور ہیئت ہے اور امر معروف کر کے بدعمل واعظ کا دوزخ میں جانا اور پیٹ سے تمام اشیاء کا نکل کر ڈھیر ہو جانا اور اس شخص کا اس پر گھوم گھوم کر روندنا اور آنتوں وغیرہ کا پس جانا یہ دوسری کیفیت ہے ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ بہرحال اس شخص کو یہ سزا عمل نہ کرنے کی وجہ سے ملے گی اس وجہ سے نہیں کہ اس نے دعوت کیوں دی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ... امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ نہ انجام دینے پر عذاب خداوندی

(۴) عَنْ حُذَیْفَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَتَامُرُوْنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْکَرِ اَوْ لَیُوْشِکَنَّ اللّٰهُ اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا مِّنْ عِنْدِهٖ ثُمَّ لَتَدْعُنَّهٗ وَلَایُسْتَجَابُ لَکُمْ. (رواہ الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم کرو گے اور برائی سے روکو گے یا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب مسلط کرے گا۔ پھر تم دعا مانگو گے اور وہ قبول نہ ہوگی۔ (ترمذی)

تشریح: حضور کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ دونوں باتوں میں سے ایک بات ضرور ہوگی یا تو تم امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہو گے اور یا اگر تم اس فریضہ کی انجام دہی سے غافل رہے تو اللہ تعالیٰ مختلف طرح کی سختیوں اور مصائب کی صورت میں تم پر اپنا عذاب نازل کرے گا اور اس وقت تم ان سختیوں اور مصائب کے دفعیہ کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے عذاب اور مصائب دعا کی برکت سے ٹلنے کا احتمال رکھتے ہیں لیکن امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ترک پر خدا کی طرف سے جو آفات و بلائیں نازل ہوتی ہیں وہ دعا کے ذریعہ بھی ٹلنے کا احتمال نہیں رکھتیں کیونکہ ان کے دفعہ کیلئے کی جانے والی دعا قبول نہیں ہوتی۔

بزارؒ نے اور طبرانیؒ نے کتاب اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''دو باتوں میں سے ایک بات کا ہونا ضروری ہے یعنی یا تو) تم یقیناً امر بالمعروف بھی کرو گے اور یقیناً نہی عن المنکر کا فریضہ بھی انجام دو گے یا ان دونوں فریضوں کی عدم ادائیگی کی صورت میں) یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر تمہارے برے لوگوں کو مسلط کر دے گا اور پھر جو تمہارے نیک لوگ (ان برے لوگوں کے فتنہ و فساد اور ظلم و جور کے دفعیہ کیلئے) دعا کریں گے مگر ان کی دعا قبول نہیں کی جائے گی۔

گناہ کو گناہ سمجھو

(۵) وَعَنِ الْعُرْسِ ابْنِ عُمَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا عُمِلَتِ الْخَطِیْئَةُ فِی الْاَرْضِ مَنْ شَهِدَ هَا

فَكَرِهَهَا كَانَ كَمَنْ غَابَ عَنْهَا وَمَنْ غَابَ عَنْهَا فَرَضِيَهَا كَانَ كَمَنْ شَهِدَهَا (رواه ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عرس بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب زمین میں کوئی گناہ کیا جاتا ہے جو شخص وہاں موجود ہوتا ہے اگر وہ اس کو برا سمجھتا ہے وہ اس شخص کی مانند ہے جو وہاں سے غائب ہے اور جو غائب ہے اور اس سے راضی ہوتا ہے وہ اس شخص کی مانند ہے جو وہاں حاضر ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: "كمن شهدها" ظاہر ہے جو شخص کسی گناہ کا سنتا ہے اور اس کے منہ میں رال ٹپکتی ہے کہ کاش میں بھی اس میں ہوتا اور لطف اٹھاتا اور تفریح کا سامان ہو جاتا اور مزے اڑاتا اس شخص نے گناہ سے موافقت کر لی نفرت نہ کی یہ اگرچہ اس گناہ سے ہزاروں میل دور ہو اس کو اس گناہ میں شریک سمجھا جائے گا لیکن ایک شخص مثلاً گناہ کی مجلس اور اس کے علاقہ میں ہے گناہ کا مشاہدہ کر رہا ہے مگر دل سے اس سے نفرت کر رہا ہے اور اس کو برا مان رہا ہے یہ شخص ایسا ہے گویا اس نے نہ گناہ کیا ہے اور نہ اس کو دیکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے ایمان کا ادنیٰ آخری درجہ دل سے برا ماننے کا ہے جس نے برا مانا کامیاب رہا جس نے برا نہ مانا ناکام ہو گیا قرب و بعد کا اعتبار نہیں ہے۔

برائیوں کو مٹانے کی جدوجہد نہ کرنا عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے

(۶) وَعَنْ اَبِیْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ قَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ تَقْرَءُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوْا مُنْكَرًا فَلَمْ يُغَيِّرُوْهُ يُوْشِكُ اَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابِهٖ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَهٗ وَفِیْ رِوَايَةِ اَبِیْ دَاوٗدَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَاْخُذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ اَوْشَكَ اَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابِهٖ وَفِیْ اُخْرٰى لَهٗ مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِیْ ثُمَّ يَقْدِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُغَيِّرُوْا ثُمَّ لَا يُغَيِّرُوْنَ اِلَّا يُوْشِكُ اَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ وَفِیْ اُخْرٰى لَهٗ مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِیْ هُمْ اَكْثَرُ مِمَّنْ يَعْمَلُهٗ

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا لوگو تم اس آیت کو پڑھتے ہو اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے نفسوں کو لازم پکڑو۔ تم کو وہ شخص نقصان نہیں پہنچا تا جو گمراہ ہے جب تم ہدایت پر ہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے لوگ جب خلاف شرع کام دیکھیں اور اس کو نہ روکیں قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا عذاب نازل کر دے روایت کیا اس کو ابن ماجہ اور ترمذی نے اور اس کو صحیح کہا ہے۔ ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں۔ قریب ہے اللہ تعالیٰ اپنا عام عذاب ان پر نازل کر دے ایک دوسری روایت میں ہے کوئی ایسی قوم جس میں گناہ کیے جاتے ہیں پھر وہ اس کے روکنے پر قادر ہیں لیکن وہ روکتے نہیں قریب ہے کہ عام عذاب ان پر نازل ہو ایک دوسری روایت میں ہے کوئی قوم نہیں جس میں گناہ کیے جاتے ہیں حالانکہ وہ زیادہ ہوں ان لوگوں سے جو گناہ کرتے ہیں۔

تشریح: "هذه الأية" اس آیت کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر لوگ گمراہ ہو جائیں تو تم اپنے آپ کو بچاؤ اپنے نفس کی فکر کرو گمراہ لوگ تم کو ضرر اور نقصان نہیں پہنچا سکتے بشرطیکہ تم ہدایت پر رہو شاید حضرت صدیق اکبر سے کچھ لوگوں نے پوچھا ہو گا کہ اب امر اور نہی کا وقت نہیں رہا لہٰذا ہم اس کو ترک کر کے اپنی فکر میں بیٹھنا چاہتے ہیں تا کہ خود گمراہی سے بچ جائیں۔ اس پر حضرت صدیق اکبر نے عوام کو عمومی خطاب کر کے سمجھا دیا شاید آپ نے جمعہ کے خطبہ یا کسی اور عام مجمع میں یہ بات کہی ہے۔ آپ کے اعلان کا مطلب اور مقصد یہ ہے کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اس آیت کے ارشاد کے مطابق تم امر و نہی کے عمل کو ترک کر دو ابھی تو تمہیں آگے بڑھنا ہے اور دنیا پر چھا جانا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس وقت اگر امر و نہی کو ترک کرو گے تو قریب ہے کہ تم پر عمومی اور اجتماعی عذاب آ جائے کیونکہ ہاتھ کی قدرت کے باوجود اور افراد کی کثرت کے باوجود امر و نہی کو ترک کرنا موجب ذلت ہے۔

"ان يعمهم الله" یعنی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ عمومی اور اجتماعی عذاب نازل کر دے۔ اس عمومی عذاب کی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کافر

اقوام آ کر مسلمانوں پر قابض ہو جائیں اور ان کو طرح طرح کی ذلتوں میں ڈال دیں چنانچہ آج کل ہر جگہ مسلمانوں کے ساتھ یہی ہو رہا ہے۔ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ امر و نہی کے مصداق میں پہلا مصداق جہاد ہے۔ عذاب کی دوسری صورت یہ ہے کہ جب نہی عن المنکر بند ہو جائے گی تو یہی منکر اور معصیت اتنی عام ہو جائے گی کہ تمام لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی' گناہ کا اس طرح عام ہو جانا خود ایک عذاب ہے مثلاً قتل عام ہو جائے' زنا عام ہو جائے' رشوت و خیانت عام ہو جائے' جھوٹ اور خلاف وعدگی عام ہو جائے تو شریف انسان کیلئے زندگی گزارنا دشوار ہو جائے گا یہی عذاب ہے۔ ''هم اکثر'' یعنی گناہ کے نہ کرنے والے گناہ کرنے والوں سے زیادہ ہوں یعنی خیر غالب ہو مغلوب نہ ہو' اچھے لوگوں کے ہاتھ میں قدرت و اختیار ہو اور پھر بھی نہی عن المنکر نہیں کر رہے ہوں تو سب کو عام عذاب گھیر لے گا۔

(۷) وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُوْنُ فِيْ قَوْمٍ يَعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ يَقْدِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُّغَيِّرُوْا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُوْنَ اِلَّا اَصَابَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتُوْا.(رواه ابوداؤد و سنن ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کوئی شخص کسی ایسی قوم میں نہیں ہوتا جس میں گناہ کیے جاتے ہیں وہ قدرت رکھتی ہے کہ اس سے روکیں پھر وہ روکتے نہیں مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

آخر زمانہ میں دین پر عمل کرنے کی فضیلت واہمیت

(۸) وَعَنْ اَبِىْ ثَعْلَبَةَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ سَاَلْتُ عَنْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلِ ائْتَمِرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ حَتّٰى اِذَا رَاَيْتَ شُحًّا مُّطَاعًا وَهَوًى مُّتَّبَعًا وَّدُنْيَا مُّؤْثَرَةً وَاِعْجَابَ كُلِّ ذِىْ رَأْيٍ بِرَاْيِهٖ وَرَاَيْتَ اَمْرًا لَابُدَّلَكَ مِنْهُ فَعَلَيْكَ نَفْسَكَ وَدَعْ اَمْرَ الْعَوَامِ فَاِنَّ وَرَآءَ كُمْ اَيَّامَ الصَّبْرِ فَمَنْ صَبَرَ فِيْهِنَّ قَبَضَ عَلَى الْجَمْرِ لِلْعَامِلِ فِيْهِنَّ اَجْرُ خَمْسِيْنَ رَجُلًا يَّعْمَلُوْنَ مِثْلَ عَمَلِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ.(رواه الترمذى)

ترجمہ: حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان لا یضر کم من ضل اذا هتدیتم کی تفسیر کرتے ہوئے کہا خبردار! اللہ کی قسم میں نے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ تم نیکی کا حکم کرو اور برائی سے روکو جب تو دیکھے کہ بخل کی فرمانبرداری کی جاتی ہے اور خواہش نفس کی اتباع کی جاتی ہے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جاتی ہے اور ہر صاحب عقل اپنی عقل پر فخر کر رہا ہے اور تو ایسا امر دیکھے کہ اس کے سوا چارہ نہ ہو اس وقت اپنے نفس کو لازم پکڑ اور عوام کے امر کو چھوڑ دے تمہارے آگے صبر کے کئی ایام ہیں ان میں جو صبر کرے گا گویا ہاتھ میں انگارہ پکڑے گا۔ اس میں عمل کرنے والے کو پچاس عمل کرنے والے آدمیوں کا اجر ہے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کے پچاس آدمیوں کا اجر فرمایا تمہارے پچاس کا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: ''لا یضر کم من ضل'' اس آیت سے متعلق سوال حضرت ابوثعلبہ سے بھی ہوا تھا' سائل کا مقصد یہ تھا کہ شاید امر و نہی کا زمانہ ختم ہو گیا اب ان سب کو چھوڑ چھاڑ کر گھر میں جا کر چپ چاپ بیٹھنا چاہیے' حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ نے اسی طرح جواب دیا جس طرح صدیق اکبر نے دیا تھا کہ میں نے اس آیت سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سوال کیا تھا آپ نے فرمایا کہ اب تو امر و نہی کا وقت ہے ہاں جب پانچ کام شروع ہو جائیں گے تو پھر تم اپنے کو بچاؤ اور عوام کو رہنے دو وہ پانچ کام یہ ہیں (۱) جب تم نے دیکھا کہ لوگ بخل و کنجوسی کی اتباع کرنے لگے ہیں (۲) جب خواہشات نفسانیہ کو دیکھو کہ لوگ اس کے غلام بن گئے ہیں (۳) جب تم دیکھو کہ لوگ دنیا کے غلام بن کر اس کو دین پر ترجیح دیں گے (۴) جب تم دیکھو کہ ہر عقلمند اپنی رائے پر گھمنڈ کرے گا اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو نظر انداز کرے گا (۵) اور جب تم نے دیکھ لیا کہ اب گناہ میں خود

مبتلا ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا گناہ سر پر ایسے منڈلا رہا ہے کہ اس سے بچنا مشکل ہو گیا ہے تو اب عوام کا معاملہ ان پر چھوڑ دو اس لئے کہ اب امر ونہی کی دعوت کا وقت نہیں رہا جان بچانے کیلئے جہاں ہو سکے بھاگ نکلو کیونکہ اب کیچڑ ہی کیچڑ ہے پھسلنے کا خطرہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جامع خطبہ کا ذکر

(۹) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطِیْبًا بَعْدَ الْعَصْرِ فَلَمْ یَدَعْ شَیْئًا یَکُوْنُ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ اِلَّا ذَکَرَہٗ حَفِظَہٗ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ وَکَانَ فِیْمَا قَالَ اِنَّ الدُّنْیَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَّاِنَّ اللّٰہَ مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْھَا فَنَاظِرٌ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ اَلَا فَاتَّقُوا الدُّنْیَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ وَذَکَرَ اَنَّ لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَآءً یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِقَدْرِ غَدْرَتِہٖ فِی الدُّنْیَا وَلَا غَدْرَ اَکْبَرُ مِنْ غَدْرِ اَمِیْرِ الْعَآمَّةِ یُغْرَزُ لِوَآءُ ہٗ عِنْدَہٗ اِسْتِہٖ قَالَ وَلَا یَمْنَعَنَّ اَحَدًا مِّنْکُمْ ھَیْبَةُ النَّاسِ اَنْ یَّقُوْلَ بِحَقٍّ اِذَا عَلِمَہٗ وَفِیْ رِوَایَةٍ اِنْ رَّاٰی مُنْکَرًا اَنْ یُّغَیِّرَہٗ فَبَکٰی اَبُوْسَعِیْدٍ وَقَالَ قَدْرَاَیْنَاہُ فَمَنَعَتْنَا ھَیْبَةُ النَّاسِ اَنْ نَّتَکَلَّمَ فِیْہِ ثُمَّ قَالَ اَلَا اِنَّ بَنِیْ اٰدَمَ خُلِقُوْا عَلٰی طَبَقَاتٍ شَتّٰی فَمِنْھُمْ مَّنْ یُّوْلَدُ مُؤْمِنًا وَّیَحْیٰی مُؤْمِنًا وَیَمُوْتُ مُؤْمِنًا وَّمِنْھُمْ مَنْ یُّوْلَدُ کَافِرًا وَّیَحْیٰی کَافِرًا وَّیَمُوْتُ کَافِرًا وَمِنْھُمْ مَّنْ یُّوْلَدُ مُؤْمِنًا وَّیَحْیٰی مُؤْمِنًا وَیَمُوْتُ کَافِرًا وَّمِنْھُمْ مَّنْ یُّوْلَدُ کَافِرًا وَّیَحْیٰی کَافِرًا وَّیَمُوْتُ مُؤْمِنًا قَالَ وَذَکَرَ الْغَضَبَ فَمِنْھُمْ مَّنْ یَّکُوْنُ سَرِیْعَ الْغَضَبِ سَرِیْعَ الْفَیْءِ فَاِحْدٰھُمَا بِالْاُخْرٰی وَمِنْھُمْ مَنْ یَّکُوْنُ بَطِیْءَ الْغَضَبِ بَطِیْءَ الْفَیْءِ فَاِحْدٰھُمَا بِالْاُخْرٰی وَخِیَارُکُمْ مَّنْ یَّکُوْنُ بَطِیْءَ الْغَضَبِ سَرِیْعَ الْفَیْءِ وَشِرَارُکُمْ مَنْ یَّکُوْنُ سَرِیْعَ الْغَضَبِ بَطِیْءَ الْفَیْءِ قَالَ اتَّقُوا الْغَضَبَ فَاِنَّہٗ جَمْرَةٌ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ اَلَا تَرَوْنَ اِلَی انْتِفَاخِ اَوْدَاجِہٖ وَحُمْرَةِ عَیْنَیْہِ فَمَنْ اَحَسَّ بِشَیْءٍ مِّنْ ذٰلِکَ فَلْیَضْطَجِعْ وَلْیَتَلَبَّدْ بِالْاَرْضِ قَالَ وَذَکَرَ الدَّیْنَ فَقَالَ مِنْکُمْ مَنْ یَّکُوْنُ حَسَنَ الْقَضَآءِ وَاِذَا کَانَ لَہُ اَفْحَشَ فِی الطَّلَبِ فَاِحْدٰھُمَا بِالْاُخْرٰی وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّکُوْنُ سَیِّءَ الْقَضَآءِ وَاِنْ کَانَ لَہٗ اَجْمَلَ فِی الطَّلَبِ فَاِحْدٰھُمَا بِالْاُخْرٰی وَخِیَارُکُمْ مَّنْ اِذَا کَانَ عَلَیْہِ الدَّیْنُ اَحْسَنَ الْقَضَآءَ وَاِنْ کَانَ لَہٗ اَجْمَلَ فِی الطَّلَبِ وَشِرَارُکُمْ مَّنْ اِذَا کَانَ عَلَیْہِ الدَّیْنُ اَسَآءَ الْقَضَآءِ وَاِنْ کَانَ لَہٗ اَفْحَشَ فِی الطَّلَبِ حَتّٰی اِذَا کَانَتِ الشَّمْسُ عَلٰی رُؤُسِ النَّخْلِ وَاَطْرَافِ الْحِیْطَانِ فَقَالَ اَمَا اِنَّہٗ لَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنْیَا فِیْمَا مَضٰی مِنْھَا اِلَّا کَمَا بَقِیَ مِنْ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْمَا مَضٰی مِنْہُ. (رواہ الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن عصر کے بعد خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب کچھ بیان فرما دیا جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا بھول گیا اس خطبہ میں آپ نے فرمایا دنیا شیریں اور سبز ہے اللہ تعالیٰ اس میں تم کو خلیفہ بنانے والا ہے پس دیکھنے والا ہے تم کیا عمل کرتے ہو خبردار دنیا سے بچو اور عورتوں سے پھر آپ نے ذکر کیا کہ ہر عہد توڑنے والے کے لیے ایک نشان ہوگا اور اس کی عہد شکنی کے موافق ہوگا۔ عام سردار کی عہد شکنی سے بڑھ کر کوئی اور عہد شکنی نہیں اس کی مقعد کے نزدیک اس نشان کو گاڑا جائے گا۔ پھر آپ نے فرمایا لوگوں کی ہیبت کسی کو حق کہنے سے نہ روکے ایک روایت میں ہے اگر وہ برائی دیکھے اس کو روکے یہ کہہ کر ابوسعید رضی اللہ عنہ رو دیئے اور کہنے لگے ہم نے برائی کو دیکھا لیکن لوگوں کی ہیبت کی وجہ سے ہم کچھ بولنے سے رک گئے۔ پھر آپ نے فرمایا اولاد آدم متفرق مراتب پر پیدا کی گئی ہے کچھ ایسے ہیں جو مومن پیدا ہوتے ہیں مومن زندہ رہتے ہیں اور مومن مرتے ہیں کچھ ایسے ہیں جو کافر پیدا کیے جاتے ہیں کافر زندہ رہتے ہیں او رکافر مر جاتے ہیں۔ بعض مومن پیدا کیے جاتے ہیں مومن زندہ رہتے ہیں اور کافر مر جاتے ہیں۔ بعض کافر پیدا کیے جاتے ہیں کافر زندہ رہتے ہیں اور مومن مرتے ہیں۔ راوی نے کہا اور آپ نے غصہ کا ذکر کیا اور فرمایا لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جن کو جلد سے غصہ آتا ہے اور چلا جاتا ہے دونوں میں ایک دوسرے کے بدلے میں ہے اور کچھ ایسے ہیں جن کو دیر سے غصہ آتا ہے اور دیر سے جاتا ہے دونوں میں ایک دوسرے کے بدلے میں ہے۔ تم میں بہترین وہ ہیں جن کو دیر سے غصہ آئے اور جلد چلا جائے اور بدترین وہ ہیں جن کو جلد غصہ آئے اور دیر

سے جائے۔آپ نے فرمایا کہ غصہ سے بچو اس لیے کہ وہ انسان کے دل پر ایک انگارہ ہے۔تم اس کی گردن کی رگیں پھولتی ہوئی اور آنکھوں کے سرخ ہونے کی طرف نہیں دیکھتے۔تم میں سے اگر کوئی اس کو محسوس کرے وہ لیٹ جائے اور زمین کے ساتھ چمٹ جائے اور پھر آپ نے قرض کا ذکر کیا اور فرمایا تم میں سے بعض ادا کرنے میں اچھے ہوتے ہیں اور جب اس کے لیے کسی پر قرض ہوتا ہے طلب کرنے میں سختی کرتے ہیں ان دونوں خصلتوں میں سے ایک دوسری کے مقابل ہے اور ان میں سے کچھ ایسے ہوتے ہیں جو ادائیگی میں برے ہوتے ہیں اگر کسی کے ذمہ ان کا قرض ہو سہولت سے طلب کرتے ہیں ان دونوں میں سے ایک دوسری خصلت کے مقابل ہے۔تم میں بہتر وہ ہیں جو اچھی طرح ادا کریں اور اگر ان کا قرض کسی کے ذمہ ہو اچھے طریقے سے طلب کریں اور تم میں بدترین وہ ہیں جو بری طرح ادا کریں اور اگر ان کے ذمہ کسی کا قرض ہو طلب کرنے میں سختی کریں۔جب سورج کھجور کے درختوں کی چوٹیوں اور دیواروں کے کناروں پر ہوا آپ نے فرمایا خبردار دنیا باقی نہیں رہی گذشتہ زمانہ کی نسبت مگر جس طرح تمہارے اس دن سے بقایا رہ گیا ہے۔(روایت کیا ترمذی نے)

تشریح: ''خطیباً'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے طویل خطبوں میں سے یہ ایک خطبہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کو بیان کیا ہے اور انسانوں کے مختلف طبائع اور معاملات ونفسیات اور ان کی ابتداء وانتہاء کو بیان کیا ہے۔

''فلم یدع شیئاً'' یعنی قیامت تک آنے والے دین سے متعلق اہم اہم امور کو بیان کیا ان میں سے کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔''حلوۃ'' یعنی دنیا ایک میٹھی لذیذ خوبصورت اور شیرین چیز ہے۔''خضرۃ'' ای ناعمۃ طریۃ یعنی سرسبز وشاداب تروتازہ گلزار وسبزہ زار ہے۔عرب سبزہ زار کو بہت پسند کرتے ہیں دنیا کو سبزہ زار قرار دیا کیونکہ سبزہ سریع الزوال ہوتا ہے تو دنیا بھی اسی طرح ہے۔''مستخلفکم'' مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو عارضی طور پر دنیا کی چیزوں کا مالک بنایا ہے اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے۔''غدر امیر العامۃ'' اس جملہ کا ایک مطلب یہ ہے کہ ایک ظالم غاصب متغلب حاکم آجائے اور کسی کی جائز حکومت پر قبضہ جمالے نہ شوری اور مشورہ ہو نہ کسی کی مرضی ہو بلکہ زبردستی اقتدار پر قابض ہو جائے ایسے غدار کی دبر میں لمبا جھنڈا قیامت کے روز نصب کیا جائے گا کیونکہ اس نے عوام کے عام امیر المؤمنین کی خلافت پر قبضہ کرلیا اور غداری کی دوسرا مطلب یہ ہے کہ ایک باغی شخص بغاوت کا جھنڈا بلند کرکے اور عوام الناس کے متفقہ امیر کے خلاف بغاوت کا اعلان کرے۔''خلقوا'' اس میں انسان کی تخلیق اور انجام کو ہدایت وضلالت کے اعتبار سے چار طبقات پر تقسیم کیا گیا ہے (۱) کامیاب انسان (۲) ناکام انسان (۳) ابتداء میں کامیاب انتہاء میں ناکام (۴) ابتداء میں ناکام انتہا میں کامیاب۔

''وذکر الغضب'' اس میں انسان کے غصہ کے مختلف حالات بیان کئے گئے ہیں انسان کے توازن اور بگاڑ کی نشاندہی کی گئی ہے۔(۱) ایک وہ شخص ہے کہ بہت جلدی غصہ ہو جاتا ہے لیکن جلدی راضی ہو جاتا ہے یہ برابر سرابر ہے۔'' فاحداھما بالاخری'' کا یہی مطلب ہے (۲) اسی طرح ایک شخص بہت دیر سے غصہ ہوتا ہے مگر غصہ کے بعد دیر تک غصہ باقی رہتا ہے یہ بھی برابر سرابر ہے۔(۳) ایک شخص ایسا ہے کہ بہت دیر سے غصہ ہوتا ہے لیکن بہت جلدی راضی ہوتا ہے یہ سب سے عمدہ صفت کا آدمی ہے (۴) ایک شخص ایسا ہے کہ بہت جلدی غصہ ہو جاتا ہے اور پھر راضی ہونے کا نام نہیں لیتا ہے یہ شخص بدترین صفت والا ہے۔اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض اور دین کا ضابطہ بیان فرمایا اور اس میں بھی لوگوں کے چار طبقات بنائے۔(۱) ایک شخص ایسا ہے کہ اگر وہ مدیون ہے تو بہتر طریقہ پر قرض ادا کرتا ہے لیکن قرض لینے میں دوسرے کے ساتھ سختی کرتا ہے افحش کا مطلب یہی ہے کہ سختی کرتا ہے اور غلیظ انداز اختیار کرتا ہے یہ بھی برابر سرابر ہے۔(۲) ایک وہ شخص ہے کہ قرض دینے میں تو اچھا نہیں ہے لیکن مانگنے میں بہت نرم اور اچھا ہے یہ بھی برابر سرابر ہے۔(۳) ایک وہ شخص ہے کہ دین ادا کرنے میں بھی اچھا اور نرم ہے اور قرض مانگنے میں بھی بہت نرم اور اچھا ہے یہ بہترین خصلت کا آدمی ہے۔(۴) ایک وہ شخص ہے کہ قرض دینے میں بہت برا ہے اور اگر اس کا کسی پر قرض ہو تو مانگنے میں بہت برا ہے یہ بدترین آدمی ہے۔اب غروب آفتاب کا وقت ہو چکا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی عمر ختم ہوگئی ہے بس اتنی باقی ہے جتنا پورے دین کا ایک ذرہ وقت ابھی باقی ہے۔

گناہ کی زیادتی موجب ہلاکت ہے

(۱۰) وَعَنْ اَبِی الْبَخْتَرِیِّ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنْ یُّھْلِکَ النَّاسُ حَتّٰی یُعْذِرُوْا مِنْ اَنْفُسِھِمْ. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوالبختری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے بیان کرتے ہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ اس وقت تک ہلاک نہیں ہوں گے یہاں تک کہ ان کے گناہ بہت زیادہ ہوں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: "یعذروا" یہ اعذار باب افعال سے ہے اور سلب ماخذ کیلئے ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان لوگوں نے اتنے گناہ کئے کہ اب ان کی طرف سے عذر معذرت بھی ختم ہوگئی اب یہ لوگ خود اپنے آپ کو صاحب عذر نہیں سمجھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا کوڑا رسید ہوتا ہے۔ اس جملے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اب یہ لوگ اپنے گناہوں کی خود بھی معذرت نہیں کرتے بلکہ گناہ کا اقرار بھی کرتے ہیں اور کھل کر سر عام گناہ بھی کرتے ہیں تو ہلاک ہو جاتے ہیں۔

اس جملہ کا تیسرا مطلب یہ ہے کہ عذر و اعذار پیش نظر رکھ کر باطل تاویلیں کرنے لگتے ہیں اور گناہ کو قانونی شکل دیتے ہیں یہ علمی غلطی ہے جس سے آدمی گمراہ ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے کیونکہ اس طرح گناہوں کی کثرت ہو جاتی ہے اور اس میں قومیں غرق ہو جاتی ہیں۔

عام عذاب کب نازل ہوتا ہے

(۱۱) وَعَنْ عَدِیِّ بْنِ عَدِیِّ الْکِنْدِیِّ قَالَ حَدَّثَنَا مَوْلًی لَّنَا اَنَّہٗ سَمِعَ جَدِّیْ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا یُعَذِّبُ الْعَامَّۃَ بِعَمَلِ الْخَاصَّۃِ حَتّٰی یَرَوُا الْمُنْکَرَ بَیْنَ ظَھْرَانِیْھِمْ وَھُمْ قَادِرُوْنَ عَلٰی اَنْ یُّنْکِرُوْہُ فَلَا یُنْکِرُوْا فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ عَذَّبَ اللّٰہُ الْعَامَّۃَ وَالْخَاصَّۃَ. (رواہ فی شرح السنۃ)

ترجمہ: حضرت عدی بن عدی کندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہمارے ایک آزاد کردہ غلام نے ہم کو بیان کیا کہ اس نے ہمارے دادا سے بیان کیا وہ کہتے تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے عمل سے سب لوگوں کو عذاب نہیں کرے گا یہاں تک کہ خلاف شرع امور اپنے درمیان دیکھیں اور وہ روکنے پر قدرت رکھتے ہیں پھر نہ روکیں جب وہ ایسا کریں گے اللہ تعالیٰ عام اور خاص سب لوگوں کو عذاب کرے گا۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

برائیوں کو مٹانے کی پوری جدوجہد کرو

(۱۲) وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْا اِسْرَآئِیْلَ فِی الْمَعَاصِیْ نَھَتْھُمْ عُلَمَآؤُھُمْ فَلَمْ یَنْتَھُوْا فَجَالَسُوْھُمْ فِیْ مَجَالِسِھِمْ وَاٰکَلُوْھُمْ وَشَارَبُوْھُمْ فَضَرَبَ اللّٰہُ قُلُوْبَ بَعْضِھِمْ بِبَعْضٍ فَلَعَنَھُمْ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ قَالَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ مُتَّکِئًا فَقَالَ لَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ حَتّٰی تَاْطِرُوْھُمْ اَطْرًا. رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ فِیْ رِوَایَتِہٖ قَالَ کَلَّا وَاللّٰہِ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْھَوُنَّ عَنِ الْمُنْکَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰی یَدَیِ الظَّالِمِ وَلَتَاْطِرُنَّہٗ عَلَی الْحَقِّ اَطْرًا وَّلَتَقْصُرُنَّہٗ عَلَی الْحَقِّ قَصْرًا اَوْلَیَضْرِبَنَّ اللّٰہُ بِقُلُوْبِ بَعْضِکُمْ عَلٰی بَعْضٍ ثُمَّ لَیَلْعَنَنَّکُمْ کَمَا لَعَنَھُمْ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بنو اسرائیل گناہوں میں گرفتار ہو گئے ان کے علماء نے ان کو روکا جب وہ نہ رکے ان کی مجلسوں میں ہم نشینی اختیار کی ان کے ساتھ کھانے اور پینے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض کے دل بعض سے ملا دیئے اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبان پر ان پر لعنت کی یہ اس لیے کہ انہوں نے نافرمانی

کی اور وہ زیادتی کرتے تھے۔راوی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ بیٹھے اور آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہاں تک کہ تم ان ظالموں کو ان کے ظلم سے روکو۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے۔اس کی ایک روایت میں ہے ہرگز نہیں اللہ کی قسم تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور ضرور برائی سے روکو گے اور ضرور ظالم کے ہاتھ کو پکڑو گے اور اس کو حق پر مائل کرو گے اور ان کو حق پر روکو گے یا اللہ تعالیٰ تمہارے بعض کے دلوں کو بعض پر مارے گا پھر تم پر لعنت کرے گا جس طرح ان پر لعنت کی۔

تشریح: "فضرب الله " یعنی جب علماء نے بنی اسرائیل کو خوب منع کیا مگر وہ لوگ گناہوں سے باز نہیں آئے تو علماء بھی ان کے ساتھ گناہوں میں شریک ہوگئے اس پر ان پر اجتماعی عذاب آ گیا اور ان کا نام ونشان مٹا دیا گیا فضرب الله قلوب بعضهم کا مطلب یہی ہے کہ سب ملکر گناہ میں پڑ گئے تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کے دلوں کو سیاہ کردیا اور اس میں ایک دوسرے کے ساتھ مخلوط ہوگئے پھر ان کے دل اجتماعی طور پر سخت کردیئے گئے جس سے وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوگئے اب وہ اس قابل نہیں رہے کہ حق کو قبول کرسکیں اس لئے مسخ ہوکر کچھ تو خنزیر بن گئے اور کچھ لنگور بن گئے۔اس بیان کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہتمام کے ساتھ بیٹھ گئے اور مزید ارشادات کو مجمع کے سامنے بیان فرمادیا جس میں یہ ارشاد تھا کہ خدا کی قسم! تمہیں ظالم کا ہاتھ پکڑ کر منکر سے روکنا ہوگا ورنہ تمہارے دل بھی ان کے دلوں کی طرح ہوجائیں گے۔"تأطروهم اطراً" یہ لفظ ضرب اور نصر دونوں سے آتا ہے اطراً اس کا مصدر ہے روکنے اور منع کرنے کے معنی میں ہے یعنی تم پر لازم ہے کہ گناہ گاروں اور اہل ظلم اور فساد کرنے والوں کے ہاتھوں کو پکڑ کر گناہ سے روک دؤ اگر وہ باز نہیں آئے تو تم ان سے الگ ہوجاؤ اور کنارہ کشی اختیار کرو نہ ان کے پاس بیٹھا کرو نہ ان کو کھلاؤ نہ ان سے کھاؤ نہ پیو نہ پلاؤ۔

ایک روایت میں ہے"ولتأطرنه على الحق اطراً "اس کی تشریح بھی ساتھ لگی ہوئی ہے"اى لتقصرنه على الحق قصراً "ملا علی قاری فرماتے ہیں"اى لتمنعن الظالم باللسان عند العجز عن اخذا ليد باليد على الحق اى علمى اجباره على الحق وانكاره على الباطل اطراً اى منعا ظاهرا ليس فيه لو مة لائم۔"

بے عمل عالم وواعظ کے بارے میں وعید

(۱۳) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِىَ بِىْ رِجَالًا تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيْضَ مِنْ نَّارٍ قُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ هٰؤُلَاءِ خُطَبَاءُ مِنْ اُمَّتِكَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَيَنْسَوْنَ اَنْفُسَهُمْ. رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَالْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ خُطَبَاءُ مِنْ اُمَّتِكَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ وَيَقْرَءُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَلَا يَعْمَلُوْنَ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی رات میں نے بہت سے آدمی دیکھے جو آگ کی قینچیوں سے اپنے ہونٹ کاٹ رہے ہیں میں نے کہا اے جبریل یہ کون ہیں فرمایا یہ لوگ تیری امت کے خطیب ہیں لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنی جانوں کو بھلا دیتے تھے۔روایت کیا اس کو شرح السنہ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔ایک روایت میں ہے جبریل علیہ السلام نے کہا تیری امت کے خطیب ہیں جو کہتے ہیں وہ جس پر عمل نہیں کرتے۔اور اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔

تشریح: "تقرض" کاٹنے کے معنی میں ہے" شفاههم "اس سے ہونٹ مراد ہے یہ بے عمل عالم اور واعظ کیلئے شدید وعید ہے۔ایک دوسری حدیث میں ہے"ويل للجاهل مرة وللعالم سبع مرات "ایک اور حدیث میں ہے" اشد الناس عذاباً يوم القيامة عالم لم ينفعه الله بعلم۔ایک شاعر نے کہا

فساد كبير عالم متهتك واكبر منه جاهل متنسك

نعمت الٰہی میں خیانت کی سزا

(۱۴) وَعَنْ عَمَّارِبْنِ يَاسِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْزِلَتِ الْمَآئِدَةُ مِنَ السَّمَاءِ خُبْزًا وَّلَحْمًا وَّاُمِرُوْآ اَنْ لَّا يَخُوْنُوْا وَلَا يَدَّخِرُوْا لِغَدٍ فَخَانُوْا وَادَّخَرُوْا وَرَفَعُوْا لِغَدٍ فَمُسِخُوْا قِرَدَةً وَّخَنَازِيْرَ(رواه الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوان آسمان سے اتارا گیا تھا اس میں روٹی اور گوشت تھا ان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ خیانت نہ کریں اور کل کے لیے ذخیرہ نہ کریں انہوں نے خیانت کی اور کل کے لیے اٹھا رکھا ان کی صورتیں بندروں اور خنزیروں کی صورتوں کے ساتھ بدل دی گئیں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ.... ظالم حکمرانوں کے زمانے میں نجات کی راہ

(۱۵) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّه تُصِيْبُ اُمَّتِىْ فِىْ اٰخِرِ الزَّمَانِ مِنْ سُلْطَانِهِمْ شَدَائِدُ لَا يَنْجُوْا مِنْهُ اِلَّا رَجُلٌ عَرَفَ دِيْنَ اللّٰهِ فَجَاهَدَ عَلَيْهِ بِلِسَانِه وَيَدِهِ وَقَلْبِه فَذٰلِكَ الَّذِىْ سَبَقَتْ لَهُ السَّوَابِقُ وَرَجُلٌ عَرَفَ دِيْنَ اللّٰهِ فَصَدَّقَ بِه وَرَجُلٌ عَرَفَ دِيْنَ اللّٰهِ فَسَكَتَ عَلَيْهِ فَاِنْ رَاٰى مَنْ يَّعْمَلُ الْخَيْرَ اَحَبَّهٗ عَلَيْهِ وَاِنْ رَاٰى مَنْ يَّعْمَلُ بِبَاطِلٍ اَبْغَضَهٗ عَلَيْهِ فَذٰلِكَ يَنْجُوْا عَلٰى اِبْطَانِه كُلِّه.

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخیر زمانہ میں میری امت کو ان کے بادشاہ کی طرف سے سختیاں پہنچیں گی ان سے وہ شخص نجات پائے گا جس نے اللہ کے دین کو جانا اور اپنے ہاتھ دل اور اپنی زبان کے ساتھ جہاد کیا یہ وہ شخص ہے جس کے لیے کمال ثواب پہلے پہنچا اور ایک وہ شخص ہے جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اس کی تصدیق کی اور وہ آدمی جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اس پر خاموش رہا اگر دیکھتا ہے جو کوئی نیک کام کرتا ہے اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہے اور اگر دیکھتا ہے کہ برا کام کرتا ہے اس کی وجہ سے اس سے بغض رکھتا ہے یہ وہ شخص ہے جو خیر کی محبت اور باطل کے بغض کو چھپانے کی وجہ سے نجات پا جائے گا۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے)

تشریح: "سلطانهم" یعنی وقت کے ظالم بادشاہ کی طرف سے اہل حق اور اہل خیر و ایمان کو سخت دینی اور دنیوی اذیتیں پہنچیں گی جیسے یزید اور حجاج بن یوسف سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچی ہلاکو خان اور چنگیز خان کی طرف سے پہنچی اور آج تک عرب و عجم کے ظالم حکمرانوں کی طرف سے حق اور اہل حق کے خلاف طاقت استعمال ہو رہی ہے' آج حکومت وقت کی ساری فوجیں صلاحیتیں حق اور نظام حق اور علماء حق اور مدارس و مساجد کے خلاف استعمال ہو رہی ہیں۔

"عرف دين الله" یعنی خود بھی کامل عارف و عالم ہے اور دوسروں کو بھی کمال دین پر لا رہا ہے پہلے خود دین کے اصول اور جزئیات اور اس کے قواعد اور فروعات کو جانتا ہے پھر اسی کی روشنی میں دوسروں کو راہ راست پر لاتا ہے اور چلاتا ہے گویا کامل عالم' عامل' عارف باللہ ہو گا تب جا کر وقت کے ان فتنوں سے بچ سکے گا وہ بھی اس لئے کہ وہ جہاد بالید' جہاد باللسان اور جہاد بالقلب کرتا ہو گا تینوں طریقوں سے دین حق کی خدمت کر رہا ہو گا۔

"سبقت له السوابق" یعنی دینی اور دنیوی سعادتوں اور برکتوں تک سب سے پہلے پہنچ جائے گا' اس کے بعد دوسرے درجہ کا آدمی وہ ہے جو دین کو سمجھے گا اور اس کی تصدیق کرے گا اور زبان سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے گا لیکن ہاتھ سے نہی عن المنکر کی طاقت نہیں ہو گی اس لئے وہ دوسرے درجہ کا مسلمان ہو گا اور دوسرے نمبر پر کامیاب ہو گا' تیسرے وہ آدمی ہے جو دین کو تو تھوڑا بہت سمجھے گا لیکن زیادہ عالم نہیں ہو گا وہ جب نیکی کو دیکھے گا تو اس کو دل سے پسند کرے گا اور جب برائی کو دیکھے گا تو اس کو دل سے برا جانے گا مگر ہاتھ اور زبان سے روکنے کی طاقت نہیں رکھے گا یہ شخص بھی اپنے اس قلبی جذبہ کی وجہ سے کامیاب رہے گا "علی ابطانه" یعنی اس قلبی پوشیدہ جذبہ کی وجہ سے وہ بھی کامیاب رہے گا۔ یہ حدیث گویا اس حدیث کی طرح ہے جو اس باب کی پہلی حدیث ہے جس میں "من رأى منكم منكرا فليغيره بيده الخ" تین درجے بیان کئے گئے ہیں۔

بروں کے ساتھ اچھے لوگ بھی عذاب میں کیوں مبتلا کیے جاتے ہیں؟

(۱۶) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْحَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰى جِبْرِئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنِ اقْلِبْ مَدِيْنَةَ كَذَا وَكَذَا بِاَهْلِهَا فَقَالَ يَا رَبِّ اِنَّ فِيْهِمْ عَبْدُكَ فُلَانًا لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ قَالَ فَقَالَ اقْلِبْهَا عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ فَاِنَّ وَجْهَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ

ترجمہ: حضرت جابر سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ فلاں شہر کو اس کے اہل پر الٹ دے اس نے کہا اے میرے پروردگار اس میں ایک تیرا بندہ ہے جس نے ایک لحہ بھی کبھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کو اور تمام بستی والوں کو الٹ دے میرے دین کے سبب کبھی اس کا چہرہ متغیر نہیں ہوا تھا۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے)

تشریح: اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا حاصل تھا کہ بے شک میرے اس بندے نے کبھی بھی میری نافرمانی نہیں کی اور وہ ایک لحہ بھی برائی کی راہ پر نہ چلا مگر اس کا یہ جرم ہی کیا کم ہے کہ لوگ اس کے سامنے گناہ کرتے رہے اور وہ اطمینان کے ساتھ ان کو دیکھتا رہا برائی پھیلتی رہی اور لوگ خدا کی نافرمانی کرتے رہے مگر ان برائیوں اور نافرمانی کرنے والوں کو دیکھ کر اس کے چہرہ پر کبھی بھی اس طرح کے آثار پیدا نہیں ہوئے جن سے یہ معلوم ہو کہ اس کے دل میں برائیوں اور برائیوں کے مرتکبین کے خلاف غیظ وغضب اور نفرت وعداوت کا کوئی جذبہ ہے لہٰذا شہر کے اور باشندوں کے ساتھ وہ شخص بھی ہلاکت وبربادی کا مستوجب ہے۔ ''ایک ساعت'' کے الفاظ اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اگر وہ شخص اپنی پوری زندگی میں ایک مرتبہ بھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے برائیوں اور برائیوں کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف غصہ و نفرت کا اظہار کر دیتا تو اس کی زندگی کے باقی حصے میں اس کی اس تقصیر سے درگزر کر دیا جاتا۔

تقصیر کی معذرت

(۱۷) وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَسْأَلُ الْعَبْدَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُ مَالَكَ اِذَا رَاَيْتَ الْمُنْكَرَ فَلَمْ تُنْكِرْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُلَقّٰى حُجَّتَهٗ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ خِفْتُ النَّاسَ وَرَجُوْتُكَ. رَوَى الْبَيْهَقِىُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلَاثَةَ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک انسان سے سوال کرے گا اور فرمائے گا تجھے کیا تھا جس وقت تو برائی دیکھتا تھا اس سے منع نہیں کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اپنی حجت سکھلایا جائے گا کہے گا اے میرے پروردگار میں لوگوں سے ڈر گیا تھا اور تیری عفو کی امید رکھی تھی۔ یہ تینوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کی ہیں۔

تشریح: "فيلقى حجته،" لقى يلقى تلقية" باب تفعیل سے مجہول کا صیغہ ہے پھینکنے کے معنی میں ہے جیسے ''وما يلقها الا الذين صبروا'' یعنی اس شخص کو حجت ودلیل اور بچنے کیلئے تاویل فراہم کی جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اس شخص کو معاف کرنا چاہے گا تو اس کو جواب دینے اور تاویل کرنے اور دلیل پیش کرنے کا ڈھنگ سمجھا دے گا تو وہ کہہ دے گا: اے میرے مولا! تیرے بندوں سے ڈرتا تھا اور تیری وسیع رحمت اور مغفرت پر نظر رکھتا تھا اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا کہ واقعی لوگوں سے ڈرنا ایک طبعی مجبوری ہے پھر اس شخص نے صاف صاف الفاظ میں سیدھا سیدھا جواب دیدیا جس کا حقیقت کے ساتھ گہرا تعلق تھا تو رحمت حق جوش میں آئی کیونکہ رحمت حق بہانہ می جوید بہانہ می جوید

لعل رحمة ربى حين يقسمها ۔۔۔ تأتى على حسب العصيان فى القسم

عمل خیر اور عمل بد قیامت کے دن متشکل ہو کر سامنے آئیں گے

(۱۸) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ اِنَّ الْمَعْرُوْفَ وَالْمُنْکَرَ خَلِیْقَتَانِ تُنْصَبَانِ لِلنَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَاَمَّا الْمَعْرُوْفُ فَیُبَشِّرُ اَصْحَابَہٗ وَیُوْعِدُھُمُ الْخَیْرَ وَاَمَّا الْمُنْکَرُ فَیَقُوْلُ اِلَیْکُمْ اِلَیْکُمْ وَمَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَہٗ اِلَّا لُزُوْمًا. رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبَیْهَقِیُّ شُعَبِ الْاِیْمَانِ.

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے نیکی اور بدی قیامت کے دن لوگوں کے لیے کھڑی کی جائیں گی۔ نیکی نیکی کرنے والے کو خوشخبری دے گی اور بھلائی کا وعدہ دے گی اور برائی برائی کرنیوالے کو کہے گی دور ہو جاؤ۔ دور ہو جاؤ اور وہ طاقت نہیں رکھیں گے مگر ساتھ چمٹ جانے کی۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: حدیث کا حاصل یہ ہے کہ انسان دنیا میں جو نیک اور اچھے اعمال کرے گا وہ اس کے مرنے کے بعد قبر میں بھی اچھی و پاکیزہ اور عطر بیز صورتوں میں ظاہر ہوں گے اور قیامت کے دن بھی بہترین شکل وصورت اختیار کر کے اس شخص کے سامنے آئیں گے اور اس کو آخرت کی لازوال سعادتوں اور حسن انجام کی خوشخبری سنائیں گے' اس کے برخلاف اگر کوئی شخص برے اعمال اختیار کرے گا تو وہ اعمال قبر میں بھی خراب اور ڈراونی صورتوں میں آکر پریشان کریں گے اور قیامت کے دن بھی بری شکل وصورت کے ساتھ اس کے سامنے آئیں گے اور اس کو اس کے برے انجام سے ڈراتے ہوئے کہیں گے کہ ہمارے پاس سے دور ہٹ جا' مگر وہ شخص اس سے دور ہٹنے پر قادر نہیں ہوگا یعنی ان برے اعمال پر جو سزا ملنے والی ہوگی اس سے وہ شخص بھاگ نہیں پائے گا۔ لفظ ''تنصبات'' مجہول ہونے کی وجہ سے مونث کا صیغہ ہے لیکن مشکوۃ کے ایک نسخے میں یہ لفظ بہ صیغہ مذکر منقول ہے اور یہی زیادہ موزوں ہے کیونکہ لفظ ''خلیقہ'' میں حرف تاء تانیث کے لئے نہیں ہے بلکہ اظہار (مبالغہ کے لئے ہے اور اس لفظ کے معنی یہ ہیں کہ یہ دونوں یعنی عمل خیر اور عمل بد مخلوقات میں سے ایک نوع ہیں جو قیامت کے دن لوگوں کے سامنے شکل وصورت اختیار کر کے ظاہر ہوں گے۔

کِتَابُ الرِّقَاقِ

رقاق کا بیان

قال الله تبارک وتعالیٰ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر)
وقال الله تعالیٰ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا (تحریم)

''رقاق'' جمع ہے اسکا مفرد رقیق ہے جس طرح صغار جمع ہے اس کا مفرد صغیر ہے اور کبار جمع ہے جس کا مفرد کبیر ہے رقائق بھی جمع ہے اس کا مفرد رقیقۃ ہے دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے یعنی دل کو نرم کرنے والی باتیں' یہاں رقاق سے وہ کلمات مراد ہیں جس کے سننے سے آدمی کا دل نرم ہو جاتا ہے اور دل دنیا سے بے رغبت ہو کر آخرت کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ رقاق کے نام سے احادیث کی کتابوں میں طویل ابواب ملتے ہیں ان ابواب میں محدثین وہ احادیث بیان کرتے ہیں جن سے دل متاثر ہو جاتے ہیں اور موم کی طرح نرم پڑ جاتے ہیں صاحب مشکوٰۃ نے بھی عام محدثین کے اتباع کرتے ہوئے کتاب الرقاق کو ذکر فرمایا ہے اور اس میں فضل الفقراء سے لے کر کتاب الفتن تک آٹھ ابواب رکھے ہیں رقاق کے عنوان کے تحت تو خالص رقاق ہی سے متعلق ۴۷ احادیث درج فرمائی ہیں اور پھر آٹھ ابواب کے مختلف عنوانات کے تحت رقاق اور حکمت وموعظت پر مبنی احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ اکٹھا فرمایا ہے اگر کوئی انسان سینہ میں پتھر کے بجائے گوشت کا دل رکھتا ہے تو وہ ان احادیث کے پڑھنے سننے سے پانی پانی ہو جاتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر اس پر کسی چیز کا اثر محال ہوگا' ایک شاعر کہتا ہے۔

لا ینفع الوعظ قلبا قاسیا ابدا وهل یلین بقول الواعظ الحجر

یعنی سنگ دل انسان کو کبھی بھی نصیحت فائدہ نہیں دیتی کیا کسی واعظ کے وعظ سے پتھر نرم ہو سکتا ہے؟ نہیں

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ..... دو قابل قدر نعمتیں

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو نعمتوں میں بہت سے آدمی ٹوٹا کھائے ہوئے ہیں اور وہ دو نعمتیں تندرستی اور فراغت ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''مغبون'' یہ غبن یغبن باب نصر ینصر سے ہے نقصان اور خسارہ کے معنی میں ہے خاص کر تجارتی معاملات کے خسارہ پر بولا جاتا ہے۔ یہ صیغہ باب سمع سے بھی آتا ہے جو غلطی اور دھوکہ کھانے کے معنی میں ہے یہاں دونوں معنی صحیح ہیں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو جسمانی صحت اور اوقات کی فراغت کی قدر نہیں کرتے ہیں اور ان دونوں نعمتوں کے بارے میں دھوکہ غلطی اور خسارہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ صحت بدن کے وقت بدن سے جسمانی کام نہیں لیتے ہیں کہ اس کو عبادت میں لگا دیں اور مصائب ومشاغل سے فارغ اوقات میں کام نہیں کرتے ہیں کہ کمال حاصل کریں اور فرصت کو غنیمت نہیں سمجھتے ہیں کہ اس کو کام میں لائیں پھر جب جسمانی اعتبار سے بیمار ہو جاتے ہیں اور اوقات کے اعتبار سے دنیوی مشاغل میں پھنس کر گرفتار ہو جاتے ہیں تب ان کو بدن کی صحت اور اوقات کی فرصت کی قدر آ جاتی ہے جیسے عقلاء نے

کہا ہے "النعمة اذا فقدت عرفت" لیکن اب گزرے ہوئے حالات ولمحات پر کف افسوس ملنے کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا کیونکہ مناسب موقع پر اس نے نہ عبادت کی اور نہ آخرت بنائی اور نہ دنیا کا کام کیا اب پشیمانی سے کیا حاصل ہوگا۔

"الأن قد ندمت ولم ینفع الندم" ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ارشاد فرمایا کہ اہل جنت جنت میں کسی چیز پر افسوس وحسرت نہیں کریں گے مگر صرف ان لمحات پر افسوس کریں گے، جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی یاد کے بغیر گزرے ہوں گے۔

دنیا اور آخرت کی مثال

(۲) وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اِصْبَعَهٗ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَا يَرْجِعُ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت مستورد بن شداد سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا فرماتے تھے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی مثال اس طرح ہے جس طرح تم سے کوئی آدمی دریا میں انگلی ڈالے پھر دیکھے اس کی انگلی کس چیز کے ساتھ لوٹتی ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی انگلی کو سمندر میں ڈبو کر باہر نکالے تو وہ دیکھے گا کہ اس کی انگلی سمندر میں سے محض تری یا صرف ایک آدھ قطرہ پانی کا لے کر واپس آئی ہے' پس سمجھنا چاہیے کہ آخرت کے زمانہ اور وہاں کی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیا کا زمانہ اور دنیا کی تمام نعمتیں اسی طرح قلیل وکمتر ہیں جس قدر کہ سمندر کے مقابلہ میں اس کی انگلی کو لگا ہوا پانی' بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ تمثیل بھی محض لوگوں کو سمجھانے کیلئے ہے ورنہ متناہی کو غیر متناہی کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں ہوسکتی' پانی کا وہ ایک قطرہ جو دریا سے باہر آیا ہے اپنی کمتری وبے وقعتی کے باوجود سمندر سے کچھ نہ کچھ نسبت ضرور رکھتا ہے مگر دنیا' آخرت سے اس قدر بھی نسبت نہیں رکھتی۔

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ انسان کو چاہیے کہ نہ تو نہایت جلد فناہ ہو جانے والی دنیا کی نعمتوں اور آسائشوں پر مغرور ہو اور نہ اس کی سختیوں اور پریشانیوں پر روئے پیٹے اور نہ شکوہ وشکایت کرے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق یہی کہے کہ:

اللهم لا عيش الا عيش الآخرة. "اے اللہ! اصل زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔"

نیز اس حقیقت کو ہر لحہ مدنظر رکھے کہ یہ دنیا' مزرعۃ الآخرۃ (آخرت کی کھیتی ہے) اور یہاں کی زندگانی بس ایک ساعت کی ہے لہٰذا اس ایک ساعت کو گنوانے کی بجائے طالب الٰہی میں مصروف رکھنا ہی سب سے بڑی دانشوری ہے۔

دنیا ایک بے حیثیت چیز ہے

(۳) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِجَدْيٍ اَسَكَّ مَيِّتٍ قَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنَّ هٰذَا لَهٗ بِدِرْهَمٍ فَقَالُوْا مَا نُحِبُّ اَنَّهٗ لَنَا بِشَيْءٍ قَالَ فَوَاللّٰهِ لَلدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بکری کے مرے ہوئے بچے کے پاس سے گذرے جس کے کان چھوٹے چھوٹے تھے فرمایا تم میں سے کون چاہتا ہے کہ اس کو ایک درہم کے بدلے لے لے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم تو کسی چیز کے عوض بھی اس کو نہیں لیتے فرمایا اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا بہت زیادہ ذلیل ہے۔ جس طرح تمہارے نزدیک یہ بکری کا بچہ ذلیل ہے۔ (مسلم)

تشریح: "جدی" بکری کے چھوٹے بچے کو جدی کہتے ہیں" اسک" کاف پر شد ہے بکری کے اس بچے کو کہتے ہیں جس کے کان بالکل کٹے ہوئے ہوں یا بالکل نہ ہوں یا چھوٹے چھوٹے ہوں' یہ اس کے بے حقیقت اور ذلت وحقارت کی طرف اشارہ ہے خصوصاً جبکہ وہ بچہ مرا ہوا مردار بھی ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مثال سے دنیا کی حقارت اور بے ثباتی اور بے حیثیت وبے حقیقت ہونے کی طرف انسانوں کو متوجہ فرمایا

ہے کہ مقصود زندگی آخرت ہے اس کو فراموش نہیں کرنا چاہیے اور دنیا کی محبت سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ ایک حدیث میں ہے " حب الدنيا رأس كل خطيئة" اور ایک قول ہے کہ "ترک الدنيا رأس كل عبادة"

اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت میں گرفتار شخص کا ہر کام خود غرضی اور لالچ کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اہل اللہ اور اہل معرفت نے کہا ہے کہ جس شخص کے دل میں دنیا کی محبت بیٹھ گئی تو پوری دنیا کے اولیاء اللہ اور مرشدین اس کو راہ راست پر نہیں لا سکتے ہیں اور جس شخص نے دنیا کو دل سے نکال دیا تو پوری دنیا کے مفسدین اس کو گمراہ نہیں کر سکتے ہیں۔

دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے

(۴) وَعَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا سُجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "سجن المؤمن" اس حدیث کے دو مفہوم بیان کئے گئے ہیں پہلا مفہوم یہ ہے کہ دنیا مؤمن کیلئے قید خانہ کی طرح ہے مطلب یہ ہے کہ مؤمن کیلئے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں جو عظیم نعمتیں اور بڑا ثواب اور اجر عظیم تیار کیا ہے اس کے مقابلے میں مؤمن کیلئے دنیا کی زندگی قید خانہ کی طرح ہے اگر چہ وہ دنیا میں آسائش کی زندگی گزارتا ہو اسی طرح کافر کیلئے آخرت میں جو قسم قسم کے عذاب تیار کئے گئے ہیں اس کے مقابلہ میں کافر کیلئے دنیا کی زندگی ایسی ہے جیسے وہ جنت میں رہ رہا ہو اگر چہ اس کو یہاں تکلیف بھی ہو اور مصیبت میں پڑا ہو اسی حقیقت کے پیش نظر ایک دفعہ ایک غریب یہودی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کے نانا جان کا یہ قول کہ دنیا مؤمن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے میری اور آپ کی حالت پر کیسے صادق آسکتا ہے کیونکہ تم گھوڑے پر سواری کرتے ہو عیش و عشرت کی زندگی گزارتے ہو اور میں مصائب اور آلام اور تکالیف و بیماری سے بھر پور زندگی گزارتا ہوں؟

اس کے جواب میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مندرجہ بالا حدیث کا یہی مفہوم بیان فرمایا کہ آخرت کے مصائب کے مقابلہ میں تم یہاں دنیا میں جنت میں ہو۔ اس حدیث کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ دنیا مؤمن کیلئے قید خانہ ہے کیونکہ ہر ہر لمحہ مؤمن اس دنیا میں احتیاط کے ساتھ گزارتا ہے قدم قدم پر اس کے لئے پابندیاں ہیں اور وہ انتہائی پابندی کی زندگی گزارتا ہے گویا یہ دنیا اس کے لئے قید خانہ ہے اور وہ اس میں قیدی کی حیثیت سے زندگی گزار رہا ہے اس کے برعکس کافر اس دنیا میں کسی پابندی کا قائل نہیں ہے اور نہ ہی پابند ہے دنیا کی ہر جائز و ناجائز لذت سے لطف اندوز ہو رہا ہے اور یہ نعرہ لگا رہا ہے کہ بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ دوسرا مفہوم زیادہ واضح اور حدیث کے مطابق ہے اس کی تائید مشہور بزرگ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول سے بھی ہوتی ہے آپ نے فرمایا "من ترک لذات الدنيا وشهواتها فهو في سجن فاما الذى لا يترک لذاتها وتمتعاتها فا سجن عليه؟" منقول ہے کہ جب داؤد طائیؒ کا انتقال ہو گیا تو ایک غیبی آواز آئی کہ " اطلق داؤد من السجن" کہ داؤد طائی جیل سے رہا کر دیا گیا کسی نے کیا خوب فرمایا

کون کہتا ہے کہ مؤمن مر گیا قید سے چھوٹا وہ اپنے گھر گیا

کافر کے اچھے کام کا اجر اس کو اسی دنیا میں دے دیا جاتا ہے

(۵) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُعْطٰى بِهَا فِى الدُّنْيَا وَيُجْزٰى بِهَا فِى الْاٰخِرَةِ وَاَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلّٰهِ فِى الدُّنْيَا حَتّٰى اِذَا اَفْضٰى اِلَى الْاٰخِرَةِ لَمْ تَكُنْ لَهٗ حَسَنَةٌ يُجْزٰى بِهَا(مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی مسلمان آدمی کی نیکی ضائع نہیں کرتا اس نیکی کے سبب دنیا میں دیا جاتا ہے اور آخرت میں اس کا بدلہ دیا جاتا ہے لیکن کافر اپنی نیکیوں کا اجر جو اللہ تعالیٰ کے لیے کرتا ہے دنیا میں پالیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب آخرت میں پہنچے گا اس کے لیے نیکی نہ ہوگی جس کا وہ اجر دیا جائے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "لا یظلم" یعنی اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کی نیکی کا ثواب اور اجر ضائع نہیں کرے گا اور اس کی نیکی کا بدلہ صرف دنیا تک محدود نہیں رکھے گا بلکہ دنیا میں بھی اس کا اجر ملے گا اور آخرت میں بھی اس کا ثواب ملے گا "لا یظلم" لاینقص کے معنی میں ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اس کی بھلائی اور اچھے کام پر بدلہ عطا فرماتا ہے لیکن آخرت کے اجر وثواب کیلئے ایمان اور توحید کے صحیح عقیدے کا ہونا ضروری ہے چنانچہ جب کوئی مؤمن نیک کام کرتا ہے تو عقیدہ صحیح ہونے کی وجہ سے اس کو اس نیکی کا بدلہ دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی ملتا ہے دنیا میں اس طرح کہ اللہ تعالیٰ اس کے مال وجان میں برکت دیتا ہے اس کی جان ومال کو ظاہری اور باطنی آفات وبلیات سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کو دنیا میں چین وسکون کی زندگی عطا کرتا ہے اور آخرت کا بدلہ اس طرح دیتا ہے کہ جب مرنے کے بعد مؤمن وہاں جائے گا تو اس کو اس نیکی پر اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے جنت اور جنت کی تمام نعمتیں عطا فرمائے گا۔

اس کے برعکس اگر کوئی کافر نیک کام کرتا ہے مثلاً خدمت خلق میں لگا رہتا ہے فلاحی اور رفاہی کاموں میں مدد کرتا ہے اصلاح بین الناس کی کوشش کرتا ہے عدل وانصاف قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے تو چونکہ کافر کا عقیدہ اور ایمان نہیں ہوتا ہے اس لئے وہ آخرت کے بدلہ سے محروم ہے۔ ہاں! ان کے اچھے کام پر اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کو بدلہ دیتا ہے مثلاً جسمانی صحت دیتا ہے فراخ رزق دیتا ہے حکومت دیتا ہے۔ وہ دنیا کی عارضی نعمتوں سے اس کو لطف اندوز ہونے کا موقع فراہم کرتا ہے اور جب مرجاتا ہے تو آخرت میں اس کو سوائے سزا اور عذاب کے اور کچھ نہیں ملتا۔ رہ گیا وہ مؤمن جو دنیا میں گناہ کرتا ہے تو کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اس کو دنیا ہی میں اس کا بدلہ سزا کے طور پر دیتا ہے اور آخرت کیلئے اس کو پاک کردیتا ہے۔

جنت اور دوزخ کے پردے

(۶) وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ اِلَّا عِنْدَ مُسْلِمٍ حُفَّتْ بَدَلَ حُجِبَتْ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کی آگ شہوتوں کے ساتھ ڈھانکی گئی ہے اور جنت سختیوں کے ساتھ ڈھانکی گئی ہے۔ (متفق علیہ) مگر مسلم کے نزدیک حجبت کی بجائے حفت کا لفظ ہے۔

تشریح: "حجبت" یہ حجاب سے ہے پردے کے معنی میں ہے ایک نسخہ میں حفت کا لفظ ہے وہ ڈھانپنے کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح جنت اور دوزخ کی حقیقت میں بہت بڑا فرق ہے اس طرح ان تک پہنچنے کے اسباب میں بھی بڑا فرق ہے کیونکہ ہر ایک کے سامنے پردے پڑے ہوئے ہیں ان پردوں کو پار کرنا ہوگا تو دوزخ جن پردوں میں ڈھانکی گئی ہے وہ انسان کی خواہشات ہیں جن کو دوسرے الفاظ میں آزاد زندگی کہتے ہیں جب انسان حرام اور حلال کی تمیز کو ختم کر کے رکھ دیتا ہے اور نفس وخواہشات کے مطابق آزاد زندگی گزارتا ہے زنا اور شراب وکباب میں لگا رہتا ہے نہ عبادت پر آتا ہے اور نہ کسی گناہ سے اجتناب کرتا ہے تو گویا وہ دوزخ کے دبیز اور خوبصورت پردوں میں سفر کرتا ہے جونہی یہ پردے ختم ہوجاتے ہیں سامنے دوزخ اور اس کی آگ ہے اس میں یہ انسان گرفتار ہوجاتا ہے گویا ان پردوں میں دوزخ کی آگ ڈھانپی گئی ہے۔

اسی طرح جنت کا معاملہ ہے کہ وہ اُمور تکلیفیہ شرعیہ میں ڈھانپی گئی ہے قدم قدم پر شرعی پابندیاں ہیں، حرام وحلال اور جائز وناجائز کی حد بندیاں ہیں، عبادات واوامر شرعیہ کی مشقتوں کو برداشت کرنا ہے اور نواہی وخواہشات سے اجتناب کرنا ہے نفس پر یہ چیزیں شاق ہیں برفانی ہواؤں میں یخ بستہ پانی کے ساتھ صبح سویرے نماز کیلئے وضو بنانا کتنا مشکل ہے مشقتوں کے بعد پردوں کے پیچھے جنت ہے

جونہی یہ پردے سٹے ہوجائیں گے سامنے سے جنت نمودار ہو جائے گی۔

خلاصہ یہ کہ ظاہر بین اور ظاہر پرست بے عقل اور عجلت پسند لوگ ظاہری چہل پہل سے دھوکہ کھا جاتے ہیں اور حقیقت پسند اور عقلمند لوگ سنجیدگی کے ساتھ مستقبل پر گہری نظر رکھتے ہیں اور حقیقت کو پالیتے ہیں۔

فسوف تری اذا انکشف الغبار   افرس تحت رجلک ام حمار

مال وزر کا غلام بن جانے والے کی مذمت

(۷) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيْصَةِ اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ وَاِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ تَعِسَ وَانْتَكَسَ وَاِذَا شِيْكَ فَلَا انْتُقِشَ طُوْبٰى لِعَبْدٍ اٰخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَشْعَثَ رَأْسُهٗ مُغْبَرَّةٍ قَدَمَاهُ اِنْ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ وَاِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ اِنِ اسْتَاْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ وَاِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ دینار کا بندہ درہم کا اور بندہ چادر کا ہلاک ہوا۔ اگر دیا جائے خوش ہوتا ہے اور اگر نہ دیا جائے ناراض ہوتا ہے وہ خوار اور ہلاک ہوا جس وقت اس کے پاؤں میں کانٹا لگے نہ نکالا جائے اس آدمی کے لیے مبارک ہو جو اپنے گھوڑے کی باگ اللہ کی راہ میں پکڑے کھڑا ہے اس کے سر کے بال پراگندہ ہیں اس کے پاؤں خاک آلودہ ہیں اگر لشکر کی نگہبانی میں مقرر کر دیا جائے لشکر کی نگہبانی کرتا ہے اگر لشکر کے پچھلے حصہ میں کر دیا جائے پیچھے رہتا ہے اگر اجازت طلب کرے اسے اجازت نہیں دی جاتی اگر کسی کی سفارش کرتا ہے اس کی سفارش قبول نہیں کی جاتی۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "تعس" عین پر کسرہ ہے ناکام ونامراد کے معنی ہیں سے مراد بددعاء ہے یعنی درھم ودینار کا غلام ہلاک ہو جائے درھم ودینار کا غلام وہ لالچی انسان ہے جو ناجائز طریقہ سے مال اکٹھا کرتا ہے اور ناجائز راستوں میں خرچ کرتا ہے اور اس کے شرعی حقوق ادا نہیں کرتا "الخمیصة" منقش سیاہ چادر اور کپڑے کو خمیصہ کہتے ہیں خواہ ریشمی ہو یا اون سے بنا ہو ریاکار متکبر عیش پرست لوگ اس کو استعمال کرتے ہیں علامہ حریری کہتے ہیں

لبست الخميصة   ابغی الخبيصة   وانشبت شصی   فی کل شيصة

"ان اعطی" یہ جملہ اس شخص کے لالچی اور خودغرض اور مطلب پرست ہونے کی وضاحت اور مظہر ہے۔ "وانتکس" انتکاس سرنگوں ہونے کے معنی میں ہے ذلیل ہونا مراد ہے اس جملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لالچی شخص کے لئے مکرر بددعا فرمائی ہے "واذا شیک" شوکۃ کانٹے کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جب اس کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے تو خدا کرے کہ اندر ہی رہے "فلا انتقش" انتقاش پاؤں میں چھبے ہوئے کانٹے کو نکالنے کیلئے ٹٹولنے اور تلاش کرنے کے معنی میں ہے یہ صیغہ معروف ومجہول دونوں طرح پڑھا گیا ہے معروف کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص اس کانٹے کے نکالنے پر خود قادر نہ ہو اور مجہول کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کے پاؤں سے یہ کانٹا نہ نکالا جائے کوئی شخص اس کی مدد نہ کرے مراد یہ ہے کہ ایسے نامراد کی کسی صورت میں مسلمان مدد نہ کریں اس نامراد شخص کے مقابلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کامیاب اور بامراد شخص کا تذکرہ بھی فرمایا ہے "طوبی" یعنی سعادت اور خوش بختی نصیب ہو یا جنت میں درخت طوبیٰ اس شخص کے نصیب میں ہو "لعبد" یعنی جو شخص خالص اللہ تعالیٰ کا بندہ ہو دراہم ودنانیر کا بندہ نہ ہو "بعنان" عنان لگام کو کہتے ہیں "فی سبیل الله" ای طریق الجہاد یعنی مبارک ہو وہ شخص جو ہر وقت جہاد کیلئے تیار کھڑا ہو گھوڑے کی لگام ہاتھ میں تھامے ہوئے اپنے امیر کے حکم کے سننے کے انتظار میں ہو کہ کب حکم ملتا ہے اور یہ مجاہد دشمن پر جھپٹتا ہے "اشعث" پراگندہ غبار آلود بالوں والے شخص کو اشعث کہتے ہیں "مغبرة قدماه" یعنی جس کے پاؤں غبار آلود ہوں مطلب یہ کہ مکمل محنت ومشقت کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے عیش وراحت کا نام ونشان نہیں چاہتا گمنام زندگی گزارتا ہے اطاعت امیر کا پابند ہے جہاں حکم ہوتا ہے وہاں کود کر جاتا ہے گویا وہ اللہ جل جلالہ کے راستے میں ایک شوریدہ سرمست درویش ہے رنگ ونسل اور خطہ ووطن کا پابند نہیں جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

درویش خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی گھر اس کا نہ دلی نہ صفاہاں نہ سمرقند

"فی الحراسة" حراسہ چوکیداری کو کہتے ہیں یہاں مجاہدین کے لشکر کی چوکیداری مراد ہے اور وہ بھی مقدمۃ الجیش کی چوکیداری جو سب سے زیادہ نازک اور حساس چوکیداری ہے کیونکہ اس میں دشمن کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے "الساقة" لشکر کے آخری حصہ کو ساقہ کہتے ہیں۔ ان دونوں جگہوں میں زیادہ مشقت ہوتی ہے لشکر کا پہلا حصہ جنگ میں پہلے داخل ہو جاتا ہے اور لشکر کا پچھلا حصہ سب سے آخر میں جنگ میں باہر آتا ہے۔ یہ مرد مجاہد دونوں حالتوں میں امیر کی اطاعت کرتا ہے اور مشقت برداشت کرتا ہے یہاں ایک فنی سوال ہے وہ یہ کہ شرط اور جزا میں مغایرت ضروری ہے یہاں شرط اور جزا دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شرط اور جزا دونوں جب ایک ہی چیز ہوں تو جزا سے کامل جزا مراد لی جاتی ہے عبارت اس طرح ہوگی " ان کان فی الحراسة کان کاملا فی الحراسة" اس طرح شرط اور جزا میں تغایر آجائے گا۔

اس حدیث کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ گمنام مخلص مجاہد ہے نام و نمائش کا شوقین نہیں اس کو کسی جگہ چوکیداری پر لگادو تو مجاہدین کی چوکیداری کرتا ہے اور اگر لشکر کے بالکل آخر میں ضعفاء عورتوں اور بچوں کے پاس حفاظت کیلئے مقرر کردو تو وہاں بھی رہتا ہے گمنام مسکین صرف اجر و ثواب کا طلب گار ہے یہ مطلب حدیث کے آخری حصہ سے بہت مناسب ہے مگر کسی شارح نے یہ مطلب نہیں لکھا ہے۔ "لم یؤذن له" یعنی گمنام مسکین ہے نہ اس کو چھٹی ملتی ہے نہ اس کی سفارش چلتی ہے نہ اس کی بات کو کوئی سنتا ہے بس پورے ثواب کو سمیٹ لیتا ہے اور خاموش رہتا ہے۔

مالداری بذات خود کوئی بری چیز نہیں ہے

(۸) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِنْ بَعْدِیْ مَایُفْتَحُ عَلَیْکُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَیَاْتِی الْخَیْرُ بِالشَّرِّ فَسَکَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهٗ یُنْزَلُ عَلَیْهِ قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ وَقَالَ اَیْنَ السَّائِلُ وَکَاَنَّهٗ حَمِدَهٗ فَقَالَ اَنَّهٗ لَا یَاْتِی الْخَیْرُ بِالشَّرِّ وَاِنَّ مِمَّا یُنْبِتُ الرَّبِیْعُ مَا یَقْتُلُ حَبَطًا اَوْیُلِمُّ اِلَّا اٰکِلَةَ الْخَضِرِ اَکَلَتْ حَتّٰی امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ عَیْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ عَادَتْ فَاَکَلَتْ وَاِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ اَخَذَهٗ بِحَقِّهٖ وَوَضَعَهٗ فِیْ حَقِّهٖ فَنِعْمَ الْمَعُوْنَةُ هُوَ وَمَنْ اَخَذَهٗ بِغَیْرِ حَقِّهٖ کَانَ کَالَّذِیْ یَاْکُلُ وَلَا یَشْبَعُ وَیَکُوْنُ شَهِیْدًا عَلَیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ. (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بعد جس چیز سے میں تم پر زیادہ ڈرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم پر دنیا کی تروتازگی اور اس کی زینت کھول دی جائے گی ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول کیا بھلائی برائی کو لائے گی؟ آپ خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اتاری جارہی ہے۔ کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسینہ پونچھا اور فرمایا سائل کہاں ہے گویا آپ نے اس کی تعریف کی فرمایا تحقیق شان یہ ہے کہ بھلائی برائی کو نہیں لاتی لیکن موسم بہار جس چیز کو اگاتی ہے اس میں گھاس ایسا بھی ہوتا ہے جو جانور کو قتل کرڈالتا ہے یا ہلاکت کے قریب کردیتا ہے لیکن ایسا گھاس کھانے والا جانور جو گھاس کھاتا ہے جب اس کی کوکھیں تن جاتی ہیں سورج کے سامنے بیٹھا گوبر کیا اور پیشاب کیا پھر چراگاہ کی طرف گیا اور کھایا تحقیق یہ مال سرسبز وشاداب ہے اور شیریں ہے جو اس کو اس کے حق کے ساتھ پکڑے اور اس کے حق میں رکھے وہ اس کی اچھی مدد کرنے والا ہے اور جو اس کو بغیر حق کے پکڑتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور وہ اس پر قیامت کے دن دلیل ہوگا۔ (متفق علیہ)

تشریح: حدیث کے ابتدائی جملوں کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے بارے میں مجھے خدشہ ہے کہ جب تم دنیا کے ملکوں اور شہروں کو فتح کر کے اپنے تسلط واقتدار کا جھنڈا لہراؤ گے اور اس کے نتیجہ میں تمہیں مال و دولت کی فراوانی اور خوشحالی نصیب ہوگی تو یہ چیز تمہیں عبادت وطاعت اور نیک اعمال سے باز رکھنے کی کوشش کرے گی' نفع پہنچانے والے علوم (یعنی دینی علوم وفنون) سے لا پرواہ بنادے گی اور عجب وتکبر' گھمنڈ وغرور' شان و

شوکت کا اظہار اور جاہ و مال سے محبت جیسی برائیاں تمہارے اندر پیدا ہو جائیں گی، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تم آخرت کی زندگی کی فکر کرنے اور موت کیلئے تیاری کرنے کے بجائے دنیاوی امور میں پھنس کر رہ جاؤ گے۔

پھر چراگاہ کی طرف چلا گیا اور سبزہ چرنے لگا" یعنی جب وہ جانور ضرورت سے زیادہ کھالیتا ہے اور بدہضمی میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اپنے طریقہ سے بدہضمی کا علاج کرتا ہے اور اپنے پیٹ کو صاف کر کے دوبارہ سبزہ چرنے لگتا ہے! یہ مثال اس شخص کی ہے جو انسانی خمیر میں شامل حرص و خواہشات کے غلبہ کی وجہ سے بعض وقت اعتدال کی راہ سے بھٹک کر حد سے تجاوز کر جاتا ہے اور پھر ہلاکت کے قریب پہنچ جاتا ہے لیکن اپنے طرز عمل سے جلد ہی رجوع کر لیتا ہے اور مستقل طور سے بے اعتدالی و گناہ کی راہ پر قائم نہیں رہتا بلکہ آفتاب و ہدایت کی روشنی اس کو راہ راست کی طرف متوجہ کر دیتی ہے اور ندامت و توبہ کے ذریعہ اپنے نفس کو بے اعتدالی اور گناہ کی غلاظت سے پاک کر کے گویا اپنا علاج کر لیتا ہے۔ اس کے برخلاف پہلی قسم کی کہ جس کو" وہ جانور کو اس کا پیٹ پھلا کر مار دیتا ہے۔" کے ذریعہ بیان فرمایا، اس شخص کی حالت کی طرف اشارہ کرتی ہے جو نفس کی خواہشات کا غلام بن جاتا ہے، گناہ و معصیت پر قائم رہتا ہے اور اسی حالت میں مر جاتا ہے یہاں تک کہ اس کو توبہ و انابت اور رجوع و استغفار کی توفیق بھی نصیب نہیں ہو پاتی۔ ان دونوں قسموں پر غور کرنے سے ایک اور قسم سامنے آتی ہے جس کا تعلق اس شخص سے ہے جو سرے سے بے اعتدالی اور گناہ کی راہ اختیار نہیں کرتا اور نفس کی خواہشات اور ناروا تمناؤں کا اسیر نہیں ہوتا بلکہ دنیا سے بے پرواہ ہوتا ہے اور اپنی تمام تر توجہ آخرت کے مفاد کی طرف مبذول رکھتا ہے لہٰذا پہلی قسم کے لوگ وہ ہیں جن کو اصطلاحی طور پر" ظالم" سے موسوم کیا جاتا ہے، دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جن کو" مقتصد" یعنی میانہ رو کہا جاتا ہے اور تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جن کو" سابق" یعنی بھلائیوں کو اختیار کرنے میں سبقت لے جانے والا کہا جاتا ہے۔ پس جو شخص" سابق" ہوتا ہے وہ سرے سے اپنے ہاتھوں کو گناہ سے آلودہ ہی نہیں کرتا، جو شخص" مقتصد" ہوتا ہے وہ اپنے ہاتھوں کو گناہ سے آلودہ تو کرتا ہے لیکن ان کو پھر دھوڈالتا ہے، اور جو شخص" ظالم" ہوتا ہے وہ ہاتھ آلودہ ہی اس دنیا سے چلا جاتا ہے۔

مذکورہ مثال اور اس کی مطابقت کو بیان کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے" یہ مال و زر بڑا سرسبز تازہ اور نرم و دلکش ہے" سے اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا کہ دنیا کے مال و زر، اس کے تئیں محبت اور اس کے مصارف کے تعلق سے انسانوں کے حالات و خیالات مختلف ہوتے ہیں کہ کچھ لوگ تو وہ ہوتے ہیں جو محض ضرورت و حاجت کے بقدر ہی مال و اسباب کے حصول پر اکتفاء کرتے ہیں اور اس کے حصول کے لئے بھی جائز و درست وسائل و ذرائع اختیار کرتے ہیں، نیز ان کے پاس جو مال و اسباب اور روپیہ پیسہ ہوتا ہے اس کو وہ اچھے مصارف میں خرچ کرتے ہیں۔ اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مال و دولت ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ ان کی حرص و طمع کسی بھی حد پر قناعت نہیں کرتی، وہ نہ صرف یہ کہ ضرورت و احتیاج سے زائد مال و زر حاصل کرنے کی سعی و کوشش کرتے ہیں اور اس کو جوڑنے میں لگے رہتے ہیں بلکہ اس کے حصول میں جائز و ناجائز کے درمیان کوئی تمیز نہیں کرتے، سخت سے سخت برائی کا ارتکاب کر کے اور حرام ذرائع کو اختیار کر کے دولت سمیٹتے رہتے ہیں، علاوہ ازیں ان کے پاس جو مال و دولت اور روپیہ پیسہ ہوتا ہے اس کو حقداروں پر اور ان مصارف میں خرچ نہیں کرتے جو خدا کی خوشنودی کا باعث ہوتے ہیں، اور مال و دولت کے تئیں ان کی یہ حرص و طمع ان کو اس شخص کی مانند بنا دیتی ہے جو کھاتا رہتا ہے مگر غلبہ حرص کی وجہ سے کبھی شکم سیر نہیں ہوتا یا ان کی حالت اس شخص کی سی ہو جاتی ہے جو استسقاء کا مریض ہوتا ہے کہ کسی وقت بھی سیراب نہیں ہوتا اور جتنا پانی پیتا ہے اسی قدر پیاس بھڑکتی ہے اور پیٹ پھولتا جاتا ہے۔

دنیا کی طرف راغب ہونا تباہی و بربادی کی طرف راغب ہونا ہے

(۹) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰهِ لَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَا فَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا میں تم پر فقر سے نہیں ڈرتا لیکن میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا فراخ کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فراخ کی گئی پس تم رغبت کرنے لگو گے جس طرح انہوں نے رغبت کی اور تمہیں ہلاک کرے گی جیسے ان کو ہلاک کیا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "فتنا فسوھا" ای فتنا فسوا فیھا نفیس چیز کی طرف قلبی میلان کو تنافس کہتے ہیں مراد رغبت ہے کہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر دنیا کے حصول کیلئے آگے دوڑو گے اور اس کے جمع کرنے میں لگ جاؤ گے اس میں حرص کرنے لگ جاؤ گے پھر کثرت کی وجہ سے تکبر و تجبر اور بغاوت میں پڑ جاؤ گے تو آخرت کے اعتبار سے ہلاک ہو جاؤ گے یا دنیا کے لوگوں کے ساتھ عداوتیں شروع ہو جائیں گی تو وہ تمہیں ہلاک کر دیں گے یہ دنیا کی بھی بلاکت ہے اور آخرت کی بھی ہلاکت ہے ریشم کے کیڑے کی طرح جو اپنے جسم سے ریشم کا دھاگہ نکال کر اپنے جسم پر لپیٹ لیتا ہے اور آخر میں اسی میں دب کر مر جاتا ہے یا گوبر کے کیڑے گبریلے کی طرح گندگی کا گولہ بنا کر اپنے بل میں داخل کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر سوراخ تنگ ہونے کی وجہ سے اسے چھوڑ کر اندر جاتا ہے انسان بھی سب کچھ چھوڑ کر قبر میں تنہا داخل ہو جاتا ہے۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے　　　یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

بہر حال کثرت مال میں ہلاکت یہ بھی ہے کہ مال جب آدمی کو گھیر لیتا ہے تو وہ بزدل بن کر جہاد سے گھبراتا ہے تو دشمن آ کر اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔

رزق کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

(۱۰) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا وَفِیْ رِوَایَةٍ کَفَافًا (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ تو آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رزق قوت بنا۔ ایک روایت میں کفاف کا لفظ ہے۔ (متفق علیہ)

فلاح و نجات پانے والا آدمی

(۱۱) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَ رُزِقَ کَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا آتَاهُ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کامیاب ہوا وہ شخص جو مسلمان ہوا اور اس کو بقدر کفایت رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے قانع بنا دیا اس کو اس چیز میں جو اس کو عطا کی۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

مال و دولت میں انسان کا اصل حصہ

(۱۲) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْعَبْدُ مَالِیْ مَالِیْ وَاِنَّ مَالَهٗ مِنْ مَالِهٖ ثَلٰثٌ مَا اَکَلَ فَاَفْنٰی اَوْلَبِسَ فَاَبْلٰی اَوْ اَعْطٰی فَاقْتَنٰی وَمَا سِوٰی ذٰلِکَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَتَارِکُهٗ لِلنَّاسِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال اس کے مال سے اس کے لیے تین چیزیں ہیں جو کھا لیا پس ختم کر ڈالا یا پہن لیا اور پرانا کر دیا یا اللہ کے راستہ میں دیا اس کو جمع کر لیا۔ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ ختم ہو جانے والا ہے اور اس کو لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "وان مالہ" ما موصولہ بمعنی الذی ہے اور "لہ" کا حرف "حصل" محذوف سے متعلق ہے اور من مالہ بھی اس کے ساتھ

متعلق ہے اور ثلاث خبر ہے ''فابلی'' یعنی کپڑا مال ہے جو پہن لیا اور پرانا کر دیا'' فاقتنی '' ای جعلہ قنیة و ذخیرة للعقبی یعنی خیرات و صدقہ کر کے آخرت کیلئے ذخیرہ کر کے رکھ دیا'' فھو ''یعنی وہ بندہ جانے والا ہے اور مال لوگوں کیلئے بطور میراث چھوڑنے والا ہے۔ یعنی انسان کا اصل مال جو اس کے کام آیا وہ تین قسم پر ہے۔(۱) جو اس نے کھالیا یہ مال ہے (۲) جو پہن لیا یہ مال ہے (۳) جو اللہ تعالیٰ کے نام پر دے دیا یہ اس کا مال ہے جس کا اجر آخرت میں ملے گا اس کے علاوہ وبال ہے نہ کہ اس کا مال ہے۔

مرنے کے بعد نہ اہل وعیال ساتھی ہوں گے اور نہ مال وجاہ

(۱۳) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلٰثَةٌ فَيَرْجِعُ اِثْنَانِ وَيَبْقٰى مَعَهٗ وَاحِدٌ يَتْبَعُهٗ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ فَيَرْجِعُ اَهْلُهٗ وَمَا لُهٗ وَيَبْقٰى عَمَلُهٗ.(صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں دو چیزیں واپس آجاتی ہیں اور ایک چیز اس کے پاس رہتی ہے اس کا اہل اس کا مال اور اس کا عمل اس کے ساتھ جاتے ہیں اس کا اہل اور اس کا مال واپس آجاتا ہے اور اس کا عمل باقی رہتا ہے۔(متفق علیہ)

اپنے مال کو ذخیرہ آخرت بناؤ

(۱۴) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهٖ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَالِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَامِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُهٗ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَالِ وَرَاثِهٖ قَالَ فَاِنَّ مَالَهٗ مَا قَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِهٖ مَا اَخَّرَ.(رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کون ہے جس کو اپنے مال سے بڑھ کر اپنے وارث کا مال پیارا ہے صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم میں سے ہر ایک کو اس کا اپنا مال اس کے وارث کے مال سے پیارا ہے فرمایا اس کا اپنا مال ہے وہ جو اس نے آگے بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو پیچھے چھوڑ گیا۔(روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''مال وارثه'' یعنی تم میں سے کون ایسا شخص ہے جس کو اپنے مال سے اپنے وارث کا مال زیادہ محبوب ہو؟ صحابہ نے فرمایا کہ ایسا شخص کوئی بھی نہیں جس کو اپنے مال کی بجائے وارث کا مال زیادہ محبوب ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ذرا سوچ لو کہ جو مال میت سے رہ جاتا ہے وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جو مال اپنی موت سے پہلے اللہ کے راستے میں خرچ کر دیتا ہے وہ درحقیقت اس کا اپنا مال ہے حالانکہ یہ شخص اس مال کو خرچ کرنے کی بجائے پیچھے وارث کے لئے چھوڑ دیتا ہے تو درحقیقت یہ شخص اپنے مال کی جگہ وارث کے مال کا زیادہ خیال رکھتا ہے جو سراسر عقل ومشاہدہ اور تجربہ کے خلاف ہے۔

مالدار کے حق میں اس کا اصل مال وہی ہے جو اس کے کام آئے

(۱۵) وَعَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَاءُ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ قَالَ يَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ مَالِيْ مَالِيْ قَالَ وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِلَّا مَا اَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ.(رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت مطرف رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ الھکم التکاثر پڑھ رہے تھے فرمایا آدم کا بیٹا کہتا ہے میرا مال میرا مال اور نہیں ہے تیرے واسطے اے ابن آدم مگر وہ چیز جو تو نے کھائی پس فنا کی اور تو نے پہنی پس پرانی کی یا تو نے صدقہ کیا اور بچا یا تو نے۔(روایت کیا اس کو مسلم نے)

حقیقی دولت، دل کا غناء ہے

(۱۶) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تونگری مال سے نہیں لیکن تونگری دل سے ہے۔ (متفق علیہ)

الفصل الثانی.... پانچ بہترین باتوں کی نصیحت

(۱۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّاْخُذُ عَنِّیْ هٰؤُلَآءِ الْكَلِمَاتِ فَیَعْمَلُ بِهِنَّ اَوْ یُعَلِّمُ مَنْ یَّعْمَلُ بِهِنَّ قُلْتُ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَعَدَّ خَمْسًا فَقَالَ اتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ تَكُنْ اَغْنَی النَّاسِ وَ اَحْسِنْ اِلٰی جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَلَا تُكْثِرِ الضِّحْكَ فَاِنَّ كَثْرَةَ الضِّحْكِ تُمِیْتُ الْقَلْبَ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو مجھ سے یہ احکام سیکھے اور ان پر عمل کرے میں نے کہا اے اللہ کے رسول میں ہوں آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور پانچ چیزیں شمار کیں فرمایا اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے بچ تو لوگوں میں سب سے زیادہ بڑھ کر عابد ہوگا اللہ نے جو تیری قسمت میں کیا ہے اس پر تو راضی رہ تو سب سے زیادہ مالدار ہوگا اپنے ہمسایہ کے ساتھ احسان کر تو مومن ہوگا اور جو چیز تو اپنے لیے دوست رکھتا ہے وہ سب کے لیے دوست رکھ تو کامل مسلمان ہوگا اور زیادہ ہنسی نہ کر اس لیے کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

دنیاوی تفکرات اور غم روزگار کی پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ

(۱۸) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ ابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِیْ اَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًی وَاَسُدَّ فَقْرَكَ وَاِنْ لَا تَفْعَلْ مَلَأْتُ یَدَكَ شُغْلًا وَلَمْ اَسُدَّ فَقْرَكَ (رواہ مسند احمد بن حنبل و ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے آدم کے بیٹے! تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا اور تیری مفلسی دور کر دوں گا ورنہ تیرے ہاتھ کاروبار سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی دور نہ کروں گا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ فقر وافلاس اور تفکرات وآلام کے بادل محض اس طور سے نہیں چھٹتے کہ اپنے تمام اوقات کو طلب معاش اور حصول مال کی جدوجہد اور محنت ومشقت میں صرف کرے اور ہر لمحہ دنیاوی امور ومشاغل میں سرگرداں رہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس صورت میں تمام تر پریشانیاں اور سرگردانیاں اپنی جگہ باقی رہتی ہیں جبکہ عبادت خداوندی کے لئے اپنے قوائے فکر وعمل اور اوقات کو دنیاوی فکرات ومشاغل سے فارغ رکھنا کشائش حالات کا ضامن بھی ہے اور غیر اللہ سے استغناء و بے نیازی کے حصول کا باعث بھی، اس بات کو دوسرے لفظوں میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ خدا کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے ہر وقت غم روزگار کی الجھنوں کو اپنے اوپر مسلط رکھنے اور طلب زر کی راہ میں ناروا محنت ومشقت کی صعوبتوں اور تفکرات میں پھنس کر اپنے آپ کو تعب وغم میں مبتلا رکھنے کی وجہ سے اس مقدار سے زائد تو کچھ حاصل ہونے سے رہا، جو ازل سے قسمت میں لکھ دی گئی ہے البتہ اتنا اثر یہ ضرور ہوگا کہ عبادت خداوندی کو ترک کرنے کے سبب قلبی استغناء کی دولت سے بھی محروم ہو جائے گا۔

ورع کی اہمیت

(۱۹) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ ذُكِرَ رَجُلٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِعِبَادَةٍ وَاجْتِهَادٍ وَذُكِرَ اٰخَرُ بِرِعَةٍ فَقَالَ النَّبِیُّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَعْدِلُ بِالرِّعَةِ يَعْنِيُ الْوَرَعَ. (رواه الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کا عبادت اور طاعات میں کوشش کے ساتھ ذکر کیا گیا اور دوسرے شخص کا پرہیز گاری کے ساتھ ذکر ہوا آپ نے فرمایا کثرت عبادت کو تو پرہیز گاری کے برابر نہ کر۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: یعنی ''الورع'' کے الفاظ اصل حدیث کا جزو نہیں ہیں بلکہ کسی راوی کا اپنا قول ہے جس نے ان الفاظ کے ذریعہ رعة کی وضاحت کی ہے کہ اس لفظ سے مراد ورع ہے۔ واضح رہے کہ ورع سے مراد تقویٰ ہے یعنی حرام چیزوں سے بچنا اور جس کے مفہوم میں عبادات واجبہ کو ادا کرنا بھی شامل ہو سکتا ہے۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ''جو شخص عبادت وطاعات تو زیادہ کرے لیکن گناہوں سے اجتناب کے معاملہ میں کمزور ہو وہ اس شخص سے افضل نہیں ہو سکتا جو پرہیز گاری کو اختیار کئے ہوئے ہو' اگرچہ اس کے ہاں عبادت وطاعت کی کثرت اور اس میں زیادہ سعی واہتمام نہ ہو۔

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو

(۲۰) وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ مَيْمُوْنَ الْاَوْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَهُوَ يَعِظُهُ اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيٰوتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسَلًا

ترجمہ: حضرت عمرو بن میمون اودی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت گن جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے تونگری کو اپنے فقر سے پہلے اور فراغت وقت کو مشغول ہونے سے پہلے تونگری کو اپنے فقر سے پہلے اور فراغت وقت کو مشغول ہونے سے پہلے۔ اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے مرسلاً)

غنیمت کے مواقع سے فائدہ نہ اٹھانا اپنے نقصان کا انتظار کرنا ہے

(۲۱) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَنْتَظِرُ اَحَدُكُمُ الْاِغِنًى مُطْغِيًا اَوْفَقْرًا مُنْسِيًا اَوْ مَرَضًا مُفْسِدًا اَوْهَرَمًا مُفْنِدًا اَوْ مُوْتًا مُجْهِزًا اَوِ الدَّجَّالَ فَالدَّجَّالُ شَرُّ غَائِبٍ يَنْتَظِرُ اَوِ السَّاعَةَ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ (جامع ترمذی و سنن نسائی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ایک تمہارا نہیں انتظار کرتا مگر تونگری کا جو گناہ گار کرنے والی ہے یا فقیری کا جو بھلا دینے والی ہے یا بیماری کا جو تباہ کرنے والی ہے یا بڑھاپے کا جو بیہودہ گو کر دیتا ہے یا ناگہاں آنے والی موت کا یا دجال کا دجال ایک غائب شر ہے یا قیامت کا اور قیامت سخت ترین حادثہ اور تلخ ترین آفت ہے۔ (ترمذی' نسائی)

تشریح: ''ما ینتظر احدکم '' یہ کلام زجر و توبیخ اور ڈانٹ کے انداز میں ہے اس سے عبادت میں سستی کرنے والوں کو بیدار کیا جا رہا ہے مطلب یہ ہے کہ اے سستی کرنے والے مسلمانو! تم اپنے رب کی عبادت کب کرو گے؟ کس چیز کا انتظار ہے؟ اگر جسم کی صحت کے زمانے اور قلیل مصروفیت کے زمانے میں تم عبادت نہیں کرو گے تو کثرت مشاغل اور ضعف بدن کے وقت تم کیسے عبادت کر سکو گے؟ شاید تمہیں کوئی اور انتظار نہیں مگر صرف ''غنی مطغیاً'' کا انتظار ہے یعنی گمراہ کرنے والی مالداری کا انتظار ہے یا عبادت کو بھلا دینے والے فقر و فاقہ کا انتظار ہے یا جسم کو تباہ کرنے والی بیماری کا انتظار ہے یا پاگل بنانے والے بڑھاپے کا انتظار ہے یا اچانک اچکنے والی موت کا انتظار ہے یا خروج دجال کا انتظار ہے جو بدترین غیبی آفت ہے جس کا انتظار کیا جاتا ہے یا قیامت کا انتظار ہے حالانکہ قیامت بھاری مصیبت اور کڑوی حقیقت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اب فرصت ہے عبادت کرو سستی نہ کرو جب یہ آفات نمودار ہوں گی پھر عبادت کا یہ عمدہ موقع ہاتھ میں نہیں رہے گا پھر پچھتاؤ گے مگر فائدہ نہیں ہوگا۔

اب پچھتائے کیا ہیت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

دنیا کی مذمت

(۲۲) وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِیْهَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ. (رواه الجامع ترمذی و ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا راندی ہوئی ہے اور اس کی ہر چیز راندہ ہے مگر اللہ کا ذکر اور جس چیز کو اللہ دوست رکھتا ہے اور عالم اور متعلم۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: "ملعونة" دنیا کی جو چیزیں اللہ تعالیٰ کے ہاں ملعون ہیں ان سے مراد حرام اور ناپسندیدہ اشیاء ہیں مطلب یہ کہ ان ناجائز امور سے اجتناب کرو جو اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل لعنت ونفرت ہیں "الا ذکر الله" یعنی جو چیزیں اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اور پسندیدہ ہیں ان کو اپناؤ جیسے ذکر اللہ اور تعلیم وتعلم اور طاعات وعبادات ہیں ان کے اپنانے سے تم مقبول بارگاہ الٰہی بن جاؤ گے کیونکہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اور پسندیدہ ہیں۔

"وما والاه" یہ لفظ موالات سے ہے اس کا ایک معنی محبوب اور پسندیدہ کا ہے مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اللہ تعالیٰ کو مقبول ومحبوب ہے ذکر اللہ کے علاوہ جو اچھے اعمال ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کو پسند ومقبول ہیں۔ موالات کا دوسرا مفہوم تابع ولازم کے معنی میں ہے مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کو ذکر اللہ بہت پسند ہے اور اس کے لوازمات ومقتضیات اور توابع بھی بہت پسند ہیں جو ذکر اللہ ہی کی قسم سے دوسری اقسام ہیں۔ موالات کا تیسرا مفہوم قرب اور نزدیک ہونے کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ذکر اللہ بہت پسند ہے اور جو چیزیں ذکر اللہ کے قریب قریب ہیں یعنی انبیاء کرام واولیاء عظام کے تذکرے اور ان کے اعمال صالحہ کی پیروی وغیرہ۔ اس تیسرے مفہوم میں یہ بھی گنجائش ہے کہ اس سے یہ مراد لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کو ذکر اللہ بہت پسند ہے اور ہر وہ عمل پسند ہے جو ذکر اللہ کا باعث اور ذریعہ بنتا ہو اور آدمی کو ذکر اللہ کے قریب لاتا ہو میرے ذوق کو اگر لیا جائے تو یہ مطلب لینا بہت ہی عمدہ اور واضح ہے اس سے وہ احوال واعمال اور وہ ریاضات ومشقات مراد ہوں گی جو قرب خداوندی کے اسباب بنتے ہیں۔

دنیا کے بے وقعت ہونے کی دلیل

(۲۳) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَا سَقٰی کَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةً. (رواه الجامع ترمذی و ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر ہوتی کسی کافر کو اس سے پانی کا ایک گھونٹ نہ پلاتا۔ روایت کیا اس کو احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: "جناح بعوضة" یعنی دنیا کی وقعت اور قدر وقیمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے یہ ایک بے وقعت اور بے حقیقت چیز ہے اس لئے اگر کافر کو بھی دنیا حاصل ہو جائے تو کوئی حرج نہیں اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا کی معمولی قدر وقیمت ہوتی تو دنیا میں کفار کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ ملتا لہٰذا اس بے حقیقت عارضی متاع سے کفار بھی فائدہ اٹھائیں۔ اس حدیث کے سننے کے بعد ہر مسلمان کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ دنیا کی فراوانی انسان کی مقبولیت کی علامت نہیں ہے بلکہ یہ ذمہ داری اور مسئولیت کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا کافر اور مسلمان دونوں کو دیتا ہے مگر دین اور علم صرف مسلمان کو دیتا ہے۔

کمانے میں اتنا منہمک نہ رہو کہ اللہ سے غافل ہو جاؤ

(۲۴) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَتَّخِذُوا الضَّیْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِی الدُّنْیَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جاگیر نہ بناؤ دنیا میں رغبت کرنے لگ جاؤ گے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: "الضیعة" جائیداد بنانے کو ضیعة کہتے ہیں مثلاً زمینیں خریدنا' صنعت وتجارت اور کاروبار و جائیداد بنانا' یہ ضیعة ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح جاگیریں نہ بناؤ' اس سے قناعت کے بجائے مزید حرص ولالچ اور دنیا کی محبت میں گرفتار ہو جاؤ گے پھر ایسے مقام پر پہنچ جاؤ گے کہ واپس نہیں لوٹ سکو گے اور دنیا کے ہو کر رہ جاؤ گے' آخرت اور آخرت کے اعمال رہ جائیں گے تجربہ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ دنیا کے جائز کاروبار میں نہ پڑو' حلال کمائی سے اسلام نہیں روکتا بلکہ اس کاروبار سے ڈرایا گیا ہے جس کی وجہ سے آدمی عبادت وطاعت سے غافل ہو جائے اور پھر مالی حقوق کی ادائیگی سے بھی رہ جائے' ظاہر ہے یہ تباہی ہے حدیث میں ہے" کونوا ابناء الأخرة ولا تکونوا من ابناء الدنیا" یہ واضح اعلان ہے۔

دنیا کی محبت آخرت کے نقصان کا سبب ہے

(۲۵) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ دُنْیَاهُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّ بِدُنْیَاهُ فَاٰثِرُوْا مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ.

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی دنیا کو دوست رکھتا ہے اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو شخص اپنی آخرت کو دوست رکھتا ہے اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے اس چیز کو اختیار کرو جو باقی ہے اس چیز کو اختیار نہ کرو جو فانی ہے۔ (احمد۔ بیہقی)

تشریح: "احب" جس چیز سے محبت ہوتی ہے اس کا تذکرہ کثرت سے ہوتا ہے اور جس چیز کا تذکرہ کثرت سے ہونے لگتا ہے آدمی اسی میں منہمک اور مشغول ہو جاتا ہے' دوسری جانب سے غفلت ہو جاتی ہے' اب دل پر محبت کی یہ کیفیت اگر دنیا کی آگئی تو آخرت گئی اور اگر آخرت کی آگئی تو دنیا گئی کیونکہ دنیا وآخرت دو سوکنیں ہیں ایک سوکن راضی ہوگی تو دوسری ناراض ہوگی' اب جس کو اللہ تعالیٰ بچائے وہ بچتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر میں ترغیب دے دی کہ دنیا ناپائیدار ہے اس کی محبت بیکار ہے آخرت باقی اور پائیدار ہے لہٰذا اس کو اختیار کرو۔

مال وزر کا غلام بن جانے والے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت

(۲۶) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لُعِنَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَلُعِنَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ. (جامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا درہم ودینار کا بندہ لعنت کیا گیا ہے۔ (ترمذی)

جاہ ومال کی حرص دین کے لئے نہایت نقصان دہ ہے

(۲۷) وَعَنْ کَعْبِ بْنِ مَالِکٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَاذِئْبَانِ جَائِعَانِ اُرْسِلَا فِیْ غَنَمٍ بِاَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَی الْمَالِ وَالشَّرْفِ لِدِیْنِهٖ. (رواه الجامع ترمذی و الدارمی)

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بھوکے بھیڑیئے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے گئے ہیں بکریوں کو اس قدر تباہ برباد کرنے والے نہیں ہیں جس قدر کسی انسان کی مال وجاہ پر حرص اس کے دین کو خراب کرتی ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور دارمی نے)

تشریح: دین کو گویا بکری کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے اور حرص کا مشابہ بھیڑیئے کو قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ اگر دو بھوکے بھیڑیوں کو

بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے تو وہ بھی اس طرح ریوڑ کو اس طرح تباہ نہیں کرتے جس طرح کہ ایک انسان کی حرص اس کے دین کو خراب وتباہ کر دیتی ہے۔

حدیث کی سند مشکوٰۃ کے نسخوں میں اس طرح منقول ہے جیسا کہ اوپر نقل کی گئی ہے یعنی عن کعب ابن مالک عن ابیہ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس روایت کو حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے حالانکہ حقیقت میں یہ بات صحیح نہیں ہے اور بر بناء سہو وخطا یہ سند اس طرح نقل ہوئی ہے کیونکہ حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ کے والد کو اسلام کی سعادت نصیب ہی نہیں ہوئی تھی اور ظاہر ہے کہ ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی حدیث کی نقل کرنا کوئی معنی ہی نہیں رکھتا' لہٰذا یہ سند صحیح طور پر یوں ہے عن ابن کعب ابن مالک عن ابیہ یعنی ابن کعب اپنے والد حضرت کعب ابن مالک سے روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ جامع ترمذی میں یہ سند اسی طرح نقل کی گئی ہے اور مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں بھی اسی طرح منقول ہے پس اس حدیث کے اصل راوی حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ ہیں جو مشہور صحابی ہیں اور ان یعنی صحابہؓ میں سے ایک ہیں جو غزوہ تبوک میں شریک ہونے سے باز رہے تھے اور جن کا قصہ بہت مشہور ہے۔

ضرورت سے زیادہ تعمیر پر روپیہ خرچ کرنا لا حاصل چیز ہے

(۲۸) وَعَنْ خُبَّابٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَنْفَقَ مُؤْمِنٌ مِّنْ نَفَقَةٍ اِلَّا اُجِرَ فِيْهَا اِلَّا نَفَقَتَهٗ فِيْ هٰذَا التُّرَابِ. (رواہ الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا مسلمان کسی جگہ خرچ نہیں کرتا مگر اس کو اس میں اجر وثواب دیا جاتا ہے مگر اس کا اس خاک میں خرچ کرنا (اجر نہیں رکھتا) روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

(۲۹) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّفَقَةُ كُلُّهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا الْبِنَاءَ فَلَا خَيْرَ فِيْهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرچ کرنا سب راہ خدا میں ہے مگر عمارت بنانے میں خرچ کرنا اس میں نیکی اور ثواب نہیں ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

بلا ضرورت عمارت بنانے پر وعید

(۳۰) وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا وَنَحْنُ مَعَهٗ فَرَاٰى قُبَّةً مُشْرِفَةً فَقَالَ مَا هٰذِهٖ قَالَ اَصْحَابُهٗ هٰذِهٖ لِفُلَانٍ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَسَكَتَ وَحَمَلَهَا فِيْ نَفْسِهٖ حَتّٰى لَمَّا جَآءَ صَاحِبُهَا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فِي النَّاسِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ صَنَعَ ذٰلِكَ مِرَارًا حَتّٰى عَرَفَ الرَّجُلُ الْغَضَبَ فِيْهِ وَالْاِعْرَاضَ عَنْهُ فَشَكٰى ذٰلِكَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ وَقَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُنْكِرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا خَرَجَ فَرَاٰى قُبَّتَكَ فَرَجَعَ الرَّجُلُ اِلٰى قُبَّتِهٖ فَهَدَمَهَا حَتّٰى سَوَّاهَا بِالْاَرْضِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمْ يَرَهَا قَالَ مَا فَعَلَتِ الْقُبَّةُ قَالُوْا شَكٰى اِلَيْنَا صَاحِبُهَا اِعْرَاضَكَ فَاَخْبَرْنَاهُ فَهَدَمَهَا فَقَالَ اَمَا اِنَّ كُلَّ بِنَآءٍ وَبَالٌ عَلٰى صَاحِبِهٖ اِلَّا مَالَا اِلَّا مَالَا يَعْنِيْ اِلَّا مَالَا بُدَّ مِنْهُ (رواہ سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نکلے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بلند گنبد دیکھا فرمایا یہ کس کا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یہ فلاں شخص کا ہے ایک انصاری شخص کا نام لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا لیکن اس بات کو اپنے دل میں رکھا یہاں تک کہ جس وقت گنبد کا مالک آیا اس نے سلام کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا۔ آپ نے کئی مرتبہ اسی طرح کیا یہاں تک کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے غصہ کے آثار دیکھے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس بات کی شکایت کی اور کہا اللہ کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نا آشنا دیکھ رہا

ہوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تھے اور تیرا گنبد دیکھا تھا وہ شخص اپنے گنبد کی طرف گیا اس کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا۔ ایک دن رسول اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گنبد کو نہ دیکھا فرمایا وہ گنبد کہاں گیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اس نے ہماری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعراض کی شکایت کی تھی ہم نے اس کو خبر دی اس نے اسے گرا دیا فرمایا خبر دار ہر عمارت قیامت کے دن عذاب کا سبب ہے اس کے مالک کے لیے مگر ایسی عمارت جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں اور ضروری ہے۔ (ابوداؤد)

کفایت وقناعت کی نصیحت

(۳۱) وَعَنْ اَبِیْ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ عَهِدَ اِلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا یَکْفِیْکَ مِنْ جَمِیْعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَمَرْکَبٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِیْ بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِیْحِ عَنْ اَبِیْ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَدٍ بِالدَّالِ بَدَلَ التَّآءِ وَهُوَ تَصْحِیْفٌ

ترجمہ: حضرت ابو ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی فرمایا تجھ کو مال کے جمع کرنے سے ایک خادم اور اللہ کی راہ میں ایک سواری کفایت کرتی ہے۔ روایت کیا اس کو احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے۔ مصابیح کے بعض نسخوں میں عن ابی ہاشم ابن عتبد دال کے ساتھ ہے بجائے تاء کے اور یہ غلطی ہے۔

ضروریات زندگی کی مقدار کفایت اور اس پر انسان کا حق

(۳۲) وَعَنْ عُثْمَانَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ لِابْنِ اٰدَمَ حَقٌّ فِیْ سِوٰی هٰذِهِ الْخِصَالِ بَیْتٌ یَسْکُنُهُ وَثَوْبٌ یُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتَهٗ وَجِلْفُ الْخُبْزِ وَالْمَآءُ. (رواه الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم کے لیے ان چیزوں کے علاوہ کسی میں حق نہیں ہے ایک گھر جس میں رہے اور کپڑا جس سے اپنا ستر ڈھانکے اور خشک روٹی اور پانی۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: "جلف الخبز" یعنی سالن کے بغیر روٹی یا وہ روٹی جو پرانی ہو سخت اور خشک ہو چکی ہو یہ دونوں مطلب اس وقت لئے جائیں گے جب جلف میں جیم پر کسرہ ہو لیکن اگر جیم پر زبر ہو تو اس وقت یہ جلفة کی جمع ہوگی جو روٹی کے خشک ٹکڑے کو کہتے ہیں۔

اللہ اور لوگوں کی نظر میں محبوب بننے کا طریقہ

(۳۳) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا اَنَا عَمِلْتُهٗ اَحَبَّنِیَ اللّٰهُ وَاَحَبَّنِیَ النَّاسُ قَالَ ازْهَدْ فِی الدُّنْیَا یُحِبُّکَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِیْمَا عِنْدَ النَّاسِ یُحِبُّکَ النَّاسُ. (رواه الترمزی و ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک آدمی آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول مجھ کو ایک ایسا عمل بتلاؤ جس کو میں کروں مجھ کو اللہ بھی دوست رکھے اور لوگ بھی دوست رکھیں فرمایا دنیا سے نفرت کر تجھ کو اللہ دوست رکھے گا اور لوگوں کے پاس جو چیز ہے اس میں رغبت نہ کر تجھ کو لوگ دوست رکھیں گے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

دنیا کے عیش وآرام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے رغبتی

(۳۴) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَامَ عَلٰی حَصِیْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِیْ جَسَدِهٖ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَبْسُطَ لَکَ وَنَعْمَلَ فَقَالَ مَالِیْ وَلِلدُّنْیَا وَمَا اَنَا وَالدُّنْیَا اِلَّا کَرَاکِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ

سَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا (رواه مسند احمد بن حنبل والجامع ترمذی وابن ماجة)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بوریہ پر سوئے پھر اٹھے اور اس کے نشانات کا اثر آپ کے جسم مبارک پر تھا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم کریں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک بستر بچھا دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو دنیا سے کیا تعلق میرا اور دنیا کا حال ایسا ہے جس طرح ایک سوار ایک سایہ دار درخت کے نیچے سایہ میں بیٹھتا ہے پھر چل کھڑا ہوتا ہے اور اس درخت کو چھوڑ دیتا ہے۔ روایت کیا اس کو احمدؒ ترمذی ابن ماجہ نے۔

قابل رشک زندگی

(۳۵) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَغْبَطُ اَوْلِیَائِیْ عِنْدِیْ لَمُؤْمِنٌ خَفِیْفُ الْحَاذِ ذُوْحَظٍّ مِنَ الصَّلٰوةِ اَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهٖ وَاَطَاعَهٗ فِی السِّرِّ وَكَانَ غَامِضًا فِی النَّاسِ لَا یُشَارُ اِلَیْهِ بِالْاَصَابِعِ وَكَانَ رِزْقُهٗ كَفَافًا فَصَبَرَ عَلٰی ذٰلِکَ ثُمَّ نَقَدَ بِیَدِهٖ فَقَالَ عُجِّلَتْ مُنِیَّتُهٗ قَلَّتْ بَوَاكِیْهِ قَلَّ تُرَاثُهٗ. (رواه مسند احمد بن حنبل والجامع ترمذی و ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا میرے دوستوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ قابل رشک مومن سبک بار ہے جسے نماز میں ایک اچھا نصیبہ حاصل ہے اپنے رب کی بندگی اچھی کرتا ہے اور پوشیدگی میں اس کی اطاعت کرتا ہے وہ لوگوں میں گمنام ہے اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہیں کیا جاتا اس کی روزی بقدر کفایت اسے حاصل ہے۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے چٹکی بجائی فرمایا اس کی موت جلدی کی گئی اس کے مرنے پر رونے والی عورتیں کم ہیں۔ اس کی میراث بھی کم ہے۔ (احمد ترمذی اور ابن ماجہ)

تشریح: "اغبط" یہ غبطہ سے ہے جو رشک کرنے کے معنی میں ہے یعنی میرے مسلمان دوستوں اور محبوبین میں سب سے زیادہ قابل رشک آدمی وہ مسلمان ہے۔ "ای احق احباء وانصاری بان یغبط به" (طیبی)

"خفیف الحاذ" حاذ کمر اور پیٹھ کو کہتے ہیں یعنی قلیل المال ہلکے بوجھ والا ہو نہ زیادہ مال ہو نہ زیادہ عیال ہو نہ بڑا جنجال ہو "ذو حظ" یعنی نمازوں میں اس کا بھرپور حصہ ہو "غامضاً" یعنی گمنام ہو لوگوں میں غیر مشہور ہو "لا یشار الیه" یعنی انگلیوں اور ہاتھوں سے اس کی طرف اشارے نہ ہوتے ہوں یعنی مشار الیہ بالبنان نہ ہو یہ غامضاً کی تفصیل اور تفسیر ہے "کفافا" یعنی کھانے پینے کا سامان اتنا ہو کہ جس سے جان بچ جائے بقدر کفایت ہو "نقد بیده" عام رواج ہے کہ کسی کام کے جلد ہو جانے کی طرف جب لوگ اشارہ کرتے ہیں تو دو انگلیوں کو ایک دوسرے سے ملا کر چٹکی بجاتے ہیں جس سے آواز نکلتی ہے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور درمیانی انگلی کے پوروں کو ایک دوسرے سے دبا کر جب الگ کرتے ہیں اس سے ایک آواز نکلتی ہے اسی کو "نقد بیده" سے تعبیر کیا گیا ہے جس سے مراد جلدی اُٹھ کر جانا ہوتا ہے گویا یہ شخص دنیا میں بے تعلق رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگا رہا دنیا کے دھندوں سے پاک وصاف نکل کر گمنامی کے عالم میں بہت جلد اپنے رب سے جا ملا دنیا کے دھندوں سے آزاد تھا اس لئے نہ کوئی رونے والا تھا نہ مال تھا نہ میراث کے جھگڑے تھے نہ تقسیم تھی نہ حساب وکتاب تھا۔

دنیا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے رغبتی

(۳۶) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلَیَّ رَبِّیْ لِیَجْعَلَ لِیْ بَطْحَاءَ مَكَّةَ ذَهَبًا فَقُلْتُ لَا یَارَبِّ وَلٰكِنْ اَشْبَعُ یَوْمًا وَاَجُوْعُ یَوْمًا فَاِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ اِلَیْکَ وَذَكَرْتُکَ وَاِذَا شَبِعْتُ حَمِدْتُکَ وَشَكَرْتُکَ. (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پروردگار نے مجھ پر پیش فرمایا کہ میرے لیے مکہ کے سنگریزوں کو سونا بنا دے میں نے کہا نہیں اے میرے پروردگار! میں نہیں چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک دن بھوکا رہا کروں اور ایک روز سیر ہو کر کھاؤں جس روز بھوکا رہوں تیری طرف عاجزی کروں اور تجھ کو یاد کروں اور جس وقت سیر ہوں تیری تعریف کروں اور تیرا شکر کروں۔ (ترمذی)

دنیا کی اصل نعمتیں

(۳۷) وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِحْصَنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمْ اٰمِنًا فِيْ سِرْبِهٖ مُعَافًى فِيْ جَسَدِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ فَكَاَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيْرِهَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت عبید اللہ بن محصن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے تم میں سے صبح کی اس حالت میں کہ وہ بے خوف اپنی جان میں تندرستی دیا گیا ہے اپنے بدن میں ایک دن کا قوت اس کے پاس ہے گویا کہ تمام دنیا اس کے لیے جمع کی گئی ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا ترمذی نے یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: "فی سربه" میں سین پر کسرہ ہے اس سے مراد اس شخص کی ذات اور جان ہے یعنی اپنی جان کے بارے میں بے خوف ہو نہ دشمن کا خوف ہو نہ کوئی جسمانی خوف ہو بلکہ فارغ البال ہو کسرہ کی صورت میں اس لفظ کا اطلاق جماعت پر بھی ہوتا ہے مطلب یہ ہوگا کہ یہ شخص اپنے اہل وعیال میں امن کے ساتھ رہتا ہو۔ بعض شارحین نے سین پر زبر کا قول کیا ہے جو گھر کے معنی میں ہے خاص کر جو گھر زمین کے نیچے سرنگ میں ہو جیسے لومڑی اور چوہے کا زیر زمین گھر ہوتا ہے۔

"حیزت" یہ حاز یحوز سے مجہول کا صیغہ ہے جمع کرنے اور جمع ہو جانے کے معنی میں ہے گویا پوری دنیا اس کے گرد جمع کر دی گئی ہے۔"
حذافیر" یہ حذفور کی جمع ہے جیسے عصافیر عصفور کی جمع ہے اور جماہیر جمہور کی جمع ہے اطراف اور جوانب مراد ہیں ای بتمامها و بجمیع اطرافها۔

کھانا زیادہ سے زیادہ کتنا کھایا جائے

(۳۸) وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِ يْكَرِبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مَلَأَ اٰدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِّنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ اٰدَمَ اُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهٗ فَاِنْ كَانَ لَا مُحَالَةَ فَثُلُثٌ طَعَامٌ وَ ثُلُثٌ شَرَابٌ وَ ثُلُثٌ لِنَفْسِهٖ (ترمذی و ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کسی آدمی نے پیٹ سے برا کوئی برتن نہیں بھرا ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو قائم رکھ سکیں اگر پیٹ بھرنا ہی مقصود ہو تو ایک حصہ کھانے کے لیے ایک حصہ پینے کے لیے اور ایک حصہ خالی چھوڑ دے سانس کے لیے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے)

تشریح: "اکلات" یعنی انسان کیلئے کھانے میں چند لقمے کافی ہیں جن سے اس کی کمر سیدھی رہے۔ امام غزالیؒ نے کم کھانے اور بھوک کے دس فوائد لکھے ہیں مختصر ملاحظہ ہوں۔ (۱) دل صاف اور طبیعت بیدار ہوتی ہے۔ (۲) دل نرم رہتا ہے۔ (۳) انسان میں عاجزی آ جاتی ہے تکبر رخصت ہو جاتا ہے (۴) خوف خدا اور عذاب الٰہی کا دھیان رہتا ہے۔ (۵) تمام گناہوں کی خواہشات مر جاتی ہیں۔ (۶) کثرت نیند سے جان چھوٹ جاتی ہے (۷) عبادت پر مداومت حاصل ہو جاتی ہے۔ (۸) امراض سے نجات اور جسمانی صحت حاصل ہو جاتی ہے (۹) زیادہ جمع کرنے کی مشقتوں سے آدمی محفوظ رہتا ہے (۱۰) مخلوق خدا کے لئے ایثار اور ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

لمبی ڈکار لینے کی ممانعت

(۳۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَتَجَشَّاُ فَقَالَ اَقْصِرْ مِنْ جُشَاءِكَ فَاِنَّ اَطْوَلَ النَّاسِ جُوْعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَطْوَلُهُمْ شِبَعًا فِي الدُّنْيَا. رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهٗ.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ ڈکار لیتا ہے۔ فرمایا اپنے ڈکار سے باز آ قیامت کے دن بھوک میں دراز ترین وہ آدمی ہے جو دنیا میں پیٹ بھرنے میں دراز ترین ہے۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں ترمذی نے اسکی مانند۔

مال و دولت ایک فتنہ ہے

(۴۰) وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةً وَفِتْنَةُ اُمَّتِي الْمَالُ (جامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا فرماتے تھے ہر امت کے لیے ایک آزمائش ہے اور میری امت کی آزمائش مال ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

جو مالدار صدقہ وخیرات کے ذریعہ آخرت کیلئے کچھ نہیں کرتے انکے بارے میں وعید

(۴۱) وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُجَاءُ يَا بْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّهٗ بَذَجٌ فَيُوْقَفُ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ لَهٗ اَعْطَيْتُكَ وَخَوَّلْتُكَ وَاَنْعَمْتُ عَلَيْكَ فَمَا صَنَعْتَ فَيَقُوْلُ رَبِّ جَمَعْتُهٗ وَثَمَّرْتُهٗ وَتَرَكْتُهٗ اَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِي اٰتِكَ بِهٖ كُلِّهٖ فَيَقُوْلُ لَهٗ اَرِنِيْ مَا قَدَّمْتَ فَيَقُوْلُ رَبِّ جَمَعْتُهٗ وَثَمَّرْتُهٗ وَتَرَكْتُهٗ اَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِي اٰتِكَ بِهٖ كُلِّهٖ فَاِذَا عَبْدٌ لَمْ يُقَدِّمْ خَيْرًا فَيُمْضٰى بِهٖ اِلَى النَّارِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَضَعَّفَهٗ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ابن آدم کو قیامت کے دن لایا جائے گا گویا کہ وہ بکری کا بچہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھ کو دیا اور تجھ پر انعام کیا اور احسان کیا تو نے کیا کام کیا وہ کہے گا اے میرے پروردگار میں نے مال کو جمع کیا اس کو بڑھایا اور پہلے سے زیادہ جمع کر کے اس کو چھوڑ آیا مجھ کو دنیا میں واپس بھیج سب مال تیرے پاس لے آتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا مجھ کو دکھلا جو تو نے آگے بھیجا ہے کہے گا اے میرے رب میں نے جمع کیا اور بڑھایا اور زیادہ بنا کر چھوڑ آیا۔ مجھ کو دنیا میں بھیج کہ میں سارا مال تیرے پاس لے آؤں۔ وہ ظاہر ہوگا ایسا انسان جس نے کوئی بھلائی بھی آگے نہ بھیجی ہوگی اس کو دوزخ کی طرف بھیج دیا جائے گا روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

تشریح: "بذج" بھیڑ کے چھوٹے بچے کو بزج کہتے ہیں یہاں ذلت وتحقیر میں تشبیہ ہے۔

"اعطیتک" یعنی تجھے زندگی دی جسمانی نعمتیں دیں "وخولتک" ای جعلتک ذاخول یعنی تجھے جاہ وجلال دیا خدم وحشم دیئے حتیٰ کہ بعض انسانوں کا تجھے مالک بنادیا "انعمت" یعنی اس پر مستزاد یہ کہ آسمان سے تیری ہدایت کیلئے کتاب نازل کی اور شان والے رسول کی رسالت سے تجھے مالا مال کیا پس تم نے اس کا کیا حق ادا کیا؟ یہ ناشکرا انسان جواب دیتا ہے کہ میں نے مال جمع کیا اور اس کو خوب بڑھادیا اور پیچھے چھوڑ کر آیا ہوں آپ مجھے اجازت دیدیں کہ میں دنیا میں جا کر سب آپ کے سامنے حاضر کردوں جب فرشتے دیکھ لیتے ہیں کہ اس نے مالی حقوق ادا نہیں کئے تو وہ اسے دوزخ لے جا کر پھینک دیں گے۔

ٹھنڈا پانی اور تندرستی اللہ کی بڑی نعمت ہے

(۴۲) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ مَا يُسْاَلُ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ النَّعِيْمِ اَنْ يُقَالَ لَهٗ اَلَمْ نُصِحَّ جِسْمَكَ وَنُرْوِكَ مِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ. (رواہ الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت کے دن سب سے پہلے جن نعمتوں کے متعلق بندے سے سوال ہوگا وہ یہ ہے کہ اسے کہا جائے گا ہم نے تیرے بدن کو تندرستی عطا نہ کی تھی اور تجھ کو ٹھنڈے پانی سے سیراب نہ کیا تھا۔ (ترمذی)

پانچ نعمتیں جن کے بارے میں قیامت کے دن جواب دہی کرنا پڑے گی

(۴۳) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُسْاَلَ

عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمْرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَا اَنْفَقَهٗ وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں قیامت کے دن ابن آدم کے قدم نہیں سرکیں گے یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے گا اس کی عمر کے متعلق کس کار میں صرف کی۔ جوانی کے متعلق کس چیز میں پرانی کی اور مال کے متعلق کہاں سے اس کو کمایا اور کہاں صرف کیا اور پوچھا جائے گا جو جانا اس میں کیا عمل کیا روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ... برتری محض تقویٰ سے حاصل ہو سکتی ہے، رنگ ونسل سے نہیں

(۴۴) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ اِنَّکَ لَسْتَ بِخَيْرٍ مِنْ اَحْمَرَ وَلَا اَسْوَدَ اِلَّا اَنْ تَفْضُلَهٗ بِتَقْوٰى. (رواه مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو سرخ اور سیاہ رنگ والے سے بہتر نہیں ہے مگر یہ کہ تو تقویٰ میں اس سے بڑھ کر ہو۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

دنیا سے زہد و بے رغبتی کی فضیلت

(۴۵) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَازَهِدَ عَبْدٌ فِی الدُّنْيَا اِلَّا فِی الدُّنْيَا اِلَّا اَنْبَتَ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فِیْ قَلْبِهٖ وَاَنْطَقَ بِهَا لِسَانَهٗ وَبَصَّرَهٗ عَيْبَ الدُّنْيَا وَدَاءَ هَا وَدَوَاءَ هَا وَاَخْرَجَهٗ مِنْهَا سَالِمًا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَان

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندے نے دنیا سے بے رغبتی نہیں کی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں حکمت اگادی اور اس کے ساتھ اس کی زبان کو گویا کیا اور دنیا کے عیب اس کو دکھلائے اس کی بیماری اور اس کی دوا اور اس کو اس سے دار السلام کی طرف سالم نکالا۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

صلاح وفلاح کا انحصار خلوص ایمان پر ہے

(۴۶) وَعَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَخْلَصَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ لِلْاِيْمَان وَجَعَلَ قَلْبَهٗ سَلِيْمًا وَلِسَانَهٗ صَادِقًا وَ نَفْسَهٗ مُطْمَئِنَّةً وَخَلِيْقَتَهٗ مُسْتَقِيْمَةً وَجَعَلَ اُذُنَهٗ مُسْتَمِعَةً وَعَيْنَهٗ نَاظِرَةً فَاَمَّا الْاُذُنُ فَقَمِعٌ وَاَمَّا الْعَيْنُ فَمُقِرَّةٌ لِمَا يُوْعِی الْقَلْبُ وَقَدْ اَفْلَحَ مَنْ جُعِلَ قَلْبُهٗ وَاعِيًا. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص کامیاب ہوا جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لیے خالص کیا اس کے دل کو سلامتی والا بنایا اور اس کی زبان کو راست گو بنایا اس کے نفس کو مطمئن اس کی طبیعت سیدھی اس کے کانوں کو حق سننے والا بنایا اس کی آنکھ کو دیکھنے والا۔ کان قیف ہیں اور آنکھ اس چیز کو قرار دینے والی ہے جس کو دل نگاہ رکھتا ہے اور کامیاب ہوا وہ شخص جس نے دل کو حق کا نگاہ رکھنے والا بنایا۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: ''قمع'' کے معنی قیف کے ہیں اور قیف ٹونٹی دار یا نلکی دار ظرف کی صورت میں اس آلہ کو کہتے ہیں جس کو بوتلوں وغیرہ کے منہ پر رکھ کر ان میں کوئی رقیق چیز جیسے تیل وغیرہ بھرتے ہیں۔ ''پس کان تو قیف ہیں'' کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح قیف کے ذریعہ کوئی رقیق چیز بوتلوں وغیرہ میں ڈالی جاتی ہیں اسی طرح کان وہ ذریعہ ہے جو حق بات کو انسان کے قلب ودماغ میں اتارتا ہے بایں طور کہ کان اس بات کو سنتا ہے اور قلب ودماغ اس کو قبول کرتے ہیں۔

''اور آنکھ اس چیز کو قائم اور ثابت رکھنے والی ہے...... الخ''۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کو آنکھیں دیکھتی ہیں دل ان کا ظرف ہوتا ہے یا وہ چیزیں

دل کو اپنا ظرف بناتی ہیں کہ وہ آنکھوں کے ذریعہ دل میں داخل ہوتی ہیں! گویا جس طرح کان حق بات کو دل تک پہنچاتا ہے اس طرح نظر آنے والے حقائق کی راہ سے دل میں داخل ہوتے ہیں اور اس کے اندر قائم وثابت رہتے ہیں! حدیث کے آخری جزء میں گویا ان دونوں چیزوں کا نتیجہ بیان فرمایا گیا ہے کہ جس شخص نے حق بات کو سن کر اور برحق چیزوں کو دیکھ کر انہیں اپنے دل میں اتار لیا اور ان کی مخالفت کی یعنی بہر صورت حق پر عامل رہا تو وہ فلاح یاب قرار پائے گا۔

کفار وفجار کو دنیاوی مال ودولت کا ملنا گویا انہیں بتدریج عذاب تک پہنچانا ہے

(۴۷) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُعْطِي الْعَبْدَ مِنَ الدُّنْيَا عَلٰى مَعَاصِيهِ مَايُحِبُّ، فَإِنَّمَا هُوَ اِسْتِدْرَاجٌ ثُمَّ تَلَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى إِذَا فَرِحُوْا بِمَا أُوْتُوْا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ رواه احمد۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جس وقت تو اللہ عزوجل کو دیکھے کہ وہ دنیا کسی شخص کو باوجود اس کے گناہوں کے دیا جا رہا ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے سوائے اس کے نہیں وہ استدراج ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی جس وقت وہ بھول گئے اس چیز کو کہ اس کے ساتھ نصیحت کیے گئے ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے جب خوش ہوئے اس چیز کے ساتھ جو دیئے گئے ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا پس وہ ناگہاں ناامید تھے۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: "استدراج" لغت میں استدراج درجہ بدرجہ اور مرحلہ وار کسی کو لے جانے اور پہنچانے کو کہتے ہیں جیسے کسی کو سیڑھی کے ایک زینہ سے دوسرے زینہ پر چڑھایا جائے جس کو دوسرے الفاظ میں ڈھیل دینے اور مہلت دینے سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں جب اللہ تعالیٰ کسی کافر یا فاسق فاجر کو اس کے مقصود کے مطابق دنیا کا جاہ وجلال دیتا ہے یہ اس شخص کی مقبولیت عند اللہ کی نشانی نہیں بلکہ یہ ایک استدراج اور ڈھیل ومہلت ہے، جب اس کے گناہوں کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے اور وہ مکمل سرکشی پر اتر آتا ہے تو کبھی اللہ تعالیٰ دنیا میں اس پر اچانک ہاتھ ڈال دیتا ہے اور کبھی آخرت میں اس کی سخت گرفت ہوتی ہے۔ لہٰذا گناہوں میں آلودہ شخص کو خیال کرنا چاہیے کہ آیا وہ راحت میں ہے یا مصیبت میں ہے۔

اہل زہد کی شان

(۴۸) وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ دِيْنَارًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيَّةٌ قَالَ ثُمَّ تُوُفِّيَ اٰخَرُ فَتَرَكَ دِيْنَارَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيَّتَانِ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا اہل صفہ کا ایک آدمی مر گیا اور اس نے ایک دینار چھوڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک داغ ہے پھر دوسرا مر گیا اس نے دو دینار چھوڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو داغ ہیں۔ (احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں)

تشریح: "کیة" آگ میں لوہا گرم کر کے جسم کے داغ دینے کو کیة کہتے ہیں۔ یہاں ایک دینار کو ایک داغ اور دو دینار کو دو داغ قرار دیا گیا ہے اب سوال یہ ہے کہ جب ایک آدمی مال کا حق ادا کر کے مرتا ہے اور ایک یا دو دینار مرنے کے بعد گھر میں چھوڑتا ہے تو یہ عمل شرعاً جائز ہے پھر یہاں ان اصحاب صفہ کے بارے میں اتنی شدید وعید کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام امت کیلئے اور اپنے صحابہ کیلئے دنیا اکٹھی کرنے اور عبادت کرنے کا الگ الگ معیار رکھا تھا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت کیلئے بھی الگ معیار رکھا تھا اور اپنے لئے بھی عملی میدان میں الگ معیار رکھا تھا لہٰذا ایک عمل ایسا ہوتا ہے جو عام امت کیلئے جائز ہوتا ہے مگر صحابہ کی شان اونچی ہوتی ہے وہ عمل ان کی شان کے شایان شان نہیں ہوتا یہاں اصحاب صفہ کے ان دو اشخاص کو اسی تناظر میں وعید سنائی گئی ہے کہ یہ تارک دنیا اور زاہد درویش اپنے پیچھے مال چھوڑ دیں یہ اچھا نہیں ہے لوگ ان کو زاہد سمجھتے ہیں ان پر خرچ کرتے ہیں اور یہ اپنے پیچھے میراث میں دینار چھوڑتے ہیں یہ ان کی بلند شان کے منافی ہے۔

ملاعلی قاریؒ نے اس حدیث کا مطلب اس طرح بیان کیا ہے کہ جب یہ دونوں اصحاب صفہ فقیر ومساکین تھے تو لوگ زکوٰۃ وصدقات کے اموال سے ان کی اعانت کرتے تھے' چونکہ ان کے پاس دو دینار تھے تو ان پر زکوٰۃ نہیں لگتی تھی جب یہ زکوٰۃ کے مستحق نہیں تھے اور پھر بھی زکوٰۃ وصدقات کی طرف گویا دست سوال دراز کرتے تھے تو یہ ناجائز تھا اس لئے شدید وعید سنائی گئی۔ اس حدیث سے عام مسلمانوں کو یہ تعلیم ملی کہ جو آدمی زکوٰۃ کا مستحق نہ ہو تو وہ صدقات وزکوٰۃ سے اپنے آپ کو بچائے یا یہ کہ جو آدمی ظاہری طور پر زہد کو ظاہر کرتا ہو اور خفیہ طور پر مال اکٹھا کر رہا ہو' یہ بہت برا ہے۔

دنیاوی مال واسباب جمع کرنے سے گریز کرو

(۴۹) وَعَنْ مُعَاوِيَةَ اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى خَالِهِ ابْنِ اَبِىْ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ يَعُوْدُهُ فَبَكٰى اَبِىْ هَاشِمٍ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكَ يَا خَال اَوَجْعٌ يُشْئِزُكَ اَمْ حِرْصٌ عَلَى الدُّنْيَا قَالَ كَلَّا وَلٰكِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ اِلَيْنَا عَهْدًا لَمْ اٰخُذْ بِهِ قَالَ وَمَا ذٰلِكَ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اِنَّمَا يَكْفِيْكَ مِنْ جَمْعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَمَرْكَبٌ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاِنِّىْ اُرَانِىْ قَدْ جَمَعْتُ (رواه مسند احمد بن حنبل و الجامع ترمذی و سنن نسائی و ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے ماموں ابو ہاشم بن عتبہ پر داخل ہوئے ان کی عیادت کرتے تھے ابو ہاشم رو پڑا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں روتے ہو کیا بیماری نے تم کو اضطراب میں ڈالا ہے یا دنیا کی حرص نے ابو ہاشم نے کہا ہرگز نہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو وصیت کی تھی۔ لیکن ہم نے اس پر عمل نہیں کیا اس نے کہا وہ کیا ہے کہا آپ نے فرمایا تھا تجھ کو مال جمع کرنے سے یہی کافی ہے۔ ایک خادم۔ اللہ کے راستہ میں سواری اور میں اپنے آپ کو گمان کرتا ہوں کہ میں نے جمع کیا ہے۔ روایت کیا اس کو احمد' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے۔

آخرت کی دشوار گذار راہ سے آسانی کیساتھ گزرنا چاہتے ہو تو مال و دولت جمع نہ کرو

(۵۰) وَعَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ قُلْتُ لِاَبِى الدَّرْدَآءِ مَالَكَ لَا تَطْلُبُ كَمَا يَطْلُبُ فُلَانٌ فَقَالَ اِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَمَامَكُمْ عَقَبَةً كُوْدًا لَا يَجُوْزُهَا الْمُثْقِلُوْنَ فَاُحِبُّ اَنْ اَتَخَفَّفَ لِتِلْكَ الْعَقَبَةِ.

ترجمہ: حضرت ام درداء سے روایت ہے کہا میں نے ابو الدرداء سے کہا تجھے کیا ہے کہ تو مال طلب نہیں کرتا جس طرح فلاں شخص طلب کرتا ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے تمہارے آگے ایک دشوار گزار گھاٹی ہے اس سے گرانبار نہیں گذر سکیں گے۔ میں نے پسند کیا ہے کہ اس گھاٹی کے لیے ہلکا ہو جاؤں۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے)

تشریح: ''عقبة'' پہاڑ کی بلند گھاٹی کو عقبہ کہا جاتا ہے یہاں اس مشکل گھاٹی سے موت کے شدائد اور قبر کے احوال اور میدان محشر کے مصائب مراد ہیں ''کئود ا'' کاف پر فتحہ ہے ہمزہ پر ضمہ ہے واؤ ساکن ہے یہ باب فتح سے مصدر ہے۔ جو سختی اور مشقت کے معنی میں ہے یہ عقبة کیلئے صفت ہے یعنی دشوار گزار گھاٹی' ''المثقلون'' باب افعال سے ہے یعنی بھاری بوجھ اٹھانے والے لوگ' یہاں حب دنیا اور حب جاہ کا بھاری بوجھ اٹھانے والے لوگ مراد ہیں اسی لئے کہا گیا ہے ''فاز المخفون وهلك المثقلون''

دنیاداری سے اجتناب کرو

(۵۱) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مِنْ اَحَدٍ يَمْشِىْ عَلَى الْمَآءِ اِلَّا ابْتَلَّتْ قَدَمَاهُ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كَذٰلِكَ صَاحِبُ الدُّنْيَا لَا يَسْلَمُ مِنَ الذُّنُوْبِ. رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسا شخص ہے جو پانی پر چل سکے اور اس کے قدم تر نہ ہوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا نہیں اے اللہ کے رسول فرمایا اسی طرح دنیادار شخص گناہوں سے سلامت نہیں رہ سکتا۔ (بیہقی)

تشریح: جس شخص پر دنیا کی محبت غالب ہو وہ تو کسی حالت میں بھی دنیا داری کے ساتھ گناہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا اور جس شخص پر گو دنیا کی محبت غالب نہ ہو لیکن اس کا بھی دل و دولت اور دنیاوی امور میں مبتلا ہونا اس کے دامن کو عام طور پر گناہوں سے آلودہ ہونے سے محفوظ نہیں رکھتا۔

اس ارشاد گرامی کا حاصل دولت مندوں اور مالداروں کو سخت خوف دلانا اور زہد دنیا کی طرف راغب کرنا ہے نیز اس امر کو بھی واضح کرنا مقصود ہے کہ ہر حالت میں آخرت کے نفع ونقصان کو دنیا کے نفع ونقصان پر ترجیح دینا چاہیے دنیاوی مال و دولت کے حامل وطلب گار کے لئے یہی احساس کافی ہونا چاہیے کہ آخرت کا نقصان وخسران فقر کی بہ نسبت مالداری میں زیادہ پوشیدہ ہے اور فقر کی یہی فضیلت کیا کم ہے کہ فقراء (جنھوں نے اپنے فقر وافلاس پر صبر وقناعت اختیار کیا ہوگا) جنت میں مالداروں سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیوی امور سے اجتناب کا حکم

(۵۲) وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نَفِيْرٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنْ أَجْمَعَ الْمَالَ وَأَكُوْنَ مِنَ التَّاجِرِيْنَ وَلٰكِنْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنْ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ. رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَأَبُوْنُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ عَنْ أَبِيْ مُسْلِمٍ

ترجمہ: حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری طرف اس بات کی وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں اور تاجروں میں میرا شمار ہو بلکہ میری طرف وحی ہوئی ہے کہ تسبیح بیان کر اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور سجدہ کرنے والوں میں ہو جا اور اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھ کو موت آ جائے۔ روایت کیا ہے اس کو شرح السنہ میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں ابو مسلم سے۔

امور خیر کی نیت سے دنیا حاصل کرنے کی فضیلت

(۵۳) وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا اِسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَسَعْيًا عَلٰى أَهْلِهِ وَتَعَطُّفًا عَلٰى جَارِهٖ لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ وَجْهُهٗ مِثْلَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَمَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا مُكَاثِرًا مُفَاخِرًا مُرَائِيًا لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانٌ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَ أَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا کو حلال طریقہ سے سوال سے بچنے کے لیے عیال پر سعی کے لیے اپنے ہمسایہ پر احسان کرنے کے لیے طلب کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا جو کوئی دنیا کو حلال طریقہ سے طلب کرے اس حال میں کہ وہ مال میں زیادتی کرنے والا اور فخر کرنے والا ہے اور ریا کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن ملے گا اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں۔

خیر وشر کے خزانے اوران کی کنجی

(۵۴) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ هٰذَا الْخَيْرَ خَزَآئِنُ لِتِلْكَ الْخَزَآئِنِ مَفَاتِيْحُ فَطُوْبٰى لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِفْتَاحًا لِلْخَيْرِ مِغْلَاقًا لِلشَّرِّ وَوَيْلٌ لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحًا لِلشَّرِّ مِغْلَاقًا لِلْخَيْرِ (رواه ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خیر خزانے میں اور ان خزانوں کی کنجیاں ہیں اس بندے کے لیے خوشی ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے خیر کی کنجی اور شر کا دروازہ بند ہونے کا سبب بنایا ہے اور اس بندے کے لیے ہلاکت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے شر کی کنجی اور خیر کا دروازہ بند ہونے کا سبب بنایا ہے۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے)

تشریح: "هذا الخیر" خیر سے مراد مال کے خزانے اور انبار ہیں جن کو انسان نے اکٹھا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے علامہ طیبی لکھتے ہیں کہ مال پر خیر کا اطلاق اس صورت میں ہوتا ہے جب وہ زیادہ اور کثیر ہو۔ "خزائن" یہ خزانہ کی جمع ہے خزانہ جمع کردہ مال کو کہتے ہیں اور یہ لفظ "ان" کیلئے خبر ہے اور ھذا الخیر اس کا اسم ہے "لتلک الخزائن" اسم اشارہ اور مشار الیہ مل کر خبر مقدم ہے اور مفاتیح اس کیلئے مبتداء مؤخر ہے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ اموال کثیرہ خزانوں کی صورت میں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے بندے ان خزانوں پر مقرر وکلاء ہیں جو گویا ان خزانوں کے کھولنے اور بند کرنے میں چابیوں کے مانند ہیں پس وہ بندہ مبارک باد کا مستحق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہر بھلائی میں یعنی مال خرچ کرنے کیلئے چابی بنادیا ہے کہ وہ اس خزانہ کا مال نیکی اور بھلائی میں خرچ کرتا ہے اور اس کو اللہ نے شر وفساد کا دروازہ بند کرنے کی چابی بنادیا ہے کہ اس مال کو غلط طریقہ پر خرچ نہیں کرتا ہے اور بخل وکنجوسی سے کام نہیں لیتا ہے۔ اور اس بندے کے لئے ہلاکت ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے شرارت پھیلانے کیلئے چابی بنادیا ہے اور بھلائی کے دروازہ کو بند کرنے کیلئے چابی بنادیا ہے یعنی ان اموال کو خیر کے راستے میں خرچ نہیں کرتا ہے اور شر کے راستوں میں دل کھول کر خرچ کرتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کا کمایا ہوا مال جنت ودوزخ دونوں کیلئے حجاب اکبر ہے' یہ مال دوزخ کی آگ کیلئے بھی پردہ بن سکتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے ثواب کمایا جائے اور یہی مال جنت کیلئے بھی پردہ بن سکتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے گناہ کمایا جائے اور دوزخ میں جایا جائے۔

ضرورت سے زیادہ عمارت بنانے کے بارے میں وعید

(۵۵) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا لَمْ يُبَارَكْ لِلْعَبْدِ فِيْ مَالِهٖ جَعَلَهٗ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کسی بندے کے مال میں برکت نہ کی جائے وہ اس کو پانی اور مٹی میں گردانتا ہے۔

(۵۶) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا الْحَرَامَ فِي الْبُنْيَانِ فَاِنَّهٗ اَسَاسُ الْخَرَابِ. رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمارتوں میں حرام سے اجتناب کرو اس لیے کہ عمارت خرابی کی بنیاد ہے۔ روایت کیا ان کو دونوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: "الحرام فی البنیان" اس جملہ کا ایک مطلب یہ ہے کہ تعمیرات میں حرام مال لگانے سے اجتناب کرو یہ معنی بعید ہے۔ دوسرا معنی یہ کہ تعمیرات میں اس طرح حد سے تجاوز نہ کرو کہ وہ تعمیر حرام کے زمرے میں آجائے' یہ مطلب زیادہ واضح ہے "اساس الخراب" یہ جملہ ماسبق مفہوم پر متفرع ہے کہ تعمیرات کا انجام تو خرابی ہے تو یہ بے جا تکلف کیوں کرتے ہو۔

مال ودلت جمع کرنا بے عقلی ہے

(۵۷) وَعَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَا دَارَ لَهٗ وَمَالُ مَنْ لَا مَالَ لَهٗ وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَا عَقْلَ لَهٗ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں فرمایا دنیا اس کا گھر ہے جس کا گھر نہیں ہے اور اس شخص کا مال ہے جس کے لیے مال نہیں ہے اور اس دنیا کے لیے وہ شخص جمع کرتا ہے جس کے لیے عقل نہیں ہے۔ روایت کیا اس کو احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

شراب تمام برائیوں کی جڑ ہے

(۵۸) وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ خُطْبَتِهٖ الْخَمْرُ جِمَاعُ الْاِثْمِ وَالنِّسَآءِ

حبَائِلُ الشَّيْطَانِ وَحُبُّ الدُّنيَا رَأسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ قَالَ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ اَخِّرُوا النِّسَآءَ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ. رَوَاهُ رَزِيْنٌ وروى الْبَيْهَقِيُّ مِنْهُ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ.

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اپنے خطبہ میں فرماتے شراب پینا گناہوں کو جمع کرنے والی ہے۔ اور عورتیں شیطان کا جال ہیں اور دنیا کی محبت ہر گناہ کا سر ہے اور میں نے آپ سے سنا فرماتے تھے عورتوں کو پیچھے رکھو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیچھے رکھا ہے۔ روایت کیا اس کو رزین نے اور روایت کیا ہے بیہقی نے شعب الایمان حسن سے مرسل طور پر۔ حب الدنیا راس کل خطیة۔

تشریح: "جماع الاثم" جیم پر کسرہ ہے جمع کرنے کے معنی میں ہے مطلب یہ کہ شراب پینا تمام گناہوں کا مجموعہ ہے، ہر قسم فحاشی اور ہر قسم قتل و غارت گری کی بنیاد شراب ہے کیونکہ جب عقل چلی جاتی ہے تو انسان ہر گناہ کر سکتا ہے عقل بریک ہے جب بریک فیل ہو جائے تو گاڑی یا انسانی ڈھانچہ ہر دیوار سے ٹکراتا رہتا ہے۔

دو خوفناک چیزوں کا ذکر

(۵۹) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْوَفَ مَا اَتَخَوَّفُ عَلٰى اُمَّتِيَ الْهَوٰى وَطُوْلُ الْاَمَلِ فَاَمَّا الْهَوٰى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَاَمَّا طُوْلُ الْاَمَلِ فَيُنْسِي الْاٰخِرَةَ وَهٰذِهِ الدُّنْيَا مُرْتَحِلَةٌ ذَاهِبَةٌ وَهٰذِهِ الْاٰخِرَةُ مُرْتَحِلَةٌ قَادِمَةٌ وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بَنُوْنَ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَا تَكُوْنُوْا مِنْ بَنِي الدُّنْيَا فَافْعَلُوا فَاِنَّكُمُ الْيَوْمَ فِي دَارِ الْعَمَلِ وَلَا حِسَابَ وَاَنْتُمْ غَدًا فِي دَارِ الْاٰخِرَةِ وَلَا عَمَلَ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی امت پر سب سے زیادہ دو چیزوں سے ڈرتا ہوں۔ خواہش نفس، جینے کی آرزو کی۔ درازی خواہش نفس قبول حق سے باز رکھتی ہے اور درازی آرزو جینے کی آخرت کو بھلا دیتی ہے اور یہ دنیا کوچ کرنے والی ہے جانیوالی ہے اور آخرت کوچ کرنے والی آنے والی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں۔ اگر تم کر سکو کہ دنیا کے بیٹے نہ بنو پس کرو اس لیے کہ تم آج دنیا میں ہو کہ عمل کا گھر ہے اور حساب نہیں ہے اور کل تم آخرت کے گھر میں ہوں گے اور عمل نہیں ہوگا۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

دنیا عمل کی جگہ ہے

(۶۰) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ ارْتَحَلَتِ الدُّنْيَا مُدْبِرَةً وَارْتَحَلَتِ الْاٰخِرَةُ مُقْبِلَةً وَلِكُلٍّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بَنُوْنَ فَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَآءِ الْاٰخِرَةِ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابَ وَغَدًا حِسَابٌ وَلَا عَمَلَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي تَرْجَمَةِ بَابٍ

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا دنیا پشت کیے ہوئے کوچ کر رہی ہے اور آخرت سامنا کیے ہوئے کوچ کئے آتی ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں تم آخرت کے بیٹوں میں سے ہونا اور دنیا کے بیٹوں میں سے نہ ہونا۔ آج عمل ہے حساب نہیں اور کل حساب ہے عمل نہیں روایت کیا اس کو بخاری نے ترجمۃ الباب میں۔

دنیا غیر پائیدار متاع ہے

(۶۱) وَعَنْ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ يَوْمًا فَقَالَ فِي خُطْبَتِهٖ اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ يَاْكُلُ مِنْهُ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ اَلَا وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ اَجَلٌ صَادِقٌ وَيَقْضِيْ فِيْهَا مَلِكٌ قَادِرٌ اَلَا وَاِنَّ الْخَيْرَ كُلَّهٗ بِحَذَا فِيْرِهٖ

فِي الْجَنَّةِ اَلَا وَاِنَّ الشَّرَّ كُلَّهُ بِحَذَا فِيْرِهٖ فِي النَّارِ اَلَا فَاعْمَلُوْا وَاَنْتُمْ مِنَ اللّٰهِ عَلٰى حَذَرٍ وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ مَعْرُوضُوْنَ عَلٰى اَعْمَالِكُمْ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ. (رواه الشافعی)

ترجمہ: حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اپنے خطبہ میں فرمایا خبردار تحقیق دنیا متاع حاضر ہے اس سے نیک اور فاجر کھا رہا ہے تحقیق آخرت ایک مدت معین ہے اس میں بادشاہ قادر فیصلہ کرے گا۔ آگاہ رہو تحقیق خیر اپنی تمام انواع سمیت جنت میں ہے اور برائی اپنی تمام انواع سمیت دوزخ میں ہے خبردار عمل کرو خدا سے بچ کر خوف پر رہو اور جان لو کہ تم اپنے اعمال پر پیش کیے جاؤ گے جو شخص ذرہ کے برابر نیکی کرے گا اس کی جزا دیکھے گا اور جو کوئی ذرہ برابر برائی کرے گا اس کی سزا دیکھے گا۔ (روایت کیا اس کو شافعی نے)

(۶۲) وَعَنْ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَااَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ الدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ يَاكُلُ مِنْهَا الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ وَعْدٌ صَادِقٌ يُحْكِمُ فِيْهَا مَلِكٌ عَادِلٌ قَادِرٌ يُحِقُّ فِيْهَا الْحَقَّ وَيُبْطِلُ الْبَاطِلَ كُوْنُوْا مِنْ اَبْنَآءِ الْاٰخِرَةِ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَآءِ الدُّنْيَا فَاِنَّ كُلَّ اُمٍّ يَتْبَعُهَا وَلَدُهَا.

ترجمہ: حضرت شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے اے لوگو دنیا اسباب حاضر ہے اس سے نیک و بد کھاتا ہے اور آخرت کا وعدہ سچا ہے اس میں عادل قادر بادشاہ فیصلہ کرے گا اس میں حق کو ثابت کرے گا اور باطل کو نابود کردے گا تم آخرت کے بیٹے بنو دنیا کے بیٹے نہ بنو۔ اس لیے کہ ہر بیٹا ماں کے تابع ہوتا ہے۔

تھوڑا مال بہتر ہوتا ہے

(۶۳) وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ماطلعت الشمس الا وبجبتيها ملكان يناديان يسمعان الخلائق غير الثقلين يايها الناس هلموا الى ربكم ما قل وكفى خير مما كثروا الهى. رواه ما ابونعيم فی الحلية.

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج طلوع نہیں ہوتا مگر اس کے دونوں پہلوؤں میں دو فرشتے ہوتے ہیں جو پکارتے ہیں اور مخلوق کو سناتے ہیں سوائے جن وانس کے اے لوگو پروردگار کی طرف آؤ جو مال کم ہو اور کفایت کرے اس مال سے بہتر ہے جو بہت ہو اور باز رکھے روایت کیا ان دونوں حدیثوں کو ابونعیم نے حلیہ میں۔

مال ومتاع کے تئیں انسان کی حرص

(۶۴) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ يَبْلُغُ بِهٖ قَالَ اِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ مَا قَدَّمَ وَقَالُوْا بَنُوْا اٰدَمَ مَا خَلَّفَ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اس روایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے تھے کہا جس وقت آدمی مرتا ہے فرشتے کہتے ہیں اس نے آگے کیا بھیجا اور لوگ کہتے ہیں اس نے پیچھے کیا چھوڑا۔ (بیہقی شعب الایمان)

آخرت قریب ہے

(۶۵) وَعَنْ مَالِكٍ اَنَّ لُقْمَانَ قَالَ لِابْنِهٖ يَا بُنَيَّ اِنَّ النَّاسَ قَدْ تَطَاوَلَ عَلَيْهِمْ مَايُوْعَدُوْنَ وَهُمْ اِلَى الْاٰخِرَةِ سِرَاعًا يَذْهَبُوْنَ وَاِنَّكَ قَدِ اسْتَدْبَرْتَ الدُّنْيَا مُنْذُ كُنْتَ وَاسْتَقْبَلْتَ الْاٰخِرَةَ وَاِنَّ دَارًا تَسِيْرُ اِلَيْهَا اَقْرَبُ اِلَيْكَ مِنْ دَارٍ تَخْرُجُ مِنْهَا.

ترجمہ: حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو کہا اے میرے بیٹے لوگوں پر وہ مدت دراز ہوگئی جس کا وعدہ کیے جاتے ہیں وہ آخرت کی طرف جلدی جاتے ہیں تو نے دنیا کو پشت دی جب سے تو پیدا ہوا اور تو آخرت کی طرف متوجہ ہوا۔ اور وہ گھر جس کی طرف تو جا رہا ہے بہت نزدیک ہے اس گھر سے جس کی طرف تو نکل رہا ہے۔ روایت کیا اس کو رزین نے۔

بہتر انسان کون ہے؟

(۶۶) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىُّ النَّاسِ اَفْضَلُ قَالَ كُلُّ مَخْمُوْمِ الْقَلْبِ صُدُوْقِ اللِّسَانِ قَالُوْا صُدُوْقُ اللِّسَانِ نَعْرِفُهُ فَمَا مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ قَالَ هُوَ النقى التَّقِىُّ لَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَلَا بَغْىَ وَلَا غَلَّ وَلَا حَسَدَ رَوَاهُ مَاجَة وَالْبَيْهَقِىُّ فِى شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہا گیا کون سا آدمی افضل ہے فرمایا ہر صاف دل اور سچی زبان والا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا سچی زبان کو ہم جانتے ہیں صاف دل سے کیا مراد ہے فرمایا پاک دل پرہیزگار اس پر گناہ نہیں نہ ظلم کرنا اور حد سے گذرنا نہ کدورت و کینہ نہ حسد۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں)

تشریح: ''مخموم القلب'' لفظ مخموم اصل میں خم سے مشتق ہے جس کے معنی صاف کرنے کے ہیں۔ اس سے وہ پاک وصاف دل مراد ہے جس میں غیر اللہ کا کوئی وسوسہ اور شائبہ نہ ہو اور غیر اللہ کے غبار سے بالکل پاک وصاف ہو جو غلط خیالات اور غلیظ اخلاق اور رذیل صفات سے محفوظ ہو اسی کو قلب سلیم بھی کہا گیا ہے۔ حدیث میں اس کی تشریح خود موجود ہے۔'' بغی'' سرکشی اور تجاوز کو کہا گیا ہے اور قلبی کدورت اور کینہ کو غل کہا گیا ہے اور حسد تو حسد ہے۔

وہ چار باتیں جو دنیا کے نفع نقصان سے بے پرواہ بنا دیتی ہیں

(۶۷) وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ اِذَا كُنَّ فِيْكَ فَلَا عَلَيْكَ مَا فَاتَكَ الدُّنْيَا حِفْظُ اَمَانَةٍ وَصِدْقُ حَدِيْثٍ وَ حُسْنُ خَلِيْقَةٍ وَعِفَّةٌ فِىْ طُعْمَةٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار خصلتیں ہیں جب تجھ میں ہوں تجھ پر خوف نہیں ہے جو تجھ سے دنیا کی چیز فوت ہو جائے۔ امانت کی حفاظت کرنی سچی بات کہنی' نیک خلقی اور پارسائی کھانے میں۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

راست گفتار و نیک کرداری کی اہمیت

(۶۸) وَعَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِىْ اَنَّهُ قِيْلَ لِلُقْمَانَ الْحَكِيْمِ مَا بَلَغَ بِكَ مَا نَرَى يَعْنِى الْفَضْلَ قَالَ صِدْقُ الْحَدِيْثِ وَاَدَاءُ الْاَمَانَةِ وَتَرْكُ مَالَا يَعْنِيْنِىْ. رَوَاهُ فِى الْمُوَطَّا.

ترجمہ: حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا مجھ کو پہنچا ہے کہ لقمان حکیم کو کہا گیا تم کو اس مرتبہ پر کس چیز نے پہنچایا ہے جو ہم دیکھتے ہیں یعنی فضیلت اور بزرگی کہا سچ بولنے اور ادائے امانت نے اور اس چیز کے چھوڑ دینے سے جو نہ نفع دے۔ روایت کیا اس کو مالک نے موطا میں۔

تشریح: اس روایت سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اصل حکمت و دانائی' راست گفتاری و نیک کرداری ہے۔ چنانچہ انسانی زندگی کے یہی وہ دو اعلیٰ جوہر ہیں جن کو اختیار کر کے لقمان حکیم اپنے عظیم مرتبہ تک پہنچ گئے۔

لقمان حکیم کون تھے؟: لقمان حکیم' جن کی حکمت و دانائی آج بھی ضرب المثل ہے اور جن کا نام عقل و دانش کے اس پیکر کے طور پر لیا جاتا ہے جس سے دنیا کے بڑے بڑے حکماء' بڑے بڑے متفنین اور بڑے بڑے فلاسفر فیضان حاصل کرتے ہیں' دراصل مشہور پیغمبر حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے اور بعض حضرات نے ان کو حضرت ایوب علیہ السلام کا خالہ زاد بھائی کہا ہے' علماء اسلام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ وہ خود پیغمبر تھے یا نہیں؟ تاہم یہ بات متفقہ طور پر مسلم ہے کہ وہ ایک عظیم حکیم تھے اور ولایت کے درجہ پر فائز تھے' نیز منقول ہے کہ انہوں نے تقریباً ایک ہزار پیغمبروں کی خدمت میں حاضر باشی اختیار کی تھی اور ان سب کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا تھا' غالباً ان کی اس بے مثال حکمت و دانائی کا ایک بڑا راز

یہ بھی ہے کہ ان کو اتنے زیادہ پیغمبروں سے فیضان حاصل کرنے کا موقع نصیب ہوا! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت منقول ہے کہ لقمان' نہ تو پیغمبر تھے اور نہ کوئی بادشاہ بلکہ وہ ایک سیاہ فام غلام تھے اور بکریاں چرایا کرتے تھے' حق تعالیٰ نے ان کو مقبول بارگاہ رب العزت بنایا' انہیں حکمت ودانائی' جوانمردی اور عقل ودانش سے نوازا' اور اپنی کتاب ''قرآن کریم'' میں ان کا ذکر فرمایا۔''

قیامت کے دن بندوں کے حق میں نیک اعمال کی شفاعت

(۶۹) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَجِیْءُ الْاَعْمَالُ فَتَجِیْءُ الصَّلٰوةُ فَتَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنَا الصَّلٰوةُ فَیَقُوْلُ اِنَّکَ عَلٰی خَیْرٍ فَتَجِیْءُ الصَّدَقَةُ فَتَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنَا الصَّدَقَةُ فَیَقُوْلُ اِنَّکَ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ یَجِیْءُ الصِّیَامُ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنَا الصِّیَامُ فَیَقُوْلُ اِنَّکَ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ تَجِیْءُ الْاَعْمَالُ عَلٰی ذٰلِکَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّکَ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ یَجِیْءُ الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنْتَ السَّلَامُ وَاَنَا السَّلَامُ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّکَ عَلٰی خَیْرٍ بِکَ الْیَوْمَ آخُذُوَبِکَ اُعْطِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِهٖ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فی الاخرة من الخسرین.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال آئیں گے پس نماز آئے گی کہے گی اے میرے پروردگار میں نماز ہوں پروردگار فرمائے گا تو خیر پر ہے صدقہ آئے گا پس کہے گا اے میرے رب میں صدقہ ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو خیر پر ہے پھر روزہ آئے گا پس کہے گا۔ اے میرے رب میں روزہ ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو خیر پر ہے پھر اعمال اسی طرح پر آئیں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو خیر پر ہے پھر اسلام آئے گا پس کہے گا اے میرے پروردگار تو سلام ہے اور میں اسلام ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو خیر پر ہے تیرے سبب آج کے دن مؤاخذہ کروں گا اور تیرے وسیلہ سے دوں گا اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے جو شخص طلب کرے دین اسلام کے سوا کسی اور دین کو پس ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اس سے وہ دین اور وہ آخرت میں ٹوٹا پانے والوں میں سے ہے۔

دنیا کی طرف مائل کرنے والی چیزوں کو چھوڑ دو

(۷۰) وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ کَانَ لَنَا سِتْرٌ فِیْهِ تَمَاثِیْلُ طَیْرٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا عَآئِشَةُ حَوِّلِیْهِ فَاِنِّیْ اِذَا رَاَیْتُهٗ ذَکَرْتُ الدُّنْیَا

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ہے کہا ہمارا ایک پردہ تھا جس میں پرندوں کی تصویریں تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ اس کو بدل ڈالو جس وقت میں اس کو دیکھتا ہوں دنیا کو یاد کرتا ہوں۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

چند انمول نصائح

(۷۱) وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِظْنِیْ وَاَوْجِزْ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ فِیْ صَلَاتِکَ فَصَلِّ صَلٰوةَ مُوَدِّعٍ وَلَا تَکَلَّمْ بِکَلَامٍ تَعْتَذِرُ مِنْهُ غَدًا وَاَجْمِعِ الْاِیَاسَ مِمَّا فِیْ اَیْدِی النَّاسِ.

ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا مجھے نصیحت کریں اور مختصر کریں فرمایا جس وقت تو نماز کے لیے کھڑا ہو اس شخص کی طرح نماز پڑھ جو رخصت کرنے والا ہے اور ایسی بات نہ کہہ جو کل کے متعلق عذر بیان کرنا پڑے اور اس چیز سے جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے ناامیدی کے اوپر مصمم قصد کر لے۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

تشریح: ''رخصت کرنے'' کے ایک معنی تو وہ ہیں جو اوپر ترجمہ میں بیان کئے گئے ہیں اور ممکن ہے کہ ''رخصت کرنے'' سے مراد حیات کو رخصت کرنا ہو یعنی تم اس طرح نماز پڑھو کہ گویا وہ تمہاری آخری نماز ہے اور وہ وقت تمہاری زندگی کا آخری وقت ہے! چنانچہ مشائخ کی وصیتوں اور

نصائح میں یہ زریں ہدایت منقول ہے کہ طالب کو چاہیے کہ وہ اپنی ہر نماز میں یہ تصور کرے کہ بس یہ آخری نماز ہے! جب وہ اس تصور کے ساتھ نماز پڑھے گا تو یقیناً اس نماز کو کامل اخلاص، پورے ذوق وشوق، حضور قلب اور تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کرے گا۔

حدیث کے آخری الفاظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ دوسروں کے مال ومتاع اور دولت پر نظر رکھنا اور ان سے امیدیں وابستہ کرنا قلبی فقر و افلاس کی علامت ہے، چنانچہ قلب کا غنی ہونا اس پر منحصر ہے کہ لوگوں کے پاس جو کچھ مال ومتاع اور دولت ہے اس سے اپنی امید منقطع کر لی جائے۔

پرہیزگاری کی فضیلت

(۷۲) وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْصِيْهِ وَمُعَاذٌ رَاكِبٌ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ تَحْتَ رَاحِلَتِهِ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ يَا مُعَاذُ إِنَّكَ عَسٰى أَنْ لَا تَلْقَانِيْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا وَلَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِيْ هٰذَا وَقَبْرِيْ فَبَكٰى مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ نَحْوَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِيَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوْا وَحَيْثُ كَانُوْا. رَوَى الْأَحَادِيْثَ الْأَرْبَعَةَ أَحْمَدُ.

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا جس وقت معاذ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا اس کے ساتھ نکلے اس کو وصیت کرتے تھے۔ معاذ سوار تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی سواری کے ساتھ ساتھ چلتے تھے جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصیت سے فارغ ہوئے فرمایا اے معاذ شاید کہ آئندہ سال تو مجھ کو نہ مل سکے اور شاید تو میری مسجد اور قبر کے پاس سے گذرے۔ معاذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے غم میں رو پڑے پھر آپ پھرے اور اپنا چہرہ مبارک مدینہ شریف کی طرف کیا۔ فرمایا لوگوں میں سے میرے قریب ترین پرہیزگار ہیں جو بھی ہوں اور جہاں ہوں۔ روایت کیا ان چاروں حدیثوں کو احمد نے۔

تشریح: "جشعاً" جیم اور شین دونوں پر فتحہ ہے جزع فزع کے ساتھ رونے کو کہتے ہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یمن کا گورنر بنا کر مدینہ سے روانہ فرمایا تو بڑے اہتمام سے ان کو اہم نصائح سے نوازا نصائح سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ ممکن ہے تم آئندہ میری قبر ہی کی زیارت کرو! فراق محبوب پر حضرت معاذ زور زور سے زار وقطار روئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے منہ موڑا تا کہ ان کو عملی تعلیم دیں کہ دنیا میں فراق لازمی ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے رونے کے منظر کو نہ دیکھ سکے پھر مدینہ منورہ کی طرف چہرۂ انور کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو تسلی دی کہ یہ عارضی فراق ہے جو نسل آدم میں جاری وساری ہے:

وقد فارق الناس الاحبة قبلنا   واعیٰ داواؤ الموت کل طبیب

پھر آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور پوری امت کو خوشخبری دیدی کہ جو نیک اور پرہیزگار ہوگا وہ میرے قریب ہے خواہ وہ کوئی بھی ہو اور کہیں بھی ہو وہ ظاہری وجسمانی اعتبار سے اگرچہ دور ہو مگر قلبی اعتبار سے قریب ہوگا۔

حبیب غاب عن عینی وجسمی   وعن قلبی حبیب لا یغیب

اور اگر کوئی آدمی پرہیزگار اور مؤمن نہ ہوا تو وہ مجھ سے دور ہوگا خواہ وہ پڑوس میں کیوں نہ رہتا ہو۔ اسی حدیث کے مفہوم کو فارسی شاعر نے کمال کے ساتھ بیان کیا ہے۔

گر بامنے در یمنے نزد منے   گر بے منے نزد منے در یمنے

یعنی اگر میرے طریقے پر رہو گے تو چاہے یمن میں ہو میرے ساتھ ہو گے اور اگر میرے طریقے پر نہیں رہو گے تو چاہے میرے پاس ہو، دور دراز یمن میں سمجھے جاؤ گے۔

شرح صدر کی علامت

(۷۳) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ تَلا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَخَ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ هَلْ لِتِلْكَ مِنْ عِلْمٍ تُعْرَفُ بِهٖ قَالَ نَعَمْ التَّجَافِيْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ.

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی جس کو اللہ ہدایت دینے کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نور جس وقت سینہ میں داخل ہوتا ہے سینہ کھل جاتا ہے پس کہا گیا اے اللہ کے رسول کیا اس کی کوئی علامت ہے جس سے پہچانا جائے فرمایا ہاں غرور کے گھر سے دور ہونا اور آخرت کی طرف رجوع کرنا۔ موت کے اترنے سے پہلے اس کی طرف تیار رہنا۔ (بیہقی)

حکمت و دانائی کس کو عطا ہوتی ہے؟

(۷۴) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَبِيْ خَلَّادٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْعَبْدَ يُعْطٰى زُهْدًا فِي الدُّنْيَا وَقِلَّةَ مُنْطَقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ فَاِنَّهٗ يُلَقَّى الْحِكْمَةَ. رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابو خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم بندے کو دیکھو کہ دنیا میں بے رغبتی اور کم گوئی دیا گیا ہے اس کا قرب ڈھونڈو اس لیے کہ وہ حکمت سکھلایا جاتا ہے۔ روایت کیا اس ان دونوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ زیادہ دانا مؤمن کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مؤمن جو موت کو بہت یاد کرتا ہو اور موت کے بعد کی زندگی (یعنی آخرت) کیلئے بہت تیاری کرتا ہو۔ مذکورہ بالا حدیث میں لفظ ''حکمت'' نقل کیا گیا ہے اس سے مراد نیک کرداری اور راست گفتاری ہے۔ اور جس بندے کو اللہ تعالیٰ حکمت عطاء فرماتا ہے اس کی بڑی فضیلت منقول ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے ''ومن یؤتی الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً یعنی جس شخص کو حکمت عطاء کی گئی' گویا اس کو بہت زیادہ خیر و بھلائی دی گئی۔ بہر حال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص دنیا سے بے اعتنائی اور بے رغبتی اختیار کئے ہوئے ہو اور کم گوئی کی صفت سے متصف ہو وہ ایک ایسا مخلص و کامل عالم ہے جس کو خدا نے نیک کرداری اور راست گفتاری کی دولت سے نوازا ہے اور وہ یقیناً مرشد و مقتدا بننے کا اہل ہے کہ وہ بندگان خدا کی تربیت و اصلاح اور رشد و ہدایت کی ذمہ داری کو پوری طرح انجام دے سکتا ہو لہٰذا ہر ایک شخص پر واجب ہے کہ اس کی اطاعت و خدمت کرے' اس کی صحبت و ہمنشینی اختیار کرے اور اس کے ساتھ ہمکلامی رکھے بعض عارفین نے بہت خوب کہا ہے کہ اللہ کی صحبت اختیار کرو۔ اگر تم اس پر قادر نہ ہو سکو تو اس شخص کی صحبت و ہم نشینی اختیار کرو جو خدا کے ساتھ صحبت رکھتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ شخص وہی ہو سکتا ہے جس میں کردار و احوال اور اقوال و افعال کے صحیح اور قابل اعتماد ہونے کی وہ علامت پائی جائے جو انشراح صدر کی علامت کے طور پر پچھلی حدیث میں بیان کی جا چکی ہے' اور اس کی وہ حیثیت و شخصیت اس طرح ظاہر و ثابت ہو جائے کہ اس کی صحبت تمام دینی و دنیاوی معاملات پر بھلائی و بہتری کی صورت میں اثر انداز ہوتی ہو' وہ اپنے رفقاء اور معتقدین کو دنیاوی لذات سے کنارہ کش' تحصیل مال و جاہ سے بے رغبت اور مقدار حاجت و ضرورت سے زیادہ کی طلب و خواہش سے بے پرواہ بنا کر زاد عقبیٰ کی طرف پہنچاتا ہو۔ ایسا شخص نہ صرف عالم و عارف کہلاتا ہے بلکہ انبیاء کا حقیقی وارث و خلیفہ ہے! اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے عارف باللہ کی زیارت و خدمت اور اس کی صحبت و ہم نشینی کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمائے (آمین ثم آمین)

بَابُ فَضْلِ الْفُقَرَآءِ وَمَا كَانَ مِنْ عَيْشِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فقراء کی فضیلت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی زندگی کا بیان

فقراء فقیر کی جمع ہے فقیر کے معنی مفلس محتاج اور غریب کے ہیں فقیر اور مسکین دو الگ الگ الفاظ ہیں مگر اس میں بحث ہے کہ ان الفاظ کا مفہوم بھی الگ الگ ہے یا ایک ہے؟ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ دونوں مترادف الفاظ ہیں دونوں کے معنی ایک ہیں، بعض دوسرے علماء کا خیال ہے کہ دونوں کے معنی الگ الگ ہیں یعنی فقیر اس کو کہتے ہیں کہ جس کے پاس کچھ مال موجود ہو مگر نصاب سے کم ہو اور مسکین وہ ہوتا ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، بعض علماء نے اس کا عکس مفہوم بیان کیا ہے کہ مسکین وہ ہوتا ہے کہ جس کے پاس کچھ مال ہو جیسا کہ قرآن کریم میں ہے **اما السفينة فكانت لمساكين** تو یہاں مساکین کشتی کے مالک قرار دیئے گئے ہیں اور فقیر وہ ہوتا ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، بعض علماء نے فقیر اور مسکین کیلئے ایک ضابطہ بیان کیا ہے وہ یہ کہ جہاں فقیر اور مسکین ساتھ ساتھ مذکور ہوں تو دونوں کا الگ الگ معنی لیا جائے گا اور جہاں دونوں الگ الگ مذکور ہوں تو پھر بطور ترادف ایک ہی مفہوم میں لیا جائے گا ضابطہ یہ ہے۔ ''**الفقير والمسكين اذا اجتمعا افترقا واذا افترقا اجتمعا**''۔

فقراء کی فضیلت کا مطلب یہ ہے کہ ان کو فقر و فاقہ پر جو ثواب ملتا ہے وہ کتنا بڑا ہے اور قیامت میں فقراء کو کتنے بڑے درجے ملیں گے۔

اب اس میں بحث ہے کہ آیا فقر و فاقہ افضل ہے یا غنا اور مالداری افضل ہے بعض علماء کے نزدیک غنا اور مالداری افضل ہے کیونکہ اس میں عبادات سکون کے ساتھ ادا ہوتی ہیں اور اس کے علاوہ صدقات وغیرہ کے ذریعہ سے بڑے بڑے درجات کمائے جاسکتے ہیں مگر عام علماء اور جمہور صوفیاء کے نزدیک فقر و فاقہ غنا سے مطلقاً افضل ہے فریق اول نے حضرت ابو ہریرہؓ کی اس روایت اور واقعہ سے استدلال کیا ہے جس میں فقراء صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اغنیاء کے درجات کا ذکر کیا کہ وہ عبادت بھی کرتے ہیں اور مالدار ہیں خرچ بھی کرتے ہیں اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقراء کو چند تسبیحات کا وظیفہ بتایا کہ اس سے تم اغنیاء سے آگے بڑھ جاؤ گے جب اغنیاء کو معلوم ہوا تو انہوں نے بھی اس وظیفہ کو پڑھنا شروع کیا فقراء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پھر شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''**ذلک فضل الله يوتيه من يشاء**'' یہ اس بات پر دلیل ہے کہ اغنیاء کا مقام اونچا ہے لیکن جمہور فرماتے ہیں کہ فقر و فاقہ کی زندگی کو تمام انبیاء کرام نے اختیار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کو طلب کیا ہے معلوم ہوا یہ افضل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الفقر فخری''

اس موضوع پر بابا سعدیؒ نے گلستان میں لمبی بحث کی ہے اور ایک عالم سے طویل مناظرہ کیا ہے بابا سعدی خود غنا کے افضل ہونے کے قائل تھے اور ان کے مقابل عالم فقر و فاقہ کی فضیلت کا قائل تھا دونوں کا جھگڑا بڑھ گیا تو دونوں شہر کے قاضی کے پاس گئے انہوں نے اس طرح فیصلہ سنایا کہ غنا اور فقر کے الگ الگ مواقع ہیں، کسی موقع پر فقر افضل ہوتا ہے اور کسی موقع پر غنا افضل ہوتا ہے جاؤ جھگڑے نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو ذلیل کرو۔ اب یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر و فاقہ کیسا تھا تو علماء لکھتے ہیں کہ آپ کا فقر شاہانہ تھا عاجزانہ نہیں تھا وہ فقر اختیاری تھا اضطراری نہیں تھا یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے اور اپنے اہل بیت کیلئے عزیمت پر مبنی ایک امتیازی فقیرانہ زندگی اختیار فرمائی تھی اور عام امت کو یہ اختیار دیا تھا کہ وہ وسعت کی زندگی جائز حدود کے دائرہ میں اپنا سکتے ہیں ''**الحمد لله لا ضيق ولا حرج ففى الامر سعة**''

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ... افلاس اور خستہ حالی کی فضیلت

(۱) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے پراگندہ بال دروازوں سے دھکیلے گئے ایسے ہیں اگر وہ اللہ پر قسم کھا دیں اللہ تعالیٰ ان کو قسم میں سچا کرے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح:"مدفوع" اشعث پراگندہ بال کو کہتے ہیں اور"اغبر" غبار آلود جسم کو کہتے ہیں اور مدفوع بالا بواب کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اس طرح گمنام اور لاچار وفقیر ہوتا ہے کہ فرض کرلو اگر کسی کے گھر کے دروازہ پر جا کر کھڑا ہو جاتا ہے تو اس کو وہاں سے بھگایا جاتا ہے اور اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں کی جاتی ہے نہ عام محفلوں اور مجلسوں میں اس کا کوئی پوچھنے والا ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ دنیا والوں کے ہاں وہ حقیر تر اور فقیر تر ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ اتنا معزز ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے وہ یہ قسم کھائے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی ذات کی قسم اللہ یہ کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کی لاج رکھ کر اس کی قسم سچی کر کے دکھاتا ہے یہ اس آدمی کی بڑی شان ہے معلوم ہوا کہ فقر و فاقہ اور افلاس کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت قدر ہے۔

ملت کے حقیقی خیر خواہ و پشت پناہ، غریب و ناتواں مسلمان ہیں

(۲) وَعَنْ مُصْعَبِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ رَأَىٰ سَعْدٌ اَنَّ لَهُ فَضْلًا عَلٰی مَنْ دُوْنَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَنْصُرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا سعد نے گمان کیا کہ اس کو اس سے کمتر شخص پر فضیلت حاصل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مدد نہیں کیے جاتے اور رزق نہیں دیئے جاتے مگر اپنے ضعیفوں کی برکت سے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح:"رایٰ سعد رضی اللہ عنہ" حضرت سعد حضور اکرم کے ماموں تھے شان والے صحابی تھے فاتح عراق تھے اور بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے مثلاً اعلیٰ درجہ کے بہادر تھے فیاض تھے اعلیٰ شرافت پر فائز تھے ان کے ذہن میں یہ بات آئی کہ جو لوگ میری جیسی خوبیاں اور خصوصیات نہیں رکھتے ان کے مقابلے میں خدمت کے حوالہ سے میں اسلام اور مسلمانوں کی زیادہ خدمت کرتا ہوں لہٰذا اسلام کیلئے میرا وجود زیادہ فائدہ مند ہے گویا دوسرے گمنام قسم کے غریب مسلمان میری وجہ سے باقی ہیں شاید حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے زبان سے اظہار بھی کیا ہوگا۔ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خیال نہ کرو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہیں فقیروں مسکینوں اور درویشوں کی برکت سے تم کھاتے پیتے ہو اور دشمن پر غالب آتے ہو لہٰذا ان کو حقیر نہ سمجھو گویا۔

اس دور میں کچھ خاک نشینوں کی بدولت باقی اسلام کی عظمت کی نشان ہے

غریب و نادار مسلمانوں کو جنت کی بشارت

(۳) وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنَ وَاَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ غَيْرَ اَنَّ اَصْحَابَ النَّارِ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ اِلَى النَّارِ وَقُمْتُ عَلٰى بَابِ النَّارِ فَاِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ. (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا اکثر لوگ جو جنت میں داخل ہوئے غریب تھے اور دولت مند قیامت کے دن روک لیے جائیں گے۔ سوائے اس کے نہیں کافروں کو دوزخ میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا۔ میں دوزخ کے دروازہ پر کھڑا ہوا اکثر اس میں داخل ہونے والی عورتیں ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح:"محبوسون" کے معنی ہیں وہ لوگ جن کو جنت میں جانے سے روک دیا گیا ہے! حاصل یہ کہ مؤمنین میں سے جو لوگ اس فانی دنیا میں مالداری و تمول اور جاہ و منصب کی وجہ سے عیش عشرت کی زندگی اختیار کیے ہوئے ہیں ان کو جنت میں جانے سے اس وقت تک کیلئے روکا رکھا جائیگا جب تک ان سے اچھی طرح حساب نہیں لیا جائے گا چنانچہ اس وقت وہ لوگ اس بات سے سخت رنج و غم محسوس کریں گے کہ انہیں دنیا میں مال و زر کی کثرت اور جاہ و منصب کی وسعت کیوں حاصل ہوئی اور وہ اپنی خواہشات نفس کے مطابق دنیاوی لذات و عشرت سے کیوں بہرہ مند ہوئے! کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر ان سے ان دنیاوی امور کا ارتکاب ہوا ہوگا جن کو حرام قرار دیا گیا ہے تو وہ عذاب کے مستوجب ہوں گے اور اگر انہوں نے

محض ان چیزوں کو اختیار کیا ہوگا جن کو حلال قرار دیا گیا ہے تب بھی انہیں حساب و کتاب کے مرحلہ سے بہر حال گزرنا پڑے گا جبکہ فقراء و مفلس لوگ اس سے بری ہوں گے کہ نہ تو ان سے حساب لیا جائے گا اور نہ انہیں جنت میں جانے سے روکا جائے گا بلکہ وہ مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں چلے جائیں گے اور ان کا مالداروں سے پہلے جنت میں جانا گویا ان نعمتوں کے عوض میں ہوگا جن سے وہ دنیا میں محروم رہے ہوں گے۔

جنتیوں اور دوزخیوں کی اکثریت کن لوگوں پر مشتمل ہوگی؟

(۴) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَءَ يْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَآءِ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَآءِ. (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جنت میں جھانکا میں نے اس میں اکثر اس کے رہنے والے فقراء کو دیکھا اور میں نے دوزخ میں جھانکا اس کے اکثر رہنے والیاں عورتیں ہیں۔ (متفق علیہ)

فقراء کی فضیلت

(۵) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فُقَرَآءَ الْمُهَاجِرِيْنَ يَسْبِقُوْنَ الْاَغْنِيَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَى الْجَنَّةِ بِاَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقراء مہاجرین قیامت کے دن مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "چالیس سال" سے مراد وہ عرصہ ہے جو ہماری اس دنیا کے شب و روز کے اعتبار سے چالیس سال کے بقدر ہوتا! اور اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق خاص طور پر انہی فقراء سے ہے جو مہاجرین میں سے تھے۔ اس طرح "اغنیاء" سے مراد بھی اغنیائے مہاجرین ہیں! رہی یہ بات کہ یہاں فقراء اور اغنیاء کیساتھ' مہاجرین کی قید کیوں لگائی گئی ہے تو اس کی حقیقت دوسری فصل کی پہلی حدیث سے معلوم ہوگی! نیز جنت میں فقراء کے پہلے داخل ہونے کی وجہ ہوگی اغنیاء تو حساب کی طوالت کی وجہ سے میدان حشر میں رکے رہیں گے' جبکہ فقراء حساب کے بغیر جنت میں داخل ہو کر وہاں کی سعادتوں اور نعمتوں سے بہرہ مند ہونے لگیں گے۔

(۶) وَعَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهٗ جَالِسٌ مَا رَأْيُكَ فِيْ هٰذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ اَشْرَافِ النَّاسِ هٰذَا وَاللّٰهِ حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ يُّنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ يُّشَفَّعَ قَالَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأْيُكَ فِيْ هٰذَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ مِنْ فُقَرَآءِ الْمُسْلِمِيْنَ هٰذَا حَرِيٌّ اَنْ خَطَبَ اَنْ لَا يُنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ لَا يُشَفَّعَ وَاِنْ قَالَ اَنْ لَا يُسْمَعَ لِقَوْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَيْرٌ مِنْ مِّلْءِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذرا آپ نے اپنے پاس بیٹھنے والے ایک شخص کو کہا اس شخص کے متعلق تیرا کیا خیال ہے اس نے کہا یہ اشراف لوگوں میں سے ہے اللہ کی قسم لائق ہے کہ اگر نکاح کا پیغام بھیجے نکاح کیا جائے اگر سفارش کرے اس کی سفارش قبول کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے پھر ایک شخص گذرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے متعلق تیرا کیا خیال ہے اس نے کہا اے اللہ کے رسول یہ شخص فقراء مسلمین سے ہے لائق ہے کہ اگر پیغام نکاح کا بھیجے نہ نکاح کیا جائے اور اگر کسی کی سفارش کرے اس کی سفارش قبول نہ کی جائے اگر کچھ کہے اس کی بات نہ سنی جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص بہتر ہے جبکہ اس جیسے کے ساتھ زمین بھری ہوئی ہو۔ (متفق علیہ)

اہل بیت نبوی کے فقر کی مثال

(۷) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شبع اٰلُ مُحَمَّدٍ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحيح البخاری و صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پے در پے دو دن جو کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "آل محمد" یعنی گندم کی بات چھوڑ و جو کی روٹی سے بھی مسلسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کا پیٹ نہیں بھرا اگر ایک دن کھانا ملا تو دوسرے دن نہیں ملا۔ اب یہاں سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام تو آخری عمر میں کثرت فتوحات کی وجہ سے آسودہ حال ہو گئے تھے پھر یہ فاقے کیسے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا آخر وقت میں بھی آپ نے دنیا سے فائدہ نہیں اٹھایا اور فاقے گزارے اگر چہ سہولت ہوگئی تھی۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھیں کہ یہ معیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کیلئے قائم کیا تھا عام امت کیلئے یہ معیار نہیں تھا۔

اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ مثال

(۸) وَعَنْ سَعِيْدِ نِ الْمُقْبُرِيِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ شَاةٌ مُّصْلِيَّةٌ فَدَعَوْهُ فَاَبٰى اَنْ يَّاكُلَ وَقَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ.

ترجمہ: حضرت سعید مقبری ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک قوم کے پاس سے گذرے ان کے سامنے بھونی ہوئی بکری رکھی ہوئی تھی انہوں نے آپ کو بلایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے نکل گئے جبکہ جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاش زندگی پر قرض کا سایہ

(۹) عَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ مَشٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيْرٍ وَاِهَالَةٍ سَنِخَةٍ وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعَالَهٗ بِالْمَدِيْنَةِ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ وَاَخَذَ مِنْهُ شَعِيْرًا لِاَهْلِهٖ وَلَقَدْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ مَا اَمْسٰى عِنْدَ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَاعُ بُرٍّ وَّلَا صَاعُ حَبٍّ وَاِنَّ عِنْدَهٗ لَتِسْعَ نِسْوَةٍ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو کی روٹی اور بد بودار چربی لے کر گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زرہ مدینہ میں ایک یہودی کے پاس گروی رکھی تھی اور اس سے اپنے گھر والوں کے لیے جو لیے تھے اور میں نے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے شام کے وقت آل محمد کے پاس نہ گیہوں کا صاع ہے نہ جو کا اور نہ کسی اور غلہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت نو بیبیاں تھیں۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "اهالة سنخة" اہالۃ چربی کو کہتے ہیں خواہ جامد ہو یا مائع ہو اسی طرح دنبہ کی لم کا گوشت اور اس کا تیل بھی مراد لیا جا سکتا ہے ملا علی قاری لکھتے ہیں "کل دہن یؤتدم بہ" یعنی ہر تیل جو بطور سالن استعمال کیا جا سکتا ہو۔ سنخۃ کا مطلب یہ ہے کہ اس میں تغیر آ گیا تھا دیر تک رکھا رہنے سے اس کا رائحہ متغیر ہو گیا تھا گویا معمولی سی بد بو محسوس ہو رہی تھی۔ اس قسم کی چربی وغیرہ عام قبائلی لوگ کھاتے ہیں یہ سڑا ہوا گوشت نہیں ہوتا صرف دیر تک رہنے سے ایک قسم کی بو پیدا ہو جاتی ہے۔

"رھن درعاً" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معاملہ یہودی کے ساتھ کیا تو شاید مسلمانوں میں کوئی ملا نہیں ہو گا یا بیان جواز کیلئے یہودی کو اختیار کیا "صاع" یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی ازواج کیلئے سال بھر کا خرچ پہلے دیتے تھے جیسے دوسری احادیث میں مذکور ہے یہاں کیسے فرمایا کہ ایک صاع گندم یا غلہ نہیں ہوتا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حالت ابتداء اسلام میں تھی خواہ مکہ میں ہو یا مدینہ میں ہو، پھر جب وسعت آگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سال بھر کا خرچ دیتے تھے کچھ ازواج نے قبول کیا اور کچھ نے فاقوں کو اختیار کیا۔ یہ جواب بھی ہوسکتا ہے کہ یہاں آل کا لفظ مقحم اور زائد ہو مطلب یہ کہ یہ معاملہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا تھا کہ آپ کے پاس کچھ نہیں ہوتا تھا بہر حال یہ فقر اختیاری تھا۔

دنیا کی طلب مومن کی شان نہیں

(۱۰) وَعَنْ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ رُمَالِ حَصِيْرٍ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ فِرَاشٌ وَقَدْ اَثَّرَ الرِّمَالُ وَقَدْ اَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهٖ مُتَّكِئًا عَلٰی وَسَادَةٍ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلٰی اُمَّتِكَ فَاِنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ قَدْ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ فَقَالَ اَوَفِیْ هٰذَا اَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اُولٰٓئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِیْ رِوَايَةٍ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْاٰخِرَةُ.

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس داخل ہوا آپ کھجور کے بوریہ پر لیٹے ہوئے تھے اس کے درمیان اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی بستر نہ تھا۔ بوریئے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر نشان ڈال دیئے تھے آپ چمڑے کے ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے جس کے اندر کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے میں نے کہا اے اللہ کے رسول دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر فراخی فرماوے فارس اور روم پر فراخی کی گئی ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی نہیں کرتے۔ فرمایا اے ابن خطاب تو ابھی تک ان خیالوں میں غلطاں ہے وہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کی لذتیں ان کے لیے دنیا میں جلدی دیدی گئی ہیں ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو راضی نہیں کہ ان کے لیے دنیا ہے اور ہمارے لیے آخرت۔ (متفق علیہ)

تشریح: "رمال حصیر" رمال میں را پر کسرہ اور ضمہ دونوں جائز ہیں یہ جمع ہے اس کا مفرد رمیل ہے جو مرمول کے معنی میں ہے اور مرمول منسوج کے معنی میں اور منسوج کا ترجمہ بٹنا ہے یعنی بٹی ہوئی رسی، پھر رمال مضاف ہے حصیر کی طرف اور حصیر چٹائی کو کہتے ہیں اَی رمال من حصیر چٹائی جب بنائی جاتی ہے تو اس میں کبھی کبھی رسیاں استعمال ہوتی ہیں، کبھی صرف تنکے جوڑے جاتے ہیں تنکوں سے بنی ہوئی چٹائی کچھ نرم اور بہتر ہوتی ہے لیکن رسیوں سے بنائی ہوئی چٹائی سخت ہوتی ہے کیونکہ یہ بٹی ہوئی رسیاں اُبھری ہوئی ہوتی ہیں جو جسم میں چبھ جاتی ہیں اور جسم میں نشان پڑ جاتے ہیں یہاں اسی قسم کی چٹائی کا نقشہ پیش کیا گیا ہے کہ بٹی ہوئی رسیوں کی چٹائی تھی اور اس پر کوئی بستر نہیں تھا جس کی وجہ سے جسم پر نشان پڑ گئے تھے۔ "حشوھا" یعنی تکیہ میں جو کچھ بھرا ہوا تھا وہ روئی یا کوئی نرم چیز نہیں تھی بلکہ تکیہ کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی "لیف" کھجور کی چھال کو کہتے ہیں "انت یا ابن الخطاب" یعنی یہ سوال تو کسی چھوٹے مرتبہ والے آدمی کو بھی نہیں کرنا چاہیے تھا خطاب کے بیٹے تیری شان تو اونچی ہے تجھے یہ سوال نہیں کرنا چاہیے تھا۔ کروڑوں درود اور کروڑوں سلام ہوں ایسے عظیم پیغمبر پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی۔

اصحاب صفہ کی ناداری

(۱۱) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ سَبْعِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ الصُّفَّةِ مَامِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ اِمَّا اِزَارٌ وَاِمَّا كِسَآءٌ قَدْ رَبَطُوْا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ فَيَجْمَعُهٗ كَرَاهِيَةَ اَنْ تُرٰی عَوْرَتُهٗ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا ہے اس میں سے ہر آدمی پر یا چادر تھی یا تہبند یا کملی انہوں نے اپنی گردن میں اسے باندھ رکھا ہے۔ ان میں سے بعض کپڑے آدھی پنڈلی تک پہنچے ہیں اور بعض دونوں ٹخنوں تک پہنچے وہ اسے اپنے دونوں ہاتھوں سے اکٹھا کر لیتا ہے تاکہ اس کا ستر نہ دیکھا جائے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

اپنی اقتصادی حالت کا موازنہ اس آدمی سے کرو جو تم سے بھی کمتر درجہ کا ہے

(۱۲) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَظَرَ اَحَدُكُمْ اِلٰى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِى الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ انْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَهُوَ اَجْدَرُ اَنْ لَا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ .(صحيح البخاري و صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت ایک تمہارا ایک شخص کو دیکھے جسے مال اور ظاہری صورت میں تم پر فضیلت دی گئی ہے تو چاہیے کہ ایسے شخص کی طرف دیکھے جو اس سے کمتر ہے۔ (متفق علیہ) مسلم کی ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے سے کم مرتبہ کو دیکھو اور اپنے سے زیادہ مرتبہ والے کو نہ دیکھو یہ لائق تر ہے کہ اللہ کی نعمتوں کو حقیر نہ جانو۔

تشریح: "اسفل منه" یعنی ایک شخص متوسط طبقہ سے تعلق رکھتا ہے اس سے زائد مال والے بھی ہیں اور کم مال والے بھی ہیں اس کو چاہیے کہ جب اپنے سے بڑے مالدار کی شان وشوکت کو دیکھے تو حرص ولالچ میں اس کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر منہ سے واہ واہ نہ کرے بلکہ دنیا کے حوالہ سے جو اس سے کم تر لوگ ہیں ان کو دیکھے اور خدا کا شکر ادا کرے وہاں دین کے حوالہ سے اپنے سے بڑے کو دیکھے اور اس تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری نہ ہو جائے۔ ''از درا'' اسی تحقیر و توہین اور ناقدری کے معنی میں ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ.... جنت میں فقراء کا داخلہ اغنیاء سے پہلے ہوگا

(۱۳) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَاءِ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ نِصْفُ يَوْمٍ. (رواه البخاري)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقیر جنت میں دولت مندوں سے پانچسو برس پہلے داخل ہوں گے جو کہ آدھا دن ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

مفلس ومسکین کی فضیلت

(۱۴) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِىْ مِسْكِيْنًا وَاَمِتْنِىْ مِسْكِيْنًا وَاحْشُرْنِىْ فِىْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنَ فَقَالَتْ عَآئِشَةُ لِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَآءِ هِمْ بِاَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا يَا عَآئِشَةُ لَاتَرُدِّى الْمِسْكِيْنَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ يَآ عَائِشَةُ اَحِبِّى الْمَسَاكِيْنَ وَقَرِّبِيْهِمْ فَاِنَّ اللّٰهَ يُقَرِّبُكِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَالْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ اِلٰى قَوْلِهٖ زُمْرَةَ الْمَسَاكِيْنَ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ مجھ کو مسکین زندہ رکھ مسکین مار اور مساکین کے گروہ میں میرا حشر کر۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کس واسطے اے اللہ کے رسول فرمایا وہ جنت میں مالداروں سے پہلے چالیس سال داخل ہوں گے اے عائشہ مسکین کو نہ پھیرا اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے تو ان کو دوست رکھ اور نزدیک کر۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھ کو نزدیک کرے گا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے ابوسعید سے فی زمرۃ المساکین تک۔

کمزور و نادار مسلمانوں کی برکت

(۱۵) وَعَنْ اَبِى الدَّرْدَآءِ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْغُوْنِىْ فِىْ ضُعَفَاءِ كُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ اَوْتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَائِكُمْ (سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا مجھ کو ضعیفوں میں طلب کرو اس لیے کہ تم رزق نہیں دیئے جاتے اور مدد نہیں کیے جاتے مگر اپنے ضعیفوں کی برکت سے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "ابغونی" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے تم اپنے معاشرہ کے کمزور اور نادار طبقہ میں تلاش کرو مجھے ان کے ہاں پاؤ گے اس جملہ کے دو مفہوم ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ مجھے مالداروں اور طاقتور لوگوں میں تلاش نہ کرو بلکہ میں غریبوں اور کمزوروں کے ساتھ ہوں لہٰذا تم مالداروں کی مجلسوں اور میل جول سے اجتناب کرو۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اگر میری رضا اور میری خوشنودی چاہتے ہو تو غریب' نادار اور کمزور لوگوں کی مدد کرو اور ان کی خوشنودی حاصل کرو۔ "او تنصرون" یہاں او کا لفظ تنویع کیلئے ہے چنانچہ بعض روایات میں واؤ ہے جو اس کی تائید ہے تاہم یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں او شک کیلئے ہو اور راوی کو شک ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کونسا لفظ ارشاد فرمایا تھا" بضعفائکم" یعنی اللہ تعالیٰ ان ناداروں اور کمزور لوگوں کی برکت سے میدان جنگ میں تمہاری مدد کرتا ہے اور انہیں ناداروں کی برکت سے تمہیں روزی عطا کرتا ہے۔ کیونکہ یہ بظاہر تو سیدھے سادھے لوگ ہیں لیکن ان کے اندر بڑے اللہ والے لوگ ہوتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عام انسانوں پر رحمت و شفقت فرماتے ہیں' آنے والی حدیث میں بھی اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔

(۱۶) وَعَنْ اُمَيَّةَ ابْنِ خَالِدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَسِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ كَانَ يَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِيْکَ الْمُهَاجِرِيْنَ. (رواه فی شرح السنة)

ترجمہ: حضرت امیہ بن عبداللہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فقراء مہاجرین کی دعا کی برکت سے فتح طلب کرتے تھے روایت کیا اس کو بغوی نے شرح السنہ میں۔

تشریح: "صعالیک" یہ صعلوک کی جمع ہے جس طرح عصافیر عصفور کی جمع ہے اس سے فقیر و مسکین اور کمزور و نادار لوگ مراد ہیں۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کافروں کے ساتھ جنگ کے موقع پر اللہ تعالیٰ سے نصرت و غلبہ کی دعا فرماتے تو اس میں فقراء مہاجرین کو واسطہ بناتے اور ان کی دعاؤں کو دشمن پر فتح کا ذریعہ بناتے چنانچہ ابن ملک فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعا فرماتے تھے "اللهم انصرنا علی الاعداء بعبادک الفقراء المهاجرين" اس حدیث سے ضعفاء مہاجرین کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

کافروں کی خوشحالی پر رشک نہ کرو

(۱۷) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَغْبِطَنَّ فَاجِرًا بِنِعْمَةٍ فَاِنَّکَ لَاتَدْرِیْ مَاهُوَلَاقٍ بَعْدَ مَوْتِهٖ اِنَّ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ قَاتِلًا لَا يَمُوْتُ يَعْنِی النَّارَ. (رواه فی شرح السنة)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی فاجر کے ساتھ رشک نہ کر کہ اس کو نعمت دی گئی ہے کیونکہ تو نہیں جانتا کہ مرنے کے بعد کس چیز کو ملنے والا ہے تحقیق اس کے لیے اللہ کے ہاں ایک قاتل ہے جو مرے گا نہیں آگ مراد رکھتے تھے۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

تشریح: "قاتلا" یعنی مارنے اور قتل کرنے والا ایسا عذاب ہوگا کہ وہ عذاب نہ خود مرے گا اور نہ فنا ہوگا اس سے دوزخ کی آگ مراد ہے۔ حدیث کی تعلیم یہ ہے کہ آخرت سے غافل فاسق فاجر مالدار کی آسودہ حالی اور شان و شوکت کو نہ دیکھو اور نہ اس پر رشک کرو کیونکہ اس کیلئے آنے والے حالات بہت سخت ہیں۔

دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے

(۱۸) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَسَنَتُهٗ وَاِذَا

فَارَقَ الدُّنْيَا فَارَقَ السِّجْنَ وَالسَّنَةَ. (رواه فی شرح السنة)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور قحط ہے جس وقت دنیا سے جدا ہوتا ہے اپنے قید خانہ اور قحط سے جدا ہوتا ہے۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

تشریح: قید خانہ اور قحط کا مطلب یہ ہے کہ مؤمن یہاں ہمیشہ طرح طرح کی تنگی وسختی کا شکار رہتا ہے اور معاشی پریشان حالیوں میں بسر اوقات کرتا ہے اور اگر کسی مؤمن کو یہاں کی خوشحالی میسر بھی ہو تو ان نعمتوں کی بہ نسبت کہ جو اس کو آخرت میں حاصل ہونے والی ہیں' یہ دنیا پھر بھی اس کے لئے قید خانہ اور قحط زدہ جگہ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی! یا یہ مراد ہے کہ مخلص وعبادت گزار مؤمن چونکہ اپنے آپ کو ہمیشہ طاعات وعبادات کی مشقتوں اور ریاضت ومجاہدہ کی سختیوں میں مشغول رکھتا ہے عیش وراحت کو اپنی زندگی میں راہ نہیں پانے دیتا اور ہر لحہ اس راہ شوق پر گامزن رہتا ہے کہ اس محنت ومشقت بھری دنیا سے نجات پا کر دارالبقاء کی راہ پکڑے۔ اس اعتبار سے یہ دنیا مؤمن کیلئے قید خانہ اور قحط زدہ جگہ سے کم صبر آزما نہیں ہوتی' ایک روایت میں یوں فرمایا گیا لا يخلو المؤمن من قلة او علة او ذلة وقد يجتمع للمؤمن الكامل جميع ذلك یعنی ایسا کوئی مؤمن نہیں جو' یا تو مال کی کمی' یا بیماری اور یا ذلت وخواری سے خالی ہو' اور بعض اوقات مؤمن کامل میں یہ سب چیزیں جمع ہو جاتی ہیں۔

جن کو اللہ اپنا محبوب بنانا چاہتا ہے ان کو دنیاوی مال و دولت سے بچاتا ہے

(۱۹) عَنْ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا حَمَاهُ الدُّنْيَا كَمَا يَظَلُّ اَحَدُكُمْ يَحْمِيْ سَقِيْمَهُ الْمَآءَ (رواه مسند احمد بن حنبل الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کسی شخص سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اس کو دنیا سے اس طرح بچاتا ہے جس طرح ایک تمہارا اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہے۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور ترمذی نے۔

مال کی کمی درحقیقت بڑی نعمت ہے

(۲۰) وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اثْنَتَانِ يَكْرَهُهُمَا ابْنُ اٰدَمَ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتُ خَيْرٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ مِنَ الْفِتْنَةِ وَيَكْرَهُ قِلَّةَ الْمَالِ وَقِلَّةُ الْمَالِ اَقَلُّ لِلْحِسَابِ. (رواه مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو چیزیں ہیں ان کو ابن آدم مکروہ سمجھتا ہے موت کو مکروہ سمجھتا ہے اور موت مومن کے لیے فتنہ سے بہتر ہے اور مال کی کمی کو ناپسند سمجھتا ہے حالانکہ مال کی قلت حساب کے لیے کم تر ہے۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

ذات رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعوی رکھتے ہو تو فقر و فاقہ کی زندگی اختیار کرو

(۲۱) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَغَفَّلٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ اُحِبُّكَ فَقَالَ انْظُرْ مَا تَقُوْلُ فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَ اِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَاَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا لَلْفَقْرِ اَسْرَعُ اِلٰى مَنْ يُّحِبُّنِيْ مِنَ السَّيْلِ اِلٰى مُنْتَهَاهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا دیکھ تو کیا کہتا ہے اس نے کہا اللہ کی قسم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں تین بار اس نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو اس بات کے کہنے میں سچا ہے تو فقر کے لیے اپنا پاکھر تیار کر البتہ فقر اس شخص کی طرف

بہت جلد پہنچتا ہے جیسے نالہ اپنی انتہا کی طرف۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: "تجفافاً" تجفاف کے تا پر کسرہ ہے اور جیم ساکن ہے اور فا پر فتحہ ہے دشمن سے جنگ کے دوران گھوڑے کو ایک اسلحہ پہنایا جاتا ہے جس سے گھوڑا دشمن کے وار سے محفوظ رہتا ہے جس طرح زرہ انسان کے جسم کو محفوظ رکھتی ہے اسی طرح یہ ایک قسم زرہ ہے جو گھوڑے کے جسم کو دشمن کے زخم سے بچاتی ہے اس آلہ کو اردو میں پاکھر کہتے ہیں یہاں تجفاف سے مصائب پر صبر کرنا اور مصائب کو برداشت کرنا مراد ہے کہ عشق مصطفیٰ کا تقاضہ یہ ہے کہ دین مصطفیٰ کی ترقی اور حفاظت کیلئے ہر قسم کی قربانی پر صبر کرنا چاہیے اس میں فقر و فاقہ بھی شامل ہے اور دشمن سے مقابلہ بھی شامل ہے یعنی محبت کا دعویٰ کرتے ہی مصائب سہنے کے لئے کمر کس لو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے سچے دعویٰ پر اس شخص کی طرف مصائب ایسے دوڑ کر آتے ہیں جس طرح نشیب کی طرف زوردار سیلاب جاتا ہے اس حدیث کی روشنی میں جب ہم بریلوی حضرات کو دیکھتے ہیں تو ان کی مشاہداتی زندگی بتاتی ہے کہ وہ عشق مصطفیٰ کے دعوے میں جھوٹے ہیں کیونکہ سچے عاشق کا نعرہ تو یہ ہوتا ہے۔

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والی نے — کہ بوجھلوں سے ٹکرا کر ابھرنا عین ایماں ہے
جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوک سناں سے بھی — برائے دین اسلام رقص کرنا عین ایماں ہے

دعوت اسلام میں پیش آمدہ فقر و فاقہ اور آفات و آلام کا ذکر

(۲۲) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ اُخِفْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُخَافُ اَحَدٌ وَلَقَدْ اُوْذِيْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُؤْذٰى اَحَدٌ وَلَقَدْ اَتَتْ عَلَيَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَيْنِ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ وَمَالِيْ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَاْكُلُهُ ذُوْكَبِدٍ اِلَّا شَيْءٌ يُوَارِيْهِ اِبْطُ بِلَالٍ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ حِيْنَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَارِبًا مِنْ مَكَّةَ وَمَعَهُ بِلَالٌ اِنَّمَا كَانَ مَعَ بِلَالٍ مِنَ الطَّعَامِ مَا يَحْمِلُ تَحْتَ اِبِطِهِ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق میں ڈرایا گیا ہوں اللہ سے اور کوئی میرے ساتھ نہیں ڈرایا گیا اور اللہ کی راہ میں مجھ کو ایذا پہنچائی گئی کہ کسی کو ایذا نہ دی گئی مجھ پر تیس رات اور دن ایسے گذرے ہیں کہ میرے اور بلال کے لیے کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کو کوئی جگر دار کھائے مگر تھوڑی سی چیز جس کو بلال کی بغل چھپاتی تھی۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس وقت آپ مکہ سے بھاگ کر نکلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے بلال کے پاس صرف اس قدر کھانا تھا جسے اپنی بغل میں اٹھاتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے فقر و افلاس کا حال

(۲۳) وَعَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ قَالَ شَكَوْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ فَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَطْنِهِ عَنْ حَجَرَيْنِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹوں سے ایک ایک پتھر کھولا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پتھر اپنے پیٹ سے کھولے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

(۲۴) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّهُ اَصَابَهُمْ جُوْعٌ فَاَعْطَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمْرَةً تَمْرَةً (رواہ الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو بھوک پہنچی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک ایک کھجور دی۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

صابر وشاکر کون ہے؟

(۲۵) وَعَنْ عُمَرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتَا فِيْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا مَنْ نَظَرَ فِيْ دِيْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاقْتَدٰى بِهٖ وَنَظَرَ فِيْ دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا وَمَنْ نَظَرَ فِيْ دِيْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ وَنَظَرَ فِيْ دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاَسِفَ عَلٰى مَافَاتَهٗ مِنْهُ لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا وَمَنْ نَظَرَ فِيْ دِيْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَدُوْنَهٗ وَنَظَرَ فِيْ دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاَسِفَ عَلٰى مَافَاتَهٗ مِنْهُ لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ شَاكِرًا وَّلَا صَابِرًا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَبْشِرُوْايَا مَعْشَرَ صَعَالِيْكِ الْمُهَاجِرِيْنَ بِالنُّوْرِ التَّامِ فِيْ بَابٍ بَعْدَ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ.

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں دو خصلتیں جس میں ہوں اللہ تعالیٰ اس کو شاکر اور صابر لکھتا ہے جو اپنے دین میں اپنے سے زیادہ مرتبہ والے کی طرف دیکھے اس کی اقتداء کرے اور اپنی دنیا میں اپنے سے کم درجہ کی طرف دیکھے پس اللہ کی تعریف کرے اس بنا پر جو اللہ تعالیٰ نے اس کو فضیلت بخشی ہے اللہ تعالیٰ اس کو صابر وشاکر لکھتا ہے۔ جو اپنے دین میں اس کی طرف دیکھے جو اس سے کم ہے اور دنیا میں دیکھے اس شخص کی طرف جو اس سے زیادہ ہے پس غم کرے اس پر جو چیز اس سے فوت ہوئی اللہ تعالیٰ اس کو صابر وشاکر نہیں لکھے گا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ.... فقر پر صبر کرنے کی فضیلت

(۲۶) عَنْ اَبِيْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْجُبُلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو وَسَاَلَهٗ رَجُلٌ قَالَ اَلَسْنَا مِنْ فُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُاللّٰهِ اَلَکَ امْرَاَةٌ تَاوِيْ اِلَيْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اَلَکَ مَسْكَنٌ تَسْكُنُهٗ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَنْتَ مِنَ الْاَغْنِيَآءِ قَالَ فَاِنَّ لِيْ خَادِمًا قَالَ فَاَنْتَ مِنَ الْمُلُوْکِ قَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ وَجَآءَ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ اِلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَنَا عِنْدَهٗ فَقَالُوْا يَا اَبَا مُحَمَّدٍ اِنَّا وَاللّٰهِ مَانَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ لَا نَفَقَةٍ وَلَا دَابَّةٍ وَلَا مَتَاعٍ فَقَالَ لَهُمْ مَا شِئْتُمْ اِنْ شِئْتُمْ رَجَعْتُمْ اِلَيْنَا فَاَعْطَيْنٰكُمْ مَايَسَّرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاِنْ شِئْتُمْ ذَكَرْنَا اَمْرَكُمْ لِلسُّلْطَانِ وَاِنْ شِئْتُمْ صَبَرْتُمْ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ فُقَرَآءَ الْمُهَاجِرِيْنَ يَسْبِقُوْنَ الْاَغْنِيَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَى الْجَنَّةِ بِاَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا قَالُوْا فَاِنَّا نَصْبِرُ لَا نَسْاَلُ شَيْئًا. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوعبدالرحمن جبلی سے روایت ہے کہا میں نے عبداللہ بن عمرو سے سنا اس سے ایک آدمی سوال کر رہا تھا کہ کیا ہم فقراء مہاجرین سے نہیں عبداللہ نے اس سے کہا کیا تیری بیوی ہے جس کی طرف تو ٹھکانا پکڑے۔ اس نے کہا ہاں کہا کیا تیرا مکان ہے جس میں رہے اس نے کہا ہاں کہا تو اغنیاء میں سے ہے اس شخص نے کہا میرا ایک خادم بھی ہے اس نے کہا پھر تو بادشاہوں سے ہے۔ عبدالرحمان نے کہا اور تین شخص عبداللہ بن عمرو کے پاس آئے میں بھی ان کے پاس تھا انہوں نے کہا اے ابومحمد اللہ کی قسم ہم کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے نہ خرچ کرنے پر نہ سواری پر اور نہ کسی اسباب پر اس نے کہا تم کیا چاہتے ہو اگر تم چاہتے ہو پھر ہماری طرف آنا ہم نہیں دیں گے جو اللہ تعالیٰ نے میسر کیا اگر تم چاہتے ہو تو ہم تمہارا قصہ بادشاہ کے سامنے بیان کر دیں گے اور اگر چاہو تو تم صبر کرو اس لیے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے فقراء مہاجرین قیامت کے دن مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ انہوں نے کہا ہم صبر کریں گے اور کسی سے کچھ سوال نہ کریں گے۔ (مسلم)

فقراء مہاجرین کی فضیلت

(۲۷) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَقَالَ بَيْنَا اَنَا قَاعِدٌ فِي الْمَسْجِدِ وَحَلَقَةٌ مِنْ فُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ قُعُوْدٌ اِذْ دَخَلَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ اِلَيْهِمْ فَقُمْتُ اِلَيْهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُبَشِّرْ فُقَرَآءَ الْمُهَاجِرِيْنَ بِمَا يَسُرُّ وُجُوْهَهُمْ فَاِنَّهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَآءِ بِاَرْبَعِيْنَ عَامًا قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ اَلْوَانَهُمْ اَسْفَرَتْ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ مَعَهُمْ اَوْمِنْهُمْ. (رواه الدارمی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک دفعہ میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اور فقراء مہاجرین کا ایک گروہ بھی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ ناگہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے پس ان میں آ کر بیٹھ گئے میں ان کی طرف کھڑا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقراء مہاجرین اس چیز کے ساتھ خوش ہوں جو انہیں خوش کرے وہ جنت میں مالداروں سے چالیس سال پہلے داخل ہوں گے کہا میں نے ان کے رنگ دیکھے کہ روشن ہو گئے یہاں تک کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آرزو کی کہ میں بھی ان کے ساتھ یا ان میں سے ہوتا۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے)

وہ باتیں جو خزانہ الٰہی میں سے ہیں

(۲۸) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ اَمَرَنِيْ خَلِيْلِيْ بِسَبْعٍ اَمَرَنِيْ بِحُبِّ الْمَسَاكِيْنِ وَالدُّنُوِّ مِنْهُمْ وَاَمَرَنِيْ اَنْ اَنْظُرَ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنِيْ وَلَا اَنْظُرَ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقِيْ وَاَمَرَنِيْ اَنْ اَصِلَ الرَّحِمَ وَاِنْ اَدْبَرَتْ وَاَمَرَنِيْ اَنْ لَا اَسْئَلَ اَحَدًا شَيْئًا وَاَمَرَنِيْ اَنْ اَقُوْلَ بِالْحَقِّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا وَاَمَرَنِيْ اَنْ لَا اَخَافَ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَاَمَرَنِيْ اَنْ اُكْثِرَ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَاِنَّهُنَّ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ (رواه مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میرے دوست نے مجھ کو سات باتوں کا حکم دیا ہے مسکینوں کے ساتھ محبت کرنے اور ان کے نزدیک ہونے کا اور مجھ کو حکم دیا کہ میں اپنے سے کم تر کو دیکھوں اور اپنے سے زیادہ مرتبہ والے کی طرف نہ دیکھوں مجھ کو صلہ رحمی کا حکم دیا اگرچہ رشتہ دار قطع رحمی کریں اور مجھ کو حکم دیا کہ کسی سے سوال نہ کروں اور مجھ کو حکم دیا کہ حق بات کہوں اگرچہ کڑوی ہو اور حکم دیا کہ خدا کے دین میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں اور مجھ کو حکم کیا کہ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ** بہت کہا کروں کیونکہ یہ کلمہ اس خزانے سے ہے جو عرش کے نیچے ہے۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرغوب دنیاوی چیزیں

(۲۹) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ مِنَ الدُّنْيَا ثَلٰثَةٌ اَلطَّعَامُ وَالنِّسَآءِ وَالطِّيْبُ فَاَصَابَ اثْنَتَيْنِ وَلَمْ يُصِبْ وَاحِدًا اَصَابَ النِّسَآءِ وَالطِّيْبَ وَلَمْ يُصِبِ الطَّعَامَ. (رواه مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے تین چیزیں پسند تھیں۔ کھانا۔ عورتیں اور خوشبو۔ دو چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پائیں اور ایک نہ پائی عورتیں اور خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مل گئی لیکن کھانا نہ مل سکا۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

(۳۰) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُبِّبَ اِلَيَّ الطِّيْبُ وَ النِّسَآءُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَ زَادَ ابْنُ الْجَوْزِيْ بَعْدَ قَوْلِهٖ حُبِّبَ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوشبو اور عورتیں میری طرف محبوب کی گئی ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ روایت کیا اس کو احمد اور نسائی نے۔ ابن جوزی نے حبب الیّ کے بعد من الدنیا کا لفظ بیان کیا ہے۔

راحت طلبی اور تن آسانی بندگان خاص کی شان کے منافی ہے

(۳۱) وَعَنْ مَعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ بِهٖ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ اِيَّاکَ وَالتَّعُمَّ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوْ بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ. (رواه مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت اس کو یمن کی طرف بھیجا فرمایا دور رکھ تو اپنے آپ کو تن آسانی سے اس لیے کہ بندگان خدا تن آسان نہیں ہوتے۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

قناعت کی فضیلت

(۳۲) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَضِيَ مِنَ اللّٰهِ بِالْيَسِيْرِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالْقَلِيْلِ مِنَ الْعَمَلِ

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے تھوڑے رزق سے راضی ہوا اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے عمل سے راضی ہو جائے گا۔

اپنی معاشی محتاجگی کو لوگوں پر ظاہر نہ کرنے والے کے حق میں وعدہ خداوندی

(۳۳) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَاعَ اَوِ احْتَاجَ فَكَتَمَهُ النَّاسَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يَّرْزُقَهٗ رِزْقَ سَنَةٍ مِنْ حَلَالٍ. رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھوکا ہوا یا محتاج ہوا اس نے لوگوں سے اس کو چھپا لیا تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو ایک سال تک رزق حلال پہنچا دے۔ روایت کیا ان دونوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

اللہ کے نزدیک کون مسلمان پسندیدہ ہے؟

(۳۴) وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ الْفَقِيْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِيَالِ. (رواه ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے مسلمان فقیر پارسا عیالدار بندے کو دوست رکھتا ہے۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا کمال تقویٰ

(۳۵) وَعَنْ زَيْدِ ابْنِ اَسْلَمَ قَالَ اسْتَسْقٰى يَوْمًا عُمَرُ فَجِيْءَ بِمَآءٍ قَدْ شِيْبَ بِعَسَلٍ فَقَالَ اِنَّهٗ لَطَيِّبٌ لٰكِنِّيْ اَسْمَعُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ نَعٰى عَلٰى قَوْمٍ شَهْوَاتِهِمْ فَقَالَ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَاَخَافُ اَنْ تَكُوْنَا حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ فَلَمْ يَشْرَبْهُ (رزين)

ترجمہ: حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ پانی مانگا ان کے پاس شہد ملا پانی لایا گیا کہا یہ پاک ہے لیکن میں سنتا ہوں اللہ تعالیٰ نے عیب لگایا ہے ایک قوم پر ان کی نفسانی خواہشات کی وجہ سے فرمایا تم نے دنیا کی زندگی میں اپنی لذتیں پوری کر لیں اور ان سے فائدہ اٹھا لیا۔ میں ڈرتا ہوں کہ ہماری نیکیوں کا ثواب جلد دیا گیا ہے پس پھر اس کو نہ پیا۔ (روایت کیا اس کو رزین نے)

ابتدائے اسلام میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا فقر وافلاس

(۳۶) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَا شَبِعْنَا مِنْ تَمَرٍ حَتّٰی فَتَحْنَا خَيْبَرَ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ہم کھجوروں سے سیر نہیں ہوئے یہاں تک کہ ہم نے خیبر فتح کیا۔ (بخاری)

بَابُ الْاَمَلِ وَالْحِرْصِ .... آرزو اور حرص کا بیان

قال اللہ تعالیٰ ذرهم يأكلوا ويتمتعوا ويلههم الأمل فسوف يعلمون (حجر ۳)

''الأمل'' لمبی لمبی امیدوں کے باندھنے اور طویل آرزوؤں کے قطار لگانے اور ان کیلئے منصوبہ سازی کرنے کا نام امل ہے' امل کا تعلق دنیوی زندگی سے ہے یہاں امل سے دنیاوی امور خوشحال زندگی اور مخصوص دنیوی عیش وعشرت اور مستقبل کی ترقی وکامیابی کی طویل امیدیں مراد ہیں کہ آدمی ان خیالی منصوبوں کی توسیع پسندی میں اس طرح غافل ہو جائے کہ موت کی یاد اور آخرت کی زندگی کی تیاری سے بالکل الگ ہو کر رہ جائے اور اس مصرعہ کا مصداق بن جائے۔ تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

اسی حقیقت کو واضح کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ذرهم ياكلوا ويتمتعوا ويلههم الامل فسوف يعلمون یعنی ان کافروں اور غافلوں کو آپ چھوڑ دیں کہ یہ کھالیں' فائدہ اٹھالیں' لمبی امیدیں باندھ لیں پھر عنقریب جان لیں گے۔ ہاں اگر کوئی شخص علم دین کے سیکھنے سکھانے اور اس کی ترقی اور کامیابی کیلئے طویل امیدیں اور تمنائیں کرتا ہے تو وہ جائز بلکہ قابل ستائش ہے۔

''الحرص'' طویل ارادوں کے حصول اور ان کی لالچ کو حرص کہتے ہیں' حرص کا تعلق بھلائی اور برائی دونوں سے ہوسکتا ہے بھلائی میں حرص کرنا' اچھے ارادوں کی تمنا کرنا یہ مذموم نہیں ہے ارشاد عالی ہے ان تحرص على هداهم' حريص عليكم بالمؤمنين رؤف الرحيم مگر نفسانی خواہشات کو پورا کرنا' دنیا کی ہر چیز کی فراوانی میں حرص کرنا' جائز حدود سے گزر کر مقاصد کو ناجائز طریقہ سے حاصل کرنا' یہ حرص ولالچ مذموم اور بری چیز ہے شریعت نے اسی حرص کو مکروہ قرار دیا ہے چنانچہ اس باب کی احادیث اسی حرص کی مذمت میں وارد ہیں' قاموس میں لکھا ہے کہ بدترین حرص وہ ہے کہ آدمی اپنا حصہ حاصل کرلے اور پھر غیر کے حصہ کی طمع اور لالچ میں لگا رہے۔ خلاصہ یہ کہ نیک امور جیسے حصول علم وعمل اور دین کی سربلندی میں حرص کرنا اور اس کی ترقی کی تمنا کرنا اچھی چیز ہے' اس کے علاوہ میں حرص بری چیز ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ... انسان، اس کی موت اور اس کی آرزوؤں کی صورت مثال

(۱) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرَبَّعًا وَخَطَّ خَطًّا فِي الْوَسْطِ خَارِجًا مِنْهُ وَخَطَّ خُطُطًا صِغَارًا اِلٰى هٰذَا الَّذِيْ فِي الْوَسْطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِيْ هُوَ فِي الْوَسْطِ فَقَالَ هٰذَا الْاِنْسَانُ وَهٰذَا اَجَلُهُ مُحِيْطٌ بِهِ وَهٰذَا الَّذِيْ هُوَ خَارِجٌ اَمَلُهُ وَهٰذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْاَعْرَاضُ فَاِنْ اَخْطَاهُ هٰذَا نَهَسَهُ هٰذَا وَاِنْ اَخْطَاَهُ هٰذَا انَهَسَهُ هٰذَا (بخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مربع شکل خط کھینچا ایک خط اس کے درمیان میں اس سے باہر نکلنے والا کھینچا اور چھوٹے چھوٹے خطوط اس خط کی طرف کھینچے جو وسط میں تھا فرمایا یہ انسان ہے اور یہ اس کی اجل اس کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط عوارضات ہیں اگر اس سے گذر گیا یہ حادثہ اس کو پہنچتا ہے اگر یہ حادثہ گذر گیا اس کو یہ پہنچتا ہے۔ (بخاری)

تشریح: حدیث کا حاصل یہ ہے کہ انسان دور دراز کی امیدیں اور آرزوئیں رکھتا ہے اور اس وہم میں مبتلا ہوتا ہے کہ اس کی وہ امیدیں اور آرزوئیں کبھی نہ کبھی پوری ہوں گی۔ حالانکہ حقیقت میں وہ ان امیدوں اور آرزوؤں سے بہت دور اور اپنی موت سے بہت قریب ہوتا ہے' جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی امیدوں اور آرزوؤں کی منزل تکمیل تک پہنچنے سے پہلے موت کی آغوش میں پہنچ جاتا ہے۔

(۲) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ خَطَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خُطُوطًا فَقَالَ هٰذَا الْاَمَلُ وَهٰذَا اَجَلُهٗ فَبَیْنَمَا هُوَ کَذٰلِکَ اِذْ جَآءَهُ الْخَطُّ الْاَقْرَبُ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند خطوط کھینچے پس فرمایا یہ اس کی امید ہے یہ اس کی اجل ہے آدمی اسی طرح ہوتا ہے اس کو نزدیک کا خط آ پہنچتا ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

بڑھاپے کی حرص

(۳) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَهْرُمُ ابْنُ اٰدَمَ وَیَشِبُّ مِنْهُ اثْنَانِ الْحِرْصُ عَلَی الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَی الْعُمُرِ (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی بوڑھا ہوتا ہے اور دو چیزیں اس میں جوان ہوتی ہیں مال اور درازی عمر کی حرص۔ (متفق علیہ)

تشریح: یہ حقیقت ہے کہ انسان خواہ کتنا ہی بوڑھا ہو جائے اس کے مزاج واطوار اور اس کی جبلت پر مذکورہ بالا دونوں خصلتوں کی گرفت ڈھیلی نہیں ہوتی بلکہ عمر کے ساتھ ساتھ ان دونوں چیزوں کا زور بھی بڑھتا رہتا ہے اور بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا نفس (اگر علم وعمل اور ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ محفوظ و پاکیزہ نہ ہو جائے تو وہ) اپنی خواہشات اور اپنے جذبات کی گرفت میں رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ خواہشات وجذبات کی تکمیل مال اور عمر کے بغیر نہیں ہو سکتی دوسرے یہ کہ انسان جب بڑھاپے کی منزل میں پہنچ جاتا ہے تو اس میں ان نفسانی خواہشات وجذبات کا وجود تو جوں کا توں قائم رہتا ہے لیکن وہ قوت عقلیہ کو جو (قوت شہوانیہ) کے محرکات کو دفع نہیں کر سکتی! اسی اعتبار سے ان دونوں چیزوں کو ''جوان اور قوی'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَزَالُ قَلْبُ الْکَبِیْرِ شَآبًّا فِیْ اثْنَیْنِ فِیْ حَبِّ الدُّنْیَا وَطُوْلِ الْاَمَلِ. (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں بوڑھے آدمی کا دل ہمیشہ دو چیزوں پر جوان ہوتا ہے۔ دنیا کی محبت اور درازی آرزو میں۔ (متفق علیہ)

بوڑھا اگر توبہ وانابت نہیں کرتا تو اس کو عذر کا کوئی موقع نہیں

(۵) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلٰی امْرِیءٍ اَخَّرَ اَجَلَهٗ حَتّٰی بَلَّغَهٗ سِتِّیْنَ سَنَةً (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا عذر دور کر دیا جس کی اجل کو ڈھیل دی۔ اور ساٹھ برس تک اس کی عمر کر دی۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''اعذر الله'' یعنی اللہ تعالیٰ نے جب کسی آدمی کو ساٹھ سال کی عمر عطاء فرمائی اور اس آدمی نے اس طویل عمر میں بھی توبہ نہ کی تو اب اللہ تعالیٰ کے ہاں اس شخص کا کوئی عذر باقی نہیں رہا اس کے سب عذر اعذار اور بہانے ختم ہو گئے اب سزا کے سوا اس کو کیا مل سکتا ہے کیونکہ اتنی طویل مدت ملنے اور طویل عمر گزرنے کے بعد بھی وہ گناہوں سے باز نہ آیا سر اور داڑھی کے سفید بالوں نے خطرے کی گھنٹی بجا دی مگر وہ ہوش میں نہ آیا تو اب اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا کوئی عذر باقی نہیں رہا کیونکہ جوان تو اچھا بننے کے لئے بڑھاپے کا انتظار کر سکتا ہے مگر ایک بوڑھا جس کے سر پر موت منڈلا رہی ہے وہ آخر کس چیز کا انتظار کر رہا ہے۔ ''اعذر الله'' اعذر اللہ میں ہمزہ سلب مأخذ کیلئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے سارے عذر بہانے ختم کر دیئے یہ حدیث اس آیت کی تفسیر بن سکتی ہے اولم نعمر کم ما یتذکر فیه من تذکر وجاء کم النذیر (فاطر ۳۷)

انسان کی حرص وطمع کی درازی کا ذکر؟

(۶) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَا بْتَغٰى ثَالِثًا وَلَا يَمْلَاءُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ. (بخاری و صحیح مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا اگر انسان کے لیے دو وادیاں مال کی ہوں ضرور تیسری تلاش کرے اور آدمی کے پیٹ کو نہیں بھرتی مگر خاک اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے جو توبہ کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ گناہوں سے توبہ کو قبول کرنا چونکہ پروردگار کی شان رحمت ہے اور ان گناہوں کا تعلق خواہ ظاہری بدعملیوں سے ہو یا باطنی برائیوں سے، اس لئے بری حرص میں مبتلا ہونے والا شخص اگر اخلاص و پختگی کے ساتھ اس برائی سے اپنے نفس کو باز رکھنے کا عہد کر لیتا ہے اور اپنے پروردگار سے توبہ واستغفار کرتا ہے تو اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے! یا یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو اس برائی سے پاک کرنا چاہتا ہے اس پر اپنی رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے بایں طور کہ اس کو اس بری خصلت کے ازالہ کی توفیق اور نفس کو پاکیزہ و مہذب بنانے کی باطنی طاقت عطاء فرماتا ہے۔

اس حدیث میں یہ تنبیہ بھی ہے کہ انسان کی جبلت میں بخل کا مادہ رکھا گیا ہے اور یہ بخل ہی ہے جو حرص وال اور طمع ولالچ کا باعث بنتا ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ انفاق وایثار کے ذریعہ بخل کی سرکوبی کرتا رہے تاکہ حرص کو راہ پانے کا موقع نہ ملے۔

دنیا میں مسافر کی طرح رہو

(۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ جَسَدِيْ فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بدن کا ایک حصہ پکڑا فرمایا تو دنیا میں اس طرح رہ گویا تو مسافر ہے۔ یا راہ کا گذرنے والا ہے اور اپنے نفس کو تو مردوں سے شمار کر۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "غریب" عربی زبان میں غریب ناآشنا اور مسافر کو کہتے ہیں، غریب ایسا مسافر ہوتا ہے جس کی پوری توجہ صرف اپنے سفر کی طرف ہوتی ہے یعنی دنیا میں اس طرح گمنام رہو کہ تمہارا اپنے کام سے مطلب ہو اور صرف آخرت پر نظر ہو اور اسی کی تیاری ہو "او عابر سبیل" یہ "او" کا لفظ بل کے معنی میں ہے جو ترقی کیلئے ہے یعنی مسافر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ مسافر ہے جو کسی جگہ آکر سفر کی زندگی گزارتا ہے اور اس جگہ میں قیام اختیار کرتا ہے دوسرا وہ مسافر ہے جو راہ گیر اور چلتا مسافر ہے وہ کسی جگہ قیام نہیں کرتا بلکہ منزل مقصود کی طرف ہر وقت رواں دواں رہتا ہے اس حدیث میں اس دوسری قسم کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ آخرت کی تیاری اور اپنے مقصود میں لگے رہنے میں صرف مسافر نہیں بلکہ "چلتا مسافر" بنو اور دنیوی تعلقات کو توڑ کر اپنے مقصود کے پیچھے لگ جاؤ جیسا کسی نے کہا کہ

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی تو اگر میرا نہیں بنتا تو نہ بن اپنا تو بن

"عد نفسک فی اهل القبور" یعنی اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو اور لوگوں سے کہہ دو کہ بس مجھے مردہ سمجھ لو لہٰذا مجھ سے دنیا کے دھندوں اور لوگوں کے جھگڑوں میں پڑنے کی اُمید نہ رکھو بہرحال جس طرح حقیقی موت سے دنیا کی چیزیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اسی طرح ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ دنیا کی یہ عارضی چیزیں ایک طرف کر دے اور خود مکمل طور پر آخرت کی طرف متوجہ ہو جائے اور اپنے نفس امارہ کو ایسا ماردے کہ دنیا کی کسی چیز سے اس کا کوئی تعلق باقی نہ رہے۔ اسی مضمون کو ایک حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے "موتوا قبل ان تموتوا" یعنی موت آنے سے پہلے اپنے آپ کو مردہ سمجھ لو۔ اس حدیث میں وعد نفسک سے آخر تک جو الفاظ ہیں یہ بخاری میں نہیں ہیں صرف حدیث کے ابتدائی کلمات ہیں لہٰذا اس کو رواہ البخاری کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ رواہ الترمذی کہنا چاہیے تھا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ... زیادہ توجہ اپنی دینی واخروی زندگی کی اصلاح کی طرف مبذول رکھو

(۸) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ مَرَّبِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا وَاُمِّیْ نُطَیِّنُ شَیْئًا فَقَالَ مَا هٰذَا یَا عَبْدَاللّٰهِ قُلْتُ شَیْءٌ نُصْلِحُهٗ قَالَ الْاَمْرُ اَسْرَعُ مِنْ ذٰلِکَ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گذرے میں اور میری ماں کسی چیز کو لیپتے تھے فرمایا اے عبداللہ یہ کیا ہے میں نے کہا ایک چیز ہے ہم اس کی درستگی کرر ہے ہیں۔ آپ نے فرمایا امر اس سے جلد تر ہے۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ موت کا آنا اس مکان کی ٹوٹ پھوٹ اور خرابی سے کہیں پہلے متوقع ہے۔ تم لیپ پوت کے ذریعہ اس مکان کی مرمت و درستگی میں اس لئے مصروف ہو کہ کہیں اس کے در و دیوار اور چھت تمہاری زندگی ختم ہونے سے پہلے نہ گر پڑے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس مکان کے گر پڑنے اور اس کے خراب ہونے سے تم خود موت کی آغوش میں پہنچ سکتے ہو پس تمہارے لئے اپنے عمل کی اصلاح کی طرف متوجہ رہنا' اس مکان کی مرمت و درستگی میں مشغول ہونے سے زیادہ بہتر ہے اور اس میں دل لگانا عبث ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا اپنے مکان کو گارا مٹی لگانا اشد ضرورت کے تحت نہیں ہوگا بلکہ وہ زیادہ مضبوطی اور آرائش کے لئے اس کو لیپ پوت رہے ہوں گے۔

موت سے کسی لمحہ غافل نہ ہونا چاہئے

(۹) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُهْرِیْقُ الْمَآءَ فَیَتَیَمَّمُ بِالتُّرَابِ فَاَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمَآءَ مِنْکَ قَرِیْبٌ یَقُوْلُ مَایُدْرِیْنِیْ لَعَلِّیْ لَا اَبْلُغُهٗ. رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَابْنُ الْجَوْزِیِّ فِیْ کِتَابِ الْوَفَآءِ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کرتے اور مٹی کے ساتھ تیمّم کرتے میں کہتا اے اللہ کے رسول پانی آپ کے قریب ہی ہے فرماتے میں کیا جانوں شاید کہ میں اس تک نہ پہنچوں۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں اور ابن الجوزی نے کتاب الوفاء میں۔

انسان کی موت اس کی آرزو سے زیادہ قریب ہے

(۱۰) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا ابْنُ اٰدَمَ وَهٰذَا اَجَلُهٗ وَوَضَعَ یَدَهٗ عِنْدَ قَفَاهُ ثُمَّ بَسَطَ فَقَالَ وَثَمَّ اَمَلُهٗ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ابن آدم ہے اور یہ اس کی اجل ہے آپ نے اپنا ہاتھ اپنی گدی کے نزدیک رکھا پھر کھولا اور فرمایا اس جگہ اس کی آرزو ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: "وهذا اجله" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اپنے ہاتھ کو اپنی گردن پر بالکل متصل رکھا اور فرمایا کہ انسان کی موت اتنی قریب ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو گردن سے ہٹا کر دور کر دیا اور اشارہ فرمایا کہ وہ انسان کی امید ہے یعنی موت بالکل قریب آگئی ہے اور تمنا بہت دور چلی گئی ہے۔

(۱۱) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَرَزَ عُوْدًا بَیْنَ یَدَیْهِ وَاٰخَرَ اِلٰی جَنْبِهٖ وَاٰخَرَ اَبْعَدَ...... فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا هٰذَا قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هٰذَا الْاِنْسَانُ وَهٰذَا الْاَجَلُ اُرَاهُ قَالَ وَهٰذَا الْاَمَلُ فَیَتَعَاطَی الْاَمَلَ فَلَحِقَهُ الْاَجَلُ دُوْنَ الْاَمَلِ. (رواه فی شرح السنة)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لکڑی اپنے آگے گاڑی ایک لکڑی اپنے پہلو میں اور ایک لکڑی بہت دور فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے

فرمایا یہ انسان ہے اور یہ اس کی اجل ہے۔ میرے گمان میں آپ نے فرمایا اور یہ آدمی کی آرزو ہے وہ آرزو کرتا رہتا ہے کہ مومن اس کی آرزو پوری ہونے سے پہلے آپہنچتی ہے۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

اس امت کے لوگوں کی عمر

(۱۲) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمْرُ اُمَّتِیْ مِنْ سِتِّیْنَ سَنَةً اِلٰی سَبْعِیْنَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں فرمایا میری امت کی عمر ساٹھ برس سے ستر برس تک ہے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ امت محمدیہ کے لوگوں کی عمر کا حصہ تناسب ساٹھ سال اور ستر سال کے درمیان رہے گا۔ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اکثر لوگوں کے اعتبار سے فرمائی ہے ورنہ تو اس امت میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کی عمر ساٹھ سال تک بھی نہیں پہنچ پاتی اور ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کی عمر ستر سال سے بھی متجاوز ہو جاتی ہے۔

(۱۳) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْمَارُ اُمَّتِیْ مَا بَیْنَ السِّتِّیْنَ اِلَی السَّبْعِیْنَ وَاَقَلُّهُمْ مَنْ یُّجُوْزُ ذٰلِکَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَذُکِرَ حَدِیْثُ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ الشِّخِّیْرِ فِیْ بَابِ عِبَادَةِ الْمَرِیْضِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر برس کے درمیان ہیں اور کمتر ہیں امت سے جو اس سے تجاوز کریں گے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور ابن ماجہ نے۔ اور عبداللہ بن شخیر کی روایت باب عیادۃ المریض میں ذکر کی جا چکی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ.... بخل اور آرزو کی مذمت

(۱۴) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ صَلَاحِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْیَقِیْنُ وَالزُّهْدُ وَاَوَّلُ فَسَادِهَا الْبُخْلُ وَالْاَمَلُ. رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ.

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے روایت کی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس امت کی پہلی نیکی یقین اور زہد ہے اور اس کا پہلا فساد بخل اور امید کی درازی حیاتی میں ہے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: "الیقین" یقین سے مراد اس بات پر کامل عقیدہ ہے کہ رازق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے وہی اللہ جل جلالہ رزق دیتا ہے اور وہی اللہ جل جلالہ رزق کا ضامن اور کفیل ہے یہ یقین آجائے تو پھر بخل اور حرص ولالچ نہیں رہے گی اور یہ خوف نہیں ہوگا کہ آج اگر خرچ کروں گا تو کل کیا کھاؤں گا؟ یہ بے یقینی کی کیفیت ہے، شیخ عبدالوہاب متقی نے اپنی کتاب الحبل المتین فی تحصیل الیقین میں لکھا ہے کہ یقین اس اعتقاد جازم کا نام ہے جو دلائل سے اتنا مضبوط ہو جائے کہ آدمی کیلئے حق بات کا اعلان کرنا آسان ہو جائے یہ حکماء کی اصطلاح ہے لیکن صوفیاء کے ہاں یقین اس قلبی کیفیت کا نام ہے جو شریعت کے اوامر پر انسان کو ابھارے اور منہیات شرعیہ سے انسان کو باز رکھے۔ یقین بنیادی طور پر چار ارکان پر مشتمل ہے:

☆ توحید باری تعالیٰ پر پختہ یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور وہی اس کائنات کا مدبر اور متصرف ہے۔

☆ توکل یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ رزاق ایک اللہ کی ذات ہے اور وہی رزق کا ضامن ہے۔

☆ جزاء وسزا کا اس طرح عقیدہ ہو کہ ہر اچھے برے کا بدلہ قیامت میں ملے گا۔

☆ یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے تمام احوال سے ہر وقت مطلع ہے۔

حقیقی زہد کیا ہے؟

(۱۵) وَعَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ لَيْسَ الزُّهْدُ الدُّنْيَا بِلُبْسِ الْغَلِيْظِ وَالْخَشِنِ وَاَكْلِ الْجَشِبِ اِنَّمَا الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا قِصَرُ الْاَمَلِ. (رواه في شرح السنة)

ترجمہ: حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہا دنیا میں زہد موٹے اور سخت کپڑے پہننے اور سوکھی اور خشک روٹی کھانے میں نہیں۔ دنیا میں زہد آرزو کی کوتاہی ہے۔ (روایت کیا اس کو بغوی نے شرح السنہ میں)

تشریح: "الغلیظ" اون کا موٹا کپڑا مراد ہے جیسے کھدر وغیرہ "الخشن" کھردرا اور سخت کپڑا مراد ہے "الجشب" سوکھے روکھے خشک اور بدمزہ کھانے کو جشب کہتے ہیں "قصر الامل" قصر بمعنی قصر ہے کوتاہ اور مختصر آرزوئیں مراد ہیں یعنی اصل زہد یہ نہیں ہے کہ کھردرا کپڑا ہو بدمزہ کھانا ہو بلکہ اصل زہد آرزوؤں کو مختصر کرنے کا نام ہے کہ دنیا سے ایسی بے رغبتی ہو کہ اس کے بنانے میں بالکل دلچسپی نہ ہو نہ طویل منصوبہ بندی ہو اور نہ کوئی رغبت ہو بلکہ دنیا سے بیزار اور آخرت کی طرف راغب ہو۔

اس حدیث کا خلاصہ یہ نکلا کہ جو سالک وزاہد جسمانی طور پر تو دنیا سے اجتناب کرتا ہے لیکن دل میں دنیا سے محبت رکھتا ہے اور اس کا دل دنیا کی محبت سے بھرا ہوا ہے تو یہ مہلک مرض ہے اور تباہ کن صورتحال ہے اس کے برعکس اگر جسمانی طور پر کوئی شخص دنیا کی مباح لذتوں سے فائدہ اٹھائے لیکن اس کا دل دنیا کی محبت سے یکسر خالی ہو بلکہ آخرت کی طرف متوجہ ہو تو یہ بہتر صورتحال ہے گویا دنیا کا مال ہاتھ میں ہے اور آخرت کا ایمان دل میں ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک کشتی پانی میں چلتی ہے اس میں لوگ سوار ہیں اگر سمندر کا پانی کشتی کے باہر ہے تو یہ کشتی کیلئے بہت ضروری ہے کیونکہ پانی کے بغیر کشتی نہیں چل سکتی لیکن اگر یہی پانی کشتی میں آکر بھر جائے تو کشتی بھی غرق ہو جائے گی اور لوگ بھی ڈوب جائیں گے بالکل اسی طرح دنیا کا مال ہے جو ظاہری بدن کیلئے ضروری ہے لیکن اگر دنیا کا یہی مال انسان کے دل میں گھس کر اس پر قبضہ کرلے تو اس سے ایمان برباد ہو جائے گا اور پھر یہ آدمی ہلاک ہو جائے گا یہی مضمون اور یہی توضیح آنے والی امام مالکؒ کی روایت اور اثر کی ہے۔ الغرض ان دونوں روایتوں کے مطلب کو اس مثال سے بھی بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ انسان کا جسم مثل سواری ہے اگر سواری کو کھلاؤ پلاؤ اور موٹا تازہ رکھو تو وہ آپ کی سواری کے خوب کام آئے گی لیکن اگر اس کو کمزور کیا تو وہ ہلاک ہو جائے گی اور سواری کے قابل نہیں رہے گی اسی طرح اگر جسم کو زیادہ کمزور کیا تو یہ جسم بھی پھر عبادت کے کام نہیں آئے گا۔

(۱۶) وَعَنْ زَيْدِ ابْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا وَسُئِلَ اَيُّ شَيْءٍ اَلذُّهْدُ فِي الدُّنْيَا قَالَ طِيْبُ الْكَسْبِ وَقِصَرُ الْاَمَلِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

ترجمہ: حضرت زید بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے مالک سے سنا ان سے پوچھا گیا دنیا میں زہد کیا ہے کہا کسب حلال اور آرزو کا کوتاہ ہونا۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْمَالِ وَالْعُمْرِ لِلطَّاعَةِ

اللہ کی اطاعت وعبادت کے لئے مال اور عمر سے محبت رکھنے کا بیان

"استحباب" کے معنی ہیں اچھا جاننا پسند کرنا! "مال" کے معنی ہیں خواستہ یعنی وہ چیز جس کی چاہ وخواہش رکھی جائے اس کی جمع "اموال" ہے اور "مال" اصل میں "میل" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں مائل ہونا راغب ہونا! چنانچہ دھن ودولت اسباب وسامان اور جائیداد وغیرہ کو "مال" اسی لئے کہا جاتا ہے کہ انسان ان چیزوں کی طرف طبعی طور پر رغبت ومیلان رکھتا ہے! "عمر" کے معنی ہیں زندگی زندہ رہنے کی مدت۔

اس باب میں وہ احادیث نقل کی جائیں گی جن سے معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت وعبادت کی خاطر دین کی خدمت کے لئے اور اخروی فلاح وبہبود کے امور انجام دینے کی غرض سے مال ودولت کی خواہش وطلب اور درازی عمر کی آرزو رکھنا جائز ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ..... اللہ کا پسندیدہ بندہ کون ہے؟

(۱) عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ ذُكِرَ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَيْنِ فِيْ بَابِ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ.

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ متقی غنی گوشہ نشین بندے کو دوست رکھتا ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث لاحسد الافی اثنین باب فضائل القرآن میں ذکر کی جا چکی ہے۔

تشریح: "التقی" صاحب تقویٰ آدمی کو تقی کہا گیا ہے یہاں تقی سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے مال میں بے جا اسراف نہ کرتا ہو" الغنی" صاحب مال کو غنی کہا گیا ہے اس سے مراد حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے والا شکر گزار مالدار آدمی ہے۔" الخفی "گمنام گوشہ نشین آدمی کو خفی کہا گیا ہے اس سے مراد وہ مالدار آدمی ہے جو بہت بڑے مالدار ہونے کے باوجود عاجز مسکین اور گمنام رہتا ہو مال کی کثرت کی وجہ سے نہ تکبر کرتا ہو اور نہ دوسروں پر علو اور تجاوز کرتا ہو بلکہ خاموشی کی زندگی گزارتا ہو اور خاموشی کے ساتھ اپنے اس حلال مال کو بھلائی کے راستوں میں خرچ کرتا ہو یہ شخص اس لئے اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے کہ اس میں بہت ساری بھلائیاں جمع ہوگئی ہیں جبکہ مالدار لوگ تکبر کے ساتھ ساتھ ظلم پر اُتر آتے ہیں اور غنڈہ گردی کے تمام اڈے چلاتے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ.... درازی عمر کی فضیلت حسن عمل پر منحصر ہے

(۲) عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ اَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَ حَسُنَ عَمَلُهٗ قَالَ فَاَيُّ النَّاسِ شَرٌّ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَسَآءَ عَمَلُهٗ. (رواه مسند احمد بن حنبل والجامع ترمذی والدارمی)

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کونسا آدمی بہتر ہے فرمایا جس کی عمر دراز ہو اور اس کے عمل صالح ہوں۔ اس نے کہا کونسا آدمی بدتر ہے فرمایا جس کی عمر دراز ہو اور اس کے عمل برے ہوں۔ روایت کیا اس کو احمد ترمذی اور دارمی نے۔

اچھے اعمال کے ساتھ زیادتی عمر کی فضیلت

(۳) وَعَنْ عُبَيْدِ ابْنِ خَالِدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آخٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَقُتِلَ اَحَدُهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتَ الْاٰخَرُ بَعْدَهٗ بِجُمُعَةٍ اَوْنَحْوِهَا فَصَلُّوْا عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاقُلْتُمْ قَالُوْ دَعَوْنَا اللّٰهَ اَنْ يَّغْفِرَ لَهٗ وَيَرْحَمَهٗ وَيُلْحِقَهٗ بِصَاحِبِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَيْنَ صَلٰوتُهٗ بَعْدَ صَلٰوتِهٖ وَعَمَلُهٗ بَعْدَ عَمَلِهٖ اَوْقَالَ صِيَامِهٖ بَعْدَ صِيَامِهٖ لَمَا بَيْنَهُمَا اَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ السَّمَآءِ وَلْاَرْضِ. (رواه سنن ابو دائود وسنن نسائی)

ترجمہ: حضرت عبید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کے درمیان بھائی چارہ کیا۔ ان میں سے ایک اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا۔ پھر ایک ہفتہ بعد یا ایک ہفتہ کے قریب دوسرا فوت ہوا۔ صحابہ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے کیا کہا صحابہ نے عرض کی ہم نے اللہ سے اس کے لیے بخشش مانگی اور رحمت کی دعا کی اور یہ کہ اس کو اس کے ساتھی سے ملائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی نماز کے بعد اس کی نمازیں کہاں گئیں اور اس کے عمل کے بعد اس کے عمل اور اس کے روزے کے بعد اس کے روزے کہاں گئے۔ ان دونوں کے درجوں میں زمین وآسمان کی دوری ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے)

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ یہ شخص اپنے ساتھی کی شہادت کے بعد جتنے زائد دنوں تک زندہ رہا اور ان دنوں میں اس نے جو عبادات و اعمال صالح کئے ان کی وجہ سے اس کا مرتبہ اپنے شہید بھائی وساتھی کے مرتبہ سے بھی بلند ہو گیا ہے! اس موقعہ پر بجا طور پر یہ اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ بعد میں وفات پانے والا مذکورہ شخص محض ان عبادات و اعمال کی وجہ سے کہ جو اس نے ایک ہفتہ کے دوران کئے تھے' اس

شخص پر فضیلت کیسے پا سکتا ہے جو اس سے پہلے میدان جنگ میں شہید ہو گیا تھا اور جب کہ اس نے خدا کی راہ میں اور دین حق کی سربلندی کی خاطر شہادت کا درجہ پایا اور جام شہادت بھی اس نے اس زمانہ میں نوش کیا جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف فرما تھے' اسلام اپنے ابتدائی زمانہ کے نہایت پر آشوب حالات سے گزر رہا تھا' اور دین کے مددگاروں کی کمی تھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس دوسرے شخص کو پہلے شخص (شہید) کے مقابلہ میں زیادہ افضل قرار دینا محض اس کے ان اعمال کی وجہ سے نہیں ہے جو اس نے اس ایک ہفتہ کے دوران کئے تھے بلکہ اصل بات یہ تھی کہ وہ شخص بھی اسلامی لشکر ہی کا ایک فرد تھا اور خدا کی راہ میں مرابط کے فرائض انجام دیا کرتا تھا نیز میدان جنگ میں شہید ہونے کی صادق نیت رکھتا تھا' لہٰذا اس کی نیت کا یہ پھل اس کو ملا کہ اس کو گویا شہادت کا درجہ دیا گیا جس کی وجہ سے وہ اپنے ساتھی کا ہم مرتبہ ہو گیا اور پھر اس نے اس ساتھی کی شہادت کے بعد کے دنوں میں جو نیک اعمال کئے ان کی وجہ سے اس کا مرتبہ اور زیادہ بڑھ گیا۔

وہ چار آدمی جن کے حق میں دنیا بھلی یا بری ہے

(۴) وَعَنْ اَبِیْ کَبْشَةَ الْاَنْمَارِیِّ اِنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ثَلٰثٌ اُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَاُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا فَاحْفَظُوْهُ فَاَمَّا الَّذِیْ اُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ فَاِنَّهٗ مَانَقَصَ مَالَ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ وَلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلِمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا اِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ بِهَا عِزًّ وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْئَلَةٍ اِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ وَاَمَّا الَّذِیْ اُحَدِّثُكُمْ فَاحْفَظُوْهُ فَقَالَ اِنَّمَا الدُّنْيَا لِاَرْبَعَةِ نَفَرٍ عَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِیْ فِيْهِ رَبَّهٗ وَيَصِلُ رَحِمَهٗ وَيَعْمَلُ لِلّٰهِ فِيْهِ بِحَقِّهٖ فَهٰذَا بِاَفْضَلِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَّلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِیْ مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَاَجْرُ هُمَا سَوَآءٌ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا فَهُوَ يَتَخَبَّطُ فِیْ مَالِهٖ بِغَيْرِ عَلْمٍ لَا يَتَّقِیْ فِيْهِ رَبَّهٗ وَلَا يَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهٗ وَلَا يَعْمَلُ فِيْهِ بِحَقٍّ فَهٰذَا بِاَخْبَثِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالًا وَّلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِیْ مَالًا لَعَمِلْتُ فِيْهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ نِيَّتُهٗ وَوِزْرُهُمَا سَوَآءٌ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ.

ترجمہ: حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ تین خصلتیں ہیں میں ان پر قسم کھاتا ہوں اور میں تمہارے آگے ایک حدیث پڑھتا ہوں اس کو یاد رکھو وہ تین جن پر میں قسم کھاتا ہوں یہ ہیں کہ اللہ کے راستہ میں دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور کوئی بندہ ظلم نہیں کیا جاتا ظلم کیا جانا مگر اللہ تعالیٰ اس ظلم کے سبب عزت زیادہ کر دیتا ہے اور نہیں کوئی شخص کہ اس نے مانگنا شروع کیا مگر اللہ اس کو فقیر کر دیتا ہے اور وہ حدیث کہ جس کے متعلق میں نے کہا تھا کہ بیان کروں گا یاد رکھو کہ وہ یہ ہے کہ دنیا صرف چار قسم کے آدمیوں کے لیے ہے ایک وہ شخص کہ اللہ نے اس کو مال اور علم دیا وہ اپنے مال کے بارے میں ڈرتا ہے اور اپنی برادری سے صلہ رحمی کرتا ہے۔ اس مال میں اللہ کے لیے کام کرتا ہے اللہ کے حق کے مطابق ایسا بندہ کامل مراتب میں ہوگا۔ دوسرا وہ شخص کہ اللہ نے اس کو علم دیا اور مال نہ دیا اس کی نیت سچی ہے کہتا ہے اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں شخص جیسا عمل کرتا ان دونوں کا ثواب برابر ہے اور تیسرا وہ شخص کہ اللہ نے اس کو مال دیا اور علم نہیں دیا وہ بھٹکتا ہے اپنے مال میں اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے میں تقویٰ اختیار نہیں کرتا اور اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی نہیں کرتا اس مال میں حق کے ساتھ عمل نہیں کرتا یہ بدترین مراتب میں ہوگا اور چوتھا وہ شخص ہے کہ اللہ نے اس کو مال اور علم نہیں عطا کیا اور وہ کہتا ہے اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں شخص کی طرح عمل کرتا اور وہ بدنیت ہے تو ان دونوں کا گناہ برابر ہے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: "اقسم علیهن" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی یقینی اور پکی ہیں کہ ان پر میں قسم کھا سکتا ہوں۔

☆ ایک یہ کہ صدقہ اور خیرات سے کبھی مال کم نہیں ہوتا نہ گھٹتا ہے اگرچہ لوگ بظاہر سمجھتے ہیں کہ مال دینے سے مال گھٹتا ہے۔

☆ مظلوم کا ظلم پر صبر کرنے سے اس کی عزت گھٹتی نہیں بلکہ بڑھتی ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ عزت گھٹتی ہے کیونکہ اس نے بدلہ نہیں لیا۔

☆ بھیک مانگنے سے فقر وفاقہ آتا ہے اگرچہ سائل سمجھتا ہے کہ اس سے فقر وفاقہ ختم ہو جاتا ہے۔

"احدثکم" یعنی میں نے جو کہا تھا کہ تمہارے سامنے ایک حدیث بیان کروں گا تو اس کو سنو کہ دنیا اور مال کے اعتبار سے لوگ چار قسم پر ہیں۔

(۱) ایک وہ آدمی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور علم دونوں دیا یہ بہت اچھا آدمی ہے اگر مال وعلم کا حق ادا کرے۔ (۲) دوسرا وہ آدمی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے اور مال نہیں دیا جب یہ علم پر عمل کرتا ہے تو یہ بھی بہت اچھا آدمی ہے۔ یہ سچی نیت والا ہے اگر مال آ گیا تو اچھے کاموں میں خرچ کروں گا لہٰذا یہ بھی پہلے آدمی کی طرح اچھا آدمی ہے۔ (۳) تیسرا وہ آدمی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خوب مال دیا ہے اور علم کچھ نہیں دیا وہ جہالت کے ساتھ مال کے اندر ناجائز تصرف کرتا پھرتا ہے یہ بدترین آدمی ہے۔ (۴) چوتھا وہ آدمی ہے کہ نہ اس کے پاس مال ہے نہ علم ہے لیکن وہ یہ تمنا کرتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں شخص کی طرح غلط کاموں میں اُڑا دیتا تو یہ آدمی بھی تیسرے نمبر کے آدمی کی طرح ہے' گناہ کی تمنا میں یہ گنہگار ہو گیا لہٰذا یہ بھی اسی کی طرح ہو گیا۔ "وزرهما سواء" یعنی مفلس جاہل ہے اور تمنا کر کے کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال آ گیا تو فلاں فاسق وفاجر مالدار کی طرح عیش کروں گا' رنڈیاں نچاؤں گا' شراب پیوں گا' حق کو دباؤں گا تو اس کے گناہ اور مالدار فاسق کے گناہ کا بوجھ برابر سرابر ہو گا گویا اچھی نیت سے اچھا ثواب ملتا ہے اور بری نیت سے برا بدلہ ملتا ہے۔

سوال:۔ یہاں یہ سوال ہے کہ معصیت کے ارتکاب سے پہلے تو نیت پر مواخذہ نہیں ہوتا یہاں کیوں ہوا؟

جواب:۔ نیت کے پانچ درجات ہیں جنہیں شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے:

مراتب القصد خمس ها جس ذکروا فخاطر فحديث النفس فاستمعا

يليه هم يعزم كلها رفعت الا الاخيرة ففيه الاخذ قد وقعا

تو عزم کے درجہ میں اگر نیت ہو تو اس پر مواخذہ ہوتا ہے یہاں اس شخص کی نیت عزم کے درجہ میں ہے اس لئے مواخذہ کا ذکر کیا گیا ہے' عزم یہ ہے کہ آدمی گناہ پر سو فیصد تیار ہے صرف موقع ملنے کا انتظار ہے۔

نیکی کی توفیق اور حسن خاتمہ

(۵) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِذَا اَرَادَ بِعَبْدٍ خَيْرًا اِسْتَعْمَلَهٗ فَقِيْلَ وَكَيْفَ يَسْتَعْمِلُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ يُوَفِّقُهٗ لِعَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ الْمَوْتِ. (رواه الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے بھلائی کرواتا ہے۔ سوال کیا گیا اے اللہ کے رسول کس طرح بھلائی کرواتا ہے فرمایا کہ اس کو موت سے پہلے نیک عمل کی توفیق دیتا ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

دانا آدمی وہی ہے جو خواہشات نفس کو احکام الٰہی کے تابع کردے

(۶) وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ. (رواه الجامع ترمذی وابن ماجة)

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دانا وہ شخص ہے کہ اپنے نفس کو اللہ کا مطیع کرے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے اور احمق وہ شخص ہے کہ اپنے نفس کو اپنی خواہش کے تابع کرے اور اللہ تعالیٰ پر امید رکھے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: "الکیس" یہ کیاسۃ سے ہے عقلمند' ہوشیار کے معنی میں ہے اس میں بہادری کا مفہوم بھی پڑا ہے یعنی ہوشیار بہادر عقلمند شخص وہ ہے

''دان'' جھکانے کے معنی میں ہے یعنی نفس کو مطیع وفرمانبردار بنایا ہے ''العاجز'' عاجز سے یہاں احمق' بے ہمت اور بزدل شخص مراد ہے کہ اس کے نفس نے اس کو ایسا گرادیا کہ وہ اپنے نفس کے پیچھے لگ گیا' گناہوں میں آلودہ رہا اور صرف تمناؤں کے آسرے پر بیٹھ گیا نہ توبہ کی نہ استغفار کیا' گناہوں میں گرفتار ہے اور آرزو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے مجھے جنت دے گا بے شک اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے مگر قہار وجبار بھی تو ہے' یہ تو ایک قسم استہزا ہے کہ کسی کو ناراض بھی کررہا ہے اور اس سے حالت رضا کا فیصلہ بھی کرا رہا ہے' علامہ کرخیؒ نے فرمایا ہے کہ عمل صالح کے بغیر جنت کا طلب کرنا گناہوں میں سے ایک گناہ ہے حسن بصریؒ نے فرمایا ''من ظن انه يصل الى الله بعمل فهو متعن ومن ظن انه يصل الى الله بغير عمل فهو متمن '' یعنی جس شخص نے یہ خیال کیا کہ وہ صرف عمل کے زور سے اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائے گا تو وہ اپنے آپ کو مشقت میں ڈالنے والا ہے اور جو شخص یہ خیال کرے کہ وہ عمل کے بغیر اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائے گا تو وہ صرف آرزو کرنے والا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ پہلے اپنے آپ کو مستحق رحمت محسن بناؤ پھر رحمت کی دعا مانگو کیونکہ ان رحمة الله قريب من المحسنين قرآن کی آیت ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ..... خداترس لوگوں کے لئے دولت بری چیز نہیں

(۷) عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنَّا فِيْ مَجْلِسٍ فَطَلَعَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى رَأْسِهٖ اَثَرُ مَاءٍ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرَاكَ طَيِّبَ النَّفْسِ قَالَ اَجَلْ قَالَ ثُمَّ خَاضَ الْقَوْمُ فِيْ ذِكْرِ الْغِنٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَاسَ بِالْغِنٰى لِمَنِ اتَّقَى اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَالصِّحَّةُ لِمَنِ اتَّقٰى خَيْرٌ مِّنَ الْغِنٰى وَطِيْبُ النَّفْسِ مِنَ النَّعِيْمِ. (رواه مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص سے روایت ہے کہ ہم ایک مجلس میں تھے ہمارے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر پانی کا نشان تھا۔ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ہم آپ کو خوش دیکھتے ہیں فرمایا ہاں۔ راوی نے کہا پھر لوگ دولت مندی کے ذکر میں مشغول ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دولت مندی کا اس شخص کو جو اللہ سے ڈرے کوئی مضائقہ نہیں اور پرہیزگار کے لیے بدن کی صحت دولت مندی سے بہتر ہے اور خوش دلی جملہ نعمتوں سے بہتر ہے۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

مال ودولت مومن کی ڈھال ہے

(۸) وَعَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ كَانَ الْمَالُ فِيْمَا مَضٰى يُكْرَهُ فَاَمَّا الْيَوْمَ فَهُوَ تُرْسُ الْمُؤْمِنِ وَقَالَ لَوْلَا هٰذِهِ الدَّنَانِيْرُ لَتَمَنْدَلَ بِنَا هٰؤُلَاءِ الْمُلُوْكُ وَقَالَ مَنْ كَانَ فِيْ يَدِهٖ مِنْ هٰذِهٖ شَيْءٌ فَلْيُصْلِحْهُ فَاِنَّهٗ زَمَانٌ اِنِ احْتَاجَ كَانَ اَوَّلَ مَنْ يَّبْذُلُ دِيْنَهٗ وَقَالَ الْحَلَالُ لَا يَحْتَمِلُ السَّرَفَ. (رواه فی شرح السنة)

ترجمہ: حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہا اگلے زمانہ میں مال مکروہ تھا اور اس زمانہ میں مال مومن کی سپر ہے اور سفیان نے کہا اگر یہ دینار نہ ہوتے تو ہم کو بادشاہ بے قدر کرڈالتے اور کہا سفیان نے کہ جس شخص کے ہاتھ میں اس مال سے کچھ ہو تو وہ اس کی اصلاح کرے اس لیے کہ اس زمانہ میں کوئی محتاج ہوگا تو سب سے پہلے اپنے ہاتھ سے اپنے دین کو دیں گے اور فرمایا کہ حلال مال اسراف کو نہیں اٹھاتا۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

تشریح: حضرت سفیانؒ کے آخری قول کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص محنت ومشقت برداشت کرکے اور جائز وسائل وذرائع سے جو کچھ کماتا ہے وہ بڑا پاکیزہ مال ہوتا ہے لہٰذا اس کو چاہیے کہ وہ اپنے اس حلال وپاکیزہ مال کو فضول خرچیوں میں ضائع نہ کرے بلکہ کفایت شعاری اور احتیاط کے ساتھ خرچ کرے اور تھوڑا بہت پس انداز کرنے کی کوشش بھی کرے اور اس کی حفاظت کرے تاکہ وہ کسی فوری ضرورت کے وقت کسی کا محتاج نہ رہے اور قلبی اطمینان واستغناء کی وجہ سے اپنے دین کی سلامتی حاصل رہے۔ یا اس قول کے یہ معنی ہیں کہ محنت ومشقت اور جائز وسائل وذرائع سے کمایا ہوا مال اتنا زیادہ نہیں ہوتا کہ اس کو فضول خرچیوں میں ضائع کیا جاسکے۔ بلکہ وہ بہت تھوڑا اور مختصر ہوتا ہے کہ جائز ضروریات زندگی کو بھی مشکل ہی سے پورا کرپاتا ہے۔

ساٹھ سال کی عمر بڑی عمر ہے

(۹) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنَادِیْ مُنَادٍ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَیْنَ اَبْنَآءُ السِّتِّیْنَ وَھُوَ الْعُمُرُ الَّذِیْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَوَلَمْ نُعَمِّرْ کُمْ مَا یَتَذَکَّرُ فِیْہِ مَنْ تَذَکَّرَ وَجَآءَ کُمُ النَّذِیْرُ. رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن منادی کرنے والا منادی کرے گا کہ کہاں ہیں ساٹھ برس کی عمر والے۔ یہ ایسی عمر ہے کہ اس کے حق میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے کیا میں نے تم کو عمر نہیں دی تھی ایسی عمر کہ اس میں نصیحت پکڑے نصیحت پکڑنے والا اور تمہارے پاس ڈرانے والا آ چکا۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں)

حسن عمل کے ساتھ عمر کی زیادتی درجات کی بلندی کا باعث ہے

(۱۰) وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ شَدَّادٍ قَالَ اِنَّ نَفَرًا مِنْ بَنِیْ عُذْرَۃَ ثَلٰثَۃً اَتَوُا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَکْفِیْنِیْھِمْ قَالَ طَلْحَۃُ اَنَا وَکَانُوْا عِنْدَہٗ فَبَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِیْہِ اَحَدُھُمْ فَاسْتُشْھِدَ ثُمَّ بَعَثَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِیْہِ الْاٰخَرُ فَاسْتُشْھِدَ ثُمَّ مَاتَ الثَّالِثُ عَلٰی فِرَاشِہٖ قَالَ قَالَ طَلْحَۃُ فَرَاَیْتُ ھٰؤُلَاءِ الثَّلٰثَۃِ فِی الْجَنَّۃِ وَرَاَیْتُ الْمَیِّتَ عَلٰی فِرَاشِہٖ اَمَامَھُمْ وَالَّذِی اسْتُشْھِدَ اٰخِرًا یَلِیْہِ وَاَوَّلُھُمْ یَلِیْہِ فَدَ خَلَنِیْ مِنْ ذٰلِکَ فَذَکَرْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذٰلِکَ فَقَالَ وَمَا اَنْکَرْتُ مِنْ ذٰلِکَ لَیْسَ اَحَدٌ اَفْضَلَ عِنْدَاللّٰہِ مِنْ مُؤْمِنٍ یُعَمَّرُ فِی الْاِسْلَامِ لِتَسْبِیْحِہٖ وَتَکْبِیْرِہٖ وَتَھْلِیْلِہٖ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن شداد سے روایت ہے کہا تحقیق بنی عذرہ سے تین شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے وہ مسلمان ہوئے یہ تینوں حضرت طلحہ کے پاس تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا کسی جگہ ایک شخص ان تینوں سے لشکر میں نکلا اور شہید ہو گیا پھر حضرت نے ایک اور لشکر بھیجا اس میں دوسرا آدمی نکلا وہ بھی شہید کیا گیا پھر تیسرا شخص اپنے بستر پر مرا۔ عبداللہ نے کہا کہ طلحہ نے کہا کہ میں نے ان تینوں کو بہشت میں دیکھا اور جو بستر پر مرا وہ ان سے پہلے تھا اور جو بعد میں شہید ہوا تھا وہ اس کے پاس ہے اور جو پہلے شہید ہوا وہ سب سے پیچھے ہے۔ میرے دل میں شبہ ہوا تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خواب ذکر کیا حضرت نے فرمایا تو نے کس چیز کا انکار کیا اللہ کے نزدیک اس شخص سے افضل کوئی شخص نہیں جو مسلمانی کی حالت میں عمر دراز دیا جائے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی وجہ سے سبحان اللہ اور اللہ اکبر اور الحمد للہ کے ساتھ۔

تشریح: ظاہر ہے کہ جس شخص نے بعد میں شہادت پائی اس کی عمر پہلے شہید ہونے والے کی عمر سے زائد ٹھہری' اور جب اس کی عمر زیادہ ہوئی تو اس کے اچھے عمل بھی زیادہ ہوئے' لہٰذا پہلے شہید ہونے والے شخص سے اس کا افضل و برتر ہونا کسی شک وشبہ کا محل نہیں ہو سکتا' رہی اس شخص کی بات جو اپنے دونوں ساتھیوں کے بعد اپنے بستر پر فوت ہوا تو اس کی عمر گویا ان دونوں سے زائد ہوئی اور اسی اعتبار سے اس کے عمل بھی ان دونوں کے عمل سے زیادہ ہوئے' اس لئے وہ اپنے دونوں ساتھیوں سے کہ جو اگرچہ میدان جنگ میں شہید ہوئے تھے زیادہ افضل قرار پایا۔ وہ شخص گو شہادت نہیں پا سکا تھا مگر مرابط ہونے اور جہاد کرنے کی صادق نیت رکھنے کی وجہ سے شہیدی کے مرتبہ کا حامل قرار دیا گیا۔

عبادت گزار زندگی کی اہمیت

(۱۱) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ عُمَیْرَۃَ وَکَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عَبْدًا لَوْ خَرَّ عَلٰی وَجْھِہٖ مِنْ یَوْمِ وُلِدَ اِلٰی اَنْ یَمُوْتَ ھَرِمًا فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ لَحَقَّرَہٗ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ وَلَوَدَّ اَنَّہٗ رُدَّ اِلَی الدُّنْیَا کَیْمَا یَزْدَادَ مِنَ الْاَجْرِ وَالثَّوَابِ رَوَاھُمَا اَحْمَدُ.

ترجمہ: حضرت محمد بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں تھا کہا اگر اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ اللہ کی طاعت کے لیے سجدہ میں گرے اسی دن سے کہ پیدا ہوا بوڑھا ہو کر مرنے تک تو وہ اس عبادت کو قیامت کے دن حقیر جانے گا اور دوست رکھے گا کہ پھر بھیجا جائے دنیا میں تاکہ اجر و ثواب زیادہ حاصل کرے روایت کیا ان دونوں حدیثوں کو احمد نے۔

تشریح: "ابو عمیرة" عین پر زبر ہے اور میم پر زیر ہے' ان کے بیٹے کا نام محمد ہے چونکہ محمد کا صحابی ہونا زیادہ مشہور نہیں تھا اس لئے ان کے نام کے ساتھ یہ تعارف لگایا جاتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ اس حدیث میں اعمال کی بہت بڑی ترغیب ہے کہ ایک شخص نے تصور سے بھی بڑھ کر عبادت کی لیکن قیامت کے دن وہ بھی تمنا کرے گا کہ میں کچھ زیادہ عبادت کرتا تو کتنا اچھا ہوتا۔

بَابُ التَّوَكُّلِ وَالصَّبْرِ..... توکل اور صبر کا بیان

قال الله تعالیٰ ومن يتوكل على الله فهو حسبه' ان الله يحب المتوكلين' وقال تعالیٰ واصبر وما صبرك الا بالله' ان الله مع الصابرين

لغت میں توکل سپرد کرنے اور اعتماد و بھروسہ کو کہتے ہیں اور اصطلاح عام میں قضائے الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا نام توکل ہے۔ صوفیاء کرام کی اصطلاح میں کچھ تفاوت ہے' چنانچہ سری سقطیؒ کے قول کے مطابق بغیر چوں و چرا "بس اور بے بسی سے الگ تھلگ ہونے کا نام توکل ہے"۔

حضرت جنید بغدادیؒ کے قول کے مطابق توکل اس کو کہتے ہیں کہ بندہ اس طرح اللہ تعالیٰ کا ہو جائے گویا کہ اس کا اپنا وجود ہی نہ تھا تو اللہ تعالیٰ اس طرح بندے کا ہو جائے گا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے تھا' بہر حال شریعت میں توکل اسباب کے تعطل کا نام نہیں ہے بلکہ تمام اسباب کا استعمال توکل کے ماتحت ہے جتنا بندہ سے ہو سکتا ہے وہ کرے آگے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے جس طرح ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی سے فرمایا "قيد و توكل" مولانا رومیؒ نے فرمایا: برتوکل زانوئے اشتر بہ بند" یعنی اونٹ کو باندھ کر تب توکل کرو' بہر حال اسباب کا استعمال جائز ہے' اسباب پر بھروسہ اور اتکال جائز نہیں ہے' اسباب کے استعمال کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان اسباب کو مستقل حکم ہوتا ہے کہ وہ اثر کریں یا نہ کریں اس سے معلوم ہوا کہ اسباب کوئی مستقل علت نہیں ہیں بلکہ یہ بھی ذرائع ہیں ان کے ہاتھ میں بھی کچھ نہیں ہے سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ توکل ایک عام لفظ ہے تمام امور اور سارے معاملات میں توکل جاری رہتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر استعمال رزق اور کسب واکتساب کے باب میں ہوتا ہے اور اسی میں زیادہ مشہور ہے۔ "والصبر" جزع فزع کے مقابلہ میں نظم و ضبط اور سنجیدگی اور وقار کا نام صبر ہے' لغت میں صبر رکنے اور روکنے کو کہتے ہیں شریعت میں صبر اس کو کہتے ہیں کہ حق و باطل کے مقابلہ کے وقت جذبۂ حق پر ڈٹ کر جذبۂ باطل پر اس کو ترجیح دی جائے۔ ملا علی قاری نے مرقات میں صبر کی اس طرح تعریف کی ہے "الصبر هو حبس النفس على ما يقتضيه العقل والشرع" اوپر اردو والی تعریف گویا اس عربی والی تعریف کی تشریح و تفصیل ہے۔ صبر کے تین ارکان ہیں۔

(۱) الصبر على العبادة (۲) الصبر عن المعصية (۳) الصبر على المصيبة توکل اور صبر چونکہ لازم اور ملزوم ہیں اس لئے دونوں کو ایک ہی باب میں جمع کر دیا گیا ہے تاہم توکل کا اکثر استعمال ارزاق کے معاملات میں ہوتا ہے اور صبر کا اکثر استعمال مصائب اور شدائد میں ہوتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ..... توکل اختیار کرنے والوں کی فضیلت

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِىْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (صحيح البخاری و صحيح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے وہ لوگ ہیں کہ نہ منتر کی طلب کرتے ہیں اور نہ شگون بد لیتے ہیں۔ اور اپنے رب پر ہی

بھروسہ لیتے ہیں۔ روایت کیا اس کو بخاری نے اور مسلم نے۔

تشریح: "لا یسترقون" سین وتا طلب کیلئے ہے رقیہ طلب کرنا مراد ہے رقیہ منتر جنتر کو کہتے ہیں۔ اب رقیہ اور منتر جنتر دو قسم پر ہے' ایک جاہلیت کا منتر جنتر ہے اس کو اسلام نے مطلقاً منع کیا ہے اگر یہاں رقیہ سے جاہلیت کے منتر جنتر مراد ہیں تو یہ ادنیٰ مومن کیلئے بھی جائز نہیں ہے۔ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے اشعة للمعات میں لکھا ہے کہ زیادہ واضح یہ ہے کہ اس حدیث میں منتر کا جو ذکر کیا گیا ہے اس سے زمانہ جاہلیت کے ٹونے ٹوٹکے اور مشرکانہ منتر مراد ہیں جن کا قرآن وحدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے اور لا یتسطیرون کا جملہ اس پر واضح دلالت کرتا ہے کیونکہ تطیر کا عمل جاہلیت کی بدفالی میں سے ہے جو اسلام میں منع ہے لہٰذا منتر جنتر بھی منع ہے اور تطیر کا عمل بھی منع ہے۔ رقیہ اور منتر کی دوسری قسم دم درود اور علاج معالجہ ہے اگر اس حدیث میں مطلقاً دم درود اور علاج معالجہ کے ترک کرنے کا ذکر ہے تو اس سے خواص کا توکل مراد ہوگا اور یہ خواص الناس اور عارفین ومخلصین کے درجۂ توکل کا ذکر ہوگا جن کی شان یہ ہو کہ جب ان سے کہا جائے کہ "ادعی لک الطبیب؟" کیا علاج کے لئے طبیب کو بلایا جائے؟ تو جواب میں کہتے ہیں "الطبیب امرضنی" یعنی طبیب ہی نے تو مجھے بیماری میں مبتلا کیا ہے تو علاج کیونکر ہو یعنی یہ سارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

اب خلاصہ یہ نکلا کہ جاہلیت کا منتر جنتر تو مطلقاً ممنوع ہے اور اگر جائز دم درود سے علاج مراد ہو تو اس کا ترک کرنا بھی جائز ہے جو کامل مخلصین کی صفت ہے گویا حدیث میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ علاج کرنا بھی جائز ہے اور علاج کو ترک کرنا بھی جائز ہے اول درجہ عوام الناس کا ہے دوسرا درجہ کامل مخلصین کا ہے اور اس کے بعد تیسرا درجہ انبیاء کرام اور صدیقین کا ہے کہ دنیا کے اسباب کا وجود اور عدم ان کی نظروں میں برابر ہوتا ہے اس درجہ کو فنافی اللہ اور باقی باللہ کا درجہ کہتے ہیں۔

(۲) وَعَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْاُمَمُ فَجَعَلَ يَمُرُّ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيُّ وَلَيْسَ مَعَهُ اَحَدٌ فَرَاَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَرَجَوْتُ اَنْ يَّكُوْنَ اُمَّتِيْ فَقِيْلَ لِيْ اُنْظُرْ فَرَاَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَقِيْلَ لِيْ اُنْظُرْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا فَرَاَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَقِيْلَ هٰؤُلَاءِ اُمَّتُكَ وَمَعَ هٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا قُدَّامَهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ. (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نکلے آپ نے فرمایا مجھے تمام امتیں دکھائی گئی ہیں۔ پس شروع ہوئے ایک نبی گذرتا ہے اس کے ساتھ ایک شخص ہے پھر ایک نبی گذرتا ہے اس کے ساتھ دو آدمی ہیں اور پھر ایک نبی گذرتا ہے اور اس کے ساتھ ایک جماعت ہے اور گذرتا ہے ایک نبی اور اس کے ساتھ کوئی شخص نہیں۔ پھر دیکھا میں نے ایک انبوہ بہت بڑا جس نے آسمان کے کنارے بھر دیئے اور امید کی میں نے کہ یہ میری امت ہو کہا گیا میرے لیے یہ کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم یا امت ہے پھر میرے لیے کہا گیا دیکھ۔ پس دیکھا میں نے بہت بڑا گروہ کہ روک رکھا ہے اس نے آسمان کے کنارے کو پس کہا گیا میرے لیے کہ دیکھ ادھر اور ادھر۔ میں نے دیکھے بہت بڑے گروہ جنہوں نے آسمان کے کناروں کو گھیرا ہوا تھا میرے لیے کہا گیا کہ یہ سب تیری امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار آدمی جوان کے آگے ہیں بہشت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے اور وہ یہ ہیں کہ شگون بد نہیں پکڑتے اور منتر نہیں پڑھواتے اور داغ نہیں لیتے اور صرف اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں عکاشہ بن محصن کھڑا ہوا اس نے کہا دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی ان سے کرے مجھ کو بھی ان میں سے کرے آپ نے فرمایا اے اللہ اس کو ان میں سے کر پھر کھڑا ہوا ایک دوسرا آدمی پس کہا کہ دعا کیجئے مجھ کو اللہ تعالیٰ ان میں سے کر دے فرمایا حضرت نے عکاشہ سبقت لے گیا تجھ سے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "مع هؤلاء سبعون الفاً" اس جملہ کا ایک مطلب یہ ہے کہ اس کثیر جماعت کے علاوہ ستر ہزار ایسے ہیں جو بغیر حساب کے

جنت میں جائیں گے دوسرا مطلب یہ ہے کہ انہیں میں سے ستر ہزار ایسے ہیں جو حساب و کتاب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے ایک روایت میں ہے کہ ان میں ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار آدمی ہو کر جنت جائیں گے یہ تعداد بہت زیادہ ہے "لا یکتوون" یہ اکتوا سے ہے داغ دینے کے معنی میں ہے یہ مسائل اس سے پہلے کتاب الطب میں تفصیل سے لکھے گئے ہیں "سبقک بھا عکاشہ" یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ درجہ صرف ایک آدمی کیلئے تھا وہ عکاشہ پہلے لے گیا اب تم چاہتے تو ہو مگر وہ تم سے پہلے عکاشہ لے گیا۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ کے موقع پر شہید ہو گئے تھے۔

مومن کی مخصوص شان

(۳) وَعَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّآءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کے لیے تعجب ہے کہ تمام بہتر شان اس کے لیے ہے اور یہ شان کسی کے لیے نہیں مگر صرف مسلمان کے لیے ہے اس لیے کہ اگر اس کو خوشی پہنچتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے یہ شکر اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور اگر اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے یہ صبر اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: "صہیب" حضرت صہیب بن سنان موصل کے رہنے والے تھے موصل عراق میں مشہور شہر ہے رومیوں نے ڈاکہ ڈالا اور ان کو لے گئے اور پھر غلام بنا دیا حضرت صہیب وہاں جوان ہوئے پھر بنو کلب نے ان کو خریدا اور وہاں سے لا کر مکہ میں عبداللہ بن جدعان پر فروخت کیا انہوں نے خریدنے کے بعد ان کو آزاد کیا مکہ مکرمہ میں یہ مسلمان ہو گئے ضعفاء مسلمین میں سے تھے۔ ۸۰ ہجری میں مدینہ میں فوت ہوئے اور جنت البقیع میں دفن کر دیئے گئے۔ یاد رہے صہیب رومی نہیں ہیں اصلاً یہ عراقی موصلی ہیں ان کو رومی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ ان کے خاندان میں پھلے پھولے ہیں لوگ غلط فہمی کی وجہ سے رومی کہتے ہیں جیسا شاعر نے کہا:

حسن زبصرہ بلال از حبش صہیب از روم　　زخاک مکہ ابو جہل این چہ ابوالعجبی ست

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مؤمن کی عجیب شان ہے ہر حالت اس کی آخرت کیلئے مفید ہے اگر مصیبت آتی ہے تو صبر کرنے پر ثواب ملتا ہے اور اگر راحت آتی ہے تو شکر کرنے پر ثواب ملتا ہے۔

کچھ خاص ہدایتیں

(۴) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ وَفِيْ كُلٍّ خَيْرٌ اَحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجَزْ وَاِنْ اَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّيْ فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلٰكِنْ قُلْ قَدَّرَ اللّٰهُ وَمَا شَآءَ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوی مسلمان ضعیف مسلمان سے اللہ کے نزدیک بہتر اور بہت پیارا ہے اور ہر مسلمان میں نیکی ہے اس کی حرص کر جو تجھ کو نفع دے اور خدا سے مدد طلب کر اور تو مت عاجز ہو اگر تجھ کو کوئی چیز پہنچے یہ مت کہہ اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ہوتا۔ بلکہ کہہ جو خدا چاہے کرتا ہے اس لیے کہ لفظ لو شیطان کے عمل کو کھولتا ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "المؤمن القوی" یعنی قوت والا قوی مسلمان ضعیف مسلمان سے بہتر ہے۔ قوی مسلمان سے کون مراد ہے؟ تو ہر طبقہ نے اس حدیث کو اپنے مطلب میں استعمال کیا ہے یہاں تک کہ پنجاب میں اکثر پہلوانوں نے اپنے اکھاڑ خانوں پر یہ حدیث لکھ دی ہے۔ ملا علی قاری نے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ قوی مسلمان وہ ہے جو لوگوں سے میل جول رکھتا ہو ان کی اچھی رہنمائی کرتا ہو اور اس راستے میں لوگوں کی تکالیف کو برداشت

کرتا ہو یہ کنارہ کش مسلمان سے بہتر ہے دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ قوی مسلمان وہ ہوتا ہے جو اسباب کے بجائے مسبب الاسباب کو دیکھتا ہو اس کا ایمان اتنا مضبوط ہو کہ وہاں اسباب کا امکان نہ ہو اس کے مقابلہ میں ضعیف مسلمان اسباب پر نظر رکھتا ہے اس کا یقین کمزور ہوتا ہے تیسرا قول یہ ہے کہ یہاں مؤمن کے ایمان کا وہ غیر متزلزل حوصلہ اور عزم مراد ہے جس کی وجہ سے یہ مؤمن لپک کر جہاد کے میدان میں اُتر جاتا ہے اور خوب جنگ کرتا ہے اور اس کا جذبہ نیکی کے حکم کرنے اور برائیوں سے روکنے میں بڑا مضبوط ہوتا ہے اور اس راستے میں ہر مصیبت پر خوب صبر کرتا ہے۔

"فان لو" یعنی لو کا کلمہ شیطان کے عمل کا دروازہ کھولتا ہے مطلب یہ ہے کہ لفظ "لو" کو قضاء الٰہی پر داخل نہ کرو کہ اگر ایسا ہوتا تو ایسا ہو جاتا اگر ایسا نہ ہوتا تو ایسا ہوتا وغیرہ وغیرہ کیونکہ اس سے شیطان کا عمل شروع ہو جاتا ہے یعنی تقدیر الٰہی کا مقابلہ شروع ہو جاتا ہے اور وساوس شیطانی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ.... اللہ پر پوری طرح توکل کرنے کی فضیلت

(۵) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْا خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا. (رواہ الجامع ترمذی و سنن ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ اگر تم اللہ پر توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو روزی دے تم کو جس طرح جانوروں اور پرندوں کو روزی دیتا ہے۔ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس لوٹتے ہیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: "تغدو" صبح نکلنے کو اور رزق تلاش کرنے کو تغدو کہا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ رزق کی تلاش میں صبح نکلنا یا شام کو نکلنا منع نہیں ہے اور نہ توکل کے خلاف ہے یہ سعی ہے فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے شاعر کہتا ہے

نروح ونغدو لحاجاتنا وحاجة من عاش لا تنقضی

"خماصا" یہ خمیص کی جمع ہے خالی پیٹ کو کہتے ہیں "بطانا" یہ بطین کی جمع ہے بڑے اور بھرے پیٹ کو کہتے ہیں یہاں خوب سیر ہو کر شام کو واپس آنا مراد ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصل رازق اللہ تعالیٰ ہے بندہ اگر کسب کرتا ہے تو وہ توکل کے منافی نہیں ہے۔ قرآن کی آیت وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقھا انسان کی سعی اور کسب کی تلاش کے خلاف نہیں ہے کیونکہ رزق کا وعدہ اس آیت میں اجمالی ہے اس کی تفصیل یہی ہے کہ آدمی نکل کر محنت کرے حرکت کرے تجارت کرے یہ آیت انسان کو معطل کر کے بٹھاتی نہیں ہے بلکہ تفصیلی مواقع میں رزق ڈھونڈنے کیلئے انسان کو اٹھاتی ہے۔

حصول رزق کے بارے میں ایک خاص ہدایت

(۶) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا النَّاسُ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يُقَرِّبُكُمْ اِلَى الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ النَّارِ اِلَّا قَدْ اَمَرْتُكُمْ بِهٖ وَلَيْسَ شَيْءٌ يُقَرِّبُكُمْ مِنَ النَّارِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اِلَّا قَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ وَاِنَّ الرُّوْحَ الْاَمِيْنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَاِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِيْ رَوْعِيْ اَنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا اَلَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ وَلَا يَحْمِلَنَّكُمْ اسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ اَنْ تَطْلُبُوْهُ بِمَا عَاصِي اللّٰهِ لَا يُدْرَكُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ اِلَّا بِطَاعَتِهٖ. رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرُوْ اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ.

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو کوئی چیز ایسی نہیں جو تم کو جنت کے قریب کرے اور دوزخ سے دور کرے مگر میں نے حکم کر دیا ہے تم کو اس کے ساتھ اور میں کوئی چیز جو تم کو دوزخ کے قریب کرے اور جنت سے دور کرے مگر منع کیا میں نے اس سے روح الامین۔ ایک روایت میں ہے رواح القدس نے میرے دل میں پھونکا کہ کوئی جان اپنا رزق پورا کیے بغیر نہیں مرتی۔ خبردار اللہ سے ڈرو اور کم کرو اپنی طلب کو اور نہ برانگیختہ کرے تم کو رزق کی تاخیر کہ تم اس کو اللہ کی ناراضگی

کے ساتھ طلب کرو اس لیے کہ نہیں حاصل کیا جا سکتا جو اللہ کے پاس ہے مگر اس کی اطاعت کے ساتھ ہی۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔ اور بیہقی نے شعب الایمان میں مگر بیہقی نے یہ جملہ وان روح القدس ذکر نہیں کیا۔

تشریح: "یقربکم" یعنی جو اعمال وافعال واقوال جنت کے قریب کرنے والے ہیں اور دوزخ سے دور کرنے والے ہیں میں نے تمہیں ان کا حکم دے دیا ہے اور جو اس کے برعکس ہیں میں نے ان سے تمہیں منع کر دیا ہے "نفث" خفی طریقہ سے پھونگ مارنے کو نفث کہتے ہیں یہاں وحی القاء کرنے اور بات ڈالنے کے معنی میں ہے "روعی" دل اور نفس کو روع کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ جبرئیل امین نے خفی وحی کے ذریعہ سے یہ بات پہنچائی ہے "اجملو" یہ جمال سے بنا ہے یعنی تم حصول رزق اور کسب معاش میں راہ اعتدال اختیار کرو یعنی ایسا طریقہ اختیار کرو جس میں حقوق شرع اور حقوق عباد کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہو۔ جائز طریقہ سے رزق پہنچنے میں اگر تاخیر ہو جائے تو ناجائز طریقے اختیار نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال اور پسندیدہ رزق اس کی طاعت سے ملتا ہے معصیت سے نہیں ملتا۔

اصل زہد کیا ہے؟

(۷) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الزَّهَادَةُ فِی الدُّنْيَا لَيْسَتْ بِتَحْرِيْمِ الْحَلَالِ وَلَا بِاِضَاعَةِ الْمَالِ وَلٰكِنَّ الزَّهَادَةَ فِی الدُّنْيَا اَنْ لَا تَكُوْنَ بِمَا فِیْ يَدَيْكَ اَوْثَقَ بِمَا فِیْ يَدِی اللّٰهِ وَاَنْ تَكُوْنَ فِیْ ثَوَابِ الْمُصِيْبَةِ اِذَا اَنْتَ اُصِبْتَ بِهَا اَرْغَبَ فِيْهَا لَوْ اَنَّهَا اُبْقِيَتْ لَكَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ ابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا. حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَمْرُو بْنُ وَاقِدِ الرَّاوِی مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا زہد حلال کو اپنے پر حرام کرنے اور مال کو ضائع کرنے کا نام نہیں بلکہ زہد یہ ہے جو کچھ تیرے پاس ہے اس پر زیادہ اعتماد نہ کر بہ نسبت اس کے جو اللہ کے پاس ہے اور تو مصیبت سے ثواب حاصل کرنے والا ہو۔ جب تو مصیبت میں مبتلا کیا جاوے اور اگر وہ مصیبت باقی رکھی جاتی تو تو اس میں بہت رغبت کرنے والا ہوتا۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور عمرو بن واقد منکر الحدیث ہے۔

تشریح: "بتحریم الحلال" یعنی زہد فی الدنیا یہ نہیں ہے کہ آدمی اپنے اوپر حلال اشیاء مثلاً گوشت اور پھل وغیرہ لذائذ حرام کر دے جس طرح عیسائی پادری اور بعض خشک صوفی اس طرح کرتے ہیں یہ تو تحریم الحلال ہے جو بالکل ناجائز ہے اصل زہد یہ ہے کہ انسان کے اپنے ہاتھ میں جو مال واسباب ہیں ان پر اتنا بھروسہ واعتماد نہ ہو جتنا اعتماد اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے خزانۂ غیب پر ہے انسان زاہد وہ مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کے خزانۂ غیب پر زیادہ بھروسہ رکھے اس حدیث میں زہد کی یہ ایک صورت بیان کی گئی ہے اس کے بعد زہد کی دوسری صورت اس طرح بیان کی گئی ہے: "وان تکون" یہ زہد کی دوسری صورت ہے مطلب یہ ہے کہ زہد یہ بھی ہے کہ جب مصیبت آجائے تو اس کے بدلے جو ثواب ملتا ہے تجھے اس ثواب کی رغبت اس مصیبت کے نہ آنے اور ثواب نہ ملنے سے زیادہ ہو یعنی اس مصیبت کا موجود ہونا اس کے نہ آنے سے تجھے زیادہ مرغوب ومحبوب ہو کیونکہ اس پر ثواب ملتا ہے۔ اس حدیث میں "ابقیت" کا جو لفظ ہے یہ لم یصب کے معنی میں ہے یعنی مصیبت کا نہ آنا اور اس کو روک کر دفع کرنا ابقاء ہے بہرحال زہد کی یہ دو صورتیں خوب ذہن نشین کر لینی چاہئیں۔

تمام تر نفع ونقصان پہنچانے والا اللہ ہے

(۸) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَاِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰی اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَیْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَیْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَ جُفَّتِ الصُّحُفُ (رواه مسند احمد بن حنبل الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا فرمایا اے لڑکے اللہ کی امرونہی کی حفاظت کر اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے گا اور اللہ کے احکام کی حفاظت کر تو اس کو اپنے سامنے پائے گا اور جب سوال کرے تو اللہ ہی سے سوال کر۔ اور جب تو مدد چاہے تو اللہ ہی سے مدد طلب کر اور تو جان لے کہ اگر تمام مخلوق تجھ کو نفع دینے پر جمع ہو جائے تو تجھ کو نفع نہیں دے سکتے مگر جتنا اللہ نے لکھ دیا اور اگر جمع ہو جائیں تجھ کو تکلیف دینے پر تو تجھ کو ضرر نہیں پہنچا سکتے مگر جو اللہ نے لکھ دیا تیرے لیے قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے۔

انسان کی نیک بختی اور بدبختی

(۹) وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ اٰدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ وَمِنْ شِقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ تَرْكُهٗ اِسْتِخَارَةَ اللّٰهِ وَمِنْ شِقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ سَخطُهٗ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدم کے بیٹے کی نیک بختی یہ ہے کہ جو اللہ نے اس کے لیے مقدر کیا اس پر وہ راضی ہو اور آدم کے بیٹے کی بدبختی یہ ہے کہ وہ اللہ سے بھلائی مانگنا چھوڑ دے اور ابن آدم کی بدبختی سے یہ ہے کہ جو اللہ نے اس کے لیے مقدر کیا اس پر خوش نہ ہو۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے اور کہا ترمذی نے یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: "استخارة الله" اس جملہ کا ایک مطلب یہ ہے کہ انسان کی خوش بختی کی علامت یہ ہے کہ یہ اس چیز پر راضی اور خوش رہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے منتخب کیا ہے اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر ناخوش ہونا بدبختی کی علامت ہے' لہٰذا اس کو چاہیے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے خیر کا طلب گار رہو" استخارة الله " اس جملہ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس میں سین اور تا طلب کیلئے ہے یعنی خیر اور شر نفع اور ضرر دونوں اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے فیصلے ہیں لیکن انسان کو چاہیے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے خیر اور بھلائی طلب کرے' بھلائی طلب نہ کرنا اور اس کا سوال چھوڑ دینا انسان کی بدبختی کی علامت ہے۔

شارحین نے اس جملہ کا یہ آخری مطلب بیان کیا ہے' میں نے اس سے پہلے ایک اور مطلب کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے واللہ اعلم اس جملہ میں استخارہ نکالنے کی ترغیب کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔ استخارہ نکالنے کا ایک طریقہ تو معروف ہے جو کتابوں میں لکھا ہوا ہے مگر ایک مختصر طریقہ یہ بھی ہے کہ آدمی یہ کلمات استخارہ کی نیت سے پڑھے۔

اللهم خرلي واخترلي فلا تكلني الا اختياري استخارہ کی ترغیب میں ایک عجیب حدیث ہے فرمایا:

ما خاب من استخار ولا ندم من استشار ولا عال من اقتصد"

استخارے والا ناکام نہیں رہتا' مشورے والا پشیمان نہیں ہوتا اور میانہ رو فقیر نہیں ہوتا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ.... خدا پر کامل اعتماد کا اثر

(۱۰) عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهٗ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهٗ وَنِمْنَا نَوْمَةً فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهٗ وَنِمْنَا نَوْمَةً فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا وَاِذَا عِنْدَهٗ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَى سَيْفِيْ وَاَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِيْ يَدِهٖ صَلْتًا قَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ فَقُلْتُ اللّٰهُ ثَلٰثًا وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ الْاَسْمَا عِيْلِيِّ فِيْ صَحِيْحِهٖ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قَالَ اللّٰهُ فَسَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَدِهٖ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّيْفَ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ فَقَالَ كُنْ خَيْرَ اٰخِذٍ

تَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ لَا وَلٰكِنِّیْ اُعَاهِدُكَ عَلٰی اَنْ لَا اُقَاتِلَكَ وَلَا اَكُوْنَ مَعَ قَوْمٍ یُقَاتِلُوْنَكَ فَخَلّٰی سَبِیْلَهٗ فَاَتٰی اَصْحَابَهٗ فَقَالَ جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ خَیْرِ النَّاسِ هٰكَذَا فِیْ كِتَابِ الْحُمَیْدِیِّ وَفِی الرِّیَاضِ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف جہاد کیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس لوٹے تو جابر بھی ساتھ ہی لوٹا۔ صحابہ کو جنگل میں دوپہر کا وقت ہوا جس میں کیکر کے درخت بہت تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور لوگ درختوں کا سایہ حاصل کرنے کے لیے متفرق ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بہت بڑے کیکر کے درخت کے نیچے اترے اس کے ساتھ اپنی تلوار کو لٹکا دیا اور ہم کچھ دیر سو گئے پس اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو بلاتے تھے اور آپ کے پاس ایک اعرابی تھا۔ آپ نے فرمایا اس نے مجھ پر میری تلوار سونتی اور میں سویا ہوا تھا میں جاگا اس حال میں کہ تلوار اس کے ہاتھ میں ننگی تھی اعرابی نے کہا تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا میں نے تین بار کہا اللہ بچائے گا تو حضرت نے اس اعرابی کو کوئی سزا نہ دی اور بیٹھ گئے۔ (متفق علیہ) ایک روایت میں ہے۔ ابوبکر اسماعیلی کے صحیفہ میں ہے اعرابی نے کہا مجھ سے تجھ کو کون بچائے گا آپ نے فرمایا اللہ اعرابی کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی وہ تلوار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑ لی اور فرمایا کہ مجھ سے تجھے کون بچائے گا۔ اعرابی نے کہا تم بہتر پکڑنے والے ہو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اعرابی نے کہا نہیں لیکن میں تم سے عہد کرتا ہوں کہ تم سے لڑوں گا نہیں اور نہ میں اس قوم کے ساتھ ہوں گا جو تم سے لڑے گی۔ حضرت نے اس اعرابی کو چھوڑ دیا وہ اعرابی اپنی قوم کے پاس آیا اور کہا کہ میں تمہارے پاس بہترین لوگوں سے آیا ہوں۔ حمیدی کی کتاب میں اسی طرح ہے اور کتاب الریاض میں بھی موجود ہے۔

تشریح: نجد لغت میں تو زمین کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو عام سطح سے بلند ہو اور ویسے یہ جزیرۃ العرب کے ایک خاص علاقہ کا نام ہے اور چونکہ یہ علاقہ ایک سطح مرتفع ہے اس لئے اس کو نجد کا نام دیا گیا ہے! زمانہ قدیم میں "نجد ایک بہت مختصر علاقہ پر مشتمل تھا مگر موجودہ جغرافیہ میں جزیرۃ العرب کے سارے وسطی علاقہ کو نجد کہا جاتا ہے جس کا انتہائی طول تقریباً آٹھ سو میل ...... اور انتہائی عرض تقریباً سو دو سو میل ہے یہ شمال میں بادیۃ الشام کے جنوبی سرے سے شروع ہو کر جنوب میں وادی الدواسر یا اربع انحالی تک اور عرضاً "احساء" سے حجاز تک پھیلا ہوا ہے۔

"عضاۃ" اس میں "عضہ" کی جمع ہے اور جس کا اطلاق ہر اس درخت پر ہوتا ہے جو کانٹے دار ہو اور مجمع البحار میں لکھا ہے کہ "عضاۃ" کیکر کے درخت کو کہتے ہیں اور جو درخت "عضاۃ" سے بڑا ہو اس کو سمرہ کہا جاتا ہے۔"

تقویٰ و پرہیزگاری اور رزق

(۱۱) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ لَا اَعْلَمُ اٰیَةً لَوْ اَخَذَ النَّاسُ بِهَا لَكَفَتْهُمْ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ. (رواه مسند احمد بن حنبل و ابن ماجة والدارمی)

ترجمہ: حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایک آیت جانتا ہوں اگر لوگ اس پر عمل کریں تو ان کو کفایت کرے وہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ سے ڈرے اللہ اس کے غموں سے نکلنے کی جگہ پیدا کر دیتا ہے اور جہاں سے اس کو گمان نہیں ہوتا روزی عطا فرماتا ہے۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابن ماجہ اور دارمی نے۔

تشریح: "یتق اللہ" یعنی ظاہراً اور باطناً اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ صاف رکھے اور زندگی کے کسی پہلو میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے کافی ہو جائے گا "کونوا من أبناء الأخرة ولا تکونوا من ابناء الدنیا"

رزق دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے

(۱۲) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَقْرَاَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنِ.

رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ آیت سکھلائی بیشک میں روزی دینے والا زور والا استوار ہوں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: "انی انا الرزاق" قرأت شاذہ ہے قرأت مشہورہ کے مطابق اس آیت کے الفاظ اصل میں یوں ہیں "ان اللہ ھو الرزاق ذوالقوۃ المتین" (بلاشبہ خدا ہی رزق دینے والا ہے اور غالب طاقت والا ہے) حاصل یہ کہ جب رزق دینے والا اور غالب طاقت رکھنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے تو پھر لازم ہے کہ اس کی ذات کے علاوہ اور کسی پر قطعاً بھروسہ نہ کیا جائے اور اپنے امور کا بہتر کارساز و وکیل اس کے علاوہ اور کسی کو ہرگز نہ سمجھا جائے۔"

کسب وکمائی کو اصل رازق نہ سمجھو

(۱۳) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ اَخَوَانِ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَکَانَ اَحُدُهُمَا یَاتِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخِرُ یَحْتَرِفُ فَشَکَا الْمُحْتَرِفُ اَخَاهُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَعَلَّکَ تُرْزَقُ بِهٖ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو بھائی تھے ان میں سے ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا اور دوسرا کچھ حرفہ کرتا تھا۔ حرفہ کرنے والے نے اس کی شکایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی۔ آپ نے فرمایا شاید تجھ کو اس کی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث صحیح غریب ہے۔

تشریح: حضور کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ تم یہی کچھ سمجھتے ہو کہ تمہیں جو رزق ملتا ہے وہ حقیقت میں تمہارے کمانے کی وجہ سے ملتا ہے بلکہ ہوسکتا ہے کہ تم اپنے اس بھائی کے ساتھ جو ایثار کا معاملہ کرتے ہو اور اس کی معاشی ضروریات کا بوجھ برداشت کر کے جس طرح اس کو فکر وغم سے دور رکھتے ہو اسی کی برکت کی وجہ سے تمہیں بھی رزق دیا جاتا ہو پس اس صورت میں شکوہ وشکایت کرنے اور اس پر احسان رکھنے کا کوئی موقع نہیں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علم وعمل اور دینی خدمات کی طرف متوجہ رہنے اور زاد عقبیٰ کی تیاری کے لئے دنیاوی مشغولیات کو ترک کرنا جائز ہے۔ نیز یہ حدیث اس امر پر بھی دلالت کرتی ہے کہ فقراء اور خاص طور پر اپنے ضرورت مند اور غریب اعزاء واقرباء کی خبرگیری کرنا اور ان کی معاشی ضروریات کی کفالت کرنا، رزق میں وسعت وبرکت کا باعث ہے۔

توکل کی ہدایت

(۱۴) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ قَلْبَ ابْنِ اٰدَمَ بِکُلِّ وَادٍ شُعْبَةٌ فَمَنْ اَتْبَعَ قَلْبَهُ الشُّعَبَ کُلَّهَا لَمْ یُبَالِ اللّٰهُ بِاَیِّ وَادٍ اَهْلَکَهٗ وَمَنْ تَوَکَّلَ عَلَی اللّٰهِ کَفَاهُ الشُّعَبَ. (رواہ سنن ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے دل کے لیے ہر جنگل میں شاخ ہے جس نے اپنے دل کو سارے شعبوں کے پیچھے ڈالا اللہ اس کی پرواہ نہیں کرے گا خواہ اس کو کسی جنگل میں ہلاک کردے اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمام فکروں سے اس کو کافی ہوجاتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

تشریح: "شعبة" یعنی انسان کے دل کی کوئی نہ کوئی شاخ اور اس کی سوچ اور خیال کا کوئی نہ کوئی راستہ رزق کی تلاش میں ہر وادی اور ہر دشت و بیابان میں بٹا ہوا ہے یعنی اس کو یہ فکر لگی ہوتی ہے کہ کس طرح اور کہاں سے کماؤں گا؟ پھر کبھی عملی طور پر ان وادیوں میں آخرت سے غافل ہو کر نکلتا ہے اور مارے مارے پھرتا ہے اور اچانک ہلاک ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ یہ غافل اور عاشق دنیا کس وادی میں ہلاک ہو رہا ہے لیکن یہی انسان اگر اپنا مقصود آخرت کو بنالے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگا رہے تو ان تمام وادیوں کی دوڑ دھوپ سے محفوظ رہے گا اور ہر وادی کیلئے اللہ تعالیٰ کافی ہوجائے گا۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ

(۱۵) وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَبُّکُمْ عَزَّوَجَلَّ لَوْ اَنَّ عَبِیْدِیْ اَطَاعُوْنِیْ لَا سَقَیْتُهُمُ الْمَطَرَ بِاللَّیْلِ وَاَطْلَعْتُ عَلَیْهِمُ الشَّمْسَ بِالنَّهَارِ وَلَمْ اسْمِعْهُمْ صُوْتَ الرَّعْدِ (رواہ مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا پروردگار عزوجل فرماتا ہے اگر میرے بندے میری اطاعت اختیار کریں رات کو ان پر بارش برساؤں اور دن کے وقت ان پر سورج نکالوں اور ان کو بادل کے گرجنے کی آواز نہ سناؤں۔ (احمد)

تشریح: "اطاعونی" اس اطاعت سے عام اطاعت مراد ہے لیکن اس کے ضمن میں توکل اور صبر بھی داخل ہے جو یہاں مقصود ہے ایسے فرمانبرداروں کے بارے میں فرمایا کہ ان کا پورا معاشرہ اگر اطاعت پر آ گیا تو ان کی ضرورت کے مطابق رات کو بارش ہوگی تاکہ گرج چمک کا خوف ان کو لاحق نہ ہو اور دن کو دھوپ نکل آئے گی تاکہ ان کے کاروبار میں خلل نہ پڑے' دن اور رات کا موسم ان کیلئے سازگار بنے گا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ عمومی افراد کے اچھے اعمال کا نتیجہ ہوگا' شخصی زندگی کا یہ اثر نہیں ہوگا ہاں کبھی کبھی شخصی افراد کے ساتھ شخصی معاملہ ہو سکتا ہے۔

صبر و توکل سے متعلق ایک حیرت انگیز واقعہ

(۱۶) وَعَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ عَلٰی اَهْلِهٖ فَلَمَّا رَاٰی مَابِهِمْ مِنَ الْحَاجَةِ خَرَجَ اِلَی الْبَرِیَّةِ فَلَمَّا رَاَتِ امْرَاَتُهٗ قَامَتْ اِلَی الرَّحٰی فَوَضَعَتْهَا وَاِلَی التَّنُّوْرِ فَسَجَرَتْهُ ثُمَّ قَالَتْ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا فَنَظَرَتْ فَاِذَا الْجَفْنَةُ قَدِا مْتَلَاَتْ قَالَ وَذَهَبَتْ اِلَی التَّنُّوْرِ فَوَجَدَتْهُ مُمْتَلِئًا قَالَ فَرَجَعَ الزَّوْجُ قَالَ اَصَبْتُمْ بَعْدِیْ شَیْئًا قَالَتِ امْرَاَتُهٗ نَعَمْ مِنْ رَبِّنَا وَقَامَ اِلَی الرَّحٰی فَذَکَرَ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَمَا اِنَّهٗ لَوْ لَمْ یَرْفَعْهَالَمْ تَزَلْ تَدُرْوُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (رواہ مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی اپنے اہل وعیال پر داخل ہوا جب ان کے ساتھ حاجت دیکھی جنگل کی طرف نکل گیا جب اس کی بیوی نے دیکھا چکی کو رکھا اور تنور کو گرم کیا پھر کہنے لگی اے اللہ ہم کو رزق دے اس نے دیکھا کہ انڈ آٹے سے بھرا ہوا ہے اور تنور کی طرف گئی اس کو دیکھا وہ روٹیوں سے بھرا ہوا ہے۔ راوی نے کہا خاوند گھر واپس آیا اس نے کہا میرے بعد تم کو کوئی چیز ملی ہے اس کی بیوی نے کہا ہاں اپنے پروردگار کی طرف سے ہم کو عطا ہوا ہے وہ چکی کی طرف کھڑا ہوا۔ اس بات کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کیا آپ نے فرمایا اگر وہ نہ اٹھاتا قیامت تک چکی چلتی رہتی۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: "البریة" جنگل اور صحراء کو بریہ کہتے ہیں' شوہر گھر سے صحرا کی طرف اس لئے گیا کہ یکسوئی کے ساتھ دعا مانگے نیز گھریلو پریشانی دیکھ کر کچھ وقت کیلئے غائب رہنا پسند کیا ہوگا یا کسی رزق کی تلاش میں نکلا ہوگا "فقامت" بیوی نے جب دیکھا کہ شوہر مناجات کیلئے نکلا ہے اب دعا قبول ہوگی تو اس نے اسباب استعال کرنا شروع کر دیئے کیونکہ دعا کے ساتھ ساتھ اسباب کا استعمال بھی ضروری ہے۔ "فوضعتها" یعنی چکی کا ایک پاٹ دوسرے پاٹ پر رکھ دیا تاکہ آٹے کا عمل شروع ہو جائے۔ "ثم قالت" یہ عورت بھی اللہ تعالیٰ کی ولیہ صحابیہ تھیں انہوں نے بھی گڑگڑا کر دعا مانگی اور پھر چکی کے پاس دیکھنے کیلئے گئیں تو انہوں نے وہ دیکھا جو دیکھا کہ چکی کا گرانڈ آٹے سے بھر پڑا ہے اور تندور پکی پکائی روٹیوں سے بھرا پڑا ہے قدرت کا یہ کرشمہ ان حضرات کے صبر اور توکل کی وجہ سے ظاہر ہوا۔ "وقام" یعنی شوہر چکی کے پاس گیا اور پاٹ اٹھا کر دیکھا کہ کرشمہ دیکھے۔

رزق انسان کی تلاش میں رہتا ہے

(۱۷) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّزْقَ لَیَطْلُبُ الْعَبْدَ کَمَا یَطْلُبُهٗ اَجَلُهٗ رَوَاهُ اَبُوْنُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَةِ.

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رزق بندے کو اس طرح ڈھونڈتا ہے

جس طرح اس کی اجل اس کو ڈھونڈتی ہے روایت کیا اس کو ابونعیم نے حلیہ میں۔

تشریح: "اجلہ" یعنی رزق انسان کے پیچھے اس طرح لگا رہتا ہے جس طرح موت اس کی تلاش میں لگی رہتی ہے جب تک موت اس کو نہیں پاتی وہ اس کی تلاش میں رہتی ہے اسی طرح جب تک انسان اپنا مقرر شدہ رزق پورا کر کے نہیں کھاتا رزق اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا مطلب یہ ہوا کہ رزق کو تلاش کرو یا نہ کرو کماؤ یا نہ کماؤ وہ تمہیں تلاش کرتا رہتا ہے موت آنے سے پہلے رزق آتا ہے آدمی اس کو کھاتا ہے تب موت آتی ہے اس حدیث کا تعلق صبر و توکل سے ہے اور یہ مقدرات الٰہیہ اور تقدیر کے فیصلوں سے متعلق ہے جس طرح اسلام نے تقدیر کی حیثیت کو بیان کیا ہے اسی طرح اسباب کے استعمال کو بھی بیان کیا ہے تو حدیث کا یہ مطلب لینا صحیح نہیں ہے کہ مال کمانا اور اس کیلئے محنت کرنا منع ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اسباب پر اتکال ناجائز ہے اور استعمال جائز ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بے مثال صبر

(۱۸) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانِّي اَنْظُرُ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْكِي نَبِيًّا مِنَ الْاَنْبِيَآءِ ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَاَدْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ. (رواہ بخاری ورواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا گویا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتا ہوں آپ اللہ کے ایک نبی کی حکایت بیان کرتے تھے آپ نے فرمایا اس کی قوم نے اس کو مارا اور اس کو لہولہان کر دیا وہ اپنے چہرہ سے خون پونچھتا جاتا تھا اور کہتا تھا اے اللہ میری قوم کو بخش دے اس لیے کہ وہ نہیں جانتے۔

تشریح: "یحکی نبیا" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک نبی کی حکایت بیان فرما رہے ہیں۔

"اللھم اغفر" یعنی اے اللہ میری قوم کو بخش دے ان کو سمجھ نہیں ہے یہاں مغفرت کی دعا اس قوم کے ایمان اور ہدایت کیلئے اس نبی نے مانگی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے تا کہ ان کے سارے گناہ معاف ہو جائیں یہ مطلب نہیں ہے کہ شرک و کفر کے ساتھ مرنے کے بعد ان کی مغفرت کی دعا مانگی جا رہی ہے۔ باقی یہ بات رہ گئی ہے کہ اس نبی سے کون مراد ہیں تو ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ نبی کون تھے ہاں بعض روایات میں ہے کہ اس سے حضرت نوح علیہ السلام مراد ہیں ان کی قوم ان کو اتنا مارتی کہ وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑتے اور ہوش میں آ کر پھر دعوت دیتے تھے۔

بعض شارحین فرماتے ہیں کہ اس نبی سے مراد نبی آخر زمان محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہیں جب احد کے موقع پر کفار نے آپ پر حملہ کیا اور آپ کو لہولہان کیا اس وقت آپ اپنے چہرۂ انور سے خون پونچھ رہے تھے اور یہ الفاظ فرما رہے تھے "اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون" یعنی اس مارنے کی وجہ سے ان پر دنیا میں فوری عذاب نہ آئے علماء لکھتے ہیں کہ یہ راجح ہے کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد لی جائے۔

بَابُ الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ ..... شہرت وریاکاری کا بیان

قال اللہ تعالیٰ الذین ھم یرائون ویمنعون الماعون"

"الریا" ریاء رویت سے بنا ہے دکھاوے کے معنی میں ہے لغت کی کتاب صراح نے لکھا ہے کہ ریاء کے معنی یہ ہیں "اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں میں اچھا کر کے پیش کرنا" اسی کو اردو میں دکھاوا کہتے ہیں "کتاب عین العلم" میں لکھا ہے کہ ریا کا مطلب یہ ہے کہ "اپنی عبادت کا سکہ لوگوں میں بٹھانا اور عبادت و نیکی کے ذریعہ سے لوگوں میں اپنی قدر و منزلت پیدا کرنا"۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ریاکاری کا تعلق عبادات اور نیکیوں کے ساتھ ہے یعنی اچھے اعمال میں ریاکاری ہوتی ہے جو اعمال ظاہری طور پر عبادات کے قبیلے سے نہیں ہیں مثلاً تیراندازی تیراکی مسابقت ذہانت کثرت اموال کثرت جمال کثرت کمال یہ چیزیں ریاکاری کے زمرے میں نہیں آتیں بلکہ اس پر فخر کر کے نمائش کرنا تکبر و افتخار کے زمرے میں آتا ہے اسی طرح بعض مرشدین حضرات اپنے مریدین کو ترغیب دینے اور شوق

بڑھانے کی غرض سے بعض اعمال ظاہر کرتے ہیں وہ بھی ریا کاری میں نہیں آتے اسی لئے کہا گیا ہے کہ ''**ریاء الصدیقین خیر من اخلاص المریدین**'' یہاں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہنی چاہیے کہ ریا کاری کا عمل وہ عمل بن سکتا ہے کہ کسی میں وہ عمل موجود ہو اور اس کمال سے وہ متصف ہو اور اس اچھے عمل کو وہ شخص لوگوں میں اس لئے مشہور کر رہا ہو کہ اس کی وجہ سے اس کی قدر و منزلت لوگوں میں پیدا ہو جائے لیکن اگر اس شخص میں نیکی اور عبادت کا کوئی کمال موجود نہیں ہے اور وہ ویسے ہی اپنے آپ کو لوگوں میں مشہور کر رہا ہے تو یہ ریا کاری نہیں بلکہ دھوکہ اور فراڈ اور صریح کذب ہے یہ الگ جرم ہے۔

ریا کاری کی اقسام:۔عبادت کرنے اور حصول ثواب کی نیت کرنے کے اعتبار سے ریا کاری کی چار قسمیں ہیں ذیل میں ان کو بیان کیا جاتا ہے۔

ریا کاری کی پہلی قسم:۔ریا کاری کی سب سے بُری اور سنگین قسم یہ ہے کہ کوئی شخص عبادت و ریاضت اللہ تعالیٰ کی رضا اور حصول ثواب کی بجائے محض لوگوں کے دکھاوے اور اپنا وزن بڑھانے کیلئے کر رہا ہو مثلاً عام مجمع میں لمبی لمبی نمازیں پڑھ رہا ہے اور جب تنہائی میں جاتا ہے تو لمبی کیا خود نماز ہی غائب ہو جاتی ہے' عام مجمع میں قلیل کھانا کھاتا ہے تا کہ بادشاہوں اور با اثر لوگوں میں یہ گمان پیدا کرے کہ یہ بڑا زاہد آدمی ہے۔ ریا کاری کی اس قسم میں بعض علماء کا خیال ہے کہ اس شخص کا کوئی عمل قبول نہیں ہے بلکہ اس کا فرض بھی ادا نہیں ہو گا یہ شخص صرف تعب و مشقت میں اپنے آپ کو رکھتا ہے۔

حکایت:۔گلستان میں بابا سعدی نے ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک نیک آدمی بادشاہ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوا تو اس نے بادشاہ کو دکھانے کیلئے بہت کم کھانا کھایا اور جب نماز کا وقت آ گیا تو بہت لمبی نماز پڑھی بادشاہ نے کہا یہ تو بہت زاہد و عابد آدمی ہے جب یہ شخص گھر آ گیا تو بیٹے سے کہا کہ کھانا لاؤ' بیٹے نے کہا کہ آپ تو بادشاہ کی دعوت میں گئے تھے وہاں کھانا نہیں کھایا؟ اس نے کہا بیٹے! میں نے کھانا کم کھایا تا کہ بادشاہ کے نزدیک مقام بن جائے' بیٹے نے کہا کہ ابا جان آپ جب کھانا دوبارہ کھا رہے ہیں تو آپ نماز بھی دوبارہ پڑھیں کیونکہ ریا کاری کی وجہ سے آپ کی نماز بھی خراب ہو گئی ہے۔ ریا کاری کی اس قسم میں عابد آدمی ثواب کی نیت نہیں کرتا بلکہ نیت ہی دکھاوے کی ہوتی ہے۔

ریا کاری کی دوسری قسم:۔ریا کاری کی دوسری قسم یہ ہے کہ ریا کار آدمی عبادت بھی کرتا ہے اور ثواب کی نیت بھی کرتا ہے مگر ساتھ ساتھ دکھاوا بھی کر رہا ہے لیکن دکھاوے اور ریا کاری کا پہلو غالب رہتا ہے اور ثواب کی نیت کا پہلو مغلوب رہتا ہے اگر تنہائی میں ہو تو شاید عبادت نہ کرے' اس قسم کا حکم بھی پہلی قسم کی طرح ہے کیونکہ اس ریا کاری کی نیکی کا جو جذبہ ہے اس کی علت اور باعث ریا کاری ہی ہے۔

ریا کاری کی تیسری قسم:۔ریا کاری کی تیسری قسم یہ ہے کہ ریا کاری اور ثواب کے حصول کا جذبہ دونوں برابر برابر ہیں' اس قسم میں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نفع اور نقصان دونوں ہوں گے' احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت بھی نہایت ہی مذموم اور قبیح ہے اور یہ عمل بھی نا قابل قبول ہے۔

ریا کاری کی چوتھی قسم:۔ریا کاری کی چوتھی قسم یہ ہے کہ حصول ثواب اور رضائے الٰہی کا جذبہ غالب ہے لیکن معمولی ریا کاری کا آمیزہ بھی ہے تو اس صورت میں عمل تو باطل نہیں ہو گا مگر یہ ریا کاری اگر عمل کے شروع میں آ جائے تو بہت بُری ہے اور اگر درمیان میں آ جائے تو کچھ کم بری ہے' ریا کاری کی یہ چار اقسام ہیں جو بیان کر دی گئیں۔

ادھر ریا کاری کے الگ الگ اعتبارات ہیں' مثلاً یا تو ریا کار نے ریا کاری کا پختہ ارادہ کیا ہو گا یہ بہت برا ہے یا ریا کاری کا ارادہ پختہ نہیں ہو گا بلکہ خیال کی حد تک ہو گا یہ کم تر درجہ ہے بہر حال ریا کاری ایک ایسی بری بلا اور ایسی قلبی بیماری ہے جس سے بچنا بہت دشوار ہے' امام غزالی نے لکھا ہے کہ جب تک لوگوں کو جمادات' احجار و اشجار کے درجہ میں نہ سمجھا جائے ریا کاری سے بچنا مشکل ہے اور جب تک لوگوں کو نفع و نقصان میں معذور و مجبور نہیں سمجھا گیا تو اس قلبی بیماری سے نکلنا مشکل ہے ہاں اگر ایک آدمی اخلاص کے ساتھ عبادت کرتا ہے اور پھر لوگوں کو کسی طرح اطلاع ہو جائے اور لوگوں میں اس شخص کی اچھی شہرت پھیل جائے اور اس پر یہ شخص خوش ہو جائے تو یہ ریا کاری نہیں ہے بلکہ یہ دنیاوی بشارت کا ایک حصہ ہے اور نیک اعمال کا وہ بدلہ ہے جو اللہ تعالیٰ دنیا میں دیتا ہے اگر چہ بندہ اس کو چھپاتا ہے۔

عنوان میں ریاء کے بعد لفظ سمعۃ بھی ہے سمعہ کا تعلق سماعت اور کان سے ہے تو جن اعمال حسنہ کے دکھاوے کا تعلق آنکھوں سے ہو وہ ریا ہے اور جن کا تعلق کانوں سے ہو وہ سمعہ ہے یعنی اپنی قدر بڑھانے کیلئے دوسروں کو طرح طرح کے اعمال سنا سنا کر مقام پیدا کرتا ہے کہ لوگ اس کو اچھا کہہ دیں۔

حکومت پاکستان کے رفاہی اور خدمت کے تمام اعمال اکارت اور ضائع چلے جاتے ہیں کیونکہ حکومت دکھاوے کے تمام ذرائع استعمال کرنے کی کوشش کرتی ہے' نیک کام کوٹی وی' ریڈیو اور اخبارات پر دکھاتی ہے تو نیکی کہاں رہ گئی؟

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ..... اللہ صورت اور مال کو نہیں دل کو دیکھتا ہے

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَایَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "لا ینظر" یعنی اللہ تعالیٰ صرف ظاہری شکل وصورت اور انسان کے رنگ وروغن اور جُبے قُبے کو نہیں دیکھتا اور نہ اس ظاہری شکل و صورت پر قبولیت اور عدم قبولیت کا فیصلہ فرماتا ہے بلکہ معاملہ انسان کے اندر کی کیفیات کا ہے جیسا ابھی آرہا ہے' صوفیا کرام کہتے ہیں

آدمیت لحم و شحم و پوست نیست آدمیت جز رضائے دوست نیست

علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب نهایہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں لا ینظر اور ینظر کے الفاظ پسند اور ناپسند' رحمت وشفقت اور اختیار کرنے نہ کرنے کے معنی میں ہے اس مطلب سے بہت سارے اعتراضات ختم ہو جاتے ہیں' لوگ کہتے ہیں دل صاف ہونا چاہیے ظاہری شکل وصورت کا کوئی اعتبار نہیں ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اندر اگر ٹھیک ہو تو باہر بھی ٹھیک رہتا ہے درخت کے ہرے بھرے ہونے کا مدار جڑوں پر ہے اگر جڑ خراب ہو جائے تو پتے جھڑ جاتے ہیں اور درخت سوکھ جاتے ہیں۔"ینظر الی قلوبکم" یعنی اللہ تعالیٰ دل کی نیت اور جذبۂ اخلاص اور سچائی وصفائی کو دیکھتا ہے۔اسی طرح دل کے حسد' کینہ' بغض ونفاق اور ریاکاری کو دیکھتا ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ دل کی اچھی بری صفات اور اس کے خیالات واحساسات اور جذبات پر فیصلہ فرما دیتا ہے۔

غیر مخلصانہ عمل کی کوئی اہمیت نہیں

(۲) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْکِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَکَ فِیْهِ مَعِیْ غَیْرِیْ تَرَکْتُهٗ وَشِرْکَهٗ. وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَنَا مِنْهُ بَرِیْءٌ هُوَ لِلَّذِیْ عَمِلَهٗ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں سب شریکوں سے بڑھ کر شریک سے بے نیاز ہوں جو شخص عبادت کرے اور اس میں کسی دوسرے کو بھی شریک کرے میں اس کو اس کے شریک کے ساتھ چھوڑ دیتا ہوں۔ایک روایت میں ہے میں اس سے بیزار ہوں وہ عمل اسی کے لیے ہے۔جس کے لیے اس نے کیا ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: اس حدیث کا ظاہری مفہوم اس بات کو واضح کرتا ہے کہ خالص ریاکاری کے جذبہ سے کیا جانے والا عمل تو باطل ہی ہو جاتا ہے لیکن اس کا عمل بھی فوت ہو جاتا ہے جس میں ریا کی آمیزش اور اس کا دخل ہو جائے۔لیکن علماء نے کہا ہے کہ یہ حکم اس عمل کے بارے میں ہوگا جو ریا کی ان دو قسموں سے تعلق رکھے کہ یا تو اس عمل کو اختیار کرنے میں سرے سے ثواب کی نیت ہی نہ ہو یا ثواب کی نیت تو ہو مگر ریا کا قصد اس نیت پر غالب ہو اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث کا اصل مقصد خدا کے لئے کئے جانے والے کسی بھی عمل کو ریا کی آمیزش اور اسکے دخل سے پاک رکھنے کو بڑی اہمیت کے ساتھ بیان کرنا اور اس کے امر سے لاپرواہی اختیار کرنے والوں کو زیادہ سے زیادہ تنبیہ وسرزنش کرنا ہے۔

دکھانے سنانے کے لئے عمل کرنے والوں کے بارے میں وعید

(۳) وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ یُّرَائِیْ یُرَائِی اللّٰهُ بِهٖ (مسلم و رواہ بخاری)

ترجمہ: حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ریا اور سمعہ کے طور پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیب مشہور کر دے گا اور اس کو ریا کاروں ایسا بدلہ دے گا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "سمع الله به" یعنی جو شخص لوگوں کو سنانے' دکھانے اور شہرت حاصل کرنے کیلئے کوئی عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب کو ظاہر کر دے گا اور اس کے پوشیدہ احوال لوگوں کو سنا دے گا اور اس کو رسوا کر دے گا اسی طرح جو شخص دکھاوے کی غرض سے کوئی عمل کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو تمام لوگوں کے سامنے لا کر دکھا دے گا کہ اس شخص نے یہ عمل فلاں کیلئے کیا تھا اب میرے پاس اس کا کوئی ثواب نہیں ہے یہ اپنا ثواب اسی شخص سے جا کر وصول کرے جس کیلئے اس نے یہ عمل کیا تھا' یہ ناکامی اور رسوائی کی بہت بڑی صورت ہے۔

کسی عمل خیر کی وجہ سے خود بخود مشہور ہو جانا ریا نہیں ہے

(۴) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاَیْتَ الرَّجُلَ یَعْمَلُ مِنَ الْخَیْرِ وَیَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَیُحِبُّهُ النَّاسُ عَلَیْهِ قَالَ تِلْکَ عَاجِلُ بُشْرَی الْمُؤْمِنِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا آپ فرمائیں ایک شخص عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی اس کام پر تعریف کرتے ہیں اور لوگ اس سے محبت رکھتے ہیں فرمایا یہ بات مسلمان کی جلد خوشخبری ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ.... شرک وریا کے بارے میں ایک وعید

(۵) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ فُضَالَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَمَعَ اللّٰهُ النَّاسَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لِیَوْمٍ لَا رَیْبَ فِیْهِ نَادٰی مُنَادٍ مَنْ کَانَ اَشْرَکَ فِیْ عَمَلٍ عَمِلَهٗ لِلّٰهِ اَحَدً فَلْیَطْلُبْ ثَوَابَهٗ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ اَغْنَی الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْکِ. (رواہ مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: حضرت ابوسعید بن ابی فضالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا جس وقت اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں ہے ایک پکارنے والا پکارے گا۔ جس نے کوئی ایسا عمل کیا ہے جس میں اللہ کے سوا کسی اور کو بھی شریک کر لیا ہے وہ اپنے عمل کا ثواب اللہ کے سوا سے طلب کرے جس کو اس نے شریک کر لیا تھا اللہ تعالیٰ شریکوں سے بے نیاز ہے روایت کیا اس کو احمد نے۔

ریا کاری کی مذمت

(۶) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمَّعَ النَّاسَ بِعَمَلِهٖ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ اَسَامِعَ خَلْقِهٖ وَحَقَّرَهٗ وَصَغَّرَهٗ. رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جو شخص اپنا عمل لوگوں کو سنائے اللہ تعالیٰ لوگوں کے کانوں میں یہ بات پہنچا دے گا کہ یہ شخص ریا کار ہے اور اس کو حقیر و ذلیل کر دے گا۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: "من سمع" یہ باب تفعیل سے ماضی کا صیغہ ہے جو سنانے کے معنی میں ہے "اسامع" یہ جمع الجمع ہے جو اسمع کی جمع ہے اور اسمع سمع کی جمع ہے اور سمع کان کے معنی میں ہے جیسے اکالب و اکلب و کلب ہے اس سے مراد لوگوں کے کان اور قوت سماعت ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے کانوں تک اس شخص کی ریا کاری مکاری عیاری' دعاری اور شطاری کو پہنچا کر سنا دے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ شخص ذلیل و حقیر ہو کر رہ جائے گا جس کی تفصیل اسی حدیث کے آخری کلمات میں بیان کی گئی ہے کہ حقرہ وصغرہ۔

نیت کے اخلاص وعدم اخلاص کا اثر

(۷) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَتْ نِیَّتُهٗ طَلَبَ الْاٰخِرَةِ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِیْ قَلْبِهٖ وَجَمَعَ لَهٗ شَمْلَهٗ وَاَتَتْهُ الدُّنْیَا وَهِیَ رَاغِمَةٌ وَمَنْ کَانَتْ نِیَّتُهٗ طَلَبَ الدُّنْیَا جَعَلَ اللّٰهُ الْفَقْرَ بَیْنَ عَیْنَیْهِ وَشَتَّتَ عَلَیْهِ اَمْرَهٗ وَلَا یَاْتِیْهِ مِنْهَا اِلَّا مَا کُتِبَ لَهٗ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِیُّ عَنْ اَبَانَ عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی نیت آخرت طلب کرنے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں غناڈال دیتا ہے اوراس کے لیےاس کی پریشانیاں جمع کردیتا ہے اوردنیااس کے پاس ذلیل ہوکرآتی ہے اورجس کی نیت طلب دنیا ہواس کی آنکھوں کے سامنے دنیا حاضر کردیتا ہےاس کے معاملات اس پرمختلف ہوجاتے ہیں اوراس کووہی ملتا ہے جواس کے لیےلکھا گیا ہے روایت کیااس کوترمذی نے اورروایت کیااس کواحمد نے اوردارمی نے ابان عن زید بن ثابت سے۔

اخروی مقاصد کے لئے اپنے کسی نیک عمل کی شہرت پرخوش ہونا ''ریا'' نہیں

(۸) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ بیننا اَنَا فِیْ بَیْتِیْ فِیْ مُصَلَّایَ اِذَا دَخَلَ عَلَیَّ رَجُلٌ فَاَعْجَبَنِیْ الْحَالُ الَّتِیْ رَاٰنِیْ عَلَیْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَکَ اللّٰهُ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ لَکَ اَجْرَانِ اَجْرُ السِّرِّ وَاَجْرُ الْعَلَانِیَةِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہا میں نے کہا اے اللہ کے رسول ایک دفعہ میں اپنے گھر میں اپنے مصلیٰ پر تھا اچانک ایک شخص میرے پاس اندرآیا مجھ کواس حالت میں اس کا دیکھنا اچھا معلوم ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اللہ تجھ پررحم کرے تیرے لیے دگنا ثواب ہے پوشیدہ اورظاہر کا ثواب۔روایت کیااس کوترمذی نے اورکہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: '' فاعجبنی الحال'' یعنی میں گھر کے اندر پوشیدہ طور پرنماز پڑھتا ہوں لیکن اس نیکی کی حالت میں جب مجھے کوئی دیکھتا ہے تو میں خوش ہوجاتا ہوں کیا یہ ریا کاری تونہیں ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ یہ ریا کاری نہیں بلکہ اس پردواجرملیں گے ایک اجرتو پوشیدہ طور پرنماز پڑھنے کی وجہ سے ملے گا اوردوسرا اجراس پر ملے گا کہ تم اپنی عبادت کی حالت پرخوش ہوئے عبادت پرخوش ہوجانا بھی عبادت ہے ایک روایت میں ہے اجر السر واجر العلانیة دونوں کا مفہوم قریب قریب ہے۔

ریا کاردین داروں کے بارے میں وعید

(۹) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ یَخْتِلُوْنَ الدُّنْیَا بِالدِّیْنِ یَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَ الضَّانِ مِنَ اللِّیْنِ اَلْسِنَتُهُمْ اَحْلٰی مِنَ السُّکْرِ وَ قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّیَابِ یَقُوْلُ اللّٰهُ اَبِیْ یَغْتَرُّوْنَ اَمَّا عَلَیَّ یَجْتَرِءُوْنَ فَبِیْ حَلَفْتُ لَاَبْعَثَنَّ عَلٰی اُوْلٰئِکَ مِنْهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِیْمَ فِیْهِمْ حَیْرَانَ. (رواه الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخرزمانہ میں ایسے لوگ نکلیں گے جودین کے ساتھ دنیا کوطلب کریں گے۔نرمی ظاہر کرنے کے لیےلوگوں کے لیے بھیڑ کی کھال پہن لیں گے۔ان کی زبان شکر سے زیادہ شیریں ہے اوران کے دل بھیڑیوں جیسے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیاوہ میرے ساتھ مغرور ہوتے ہیں اورکیا وہ مجھ پرجرأت کرتے ہیں میں اپنی ذات کی قسم کھا کرکہتا ہوں کہ میں ان لوگوں پرایسا فتنہ مسلط کروں گا جوعقلمند آدمی کوحیران بنادے گا۔روایت کیااس کوترمذی نے۔

تشریح: ''یختلون الدنیا'' یہ صیغہ باب ضرب یضرب سے ہے دھوکہ دے کرکسی چیز کے حاصل کرنے کوختل کہتے ہیں مطلب یہ ہے

کہ دین کو دنیا کے حصول کا ذریعہ بنایا اور اس میں بھی دھوکہ سے کام لیا کہ ریا کاری کا موٹا لباس اختیار کیا بلکہ بھیڑ بکریوں کی کھالوں سے لباس بنا کر پہن لیا تا کہ لوگ زاہد اور تارک الدنیا کا گمان کریں' زبان کو شہد سے زیادہ میٹھا رکھا تا کہ لوگ گمان کریں کہ زبردست اخلاق والا ہے' شیریں سخن ہے حالانکہ اس کا دل بھیڑیئے کے دل کی طرح سخت سنگین ہے۔

''من اللین'' یعنی خودغرضی کیلئے چاپلوسی اور عاجزی وتواضع کریں گے ہر صاحب ثروت اور صاحب جاہ کے سامنے جھکیں گے۔ ''ابی یغترون'' مطلب یہ ہے کہ میری مہلت اور ڈھیل دینے کی وجہ سے یہ لوگ دھوکہ میں پڑ گئے یا یہ مطلب ہے کہ مجھ پر جرأت کرتے ہیں اور ڈرتے نہیں ہیں نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ باز آتے ہیں۔ ''فبی'' یعنی اپنی ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان پر ایسا فتنہ ڈال دوں گا کہ ''الحلیم'' عقلمند' ہوشیار' بردبار بھی اس میں حیران ہو کر رہ جائے گا۔ یعنی ظالم حکمرانوں کی صورت میں جو انہی میں سے ہونگے' ان پر اپنا ایسا قہر وغضب نازل کردوں گا کہ یہ ریاکار لوگ اپنی گلوخلاصی کیلئے ہاتھ پاؤں ماریں گے مگر راہ نجات نہیں پائیں گے اور ذلیل وخوار ہو کر رہ جائیں گے۔

(۱۰) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى قَالَ لَقَدْ خَلَقْتُ خَلْقًا اَلْسِنَتُهُمْ اَحْلٰى مِنَ السُّكَّرِ وَقُلُوْبُهُمْ اَمَرُّ مِنَ الصَّبِرِ فَبِيْ خَلَفْتُ لَاُتِيْحَنَّهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيْمَ فِيْهِمْ حَيْرَانَ فَبِيْ يَغْتَرُّوْنَ اَمْ عَلَيَّ يَجْتَرِءُوْنَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ایک مخلوق پیدا کی ہے جن کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں اور ان کے دل ایلوے سے زیادہ کڑوے ہیں میں اپنی ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں ان پر ایک ایسا فتنہ چھوڑوں گا جو عقلمند کو حیران بنا دے گا۔ کیا وہ میرے ساتھ فریب کھاتے ہیں اور کیا مجھ پر جرأت کرتے ہیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: ''احلی'' یعنی یہ لوگ منافق اور ملحد ہوں گے' زبان تو بڑی میٹھی ہو گی' انبیاء کرام والی باتیں کریں گے مگر کردار اور عمل کے اعتبار سے ان کے دل غلط عقائد اور غلط سوچ سے بھرے ہوں گے' ''امر'' یہ مرارۃ سے ہے یعنی زیادہ کڑوے اور تلخ ہوں گے۔ ''الصبر'' ایک کڑوا پودا ہے جس کو اگر شہد میں ملایا گیا تو سارا شہد خراب کردے گا اس کو اردو میں ایلوا کہتے ہیں۔ ''لا تیحن'' اتاحۃ سے ہے مقرر کرنے اور مسلط کرنے کے معنی میں ہے۔ ''الحلیم'' عقلمند ہوشیار اور بردبار شخص کو حلیم کہا گیا ہے' مطلب یہ ہے کہ ان ریاکار اور منافق' بدکردار لوگوں کی عیاری اور مکاری اور بدکرداری کو دیکھ کر سنجیدہ باوقار لوگ بھی حیران ہو کر انگشت بدنداں رہ جائیں گے' ایسے لوگوں کیلئے اس حدیث میں شدید وعید ہے۔

میانہ روی کی فضیلت

(۱۱) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ شِرَّةً وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةً فَاِنْ صَاحِبُهَا سَدَّدَ وَقَارَبَ فَارْجُوْهُ وَاِنْ اُشِيْرَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فَلَا تَعُدُّوْهُ. (رواه الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز کے لیے زیادتی ہے اور ہر تیزی کے لیے سستی ہے اگر اس کے صاحب نے میانہ روی کی اور قریب رہا اس کی امید رکھو اور اگر انگلیوں کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کیا جائے اس کو شمار نہ کرو۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''شرۃ'' شرہ تیزی' چستی اور نشاط کے معنی میں ہے ''فترۃ'' یہ فتور سے ہے سستی کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی تحریک یا جماعت جب ابتداء میں وجود میں آتی ہے تو بہت چستی اور نشاط سے کام کرتی ہے اسی طرح انسان جب شروع شروع میں کسی عبادت میں لگ جاتا ہے تو بہت چستی اور تیزی دکھاتا ہے مگر کچھ عرصہ بعد یہی لوگ اور ان کی تحریکیں سست پڑ جاتی ہیں کیونکہ عروج کے بعد زوال فطری قانون ہے گویا ابتداء میں افراط ہوتا ہے اور انتہاء میں تفریط آتی ہے اس دورانیہ میں ریاکاری ضرور شامل ہو جاتی ہے۔ اس حدیث میں سدد اور قارب کے الفاظ

سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میانہ روی اور اعتدال کی تعلیم دی ہے۔

"فارجوہ" یعنی جس نے افراط وتفریط سے پاک ہوکر اعتدال کا راستہ اختیار کیا تو اس کی کامیابی کی اُمید رکھو کیونکہ وہ نمود ونمائش اور ریا کاری وشہرت سے محفوظ رہ گیا۔" بالا صابع "یعنی شہرت اور نمائش کے مقام پر پہنچ گیا اور لوگوں نے انگلیوں سے اس کی طرف اشارے شروع کئے کہ واہ واہ وہ جارہا ہے فلاں اور فلاں ایسا ہے اور ویسا ہے یہ اشارے جس طرح انگلیوں کے ذریعہ سے ہوتے ہیں اسی طرف زبان کے نعروں سے بھی ہوتے ہیں نیز جس طرح یہ اشارے دنیا کی دولت اور مناصب کی وجہ سے ہوسکتے ہیں اسی طرح دین اور دینداری کے حوالہ سے بھی ہوسکتے ہیں یہ اشارے اس لئے مذموم ہیں کہ ان سے آدمی حب جاہ ریاکاری تکبر اور اقتدار کے چکر میں پڑ جاتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حیوان منہ کے ذریعہ سے کھا کر موٹا ہوتا ہے اور انسان کانوں کے ذریعہ سے اپنی تعریف سن کر موٹا ہوتا ہے۔"فلا تعدوہ" یعنی اس قسم کے آدمی کو دینداری اور دنیاداری کے کسی درجہ میں نہ سمجھو یہ اگر آخر انجام تک اسی حالت پر برقرار رہتا ہے تو یہ تباہ حال اور برباد آدمی ہے ہاں اگر توبہ کرلے اور اس حالت سے نکل جائے تو وہ الگ بات ہے۔

شہرت یافتہ زندگی پرخطر ہے

(۱۲) وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِحَسْبِ امْرِیءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يُشَارَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فِيْ دِيْنٍ اَوْدُنْيَا اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا آدمی کو یہی شر کافی ہے کہ دین یا دنیا میں انگلیوں کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کیا جائے۔ مگر جس کو اللہ بچاوے۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ..... سمعہ کی مذمت

(۱۳) عَنْ اَبِيْ تَمِيْمَةَ قَالَ شَهِدْتُ صَفْوَانَ وَاَصْحَابَهُ وَجُنْدُبٌ يُوْصِيْهِم فَقَالُوْا هَلْ سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ شَاقَ شَقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالُوْا اَوْصِنَا فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَايُنْتِنُ مِنَ الْاِنْسَانِ بَطْنُه ص فَمَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ لَا يَاْكُلَ اِلَّا طَيِّبًا فَلْفعَلْ وَمَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ لَا يَحُوْلَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ مِلْءُ كَفٍّ مِنْ دَمٍ اَهْرَاقَهُ فَلْيَفْعَلْ. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوتمیمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں صفوان اور اس کے ساتھیوں کے پاس حاضر تھا اور جندب ان کو نصیحت کررہا تھا۔ انہوں نے کہا کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے۔ اس نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جو اپنا عمل سنائے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن رسوا کرے گا اور جو شخص اپنے نفس کو مشقت میں ڈالے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو مشقت میں ڈالے گا۔ انہوں نے کہا ہم کو وصیت کریں کہا انسان میں سب سے پہلے اس کا پیٹ گندہ ہوگا۔ جو شخص یہ کام کرنے کی طاقت رکھے کہ اپنے پیٹ میں پاکیزہ چیز داخل کرے وہ ایسا کرے اور جو شخص اس بات کی طاقت رکھے کہ اس کے اور جنت کے درمیان اور چلو خون کا جسے اس کو اس نے بہایا ہو مانع نہ ہوجائے پس چاہیے کہ وہ ایسا کرے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "شاق" یعنی دوسرے کو سخت مشقت میں ڈال دیا۔ "ینتن" نتن بدبودار ہونے کو کہتے ہیں مراد سڑجانا اور پھٹ جانا ہے یعنی قبر میں سب سے پہلے پیٹ برباد ہوجاتا ہے نیز دنیا میں بھی پہلے پیٹ خراب ہوتا ہے پھر باقی اعضاء متاثر ہوتے ہیں لہٰذا آدمی کو چاہیے کہ وہ حرام کھانے سے پیٹ کو بچائے رکھے۔

"یحول" یہ حائل سے ہے پردہ بننے کے معنی میں ہے۔"ملأ کف "یعنی ایک چلو برابر خون بھی جنت میں داخل ہونے کیلئے رکاوٹ نہ بنے چہ جائے کہ سیروں اور منوں کے حساب سے خون ہو پھر تو داخلہ ممکن نہ ہوگا" اس خون سے ناجائز خونریزی مراد ہے۔

ریاکاری شرک کے مرادف ہے

(۱۴) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِنَّهٗ خَرَجَ يَوْمًا اِلٰى مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَاعِدًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِيْ قَالَ مَايُبْكِيْكَ قَالَ يُبْكِيْنِيْ شَيْءٌ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ يَسِيْرًا الرِّيَآءِ وَشِرْكٌ وَمَنْ عَادىٰ لِلّٰهِ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَا اللّٰهَ بِالْمُحَارَبَةِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْاَبْرَارَ الْاَتْقِيَآءَ الْاَخْفِيَآءَ الَّذِيْنَ اِذَا غَابُوْا لَمْ يَتَفَقَّدُوْا وَاِنْ حَضَرُوْا لَمْ يَدْعُوْا وَلَمْ يَقْرَبُوْا قُلُوْبُهُمْ مَصَابِيْحُ الْهُدٰى يَخْرُجُوْنَ مِنْ كُلِّ غَبْرَآءَ مُظْلِمَةٍ . رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے ایک دن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی طرف نکلے معاذ بن جبل کو دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس بیٹھے رو رہے ہیں کہا کیوں روتے ہو کہنے لگے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے اس کو یاد کر کے رو رہا ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے بیشک معمولی ریا بھی شرک ہے اور جو شخص خدا کے کسی دوست سے دشمنی رکھے اس نے اللہ تعالیٰ کا جنگ کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نیک پارسا لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو پوشیدہ ہوتے ہیں جب وہ غیر حاضر ہوں پوچھے نہ جائیں اور جب حاضر ہوں بلائے نہ جائیں اور قریب نہ کیے جائیں۔ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں ہر فتنہ تاریک سے نکلتے ہیں۔ روایت کیا ابن ماجہ نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: ''ابرار'' یہ ''بر'' کی جمع ہے نیکوکار لوگوں کو کہتے ہیں ''الاتقیاء'' یہ ''تقی'' کی جمع ہے پرہیزگار لوگوں کو کہتے ہیں۔ ''الاخفیاء'' یہ ''خفی'' کی جمع ہے پوشیدہ حال اور گمنام لوگوں کو کہتے ہیں۔ ''لم یتفقدوا'' یہ ''تفقد'' سے ہے مجہول کا صیغہ ہے ڈھونڈھنے کے معنی میں ہے یعنی اگر یہ لوگ کسی کام سے غائب ہو جاتے ہیں تو کوئی بھی ان کو تلاش کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ ''لم یدعوا'' یعنی اگر حاضر رہتے ہیں پھر بھی کوئی ان کو اپنی دعوت میں مدعو نہیں کرتا۔ ''لم یقربوا'' یعنی اگر دعوت میں بلایا بھی جائے یا یہ خود آجائیں تو کوئی شخص ان کو اپنے پاس بٹھلانے کیلئے تیار نہیں ہوتا بلکہ جوتوں کے پاس بیکار جگہ میں بٹھلا دیئے جاتے ہیں' لوگوں کے نزدیک تو یہ اتنے کمزور ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ روشن چراغ ہیں ان کے دل ہدایت کی روشنی سے روشن ہیں۔ رحمان بابا نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اپنی لغت میں فرمایا ہے:

''چه په یو قدم تر عرشه پورے رسی ما لید لے دے رفتار ده درو یشانو

''غبراء مظلمة'' غبراء' خضرا' کے مقابلے میں زمین کو کہتے ہیں' اس جملہ کے دو مفہوم ہیں ایک مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ نور ایمانی کے ذریعہ سے ہر سیاہ اور تنگ و تاریک مشکل سے بہت آسانی کے ساتھ نکل جاتے ہیں اور کامیاب ہو جاتے ہیں دوسرا مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ اتنے خستہ حال ہوتے ہیں کہ تنگ و تاریک' کچے مکانات میں رہتے ہیں جن میں زندگی کی سہولیات نہیں ہوتیں انہیں میں جاتے ہیں اور انہیں سے نکل آتے ہیں گویا گمنام خستہ حال ہیں یہ مفہوم علامہ طیبی نے بیان کیا ہے جو زیادہ واضح ہے۔

ولی کی تعریف: اب اس حدیث کی کچھ تفصیل اس طرح ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے رونے کی وجہ یہ تھی کہ شرک کے اس طرح باریک شعبے ہیں کہ دیکھ کر اس سے بچنا بہت مشکل ہوتا ہے جیسے کہا گیا ہے:'' **فانه ادق من دبيب النملة السوداء على الصغرة الصماء فى الليلة الظلماء** ''(مرقات) یعنی شرک سیاہ چیونٹی کی سیاہ رات میں مضبوط پتھر پر آہستہ چلنے کی پوشیدگی سے بھی زیادہ پوشیدہ ہو سکتا ہے بہرحال اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے ولی کا ذکر آیا ہے' ولی کی تعریف میں علماء کے مختلف اقوال ہیں: ایک تعریف یہ ہے کہ ولی وہ ہوتا ہے جو دلیل محکم کے ساتھ صحیح عقیدہ لے کر پوری شریعت پر چلنے والا ہو' اس تعریف کے پیش نظر علماء حق اولیاء اللہ میں داخل ہو جاتے ہیں چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ بعض اکابر نے کہا ہے:

''**ان كان العلماء ليسوا باولياء الله فليس لله الولى** ''(مرقات) اسی کے قریب قریب ملا علی قاری نے ولی کی تعریف اس

طرح کی ہے: ان الاولیاء هم العلماء العاملون (مرقات) مذکورہ حدیث کے الفاظ اور مفہوم کے قریب قریب یہ روایت بھی ہے جو حدیث قدسی ہے: قال اللہ تعالیٰ اولیائی تحت قبائی لا یعرفهم غیری'' ایک راویت میں اس طرح آیا ہے: ''من عادیٰ لی ولیاً فقد آذنته بالحرب'' ایک اور حدیث قدسی میں اس طرح آیا ہے: ''وانی لا غضب لأولیائی کما یغضب اللیث للجرو'' (مرقات)
اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اولیاء اللہ کی توہین وتحقیر سے بچائے کسی نے خوب کہا ہے:

''خاکسارانِ جہاں رابحقارت منگر — توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد
اس دور میں کچھ خاک نشینوں کی بدولت — باقی اسلام کی عظمت کا نشان ہے

صدق واخلاص کی علامت

(۱۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا صَلَّی فِی الْعَلَانِیَّةِ فَاَحْسَنَ وَصَلَّی فِی السِّرِّ فَاَحْسَنَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی هٰذَا عَبْدِیْ حَقًّا (رواه سنن ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت بندہ ظاہر میں نماز پڑھتا ہے اور اچھی طرح پڑھتا ہے اور خلوت میں نماز پڑھتا ہے پس اچھی طرح پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرا سچا بندہ ہے۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے)

ریاکار لوگوں کے بارے میں پیشگوئی

(۱۶) وَعَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَکُوْنَ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ اَقْوَامٌ اِخْوَانُ الْعَلَانِیَّةِ اَعْدَاءُ السَّرِیْرَةِ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَکَیْفَ یَکُوْنُ ذٰلِکَ قَالَ ذٰلِکَ بِرَغْبَةِ بَعْضِهِمْ اِلٰی بَعْضٍ وَرَهْبَةِ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ.

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں کتنی قومیں ہوں گی جو ظاہر میں دوست اور باطن میں دشمن ہوں گی کہا گیا اے اللہ کے رسول اور ایسا کس طرح ہو سکتا ہے فرمایا اس لیے کہ وہ ایک دوسرے سے طمع رکھتے ہوں گے اور ایک دوسرے سے ڈرتے ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

تشریح: ''اخوان العلانیة'' یعنی آمنے سامنے ملتے ہیں تو تصنع اور بناوٹ وریاکاری کی وجہ سے پکے دوست نظر آتے ہیں لیکن ذرا ادھر ادھر غائب ہو جاتے ہیں تو پھر پکے دشمن ہوتے ہیں ایک دوسرے کے پیروں پر کلہاڑی مارتے ہیں قیامت کے قریب لوگوں کی یہ حالت ہوگی۔
''برغبة بعضهم'' یعنی لالچ اور طمع کی وجہ سے ایک دوسرے کے خود غرض دوست ہوں گے مگر ایک دوسرے سے خوف وخطر اور ضرر کی وجہ سے ڈرتے ہوں گے گویا اغراض ومقاصد اور طمع ولالچ کے بندے ہوں گے۔

دکھلاوے کا نماز روزہ شرک ہے

(۱۷) وَعَنْ شُدَّادِ ابْنِ اَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ صَلَّی یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ وَمَنْ صَامَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ وَمَنْ تَصَدَّقَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ. (رواه مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جس نے ریاء کے طور پر نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے ریاء کے طور پر روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے ریاء کے طور پر صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

(۱۸) وَعَنْهُ اَنَّهُ بَکٰی فَقِیْلَ لَهٗ مَا یُبْکِیْکَ قَالَ شَیْءٌ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فَذَکَرْتُهٗ فَاَبْکَانِیْ سَمِعْتُ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَتَخَوَّفُ عَلٰی اُمَّتِیَ الشِّرْکَ وَالشَّھْوَۃَ الْخَفِیَّۃَ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ اَیُشْرِکُ اُمَّتُکَ مِنْ بَعْدِکَ قَالَ نَعَمْ اَمَا اِنَّھُمْ لَا یَعْبُدُوْنَ شَمْسًا وَلَا قَمَرًا وَلَا حَجَرًا وَلَا وَثَنًا وَلٰکِنْ یُرَاءُ وْنَ بِاَعْمَالِھِمْ وَالشَّھْوَۃُ الْخَفِیَّۃُ اَنْ یُّصْبِحَ اَحَدُھُمْ صَائِمًا فَتَعْرِضُ لَہٗ شَھْوَۃٌ مِنْ شَھْوَاتِہٖ فَیَتْرُکُ صَوْمَہٗ. رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَان

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رو پڑے ان کو کہا گیا کیوں روتے ہو کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے مجھے یاد آ گئی جس سے میں رو پڑا ہوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔ میں اپنی امت پر شرک اور چھپی خواہش سے ڈرتا ہوں۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی۔ فرمایا وہ سورج، چاند پتھر اور بت کی عبادت تو نہ کریں گے لیکن اپنے اعمال کا دکھلاوا کریں گے اور خفیہ خواہش یہ ہے کہ ایک آدمی صبح روزہ رکھے گا اس کی شہوتوں میں سے ایک شہوت اس کو پیش آئے گی جس کی وجہ سے وہ اپنا روزہ توڑ دے گا۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

ریا کاری دجال کے فتنہ سے زیادہ خطرناک ہے

(۱۹) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَذَاکَرُ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِمَا ھُوَ اَخْوَفُ عَلَیْکُمْ عِنْدِیْ مِنَ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ فَقُلْنَا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الشِّرْکُ الْخَفِیُّ اَنْ یَّقُوْمَ الرَّجُلُ فَیُصَلِّیْ فَیَزِیْدُ صَلَاتَہٗ لِمَا یَرٰی مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ. (رواہ سنن ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر نکلے ہم آپس میں دجال کا ذکر کر رہے تھے آپ نے فرمایا میں تم کو ایک ایسی چیز کی خبر دوں جو میرے نزدیک تمہارے لیے مسیح دجال سے زیادہ خوفناک ہے ہم نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول فرمایا شرک خفی۔ مثلاً ایک شخص کھڑا نماز پڑھتا ہے جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آدمی اس کو دیکھ رہا ہے وہ نماز زیادہ پڑھتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

تشریح: ''ریا کاری کی برائی کو دجال کے فتنہ سے زیادہ خوفناک اور پر خطر اس لئے فرمایا گیا ہے کہ دجال کے جھوٹے ہونے اور اس کی فتنہ انگیزیوں کو ظاہر کرنے کی نشانیاں اور علامتیں بہت ہیں اور بالکل کھلی ہوئی ہیں، جو صاحب صدق و ایمان کی اس سے محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہوں گی۔''

جب کہ ریا کاری کا معاملہ نہایت پوشیدہ ہے اور جس کی برائی و فتنہ انگیزی ہر عمل میں، ہر وقت اور ہر طرح سے معلوم نہیں ہو سکتی اور یہی وجہ ہے کہ اچھے اچھے لوگ بھی اس کے جال میں پھنس کر رہ جاتے ہیں۔

ریا کاری شرک اصغر ہے

(۲۰) وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمُ الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ قَالَ الرِّیَآءُ. رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ زَادَ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَان یَقُوْلُ اللّٰہُ لَھُمْ یَوْمَ یُجَازِی الْعِبَادَ بِاَعْمَالِھِمْ اِذْھَبُوْا اِلَی الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تُرَاءُ وْنَ فِی الدُّنْیَا فَانْظُرُوْا ھَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَھُمْ جَزَآءً خَیْرًا.

ترجمہ: حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس چیز سے میں تم پر بہت زیادہ ڈرتا ہوں وہ شرک اصغر ہے انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول شرک اصغر کیا ہے فرمایا ریا روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں زیادہ کیا اللہ تعالیٰ جس روز بندوں کو ان کے اعمال کی جزاء دے گا فرمائے گا ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کے لیے تم دنیا میں دکھلاوا کرتے تھے ان کے نزدیک جزاء یا بھلائی پاتے ہو۔

اخلاص عمل کا اجر

(۲۱) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا عَمِلَ عَمَلًا فِیْ

صَخْرَةٍ لَا بَابَ لَهَا وَلَا كُوَّةَ خَرَجَ عَمَلُهُ اِلَى النَّاسِ كَائِنًا مَا كَانَ.

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ایک شخص ایک بڑے پتھر میں عمل کرے جس کا نہ دروازہ ہے اور نہ روشندان اس کا عمل لوگوں کی طرف نکل آئے گا۔ جیسا بھی عمل ہو۔

تشریح: "صحرۃ" مضبوط پتھر اور سخت چٹان کو صحرہ کہتے ہیں "کوۃ" دیوار کے اندر چھوٹے دریچے کو کوۃ کہتے ہیں جس کو طاقچہ اور روشن دان بھی کہہ سکتے ہیں اس حدیث کا ایک مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اخلاص کے ساتھ مکمل راز داری اور پوشیدہ طور پر کوئی عمل کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ کسی کو اس کا پتہ نہ چلے مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ اس شخص کے اس عمل کو لوگوں پر ظاہر فرما دے گا تا کہ اس شخص کو دنیا میں بھی اس کا پھل مل جائے لہٰذا ریا کاری کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس حدیث کا دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ ایک مخلص بندے کو چاہیے کہ وہ اپنے اعمال کو ہر طرح چھپانے کی کوشش کرے کیونکہ ریا کاری کا بہت بڑا خطرہ ہے بسا اوقات ایک شخص پوشیدہ طور پر عمل کرتا ہے مگر پھر بھی وہ عمل ایسی جگہوں سے ظاہر ہو جاتا ہے جہاں سے خود اس شخص کو بھی خیال نہیں گزرتا لہٰذا مکمل احتیاط کرنا چاہیے یہ مطلب زیادہ واضح نہیں ہے کیونکہ آنے اولی حدیث پہلے مطلب کی تائید کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر پوشیدہ اچھی یا بری عادت کو آشکارا کر دیتا ہے

(۲۲) وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ سَرِيْرَةٌ صَالِحَةٌ اَوْ سَيِّئَةٌ اَظْهَرَ اللّٰهُ مِنْهَا رِدَاءً يُعْرَفُ بِهِ

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی نیک یا بد خصلت ہو اللہ تعالیٰ اس کی ایک علامت ظاہر کر دیتا ہے جس سے وہ پہچانا جاتا ہے۔

تشریح: "رداء" چادر کو ردا کہتے ہیں یہاں چادر سے علامت اور شناخت مراد ہے جس طرح مردوں کی علامات میں سے الگ قسم کی چادریں ہوتی ہیں اسی طرح عورتوں کی علامات میں سے بھی الگ قسم کی چادریں ہوتی ہیں جس سے دونوں کی الگ الگ شناخت ہوتی ہے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے اندر اچھی یا بری خصلت ہوتی ہے جو پوشیدہ ہونے کی وجہ سے عام لوگوں کی نگاہوں میں نہیں آتی لیکن اللہ تعالیٰ اس شخص میں کوئی ایسی صورت یا ہیئت یا علامت ظاہر فرما دیتا ہے جس سے لوگوں پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ شخص اس قبیل اور اس قماش کا آدمی ہے۔

نفاق کی برائی نہایت خوفناک ہے

(۲۳) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰى هٰذِهِ الْاُمَّةِ كُلَّ مُنَافِقٍ يَتَكَلَّمُ بِالْحِكْمَةِ وَيَعْمَلُ بِالْجَوْرِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثُ الثَّلٰثَةُ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی امت پر ہر ایسے منافق کے شر سے ڈرتا ہوں جو حکیمانہ کلام کرتا ہے اور ظلم کے ساتھ عمل کرتا ہے۔ تینوں روایات کو بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے۔

تشریح: یہ ان لوگوں کی خصلت بتائی گئی ہے جو لوگوں کو دکھانے کے لئے باتیں تو بڑی اچھی اچھی کرتے ہیں مگر خود ان باتوں پر عمل کرتے نہیں اور اسی چیز کو نفاق کہا جاتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی امت کے حق میں ایسے ہی لوگوں کے وجود اور اس بری خصلت سے ڈرتا ہوں کہ مبادہ اس قسم کے لوگ میری امت میں پیدا ہو جائیں گے اور یہ بری خصلت اس امت محمدیہ کے درمیان راہ پا کر مسلمانوں کو فتنہ و فساد اور آلام و مصائب میں مبتلا کر دے۔

حسن نیت کی اہمیت

(۲۴) وَعَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ حَبِيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنِّيْ لَسْتُ كُلَّ كَلَامِ الْحَكِيْمِ اَتَقَبَّلُ

وَلٰكِنِّي اَتَقَبَّلُ هَمَّهُ وَهَوَاهُ فَاِنْ كَانَ هَمُّهُ وَهَوَاهُ فِي طَاعَتِي جَعَلْتُ صَمْتَهُ حَمْدًا لِي وَوَقَارًا وَاِنْ لَمْ يَتَكَلَّمْ (رواه الدارمی)

ترجمہ: حضرت مہاجر بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں حکیم و دانا آدمی کی ہر کلام قبول نہیں کرتا لیکن میں اس کے قصد اور محبت کو قبول کرتا ہوں اگر اس کی نیت اور محبت میری طاعت کی ہو میں اس کی خاموشی کو اپنی تعریف اور بزرگی بنا دیتا ہوں اگر چہ وہ کلام نہ کرے۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے)

تشریح: "کلام الحکیم" حکیم سے عالم اور پروفیسر اور دانشور مراد ہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ہر دانشور اور ہر عالم اور نکتہ دان کی بات قبول نہیں کرتا یعنی میرے نزدیک محض گفتار کے غازی کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ ہمارے ہاں کردار کی قدر و قیمت ہے۔ جب اخلاص، رضائے الٰہی اور حسن نیت، عمدہ اور بہتر ہو اور کردار کا معیار بلند ہو تو گفتار کی سطح کتنی ہی سادہ کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں اسی کا اعتبار ہے۔

بَابُ الْبُكَاءِ وَ الْخَوْفِ.... رونے اور ڈرنے کا بیان

"بکاء" کے معنی ہیں رونا آنسو بہانا۔ اگر یہ لفظ مد کے بغیر یعنی "بکا" ہو تو اس کا اطلاق کسی غم و حزن کی وجہ سے صرف آنسو بہنے پر ہوتا ہے اور اگر یہ لفظ مد کے ساتھ یعنی بقاء ہو تو اس کا اطلاق آواز کے ساتھ رونے اور آنسو بہانے پر ہوتا ہے اور زیادہ مشہور مد کے ساتھ ہی ہے نیز ظاہر یہ ہے کہ عنوان بالا میں اس لفظ کا عام مفہوم مراد ہے یعنی رونا، خواہ خاموش آنسو بہانے کی صورت میں ہو یا بلند آواز کے ساتھ رونے کی صورت میں اسی سے تبا کی کا لفظ نکلا ہے جس کے معنی ہیں رونے کی صورت بنانا، بہ تکلف رونا اور ان چیزوں کو کہ جن سے رونا آئے۔ یاد دلا دینا کرکے زبردستی رونا! ابکاء بھی اسی لفظ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں کسی کو رلانا۔ "خوف" کے معنی ہیں ڈرنا، دہشت کھانا۔ اسی لفظ سے اخافت اور تخویف ہے جس کے معنی ہیں ڈرانا واضح رہے کہ "خوف" ایک خاص کیفیت و حالت کا نام ہے جو پیش آتی ہے۔ حاصل یہ کہ رونے اور ڈرنے سے مراد آخرت کے عذاب اور اللہ تعالیٰ کے عقاب و عتاب سے ڈرنا اور ان چیزوں کے خوف سے رونا گڑگڑانا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ... زیادہ ہنسنا آخرت کی ہولناکیوں سے بے فکری کی علامت ہے

(۱) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَلَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم اس چیز کو جان لو جس کو میں جانتا ہوں تم بہت روؤ اور تھوڑا ہنسو۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: اس ارشاد گرامی میں اُمت کے لئے ایک تنبیہ تو یہ ہے کہ اپنے اوپر گریہ طاری رکھنا چاہیے اور ان چیزوں کی یاد تازہ رکھنی چاہیے جو رونے دہلانے اور غم کھانے کا باعث ہوتی ہیں جیسے خوف خداوندی کا احساس اور عظمت و جلال حق کی حقیقت معلوم کرنا دوسری تنبیہ یہ ہے کہ جاہل و غافل لوگوں کی طرح بہت زیادہ ہنسنے اور راحت و چین اختیار کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اگر چہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عفو و مغفرت اور اس کی رحمت پر امید کی وجہ سے فی الجملہ راحت و چین اختیار کرنا ایک حد تک گنجائش رکھتا ہے۔

کسی کے اخروی انجام کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا

(۲) وَعَنْ اُمِّ عَلَاءِ الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِي وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ام العلاء انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم میں نہیں جانتا اللہ کی قسم میں نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "ما یفعل بی" یعنی اللہ تعالیٰ کے رسول ہوتے ہوئے مجھے یہ علم نہیں کہ دنیوی اعتبار سے تمہارا انجام کیا بنے گا اور میرا انجام کیا بنے گا۔

سوال:۔اس مقام پر ایک مشہور سوال ہے وہ یہ ہے کہ نبی تو دوسروں کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سفیر بن کر آتا ہے جب نبی خود اپنی آخرت وعاقبت اور اپنی نجات میں متردد ہو اور گومگو کی کیفیت میں مبتلا ہو تو وہ دوسروں کے لئے کیسے رہبر بنے گا نیز یہ تردد اور بے یقینی کی کیفیت تو نبی کی معصومیت کے بھی منافی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح جملے کیسے ارشاد فرمائے؟

جواب:۔اس حدیث میں قرآن کریم کی ایک آیت کی طرف اشارہ ہے اس آیت کی تفسیر اور مطلب سمجھنے سے یہ حدیث بھی سمجھ میں آجائے گی وہ آیت یہ ہے قل ما کنت بدعا من الرسل وما ادری مایفعل بی ولا بکم اس آیت کا ترجمہ فارسی میں شاہ ولی اللہؒ نے اس طرح کیا ہے:

بگو من نیستم نو آمداز پیغمبراں ونمی دانم کہ چہ کردہ شود با ماو با شما در دنیا

مطلب یہ نکلا کہ اس آیت اور اس حدیث دونوں کا تعلق ان دنیوی واقعات ومعاملات کے ساتھ ہے جو مستقبل میں آنے والے تھے کہ میں پہلے مروں گا یا تم پہلے مرو گے یا میں تم پر غالب آؤں گا یا تم مجھ پر غالب آؤ گے اس جنگ میں تم شکست کھاؤ گے یا ہم کھائیں گے۔مستقبل کے ان جیسے واقعات کا تعلق چونکہ علم غیب سے ہے اور علم غیب خاصۂ خدا ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفی فرمادی اور یہ کوئی دینی واخروی امور بھی نہیں ہیں جن کا جاننا نبی کیلئے ضروری ہو۔اس سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ مجھے اپنے اور تمہارے انجام کی تفصیلات کا علم نہیں ہے اجمالی طور پر تو اپنی نجات اور کامیابی کو جانتا ہوں مگر تفصیلات کا تعلق علم غیب سے ہے لہٰذا مجھے اس کا علم نہیں ہے کیونکہ مجھے اس سے آگاہ نہیں کیا گیا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون کی وفات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمنے ان کیلئے دعائیں مانگیں۔سب سے پہلے بقیع غرقد میں ان کو دفن کیا آپ نے ان کے چہرہ یا پیشانی کا بوسہ لیا اس پر ایک خاتون نے کہا کہ عثمان تیرے لئے جنت مبارک ہو اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہو کر اپنے بارے میں اس طرح بات نہیں کرتا، تم نے صحابی کے بارے میں اس طرح حکم کیسے لگادیا؟ یہ تو مستقبل کے غیب کا معاملہ ہے اس طرح فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔پہلے دو جواب واضح اور راجح ہیں۔

دوزخ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ

(۳) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ فَرَاَيْتُ فِيْهَا امْرَاَةً مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ تُعَذَّبُ فِيْ هِرَّةٍ لَهَا رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا وَرَاَيْتُ عَمْرَو ابْنَ عَامِرِ الْخُزَاعِيِّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ وَكَانَ اَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر آگ ظاہر کی گئی میں نے اس میں بنی اسرائیل کی ایک عورت دیکھی جس کو بلی کی وجہ سے عذاب دیا جارہا تھا اس نے اس کو باندھ دیا نہ اس کو کچھ کھلاتی اور نہ ہی چھوڑتی کہ وہ چوہے وغیرہ کھائے یہاں تک کہ وہ بلی بھوکی مرگئی اور میں نے اس میں عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی انتڑیاں آگ میں کھینچ رہا ہے اس نے سب سے پہلے بتوں کے نام پر سانڈ چھوڑنے کی رسم نکالی تھی۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح:"عمرو بن عامر" عمرو بن عامر اپنے زمانہ میں اہل مکہ کا بڑا تھا، حرم شریف کا نگراں بھی تھا یہ شخص کاہن بھی تھا، ایک دفعہ یہ بیمار ہوگیا اس نے کسی سے سنا کہ شام میں ایک جگہ پانی کا ایک چشمہ ہے اگر بیمار اس سے غسل کرلے تو صحت یاب ہو جاتا ہے یہ شخص شام چلا گیا وہاں اس شخص نے دیکھا کہ لوگ بت پرستی کررہے ہیں اس کو بھی شوق ہوگیا اور واپسی پر ان لوگوں سے ایک بت مانگ کر ساتھ لایا جس کا نام ھُبَل تھا۔چونکہ یہ شخص کاہن تھا تو ابلیس نے اس سے کہا کہ جدہ جاکر فلاں نالے میں نوح علیہ السلام کے زمانے کے پانچ بُت پڑے ہیں وہ بھی لے آؤ۔چنانچہ عمرو بن عامر گیا اور اس نالے سے پانچ بت ودؔ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو لاکر بیت اللہ کے پاس کھڑا کردیا جس سے رفتہ رفتہ شرک اور بت پرستی کی رسم حجاز مقدس میں چل پڑی

پھر اس بدبخت نے بتوں کے نام پر سانڈ چھوڑے۔ ''سوائب'' یہ سائبۃ کی جمع ہے' سائبہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو بتوں کے نام آزاد چھوڑ دی جائے اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب ایک اونٹنی دس مادہ اولاد پیدا کر دیتی تھی یا کوئی مسافر شخص سفر سے بخیریت واپس گھر آ جاتا تھا یا کوئی مریض بیماری سے شفایاب ہو جاتا تھا تو عرب کا دستور تھا کہ ایک اونٹنی کو آزاد چھوڑ دیتے تھے نہ اس کا دودھ نکالتے' نہ اس پر سواری کرتے' نہ اس کو فصل سے روکتے تھے بس یہ سانڈ بن کر آزاد گھومتی پھرتی رہتی تھی عرب لوگ اپنے بتوں کی خوشنودی کی خاطر ایسا کرتے تھے' اس حدیث میں اسی تفصیل کی طرف اشارہ ہے۔

بعض روایات میں اس شخص کے باپ کا نام لحی ہے یعنی عمرو بن لحی' یہاں اس کا نام عمرو بن عامر بتایا گیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اس کے دادا کا نام لحی ہو تو کبھی باپ عامر کی طرف منسوب ہوتا ہے اور کبھی لحی دادا کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ ابھی سے موجود ہیں اور کچھ لوگ ابھی سے دوزخ میں ڈالے جا چکے ہیں جس طرح اس حدیث میں مذکور ہے' اور یہ بھی ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی دوزخ کے مستقبل کی حالت دکھائی گئی ہو کہ آئندہ دوزخ میں ان لوگوں کے ساتھ ایسا معاملہ ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ عالم برزخ میں دوزخ کی شاخ ہو تو وہ بھی دوزخ ہے۔ ''في هرة'' یہ فی علت اور سببیت کیلئے ہے کہ بلی کو ناجائز ایذا پہنچانے اور قتل کرنے کی وجہ سے وہ عورت دوزخ چلی گئی۔ '' قصبة'' یہ قصبة کی جمع ہے آنتوں کو کہتے ہیں عرب کا مشہور مقولہ ہے رأيت القصاب ينقي الاقصاب: میں نے قصاب کو دیکھا جو آنتوں کو صاف کر رہا تھا۔

فسق وفجور کی کثرت پوری قوم کے لئے موجب ہلاکت ہے

(۴) وَعَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَزِعًا يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهٖ وَحَلَّقَ بِاِصْبَعَيْهِ الْاِبْهَامِ وَالَّتِيْ تَلِيْهَا قَالَتْ زَيْنَبُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ. (بخاری و صحیح مسلم)

ترجمہ: حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن گھبرائے ہوئے تشریف لائے اور فرماتے تھے نہیں کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ عربوں کے لیے ہلاکت ہو ایک ایسے شر سے جو قریب آ چکی ہے آج یاجوج و ماجوج کی سد سے اس کی مثل ایک سوراخ ہو گیا ہے یہ کہہ کر آپ نے انگوٹھہ اور قریب والی انگلی کے ساتھ حلقہ بنایا زینب نے کہا میں نے کہا اے اللہ کے رسول ہم ہلاک ہو جائیں گے جبکہ ہم میں نیک لوگ بھی ہیں آپ نے فرمایا ہاں جس وقت فسق و فجور بہت ہوگا۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''للعرب'' عرب کو اس لئے بطور خاص ذکر کیا کہ اس وقت زیادہ تر عرب ہی اسلام میں داخل ہوئے تھے۔

''شر قد اقترب'' یعنی ایک شر اور فساد ہے جو عرب کے بالکل قریب آ چکا ہے' اس شر سے ان عام فتنوں کی طرف بھی اشارہ ہے جو شہادت عثمان کے بعد اس امت میں شروع ہو گئے تھے اور آج تک مسلسل جاری ہیں لیکن ان فتنوں میں ایک بڑا فتنہ و فساد یاجوج ماجوج کا خروج ہے جس کو اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ ''من ردم یاجوج'' قریب شدہ شر کی تفصیل اور بیان اس جملہ میں کیا گیا ہے اور اس سے سلطان سکندر ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار کی طرف اشارہ ہے جس کے پیچھے یاجوج ماجوج کو بند کر کے رکھا گیا ہے۔ یاجوج ماجوج کی لوٹ مار کے خوف سے حفاظت کے طور پر دنیا میں کئی دیواریں بنی ہیں ان میں مشہور چار دیواریں ہیں۔

(۱) سب سے بڑی دیوار دیوار چین ہے اس کو فغفور بادشاہ نے بنایا ہے جو ایک ہزار میل لمبی دیوار ہے۔

(۲) دوسری دیوار وسط ایشیاء میں بخارا اور ترمذ کے درمیان واقع ہے جس کو دربند کہتے ہیں یہ دیوار مغل بادشاہ تیمور لنگ نے بنائی ہے۔

(۳) تیسری دیوار روسی علاقہ داغستان میں واقع ہے اس کو بھی دربند کہتے ہیں۔

(۴) چوتھی دیوار کاکیشیا میں ہے جو اسی داغستان کے مغربی علاقہ میں واقع ہے جو بہت بلند پہاڑوں کے درمیان ہے اس جگہ درہ داریال کے نام سے ایک درہ مشہور ہے اس میں یہ دیوار قائم ہے جس کو سد کوہ قاف کہتے ہیں یہی سد سکندری ہے اور اسی کے پیچھے یاجوج ماجوج بند ہیں۔

آج کل چیچنیا کا نام بہت مشہور ہے داغستان اور کا کیشیا اور درۂ داریال اور کوہ قاف' چیچنیا کے آس پاس کے علاقے ہیں۔

''یاجوج و ماجوج'' زمین کی کل وسعت پانچ سو سال کی مسافت پر ہے۔تین سو سال کی مسافت کے علاقے پر سمندر محیط ہے ایک سو نوے سال کی مسافت کے علاقے پر یاجوج ماجوج آباد ہیں اور دس سال کی مسافت کے رقبے پر انسان آباد ہیں۔یاجوج ماجوج منگول یعنی تاتاریوں کے ان وحشی قبائل کا نام ہے جن کو یورپ اور روسی اقوام کی ابتدائی نسل کا تاریخی ثبوت حاصل ہے' یاجوج ماجوج کے ہمسایہ کمزور قبائل نے ان کے دو بڑے قبیلوں کو موگ اور یوچی کے نام سے یاد کیا اس کے بعد یونانیوں نے ان کو یوگاگ میگاگ کہہ دیا اس کے بعد عربی اور عبرانی لغت نے اس میں تصرف کیا اور اس کو یاجوج ماجوج بنا دیا۔یاجوج ماجوج ترک' روس' چین اور تاتاریوں کے ان وحشی قبائل کا نام ہے جو سد سکندری کے پیچھے پردۂ غیب میں چلے گئے ہیں اور ان کے کچھ مہذب نمونے انہیں اقوام کی صورت میں دنیا کے سامنے موجود ہیں۔کتاب الفتن میں یاجوج ماجوج کی مزید کچھ تفصیل آ سکتی ہے بہرحال اس حدیث میں جس فتنہ کے قریب آنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یہ تاتاریوں کے چنگیز خان کا فتنہ تھا جو اسی علاقہ سے اُٹھا تھا اور جس نے اسلامی خلافت کو پارہ پارہ کر دیا اور بغداد کو لوٹ لیا دین اور اہل دین کے نشانات کو مٹا دیا اور لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔یہ یاجوج ماجوج کی ایک مصنوعی شکل تھی اصل یاجوج ماجوج بعد میں نکلیں گے' اللہ ان کو ہلاک کرے۔!!

خسف اور مسخ کا عذاب اس امت کے لوگوں پر بھی نازل ہوسکتا ہے

(۵) وَعَنْ اَبِیْ عَامِرٍ اَوْاَبِیْ مَالِکٍ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَیَکُوْنَنَّ مِنْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ یَسْتَحِلُّوْنَ الْخَزَّوَالْحَرِیْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ وَلَیَنْزِلَنَّ اَقْوَامٌ اِلٰی جَنْبِ عَلَمٍ یَرُوْحُ عَلَیْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ یَاتِیْهِمْ رَجُلٌ لِحَاجَةٍ فَیَقُوْلُوْنَ اَرْجِعْ اِلَیْنَا غَدًا فَیُبَیِّتُهُمُ اللّٰهُ وَیَضَعُ الْعِلْمَ وَیَمْسَخُ اٰخَرِیْنَ قِرَدَةً وَخَنَازِیْرَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَفِیْ بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِیْحِ الْحَرِبِالْحَاءِ وَالرَّاءِ الْمُهْمَلَتَیْنِ وَهُوَ تَصْحِیْفٌ وَاِنَّمَا هُوَ بِالْخَاءِ وَالزَّاءِ الْمُعْجَمَتَیْنِ نَصَّ عَلَیْهِ الْحُمَیْدِیُّ وَابْنُ الْاَثِیْرِ فِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ وَفِیْ کِتَابِ الْحُمَیْدِیِّ عَنِ الْبُخَارِیِّ وَکَذَا فِیْ شَرْحِهِ الْخَطَّابِیِّ تَرُوْحُ عَلَیْهِمْ سَارِحَةٌ لَهُمْ یَاتِیْهِمْ لِحَاجَةٍ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو عامر یا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے میری امت میں کچھ لوگ ہوں گے جو خز ریشمی کپڑے شراب اور باجوں کو حلال سمجھیں گے اور کچھ لوگ ایک پہاڑ کے نزدیک اترے ہوئے ہوں گے رات کے وقت ان کے مویشی ان کے پاس آئیں گے ایک آدمی ان کے پاس آئے گا وہ کہیں گے کل ہمارے پاس آنا رات کو ان پر اللہ کی طرف سے عذاب آ جائے گا۔ان پر اللہ تعالیٰ پہاڑ گرا دے گا۔اور کچھ دوسرے لوگوں کو بندروں اور سوروں کی شکلوں میں مسخ کر دے گا۔روایت کیا اس کو بخاری نے۔مصابیح کے بعض نسخوں میں الخز کی جائے الحر حاء اور راء کے ساتھ ہے اور یہ تصحیف ہے بلکہ خا اور زا معجمتین کے ساتھ ہے حمیدی اور ابن اثیر نے اس حدیث میں اس بات کی صراحت کر دی ہے۔حمیدی کی کتاب میں بخاری سے روایت ہے اسی طرح اس کی شرح خطابی میں ہے۔**تروح علیہم سارحة لهم یا تیهم لحاجه۔**

تشریح: ''الخز'' ریشم کو خز اور حریر کہا گیا اور الخمر شراب کو کہتے ہیں اور المعازف معزف کی جمع ہے آلات لہو ولعب' باجوں اور طبلوں کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ آخر زمانہ میں ایک وقت ایسا آئے گا کہ لوگ ان حرام کاموں کو حلال سمجھیں گے چنانچہ آج کل یہی ہو رہا ہے''علم'' پہاڑ کو علم کہا جاتا ہے یعنی یہ لوگ پہاڑ کے دامن میں سکونت اختیار کریں گے۔''یروح'' شام کے وقت آنے کو کہتے ہیں۔''بسارحة'' اس میں باء زائد ہے اور سارحة فاعل ہے چرنے والے جانوروں کو سارحة کہا گیا ہے یعنی شام کو جانور بھرے پیٹ واپس آئیں گے۔

''لحاجة'' یعنی ایک ضرورت مند شخص ان کے پاس اپنی ضرورت لا کر پیش کرے گا وہ لوگ کہیں گے کل آجاؤ۔

"فیبیتھم الله" یعنی رات کو اللہ تعالیٰ ان پر عذاب ڈال کر سب کو ہلاک کر دے گا۔ "فیضع العلم" یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر اس پہاڑ کو گرا دے گا جس کے دامن میں یہ قیام پذیر ہوں گے یہ ادھر ہلاک ہو جائیں گے اور جو بچ جائیں گے ان کو بندروں اور خنزیروں کی شکل میں مسخ کر کے رکھ دے گا۔

عذاب الٰہی کا نزول

(۶) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا اَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيْهِمْ ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰى اَعْمَالِهِمْ.(صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرتا ہے وہ عذاب اس قوم کے سب لوگوں کو پہنچتا ہے پھر ان کو اپنے اپنے اعمال پر اٹھایا جائے گا۔ (متفق علیہ)

اصل اعتبار خاتمہ کا ہے

(۷) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَامَاتَ عَلَيْهِ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ہر بندہ اس حالت پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ مرا ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ.... انسان کی نادانی وغفلت کی ایک مثال

(۸) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَارَاَيْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا.(رواہ الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دوزخ کی آگ کی مانند کوئی ایسا نہیں دیکھا کہ اس سے بھاگنے والا سوتا ہے اور نہ میں نے بہشت کی مانند دیکھا کہ اس کا طلب کرنے والا سوتا ہے۔ (ترمذی)

ایک نصیحت، ایک آرزو

(۹) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحَقٌّ لَّهَا اَنْ تَاَطَّ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَا فِيْهَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَى الصُّعُدَاتِ تُجَارُوْنَ اِلَى اللّٰهِ قَالَ اَبُوْذَرٍّ يٰلَيْتَنِیْ كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ. (رواہ مسند احمد بن حنبل والجامع ترمذی وابن ماجۃ)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں جس کو تم نہیں دیکھتے اور میں ایسی چیز کو سنتا ہوں جس کو تم نہیں سنتے آسمان آواز نکالتا ہے اور اس کے لیے حق ہے کہ آواز نکالے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے آسمانوں میں چار انگشت کے برابر بھی خالی جگہ نہیں ہے مگر فرشتے اس میں اپنی پیشانی رکھے ہوئے اللہ کے لیے سجدہ میں گرے ہوئے ہیں اللہ کی قسم اگر تم اس چیز کو جانتے جس کو میں جانتا ہوں تم تھوڑا ہنسو اور بہت زیادہ روؤ اور عورتوں کے ساتھ بچھونوں پر لذت حاصل نہ کرو اور تم جنگلوں کی طرف نکل جاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف فریاد کرو ابوذر کہنے لگے اے کاش میں درخت ہوتا کاٹ لیا جاتا۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح: "مالا ترون" یعنی جو فتن اور فسادات و واقعات میں دیکھ رہا ہوں اور سن رہا ہوں تم اس کو نہ دیکھ سکتے ہو نہ سن سکتے ہو۔

"اطت السماء" یہ اطیط سے ہے پالان وغیرہ کی لکڑی سے جو چر چراہٹ کی آواز نکلتی ہے اس کو اطیط کہتے ہیں مراد آواز نکلنا ہے یعنی آسمان کثرت ملائکہ اور ذات باری تعالیٰ کے جلال کی وجہ سے چر چراہٹ کی آواز نکالنے لگا' حدیث کے آنے والے حصے میں اس چر چراہٹ کی وجہ اور سبب بیان کیا گیا ہے۔ "ساجدا" یعنی فرشتے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لگے ہیں اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی سجدہ میں ہے تو کوئی قیام یا رکوع میں ہے اور کوئی دوسری عبادت میں ہے سب سجدہ میں نہیں لہٰذا ساجداً سے اطاعت مراد لی گئی ہے تاکہ عام ہو جائے۔

"الصعدات" صحرا اور جنگل مراد ہیں "تجارون" یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑ گڑا کر رونے لگ جاؤ گے۔ ان سنگین حالات کو سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے کاش کہ میں درخت ہوتا کہ کاٹ کر قصہ ختم ہو جاتا اور ان واقعات وصدمات کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔

حکیمانہ نصیحت

(۱۰) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَافَ اَوْلَجَ وَمَنْ اَوْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ. (رواه الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ڈرتا ہے اول رات بھاگتا ہے اور جو شخص بھاگتا ہے منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ خبردار اللہ تعالیٰ کی متاع مہنگی ہے خبردار اللہ تعالیٰ کی متاع جنت ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ذکر اللہ اور خوف خداوندی کی فضیلت

(۱۱) وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهٗ اَخْرِ جُوْ مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِیْ وَمَا اَوْ خَافَنِیْ فِیْ مَقَامٍ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالْبَيْهَقِیُّ فِیْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہا اللہ عزوجل فرمائے گا آگ سے اس شخص کو نکالو جس نے مجھے کو ایک دن یاد کیا یا کسی جگہ مجھ سے ڈرا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں۔

ایک آیت کا مطلب

(۱۲) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَهُمُ الَّذِيْنَ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ وَيَسْرِقُوْنَ قَالَ لَا يَا ابْنَتَ الصِّدِّيْقِ وَلٰكِنَّهُمُ الَّذِيْنَ يَصُوْمُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَهُمْ يَخَافُوْنَ اَنْ لَّا يُقْبَلَ مِنْهُمْ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ. (رواه الجامع ترمذی و ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا اور وہ لوگ جو دیتے ہیں وہ کوئی چیز جس وقت دیتے ہیں ان کے دل ڈرتے ہوتے ہیں کیا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں فرمایا نہیں اے صدیق کی بیٹی اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں صدقہ کرتے ہیں اس کے باوجود ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کے اعمال مقبول نہ ہوں یہ لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لئے سوال کیا کہ جو لوگ روئیں گے اور ڈریں گے تو شاید انہوں نے بڑے بڑے گناہ کئے ہوں گے اس لئے روتے ہوں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب میں فرمایا کہ ایسا نہیں یہ رونے والے گناہگار نہیں بلکہ نیکوکار لوگ ہوں گے البتہ خوف اس بات کا ہوگا کہ انہوں نے جو نیک اعمال کئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہ ہوں۔

ذکر اللہ کی نصیحت و تلقین

(۱۳) وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ قَالَ فَقَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا

اللّٰهَ اُذْكُرُوا اللّٰهَ جَآءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ. (رواه الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت دوتہائی رات گذر جاتی کھڑے ہوتے فرماتے اے لوگو اللہ کو یاد کرو اللہ کو یاد کرو آ گئی ہے لا دینی والی اس کے پیچھے ہے پیچھے آنے والی موت ان احوال کے ساتھ آ گئی جو اس میں ہیں۔ (ترمذی)

موت اور قبر کو یاد رکھو

(۱۴) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةٍ فَرَاَى النَّاسَ كَاَنَّهُمْ يَكْتَشِرُوْنَ قَالَ اَمَا اِنَّكُمْ لَوْ اَكْثَرْتُمْ ذِكْرَهَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَكُمْ عَمَّا اَرَى الْمَوْتَ فَاَكْثِرُوْا ذِكْرَهَا ذِمَ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ فَاِنَّهُ لَمْ يَاْتِ عَلَى الْقَبْرِ يَوْمٌ اِلَّا تَكَلَّمَ فَيَقُوْلُ اَنَابَيْتُ الْغُرْبَةِ وَاَنَابَيْتُ الْوَحْدَةِ وَاَنَابَيْتُ التُّرَابِ وَاَنَا بَيْتُ الدُّوْدِ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ مَرْحَبًا وَاَهْلًا اَمَا اِنْ كُنْتَ لَاَحَبَّ مَنْ يَمْشِیْ عَلٰى ظَهْرِیْ اِلَیَّ فَاِذَا وُلِّیْتُکَ الْيَوْمَ وَصِرْفت اِلَیَّ فَسَتَرٰى صَنِيْعِیْ بِکَ قَالَ فَيَتَّسِعُ لَهُ مَدَّبَصَرِهٖ وَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ اِلَى الْجَنَّةِ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُا الْفَاجِرُ اَوِالْكَافِرُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ لَا مَرْحَبًا لَهُ وَلَا اَهْلًا اَمَا اِنْ كُنْتَ لَا بَغْضَ مَنْ يَمْشِیْ عَلٰى ظَهْرِیْ اِلَیَّ فَاِذَا وُلِّیْتُکَ الْيَوْمَ وَصِرتَ اِلَیَّ فَسَتَرٰى صَنِيْعِیْ بِکَ قَالَ فَيَلْتَئِمُ عَلَيْهِ حَتّٰى كُنْتَ لَاَبْغَضَ مَنْ يَّمْشِیْ عَلٰى ظَهْرِیْ اِلَیَّ فَاذْ وُلِّیْتُکَ الْيَوْمَ وَصِرتَ اِلَیَّ فَسْتَرٰى صَنِيْعِیْ بِکَ قَالَ فَيَلْتَئِمُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَخْتَلِفُ اَضْلَاعُهُ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَاَصَابِعِهٖ فَاَدْخَلَ بَعْضَهَا فِی جَوْفِ بَعْضٍ قَالَ وَيُقَبَّضُ تَخْتَلِفُ اَضْلَاعُهُ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَصَابِعِهٖ فَاَدْخَلَ بَعْضَهَا فِیْ جَوْفِ بَعْضٍ قَالَ وَيُقَبَّضُ لَهُ سَبْعُوْنَ تِنِّيْنًا لَوْ اَنَّ وَاحِدًا مِّنْهَا نَفَخَ فِی الْاَرْضِ مَااَنْبَتَتْ شَيْئًا مَابَقِيَتِ الدُّنْيَا فَيَنْهَسْنَهٗ وَيَخْرِشْنَهٗ حَتّٰى يُقْضٰى بِهٖ اِلَى الْحِسَابِ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْحُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ (رواه الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرنے کے لیے نکلے لوگوں کو دیکھا کہ ہنس رہے ہیں فرمایا اگر تم لذتوں کے کاٹنے والی موت کا زیادہ ذکر کر وہ تم کو اس چیز سے باز رکھے جس کو میں دیکھ رہا ہوں لذتوں کو کاٹنے والی موت کا زیادہ ذکر و قبر پر کوئی دن نہیں آتا مگر وہ بولتی ہے کہتی ہے میں غربت کا گھر ہوں میں تنہائی کا گھر ہوں میں خاک کا گھر ہوں میں کیڑوں کا گھر ہوں۔ جس وقت مومن بندے کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے قبر اس کو خوش آمدید کہتی ہے اور کہتی ہے تو میری طرف ان سب لوگوں سے بڑھ کر پیارا تھا جو میری پشت پر چلتے ہیں جبکہ آج میں تم پر حاکم بنائی گئی ہوں اور تو میری طرف مجبور کر دیا گیا ہے تو دیکھے گا میں تیرے ساتھ کیسا نیک سلوک کرتی ہوں قبر حد نگاہ تک اس کے لیے فراخ ہو جاتی ہے اور جنت کی طرف ایک دروازہ اس کی طرف کھول دیا جاتا ہے۔ جس وقت ایک فاجر یا کافر آدمی قبر میں دفن کیا جاتا ہے قبر اسے کہتی ہے نہ آیا تو فراخ مکان میں اور نہ اپنی جگہ میں خبردار میرے نزدیک تو ان سب لوگوں سے مبغوض تھا جو میری پشت پر چلتے ہیں جبکہ آج میں تجھ پر حاکم بنا دی گئی ہوں اور تو میری طرف مجبور کر دیا گیا ہے تو دیکھے گا میں تیرے ساتھ کیسا برا سلوک کرتی ہوں یہ کہہ کر وہ مل جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں مختلف ہو جاتی ہیں۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا اور بعض انگلیاں بعض میں داخل کیں۔ آپ نے فرمایا اور ستر اژدہے اس کے لیے مقرر کر دیئے جاتے ہیں اگر ایک سانپ زمین میں پھونک مار دے اس میں کچھ نہ اُگے وہ اس کو نوچتے اور کاٹتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کو حساب تک پہنچایا جائے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہیں یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: "یکتشرون" اکتشار باب افتعال سے ہے اس کا مادہ کشر ہے جو دانت کھل جانے کو کہتے ہیں یہاں مراد ہنسنا ہے۔

''ھاذم'' ای قاطع اللذات' ھاذم کاٹنے کے معنی میں ہے مراد موت ہے کیونکہ موت بھی تمام لذتوں کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔'' عماارئ''یعنی اگر تم موت یاد کرتے تو میں تمہارے اس طرح ہنسنے کو نہ دیکھتا' ''الموت'' یہ مجرور بھی ہے جو ہاذم اللذات کی تفسیر ہے یا اس سے بدل ہے اور یہ مرفوع بھی ہوسکتا ہے ای ھو الموت نیز منصوب بھی ہوسکتا ہے ای اعنی الموت۔ ''ولیتک'' یعنی تو میرے قابو میں آ گیا' مجھے تجھ پر مسلط کر دیا گیا۔

آخرت کے خوف نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جلد بوڑھا کر دیا

(۱۵) وَعَنْ اَبِی جحیفة قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَیَّبَتْنِیْ سُوْرَةُ هُوْدٍ وَاَخَوَاتُهَا. (رواہ الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ بوڑھے ہوگئے ہیں فرمایا مجھ کو سورۂ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: یعنی سورت ہود میں '' فاستقم کما امرت '' کے الفاظ میں استقامت کے تصور نے مجھے بوڑھا بنا دیا اور سورۃ النباء' سورۃ التکویر اور سورۃ الواقعہ جیسی سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا کیونکہ اس میں قیامت کے احوال کی تفصیلات ہیں۔

(۱۶) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَیَّبَتْنِیْ هُوْدٌ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلٰتُ وَعَمَّ یَتَسَاءَلُوْنَ وَاِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَذُکِرَ حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ لَا یَلِجُ النَّارَ فِیْ کِتَابِ الْجِهَادِ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہا ابوبکر نے کہا اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم بوڑھے ہوگئے ہیں فرمایا مجھ کو سورہ ہود' واقعہ' مرسلات عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث یالیج النار کتاب الجہاد میں ذکر ہو چکی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ.... صحابہ رضی اللہ عنہم کا کمال احتیاط وتقویٰ

(۱۷) عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّکُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالاً هِیَ اَدَقُّ فِیْ اَعْیُنِکُمْ مِنَ الشَّعْرِ کُنَّا نَعُدُّهَا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ یَعْنِی الْمُهْلِکَاتِ. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا تم عمل کرتے ہو اور وہ تمہارے نزدیک بال سے بھی زیادہ باریک ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم ان کو موبقات یعنی مہلکات خیال کرتے تھے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

(۱۸) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا عَآئِشَةُ اِیَّاکِ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ فَاِنَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ طَالِبًا (رواہ ابن ماجة والدارمی والبیهقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا حقیر گناہوں سے دور رہ اس لیے کہ ان گناہوں کا اللہ کی طرف سے ایک طالب ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ' دارمی اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے کیا کہا؟

(۱۹) وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ بْنِ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ لِیْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ هَلْ تَدْرِیْ مَا قَالَ اَبِیْ لِاَبِیْکَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّ اَبِیْ قَالَ لِاَبِیْکَ یَا اَبَا مُوْسٰی هَلْ یَسُرُّکَ اَنَّ اِسْلَامَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهِجْرَتَنَا مَعَهُ وَجِهَادَنَا مَعَهُ وَعَمَلَنَا کُلَّهُ مَعَهُ بَرَدَلَنَا وَاَنَّ کُلَّ عَمَلٍ عَمِلْنَا بَعْدَهُ نَجَوْنَا مِنْهُ کِفَافًا رَاْسًا بِرَاْسٍ فَقَالَ اَبُوْکَ لِاَبِیْ لَا وَاللّٰهِ قَدْ جَاهَدْنَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّیْنَا وَصُمْنَا وَعَمِلْنَا خَیْرًا کَثِیْرًا وَاَسْلَمَ عَلٰی اَیْدِیْنَا بَشَرٌ

كَثِيرٌ وَاِنَّا لَنَرْجُوْا ذَاکَ قَالَ اَبِیْ لٰکِنِّی اَنَا وَالَّذِیْ نَفْسُ عُمَرَ بِیَدِهٖ لَوَدِدْتُ اَنَّ ذٰلِکَ بَرَدَلَنَا وَاَنَّ کُلَّ شَیْءٍ عَمِلْنَا بَعْدَهٗ نَجَوْنَا مِنْهُ کِفَافًا رَاْسًا بِرَاْسٍ فَقُلْتُ اِنَّ اَبَاکَ وَاللّٰهِ کَانَ خَیْرًا مِّنْ اَبِیْ۔ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ سے روایت ہے کہا مجھے عبداللہ بن عمر نے کہا تو جانتا ہے میرے باپ نے تیرے باپ کو کیا کہا تھا میں نے کہا میں نہیں جانتا۔ عبداللہ نے کہا میرے باپ نے تیرے باپ سے کہا تھا اے ابو موسیٰ کیا تجھ کو یہ بات پسند ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارا اسلام لانا آپ کے ساتھ ہمارا ہجرت کرنا اور آپ کے ساتھ ہمارا جہاد کرنا اور ہمارا آپ کے ساتھ عمل کرنا ہمارے لیے باقی رکھا جائے اور جو اعمال ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کیے ہیں ہم ان سے برابر سرابر نجات پاویں۔ تیرے باپ نے میرے باپ سے کہا تھا نہیں اللہ کی قسم ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جہاد کیے نماز پڑھی روزے رکھے اور بہت سے نیک اعمال کیے ہمارے ہاتھوں پر بہت سے لوگ مسلمان ہوئے ہم اس کی بھی امید کرتے ہیں میرے والد نے کہا تھا لیکن اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں عمر کی جان ہے میں تو چاہتا ہوں کہ وہ اعمال ہمارے لیے باقی رکھے جائیں اور جو اعمال ہم نے آپ کے بعد کیے ہیں ہم برابر سرابر ان سے چھوٹ جائیں میں نے کہا بخدا تیرا والد میرے والد سے بہتر تھا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: "بردلنا" برد ثبت کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے اچھے اعمال کا ذکر فرمایا اور پھر فرمایا کہ اگر وہ اعمال ہمارے نامۂ اعمال میں باقی رہ جائیں اور ان پر ہمیں ثواب مل جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو نیک اعمال ہم نے کئے ہیں ان پر نہ ہمیں ثواب ملے اور نہ عذاب ملے یعنی برابر سرابر فیصلہ ہو جائے تو یہ بہت اچھی بات ہوگی! آپ کو بھی یہ پسند ہے یا نہیں؟ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے حضرت! ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی بہت اچھے اچھے اعمال کئے ہیں جن پر ثواب کے ہم امیدوار ہیں چونکہ حضرت عمر فاروق پر خوف در جاء میں سے خوف خدا غالب تھا اس لئے ایسا فرمایا اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ پر رجاء کی کیفیت غالب تھی اس لئے ان پر دوسرا رنگ غالب تھا۔ خوف و رجاء میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر قیامت کے دن اعلان ہو جائے کہ صرف ایک آدمی دوزخ میں جائے گا باقی سب جنت میں جائیں گے تو میں کہوں گا کہ کہیں وہ آدمی میں نہ ہوں اور اگر اعلان ہو جائے کہ صرف ایک آدمی جنت میں جائے گا تو میں کہوں گا کہ وہ میں ہی ہوں گا' بہر حال ابو موسیٰ اشعری کے بیٹے حضرت ابو بردہ نے حضرت ابن عمرؓ سے فرمایا کہ تیرے اباجان اس رائے میں میرے اباجان سے بہتر تھے۔

نو باتوں کا حکم

(۲۰) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِتِسْعٍ خَشْیَةِ اللّٰهِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ وَکَلِمَةِ الْعَدْلِ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَاءِ وَالْقَصْدِ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنَا وَاَنْ اَصِلَ مَنْ قَطَعَنِیْ وَاُعْطِیَ مَنْ حَرَمَنِیْ وَاَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِیْ وَاَنْ یَّکُوْنَ صَمْتِیْ فِکْرًا وَنُطْقِیْ ذِکْرًا وَنَظْرِیْ عِبْرَةً وَاٰمُرَ بِالْعُرْفِ وَقِیْلَ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (رواه رزین)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب نے مجھ کو نو چیزوں کا حکم دیا ہے۔ ظاہر اور پوشیدگی میں اللہ سے ڈرنا۔ حالتِ غصہ اور رضا میں سچی بات کہنا۔ فقر اور غنا میں میانہ روی اختیار کرنا اور یہ کہ جو میرے ساتھ قطع رحمی کرے میں صلہ رحمی کروں جو مجھ کو محروم کرے میں اس کو دوں جو مجھ پر ظلم کرے میں اس سے درگذر کروں۔ میرا چپ رہنا فکر ہو میرا بولنا ذکر ہو میری نظر عبرت ہو اور میں نیکی کا حکم کروں ایک روایت میں ہے معروف کے ساتھ۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

خوف الٰہی سے گریہ کی فضیلت

(۲۱) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ یَخْرُجُ مِنْ عَیْنَیْهِ دُمُوْعٌ

وَاِنْ کَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ثُمَّ یُصِیْبُ شَیْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَی النَّارِ. (رواه ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مومن بندے کی آنکھ سے اللہ کے خوف سے آنسو نہیں نکلتے اگرچہ مکھی کے سر کے برابر پھر اس کو چہرہ کی گرمی پہنچتی ہے مگر اللہ تعالیٰ اس پر آگ کو حرام کر دیتا ہے۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے)

تشریح: "حر وجهه" چہرہ کے سامنے جو کھلا ہوا حصہ ہے اس کو حرالوجہ کہتے ہیں یعنی خوف خدا سے کسی شخص کی آنکھوں سے کم از کم تین آنسو آ کر کھلے چہرہ پر گر جائیں تو اللہ تعالیٰ اس چہرہ کو آگ پر حرام کر دیتا ہے اگرچہ وہ آنسو مکھی کے سر کے برابر چھوٹے کیوں نہ ہوں۔

بَابُ تغیّر النّاس.... لوگوں میں تغیر وتبدل کا بیان

یعنی لوگوں میں تغیر وتبدل یا زمانے کے احوال میں تغیر وتبدل اس باب کی کچھ روایات میں لوگوں کے تغیر کا ذکر ہے مگر اکثر احادیث میں زمانہ کے احوال کے تغیر کی بحث ہے دونوں مطلب صحیح ہیں کہ لوگوں میں بھی اور زمانہ میں بھی تغیر آئے گا یہ تغیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے زمانہ سے متعلق ہے حیات طیبہ کا دور اور تھا۔ آپ کی وفات کے بعد دور اور تھا اور جتنا جتنا آگے آتا گیا تغیر وتبدل بڑھتا گیا اور آج ہم مکمل طور پر بدل گئے ہیں۔

لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اخلاص کے ساتھ دین پر سختی سے عمل کرتے تھے احکام الٰہی اور سنت نبویہ کو دل و جان سے قبول کرتے تھے اور شوق کے ساتھ اس پر قائم تھے دنیا سے لوگ بے رغبت اور آخرت کی طرف متوجہ تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد رفتہ رفتہ لوگوں کے احوال میں تغیر وتبدل آتا گیا یہاں تک کہ قیامت کے قریب لوگ بالکل بدل جائیں گے اور اچھی صفات کے بجائے بری صفات کو اپنا لیں گے۔ اچھائی کو بری نگاہ سے دیکھیں گے اور برائی کو اچھی نگاہ سے دیکھیں گے گویا عقل میں مکمل فتور آ جائے گا۔

چنانچہ کبیرا نام کے ایک شاعر نے اس تغیر کو ایک شعر میں اس طرح بیان کیا ہے۔

رنگی کو نارنگی کہا دودھ کھڑے کو کھویا چلتی کا نام گاڑی رکھا یوں کبیرا رویا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... قحط الرجال

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا النَّاسُ کَالْاِبِلِ الْمِائَةِ لَا تَکَادُ تَجِدُ فِیْهَا رَاحِلَةً (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی سو اونٹوں کی طرح ہیں نہیں قریب ہے کہ ان میں تو ایک بھی سواری کے قابل پائے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "راحلة" راحلۃ اس اونٹ کو کہتے ہیں جو سواری کے قابل ہو تندرست ہو صحیح توانا ہو اور بار برداری کا خوب قابل ہو۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سو اونٹوں میں مشکل سے کوئی ایک اونٹ سواری کے قابل نکل آتا ہے اسی طرح انسانوں میں بھی کام کا آدمی مشکل سے سو میں سے ایک آدھ ملتا ہے اسی لئے عارفین کہتے ہیں کہ اب قحط الرجال کا زمانہ ہے سو کا عدد تکثیر کیلئے ہے تحدید و تعیین مقصود نہیں ہے اس طرح کی یہ کیفیت خیر القرون کے بعد ہر زمانہ کیلئے عام ہے کوئی تخصیص نہیں ہے اب اس دور جدید کے متعلق بجا طور پر کہا جا سکتا ہے جس طرح شاعر نے کہا ہے:

واذا صفالک من زمانک واحد فهو المراد واین ذاک الواحد؟

یعنی اگر تیرے زمانے میں تجھے ایک ہی مخلص دوست مل جائے تو وہ بھی غنیمت ہے مگر وہ ایک کہاں ہے؟

اہل اسلام کے بارے میں ایک پیشگوئی

(۲) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَکُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَ ذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰی لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی قَالَ فَمَنْ؟ (رواه البخاری و رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پہلے لوگوں کے طریقہ کی پیروی کرو گے جیسے بالشت بالشت کے ساتھ اور ہاتھ ہاتھ کے ساتھ برابر ہے یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں بیٹھے ہوں گے تم ان کی پیروی کرو گے۔ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ یہود ونصاریٰ ہیں فرمایا اور کون ہیں؟ (متفق علیہ)

تشریح: "شبرا بشبر" یعنی بالشت بالشت کے اور ہاتھ کے ہاتھ یہود ونصاریٰ کے نقش قدم پر اندھا دھند چلو گے۔

"جحر" سوراخ کو کہتے ہیں اور "ضب" سوسمار اور گوہ کو کہتے ہیں یعنی بے فائدہ تقلید کرو گے بس یہود ونصاری کی تقلید خود مسلمانوں کیلئے دلچسپی کا باعث بن جائے گی خواہ فائدہ ہو یا نہ ہو ذرا دیکھو! سوسمار کے سوراخ میں گھسنے کا کیا فائدہ ہے؟

"فمن" یعنی یہود ونصاریٰ ہی ہوں گے ان کے علاوہ اور کون ہوں گے؟ چنانچہ آج کل ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہر معاملہ میں کلمہ گو مسلمان غیر مسلم اقوام کے نقش قدم پر چل پڑے ہیں خواہ افعال میں ہو یا اقوال میں ہو یا بدعات وتحریفات میں ہو ہر میدان میں ان کی تقلید شروع ہے۔

دنیا میں بتدریج نیک لوگوں کی کمی ہوتی رہے گی

(۳) وَعَنْ مِرْدَاسٍ نِ الْاَسْلَمِيِّ قَالَ قَالَ لنَبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْهَبُوْنَ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ وَالْاَوَّلُ وَيَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيْرِ اَوِ التَّمْرِ لَايُبَالِيْهِمُ اللّٰهُ بَالَةً. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک لوگ اول پس اول جاتے رہیں گے اور فاسق لوگ جو یا کھجور کے بھوسے کی مانند باقی رہ جائیں گے اللہ تعالیٰ ان کی کچھ پرواہ نہیں کرے گا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ.... ایک پیشین گوئی جو صحیح ثابت ہوئی

(۴) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَشَتْ اُمَّتِيَ الْمُطَيْطَاءُ وَخَدَمَتْهُمْ اَبْنَاءُ الْمُلُوْكِ اَبْنَاءُ فَارِسَ وَالرُّوْمَ سَلَّطَ اللّٰهُ شِرَارَهَا عَلٰى خِيَارِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت میری امت متکبرانہ چال کے ساتھ چلنے لگے اور فارس وروم کے بادشاہوں کے بیٹے ان کی خدمت کرنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ امت کے شریر لوگوں کو نیک لوگوں پر مسلط کر دے گا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: "المطیطاء" اکڑ اکڑ کر چلنے اور ناچنے کے انداز میں حرکات وسکنات اور ناز ونخرے کے ساتھ تکبر کی چال چلنے کو مطیطاء کہا گیا ہے یہ تمطی سے ہے اکڑا کر چلنے کو کہتے ہیں مراد تکبر ہے' آج کل عرب میں یہ چیز زیادہ ہوگئی ہے۔

"ابناء فارس" یعنی اسلامی فتوحات کے بعد جب فارس اور روم کے بادشاہوں کی اولاد مال غنیمت میں آ کر مسلمانوں کی خدمت کرنے لگ جائیں گے تو امت کی حالت خراب ہو جائے گی چنانچہ بنوامیہ کے شہزادوں کے دور میں شہزادے اکڑ کر چلنے لگے' عثمان بن عفان پھر علی مرتضیٰ شہید کر دیئے گئے اور یزید وحجاج بن یوسف جیسے لوگ صحابہ کرام پر حکومت کرنے لگے' برے لوگ اچھوں پر مسلط ہوگئے' پورا نظام بدل گیا۔ بنوامیہ کے آزاد خیال لوگ بنوہاشم پر مسلط ہوگئے تو حالت مزید خراب ہوگئی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی۔

قیامت کب قائم ہوگی؟

(۵) وَعَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتُلُوْا اِمَامَكُمْ تَجْتَلِدُوْا بِاَسْيَافِكُمْ وَيَرِثَ دُنْيَاكُمْ شِرَارُكُمْ. (رواہ الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم اپنے امام کو قتل کرو گے ایک دوسرے کو تلواروں کے ساتھ مارو گے اور تمہارے دنیا کے وارث تمہارے بدکار لوگ ہوں گے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

(۶) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكُوْنَ اَسْعَدَ النَّاسِ بِالدُّنْيَا لُكَعُ بْنُ لُكَعَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ.

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ دنیا کے ساتھ سب سے بڑھ کر بہرہ مند احمق احمق کا بیٹا ہوگا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں۔

تشریح: "لکع" ذلیل، کمینے اور بیوقوف اور غلام اور بےنسب آدمی کو لکع کہتے ہیں، چھوٹے بچے کو بھی لکع کہتے ہیں کیونکہ وہ چھوٹا ہوتا ہے جیسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اثم لکع مذکورہ حدیث میں بے اصل اور بےنسب آدمی مراد ہے جس کے اخلاق برے ہوں اور لوگ اس کو خوش قسمت سمجھتے ہوں جیسے آج کل دنیا کے حکمران اکثر بےنسب اور گھٹیا خاندان کے لوگ ہیں مگر منصب کی وجہ سے لوگ ان کے سامنے جھک جاتے ہیں۔

عیش وراحت کی زندگی دینی واخروی سعادتوں کی راہ میں رکاوٹ ہے

(۷) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبِ نِ الْقُرَظِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ اَنَا لَجَلُوْسٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَاطَّلَعَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ ابْنُ عُمَيْرٍ مَا عَلَيْهِ اِلَّا بُرْدَةٌ لَهٗ مَرْقُوْعَةٌ بِفَرْوٍ فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكٰى لِلَّذِيْ كَانَ فِيْهِ مِنَ النِّعْمَةِ وَالَّذِيْ هُوَ فِي الْيَوْمَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ بِكُمْ اِذَا غَدَا اَحَدُكُمْ فِيْ حُلَّةٍ وَرَاحَ فِيْ حُلَّةٍ وَوُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ صَحْفَةٌ وَرُفِعَتْ اُخْرٰى وَسَتَرْتُمْ بُيُوْتَكُمْ كَمَا تُسْتَرُ الْكَعْبَةُ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مِّنَّا الْيَوْمَ نَتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَةِ وَنُكْفَى الْمُؤْنَةَ قَالَ لَا اَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِّنْكُمْ يَوْمَئِذٍ (رواہ الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا مجھ کو اس شخص نے حدیث بیان کی جس نے حضرت علیؓ سے سنا تھا۔ انہوں نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے ان پر پیوند لگی ہوئی ایک چادر تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا رو پڑے اور ان کی وہ حالت یاد آ گئی جس ناز ونعمت میں وہ تھے اور اس وقت ان کی حالت کیسے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہاری حالت کیا ہوگی جبکہ تم میں سے ایک ایک جوڑا صبح پہنے گا اور ایک جوڑا شام کو پہنے گا۔ کھانے کا ایک تاش اس کے سامنے رکھا جائے گا اور دوسرا اٹھایا جائے گا اور تم اپنے گھروں کو اس طرح ڈھانکو گے جس طرح کعبہ کو ڈھانکتے ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ کے رسول ہم اس دن آج کے دن سے بہتر ہوں گے عبادت کے لیے ہم فارغ ہوں گے اور محنت سے ہم کفایت کیے جائیں گے فرمایا نہیں تم اس دن کی نسبت آج بہتر ہو۔

تشریح: "فی المسجد" اس سے یا مسجد نبوی مراد ہے یا مسجد قباء مراد ہے۔ "مرقوعة" یہ رقعہ سے ہے پیوند کے معنی میں ہے "بفرو" فرو چمڑے کو کہتے ہیں یعنی یہ پیوند چمڑے کے تھے۔

"بکی" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے فقر و فاقہ کو دیکھا تو آپ رونے لگے اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مصعب مکہ مکرمہ میں اسلام سے پہلے بہت ہی ناز ونعمت میں زندگی گزار رہے تھے اور آج یہ کیفیت تھی کہ ایک چادر اور اس میں بھی پیوند اور

پیوند بھی چمڑے کے ٹکڑوں سے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا شفقت ورحمت کی وجہ سے تھا ورنہ اسلام کی تعلیم تو اسی طرح تھی کہ دنیا کو نہ بناؤ جس طرح اس حدیث میں ہے کہ دنیا بناؤ گے تو دنیا کے رہ جاؤ گے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس سے زیادہ مشقت اٹھائی ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب توجہ دلائی کہ آپ دنیا کی وسعت کی دعا کریں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے۔

فسق وفجور کے دور میں دین پر قائم رہنے والے کی فضیلت

(۸) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِىْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ الصَّابِرُ فِيْهِمْ عَلٰى دِيْنِهٖ كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمَرِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادَهٗ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا اس میں اپنے دین پر صبر کرنے والا مٹھی میں انگارے کو پکڑنے والا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا سند کے اعتبار سے یہ حدیث غریب ہے۔

کب زندگی بہتر ہوتی ہے اور کب موت؟

(۹) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ اُمَرَآءُكُمْ خِيَارُكُمْ وَاَغْنِيَاؤُكُمْ سُمَحَاءُكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ شُوْرٰى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ بَطْنِهَا وَاِذَا كَانَ اُمَرَاءُكُمْ شِرَارُكُمْ وَاَغْنِيَاءُكُمْ بُخَلَاءُكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ اِلٰى نِسَاءِكُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا. (رواه الجامع ترمذی وقال هذا حديث غريب)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تمہارے امیر نیک تمہارے غنی سخی اور تمہارے امور باہمی مشورہ کے ساتھ ہوں اس وقت زمین کی پشت تمہارے لیے زمین کے پیٹ سے بہتر ہے اور جس وقت تمہارے امیر بد تمہارے سخی بخیل اور تمہارے کام عورتوں کی طرف سپرد ہوں اس وقت زمین کا پیٹ تمہارے لیے اس کی پشت سے بہتر ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: "امراء کم" جب حکمران طبقہ اچھا دین دار ہوگا تو اس کا اچھا اثر عوام پر پڑے گا تو عام حالات اچھے ہوں گے۔ "سمحاء کم" یعنی مالدار طبقہ فیاض اور سخی وہمدرد ہوگا تو غریب عوام کے ساتھ مالی تعاون جاری رہے گا تو سب خوشحال ہوں گے' دین بھی ترقی میں ہوگا اور دنیا بھی ترقی میں رہے گی۔

"شوریٰ بینکم" یعنی ملکی حالات اور ملک کی خارجہ وداخلہ پالیسی عقلمند خیر خواہ مردوں کے ہاتھ میں ہوگی تو فیصلے اچھے ہوں گے' "فظهر الارض" یعنی زمین کے اوپر کا حصہ اس کے اندر سے تمہارے لئے بہتر ہوگا یعنی موت سے زندگی اچھی ہوگی کیونکہ حکام کی وجہ سے دین ودنیا محفوظ ہوگی' ہمدرد مالداروں کی وجہ سے غریب عوام کی ہمدردی ہوگی اور ملک شورائی نظام پر قائم ہوگا تو اس میں خود مختاری اور استحکام ہوگا تو زندہ رہنے میں خیر غالب ہوگی تو زندہ رہنا موت سے بہتر ہوگا۔ لیکن اگر یہ تین ستون گر جائیں تو پھر زندہ رہنے سے موت اچھی ہے کیونکہ غلط حکام عوام کو گمراہ کر دیتے ہیں جس طرح آج کل ہو رہا ہے کسی نے خوب کہا ہے:

وهل أفسد الدين الا الملوک ۔۔۔ واحبار سوء ورهبانها

گربہ میر وسگ وزیر وموش را دیوان کنند ۔۔۔ ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویراں کنند

"الی نساء کم" اور ناقصات العقل عورتوں کے اشاروں پر چلنا خطرہ سے خالی نہیں ہے اسی لئے ملا علی قاریؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ "شاور وهن وخالفوهن" یعنی عورتوں کا مشورہ سنو مگر اس پر عمل نہ کرو بہر حال اس صورت میں شر غالب ہوگا تو زندہ رہنے سے موت اچھی ہوگی۔

دنیا سے محبت اور موت کا خوف مسلمانوں کی کمزوری کا سب سے بڑا سبب ہے

(۱۰) وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَعَى الْاٰكِلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْوَهْنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ (رواه سنن ابو دائود والبیهقی فی دلائل النبوة)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہے کہ کفر کے گروہ تم پر جمع ہوں تمہارے ساتھ لڑنے کے لیے ایک دوسرے کو بلائیں جس طرح کھانے والے کھانے کے پیالہ کی طرف ایک دوسرے کو بلاتے ہیں۔ایک کہنے والے نے کہا ان کا غالب آنا ہماری قلت تعداد کی بنا پر ہوگا آپ نے فرمایا تم اس دن بہت زیادہ ہو گے لیکن تم سیلاب کی جھاگ کی طرح ہو گے اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا رعب نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں سستی ڈال دے گا کسی کہنے والے نے کہا اے اللہ کے رسول سستی کا سبب کیا ہوگا فرمایا دنیا کی محبت اور موت کو برا سمجھنا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: ''یوشک'' افعال مقاربہ سے ہے قریب کے معنی میں ہے ''تداعی'' اصل میں تتداعیٰ ہے یعنی ایک دوسرے کو دنیا کے کفار بلائیں گے اور کہیں گے کہ آؤ! مسلمانوں کو کھاؤ ان کو تباہ و برباد کرو ان کے ملک اور ان کے وسائل ان سے چھین لو۔آج کل پوری دنیا کے کفار مسلمانوں کے خلاف اکٹھے ہو چکے ہیں اور یہی نعرہ لگا رہے ہیں کہ مسلمانوں کو ختم کرو یہ دہشت گرد ہیں۔مسلمانوں کے حکمران اور اکثر عوام اس طرح خس و خاشاک کی طرح ہیں جس طرح اس حدیث کی پیشگوئی ہے' دنیا کی محبت میں سب لگے ہوئے ہیں اور جہاد کو چھوڑا ہوا ہے بلکہ انکار کرتے ہیں۔۵۵ ممالک ہیں مگر مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہیں بڑے بڑے وسائل کے مالک ہیں مگر موت سے ڈرتے ہیں کفار کا رعب ان کے دلوں میں بیٹھا ہوا ہے ہاں چند مجاہدین ہیں جو آج کل امت مرحومہ کی سرخروئی کے نشان ہیں مگر اپنے بھی ان کے دشمن ہیں اور دشمن تو دشمن ہی ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ..... چند برائیاں اور ان کا وبال

(۱۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا ظَهَرَ الْغُلُوْلُ فِيْ قَوْمٍ اِلَّا اَلْقَى اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ وَلَا فَشَا الزِّنَا فِيْ قَوْمٍ اِلَّا كَثُرَ فِيْهِمُ الْمَوْتُ وَلَا نَقَصَ قَوْمٌ الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِلَّا قُطِعَ عَنْهُمُ الرِّزْقُ وَلَا حَكَمَ قَوْمٌ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا فَشَا فِيْهِمُ الدَّمُ وَلَا خَتَرَ قَوْمٌ بِالْعَهْدِ اِلَّا سُلِّطَ عَلَيْهِمُ الْعَدُوُّ (رواه مالک)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا غنیمت میں خیانت کرنا کسی قوم میں ظاہر نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ اس کے دشمنوں کا رعب ان کے دلوں میں ڈال دیتا ہے اور کسی قوم میں زنا نہیں پھیلتا مگر ان میں موت بہت ہوتی ہے کوئی قوم ماپ اور تول میں کمی نہیں کرتی مگر ان سے رزق موقوف کیا جاتا ہے اور کوئی قوم ناحق فیصلہ نہیں کرتی مگر ان میں خونریزی پھیلتی ہے اور کوئی قوم عہد نہیں توڑتی مگر ان پر دشمن مسلط کر دیا جاتا ہے۔روایت کیا اس کو مالک نے۔

تشریح: ''غلول'' مال غنیمت میں خیانت کرنے کو غلول کہتے ہیں یہاں عام خیانت بھی مراد ہو سکتی ہے اس کا وبال یہ ہے کہ قوم کے دلوں میں اجتماعی طور پر دشمن کا رعب ڈالا جاتا ہے اور قوم ڈرپوک ہو جاتی ہے اور جو ڈر گیا وہ مر گیا۔

''فشا الزنا'' جب زنا عام ہو جائے تو اس کا وبال یہ ہے کہ قوم میں وبائی امراض پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً طاعون' ہیضہ وغیرہ لاعلاج بیماریاں عام ہو جاتی ہیں تو موت عام ہو جاتی ہے۔ناپ تول میں کمی کا وبال یہ ہے کہ رزق حلال اور اس کی برکت اٹھ جاتی ہے اور شریعت کو چھوڑ کر اپنے خود

ساختہ قوانین کے مطابق فیصلوں کا وبال یہ ہے کہ خونریزی عام ہو جاتی ہے۔ ''ولا ختر'' وعدہ میں دھوکہ اور غداری کو ختر کہتے ہیں اسی سے ختار کفور ہے اس کا وبال یہ ہے کہ وہی دشمن اس قوم پر مسلط کیا جاتا ہے جس دشمن کے ساتھ اس نے وعدہ خلافی کر کے دھوکہ کیا تھا۔

باب فی ذکر الانذار و التحذیر

ڈرانے اور نصیحت کرنے کا بیان

مشکوٰۃ کے صحیح نسخوں اور اصل متون میں اوپر عنوان باب کی جگہ صرف باب کا لفظ لکھا ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ باب گذشتہ باب کے لواحق اور متعلقات پر مشتمل ہے، لیکن ابن ملکؒ نے یہاں باب کا مذکورہ بالا عنوان قائم کیا ہے ہم نے اسی کو نقل کیا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... چند احکام خداوندی

(۱) عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارِ نِ الْمَجَاشِعِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ خُطْبَتِهٖ اَلَا اِنَّ رَبِّيْ اَمَرَنِيْ اَنْ اُعَلِّمَكُمْ مَا جَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِيْ يَوْمِيْ هٰذَا كُلُّ مَالٍ نَحَلْتُهٗ عَبْدًا حَلَالٌ وَاِنِّيْ خَلَقْتُ عِبَادِيْ حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَاِنَّهُمْ اَتَتْهُمُ الشَّيٰطِيْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا اَحْلَلْتُ لَهُمْ وَاَمَرَتْهُمْ اَنْ يُّشْرِكُوْا بِيْ مَالَمْ اُنْزِلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَاِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَمَقَتَهُمْ عَرَبَهُمْ وَعَجَمَهُمْ اِلَّا بَقَايَا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَقَالَ اِنَّمَا بَعَثْتُكَ لِاَبْتَلِيَكَ وَاَبْتَلِيَ بِكَ وَاَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ وَتَقْرَءُهٗ نَائِمًا وَيَقْظَانَ وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اُحَرِّقَ قُرَيْشًا فَقُلْتُ رَبِّ اِذًا يَثْلَغُوْا رَاْسِيْ فَيَدَعُوْهُ خُبْزَةً قَالَ اسْتَخْرِجْهُمْ كَمَا اَخْرَجُوْكَ وَاغْزُهُمْ نُغْزِكَ وَاَنْفِقْ فَسَنُنْفِقَ عَلَيْكَ وَابْعَثْ جَيْشًا نَبْعَثْ خَمْسَةً مِثْلَهٗ وَقَاتِلْ بِمَنْ اَطَاعَكَ مَنْ عَصَاكَ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عیاض بن حمار مجاشعی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے خطبے میں فرمایا آگاہ رہو مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو آج وہ چیز سکھلاؤں جس کا تم کو علم نہیں اور مجھے اس نے بتلا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میں نے جو مال بھی اپنے کسی بندہ کو دیا ہے وہ حلال ہے اور میں نے اپنے سب بندوں کو حق کی طرف مائل ہونے والے پیدا کیا ہے بندوں کے پاس شیطان آئے ہیں۔ انہوں نے ان کو دین سے پھیر دیا ہے اور جو میں نے ان کے لیے حلال کیا ہے اس کو انہوں نے حرام کر دیا ہے اور میں نے ان کو حکم دیا ہے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں جس کی کوئی دلیل میں نے نہیں اتاری اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف دیکھا ان سب کو مبغوض رکھا عرب کو بھی اور عجم کو بھی مگر اہل کتاب کی ایک جماعت کو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میں نے تجھ کو اس لیے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے کہ تیری آزمائش کروں اور تیرے ساتھ آزمائش کروں تیرے ساتھ میں نے کتاب بھیجی ہے جس کو پانی نہیں دھوتا جس کو تو نیند اور بیداری میں پڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں قریش کو جلا دوں میں نے کہا اے میرے پروردگار اس وقت وہ میرا سر کچل دیں گے اور اس کو روٹی کی طرح بنا دیں گے فرمایا تو ان کو وطن سے نکال جس طرح انہوں نے تجھ کو نکالا ہے اور ان سے جہاد کر ہم اسباب جہاد تجھے مہیا کر دیں گے اور خرچ کر ہم خرچ تجھ کو عطا کریں گے ان پر لشکر روانہ کر ہم پانچ گنا لشکر بھیجیں گے اور فرمانبرداری کرنے والوں کو ساتھ لے کر سرکشی اختیار کرنے والوں سے لڑ۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''فی خطبتہ'' جمعہ و عیدین کے خطبے میں یا کسی وعظ کے خطبے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام ارشاد فرمایا کہ مجھے میرے

رب نے آج جو کچھ بتایا ہے جو تم نہیں جانتے وہ میں تمہیں سمجھاتا ہوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پہلی بات یہ ارشاد فرمائی کہ میں نے جو مال دیا ہے اور بندے نے جائز طریقہ پر کمایا ہے حلال ہے، اس کو حرام مت کہو جیسے مشرک لوگ کرتے ہیں ''نحلته'' عطیہ کے معنی میں ہے۔ دوسری بات انی خلقت عبادی ہے اجتالتهم اجتیال سے ہے پھیرنے اور برگشتہ کرنے کے معنی میں ہے، مطلب یہ ہے کہ شیطان نے ان پر گشت کر کے سب کو گمراہ کیا اور حلال چیزیں ان پر حرام قرار دیں جیسے مشرکین نے جانوروں میں کیا تھاھذا حلال وھذا حرام ''وان الله نظر'' یہ تیسری بات ہے ''مقت'' غصہ کرنا، مبغوض سمجھنا ''بقایا من اھل الکتاب'' اس سے مراد وہ یہود و نصاریٰ ہیں جن تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت نہ پہنچی ہو اور جب پہنچ گئی تو انہوں نے فوراً اس کو قبول کر لیا اور اس سے پہلے ان یہود کو نصاریٰ کی دعوت نہ پہنچی ہو اور نصاریٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا انکار نہ کیا ہو۔ الغرض پہلے یہ لوگ اپنے دین پر قائم ہوں اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا تو ان کو دو اجر ملیں گے جس طرح کتاب الایمان میں ایک حدیث ہے۔ '' وقال '' یہ چوتھی بات ہے '' ابتلیک '' آپ کو صبر کے ساتھ آزماؤں کہ ایذاء کفار پر کس قدر صبر کرو گے اور قوم کو آزماؤں کہ آپ کی قوم آپ کو قبول کرتی ہے یا نہیں '' لا یغسله الماء '' یعنی ایسی کتاب ہے کہ صرف اوراق کے بطون میں نہیں ہے کہ دھونے سے سیاہی مٹ جائے گی بلکہ یہ سینوں میں محفوظ ہے اور ہر قسم تحریف و تغیر و تبدل سے پاک ہے۔

''تقرئه'' یعنی سوتے جاگتے میں آپ اس کتاب کو پڑھتے ہوں گے۔ وان الله امرنی یہ پانچویں بات ہے کہ قریش کے جو لوگ کفر پر قائم و دائم رہیں گے مجھے حکم ہے کہ میں ان کو ایسا ختم کر دوں جیسے کسی چیز کو جلا کر راکھ کیا جاتا ہے۔ '' یثلغو '' یہ ثلغ سے ہے، سر کو بھاری پتھر سے کچلنے کو کہا جاتا ہے یعنی جب میرے سر کو کچل دیں گے تو سر ایسا پھیل جائے گا جیسا کہ روٹی پھیل جاتی ہے کیونکہ میرے پاس وسائل تو ہیں نہیں، اللہ نے فرمایا آپ ان کو مکہ سے نکال دیں جس طرح کہ انہوں نے آپ کو نکال دیا تھا اور ان سے لڑیں، ہم اسباب و نصرت و مدد کے حوالہ سے آپ کی مدد کریں گے اور آپ کو ہر قسم مقابلہ کیلئے تیار کریں گے، اور اپنے لشکر پر آپ خرچ کریں اگر آپ کے پاس نہ ہوا تو ہم انتظام کریں گے اور خرچ مہیا کریں گے۔ آپ اپنا لشکر بھیج دیں ہم آپ کے لشکر کی مدد کریں گے اور کفار کے لشکر سے پانچ گنا زیادہ لشکر مہیا کریں گے اور ان مسلمانوں کو لے لیجئے جو آپ کے فرمانبردار ہیں اور ان کے ذریعہ سے ان کفار کو ماریئے جو آپ کے نافرمان ہیں '' حنفاء '' پیدا کیا یعنی ابتداء میں سب لوگ فطرت اسلام پر پیدا ہوتے ہیں پھر ان کو ماحول خراب کرتا ہے۔ '' تقرأه نائما ویقظان '' سوتے جاگتے میں پڑھتے ہیں یعنی جاگتے میں زبان و قلب دونوں پر جاری رہتا ہے اور سونے کی حالت میں صرف قلبی طور پر جاری رہتا ہے کیونکہ نبی کی آنکھ سوتی ہے قلب جاگا رہتا ہے۔

قریش کو دعوت اسلام

(۲) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ فَصَعِدَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الصَّفَا فَجَعَلَ یُنَادِیْ یَا بَنِیْ فِهْرٍ یَا بَنِیْ عَدِیٍّ لِبُطُوْنِ قُرَیْشٍ حَتّٰی اجْتَمَعُوْا فَقَالَ اَرَاَیْتَکُمْ لَوْاَخْبَرْتُکُمْ اَنَّ خَیْلًا بِالْوَادِیْ تُرِیْدُ اَنْ تُغِیْرَ عَلَیْکُمْ اَکُنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ قَالُوْا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَیْکَ اِلَّا صِدْقًا قَالَ فَاِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّکُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ فَقَالَ اَبُوْلَهَبٍ تَبًّالَکَ سَائِرَ الْیَوْمِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَ نَادٰی یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُکُمْ رَجُلٍ رَاَی الْعَدُوَّ فَانْطَلَقَ یَرْبَأُ اَهْلَهٗ فَخَشِیَ اَنْ یَسْبِقُوْهُ فَجَعَلَ یَهْتِفُ یَا صَبَاحَاهُ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہا جس وقت یہ آیت اتری کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صفاء پر چڑھ گئے اور پکارنا شروع اے آل فہر اے بنوعدی قریش کے قبیلوں کے نام لے لے کر ان کو بلاتے تھے وہ سب جمع ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو بتلاؤ اگر میں تم کو خبر دوں کہ جنگل میں ایک لشکر اترا ہوا ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ تم میری یہ بات سچی مان لو

گے انہوں نے کہا ہاں اس لیے کہ ہم نے کبھی تم پر تجربہ نہیں کیا مگر سچ کا آپ نے فرمایا۔ عذاب سخت کے اترنے سے پہلے میں تم کو ڈرا رہا ہوں ابولہب کہنے لگا تمام دن تمہیں ہلاکت ہو کیا اسی بات کے لیے تم نے ہم کو جمع کیا تھا۔ اس وقت تبت یدا ابی لھب وتب نازل ہوئی۔ (متفق علیہ) ایک روایت میں ہے آپ نے آواز دی اے بنی عبد مناف میری اور تمہاری مثال اس شخص کی ہے جس نے دشمن دیکھ لیا ہے وہ اپنے گھر والوں کی نگہبانی کے لیے چلا وہ ڈرا کہ دشمن اس سے سبقت لے جائے گا اس نے چلانا شروع کر دیا یا صباحاہ۔

تشریح: "ھرباء" حفاظت اور نگرانی کے معنی میں ہے "اھلہ" ای قومہ "ان یسبقوہ" یعنی اس محافظ اور نگران کو خطرہ لاحق ہوا کہ اگر خود جا کر قوم کو بیدار کرنے لگوں گا تو دشمن پہلے پہنچ کر ان کو ہلاک کر دے گا لہٰذا اس نے وہیں سے بلند آواز کے ساتھ نعرہ لگا دیا کہ "یا صباحاہ" اے میری قوم صبح کے وقت دشمن حملہ کرنے والا ہے تم اپنے آپ کو بچالو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ قریش کے اہم اشخاص کو کھانے پر بلایا مگر دین کی بات نہ ہو سکی دوبارہ دعوت کھلائی اور بات ظاہر فرما دی مگر رشتہ دار بھاگ گئے تیسری دفعہ عام اعلان کے ساتھ لوگوں کو کوہ صفا پر بلایا' عادت عرب کے مطابق یا صباحاہ کے الفاظ سے بلایا سب آگئے اگر کوئی خود نہ جا سکا تو اس نے اپنا نمائندہ بھیجا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اپنی سابقہ زندگی اور سیرت سے متعلق پوچھا سب نے کہا آپ صادق الامین ہیں تب آپ نے عام دعوت دی لوگ بھاگ گئے۔ ابولہب نے آپ پر پتھر پھینک دیئے تو سورۃ اللھب میں اس کا جواب آ گیا۔

(۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَکَ الْاَقْرَبِيْنَ دَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ يَابَنِیْ كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِیْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَابَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِیْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِیْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِیْ نَفْسَکِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا غَيْرَ اَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَاَبُلُّهَا بِبَلَا لِهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِیْ لِمُتَّفَقٍ عَلَيْهِ قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسُ بْنَ عَبْدِالْمُطَّلِبِ لَا اُغْنِیْ عَنْکَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَيَاصَفِيَّةُ عَمَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَا اُغْنِیْ عَنْکِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَيَافَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ سَلِيْنِیْ مَا شِئْتِ مِنْ مَّالِیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو بلایا اور بلانے میں تعمیم اور تخصیص کی۔ فرمایا اے بنو کعب بن لوئی اپنی جانوں کو آگ سے چھڑا لو اے بنو مرہ بن کعب اپنے نفسوں کو آگ سے بچالو اے بنو عبد شمس اپنی جانوں کو آگ سے بچالو اے بنو عبد مناف اپنی جانوں کو آگ سے چھڑا لو اے بنو عبد المطلب اپنے نفسوں کو آگ سے بچالو اے فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی جان کو آگ سے خلاصی دے لے میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں سوائے حق قرابت کے جس کو اس کی تری کے ساتھ تر کرتا ہوں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ متفق علیہ میں ہے اے قریش کی جماعت اپنی جانوں کو خرید لو میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی چیز تم سے دور نہیں کر سکتا۔ اے بنو عبد مناف اللہ تعالیٰ سے میں کچھ بھی تمہیں کفایت نہیں کر سکتا۔ اے عباس بن عبد المطلب اللہ کے ہاں میں تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔ اے صفیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اللہ کے ہاں میں تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے مال سے تو جس قدر چاہے مجھ سے سوال کر لے اللہ تعالیٰ کے ہاں میں تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔

تشریح:"فعم وخص" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر قریش کو بلایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شخصی طور پر خصوصی نام سے بھی پکارا اور عام قبیلہ کے نام سے بھی پکارا جس کی تفصیل یابنی کعب بن لوئی ہے یہ عام خطاب ہے اور یابنی عبدالمطلب اور یا فاطمہ یہ خاص خطاب ہے اس کو عم وخص فرمایا "رحما" یعنی صلہ رحمی کا حق ہے۔ "سابلها ببلالها" یعنی میں صلہ رحمی کو اس کی تری کے ساتھ تر رکھوں گا یعنی صلہ قرابت کو قائم رکھوں گا۔ بل اور بلال تری کو کہتے ہیں اور عرب صلہ جوڑنے کو تری سے تعبیر کرتے ہیں۔ جس طرح یُبس اور خشکی کے الفاظ سے صلہ توڑنا مراد لیتے ہیں روایت کے آخری حصہ میں مزید خصوصی خطابات کا بیان موجود ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ.... امت محمدیہ کی فضیلت

(۴) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُمَّتِیْ هٰذِهٖ اُمَّةٌ مَرْحُوْمَةٌ لَیْسَ عَلَیْهَا عَذَابٌ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابُهَا فِی الدُّنْیَا الْفِتَنُ وَالزَّلَازِلُ وَالْقَتْلُ. (رواه سنن ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری یہ امت مرحومہ ہے آخرت میں اسے عذاب نہیں ہوگا دنیا میں اس کا عذاب فتنے زلزلے اور قتل ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح:"لیس علیها عذاب" یہ جملہ ان احادیث وآیات کا معارض ہے جس میں اس امت کے مرتکب کبیرہ کیلئے عذاب کا ذکر ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ امت مرحومہ ہے اس پر آخرت میں ایسا عذاب نہیں آئے گا کہ یہ ہمیشہ اس عذاب میں کافروں کی طرح دوزخ میں گرفتار ہو جائے بلکہ اس کا عذاب عارضی ہے کہ دنیا میں اس پر زلزلے آئیں گے قتل وغارت گری کے فتنے آئیں گے یہ سزائیں بھگتنے کے بعد آخرت میں پاک وصاف جنت میں جائے گی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس جملہ کا تعلق صحابہ کرام کی جماعت سے ہے صحابہ اگرچہ معصوم نہیں ہیں مگر عذاب سے محفوظ ہیں تیسرا جواب یہ ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن کے گناہ نہ ہوں۔

مختلف زبانوں اور مختلف ادوار کے بارے میں پیش گوئی

(۵) وَعَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ بَدَءَ نُبُوَّةً وَرَحْمَةً ثُمَّ یَکُوْنُ خِلَافَةً وَّرَحْمَةً ثُمَّ مُلْکًا عَضُوْضًا ثُمَّ کَائِنٌ جَبْرِیَّةً وَعُتُوًّا وَ فِسَادًا فِی الْاَرْضِ یَسْتَحِلُّوْنَ الْحَرِیْرَ وَالْفُرُوْجَ وَالْخُمُوْرَ یُرْزَقُوْنَ عَلٰی ذٰلِکَ وَیُنْصَرُوْنَ یَلْقُوا اللّٰهَ. رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ.

ترجمہ: حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا یہ امر دین نبوت اور رحمت کے ساتھ ظاہر ہوا پھر خلافت اور رحمت ہوگا پھر گزندہ بادشاہ ہوگا پھر یہ امر تکبر حد سے گذرنے والا اور زمین میں فساد والا ہوگا لوگ ریشم اور عورتوں کی شرمگاہوں کو اور شرابوں کو حلال جانیں گے ان کاموں کے باوجود رزق دیئے جائیں گے اور مدد کیے جائیں گے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ملیں روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح:"ان هذا لامر" یعنی یہ دین اسلام اور اس کے دنیوی اور اخروی احکام ابتداء میں ایسے ظاہر ہوئے کہ یہ نبوت اور رحمت وشفقت کی صورت میں تھے "خلافة" یعنی دور نبوت کے بعد خلافت کا زمانہ آئے گا جو تیس سال تک چلے گا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دور پر ختم ہوگا۔ "ملکا عضوضا" یعنی پھر لوگوں کو کاٹنے والی ملوکیت کا دور آئیگا جس میں ظالم حکمران لوگوں پر ظلم کریں گے اگرچہ اس سے خاص خاص عادل بادشاہ مستثنیٰ ہوں گے لیکن وہ نادر ہوں گے جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ وغیرہ عادل بادشاہ تھے۔ "ثم کائن جبریة" یعنی ملک عضوض کے بعد تو ایسے

ظالم اور سرکش ومفسد بادشاہ آئیں گے جو استمرار اور دوام کے ساتھ فسق وفجور اور ظلم میں مشغول رہیں گے ان میں کوئی عادل نہیں ہوگا۔ ملاعلی قاریؒ لکھتے ہیں کہ یہ ہمارے زمانے کے ظالم بادشاہ ہیں جن میں کوئی اچھا آدمی نہیں ہے لہٰذا جس شخص نے اس زمانے کے کسی بادشاہ کو عادل کہہ دیا تو وہ کافر ہو جائیگا۔ "قال بعض علمائنا من قال سلطان زماننا عادل فهو کافر" (مرقات، ج۹، ص۲۴۶)

حدیث کے آخر میں ہے کہ ایسے ظالموں کو بھی اللہ تعالیٰ رزق عطا کرے گا اور ان کے خاص خاص مقاصد میں ان کی مدد کریگا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے صرف رب الصالحین نہیں ہے۔

شراب کے بارے میں ایک پیشگوئی

(۶) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ مَا يُكْفَأُ قَالَ زَيْدُ بْنُ يَحْيٰى الرَّاوِيْ يَعْنِي الْاِسْلَامَ كَمَا يُكْفَاءُ الْاِنَاءُ يَعْنِي الْخَمْرَ قِيْلَ فَكَيْفَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَدْ بَيَّنَ اللّٰهُ فِيْهَا مَا بَيَّنَ قَالَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اِسْمِهَا فَيَسْتَحِلُّوْنَهَا (رواه الدارمی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے سب سے پہلے جس کو الٹا کیا جائے گا۔ زید بن یحییٰ جو حدیث کا راوی ہے اس نے کہا ہے کہ اس سے مراد اسلام ہے یعنی اسلام میں جس طرح برتن کو الٹا کر دیا جاتا ہے۔ شراب ہوگی کہا گیا اے اللہ کے رسول ایسا کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم بیان کر دیا ہے فرمایا اس کا نام شراب کے علاوہ کوئی اور رکھ لیں گے اور اس کو حلال سمجھنے لگ جائیں گے۔ (دارمی)

تشریح: "یکفاء" الٹ دینے کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جس چیز کو الٹ کر اوندھا کیا جائے گا وہ شراب ہوگی کہ لوگ شراب پئیں گے اور نام نبیذ یا مثلث یا آب جو رکھیں گے چنانچہ آج کل یہی ہو رہا ہے لہٰذا ایک حرام چیز کو حلال کہہ کر استعمال کریں گے اگر جان بوجھ کر حرام کو حلال کہیں گے تو کافر ہو جائیں گے اور اگر تاویل کریں گے تو فاسق بن جائیں گے۔ بہر حال اس حدیث کی تعلیم یہ ہے کہ لوگ خود نہیں بدلیں گے بلکہ اپنے دین کو بدلنے کی کوشش کریں گے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

مسلمانوں کے مختلف زمانوں کے بارے میں ایک پیشگوئی

(۷) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ. ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًا فَيَكُوْنُ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ يَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَيَكُوْنُ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ قَالَ حَبِيْبٌ فَلَمَّا قَامَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ كَتَبْتُ اِلَيْهِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اُذَكِّرُهٗ اِيَّاهُ وَقُلْتُ اَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنَ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بَعْدَ الْمُلْكِ الْعَاضِ وَالْجَبْرِيَّةِ فَسُرَّبِهٖ وَاَعْجَبَهٗ يَعْنِيْ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيْزِ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ.

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے وہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے تم میں نبوت رہے گی پھر اللہ تعالیٰ اس کو اٹھا لے گا اور خلافت ہوگی جو نبوت کے طریقہ پر ہوگی جب تک اللہ تعالیٰ

چاہے گا پھر اللہ تعالیٰ اس کو اٹھالے گا۔ پھر گزندہ بادشاہت ہوگی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر اس کو اٹھالے گا۔ پھر غلبہ اور تکبر کی بادشاہت ہوگی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر اس کو اٹھالے گا پھر خلافت نبوت کے طریقہ پر ہوگی۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔ حبیب نے کہا جس وقت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ مقرر ہوئے یہ حدیث میں نے انہیں لکھ بھیجی میں ان کو یاد دلاتا تھا اور میں نے کہا مجھے امید ہے کہ گزندہ بادشاہت اور غلبہ کے بعد آپ امیر المومنین مقرر ہوئے ہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ اس سے بہت خوش ہوئے اور یہ تفسیر ان کو بہت پسند لگی۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں۔

تشریح: "منهاج النبوة" یعنی سب سے پہلے تو نبوت ورحمت کا دور ہوگا پھر خلافت علی منہاج النبوۃ کا دور ہوگا' حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ خلافت علی منہاج النبوۃ دو قسم پر ہے ایک علی منہاج النبوۃ بطریق خاص ہے' اس کا مصداق صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہیں اور دوسری خلافت علی منہاج النبوۃ بطریق عام ہے اس میں حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہم داخل ہیں۔ بہر حال خلافت کے بعد اس حدیث میں ملک عضوض کا ذکر ہے پھر اس کے بعد ظلم و جور اور جبریہ کے دور کا ذکر ہے اور اس کے بعد پھر خلافت علی منہاج النبوۃ کا ذکر ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور خلافت کی طرف اشارہ ہے چنانچہ ان کو علماء نے خلفائے راشدین میں شمار کیا ہے۔ "قال حبيب" یعنی حضرت حبیب بن سالم جو نعمان بن بشیر کے آزاد کردہ غلام اور ان کے سیکرٹری تھے فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے تو میں نے یہ بشارت لکھ کر ان کی طرف بھیج دی اور توجہ دلائی کہ شاید آپ اس حدیث کے مصداق ہوں تو وہ بہت ہی خوش ہو گئے اور ان کو خوش ہو جانا چاہیے تھا کیونکہ اس میں ان کی بہت بڑی منقبت ہے۔

الحمد للہ خیر المفاتیح کی پانچویں جلد مکمل ہوئی۔ آگے چھٹی اور آخری جلد "کتاب الفتن" پر مشتمل ہے۔